تسہیل القطبی

اردو شرح

قطبی تصدیقات

افادات

علامہ محمد خالد قاسمی بلیاوی

تشریح وتوضیح

مولانا محمد مظفر مبین قاسمی دیناج پوری

مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

فون: 042-37224228-37355743

تسہیل القطبی

اردو شرح

قطبی تصدیقات

افادات: علامہ محمد خالد قاسمی بلیاوی

تشریح وتوضیح: مولانا محمد ظفر مبین قاسمی دیناج پوری

مکتبہ رحمانیہ

MAKTABA-E-REHMANIA

اقرا سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

فون: 042-37224228-37355743

مکتبہ رحمانیہ

نام کتاب: ---------- تسہیل القطبی اردو شرح قطبی تصدیقات

افادات: ---------- علامہ محمد خالد قاسمی بلیاوی

ناشر: ---------- مکتبہ رحمانیہ

مطبع: ---------- لٹل سٹار پرنٹرز لاہور

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح واصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسانوں کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لیے پھر بھی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

فہرست

تسہیل القطبی (تصدیقات)

قطبی تصدیقات	۷	وجہ تسمیہ	۳۲	اتفاقیہ	۵۸
قضیہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف	۹	دلیل حصر	۳۲	میر سید کی تحقیق	۵۹
فوائد قیود	۱۰	موجبہ کلیہ	۳۲	موجبہ جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے	
قضیہ حملیہ کی دو قسمیں ہیں	۱۱	موجبہ جزئیہ	۳۲	درمیان نسبت	۶۶
قضیہ شرطیہ	۱۱	سالبہ کلیہ	۳۳	سالبہ کلیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت	۶۶
شرطیہ متصلہ	۱۶	سالبہ جزئیہ	۳۳	سالبہ جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے	
متصلہ کی قسمیں	۱۶	محصورات اربعہ کے اسوار	۳۳	درمیان نسبت	۶۶
متصلہ موجبہ	۱۶	موجبہ کلیہ کا سور	۳۳	قضیہ موجبہ معدولۃ الموضوع	۶۸
متصلہ سالبہ	۱۶	کل کلی	۳۳	قضیہ موجبہ معدولۃ المحمول	۶۸
شرطیہ منفصلہ	۱۸	کل مجموعی	۳۳	قضیہ موجبہ معدولۃ الطرفین	۶۸
وجہ تسمیہ	۱۸	کل افرادی	۳۳	قضیہ سالبہ معدولۃ الموضوع	۶۸
قضیہ منفصلہ کی قسمیں	۱۸	سالبہ کلیہ کا سور	۳۳	قضیہ سالبہ معدولۃ المحمول	۶۸
منفصلہ حقیقیہ	۱۸	موجبہ جزئیہ کا سور	۳۳	قضیہ سالبہ معدولۃ الطرفین	۶۸
وجہ تسمیہ	۱۹	سالبہ جزئیہ کا سور	۳۴	معدولہ کی وجہ تسمیہ	۶۸
منفصلہ مانعۃ الجمع	۱۹	طبعیہ	۴۱	غیر معدولۃ	۷۰
وجہ تسمیہ	۱۹	وجہ تسمیہ	۴۱	محصلہ	۷۰
منفصلہ مانعۃ الخلو	۱۹	مہملہ	۴۱	وجہ تسمیہ	۷۰
وجہ تسمیہ	۲۰	وجہ تسمیہ	۴۱	بسیطہ	۷۰
موضوع	۲۳	ماتن کی بیان کردہ دلیل حصر	۴۱	وجہ تسمیہ	۷۰
محمول	۲۳	شارح کی ذکر کردہ دلیل حصر	۴۲	کیفیتیں	۸۳
رابطہ	۲۳	ذات موضوع کی وضاحت	۵۱	مادۂ قضیہ	۸۳
رابطہ کی دو قسمیں ہیں	۲۵	عقد وضع	۵۱	وجہ تسمیہ	۸۳
وجہ تسمیہ	۲۶	عقد حمل	۵۱	موجبہ	۸۳
رابطہ کا استعمال	۲۶	وصف محمول کا ذات موضوع پر صدق	۵۴	عبارت مذکورہ کی تشریح	۸۴
قضیہ حملیہ موجبہ کی تعریف	۲۸	قضیہ حقیقیہ	۵۵	وجہ تسمیہ	۸۴
قضیہ حملیہ سالبہ کی تعریف	۲۸	وجہ تسمیہ	۵۵	بسیطہ	۸۹
شخصیہ	۳۰	قضیہ خارجیہ	۵۵	مرکبہ کی تعریف پر دو اشکال	۹۰
وجہ تسمیہ	۳۱	وجہ تسمیہ	۵۵	ضرورت	۹۱
محصورہ	۳۲	لزومیہ	۵۸	دوام	۹۲

عنوان	صفحہ
فعلیت	۹۲
فعلیت کی تعبیریں	۹۲
فعلیت کی ایک اور تعبیر	۹۲
امکان	۹۲
امکان کی قسمیں	۹۲
امکان کی تعبیریں	۹۲
امکان کی تعبیر	۹۲
ضرورت اور دوام کی قسمیں	۹۲
امکان اور فعلیت کی قسمیں	۹۲
قضایا موجہہ	۹۲
ضروریہ مطلقہ	۹۳
ذاتی	۹۳
ضروریہ مطلقہ کی وجہ تسمیہ	۹۳
دائمہ مطلقہ	۹۳
وجہ تسمیہ	۹۳
مشروطہ عامہ کی تعریفیں	۹۵
وجہ تسمیہ	۹۵
وصف عنوانی	۹۵
دونوں معنیٰ کے درمیان نسبت	۹۷
عرفیہ عامہ	۱۰۱
وجہ تسمیہ	۱۰۱
نسبتیں	۱۰۱
عرفیہ عامہ اور ضروریہ مطلقہ کے درمیان نسبت	۱۰۲
عرفیہ عامہ اور دائمہ مطلقہ کے درمیان نسبت	۱۰۲
مطلقہ عامہ	۱۰۳
وجہ تسمیہ	۱۰۳
نسبتیں	۱۰۳
ممکنہ عامہ	۱۰۴
وجہ تسمیہ	۱۰۵
قضایا موجہہ بسیطہ کا نقشہ مع امثلہ	۱۰۶
مشروطہ خاصہ	۱۰۸
عرفیہ خاصہ	۱۱۲
وجہ تسمیہ	۱۱۳
نسبتیں	۱۱۳
وجودیہ لاضروریہ	۱۱۵
وجودیہ لادائمہ	۱۱۸
وجہ تسمیہ	۱۱۸
نسبتیں	۱۱۸
وقتیہ	۱۲۰
وجہ تسمیہ	۱۲۰
منتشرہ	۱۲۴
وجہ تسمیہ	۱۲۴
نسبتیں	۱۲۵
وقتیہ مطلقہ	۱۲۶
وجہ تسمیہ	۱۲۶
نسبتیں	۱۲۶
منتشرہ مطلقہ	۱۲۶
وجہ تسمیہ	۱۲۷
نسبتیں	۱۲۷
مطلقہ وقتیہ	۱۲۷
مطلقہ منتشرہ	۱۲۷
نسبت	۱۲۷
بسائط میں چار قضیوں کا اضافہ	۱۲۷
ممکنہ خاصہ	۱۲۸
وجہ تسمیہ	۱۲۹
لادوام کے معنیٰ التزامی مطلقہ عامہ ہیں	۱۳۲
موجہات مرکبہ کا نقشہ مع امثلہ	۱۳۳
شرطیہ متصلہ	۱۳۵
شرطیہ منفصلہ	۱۳۵
شرطیہ متصلہ	۱۳۵
منفصلہ	۱۳۶
لزومیہ	۱۳۷
وجہ تسمیہ	۱۳۷
علاقہ	۱۳۷
علاقۂ علیت	۱۳۷
معلول	۱۳۷
علاقۂ علیت کی قسمیں	۱۳۷
علاقۂ تضایف	۱۳۸
وجہ تسمیہ	۱۳۸
لزومیہ کی تعریف پر اعتراض	۱۳۸
اتفاقیہ	۱۳۹
وجہ تسمیہ	۱۴۰
مطلقہ	۱۴۰
منفصلہ حقیقیہ	۱۴۱
منفصلہ مانعۃ الجمع	۱۴۲
منفصلہ مانعۃ الخلو	۱۴۲
وجہ تسمیہ	۱۴۲
مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو کا دوسرا معنیٰ	۱۴۳
مانعۃ الجمع کا دوسرا معنیٰ	۱۴۳
مانعۃ الخلو کا دوسرا معنیٰ	۱۴۳
نسبتیں	۱۴۳
عنادیہ	۱۴۷
اتفاقیہ	۱۴۷
مطلقہ	۱۴۸
مانعۃ الخلو موجبہ کے صدق وکذب کی صورتیں	۱۵۸
اوضاع	۱۶۱
شرطیہ مخصوصہ	۱۶۵
شرطیہ محصورہ	۱۶۵
شرطیہ مہملہ	۱۶۵
تناقض کے لغوی معنیٰ	۱۷۳
تناقض کی اصطلاحی تعریف	۱۷۳
فوائد قیود	۱۷۳
دو قضیہ موجہہ میں تناقض کے لئے اختلاف جہت کی شرط بھی ضروری ہے	۱۸۶
نقشہ نقائض موجہات بسیطہ	۱۹۴
مرکبات کلیہ کی نقائض کا نقشہ	۱۹۸
مرکبات جزئیہ کی نقیضوں کا نقشہ	۲۰۷
شرطیات کی نقیضوں کا نقشہ	۲۱۰
عکس کی قسمیں	۲۱۲

عکس مستوی کی تعریف ۲۱۲
عکس اجزاء ذکریہ میں ہوتا ہے ۲۱۲
عکس کی تعریف میں بقاء صدق کا مطلب ۲۱۵
عکس کی تعریف میں بقاء کذب کا مطلب ۲۱۵
نقشہ عکس موجہات سوالب کلیہ ۲۲۶
تشریح: موجبات کا عکس ۲۳۳
موجبات موجہ کا عکس ۲۳۳
وقتیین، وجودیتین اور مطلقہ عامہ موجبہ کا عکس ۲۳۷
موجہات موجبہ کلیہ وجزئیہ کے عکس کا نقشہ ۲۳۷
دلیل خلف ۲۳۹
دلیل افتراض ۲۳۹
طریق عکس ۲۳۹
دلیل افتراض ۲۴۴
طریق عکس ۲۴۴
موجبہ کلیہ کا عکس نقیض موجبہ کلیہ آتا ہے ۲۵۲
موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض نہیں آتا ۲۵۲
شرطیات کا عکس نقیض ۲۵۴
ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کا
عکس نقیض دائمہ مطلقہ آتا ہے ۲۶۱
ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ کا
عکس نقیض ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ نہیں آتا ۲۶۱
مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کا عکس نقیض
عرفیہ عامہ آتا ہے ۲۶۱
مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کا عکس نقیض ۲۶۱
مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ سالبہ کلیہ و
جزئیہ کا عکس نقیض ۲۶۷
وقتیین اور وجودیتین کا عکس نقیض ۲۶۹
فعلیات کا عکس نقیض ۲۷۰
ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کا عکس نقیض ۲۷۲
شرطیہ موجبہ کا عکس نقیض ۲۷۲
شرطیہ متصلہ سالبہ کلیہ کا عکس نقیض ۲۷۲
قیاس کی تعریف ۲۸۰
جمع کا اطلاق فن منطق میں کم از کم
تین پر ضروری نہیں ۲۸۲
مقدمہ غریبہ ۲۸۳
قیاس مساوات ۲۸۳
قیاس کا مادہ اور ہیئت ۲۸۵
قیاس استثنائی کی تعریف ۲۸۵
وجہ تسمیہ ۲۸۵
قیاس اقترانی کی تعریف ۲۸۵
وجہ تسمیہ ۲۸۶
اقترانی حملی ۲۸۹
شرطی ۲۸۹
مقدمہ ۲۹۰
وجہ تسمیہ ۲۹۰
صغریٰ ۲۹۰
کبریٰ ۲۹۰
حد اوسط ۲۹۰
وجہ تسمیہ ۲۹۰
قرینہ اور ضرب ۲۹۰
وجہ تسمیہ ۲۹۰
شکل ۲۹۰
شکل کی چار قسمیں ہیں ۲۹۱
دلیل حصر ۲۹۱
شکل اوّل کے نتیجہ دینے کی شرطیں ۲۹۴
نقشہ شکل اوّل ۲۹۶
شکل ثانی کے نتیجہ دینے کی شرطیں ۳۰۰
شکل ثانی کا نتیجہ ۳۰۳
نتیجہ دینے والی ضربیں ۳۰۳
دوسری ضرب ۳۰۳
تیسری ضرب ۳۰۳
چوتھی ضرب ۳۰۴
شکل ثانی کی ضربوں کے نتیجہ دینے کے دلائل ۳۰۴
دلیل خلف ۳۰۴
عکس کبریٰ ۳۰۵
شکل ثانی کی ضرب رابع کا نتیجہ ثابت
کرنے کی دلیل ۳۰۴
نقشہ شکل ثانی ۳۰۹
پہلی ضرب ۳۱۴
شکل ثالث کی ضرب اول کے نتیجہ
کو ثابت کرنے کی دلیل ۳۱۴
عکس صغریٰ ۳۱۵
ضرب ثالث کا نتیجہ ثابت کرنیکی دلیل ۳۱۶
تشریح: شکل ثالث کی ضرب چہارم ۳۱۷
شکل ثالث کی ضرب خامس ۳۱۷
ضرب خامس کے نتیجہ کے اثبات کی دلیل ۳۱۷
عکس کبریٰ، عکس ترتیب، عکس نتیجہ ۳۱۸
ضرب سادس ۳۱۸
ضرب سادس کا نتیجہ ثابت کرنیکی دلیل ۳۱۸
نقشہ شکل ثالث ۳۱۹
پہلی شرط ۳۲۲
دوسری شرط ۳۲۲
ضروب منتجہ اور ان کے نتائج ثابت
کرنے کی دلیلیں ۳۲۵
ضرب ثانی ۳۲۵
ضرب ثالث ۳۲۵
ضرب رابع ۳۲۵
ضرب خامس ۳۲۶
ضرب سادس ۳۲۶
ضرب سابع ۳۲۶
ضرب ثامن ۳۲۶
نقشہ شکل رابع ۳۲۸
مختلطات ۳۳۸
ضروب مختلطہ کے نتیجہ دینے کا ضابطہ ۳۴۰
جَدْوَلُ الْقَضَایَا الْمُخْتَلِطَات ۳۴۴
مختلطات شکل ثانی کی ضروب منتجہ کے
انتاج کا ضابطہ ۳۵۱
مختلطات شکل ثانی کی ضروب منتجہ کے
نتائج کے اثبات کی دلیلیں ۳۵۱

جدول نتائج الضربین الاولین	۳۶۶	اعتقاد کی قسمیں	۴۰۵	قیاس جدلی	۴۱۶
بقیۃ جدول نتائج الضربین الاولین	۳۶۶	ظن	۴۰۵	قیاس جدلی کے استعمال کا فائدہ	۴۱۶
جدول نتائج الضرب الثالث	۳۶۷	جہل مرکب	۴۰۵	مقبولات	۴۱۶
جدول نتائج الضرب الرابع	۳۶۸	تقلید	۴۰۵	مظنونات	۴۱۶
جدول نتائج الضرب السادس	۳۶۸	یقین	۴۰۵	قیاس خطابی	۴۱۷
جدول نتائج الضرب السابع	۳۶۸	فوائد قیود	۴۰۵	قیاس خطابی کا فائدہ	۴۱۷
جدول نتائج الضرب الثامن	۳۶۹	بدیہیات	۴۰۶	مخیلات	۴۱۸
قیاس اقترانی شرطی	۳۷۱	بدیہیات کی قسمیں	۴۰۶	قیاس شعری	۴۱۸
قیاس استثنائی کی تعریف	۳۸۵	دلیل حصر	۴۰۶	قیاس شعری کا مقصد	۴۱۸
قیاس استثنائی اتصالی کے نتیجہ دینے کا طریقہ	۳۹۰	اولیات	۴۰۶	وہمیات	۴۱۸
منفصلہ مانعۃ الجمع کے نتیجہ دینے کی صورتیں	۳۹۲	قضایا قیاساتہا معہا	۴۰۷	قیاس سفسطی	۴۱۹
منفصلہ مانعۃ الخلو کے نتیجہ دینے کی صورتیں	۳۹۳	وجہ تسمیہ	۴۰۷	وجہ تسمیہ	۴۱۹
قیاس مرکب	۳۹۴	مشاہدات	۴۰۷	قیاس سفسطی کا فائدہ	۴۲۰
موصول النتائج کی وجہ تسمیہ	۳۹۵	حسیات	۴۰۷	مصادرۃ علی المطلوب	۴۲۱
مفصول النتائج کی وجہ تسمیہ	۳۹۵	وجدانیات	۴۰۷	غلطی کے اسباب	۴۲۱
قیاس خلف کی تعریف	۳۹۶	متواترات	۴۰۷	سوفسطائی	۴۲۴
وجہ تسمیہ	۳۹۶	خبر کے متواتر ہونے کے لئے راویوں		مشاغبی	۴۲۴
استقراء کے لغوی معنی	۳۹۸	کی کوئی متعین تعداد شرط نہیں ہے	۴۰۷	موضوع	۴۲۶
استقراء کی اصطلاحی تعریف	۳۹۸	مجربات	۴۰۸	مبادی	۴۲۶
استقراء کی قسمیں	۳۹۸	حدسیات	۴۰۸	مبادی تصوریہ	۴۲۶
استقراء تام	۳۹۸	حدس اور فکر کے درمیان فرق	۴۰۹	موضوع کے اجزاء کی تعریف	۴۲۶
استقراء تام کا حکم	۳۹۸	برہان کے لغوی معنی	۴۱۰	موضوع کے عوارض کی تعریف	۴۲۶
استقراء غیر تام	۳۹۸	برہان کی اصطلاحی تعریف	۴۱۱	مبادی تصدیقیہ	۴۲۶
استقراء غیر تام کا حکم	۳۹۸	برہان کی وجہ تسمیہ	۴۱۱	مقدمات بدیہیہ	۴۲۷
تمثیل کے لغوی معنی	۴۰۰	برہان کی قسمیں	۴۱۱	مقدمات نظریہ مسلمہ	۴۲۷
تمثیل کی اصطلاحی تعریف	۴۰۰	برہان لمی	۴۱۱	اصول موضوع	۴۲۷
تمثیل میں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے	۴۰۰	برہان لمی کی دوسری تعریف	۴۱۱	مصادرات	۴۲۷
دوران کے معنی	۴۰۱	برہان لمی کی وجہ تسمیہ	۴۱۱	مسائل	۴۲۹
دوران کی تعریف	۴۰۱	برہان انی کی تعریف	۴۱۱	مسائل کی قسمیں	۴۲۹
سیر و تقسیم کے معنی	۴۰۲	برہان انی کی دوسری تعریف	۴۱۲	موضوع مسائل	۴۲۹
سیر و تقسیم کی تعریف	۴۰۲	برہان انی کی وجہ تسمیہ	۴۱۲	مسائل کا محمول	۴۲۹
مادہ قیاس کی قسمیں	۴۰۴	مشہورات	۴۱۵	❁ ❁ ❁	
یقین کی تعریف	۴۰۴	مسلمات	۴۱۶		

بسم الله الرحمن الرحيم

قطبی تصدیقات

قَالَ الْمَقَالَةُ الثَّانِيَةُ فِي الْقَضَايَا وَاَحْكَامِهَا و فِيْهَا مَقَدَّمَةٌ وَ ثَلٰثَةُ فُصُوْلٍ، اَمَّا الْمُقَدِّمَةُ فَفِي تَعْرِيفِ الْقَضِيَّةِ وَاَقْسَامِهَا الْاَوَّلِيَّةِ القضيةُ قَوْلٌ يَصِحُّ اَنْ يُقَالَ لِقَائِلِهٖ انه صَادِقٌ فِيْهِ اَوْ كاذِبٌ وَهِيَ حَمْلِيَّةٌ اِنِ انْحَلتْ بِطَرْفَيْهَا اِلٰى مُفْرَدَيْنِ كقولِكَ زَيْدٌ عالِمٌ وزيد ليسَ بِعالِمٍ وشرطيةٌ اِنْ لَمْ تنحل،

اَقُولُ لَمَّا فَرَغَ عن مباحثِ القولِ الشارح شرعَ فِيْ بَيَانِ مَبَاحِثِ الحجَّةِ وَلَمَّا تَوَقَّفَ مَعْرِفَتُهَا عَلٰى معرفةِ القَضَايَا واَحْكَامِها وَضَعَ المَقَالَةَ الثانيةَ لِبَيانِ ذلكَ ورتَّبهَا علىٰ مُقدمة وثلٰثةِ فصُولٍ اَمَّا المقَدَّمَة فَفِي تعريفِ القَضِيةِ وَاَقْسَامِهَا الاولية اى الحاصلةُ بِحَسْبِ القسمةِ الاوَّليةِ فانَّ القَضيةَ تنقَسِمُ اولاً الى الحمليةِ والشرطيةِ ثم الحمليةُ تنقسمُ الى ضرورية ولا ضروريةِ مثلاً والشرطيةُ الىٰ لُزوميةٍ واتفاقيةٍ فاقسامُ الحمليةِ والشرطيةِ هي اقسامٌ للقضيةِ الا انها ليستْ باقسامٍ اوليةٍ لها بل اقسامٍ ثانويةٍ اى انما تنقسم القضية اليها ثانياً بواسطةِ ان الحمليةَ والشرطيةَ تنقَسِمَانِ اليْهَا فالغرضُ من وضعِ المقدمةِ ذكر الاقسامِ الاوليةِ اى اقسام القضيةِ بالذاتِ لا اقسام اقسامِها فالقضيةُ قولٌ يصح انْ يُقال لِقَائِلِهٖ انه صادقٌ فيه او كاذِبٌ فالقولُ وهو اللفظُ المركَّبُ فِي القضيةِ الملفوظَةِ او المفهومُ العقْلِيُّ المركبُ فى القضيةِ المعقولةِ جنسٌ يشتملُ الاقوالَ التامّةَ والنَّاقِصَةَ وَقَوْلُهُ يَصِحُّ اَنْ يُقَالَ لِقَائِلِهٖ اَنَّهُ صَادِقٌ فِيْهِ اَوْ كَاذِبٌ فَصْلٌ يُخْرِجُ الْاَقْوَالَ النَّاقِصَةَ والانشاء ات كلها من الامْرِ والنَّهيِ والاستفهامِ وغيرِهَا.

ترجمہ: دوسرا مقالہ قضایا اور ان کے احکام کے (بیان) میں ہے، اس میں ایک مقدمہ اور تین فصلیں ہیں، بہر حال مقدمہ تو وہ قضیہ کی تعریف اور اس کی اقسام اولیہ (کے بیان) میں ہے، اور قضیہ وہ قول ہے جس کے کہنے والے کے بارے میں یہ کہا جاسکے کہ وہ اس میں سچا ہے یا جھوٹا ہے، اور وہ (یعنی قضیہ) حملیہ ہے اگر وہ اپنے طرفین سے دو مفردوں کی طرف کھل جائے، جیسے آپ کا قول، زیدٌ عالمٌ و زیدٌ لیس بعالمٍ، اور (وہ قضیہ) شرطیہ ہے اگر (دو مفردوں کی طرف) نہ کھلے۔ میں کہتا ہوں کہ جب ماتن قول شارح کے مباحث سے فارغ ہو چکے تو اب حجت کے مباحث شروع کر رہے ہیں، اور جبکہ حجت کی معرفت قضایا اور اس کے احکام کی معرفت پر موقوف ہے، تو دوسرے مقالہ کو اس کے بیان کے لئے مقرر کیا ہے۔ اور اس کو ایک مقدمہ اور تین فصلوں پر ترتیب دی ہے، بہر حال مقدمہ پس وہ قضیہ کی تعریف اور اس کی اقسام اولیہ یعنی پہلی تقسیم سے حاصل ہونے والی قسموں کے بیان میں ہے، کیونکہ قضیہ اوّلاً حملیہ اور شرطیہ کی طرف منقسم ہوتا ہے، پھر حملیہ مثلاً ضروریہ اور لاضروریہ کی طرف منقسم ہوتا ہے، اور شرطیہ لزومیہ اور اتفاقیہ

کی طرف، پس حملیہ اور شرطیہ کی قسمیں بھی (حقیقت میں) قضیہ ہی کی قسم ہیں، مگر یہ اقسام اولیہ نہیں ہیں، بلکہ اقسام ثانویہ ہیں، یعنی قضیہ ان کی طرف ثانیاً منقسم ہوتا ہے، اس واسطہ سے کہ حملیہ اور شرطیہ ان کی طرف منقسم ہوتے ہیں، پس مقدمہ کی وضع سے مقصد قضیہ کی اقسام اولیہ ہیں، یعنی بالذات قضیہ کی اقسام کا بیان کرنا ہے نہ کہ اُن کی اقسام کی اقسام کا ذکر کرنا۔ پس قضیہ وہ قول ہے کہ اس کے کہنے والے کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہو کہ وہ اس میں جھوٹا ہے، یا سچا ہے، پس قول اور وہ قضیہ ملفوظہ میں مرکب اور قضیہ معقولہ میں مفہوم عقلی مرکب ہے۔ جنس ہے جو اقوال تامّہ اور ناقصہ سب کو شامل ہے، اور اسکا قول "یصح ان یقال لقائله انه صادق فیه او کاذب" فصل ہے جو اقوال ناقصہ اور تمام انشاء ات، امر، نہی، اور استفہام وغیرہ کو نکال دیتا ہے۔

تشریح: یہ بات آپ کو معلوم ہو چکی ہے کہ علم منطق کا موضوع وہ معلومات تصوریہ اور تصدیقیہ ہیں جن کے ذریعہ مجہولات تصوریہ اور تصدیقیہ کو حاصل کیا جائے۔ اگر معلومات تصوریہ کے ذریعہ مجہولات تصدیقیہ کو حاصل کیا جائے، تو ان کو معرّف اور قول شارح کہتے ہیں، اور اگر معلومات تصدیقیہ کے ذریعہ مجہولات تصدیقیہ کو حاصل کیا جائے تو ان کو حجت اور دلیل کہتے ہیں، اس سے پہلے مصنفؒ قول شارح اور اس کی مباحث کو بیان کر رہے تھے، اب یہاں سے حجت اور اس کی مباحث کو بیان کر رہے ہیں، لیکن جس طرح معرف اور قول شارح کا سمجھنا چند مبادیات و مقدمات پر موقوف تھا، اسی طرح حجت کا سمجھنا بھی چند مقدمات پر موقوف ہے، اس لیے مقالہ ثانیہ کو قضایا اور اس کے احکام کے بیان کے لیے منعقد کیا ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ موقوف علیہ کو موقوف پر مقدم کیا جاتا ہے، اور حجت کی مباحث کی معرفت، قضایا اور ان کے احکام پر موقوف ہے، اور احکام سے مراد عکس، نقیض، عکسِ نقیض اور تلازم وغیرہ ہیں۔ اور اس مقالہ کو ایک مقدمہ اور تین فصلوں پر مرتب کیا ہے، مقدمہ میں قضیہ کی تعریف اور اسکے اقسام اولیہ کو بیان کیا جائے گا، اقسام ثانویہ کو بیان نہیں کیا جائے گا۔ کسی شی کے اقسام اولیہ وہ ہوتے ہیں جن کی طرف شیٔ اوّلاً بالذات منقسم ہو، یعنی شی کی پہلی تقسیم سے وہ اقسام حاصل ہوں، جیسے قضیہ کی دو قسمیں ہیں، حملیہ اور شرطیہ، دیکھئے حملیہ اور شرطیہ پہلی تقسیم سے حاصل ہوئے ہیں، لہٰذا یہ دونوں اقسام اولیہ کہلائیں گے، اور اقسام ثانویہ ان اقسام کو کہا جاتا ہے، جن کی طرف شی کی دوسری تقسیم ہو، یعنی اقسام کی تقسیم سے جو اقسام حاصل ہوں گے وہ شیٔ کے اقسام ثانویہ کہلائیں گے جیسے حملیہ کی تقسیم سے ضروریہ، لاضروریہ اور شرطیہ کی تقسیم سے متصلہ اور منفصلہ حاصل ہوتے ہیں، لہٰذا یہ تمام قضیہ کی اقسام ثانویہ ہیں۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مقدمہ میں قضیہ کی تعریف اور اس کی اقسام اولیہ کا بیان ہوگا، لیکن اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے آپ کا یہ کہنا کہ مقدمہ میں چند اقسام اولیہ کا بیان ہوگا نہ کہ ثانویہ کا، صحیح نہیں، کیونکہ متصلہ اور منفصلہ کا بیان بھی مقدمہ میں کیا گیا ہے، حالانکہ یہ اقسام اولیہ نہیں ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ متصلہ اور منفصلہ کا بیان مقدمہ میں بطور مقصود نہیں ہے، بلکہ تبعاً اور استطراداً ان کو مقدمہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مصنف نے اقسام اولیہ سے وہ اقسام مراد لیے ہیں جو قضیہ کی اقسام نفس ذات کے اعتبار سے ہوں، کسی ایسے امر کے اعتبار سے نہ ہوں جو قضیہ کی حقیقت سے خارج ہو، اور قضیہ کی قسمیں متصلہ اور منفصلہ حکم اتصال اور انفصال کی وجہ سے ہیں، اور اتصال اور انفصال اسی حکم کی قسم ہے، جس کی قسم حملی اور شرطی ہے، تو جس طرح حملیہ اور شرطیہ اقسام اولیہ ہیں اسی طرح متصلہ اور منفصلہ بھی اقسام اولیہ ہیں، لہٰذا جب یہ اقسام اولیہ ہیں تو مصنفؒ نے ان کو مقدمہ میں ذکر کر دیا ہے۔

قضیہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف: قضیہ کے لغوی معنیٰ ہیں، فیصلہ کرنا، اور محاورہ میں قضیہ کا اطلاق فساد، جھگڑے، بحث ومباحثہ، تکرار، نالش، مقدمہ وغیرہ پر ہوتا ہے، اصطلاح منطق میں قضیہ کی دو تعریفیں بیان کی گئی ہیں:

۱- قضیہ ایسا قول ہے جو (نفس مفہوم کے اعتبار سے) سچ اور جھوٹ کا احتمال رکھے، مطلب یہ ہے کہ وہ کلام جس کے اندر سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال ہو اس کو قضیہ کہا جاتا ہے، جیسے زید نیک طالب علم ہے، حامد کا انتقال ہوگیا، ناصر بیٹھا ہے، وغیرہ۔

۲- قضیہ کی دوسری تعریف بایں الفاظ کی گئی ہے، القضیة قول یصح ان یقال الخ ،قضیہ وہ قول ہے جس کے کہنے والے کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہو کہ وہ اس میں سچا ہے یا جھوٹا، دونوں تعریفوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی تعریف کے اعتبار سے صدق اور کذب قضیہ کی صفت ہوں گے، اور کہا جائے گا، قضیة صادقة او کاذبة، اور دوسری تعریف کے اعتبار سے صدق اور کذب متکلم کی صفت ہوں گے، اور کہا جائے گا، متکلم صادقٌ اور کاذبٌ لیکن صاحب رسالہ شمسیہ اور شارح رسالہ شمسیہ نے دوسری تعریف کو اختیار کیا ہے، مگر اس تعریف پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں، پہلا اعتراض یہ ہے کہ مصنفؒ نے قضیہ کی مشہور تعریف سے عدول کیوں کیا ہے کیونکہ قضیہ کی مشہور تعریف اس طرح ہے، القضیة قولٌ یحتمل الصّدق والکذبَ ،کہ قضیہ وہ قول ہے، جو صدق و کذب کا احتمال رکھے، اور ماتنؒ نے اس تعریف کو چھوڑ کر قضیہ کی تعریف میں اس صدق وکذب کا اعتبار کیا ہے، جو متکلم کی صفت ہے، حالانکہ شیٔ کی تعریف میں خود شیٔ کے حال کا اعتبار کرنا اولیٰ ہوتا ہے، بمقابلہ اس کے کہ اس کے متعلق کے حال کا اعتبار کیا جائے، دوسری بات یہ ہے کہ ماتن کی تعریف کے مقابلے میں تعریف مشہور مختصر بھی ہے، پھر ماتنؒ نے آخر تعریف مشہور سے کیوں عدول کیا ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ تعریف مشہور پر لزوم دور کا اعتراض واقع ہوتا ہے، اور دور باطل ہے، اور جو چیز باطل کو مستلزم ہوتی ہے وہ خود باطل ہوا کرتی ہے، لہٰذا یہ تعریف بھی باطل ہے، اب رہا یہ سوال کہ دور کس طرح لازم آتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ تعریف مشہور کے اعتبار سے قضیہ کا موقوف اور موقوف علیہ دونوں ہونا لازم آتا ہے، اور ایک ہی شیٔ کا موقوف اور موقوف علیہ دونوں ہونا اسی کا نام دور ہے، اس دور کی وضاحت یہ ہے کہ تعریف مشہور کے اعتبار سے صدق اور کذب قضیہ کی صفت ہوں گے اور قضیہ کی تعریف صدق، اور کذب سے کیا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ قضیہ کا سمجھنا صدق اور کذب پر موقوف ہے، اس اعتبار سے قضیہ موقوف ہوا صدق اور کذب موقوف علیہ ہوئے، اور یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ مناطقہ کے نزدیک جو قضیہ ہے اسی کو علم نحو میں خبر کہا جاتا ہے، تو معلوم ہوا کہ قضیہ اور خبر دونوں مترادف ہیں، اور صدق و کذب کی تعریف خبر سے کی جاتی ہے، مثلاً صدق اس خبر کو کہتے ہیں جو واقع کے مطابق ہو اور کذب اس خبر کو کہتے ہیں جو واقع کے مطابق نہ ہو، اس اعتبار سے صدق اور کذب کا سمجھنا قضیہ ہے اور خبر پر موقوف ہے لہٰذا صدق اور کذب موقوف بن گئے، اور قضیہ موقوف علیہ اور اس سے پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ قضیہ موقوف ہے اور صدق اور کذب موقوف علیہ، لہٰذا قضیہ کا موقوف اور موقوف علیہ دونوں ہونا لازم آیا، اور قاعدہ ہے کہ موقوف علیہ موقوف پر مقدم ہوتا ہے، لہٰذا وہی قضیہ موقوف علیہ ہونے کے اعتبار سے اپنے ہی (موقوف) پر مقدم ہوگیا، اور یہ تقدم الشیٔ علیٰ نفسہٖ ہے، اس کا نام دور ہے، اور یہ باطل ہے، لہٰذا تعریف مشہور بھی باطل ہے، الحاصل مصنفؒ نے اس اعتراض سے متاثر ہو کر تعریف مشہور سے عدول کیا ہے، لیکن اس اشکال کا جواب بھی دیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ صدق اور کذب کا مفہوم واقع کے مطابق ہونا یا واقع کے مطابق نہ ہونا ہے یہ ایک مفہوم مصدری ہے جس کا سمجھنا قضیہ کی معرفت پر موقوف نہیں ہے، لہٰذا دور بھی لازم نہیں آئے گا۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر تعریف مشہور سے عدول ہی کرنا تھا تو اتنی طویل عبارت کی کیا ضرورت صرف اتنا ہی کہنا کافی تھا، قولٌ یقالُ لقائلہ صادق او کاذبٌ، بلکہ اتنا ہی کافی تھا، القضیة قول صادق او کاذبٌ، اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں عبارتوں سے ذہن اس طرف سبقت کرتا ہے کہ قضیہ کے لئے قائل پر یا قول پر صادق یا کاذب کا اطلاق بالفعل ضروری ہے، حالانکہ یہ واقع کے خلاف ہے کیونکہ قضیہ کے لئے صادق یا کاذب کا اطلاق بالفعل ضروری نہیں ہے، بلکہ عقلاً صدق یا کذب کے ساتھ متصف کرنے کی صلاحیت کا ہونا کافی ہے۔

فوائد قیود: قضیہ کی تعریف میں لفظ ''قول'' جنس کے درجہ میں ہے، جو اقوال تامہ، انشائیہ، خبریہ اور اقوال ناقصہ سب کو شامل ہے، اور ''یصح ان یقال لقائله انه صادق او کاذب'' فصل کے درجہ میں ہے، جو اقوال ناقصہ اور تمام انشاءات امر، نہی، استفہام وغیرہ کو نکال دیتا ہے۔ ''وھو اللفظ المرکب الخ'' اس عبارت کو بڑھا کر شارح نے یہ بتلایا ہے کہ لفظ ''قول'' سے مراد قضیہ ملفوظہ میں مرکب لفظ اور قضیہ معقولہ میں مفہوم عقلی مرکب ہے، نیز یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس عبارت کے ذریعہ شارحؒ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے، سوال مقدر یہ ہے کہ ماتنؒ نے قضیہ کی تعریف میں لفظ ''قول'' ذکر کیا ہے، اور قول مرکب ملفوظ کو کہتے ہیں نہ کہ مرکب معقول کو اور یہ بات آپ کو معلوم ہے کہ قضیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱- قضیہ ملفوظہ۔ ۲- قضیہ معقولہ، تو مصنفؒ نے قضیہ کی جو تعریف کی، یہ اپنے افراد کو جامع نہیں، کیونکہ لفظ ''قول'' سے قضیہ کی تعریف سے قضیہ معقولہ نکل جاتا ہے حالانکہ اس کو بھی قضیہ کہا جاتا ہے، تو شارحؒ نے عبارت بالا سے اس اشکال کا جواب دیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ لفظ ''قول'' مناطقہ کی اصطلاح میں کلام مرکب کو کہتے ہیں، خواہ کلام مرکب ملفوظ ہو یا معقول ہو، دونوں پر کلام کا اطلاق ہوتا ہے، جب بات ایسی ہے تو اب کوئی اشکال وارد نہیں ہوگا۔

وھِیَ امّا حملیةٌ او شرطیةٌ لانها اما ان تنحل بطرفیها الیٰ مفردَینِ او لم تنحل وطرفا القَضیَةِ هُمَا المَحکُومُ عَلَیہِ والمحکومُ بِہٖ وَمَعْنَی انحلالها ان تُحذفَ الادواتُ الدالةُ علیٰ ارْتِبَاطِ احدهِمَا با الآخرِ فَاِذَا حَذَفْنَا مِن القَضیةِ مَا یدُلُ علیٰ ارتبَاطِ الحکمِی فان کانَ طرفاهَا مفردَین فَهِی حملیةٌ اما مُوجبةٌ اِنْ حُکمَ فیهَا بان اَحَدَهُمَا هُو الآخرُ کَقولِنَا زیدٌ هُو عالمٌ و اما سالبةٌ اِنْ حُکمَ فِیهَا بانَّ احدهمَا لیسَ هُو الأخرُ کقولِنَا زیدٌ لَیسَ هُو بعَالمٍ فَانا اذا حَذَفْنَا لفظَةَ هُو الدالة علیٰ النسبِ الایجَابیةِ مِنَ القَضیةِ الاولیٰ ولیسَ هُو الدالة علی النسبةِ السلبِیةِ مِنَ القضیةِ الثانیةِ بَقِی زیدٌ و عالمٌ وهُمَا مُفرَدَانِ وان لَم یکُنْ طرفاها مفردین فهی شرطیةٌ کقولِنَا اِنْ کانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنّهارُ موجودٌ واما ان یکونَ هذا العددُ زوجًا او فرداً فانه اذا حذفنا ادوات الاتصالِ وَهِیَ کَلِمَةُ اِنْ و الفَاءُ بَقِیَ الشَّمسُ طَالِعَةٌ وَ النَّهَارُ مَوجُودٌ وَهُمَا لَیسَا بِمُفرَدَینِ وکَذلکَ اِذَا حَذَفْنَا اَدَوَاتِ العِنَادِ وَهِیَ امَّا وَ اَوْ بَقِیَ هٰذا العَدَدُ زَوْجٌ وَ هٰذا العددُ فَردٌ وَهُمَا لَیسَا بِمُفرَدَینِ۔

ترجمہ: اور وہ (یعنی قضیہ) حملیہ ہے یا شرطیہ کیونکہ وہ اپنے طرفین کے اعتبار سے دو مفردوں کی طرف کھلے گا یا نہ کھلے گا، اور قضیہ کی دونوں طرفین محکوم علیہ اور محکوم بہ ہیں، اور قضیہ کے انحلال کا مطلب یہ ہے کہ ان ادوات کو حذف کر دیا جائے جو ان میں سے ایک دوسرے کے ساتھ ربط و تعلق پر دلالت کرتے ہیں، پس جب قضیہ سے ان ادوات کو حذف کر دیں جو ارتباط حکمی پر دلالت کرتے ہیں، تو اگر اس کی دونوں طرف دو مفرد ہوں تو وہ حملیہ ہے یا تو موجبہ ہے اگر

اس میں اس بات کا حکم کیا گیا ہو کہ ان میں سے ایک دوسرا ہی ہے جیسے ہمارا قول زید ھو عالمٌ یا سالبہ اگر اس میں اس بات کا حکم لگایا گیا ہو کہ ان میں سے ایک وہ دوسرا نہیں ہے، جیسے ہمارا قول زید لیس ھو بعالم کیوں کہ جب ہم نے پہلے قضیہ سے لفظ "ھو" کو حذف کر دیا جو نسبت ایجابیہ پر دلالت کرتا ہے، تو زید اور عالم باقی رہ جاتا ہے، اور یہ دونوں مفرد ہیں، اور اگر اس کی دونوں طرف مفرد نہ ہوں، تو وہ شرطیہ ہے، جیسے ہمارا قول ان کانت الشمس طالعة فالنہار موجود و اما ان یکون ھذا العدد زوجًا او فردًا، اس لئے کہ جب ہم نے حذف کر دیا ادواتِ اتصال کو اور وہ کلمہ "ان" اور "فا" ہے، تو الشمس طالعة، النہار موجود باقی رہا اور یہ دونوں مفرد نہیں ہیں، اور اسی طرح جب حذف کر دیں ادوات عناد کو اور وہ "اما اور او" ہیں تو ھذا العدد زوجٌ وھذا العددُ فردٌ باقی رہ جاتا ہے اور یہ دونوں بھی مفرد نہیں ہیں۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے قضیہ کی تقسیم اولیٰ کا بیان کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ قضیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱-حملیہ ۲-شرطیہ اور دلیل حصر کے ذریعہ دونوں کی تعریف کی طرف اشارہ کیا ہے، اس کو اس طرح سمجھئے کہ ابھی آپ کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ قضیہ صدق و کذب کا احتمال رکھتا ہے، تو اس اعتبار سے قضیہ میں حکم ہونا ضروری ہے، اور حکم کے لئے محکوم علیہ اور محکوم بہ کا ہونا ضروری ہے، تو محکوم علیہ اور محکوم بہ مادّہ کے درجہ میں ہیں اور حکم چونکہ طرفین کے درمیان ارتباط پیدا کرتا ہے، لہٰذا حکم صورت کے درجہ میں ہے اور صورت کے بطلان اور اجزاء کے جدا کرنے کا نام انحلال ہے، تو انحلال کی صورت یہ ہوگی کہ وہ ادوات جو طرفین کو آپس میں مرتبط کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ ملاتے ہیں، اگر ان کو علیحدہ اور حذف کر دیا جائے تو طرفین جو بمنزلۂ اجزاء مادّیہ کے ہیں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے، تو تقسیم کا حاصل یہ نکلا کہ اگر حروف ربط کو حذف کر دیا جائے تو اس کے طرفین دو مفرد ہوں تو وہ قضیہ حملیہ ہے۔

اب اس کو مثال سے سمجھئے، مثلاً حملیہ موجبہ کی مثال لیجئے، زید ھو قائمٌ اس مثال میں حرف ربط "ھو" ہے جب آپ اس کو حذف کر دیں تو زید اور قائم باقی رہ جائیں گے، اور یہ دونوں مفرد ہیں، لہٰذا زیدٌ ھُو قائمٌ قضیہ حملیہ ہے۔

قضیہ حملیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱-موجبہ ۲-سالبہ، موجبہ وہ قضیہ حملیہ ہے، جس کے طرفین ایک ہی حکم میں متحد ہوں، یعنی جو ایک کا حکم ہو وہی حکم دوسرے کا بھی ہو، دیکھئے اس مثال میں جو زید ہے وہی عالم ہے لہٰذا یہ قضیہ حملیہ موجبہ ہے۔ قضیہ حملیہ سالبہ وہ قضیہ ہے جس میں طرفین میں سے ایک کا حکم دوسرے کا نہ ہو، جیسے زید لیس ھو بعالمٍ، دیکھئے اس مثال میں جو زید ہے وہ عالم نہیں ہے۔ لہٰذا یہ قضیہ حملیہ سالبہ ہے۔

قضیہ شرطیہ: وہ قضیہ ہے جس کے طرفین دو مفردوں کی طرف نہ کھلیں، یعنی جب حروف شرط و جزاء کو حذف کر دیا جائے تو ان کی دونوں طرف مرکب ہوں، چنانچہ آپ اس کو مثال سے سمجھئے، مثلاً اِنْ کانتِ الشمسُ طالعةً فالنہارُ موجودٌ، اس مثال میں ادوات اتصال یعنی ان اور فاء کو حذف کر دیجئے اور کہئے، الشمس طالعة، النہار موجود، دیکھئے اس مثال میں دونوں طرف مرکب ہیں، لہٰذا ان کانت الشمس طالعة الخ، قضیہ شرطیہ ہے۔ اسی طرح شرطیہ منفصلہ کی مثال جیسے اما ان یکون ھذا العدد زوجًا اور فردًا، اس سے ادوات عناد وانفصال یعنی "اما" اور "او" کو حذف کر دیا جائے تو ھذا العدد زوج اور ھذا العدد فردٌ باقی رہ جاتے ہیں، اور یہ بھی چونکہ مفرد نہیں ہیں، بلکہ مرکب ہیں اس لئے یہ بھی شرطیہ ہے نہ کہ حملیہ۔

فَاِنْ قُلْتَ قَوْلُنَا اَلْحَیَوَانُ النَّاطِقُ یَنْتَقِلُ بِنَقْلِ قَدَمَیْهِ وَقَوْلُنَا زَیْدٌ عَالِمٌ یُضَادُّهُ زَیْدٌ لیس بِعالمٍ وقولنا

الشمس طالِعَةٌ يَلزمُهُ النَّهارُ موجودٌ حمليات مَعَ اِنَ اَطرَافَهَا ليسَتْ بِمُفرَدَاتٍ فَانتَقَضَ التعريفان طردًا وَ عَكسًا فَنقُولُ المُرادُ بِالمُفرَدِ اَمَّا المُفرَدُ بِالْفِعلِ او المفردُ بِالقوةِ وهُو الَّذِى يُمكِنُ اَنْ يُعَبَّرَ عَنهُ بِلَفظٍ مُفرَدٍ وَالاَطرَافُ فِى القَضَايَا المَذكُورةِ وَاِنْ لَمْ تَكُنْ مُفرَدَاتٍ بِالْفِعلِ اِلَّا اَنَّهُ يُمكِنُ اَنْ يُعَبَّرَ عَنهَا بِاَلْفَاظٍ مُفرَدَةٍ وَ اَقَلُّهَا اَنْ يُقَالَ هٰذا ذَاكَ او هُوَ هُوَ اَوِ المَوضُوعِ مَحمُولٌ اِلىٰ غَيرِ ذلک بِخلافِ الشَّرطِيَّاتِ فَاِنَّهُ لاَ يُمكِنُ اَنْ يُعَبَّرَ عَنْ اَطرَافِهَا بِاَلْفَاظٍ مُفرَدَةٍ فَلاَ يُقَالُ فِيهَا هٰذِهِ القَضِيَّةُ تِلْکَ القَضِيَّةُ بَلْ يُقَالُ اِنْ تَحَقَّقَ هٰذِهِ القَضِيَّةُ تَحَقَّقَ تِلْکَ القَضِيَّةُ و اَمَّا اِنْ تَحَقَّقَ هٰذِهِ القَضِيَّةُ اَوْ تَحَقَّقَ تِلْکَ القَضِيَّةُ و هِىَ لَيسَتْ بِاَلْفَاظٍ مُفرَدَةٍ نَعَمْ بَقِىَ هٰهُنَا شَئٌ وَهُوَ اَنَّ الشَّرطِيَّةَ كَمَا فُسِّرَتْ قَضِيَّةٌ اِذَا حَلَّلْنَاهَا لاَيَكُونُ طَرفَاهَا مُفرَدَينِ وَلاَخِفَاءَ فِى اِمكَانِ اَنْ يُعَبَّرَ عَنْ طَرفَيهَا بَعدَ التَّحلِيلِ بِمُفرَدَينِ وَاَقَلُّهُ اَنْ يُقَالَ هٰذا مَلزُومٌ لِذٰلِکَ وَذٰلِکَ مُعَانِدٌ لِذٰلِکَ فَلَوْ كَانَ المُرَادُ بِالمُفرَدِ اَمَّا المُفرَدُ بِالْفِعلِ او بِالقُوَّةِ دَخَلَتِ الشَّرطِيَّةُ تَحتَ الحَملِيَّةِ فالاولىٰ ان يُحذفَ قيدُ الانحلالِ عن التعريفِ ويُقالُ المحكُومُ عَلَيهِ وَبِهِ فِى القضِيَّةِ اِنْ كَانَا مُفرَدَينِ سُمِّيَتْ حملِيَّةً وَ اِلَّا فَشَرطِية هٰذا هو المُطَابِقُ لِمَا ذَكَرَهُ الشَّيخُ فِى الشِّفَاءِ .

ترجمہ: اگر آپ اعتراض کریں کہ ہمارا قول "الحيوان الناطق ينتقل بنقل قدميه" اور ہمارا قول زيد عالم يضاده زيد ليس بعالم، اور ہمارا قول الشمس طالعة يلزمه النهار موجودٌ، یہ سب کے سب حملیات ہیں، باوجود یکہ ان کے اطراف مفرد نہیں ہیں، پس دونوں تعریفیں ٹوٹ گئیں طرداً بھی اور عکساً بھی؟ تو ہم جواب دیں گے کہ "مفرد" سے مراد یا تو مفرد بالفعل یا مفرد بالقوہ ہے، اور مفرد بالقوہ وہ ہے، جس کو مفرد لفظ کے ساتھ تعبیر کرنا ممکن ہو، اور مذکورہ قضایا میں اطراف اگرچہ مفرد بالفعل نہیں ہیں، مگر ان کو مفرد الفاظ کے ساتھ تعبیر کرنا ممکن ہے، اور کم سے کم اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ هذا ذاک یا هو هو، یا الموضوع محمولٌ، وغیرہ، بخلاف شرطیات کے، کیونکہ ان کے اطراف کی تعبیر مفرد الفاظ کے ساتھ کرنا ممکن نہیں ہے، چنانچہ ان کے بارے میں یوں نہیں کہا جاسکتا، هذه القضية تلک القضية، بلکہ اس طرح کہا جائے گا، ان تحقق هذه القضية تحقق تلک القضية و اما إن تحقق هذه القضية او تحقق تلک القضية، اور یہ مفرد الفاظ نہیں ہیں۔

ہاں یہاں ایک چیز باقی رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ شرطیہ کی جس طرح تفسیر کی گئی (اس کے مطابق شرطیہ وہ) قضیہ ہے کہ جب ہم اس کا انحلال کریں تو اس کے طرفین مفرد نہ ہوں، اور اس امکان میں کوئی خفا نہیں ہے کہ تحلیل کے بعد شرطیہ کے طرفین کو دو مفردوں سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، اور کم سے کم یوں کہا جاسکتا ہے، هذا ملزومٌ لذلک و ذٰلک معاند لذلک پس اگر مفرد سے مفرد بالفعل یا مفرد بالقوہ مراد ہو، تو شرطیہ حملیہ کے تحت داخل ہو جائے گا، اس لئے بہتر یہ ہے کہ تعریف سے "انحلال" کی قید حذف کردی جائے، اور کہا جائے کہ قضیہ میں اگر محکوم علیہ اور محکوم بہ دونوں مفرد ہوں تو قضیہ کو حملیہ کہا جائے گا، ورنہ شرطیہ، اور یہی اس کے مطابق ہے جس کو شیخ نے "شفاء" میں ذکر کیا ہے۔

تشریح: عبارت مذکورہ میں شارح نے ایک اعتراض ذکر کیا ہے، پھر اس اعتراض کا جواب دیا ہے، اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ

ماتنؒ نے حملیہ اور شرطیہ کی تعریف کی یہ صحیح نہیں، کیونکہ کچھ مثالیں آپ کو ایسی دکھاؤں گا جو قضایا حملیہ ہیں، لیکن ان سے حروف ربط کے حذف کرنے کے بعد طرفین مفرد نہیں رہتے بلکہ مرکب رہتے ہیں، مثلاً ''الحیوان الناطق ینتقل بنقل قدمیه، اور زیدٌ عالمٌ یضاده زید لیس بعالمٍ، اور الشمس طالعة یلزمه النهار موجود، دیکھئے یہ تمام مثالیں قضایا حملیہ کی ہیں، حالانکہ حروف ربط کے حذف کرنے کے بعد ان کے دونوں طرف مفرد نہیں ہیں، بلکہ مرکب ہیں، لہٰذا حملیہ کی تعریف اپنے افراد کو جامع نہیں اور شرطیہ کی تعریف دخولِ غیر سے مانع نہیں؟

فنقول المراد بالمفرد الخ، اس عبارت سے شارحؒ نے اعتراض مذکور کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ حملیہ کی تعریف میں جو کہا گیا ہے، کہ حروف ربط کے حذف کرنے کے بعد ان کے دونوں طرف مفرد باقی رہیں، اس مفرد سے ہماری مراد عام ہے، خواہ مفرد بالفعل ہو یا مفرد بالقوہ، اور یہ تمام مثالیں جن کو لیکر آپ نے ہمارے اوپر اعتراض کیا ہے یہ اگر چہ ان کے اطراف مفرد بالفعل نہیں ہے، لیکن مفرد بالقوہ ضرور ہیں، اور مفرد بالقوہ سے مراد یہ ہے کہ اس کو مفرد الفاظ سے تعبیر کرنا ممکن ہو، اور ان مذکورہ قضایا کے اطراف کو الفاظ مفردہ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، کم از کم یوں کہہ سکتے ہیں، کہ هذا ذاک، یا هو هو، یا الموضوع محمولٌ ، لہٰذا ان مثالوں پر حملیہ کی تعریف صادق آگئی اور حملیہ اپنے افراد کو جامع ہوگیا، اور شرطیہ کی تعریف دخول غیر سے مانع ہوگئی۔

بخلاف الشرطیات الخ اس عبارت سے شارح نے یہ فرمایا ہے کہ رہی بات شرطیات کی تو ان کے اطراف کی الفاظ مفردہ سے تعبیر نہیں کی جا سکتی ہے، چنانچہ ''ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود کی تعبیر هذه القضیة تلک القضیة سے نہیں کی جا سکتی، کیونکہ الفاظ مفردہ سے تعبیر کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ قضیہ کا حکم باقی رہے، یعنی قضیہ حملیہ کے اطراف کی تعبیر الفاظ مفردہ سے کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ تعبیر سے پہلے جس طرح قضیہ میں محمول کا حمل موضوع پر تھا۔ تعبیر کے بعد بھی موضوع پر محمول کا حمل ہو رہا ہو، اور قضیہ شرطیہ میں چونکہ شرطیت اور اتصال یا انفصال کے معنیٰ ہوتے ہیں، تو شرطیہ کی تعبیر جب الفاظ مفردہ سے کی جائے گی تو اس وقت اس میں اتصال یا انفصال کے معنیٰ باقی نہیں رہیں گے لہٰذا شرطیہ کی تعبیر هذه القضیة تلک القضیة سے نہیں کی جا سکتی، بلکہ شرطیہ متصلہ میں کم از کم تعبیر یوں ہوگی، ان تحقق هذه القضیة تحقق تلک القضیة اور شرطیہ منفصلہ میں کم از کم تعبیر اس طرح ہوگی، إما إن تحقق هذه القضیة اور تحقق تلک القضیة اور اس تعبیر میں بھی طرفین مفرد نہیں ہیں، بلکہ مرکب ہیں، لہٰذا یہ شرطیہ ہوں گے، لہٰذا معلوم ہوا کہ حملیہ کی تعریف اپنے افراد کو جامع اور شرطیہ کی تعریف دخول غیر سے مانع ہے۔

نعم بقي ههنا شيء الخ اس عبارت میں شارحؒ نے ایک اعتراض نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ ابھی ابھی شرطیہ کی تعریف یہ کی گئی کہ جب اس کا انحلال ہو جائے تو اس کی دونوں طرف مفرد نہ ہوں، بلکہ مرکب ہوں اور ظاہر ہے کہ انحلال سے پہلے اگر چہ شرطیہ کے طرفین کی تعبیر دو مفردوں سے نہیں کی جا سکتی لیکن انحلال کے بعد تو اس کو دو مفردوں سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، اور اس طرح کہا جا سکتا ہے هذا ملزومٌ لِذٰلکَ، و ذٰلکَ معاندٌ لِذٰلکَ، لہٰذا اعتراض پھر بھی باقی رہا، یعنی حملیہ پر شرطیہ کی تعریف صادق آگئی جس کی وجہ سے حملیہ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہ رہی۔

فالاولی ان یحذف الخ اس عبارت سے شارحؒ نے اس اعتراض مذکور کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ اس اعتراض سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ حملیہ کی تعریف سے انحلال کی قید کو حذف کر دیا جائے، اور تعریف اس طرح کی جائے کہ اگر قضیہ میں محکوم علیہ اور محکوم بہ مفرد ہوں تو قضیہ حملیہ ہے ورنہ شرطیہ۔

فالاولیٰ الخ اس مقام پر ایک شبہ وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اعتراض کا مقتضیٰ تو یہ ہے کہ یہاں فالاولیٰ کے بجائے فالصواب کہنا چاہیے تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ انحلال کی قید کے ساتھ بھی تعریف درست ہوسکتی ہے، اور اس کی توجیہ ہوسکتی ہے، جیسا کہ علامہ سعد الدین تفتازانی نے توجیہ کی ہے کہ حملیہ وہ قضیہ ہے جو ایسے دو مفردوں کی طرف منحل ہو، جن کی تعبیر انحلال سے پہلے دو مفردوں سے ہوسکے، اور شرطیہ وہ ہے جو ایسے دو مفردوں کی طرف منحل نہ ہو، جن کی تعبیر انحلال سے پہلے دو مفردوں سے ہوسکے، لیکن چونکہ اس توجیہ میں ذرا تکلف کرنا پڑتا ہے، اس لئے شارح نے فالاولیٰ کہانہ کہ فالصواب۔

هٰذا هو المطابق الخ اس عبارت سے شارحؒ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ بعینہٖ شیخ کا کلام نہیں ہے، بلکہ یہ شیخ کے کلام کا ملخص کردہ ہے۔

وَقِيلَ صَوَابُهُ اَنْ يُقَالَ اَلْقَضِيَةُ اِنْ انحلتْ الیٰ قَضِيَّتَيْنِ فَهِیَ شَرْطِيَّةٌ وَ اِلاَّ فَحَمْلِيَّةٌ لِئَلاَّ يرِدَ عَلَيْهِ مِثْل قَوْلِنَا زَيْدٌ ابوهُ قَائِمٌ فَاِنَّهُ حملِيَّةٌ مَعَ انَّهُ لَمْ يَنْحَلْ اِلیٰ مُفْرَدَيْنِ لاَنَّ الْمَحْكُومَ بِهٖ فِيهِ قضيةٌ وَهُوَ ليس بِصَوَابٍ مِنْ وَجْهَيْنِ اما اولاً فَلِوُرُودِ بَعْضِ النُّقُوضِ المذكورةِ عليهِ و اما ثانيًا فلاَنَّ انحلالَ الْقَضِيةِ الی ما منه تركيبُهَا والشرطيةُ لا تتَرَكَّبُ مِنْ قَضِيَّتَيْنِ فان ادوات الشرطِ والعنادِ اخرجتْ اطرافَهَا عن اَنْ تَكُونَ قَضَايَا الا تریٰ اِنَّا اِذا قُلْنَا الشمسُ طالعةٌ كانتْ قَضِيَّةً مُحْتَمِلَةً للصِّدْقِ والكذبِ ثُمَّ اذا اوردْنَا اداةَ الشرْطِ عليهِ وَ قُلْنَا اِنْ كَانَتِ الشمسُ طالِعَةً خرجَ عن اَنْ يَكونَ قَضِيةً تَحْتَمِلُ الصِّدْقَ والكِذْبَ نَعَمْ رُبَمَا يُقالُ فی هٰذا الفَنِ اِنَّ الشرطيةَ مركبةٌ مِنْ قَضِيَّتَيْنِ تَجَوُّزًا مِن حَيْثُ اَنَّ طَرَفَيْهَا اِذَا اعْتُبِرَ فِيهِمَا الحكمُ كَانَا قَضِيَّتَيْنِ وَ اِلاَّ فَهُمَا لَيْسَا قَضِيَّتَيْنِ لاَ عِنْدَ التركيبِ وَ لاَ عِنْدَ التَّحْلِيْلِ.

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ صحیح تعریف یہ ہے کہ اس طرح کہا جائے کہ قضیہ اگر دو قضیوں کی طرف منحل ہو تو وہ شرطیہ ہے، ورنہ تو وہ حملیہ ہے، تاکہ زید ابوہ قائم جیسے ہمارے قول سے اعتراض وارد نہ ہو، اس لئے کہ یہ حملیہ ہے، باوجودیکہ یہ دو مفردوں کی طرف منحل نہیں ہے، اس لئے کہ محکوم بہ اس (مثال) میں قضیہ ہے، اور یہ درست نہیں ہے دو وجہ سے، بہرحال پہلی وجہ تو اس لئے کہ مذکورہ بعض اعتراضات اس پر بھی وارد ہوتے ہیں، اور بہرحال دوسری وجہ تو اس لئے کہ قضیہ کا انحلال اس کی طرف ہوتا ہے، جس سے وہ مرکب ہو، اور شرطیہ دو قضیوں سے مرکب نہیں ہوتا اس لئے کہ شرط و عناد کے ادوات اس کے اطرف کو قضیہ ہونے سے نکال دیتے ہیں، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ جب ہم الشمس طالعة کہیں تو یہ قضیہ ہے، جو صدق و کذب کا احتمال رکھتا ہے، پھر جب ہم نے اس پر ادوات شرط داخل کردیا اور کہا ان کانت الشمس طالعة تو یہ قضیہ ہونے سے نکل گیا، جو صدق و کذب کا احتمال رکھتا ہو، ہاں بسا اوقات اس فن میں یہ کہا جاتا ہے، کہ شرطیہ دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے مجازاً، اس حیثیت سے کہ اس کے طرفین میں حکم کا اعتبار کرلیا جائے تو وہ دو قضیے ہوں گے، ورنہ تو وہ دو قضیے نہیں ہیں، نہ ترکیب کے وقت اور نہ تحلیل کے وقت۔

تشریح: اس عبارت میں شارحؒ نے یہ بیان کیا ہے کہ بعض لوگوں نے حملیہ اور شرطیہ کی تعریف دوسرے انداز سے کی ہے، چنانچہ ان لوگوں نے کہا ہے کہ ماتن کی ذکر کردہ تعریف پر چونکہ یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ماتن کی یہ تعریف زید ابوہ قائم جیسی مثال پر

صادق نہیں آتی، حالانکہ یہ بھی حملیہ ہے، دلیل یہ ہے کہ ماتن نے تعریف میں یہ کہا ہے کہ اگر قضیہ دو مفردوں کی طرف منحل ہو، تو اس کو حملیہ کہتے ہیں، اور مذکورہ قضیہ میں دو مفردوں کی طرف انحلال نہیں ہے، بلکہ ایک مفرد اور ایک قضیہ کی طرف انحلال ہے، لہٰذا صحیح یہ ہے کہ ایسی تعریف کی جائے کہ مذکورہ قضیہ پر حملیہ کی تعریف صادق آجائے، اور شرطیہ کی تعریف صادق نہ آئے، اور صحیح تعریف یہ ہے کہ اگر قضیہ دو قضیہ کی طرف منحل ہو، تو وہ شرطیہ ہے، اور اگر دو قضیہ کی طرف منحل نہ ہو تو وہ حملیہ ہے، اور قضیہ مذکورہ چونکہ دو قضیہ کی طرف منحل نہیں ہے لہٰذا اس پر حملیہ کی تعریف صادق آئے گی، شرطیہ کی تعریف صادق نہیں آئے گی۔

وھو لیس بصواب الخ اس عبارت میں شارح نے اس تعریف کو دو وجہ سے رد کیا ہے۔

۱- ایک وجہ تو یہ ہے کہ اگر اس تعریف کو مان لیا جائے تو بعض وہ اعتراضات جو پہلی تعریف پر وارد ہور ہے تھے، وہ اس پر بھی وارد ہوں گے، مثال کے طور پر **زید عالم یضادہ زید لیس بعالم** اور **الشمس طالعة یلزمه النهار موجود** وغیرہ، حقیقت میں حملیہ ہیں، لیکن چونکہ ان کے اطرف دو قضیہ ہیں، تو آپ کی اس تعریف کے مطابق ان کو شرطیہ کہنا چاہئے، حالانکہ آپ بھی ان کو شرطیہ کہنے کے لئے تیار نہیں ہیں، اور آپ ان کو شرطیہ اس وجہ سے کہنے کے لئے تیار نہیں کہ نفس الامر میں یہ تمام قضایا حملیہ ہیں، لہٰذا آپ کی تعریف بھی اعتراض سے چھٹکارا نہیں تو پھر آپ کی تعریف کو مصنف کی تعریف کے مقابلہ میں کیسے درست اور صحیح کہا جائے۔

۲- دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کے قول کے مطابق شرطیہ اس قضیہ کو کہا جائے گا، جو دو قضیہ کی طرف منحل ہو، اور قضیہ کا انحلال انہیں اجزاء کی طرف ہوگا، جن سے قضیہ مرکب ہوتا ہے، اور قضیہ شرطیہ تو دو قضیوں سے مرکب ہی نہیں ہوتا، اس لئے کہ شرطیہ پر قضیہ کی تعریف ہی صادق نہیں آتی، کیونکہ قضیہ اس کو کہا جاتا ہے جو صدق و کذب کا احتمال رکھے، جیسے الشمس طالعة دیکھئے یہ ایک قضیہ ہے جس کے اندر صدق و کذب دونوں کا احتمال ہے، لیکن جب اس پر ادوات شرط و عناد داخل کر کے یوں کہا جائے ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود، تو پھر اس کو قضیہ نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ اس میں اب صدق و کذب کا احتمال نہیں ہے، لہٰذا یہ قضیہ، قضیہ شرطیہ نہیں ہے، تو آپ نے قضیہ شرطیہ کی جو تعریف کی ہے یہ تو کسی شرطیہ پر صادق نہیں آسکتی۔

نعم ربما الخ اس عبارت میں شارحؒ نے یہ بیان کیا ہے ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس فن میں شرطیہ کے دونوں طرفوں کو مجازاً قضیہ کہا جاتا ہے، اور یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ شرطیہ دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے، یہ سب مجازاً ہے، اس حیثیت سے کہ اس کے طرفین میں جب حکم کا اعتبار کیا جائے تو وہ دو قضیے ہوں گے، اور اگر حکم کا اعتبار نہ کیا جائے تو وہ دو قضیے نہیں ہوں گے، نہ ترکیب کے وقت اور نہ تحلیل کے وقت۔

قَالَ وَ الشَّرطِيَّةُ اِمَّا مُتَّصِلَةٌ وَهِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِصِدْقِ قَضِيَّةٍ او لَا صِدْقِهَا علىٰ تَقْدِيرِ صِدْقِ قَضِيَّةٍ اُخرىٰ كقولنا اِنْ كانَ هٰذا انسانًا فَهو حيوانٌ وليسَ اِنْ كانَ هٰذا انسانًا فَهو جمادٌ وَ اِمَّا منفصِلَةٌ وهِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بالتَّنَافِي بَيْنَ القَضِيَّتَيْنِ فِي الصِّدْقِ و الكِذْبِ مَعًا او فِي احدِهِمَا فَقَطْ اَو بِنَفْيِهِ كَقَوْلِنَا اِمَّا اَنْ يَكُونَ هٰذا العددُ زَوجًا او فَردًا اَوْ لَيسَ اِمَّا اَنْ يكونَ هٰذا الانسانُ حيوانًا او اَسْوَدَ **اقول** الشَّرْطِيَّةُ قِسْمَانِ مُتَّصِلَةٌ و منفصِلَةٌ فالمُتَّصِلَةُ هِيَ الَّتِي يُحكَمُ فِيهَا بِصِدقِ قَضِيَّةٍ او لَا صِدْقِهَا عَلىٰ تَقْدِيرِ صِدْقِ قَضِيَّةٍ اُخرىٰ فَاِنْ حُكِمَ فِيهَا بِصِدْقِ قَضِيَّةٍ علىٰ تَقْدِيرِ صِدقِ قَضِيَّةٍ اُخرىٰ فَهِيَ مُتَّصِلَةٌ مُوجِبَةٌ كقولِنَا اِنْ كَانَ هٰذا انسانًا فَهُو حيوانٌ فَاِنَّ الحُكمَ فِيهَا يَصْدُقُ الحَيَوَانِيَّةَ علىٰ تَقْدِيرِ صِدْقِ الْاِنْسَانِيةِ وَاِنْ حُكِمَ فِيهَا بِسَلْبِ صِدْقِ قَضِيَّةٍ عَلىٰ تَقْدِيرِ صِدْقِ قَضِيَّةٍ اُخرىٰ

فَهِیَ مُتَّصِلَةٌ سَالِبَةٌ كَقولِنَا لَيسَ البَتَّةَ اِنْ كَانَ هٰذا انسانًا فَهُو جمادٌ فاِنَّ الْحُكْمَ فِيْهَا بِسَلبِ صِدْقِ الجَمادِيَّةِ عَلىٰ تَقْدِيْرِ صِدْقِ الْاِنْسانِيةِ ۔

ترجمہ- ماتن نے کہا اور شرطیہ یا متصلہ ہے اور وہ وہ ہے کہ جس میں ایک قضیہ کے صدق یا عدم صدق کا حکم دوسرے قضیہ کے صدق کی تقدیر پر کیا جائے، جیسے ہمارا قول ان کان هذا انسانًا فهو حیوانٌ (اگر یہ انسان ہے تو حیوان بھی ہوگا) ولیس ان کان هذا انسانًا فهو جماد (اور ایسا نہیں ہے کہ اگر یہ انسان ہو تو یہ جماد بھی ہو) اور یا منفصلہ ہے، اور وہ وہ ہے جس میں دو قضیوں کے درمیان صدق اور کذب میں ساتھ ساتھ یا ان میں سے صرف ایک میں منافات یا اس کی نفی کا حکم لگایا جائے، جیسے ہمارا قول اما ان یکون هذا العدد زوجًا او فردًا (یا تو یہ عدد زوج ہے یا فرد) ولیس اما ان یکون هذا الانسان حیوانًا او اسود (اور ایسا نہیں ہے کہ یا تو یہ انسان ہے یا کالا ہے)

میں کہتا ہوں کہ شرطیہ (کی) دو قسمیں ہیں، متصلہ، اور منفصلہ، پس متصلہ وہ (قضیہ شرطیہ) ہے جس میں ایک قضیہ کے صدق یا عدم صدق کا حکم دوسرے قضیہ کے صدق کی تقدیر پر لگایا جائے، پس اگر اس میں ایک قضیہ کے صدق کا حکم دوسرے قضیہ کے صدق کی تقدیر پر لگایا جائے تو وہ متصلہ موجبہ ہے، جیسے ہمارا قول ان کان هذا انسانًا فهو حیوانٌ (اگر یہ انسان ہے تو حیوان (بھی) ہے) پس بیشک اس میں حیوانیت کے صدق کا حکم انسانیت کے صدق کی تقدیر پر ہے۔

اور اگر اس میں ایک قضیہ کے صدق کے سلب کا حکم دوسرے قضیہ کے صدق کی تقدیر پر لگایا جائے تو وہ متصلہ سالبہ ہے، جیسے ہمارا قول، لیس البتة ان کان هذا انسانًا فهو جمادٌ، (یقیناً ایسا نہیں کہ اگر یہ انسان ہو تو جماد ہو، پس بے شک اس میں جماد ہونے کے صدق کے سلب کا حکم انسانیت کے صدق کی تقدیر پر ہے۔

تشریح: اس عبارت میں ماتنؒ نے شرطیہ کی قسمیں بیان کی ہیں، چنانچہ شارحؒ فرماتے ہیں کہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱-متصلہ ۲-منفصلہ۔

شرطیہ متصلہ: وہ قضیہ ہے جس میں ایک قضیہ کے صدق کا حکم لگایا جائے دوسرے قضیہ کے صدق کی تقدیر پر، یا ایک ایک قضیہ کے عدم صدق کا حکم لگایا جائے دوسرے قضیہ کے صدق کی تقدیر پر، مطلب یہ ہے کہ اگر ایک قضیہ کو سچا مان لیا گیا ہو تو دوسرے قضیہ کو بھی سچا ماننا پڑے گا، یا اگر ایک قضیہ کو سچا مان لیا گیا ہو تو دوسرے قضیہ کے سچا نہ ہونے کو ماننا پڑے گا۔

متصلہ کی قسمیں: پھر قضیہ شرطیہ متصلہ کی دو قسمیں ہیں: ۱-موجبہ ۲-سالبہ۔

متصلہ موجبہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں ایک قضیہ کے صدق کا حکم دوسرے قضیہ کے صدق کی تقدیر پر ہو، جیسے ان کان هذا انسانًا فهو حیوانٌ دیکھئے اس مثال میں پہلے قضیہ میں انسانیت کے صدق کی تقدیر پر حیوانیت کے صدق کا حکم لگایا گیا ہے، لہٰذا یہ قضیہ متصلہ موجبہ ہے۔

متصلہ سالبہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں ایک قضیہ کے سلب کا حکم دوسرے قضیہ کے صدق کی تقدیر پر ہو، جیسے لیس البتة ان کان هذا انسانًا فهو جمادٌ دیکھئے اس مثال میں پہلے قضیہ میں جماد ہونے کی نفی انسان ہونے کی تقدیر پر کی گئی ہے، اس لئے کہ انسان جماد نہیں ہوسکتا۔ الغرض چونکہ اس مثال میں پہلے قضیہ میں انسانیت کے صدق کی تقدیر پر جمادیت کے صدق کی نفی کا حکم لگایا گیا ہے اس لئے یہ قضیہ متصلہ سالبہ ہے۔

والمُنفصِلةُ هِيَ الَّتِيْ يُحكَمُ فِيهَا بِالتَّنافِي بَيْنَ القَضِيَّتَيْنِ إمَّا فِي الصِدقِ وَالكِذْبِ مَعًا اَىْ بِاَنَّهُمَا لاَ تُصَدِقَانِ و لاَ تُكَذِّبَانِ اَوْ فِي الصدقِ فَقَطْ اى بِاَنَّهُمَا لاَ تُصَدِقَانِ وَلٰكِنَّهُمَا قَدْ تُكَذِّبَانِ اَوْ فِيْ الكِذْبِ فَقَطْ اَى بِاَنَّهُمَا لاَ تُكَذِّبَانِ وَ رُبَمَا تُصَدِقَانِ اَوْ بِنَفْيِهِ اَىْ بِسَلْبِ ذٰلِكَ التَنَافِي فَاِنْ حُكِمَ فِيهَا بِالتَّنَافِيْ فَهِيَ مُنفَصِلَةٌ مُوجَبَةٌ اما اذا كانَ الْحُكْمُ فِيهَا بِالْمُنافاةِ فِي الصدقِ والكِذْبِ مَعًا سُمِّيَتْ مُنفَصِلَةً حَقِيقِيَةً كقولِنَا اما ان يكونَ هٰذا العددُ زوجًا او فَرْدًا فَاِن قولنَا هٰذ العددُ زوجٌ وهٰذا العدد فردٌ لاَ يُصدقان مَعًا ولاَ يُكَذِّبَانِ مَعًا واما اِذا كانَ الحُكْمُ فِيهَا بِالْمُنَافَاةِ فِي الصدقِ فقط فَهِيَ مَانِعَةُ الْجَمعِ كقولِنَا اما ان يكون هٰذَا الشئُ شجرًا او حجرًا فَإنَّ قَولَنَا هٰذا الشئُ شجرٌ او هٰذا الشئ حجرٌ لا يُصَدقان وقد يكذبان بِاَن يكونَ هذا الشئُ حيوانًا و اما اِذا كانَ الحُكْمُ فِيهَا بِالمُنَافاةِ فى الكِذْبِ فقطْ فَهِي مَانِعةُ الخلو كقولِنَا اما انْ يكونَ هٰذا الشئُ لاَشجرًا او لاَحجرًا فاِنَّ قَولَنَا هٰذا الشئُ لاَشجرٌ وهٰذا الشئ لاَحجرٌ لا يكذبان والاّ لكانَ الشئُ شجرًا او حجرًا مَعًا وهو محالٌ وقد يصدقان معًا بِاَنْ يكونَ حيوانًا واِنْ حُكِمَ فِيهَا بِسَلبِ التنافِي فَهِيَ منفصلةٌ سالِبَةٌ فَاِنْ كانَ الْحكمُ فِيهَا بِسَلبِ المنافاةِ فِي الصدْقِ والكذبِ معًا كانَتْ سالِبَةً حَقِيقيةً كقولنا لَيسَ اما اَنْ يَكُونَ هٰذا الانسانُ اَسْوَدَ او كَاتبًا فانَّهُ يجُوزُ اجتماعُهُمَا ويجُوزُ اِرْتِفَاعُهُمَا.

ترجمہ: اور منفصلہ وہ (قضیہ شرطیہ) ہے جس میں دو قضیوں کے درمیان یا تو صدق و کذب دونوں میں منافات کا حکم لگایا جائے، یعنی دونوں نہ صادق ہوسکیں اور نہ دونوں کاذب ہوسکیں، یا (منافات کا حکم ہو) صرف صدق میں یعنی دونوں صادق نہیں ہوسکتے، لیکن کاذب ہوسکتے ہیں، یا (منافات کا حکم) صرف کذب میں (ہو) یعنی دونوں کاذب نہیں ہوسکتے، یا اس منافات کے سلب کا حکم لگایا جائے، پس اگر اس میں منافات کا حکم لگایا جائے تو وہ منفصلہ موجبہ ہے، اور بہرحال جبکہ اس میں منافات کا حکم صدق اور کذب دونوں ہوں تو قضیہ کا نام منفصلہ حقیقیہ رکھا جاتا ہے، جیسے ہمارا قول اَمّا ان یکون ھٰذا العدد زوجًا او فردًا، (یہ عدد یا تو زوج ہوگا یا فرد) پس بے شک ہمارا قول ھٰذا العدد زوج اور ھٰذا العدد فرد ایک ساتھ نہ تو صادق ہوسکتے ہیں اور نہ کاذب ہوسکتے ہیں، اور بہرحال جب کہ اس میں منافات کا حکم صرف صدق میں ہو تو وہ مانعۃ الجمع ہے، جیسے ہمارا قول إما ان یکون ھٰذا الشئ شجرًا او حجرًا (یہ شئ یا تو درخت ہے یا پتھر ہے) پس بے شک ہمارا قول ھٰذا الشئ شجرٌ او ھٰذا الشئ حجرٌ دونوں صادق نہیں ہوسکتے، البتہ کاذب ہوسکتے ہیں، بایں طور کہ یہ شئ حیوان ہو، اور بہرحال جبکہ اس میں صرف کذب میں منافات کا حکم ہو، تو وہ مانعۃ الخلو ہے، جیسے ہمارا قول إما ان یکون ھٰذا الشئ لا شجرًا او لا حجرًا (یہ شئ یا تو لاشجر ہے یا لاحجر ہے) پس بے شک ہمارا قول ھٰذا الشئ لا شجر و ھٰذا الشئ لا حجرٌ دونوں کاذب نہیں ہوسکتے، ورنہ تو ایک شئ ایک ساتھ درخت بھی ہوگی اور پتھر بھی، اور یہ محال ہے، البتہ دونوں صادق ہوسکتے ہیں، بایں طور کہ یہ وہ شئ حیوان ہو۔ اور اگر اس میں منافات کے سلب کا حکم لگایا جائے تو وہ منفصلہ سالبہ ہے، پس اگر اس میں صدق اور کذب دونوں میں منافات کے سلب کا حکم ہو تو وہ سالبہ حقیقیہ ہوگا، جیسے ہمارا قول لیس اما ان یکون ھٰذا الانسان اسود او کاتبًا

(ایسا نہیں کہ یہ انسان یا تو کالا ہے یا کاتب ہے) کیوں کہ ان دونوں کا جمع ہونا ممکن ہے۔اور اگر اس میں منافات کے سلب کا حکم صرف صدق میں ہو تو وہ سالبہ مانعۃ الجمع ہے، جیسے ہمارا قول **لیس اما ان یکون ھذا الانسان رومیا اوزنجیا** (ایسا نہیں کہ یہ انسان یا تو رومی ہو یا زنجی ہو) پس بے شک ان کا ارتفاع ممکن ہے، نہ کہ اجتماع۔

تشریح: اس سے پہلے یہ بتایا گیا تھا کہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱-متصلہ ۲-منفصلہ، جن میں سے متصلہ کی تعریف اور اس کی اقسام بیان ہو چکیں اب یہاں سے منفصلہ کی تعریف اور اس کی اقسام بیان کی جارہی ہیں، لیکن ان کی تشریح سے پہلے چار قسم کے الفاظ کے معانی بتلائے جاتے ہیں، تاکہ منفصلہ کی تعریف اور اس کی اقسام اچھی طرح سمجھی جا سکیں۔

۱- تنافی صدق کے معنیٰ یہ ہیں کہ دونوں قضیے ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔
۲- تنافی کذب کے معنیٰ یہ ہیں کہ دونوں قضیے ایک ساتھ مرتفع نہیں ہو سکتے۔
۳- سلب تنافی صدق کے معنیٰ یہ ہیں کہ دونوں قضیوں کا جمع ہونا ممکن ہو۔
۴- سلب تنافی کذب کے معنیٰ یہ ہیں کہ دونوں قضیوں کا ارتفاع اور اٹھنا ممکن ہو۔

شرطیہ منفصلہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں دو قضیوں کے درمیان منافات یا سلب منافات کا حکم لگایا جائے، اگر دو قضیوں کے درمیان منافات کا حکم ہو تو اس کو منفصلہ موجبہ کہتے ہیں، اور اگر سلب منافات کا حکم ہو تو اس کو منفصلہ سالبہ کہتے ہیں، اب دونوں مثالیں ملاحظہ فرمائیں، منفصلہ موجبہ کی مثال یہ ہے **إما ان یکون ھذا العدد زوجًا او فردًا**. دیکھئے اس مثال میں زوجیت اور فردیت کے درمیان منافات کا حکم لگایا گیا ہے، یعنی یہ عدد یا تو زوج ہوگا یا فرد ہوگا، ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی عدد زوج بھی ہو اور فرد بھی ہو، کیونکہ اگر دونوں ہو جائیں تو اجتماع ضدین لازم آئے گا، جو کہ محال ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ زوج اور فرد کے درمیان منافات کا حکم ہے، اور سالبہ کی مثال یہ ہے، **لیس البتۃ إما ان یکون ھذا العدد زوجًا او منقسمًا بمتساویین**۔ دیکھئے اس مثال میں **لیس البتۃ**، کے ذریعہ زوج (یعنی جفت مثلاً چار) اور **منقسم بمتساویین** کے درمیان عدم منافات کا حکم لگایا گیا ہے، مطلب یہ ہے کہ ان دونوں چیزوں کے درمیان کوئی تضاد اور منافات نہیں ہے، چار کا عدد جفت بھی ہے اور برابر تقسیم ہونے والا بھی ہے۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو منفصلہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس میں دو چیزوں کے درمیان انفصال کا حکم ہوتا ہے۔

قضیہ منفصلہ کی قسمیں: قضیہ منفصلہ کی تین قسمیں ہیں: ۱-حقیقیہ ۲-مانعۃ الجمع ۳-مانعۃ الخلو۔

منفصلہ حقیقیہ: وہ قضیہ ہے جس میں صدق اور کذب دونوں اعتبار سے منافات کا حکم لگایا گیا ہو، یا دونوں اعتبار سے سلب منافات کا حکم لگایا گیا ہے، اگر صدق اور کذب دونوں اعتبار سے منافات اور تضاد کا حکم لگایا گیا ہو تو اس کو قضیہ منفصلہ موجبہ کہا جائے گا۔اور اگر دونوں اعتبار سے سلب منافات کا حکم لگایا گیا: تو اس کو منفصلہ حقیقیہ سالبہ کہتے ہیں۔صدق اور کذب دونوں اعتبار سے منافات کا مطلب یہ ہے کہ دونوں قضیے نہ ایک ساتھ پائے جائیں اور نہ ہی دونوں نہ پائے جائیں، بلکہ ان دونوں میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے، چنانچہ آپ ان کو مثال سے سمجھئے مثلاً **ھذا العدد إما زوجٌ او فردٌ**، دیکھئے یہ قضیہ منفصلہ حقیقیہ ہے، اس میں صدق اور کذب دونوں اعتبار سے منافات کا حکم لگایا گیا ہے، یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی معین عدد زوج (جفت) اور فرد (طاق) دونوں ہوں یا دونوں نہ ہوں، کیونکہ اگر دونوں جمع ہو جائیں تو اجتماع ضدین لازم آئے گا جو کہ محال ہے، لہٰذا دونوں کا جمع ہونا محال

ہے، اور اگر دونوں مرتفع ہو جائیں یعنی دونوں میں سے ایک بھی نہ پایا جائے تو ارتفاع ضدین لازم آئے گا جو کہ محال ہے، الحاصل نہ تو دونوں کا اجتماع ہو سکتا ہے اور نہ ہی ارتفاع، بلکہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے، یعنی وہ عدد اگر جفت ہے تو طاق نہ ہوگا اور اگر طاق ہے تو جفت نہ ہوگا، یہ حقیقیہ موجبہ کی مثال ہے۔ اور اگر صدق اور کذب دونوں اعتبار سے سلب منافات کا حکم ہو تو وہ قضیہ منفصلہ سالبہ کہلائے گا، صدق میں سلب منافات کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کا جمع ہونا ممکن ہے، اور کذب میں سلب منافات کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کا ارتفاع بھی ممکن ہے، یعنی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں نہ پائے جائیں، جیسے لیس اما ان یکون ھذا الانسان اسودا او کاتبا یہ منفصلہ حقیقیہ سالبہ کی مثال ہے، اس میں ھذا الانسان اسودا ایک قضیہ ہے اور او کاتبا دوسرا قضیہ ہے، ان دونوں کے ایک ساتھ صادق آنے میں منافات نہیں ہے، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ کوئی انسان کالا بھی ہو اور کاتب بھی ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ انسان نہ کالا ہو اور نہ کاتب ہو، بلکہ گورا ہو اور غیر کاتب ہو۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو منفصلہ حقیقیہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ حقیقتاً انفصال پر مشتمل ہوتا ہے، اور حقیقتاً انفصال کا مطلب یہ ہے کہ دو شئ نہ ایک ساتھ صادق ہوں اور نہ کاذب ہوں، چونکہ اس قضیہ میں بھی دو چیزیں نہ جمع ہوتی ہیں کہ صادق ہو جائیں اور نہ ہی دونوں مرتفع ہوتی ہیں کہ کاذب ہو جائیں۔

منفصلہ مانعۃ الجمع: وہ قضیہ منفصلہ ہے جس میں منافات یا عدم منافات کا حکم صرف صدق کے اعتبار سے لگایا گیا ہو، یعنی دونوں قضیے جمع تو نہیں ہو سکتے مگر مرتفع ہو سکتے ہیں جیسے اما ان یکون ھذا الشئ شجرًا او حجرًا، دیکھئے اس مثال میں یہ حکم ہے کہ درخت اور پتھر میں منافات اور تضاد صرف صدق (پائے جانے) میں ہے۔ پس کوئی معین چیز درخت اور پتھر دونوں نہیں ہو سکتی، لیکن کذب (یعنی نہ پائے جانے) میں تضاد اور منافات کا حکم نہیں ہے، کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی معین چیز نہ درخت ہو نہ پتھر، مثلاً وہ حیوان ہو، کہ وہ نہ درخت ہے اور نہ پتھر، یہ مانعۃ الجمع موجبہ کی مثال ہے، اور اگر دونوں قضیوں کے درمیان صرف صدق میں سلب منافات کا حکم ہو تو اس کو مانعۃ الجمع سالبہ کہتے ہیں، جیسے لیس أما ان یکون ھذا الانسان حیوانًا او کاتبًا ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہ انسان حیوان ہو یا کالا ہو، دیکھئے اس مثال میں حیوان اور اسود کے درمیان صرف صدق کے اعتبار سے سلب منافات کا حکم ہے، کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ کوئی معین انسان حیوان کے ساتھ کالا بھی ہو، اس مثال میں کذب میں سلب منافات نہیں ہے، کیونکہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی انسان نہ حیوان ہو نہ کالا ہو، کیونکہ انسان کے لئے حیوان کا ہونا ضروری ہے، کوئی بھی انسان غیر حیوان نہیں ہے۔

وجہ تسمیہ: چونکہ موجبہ میں منافات اور تضاد صرف صدق کے اعتبار سے ہے یعنی دونوں قضیوں کا جمع ہونا محال ہے، اس لئے اس کو مانعۃ الجمع کہتے ہیں۔ یعنی وہ قضیہ جس کے موجبہ میں مقدم اور تالی کا اجتماع محال ہو، یہ بات یاد رکھیں کہ وجہ تسمیہ میں صرف موجبہ کا لحاظ کیا گیا ہے نہ کہ سالبہ کا۔

منفصلہ مانعۃ الخلو: وہ منفصلہ ہے جس میں منافات یا عدم منافات کا حکم دو قضیوں کے درمیان صرف کذب کے اعتبار سے ہو، یعنی دونوں قضیے مرتفع نہیں ہو سکتے، البتہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں، جیسے اما ان یکون ھذا الشئ لاشجرًا او لاحجرًا یا تو یہ کہ یہ شئ لاشجر ہو یا لاحجر ہو، دیکھئے اس مثال میں ھذا الشئ لاشجرًا ایک قضیہ ہے اور لاحجر دوسرا قضیہ ہے ان دونوں کے درمیان صرف کذب کے اعتبار سے منافات ہے، کیونکہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ شئ لاشجر بھی نہ ہو اور لاحجر بھی نہ

ہو، ورنہ تو ایک شیٔ کا شجر اور حجر ہونا لازم آئے گا جو محال ہے، البتہ دونوں ایک ہی شیٔ میں جمع ہو سکتے ہیں، وہ شیٔ لاشجر بھی ہو اور لاحجر بھی ہو، مثلاً وہ حیوان ہو، یہ منفصلہ مانعۃ الخلو موجبہ کی مثال ہے۔

اور اگر دو قضیوں کے درمیان صرف کذب کے اعتبار سے عدمِ منافات کا حکم لگایا گیا ہو تو وہ قضیہ مانعۃ الخلو سالبہ ہوگا، جیسے لیس اما ان یکون ھذا الانسان رومیا او زنجیا دیکھئے اس قضیہ میں رومی اور زنجی کے درمیان صرف کذب کے اعتبار سے عدمِ منافات کا حکم ہے، یعنی ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک معین انسان نہ تو رومی ہو نہ زنجی، بلکہ وہ ہندوستانی ہو، لیکن دونوں جمع نہیں ہو سکتے کہ وہ رومی اور زنجی دونوں ہو، کیونکہ اس صورت میں اجتماع ضدین لازم آئے گا، جو کہ محال ہے۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو مانعۃ الخلو اس لئے کہتے ہیں کہ قضیہ کا موجبہ میں مقدم اور تالی دونوں سے خالی ہونا محال ہے، یہاں بھی وجہ تسمیہ میں صرف موجبہ کا لحاظ کیا گیا ہے، نہ کہ سالبہ کا، کیونکہ سالبہ میں مقدم اور تالی سے قضیہ کا خالی ہونا محال نہیں ہے۔

لا يُقَالُ السَّوَالِبُ الْحَمْلِيَّةُ وَ الْمُتَّصِلَةُ وَ الْمُنْفَصِلَةُ عَلىٰ مَا ذَكَرْتُمْ مَا يُرْفَعُ فِيْهَا الْحَمْلُ وَ الْاِتِّصَالُ وَ الْاِنْفِصَالُ فَلَا تَكُوْنُ حَمْلِيَّةً وَ لَا مُتَّصِلَةً وَ لَا مُنْفَصِلَةً لِاَنَّهَا مَا ثَبَتَ فِيْهَا الْحَمْلُ وَ الْاِتِّصَالُ وَ الْاِنْفِصَالُ لِاَنَّا نَقُوْلُ لَيْسَ اَجْزَاءُ هٰذِهِ الْاَسَامِيْ عَلَى السَّوَالِبِ بِحَسْبِ مَفْهُوْمِ اللُّغَةِ بَلْ بِحَسْبِ الْاِصْطِلَاحِ وَ مَفْهُوْمَاتُهَا الْاِصْطِلَاحِيَّةُ كَمَا تَصْدُقُ عَلَى الْمُوْجَبَاتِ تَصْدُقُ عَلَى السَّوَالِبِ نَعَمْ اَلْمُنَاسَبَةُ الْمُحَقَّقَةُ لِلنَّقْلِ اِمَّا فِي الْمُوْجَبَاتِ فَلِتَحَقُّقِ مَعْنَى الْحَمْلِ وَ الْاِتِّصَالِ وَ الْاِنْفِصَالِ وَ اَمَّا فِي السَّوَالِبِ فَلِمُشَابَهَتِهَا اِيَّاهَا فِي الْاَطْرَافِ لَا يُقَالُ الْمُقَدَّمَةُ كَانَتْ مَقْصُوْدَةً لِذِكْرِ الْاَقْسَامِ الْاَوَّلِيَّةِ وَ الْمُتَّصِلَةِ وَ الْمُنْفَصِلَةِ لَيْسَتْ مِنَ الْاَقْسَامِ الْاَوَّلِيَّةِ بَلْ مِنْ اَقْسَامِ قِسْمِهَا اَعْنِي الشَّرْطِيَّةَ لِاَنَّا نَقُوْلُ لَا شَكَّ اَنَّ الْمَقْصَدَ بِالذَّاتِ مِنْ وَضْعِ الْمُقَدَّمَةِ ذِكْرُ الْاَقْسَامِ الْاَوَّلِيَّةِ وَ اَمَّا ذِكْرُ اَقْسَامِ الشَّرْطِيَّةِ فِيْهَا فَبِالْعَرَضِ وَعَلىٰ سَبِيْلِ الْاِسْتِطْرَادِ.

ترجمہ: اعتراض نہ کیا جائے کہ سوالب حملیہ ومتصلہ ومنفصلہ، جیسا کہ تم نے ذکر کیا، وہ ہیں جن میں حمل، اور اتصال و انفصال کو اٹھا دیا جائے، پس وہ حملیہ اور متصلہ ومنفصلہ نہ ہوں گے، کیونکہ ان میں حمل اور اتصال وانفصال ثابت نہیں رہا؟ کیونکہ ہم جواب دیں گے کہ سوالب پر ان ناموں کو جاری کرنا لغوی مفہوم کے اعتبار سے نہیں ہے، بلکہ اصطلاح کے لحاظ سے ہے، اور ان کے اصطلاحی مفہومات جس طرح موجبات پر صادق ہیں اسی طرح سوالب پر بھی صادق ہیں، ہاں نقل کی مناسبت موجود ہے، موجبات میں تو اس لئے کہ حمل اور اتصال وانفصال کے معنیٰ متحقق ہیں، اور سوالب میں تو اس لئے کہ سوالب، اطراف میں موجبات کے مشابہ ہیں۔ اعتراض نہ کیا جائے کہ مقدمہ (میں) تو اقسام اوّلیہ کا ذکر مقصود تھا، اور متصلہ اور منفصلہ تو اقسام اولیہ میں سے نہیں ہیں، بلکہ اقسام اولیہ کی اقسام میں سے ہیں، یعنی شرطیہ (کی اقسام میں سے ہیں) کیونکہ ہم جواب دیں گے کہ کوئی شک نہیں کہ مقدمہ کی وضع سے مقصود بالذات اقسام اولیہ ہی کو ذکر کرنا ہے، اور بہر حال شرطیہ کی اقسام کا ذکر تو وہ بالعرض اور استطراد کے طریقے پر ہے۔

تشریح: لایقال سے شارح نے ایک اعتراض بیان فرمایا ہے پھر لانا نقول سے اس کا جواب دیا ہے، اور یہ اعتراض قضایا مذکورہ

کی تعریف پر نہیں ہے، بلکہ قضایا مذکورہ کے سوالب پر حملیہ، متصلہ اور منفصلہ کے اطلاق پر ہے، اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ سالبہ حملیہ، سالبہ متصلہ اور سالبہ منفصلہ پر حملیہ، متصلہ اور منفصلہ کا اطلاق درست نہیں، کیونکہ سوالب پر ان کی تعریفات صادق نہیں آتیں، اس لئے کہ حملیہ میں حمل ہوتا ہے، وہ یہاں نہیں، متصلہ کے دونوں قضیوں کے درمیان اتصال ہوتا ہے، وہ یہاں نہیں، اور منفصلہ میں انفصال ہوتا ہے، اور وہ یہاں نہیں، بلکہ سالبہ حملیہ میں حمل کی نفی ہوتی ہے، متصلہ سالبہ میں اتصال کی نفی ہوتی ہے، لہٰذا ان سوالب پر حملیہ، متصلہ اور منفصلہ کا اطلاق صحیح نہیں؟

جواب- اس کا یہ ہے کہ سوالب پر ان اسماء کا اطلاق لغوی مفہوم کے لحاظ سے نہیں ہے، بلکہ ان کے اصطلاحی مفہومات کے لحاظ سے ہے، اور اصطلاحی تعریفیں جس طرح موجبات پر صادق آتی ہیں، اسی طرح سوالب پر بھی صادق آتی ہیں، دراصل یہ اسماء مذکورہ قضایا (خواہ وہ موجبات ہوں یا سوالب) کے مفہومات کے لئے نقل کئے گئے ہیں چنانچہ موجبات میں نقل کا علاقہ حمل، اتصال اور انفصال محقق ہے، اور سوالب میں مناسبت اس طرح ہے کہ سوالب کے اطراف موجبات کے اطراف کے مشابہ ہیں، کہ جس طرح موجبات میں موضوع ومحمول اور مقدم وتالی ہوتے ہیں، اسی طرح سوالب میں بھی ہوتے ہیں، اس لحاظ سے ان اسماء کا اطلاق سوالب پر بھی ہوتا ہے۔

لایقال الخ سے شارح نے ایک اعتراض کو ذکر کیا ہے، حاصل اعتراض یہ ہے کہ ماتن نے شروع میں یہ فرمایا تھا کہ مقدمہ میں صرف قضیہ کی اقسام اولیہ کا بیان ہوگا، اقسام ثانویہ کا ذکر نہیں ہوگا، قضیہ کی اقسام اولیہ تو صرف حملیہ اور شرطیہ ہیں، حالانکہ ماتن نے شرطیہ کی اقسام متصلہ، منفصلہ اور منفصلہ کی اقسام حقیقیہ، مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو، پھر ان میں سے ہر ایک کے موجبات وسوالب کو بیان کیا ہے، بعض کو صراحۃً اور بعض کو مثالوں کے ضمن میں، اور یہ مقدمہ کی وضع کے خلاف ہے جیسا کہ ماتن نے خود تصریح کی ہے، تو پھر مقدمہ میں ان کو کیوں بیان کیا گیا ہے؟

لانا نقول الخ سے شارح نے اس اشکال کا جواب دیا ہے، حاصلِ جواب یہ ہے کہ مقدمہ میں اصل مقصود تو ان ہی اقسام کا ذکر ہے جو قضیہ کی اقسام اولیہ ہیں، اور باقی امور کا بیان تبعاً اور استطراداً ہے، یعنی اقسام اولیہ کی توضیح وتشریح کے طور پر ان اقسام کا ذکر کر دیا گیا ہے جن کا تعلق اقسام ثانویہ سے ہے۔

قال اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ فِی الْحَمْلِیَّةِ وَ فِیْهِ اَرْبَعَةُ مَبَاحِثَ اَلْبَحْثُ الْاَوَّلُ فِیْ اَجْزَائِهَا وَ اَقْسَامِهَا وَ الْحَمْلِیَّةُ اِنَّمَا یَتَحَقَّقُ بِاَجْزَاءٍ ثَلٰثَةٍ مَحْکُوْمٍ عَلَیْهِ وَ یُسَمّٰی مَوْضُوْعاً وَ مَحْکُوْمٍ بِهٖ وَیُسَمّٰی مَحْمُوْلاً وَ نِسْبَةٍ بَیْنَهُمَا بِهَا یَرْتَبِطُ الْمَحْمُوْلُ بِالْمَوْضُوْعِ وَ اللَّفْظُ الدَّالُّ عَلَیْهَا یُسَمّٰی رَابِطَةً کَهُوَ فِیْ قَوْلِنَا زَیْدٌ هُوَ عَالِمٌ وَ تُسَمّٰی ح اَلْقَضِیَّةُ ح ثُلَاثِیَّةً وَ قَدْ یُحْذَفُ الرَّابِطَةُ فِیْ بَعْضِ اللُّغَاتِ لِشُعُوْرِ الذِّهْنِ بِمَعْنَاهَا وَ الْقَضِیَّةُ تُسَمّٰی ثُنَائِیَّةً **اَقُوْلُ** لَمَّا قَسَّمَ الْقَضِیَّةَ اِلَی الْحَمْلِیَّةِ وَ الشَّرْطِیَّةِ شَرَعَ الْاٰنَ فِی الْحَمْلِیَّاتِ وَاِنَّمَا قَدَّمَهَا عَلَی الشَّرْطِیَّاتِ لِبَسَاطَتِهَا وَ الْبَسِیْطُ مُقَدَّمٌ عَلَی الْمُرَکَّبِ طَبْعاً فَالْحَمْلِیَّةُ اِنَّمَا تَلْتَئِمُ مِنْ اَجْزَاءٍ ثَلٰثَةٍ اَلْمَحْکُوْمُ عَلَیْهِ وَ یُسَمّٰی مَوْضُوْعاً لِاَنَّهٗ قَدْ وُضِعَ لِیُحْکَمَ عَلَیْهِ بِشَیْءٍ وَ الْمَحْکُوْمِ بِهٖ وَیُسَمّٰی مَحْمُوْلاً لِحَمْلِهٖ عَلٰی شَیْءٍ وَ نِسْبَتِهٖ بَیْنَهُمَا بِهَا یَرْتَبِطُ الْمَحْمُوْلُ بِالْمَوْضُوْعِ وَ تُسَمّٰی نِسْبَةً حُکْمِیَّةً وَ کَمَا اَنَّ مِنْ حَقِّ الْمَوْضُوْعِ وَ الْمَحْمُوْلِ اَنْ یُعَبَّرَ عَنْهُمَا بِلَفْظَیْنِ کَذٰلِکَ

مِنْ حَقِّ النِّسْبَةِ الْحُكْمِيَّةِ اَنْ يَدُلَّ عَلَيْهَا بِلَفْظٍ وَ اللَّفْظُ الدَّالُّ عَلَيْهَا يُسَمّٰى رَابِطَةً لِدَلَالَتِهَا عَلَى النِّسْبَةِ الرَّابِطَةِ تَسْمِيَةَ الدَّالِّ بِاسْمِ الْمَدْلُوْلِ كَهُوَ فِيْ قَوْلِنَا زَيْدٌ هُوَ عَالِمٌ.

ترجمہ: ماتن نے کہا ہے کہ پہلی فصل حملیہ (کے بیان) میں ہے، اور اس میں چار بحثیں ہیں، پہلی بحث اس کے اجزاء اور اس کی اقسام (کے بیان) میں ہے، اور حملیہ تین اجزاء کے ذریعہ سے متحقق ہوتا ہے، محکوم علیہ اور اس کا نام موضوع رکھا جاتا ہے، اور محکوم بہ اور اس کا نام محمول رکھا جاتا ہے، اور ان دونوں کے درمیان وہ نسبت جس کے ذریعہ محمول موضوع کے ساتھ مرتبط ہوتا ہے، اور جو لفظ نسبت پر دلالت کرتا ہے، اس کا نام رابطہ رکھا جاتا ہے، جیسے ہو ہمارے قول زیدٌ ھو عالمٌ میں اور اس وقت قضیہ کا نام ثلاثیہ رکھا جاتا ہے، اور کبھی رابطہ کو بعض زبانوں میں حذف کر دیا جاتا ہے اس لئے کہ ذہن اس کے معنیٰ کا شعور کر لیتا ہے، اور اس وقت قضیہ کا نام ثنائیہ رکھا جاتا ہے، میں کہتا ہوں کہ جب ماتن نے قضیہ کی تقسیم حملیہ اور شرطیہ کی طرف کی، تو اب حملیات کو شروع کر رہے ہیں، اور بلاشبہ حملیات کو شرطیات پر مقدم کیا ہے، اس لئے کہ حملیہ بسیط ہے اور بسیط مرکب پر طبعاً مقدم ہوتا ہے، پس حملیہ تین اجزاء سے مرکب ہوتا ہے، محکوم علیہ سے اور اس کا نام موضوع رکھا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ اسی لئے وضع کیا گیا ہے، تاکہ اس پر کسی شئ کا حکم لگایا جائے، اور محکوم بہ سے اور اس کا نام محمول رکھا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ ایک شئ پر محمول ہوتا ہے، اور ان کے درمیان نسبت سے جس کے ذریعہ محمول موضوع کے ساتھ مرتبط ہوتا ہے، اور اس کا نام نسبت حکمیہ رکھا جاتا ہے اور جیسا کہ موضوع اور محمول کا حق ہے کہ ان کو دو لفظوں سے تعبیر کیا جائے، اسی طرح نسبت حکمیہ کا حق ہے کہ اس پر کسی لفظ سے دلالت کرائی جائے، اور جو لفظ اس پر دلالت کرنے والا ہو اس کا نام رابطہ رکھا جاتا ہے، کیونکہ وہ نسبت رابطہ پر دلالت کرتا ہے، تسمیۃ الدال باسم المدلول کے طور پر، جیسے "ھو" ہمارے قول زیدٌ ھو عالمٌ میں۔

تشریح: جب مصنفؒ مقدمہ میں قضیہ کی تعریف اور اقسام اولیہ کے اجمالی بیان سے فارغ ہو گئے تو اب یہاں سے اقسام اولیہ کو مفصلاً بیان کر رہے ہیں، چنانچہ ماتنؒ نے ان کو تین فصلوں میں بیان کیا ہے، پہلی فصل میں حملیہ کو بیان کیا ہے، دوسری فصل میں شرطیہ کو بیان کیا ہے اور تیسری فصل میں قضایا کے احکام کو بیان کیا ہے، پہلی فصل چار بحثوں پر مشتمل ہے، پہلی بحث میں حملیہ کے اجزاء اور اس کی اقسام ثانویہ کا بیان ہے اور دوسری بحث میں محصورات اربعہ کی تحقیق کا بیان ہے، تیسری بحث میں معدولہ اور محصلہ کا بیان ہے، اور چوتھی بحث میں قضایا موجہہ کا بیان ہے، حملیات کو شرطیات پر مقدم کرنے کی وجہ شارح بیان کرتے ہیں کہ حملیات کو شرطیات پر اس وجہ سے مقدم کیا ہے کہ شرطیات کے مقابلے میں حملیات کے اجزاء کم ہوتے ہیں اور حملیات بسیط ہیں اور شرطیات مرکب ہوتے ہیں اور بسیط مرکب پر چونکہ طبعاً مقدم ہوتا ہے، اس لئے یہاں حملیات کو شرطیات سے پہلے بیان کیا ہے تاکہ وضع اور طبع میں موافقت ہو جائے، لیکن اس پر اشکال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ آپ نے حملیہ کو بسیط کہا ہے جو کہ صحیح نہیں؟ کیونکہ بسیط اس کو کہتے ہیں جس کا کوئی جزء نہ ہو اور حملیہ کے تو اجزاء ہوتے ہیں تو پھر ان کو بسیط کیوں کہا گیا؟ نیز آپ کا یہ کہنا کہ حملیہ کو اس وجہ سے مقدم کیا کہ وہ بسیط ہے یہ بھی صحیح نہیں، کیونکہ بساطت فی نفسہ موجب تقدیم نہیں ہے، بلکہ تقدیم بالطبع تقدیم بالوضع کی موجب ہے۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ قضیہ حملیہ اگرچہ فی نفسہ مرکب ہے، مگر چونکہ یہ شرطیہ کے لئے جزء ہوتا ہے، اس لئے اس کے

اجزاء شرطیہ کے مقابلہ میں کم ہوتے ہیں اور کم اجزاء والا کثیر اجزاء والے کے مقابلے میں بہر حال بسیط ہوتا ہے، تو گویا حملیہ کی بساطت اضافی ہے یعنی شرطیہ کے جزء ہونے کے اعتبار سے ہے، اور جزء اپنے کل پر طبعاً مقدم ہوتا ہے، لہٰذا یہاں بھی حملیات کو شرطیات پر مقدم کیا گیا ہے۔

فالحملية إنما تلتئم الخ اس عبارت میں شارحؒ نے یہ بیان کیا ہے کہ قضیہ حملیہ تین اجزاء سے مرکب ہوتا ہے، متقدمین مناطقہ کا یہی مذہب ہے، اور متأخرین کا مذہب یہ ہے کہ قضیہ حملیہ چار اجزاء سے مرکب ہوتا ہے، تین تو وہی جو کتاب میں مذکور ہیں، اور چوتھا جزء نسبت تقیید یہ یعنی نسبت خبریہ تامہ کا اذعان ہے جس کو حکم کہا جاتا ہے، الغرض ماتن و شارح نے بیان کیا کہ قضیہ حملیہ کے تین اجزاء ہوتے ہیں۔

۱۔ محکوم علیہ اس کو موضوع بھی کہتے ہیں، اور نحو کی اصطلاح میں اس کو مسند الیہ کہا جاتا ہے جو کبھی مبتداء اور کبھی فاعل بنتا ہے

۲۔ محکوم بہ اس کو محمول بھی کہتے ہیں، نحو کی اصطلاح میں اس کو مسند کہا جاتا ہے جو کبھی خبر اور کبھی فعل کی صورت میں ہوتا ہے

۳۔ وہ نسبت جو ربط و تعلق پر دلالت کرتی ہے، اب تینوں اجزاء میں سے ہر ایک کی تعریف اور وجہ تسمیہ ملاحظہ فرمائیے!

موضوع: قضیہ حملیہ میں جو جزء محکوم علیہ ہوتا ہے، یعنی جس پر حکم لگایا جاتا ہے اس کو موضوع کہتے ہیں، موضوع کے لغوی معنیٰ ہیں، بنایا ہوا، قضیہ حملیہ میں محکوم علیہ کو موضوع اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کو اس لئے بنایا گیا ہے تاکہ اس پر کسی شئ کا حکم لگایا جائے۔

محمول: اور قضیہ حملیہ میں جو جزء محکوم بہ ہوتا ہے اس کو محمول کہتے ہیں، محمول کے لغوی معنیٰ ہیں، اٹھایا ہوا، اور اصطلاح میں اس کے معنیٰ ہیں، ثابت کیا ہوا، محمول کو محمول اس لئے کہتے ہیں کہ اس کو موضوع کے لئے ثابت کیا جاتا ہے۔

رابطہ: موضوع اور محمول کے درمیان جو تعلق اور نسبت ہے اس پر دلالت کرنے والے لفظ کو رابطہ کہتے ہیں، رابطہ کے معنیٰ ہیں، جوڑنے والا، باندھنے والا، نسبت بھی چونکہ موضوع اور محمول کو آپس میں جوڑتی ہے اس لئے اس کو رابطہ کہتے ہیں، نیز یہ بات ذہن نشیں رہے کہ موضوع اور محمول کے درمیان جو نسبت ہے درحقیقت رابطہ وہی ہے، لیکن اس نسبت پر دلالت کرنے والے لفظ کو مجازاً رابطہ کہہ دیا جاتا ہے۔

الغرض وہ لفظ اس نسبت رابطہ پر محض دلالت کرنے والا ہے، رابطہ نہیں ہے، بلکہ رابطہ اس لفظ کا مدلول ہے، پس تسمية الدال باسم المدلول کے طور پر رابطہ پر دلالت کرنے والے لفظ کا نام رابطہ رکھ دیا گیا۔ اب ان تینوں اجزاء کو مثال سے سمجھئے، چنانچہ شارح نے مثال پیش کی ہے، زيدٌ هو عالمٌ یہ قضیہ حملیہ ہے، اس میں تین اجزاء ہیں: ۱۔زید ۲۔عالم ۳۔ھو، اس قضیہ میں پہلا جزء زید محکوم علیہ اور موضوع ہے، اس لئے کہ زید پر عالم ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، اور عالم محکوم بہ اور محمول ہے کیونکہ عالم کو زید کے لئے ثابت کیا گیا ہے، اور ھو رابطہ ہے، کیونکہ زید اور عالم دونوں مستقل اسم تھے، ھو نے آکر ان دونوں کو آپس میں جوڑ دیا اور ان میں ایک نسبت پیدا کر دی لہٰذا ھو رابطہ ہے۔

فَإِنْ قُلْتَ اَلْمُرَادُ بِالنِّسْبَةِ الْحُكْمِيَّةِ اِمَّا النِّسْبَةُ الَّتِيْ هِيَ مَوْرِدُ الْإِيْجَابِ وَالسَّلْبِ وَاَمَّا وُقُوْعُ النِّسْبَةِ اَوْ لَا وُقُوْعِهَا الَّذِيْ هُوَ الْإِيْجَابُ وَالسَّلْبُ فَإِنْ كَانَ الْمُرَادُ بِهَا الْاَوَّلَ فَيَكُوْنُ لِلْقَضِيَّةِ جُزْءٌ آخَرُ وَهُوَ وُقُوْعُ النِّسْبَةِ اَوْ لَا وُقُوْعِهَا فَلَا بُدَّ اَنْ يَدُلَّ عَلَيْهَا بِعِبَارَةٍ اُخْرٰى وَاِنْ كَانَ الْمُرَادُ الثَّانِيَ كَانَ

اَلنِّسْبَةُ الَّتِیْ هِیَ مَوْرِدُ الْاِیْجَابِ وَ السَّلْبِ جُزْءٌ اٰخَرُ فَلْیَدُلَّ عَلَیْهَا اَیْضاً بِلَفْظٍ آخَرَ وَالْحَاصِلُ اَنَّ اَجْزَاءَ الْحَمْلِیَّةِ اَرْبَعَةٌ فَكَانَ مِنْ حَقِّهَا اَنْ یَّدُلَّ عَلَیْهَا بِاَرْبَعَةِ اَلْفَاظٍ فَنَقُوْلُ الْمُرَادُ الثَّانِیُ وَ كَانَ قَوْلُهُ بِهَا یَرْتَبِطُ الْمَحْمُوْلُ بِالْمَوْضُوْعِ اِشَارَةٌ اِلَیْهِ فَاِنَّ النِّسْبَةَ مَالَمْ یُعْتَبَرْ مَعَهَا الْوُقُوْعُ وَ اللَّاوُقُوْعُ لَمْ تَكُنْ رَابِطَةً وَلَا حَاجَةَ اِلَى الدَّلَالَةِ عَلَى النِّسْبَةِ الَّتِیْ هِیَ مَوْرِدُ الْاِیْجَابِ وَالسَّلْبِ فَاِنَّ اللَّفْظَ الدَّالَّ عَلٰى وُقُوْعِ النِّسْبَةِ دَالٌّ عَلَى النِّسْبَةِ اَیْضًا فَالْجُزْءَانِ مِنَ الْقَضِیَّةِ یَتَاَدَّیَانِ بِعِبَارَةٍ وَاحِدَةٍ وَ لِهٰذَا اُخِذَ الْجُزْءُ وَاحِدًا حَتّٰى انْحَصَرَ الْاَجْزَاءُ فِیْ ثَلٰثَةٍ.

ترجمہ: پس اگر تو اعتراض کرے کہ نسبت حکمیہ سے مراد یا تو وہ نسبت ہے جو ایجاب وسلب کی مورد ہے، یا وقوع نسبت یا لاوقوع نسبت مراد ہے جو بعینہ ایجاب وسلب ہے، پس اگر نسبت سے اول مراد ہو تو قضیہ کے لئے ایک دوسرا جزء (بھی) ہوگا، یعنی وقوع نسبت یا لاوقوع نسبت تو اس پر ایک دوسری عبارت سے دلالت کا ہونا ضروری ہے، اور اگر مراد ثانی ہو، تو وہ نسبت جو ایجاب وسلب کی مورد ہے، جزء آخر ہوگی، پس اس پر بھی کسی دوسرے لفظ سے دلالت ہونی چاہئے، اور حاصل (کلام) یہ ہے کہ حملیہ کے اجزاء چار ہیں، لہٰذا ان کا حق یہ ہے کہ ان پر دلالت بھی چار لفظوں سے ہو؟ تو ہم جواب دیں گے کہ مراد، ثانی (یعنی وقوع نسبت یا لاوقوع نسبت) ہے، اور گویا ماتن کا قول بھا یرتبط المحمول بالموضوع، اسی کی طرف اشارہ ہے، اس لئے کہ نسبت کے ساتھ جب تک وقوع نسبت یا لاوقوع نسبت کا اعتبار نہ ہو، تو اس وقت تک وہ رابطہ نہیں ہوسکتی، اور اس نسبت پر (مستقل) دلالت کی کوئی ضرورت نہیں، جو ایجاب وسلب کی مورد ہے، کیونکہ جو لفظ نسبت کے وقوع پر دلالت کرتا ہے، وہ نسبت پر بھی دلالت کرتا ہے، پس ایک ہی عبارت سے قضیہ کے دو جزء ادا ہو جاتے ہیں، اسی لئے دونوں کو ایک ہی جزء شمار کیا گیا، یہاں تک کہ اجزاء تین میں ہی منحصر ہو گئے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے ایک اشکال ذکر کیا ہے، پھر فنقول سے اس اشکال کا جواب دیا ہے، حاصل اشکال یہ ہے کہ ماتن نے قضیہ حملیہ کے تین اجزاء ذکر کئے ہیں جو کہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حقیقت میں قضیہ حملیہ کے چار اجزاء ہیں: ۱-موضوع ۲-محمول۔ ۳-وہ نسبت جو ایجاب وسلب کی مورد ہے، یعنی اذعان (۴) وقوع نسبت یا لاوقوع نسبت۔ اس لئے کہ نسبت حکمیہ میں دو احتمال ہیں یا تو اس سے وہ نسبت مراد ہو جو ایجاب وسلب کی مورد ہے یعنی اذعان یا اس سے نسبت کا وقوع یا لاوقوع یعنی ایجاب وسلب مراد ہے، اگر نسبت سے اول احتمال مراد ہو یعنی ایجاب وسلب کی مراد، تو پھر نسبت کے وقوع یا لاوقوع پر دلالت کرنے کے لئے ایک چوتھے لفظ کا ہونا ضروری ہے۔ اور اگر دوسرا احتمال مراد ہو یعنی نسبت کا وقوع یا لاوقوع، تو پھر احتمال اول یعنی مورد ایجاب وسلب پر دلالت کرنے کے لئے کسی دوسرے لفظ کا ہونا ضروری ہے، غرض یہ کہ قضیہ حملیہ میں موضوع ومحمول کے علاوہ نسبت کے یہ دونوں احتمال بھی مراد ہوتے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ اگر نسبت سے اول احتمال مراد لیا جائے تو پھر احتمال ثانی پر دلالت کرنے کے لئے کوئی دوسرا لفظ ہونا چاہئے، اور اگر دوسرا احتمال مراد لیا جائے تو پہلے احتمال کے لئے کوئی دوسرا لفظ ہونا چاہئے، جونسا بھی احتمال مراد لیا جائے قضیہ حملیہ کے اجزاء تین سے زائد نہیں بلکہ چار ہو جاتے ہیں، اس لئے ان پر دلالت کرنے والے الفاظ بھی چار ہونے چاہئیں، لہٰذا یہ کہنا درست ہونا چاہئے کہ قضیہ حملیہ چار اجزاء سے مرکب ہوتا ہے؟

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ نسبت حکمیہ (جو حملیہ کا جزء ثالث ہوتی ہے) سے مراد احتمال ثانی ہے، یعنی نسبت کا وقوع یا لا وقوع جو بعینہ ایجاب وسلب ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ماتن کا قول بھا یرتبط المحمول بالموضوع اس کی طرف اشارہ کر رہا ہے، اس لئے کہ جب تک نسبت کے وقوع یا لا وقوع کا اعتبار نہ کیا جائے، تو اس وقت تک رابطہ بھی نہیں ہوتا، اور احتمال ثانی یعنی مورد ایجاب وسلب پر دلالت کے لئے مستقل عبارت لانے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ جو لفظ دوسرے احتمال پر دلالت کرتا ہے وہ دلالت التزامی کے طور پر احتمال اول پر بھی دلالت کرتا ہے، یعنی جو لفظ نسبت کے وقوع یا لا وقوع پر دلالت کرتا ہے، وہی لفظ مورد ایجاب وسلب یعنی اذعان پر بھی دلالت کرتا ہے، گویا ایک لفظ دو جزء پر دلالت کرتا ہے، البتہ دونوں کے درمیان فرق صرف اتنا ہے کہ نسبت کی دلالت احتمال ثانی پر مطابقی ہے اور احتمال اول پر التزامی ہے، تو اس پوری تفصیل سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ قضیہ حملیہ کے اجزاء تین ہی ہیں، نہ کہ چار، لہٰذا یہ کہنا درست نہیں کہ حملیہ چار اجزاء سے مرکب ہے۔

ثُمَّ الرَّابِطَةُ اَدَاةٌ لِاَنَّهَا تَدُلُّ عَلَى النِّسْبَةِ الرَّابِطَةِ وَهِيَ غَيْرُ مُسْتَقِلَّةٍ لِتَوَقُّفِهَا عَلَى الْمَحْكُوْمِ عَلَيْهِ وَ بِهٖ لٰكِنَّهَا قَدْ تَكُوْنُ فِيْ قَالَبِ الْاِسْمِ كَهُوَ فِي الْمِثَالِ الْمَذْكُوْرِ وَ تُسَمّٰى غَيْرَ زَمَانِيَّةٍ وَ قَدْ تَكُوْنُ فِيْ قَالَبِ الْكَلِمَةِ كَكَانَ فِيْ قَوْلِنَا زَيْدٌ كَانَ قَائِمًا وَتُسَمّٰى زَمَانِيَّةً.

ترجمہ: پھر رابطہ اداۃ ہے، کیونکہ وہ نسبت رابطہ پر دلالت کرتا ہے، اور وہ غیر مستقل ہے، کیونکہ وہ محکوم علیہ اور محکوم بہ پر موقوف ہے، لیکن کبھی وہ اسم کی صورت میں ہوتا ہے جیسے ھو ہے مثال مذکور میں، اور اس کا نام غیر زمانیہ رکھا جاتا ہے، اور کبھی کلمہ کی صورت میں ہوتا ہے جیسے کان ہمارے قول زیدٌ کان قائمًا میں اور اس کا نام زمانیہ رکھا جاتا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارحؒ نے یہ بیان کیا ہے کہ (مناطقہ کی اصطلاح میں) رابطہ (کو) اداۃ (کہا جاتا) ہے کیونکہ نسبت رابطہ پر دلالت کرتا ہے، اور نسبت چونکہ غیر مستقل ہے، کیونکہ وہ محکوم علیہ اور محکوم بہ پر موقوف ہوتی ہے، اس وجہ سے اس نسبت پر دلالت کرنے والا لفظ بھی ایسا ہی ہونا چاہئے، جس کے معنیٰ غیر مستقل ہوں، اور وہ اداۃ ہے۔

رابطہ کی دو قسمیں ہیں: ۱-رابطہ زمانیہ۔ ۲-رابطہ غیر زمانیہ، رابطہ چونکہ کبھی بصورتِ فعل ہوتا ہے جیسے زید کان قائمًا لفظ کان افعال ناقصہ میں سے ہے، اور چونکہ افعال زمانہ پر دلالت کرتے ہیں، اس لئے اس کو رابطۂ زمانیہ کہتے ہیں، اور رابطہ کبھی اسم کی صورت میں ہوتا ہے، جیسے زید ھو قائمٌ میں لفظ ھو اسم ضمیر ہے، اور اسم چونکہ زمانہ پر دلالت نہیں کرتا اسی لئے اس کو رابطہ غیر زمانیہ کہتے ہیں، نیز یہ بھی یاد رہے کہ رابطہ غیر زمانیہ کے لئے کبھی افعال عامہ کے مشتقات بھی استعمال کئے جاتے ہیں، یعنی کائن، ثابت، موجود، سائر، ان کو اس لئے استعمال کیا جاتا ہے کہ ان میں دلالت علی الزمان کا لحاظ نہیں ہوتا، لہٰذا یہ مشتقات رابطہ غیر زمانیہ کے لئے مستعمل ہوتے ہیں۔

سوال: رابطہ کو تو اداۃ کہا جاتا ہے، اور اداۃ حرف ہے، تو معلوم ہوا کہ رابطہ حرف ہے، جب رابطہ حرف ہے تو پھر "ھو" جو کہ اسم ہے، کو رابطہ کے لئے کیوں استعمال کیا گیا؟

جواب: یہ ہے کہ جب علوم فلسفیہ یونانی زبان سے عربی میں منتقل کئے گئے، تو یونانی زبان کا عربی میں ترجمہ کرنے والوں نے عربی زبان میں رابطہ غیر زمانیہ کے لئے کوئی لفظ نہیں پایا، مجبور ہو کر "ھو" وغیرہ ضمائر کو رابطہ کے لئے استعمال فرمایا، اور اگر کوئی رابطہ غیر

زمانیہ عربی میں ہوتا تو وہ ضرور حرف ہوتا، پس یہ ہو وغیرہ وضع کے اعتبار سے اسم اور استعمال کے اعتبار سے حرف ہیں۔

نیز یہ بھی یاد رکھئے کہ جس طرح عربی زبان میں "ھو، ھما" وغیرہ کو رابطہ غیر زمانیہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اسی طرح فارسی میں "است" موجبہ میں اور "نیست" سالبہ اور یونانی زبان میں "استن" اور اردو میں "ہے" اور "نہیں" کو استعمال کیا جاتا ہے، رابطہ زمانیہ کے لئے عربی میں تمام افعال ناقصہ یعنی "کان، صار" وغیرہ اور فارسی میں "بود" اور اردو میں "تھا" کو استعمال کیا جاتا ہے۔

وَالْقَضِيَّةُ الْحَمْلِيَّةُ بِاعْتِبَارِ الرَّابِطَةِ اِمَّا ثُنَائِيَّةٌ اَوْ ثُلَاثِيَّةٌ لِاَنَّهَا اِنْ ذُكِرَتْ فِيْهَا الرَّابِطَةُ كَانَتْ ثُلَاثِيَّةً لِاشْتِمَالِهَا عَلٰى ثَلَاثَةِ اَلْفَاظٍ لِثَلٰثَةِ مَعَانٍ وَ اِنْ حُذِفَتْ لِشُعُوْرِ الذِّهْنِ بِمَعْنَاهَا كَانَتْ ثُنَائِيَّةً لِعَدَمِ اِشْتِمَالِهَا اِلَّا عَلٰى جُزْئَيْنِ بِاِزَاءِ مَعْنَيَيْنِ وَ قَوْلُهٗ قَدْ تُحْذَفُ فِيْ بَعْضِ اللُّغَاتِ اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّ اللُّغَاتِ مُخْتَلِفَةٌ فِيْ اِسْتِعْمَالِ الرَّابِطَةِ فَاِنَّ لُغَةَ الْعَرَبِ رُبَمَا تَسْتَعْمَلُ الرَّابِطَةَ وَرُبَمَا تَحْذِفُهَا بِشَهَادَةِ الْقَرَائِنِ الدَّالَّةِ عَلَيْهَا وَلُغَةُ الْيُوْنَانِ تُوْجِبُ ذِكْرَ الرَّابِطَةِ الزَّمَانِيَّةِ دُوْنَ غَيْرِهَا عَلٰى مَا نَقَلَهُ الشَّيْخُ وَ لُغَةُ الْعَجَمِ لَا تَسْتَعْمِلُ الْقَضِيَّةَ خَالِيَةً عَنْهَا اِمَّا بِلَفْظٍ كَقَوْلِهِمْ (هَسْت وَبُوْد) وَاَمَّا بِحَرْكَةٍ كَقَوْلِهِمْ زَيْدٌ دَبِيْرٌ بِالْكَسْرِ

ترجمہ: اور قضیہ حملیہ رابطہ کے اعتبار سے یا تو ثنائیہ ہے یا ثلاثیہ، کیونکہ اگر اس میں رابطہ ذکر کیا جائے تو وہ ثلاثیہ ہوگا، کیونکہ وہ تین معانی کے لئے تین الفاظ پر مشتمل ہے، اور اگر حذف کر دیا جائے، اس وجہ سے کہ ذہن کو اس کے معنی کا شعور ہو جاتا ہے، تو وہ ثنائیہ ہوگا، کیونکہ وہ دو معانی کے مقابلے میں صرف دو جزء پر مشتمل ہے، اور ماتن کا قول "قد تحذف في بعض اللغات" اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ زبانیں رابطہ کے استعمال کے بارے میں مختلف ہیں، چنانچہ لغت عرب کبھی رابطہ استعمال کرتی ہے، اور کبھی اس پر دلالت کرنے والے قرائن کی وجہ سے رابطہ کو حذف کر دیتی ہے، اور یونانی لغت رابطہ زمانیہ کے ذکر کو ضروری سمجھتی ہے، نہ کہ اس کے علاوہ کو، جیسا کہ شیخ نے نقل کیا ہے، اور عجمی لغت کوئی قضیہ رابطہ سے خالی استعمال کرتی ہی نہیں، خواہ لفظ کے ساتھ ہو، جیسے ان کا قول "ہست و بود" یا حرکت کے ساتھ ہو، جیسے زید دبیر (دال کے) کسرہ کے ساتھ۔

تشریح: اس عبارت میں شارحؒ نے قضیہ حملیہ کی اجزاء کے اعتبار سے تقسیم بیان کی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ رابطہ کے قضیہ میں مذکور ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے قضیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱-ثنائیہ ۲-ثلاثیہ، کیونکہ اگر رابطہ مذکور نہ ہو تو قضیہ کے اندر دو جزء ہونے کی وجہ سے اس کو ثنائیہ کہا جائے گا، جیسے زید قائمٌ اور اگر قضیہ میں رابطہ مذکور ہو تو قضیہ میں تین اجزاء ہونے کی وجہ سے اس کو ثلاثیہ کہا جائے گا۔ جیسے زید ھو قائمٌ۔

وجہ تسمیہ: ثنائیہ کو ثنائیہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس میں دو لفظ ہوتے ہیں جو دو معانی پر دلالت کرتے ہیں، ثلاثیہ اس قضیہ کو کہتے ہیں جس میں تین لفظ ہوں، چونکہ اس میں تین معانی کیلئے تین الفاظ موضوع، محمول، اور رابطہ ہوتے ہیں اس لئے اس کو ثلاثیہ کہا جاتا ہے۔

رابطہ کا استعمال: شارح فرماتے ہیں کہ رابطہ کے استعمال کے سلسلے میں لغتیں مختلف ہیں، چنانچہ عموماً رابطہ کو عربی زبان میں حذف کر دیا جاتا ہے، مگر مراد میں باقی رکھا جاتا ہے، جس پر حرکات اعرابیہ دلالت کرتی ہیں مثلاً زیدٌ قائمٌ دیکھئے اس مثال میں محکوم علیہ زید ہے، اور محکوم قائم ہے، اور ان کے درمیان نسبت پر دلالت کرنے والا لفظ مذکور نہیں ہے، بلکہ محکوم علیہ اور محکوم بہ کا اعراب

نسبت پر دلالت کرتا ہے، جس کا ترجمہ اردو میں ''ہے'' سے کیا جاتا ہے، اور کبھی رابطہ کو ذکر کر دیا جاتا ہے، جیسے زید ھو قائم' دیکھئے اس مثال میں زید محکوم علیہ ہے، اور قائم محکوم بہ ہے، اور ھو رابطہ ہے، جو نسبت پر دلالت کرتا ہے۔

اور شیخ کی نقل کے مطابق لغت یونان میں رابطہ زمانیہ کو ذکر کرنا واجب اور ضروری ہے، البتہ رابطہ غیر زمانیہ کو ذکر کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ کبھی اس کو ذکر کیا جاتا ہے اور کبھی حذف کر دیا جاتا ہے، اور لغت عجم میں قضیہ کو بغیر رابطہ کے استعمال ہی نہیں کیا جاتا، لیکن رابطہ لغت عجم میں کبھی تو لفظ سے ہوتا ہے جیسے ''ہست، نیست، شود، باشد'' اور کبھی حرکت سے جیسے ''زید دبیر، اس میں زید کے دال کا کسرہ رابطہ پر دلالت کرتا ہے، یہاں لغت عجم سے مراد فارسی لغت ہے، ایک وجہ یہ ہے کہ حضرات منطقیین حسب لغت عجم کا اطلاق کرتے ہیں، تو ذہن فارسی زبان ہی کی طرف سبقت کرتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ شارح نے لغت عجم میں رابطہ کی مثالیں فارسی زبان میں ذکر کی ہیں، تیسری وجہ یہ ہے کہ بعض نسخوں میں لغت العجم کے بجائے لغت فارسیہ ہے۔

اور اردو زبان میں رابطہ کو ہر حال میں ذکر کرنا ضروری ہے، رابطہ غیر زمانیہ کی مثال جیسے زید کھڑا ہے، اس مثال میں رابطہ لفظ ''ہے'' ہے، اور رابطہ زمانیہ کی مثال زید کھڑا تھا، اس میں رابطہ لفظ ''تھا'' ہے۔

قال وَهٰذِهِ النِّسْبَةُ اِنْ كَانَتْ نِسْبَةٌ بِهَا يَصِحُّ اَنْ يُقَالَ اِنَّ الْمَوْضُوْعَ مَحْمُوْلٌ فَالْقَضِيَّةُ مُوْجِبَةٌ كَقَوْلِنَا الْاِنْسَانُ حَيَوَانٌ وَ اِنْ كَانَتْ نِسْبَةٌ بِهَا يَصِحُّ اَنْ يُقَالَ اِنَّ الْمَوْضُوْعَ لَيْسَ بِمَحْمُوْلٍ فَالْقَضِيَّةُ سَالِبَةٌ كَقَوْلِنَا الْاِنْسَانُ لَيْسَ بِحَجَرٍ **اَقُوْلُ** هٰذَا تَقْسِيْمٌ ثَانٍ لِلْحَمْلِيَّةِ بِاِعْتِبَارِ النِّسْبَةِ الْحُكْمِيَّةِ الَّتِيْ هِيَ مَدْلُوْلُ الرَّابِطَةِ فَتِلْكَ النِّسْبَةُ اِنْ كَانَتْ نِسْبَةٌ بِهَا يَصِحُّ اَنْ يُقَالَ اِنَّ الْمَوْضُوْعَ مَحْمُوْلٌ كَانَتِ الْقَضِيَّةُ مُوْجِبَةً كَنِسْبَةِ الْحَيَوَانِ اِلَى الْاِنْسَانِ فَاِنَّهَا نِسْبَةٌ ثُبُوْتِيَّةٌ مُصَحِّحَةٌ لِاَنْ يُقَالَ اَلْاِنْسَانُ حَيَوَانٌ وَاِنْ كَانَتْ نِسْبَةً بِهَا يَصِحُّ اَنْ يُقَ اِنَّ الْمَوْضُوْعَ لَيْسَ بِمَحْمُوْلٍ فَالْقَضِيَّةُ سَالِبَةٌ كَنِسْبَةِ الْحَجَرِ اِلَى الْاِنْسَانِ فَاِنَّهَا نِسْبَةٌ سَلْبِيَّةٌ بِهَا يَصِحُّ اَنْ يُقَ الْاِنْسَانُ لَيْسَ بِحَجَرٍ وَهٰذَا لَايَشْمَلُ الْقَضَايَا الْكَاذِبَةَ فَاِنَّهُ اِذَا قُلْنَا اَلْاِنْسَانُ حَجَرٌ كَانَتِ الْقَضِيَّةُ مُوْجِبَةً وَالنِّسْبَةُ الَّتِيْ هِيَ فِيْهَا لَا يَصِحُّ بِهَا اَنْ يُقَ اَلْاِنْسَانُ حَجَرٌ وَ كَذٰلِكَ اِذَا قُلْنَا اَلْاِنْسَانُ لَيْسَ بِحَيَوَانٍ كَانَتِ الْقَضِيَّةُ سَالِبَةً وَ النِّسْبَةُ الَّتِيْ هِيَ فِيْهَا لَيْسَتْ نِسْبَةً بِحَيْثُ يَصِحُّ اَنْ يُقَ اَلْاِنْسَانُ لَيْسَ بِحَيَوَانٍ فَالصَّوَابُ اَنْ يُقَ الْحُكْمُ فِي الْقَضِيَّةِ اِمَّا بِاَنَّ الْمَوْضُوْعَ مَحْمُوْلٌ اَوْ بِاَنَّ الْمَوْضُوْعَ لَيْسَ بِمَحْمُوْلٍ اَوْ يُقَ اَلْحُكْمُ فِيْهَا اِمَّا بِاِيْقَاعِ النِّسْبَةِ اَوْ بِانْتِزَاعِهَا وَ ذٰلِكَ ظ۔

ترجمہ: ماتن نے کہا اور یہ نسبت اگر ایسی نسبت ہو کہ اس کی وجہ سے یہ کہنا صحیح ہو کہ موضوع محمول ہے تو قضیہ موجبہ ہے جیسے ہمارا قول الانسان حیوان (انسان حیوان ہے) اور اگر نسبت ایسی ہو کہ اسکی وجہ سے یہ کہنا صحیح ہو کہ موضوع محمول نہیں ہے، تو قضیہ سالبہ ہے، جیسے ہمارا قول الانسان لیس بحجر، (انسان پتھر نہیں ہے) میں کہتا ہوں کہ یہ حملیہ کی دوسری تقسیم ہے، اس نسبت حکمیہ کے اعتبار سے جو رابطہ کی مدلول ہے، پس وہ نسبت اگر ایسی نسبت ہو، کہ اس کی وجہ سے یہ کہنا صحیح ہو کہ موضوع محمول ہے تو قضیہ موجبہ ہے جیسے حیوان کی نسبت انسان کی طرف، کیونکہ یہ نسبت ثبوتی ہے، اور اس قول کو صحیح قرار دینے والی ہے، کہ انسان حیوان ہے، اور اگر نسبت ایسی ہو کہ اس کی وجہ سے یہ کہا جانا صحیح ہو کہ موضوع محمول

نہیں ہے تو قضیہ سالبہ ہے، جیسے پتھر کی نسبت انسان کی طرف، پس بیشک یہ سلبی نسبت ہے، جس کی وجہ سے یہ کہا جانا صحیح ہے کہ انسان پتھر نہیں ہے، اور یہ قضایا کاذبہ کو شامل نہیں ہے، اس لئے کہ جب ہم کہیں الانسان حجر، تو قضیہ موجبہ ہوگا، حالانکہ وہ نسبت جو اس میں ہے اس کی وجہ سے یہ کہا جانا صحیح نہیں کہ انسان پتھر ہے، اور اسی طرح جب ہم کہیں الانسان لیس بحیوان تو قضیہ سالبہ ہوگا، اور وہ نسبت جو اس میں ہے وہ ایسی نسبت نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے یہ کہا جانا صحیح ہو کہ انسان حیوان نہیں ہے، پس درست یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ قضیہ میں یا تو یوں ہوگا کہ موضوع محمول ہے یا یوں ہوگا کہ موضوع محمول نہیں ہے، یا کہا جائے کہ حکم اس میں یا تو ایقاع نسبت کا ہوگا یا انتزاع نسبت کا، اور یہ ظاہر ہے۔

تشریح: اس عبارت کی تشریح سے پہلے یہ بات ذہن میں نقش کر لیجئے کہ قضیہ حملیہ کی چھ تقسیمات ہیں، ہر تقسیم کے تحت بہت سے اقسام ہیں، اور ہر تقسیم کی اقسام آپس میں جمع نہیں ہوتیں، مگر دو تقسیموں کی اقسام ایک ساتھ جمع ہو سکتی ہیں۔

۱- قضیہ حملیہ کے اجزاء کے اعتبار سے ہے۔ ۲- نسبت کے اعتبار سے۔ ۳- موضوع کے حال کے اعتبار سے۔ ۴- موضوع کے وجود کے اعتبار سے۔ ۵- حرف سلب کے قضیہ کا جزء ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے۔ ۶- قضیہ میں جہت کے مذکور ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے۔ اس سے پہلے مصنفؒ نے اجزاء قضیہ کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی دو قسمیں بیان کیں۔ ۱- ثنائیہ۔ ۲- ثلاثیہ۔

اب یہاں سے نسبت حکمیہ کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی قسمیں بیان کر رہے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ نسبت حکمیہ کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱- موجبہ۔ ۲- سالبہ۔

قضیہ حملیہ موجبہ کی تعریف: موجبہ وہ قضیہ حملیہ ہے جس میں ایسی نسبت ہو کہ اس کی وجہ سے یہ کہنا صحیح ہو کہ موضوع محمول ہے، جیسے الانسان حیوان (انسان حیوان ہے) اس مثال میں انسان موضوع ہے اور حیوان محمول ہے، اور اس میں حیوان کی نسبت انسان کی طرف اس طور پر ہے کہ یہ کہنا صحیح ہے کہ انسان حیوان ہے۔ لہٰذا الانسان حیوانٌ قضیہ حملیہ موجبہ ہے۔

قضیہ حملیہ سالبہ کی تعریف: سالبہ وہ قضیہ حملیہ ہے جس میں ایسی نسبت ہو کہ اس کی وجہ سے یہ کہنا صحیح ہو کہ موضوع محمول نہیں ہے جیسے الانسان لیس بحجرٍ (انسان پتھر نہیں ہے) اس مثال میں حجر کی نسبت انسان کی طرف سلبی ہے، جس کی وجہ سے یہ کہنا صحیح ہے کہ انسان پتھر نہیں ہے۔

وھذا لایشمل القضایا الکاذبۃ اس عبارت سے شارحؒ نے ماتن کی ذکر کردہ موجبہ اور سالبہ کی تعریف پر اعتراض کیا ہے کہ ماتن نے موجبہ اور سالبہ کی جو تعریفیں کی ہیں وہ اپنے افراد کو جامع نہیں، دلیل یہ ہے کہ الانسان حجر یہ قضیہ موجبہ ہے لیکن موجبہ کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی کیونکہ انسان اور حجر کے درمیان ایسی نسبت نہیں ہے جس کی وجہ سے الانسان حجر کہنا صحیح ہو، [اسی] طرح الانسان لیس بحیوانٍ سالبہ ہے لیکن سالبہ کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی، کیونکہ انسان اور حیوان کے درمیان ایسی [نسب]ت نہیں ہے جس کی وجہ سے یہ کہا جاسکے کہ انسان حیوان نہیں ہے، اس لئے کہ جو انسان ہوگا وہ حیوان بھی ضرور ہوگا، تو معلوم ہوا کہ [مو]جبہ اور سالبہ کی تعریفیں اپنے افراد کو جامع نہیں۔

اس اعتراض کے مختلف جوابات دیے گئے ہیں مگر وہ جوابات تکلف اور خلاف متبادر سے خالی نہیں ہیں، اس لئے شارح [نے الصو]اب کہہ کر صحیح جواب کی نشاندہی کی ہے، اور اس اشکال کے دو جواب دیے ہیں:

۱- پہلا جواب یہ ہے کہ موجبہ اور سالبہ کی تعریفوں سے لفظ "یصح" کو حذف کر دیا جائے اور تعریف اس طرح کی جائے کہ قضیہ میں اگر ایسا حکم ہو کہ یوں کہا جا سکے کہ موضوع محمول ہے، تو یہ قضیہ موجبہ ہے اور اگر حکم یہ ہو کہ موضوع محمول نہیں ہے تو سالبہ ہے۔

۲- دوسرا جواب یہ ہے کہ تعریفات سے لفظ "یصح" کی قید حذف کر کے اس طرح تعریف کی جائے کہ اگر قضیہ میں حکم نسبت کے ایقاع یعنی ایجاب کا ہو تو وہ موجبہ ہے، اور اگر حکم نسبت کے انتزاع کا ہو تو وہ سالبہ ہے، اب یہ تعریفات قضایا صادقہ اور کاذبہ دونوں کو شامل ہو جائیں گی، اور تعریفات اپنے افراد کو جامع ہو جائیں گی کسی قسم کا کوئی اعتراض وارد نہیں ہوگا۔

سوال: دونوں جوابوں میں کیا فرق ہے جبکہ دونوں جوابوں کا حاصل ایک ہی ہے؟

جواب: دونوں، جوابوں کا حاصل اگرچہ ایک ہی ہے، لیکن ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ پہلے جواب میں لفظ "حکم" وقوع یا لاوقوع کے معنیٰ میں ہے، اور دوسرے جواب میں "حکم" تصدیق کے معنیٰ میں ہے۔

قَالَ وَمَوْضُوْعُ الْحَمْلِيَّةِ اِنْ كَانَ شَخْصًا مُعَيَّنًا سُمِّيَتْ مَخْصُوْصَةً وَ شَخْصِيَّةً وَ اِنْ كَانَ كُلِّيًّا فَاِنْ بُيِّنَ فِيْهَا كَمِّيَّةُ اَفْرَادِ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ الْحُكْمُ وَ يُسَمَّى اللَّفْظُ الدَّالُّ عَلَيْهَا سُوْرًا سُمِّيَتْ مَحْصُوْرَةً وَ مُسَوَّرَةً وَهِيَ اَرْبَعٌ لِاَنَّهُ اِنْ بُيِّنَ فِيْهَا اَنَّ الْحُكْمَ عَلٰى كُلِّ الْاَفْرَادِ فَهِيَ الْكُلِّيَّةُ وَهِيَ اِمَّا مُوْجَبَةٌ وَ سُوْرُهَا كُلٌّ كَقَوْلِنَا كُلُّ نَارٍ حَارَّةٌ وَ اِمَّا سَالِبَةٌ وَ سُوْرُهَا لَاشَيْءَ وَ لَاوَاحِدَ كَقَوْلِنَا لَاشَيْءَ اَوْ لَاوَاحِدَ مِنَ النَّاسِ بِجَمَادٍ وَاِنْ بُيِّنَ فِيْهَا اَنَّ الْحُكْمَ عَلٰى بَعْضِ الْاَفْرَادِ فَهِيَ الْجُزْئِيَّةُ وَهِيَ اِمَّا مُوْجَبَةٌ وَ سُوْرُهَا بَعْضٌ وَ وَاحِدٌ كَقَوْلِنَا بَعْضُ الْحَيَوَانِ اَوْ وَاحِدٌ مِنَ الْحَيَوَانِ اِنْسَانٌ وَ اِمَّا سَالِبَةٌ وَ سُوْرُهَا لَيْسَ كُلٌّ وَ لَيْسَ بَعْضٌ وَ بَعْضُ لَيْسَ كَقَوْلِنَا لَيْسَ كُلُّ حَيَوَانٍ اِنْسَانًا وَلَيْسَ بَعْضُ الْحَيَوَانِ بِاِنْسَانٍ وَ بَعْضُ الْحَيَوَانِ لَيْسَ بِاِنْسَانٍ

ترجمہ: ماتن نے کہا، اور حملیہ کا موضوع اگر شخص معین ہو تو اس کا نام مخصوصہ اور شخصیہ رکھا جاتا ہے، اور اگر کلی ہو، پس اگر اس میں ان افراد کی مقدار بیان کر دی گئی ہو، جن پر حکم صادق ہے اور اس پر دلالت کرنے والے لفظ کا نام سور رکھا جاتا ہے، تو قضیہ کو محصورہ اور مسورہ کہا جاتا ہے، اور یہ چار ہیں، اس لئے کہ اگر اس میں یہ بیان کیا گیا ہو کہ حکم تمام افراد پر ہے تو وہ کلیہ ہے، اور وہ یا تو موجبہ ہے اور اس کا سور (لفظ) کل ہے، جیسے ہمارا قول کل نار حارۃ (ہر آگ گرم ہے) یا سالبہ ہے اور اس کا سور لاشیٔ اور لاواحد ہے، جیسے ہمارا قول لاشیٔ یا لاواحد من الناس بجمادٍ (انسان میں سے کوئی جماد نہیں ہے) اور اگر اس میں یہ بیان کیا گیا ہو کہ حکم بعض افراد پر ہے تو وہ جزئیہ ہے، اور وہ یا تو موجبہ ہے اور اس کا سور بعض اور واحد ہے، جیسے ہمارا قول بعض الحیوان یا واحد من الحیوان انسان (بعض حیوان یا کوئی حیوان انسان ہے) یا سالبہ ہے اور اس کا سور لیس کل، لیس بعض اور بعض لیس ہے، جیسے ہمارا قول لیس کل حیوانٍ إنسانًا (ہر حیوان انسان نہیں ہے) ولیس بعض الحیوان بانسان (اور بعض حیوان انسان نہیں ہے) وبعض الحیوان لیس بانسان (اور بعض حیوان انسان نہیں ہے)۔

تشریح: عبارت کی تشریح شارح قطب الدین کی تشریح میں ملاحظہ فرمائیے۔

اَقُوْلُ هٰذَا تَقْسِيْمٌ ثَالِثٌ لِلْحَمْلِيَّةِ بِاِعْتِبَارِ الْمَوْضُوْعِ فَمَوْضُوْعُ الْحَمْلِيَّةِ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ جُزْئِيًّا اَوْ كُلِّيًّا فَاِنْ كَانَ جُزْئِيًّا سُمِّيَتِ الْقَضِيَّةُ شَخْصِيَّةً وَ مَخْصُوْصَةً اِمَّا مُوْجَبَةٌ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ اِنْسَانٌ وَ اِمَّا سَالِبَةٌ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ لَيْسَ بِحَجَرٍ اَمَّا تَسْمِيَتُهَا شَخْصِيَّةً فَلِاَنَّ مَوْضُوْعَهَا شَخْصٌ مُعَيَّنٌ وَ اَمَّا تَسْمِيَتُهَا مَخْصُوْصَةً فَلِخُصُوْصِ مَوْضُوْعِهَا وَ لَمَّا كَانَ هٰذَا التَّقْسِيْمُ بِاِعْتِبَارِ الْمَوْضُوْعِ لُوْحِظَ فِيْ اَسَامِي الْاَقْسَامِ حَالَ الْمَوْضُوْعِ وَ اِنْ كَانَ كُلِّيًّا فَاِمَّا اَنْ يُبَيَّنَ فِيْهَا كَمِّيَّةُ اَفْرَادِ الْمَوْضُوْعِ مِنَ الْكُلِّيَّةِ وَ الْبَعْضِيَّةِ اَوْ لَا يُبَيَّنَ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ یہ حملیہ کی تیسری تقسیم موضوع کے اعتبار سے ہے، پس حملیہ کا موضوع یا تو یہ کہ جزئی ہوگا یا کلی، پس اگر جزئی ہو تو قضیہ کا نام شخصیہ اور مخصوصہ رکھا جاتا ہے، یا تو موجبہ ہوگا جیسے ہمارا قول زیدٌ انسانٌ (زید انسان ہے) یا سالبہ ہوگا جیسے ہمارا قول زید لیس بحجر (زید پتھر نہیں ہے) بہر حال اس کا نام شخصیہ رکھنا تو اس وجہ سے ہے کہ اس کا موضوع شخص معین ہے، اور بہر حال اس کا نام مخصوصہ رکھنا تو اس وجہ سے ہے کہ اس کا موضوع مخصوص ہے، اور چونکہ یہ تقسیم موضوع کے اعتبار سے ہے تو اقسام کا نام رکھنے میں موضوع کے حال کا لحاظ کیا گیا ہے، اور اگر (حملیہ کا موضوع) کلی ہو، پس یا تو اس میں کلیت اور بعضیت کے اعتبار سے افرادِ موضوع کی مقدار بیان کی جائے گی یا (افرادِ موضوع کی مقدار) بیان نہیں کی جائے گی۔

تشریح: عبارت ماتن کی تشریح کرتے ہوئے شارح نے بیان کیا ہے کہ یہ قضیہ حملیہ کی تیسری تقسیم موضوع کے اعتبار سے ہے، موضوع کے اعتبار سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان قسموں کا تعلق صرف موضوع سے ہے، یعنی موضوع جیسا ہوگا ویسا ہی نام رکھ دیا جائے گا، چنانچہ موضوع کے اعتبار سے قضیہ کی چار قسمیں ہیں: ۱-شخصیہ اور مخصوصہ ۲-طبعیہ ۳-محصورہ اور سورہ ۴-مہملہ۔

سوال: قضیہ حملیہ کی موضوع کے اعتبار سے چار ہی قسمیں کیوں ہوئیں اس سے زیادہ یا اس سے کم کیوں نہیں ہوئیں؟

جواب: چونکہ دلیل حصر سے چار قسمیں نکلتی ہیں، اس لئے چار قسمیں ہوئیں۔

دلیل حصر: یہ ہے کہ حملیہ کا موضوع دو حال سے خالی نہیں یا تو جزئی ہوگا یا کلی، اول کو قضیہ شخصیہ مخصوصہ کہتے ہیں، اور اگر کلی ہو تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو موضوع کے افراد پر حکم ہوگا یا افراد پر حکم نہیں ہوگا اگر افراد پر حکم نہ ہو تو اس کو قضیہ طبعیہ کہتے ہیں، اور اگر افراد پر حکم ہو تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو افراد کی مقدار، کلّیت اور بعضیت کے اعتبار سے بیان کی جائے گی یا نہیں، اگر افراد کی مقدار بیان کی جائے گی تو اس کو قضیہ محصورہ کہتے ہیں اور اگر افراد کی مقدار بیان نہ کی جائے تو اس کو مہملہ کہتے ہیں۔

اب ان میں سے ہر ایک کی تعریفات، مثالیں اور وجہ تسمیہ ملاحظہ ہو، اس قال میں چونکہ صرف شخصیہ کو بیان کیا گیا ہے اور بقیہ وا گلے قال کے ضمن میں۔ اس لئے یہاں ان ہی دو کی اور توضیح کی جاتی ہے، تشریح مندرجہ بالا عبارت میں چونکہ صرف شخصیہ کا ذکر ہے اس لئے یہاں اسی کو بیان کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد محصورہ کی تشریح کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

شخصیہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس کا موضوع شخص معین ہو، یعنی جزئی حقیقی ہو، جیسے زیدٌ انسانٌ دیکھئے اس مثال میں زید موضوع ہے، جو شخص معین اور مخصوص ہے اس کا اطلاق بہت سے افراد پر نہیں ہوتا ہے، لہٰذا زید انسان شخصیہ اور مخصوصہ ہے، پھر قضیہ حملیہ شخصیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱-موجبہ ۲-سالبہ، اگر محمول کو موضوع کے لئے ثابت کیا گیا ہو تو اس کو موجبہ کہتے ہیں، اس کی مثال

گزر چکی، اور اگر موضوع سے محمول کی نفی کی گئی ہو تو اس کو سالبہ کہا جاتا ہے، جیسے زید لیس بحجرٍ، (زید پتھر نہیں ہے) دیکھئے اس مثال میں زید سے پتھر ہونے کی نفی کی گئی ہے، اور کہا گیا ہے کہ زید پتھر نہیں ہے، لہٰذا زید لیس بحجر شخصیہ سالبہ ہے۔

وجہ تسمیہ: قضیہ شخصیہ کو شخصیہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا موضوع شخص معین ہوتا ہے اور مخصوصہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا موضوع خاص ہوتا ہے۔ **سوال:** وہ قضیہ جس کا موضوع جزئی ہو اس کا نام شخصیہ کیوں رکھا علم کیوں نہیں رکھا، تا کہ یہ ھذا عالم اور انا قائم جیسی مثالوں کو بھی شامل ہو جاتا؟ **جواب:** یہ ہے کہ علم چونکہ حقیقتاً لفظ ہوتا ہے اور مناطقہ کی توجہ چونکہ معانی کی طرف ہوتی ہے نہ کہ لفظ کی طرف اس لئے اس قضیہ کا نام علم نہیں رکھا۔

وَ اللَّفْظُ الدَّالُّ عَلَيْهَا اَیْ عَلٰى كَمِّيَّةِ الْاَفْرَادِ يُسَمّٰى سُوْرًا اُخِذَ مِنْ سُوْرِ الْبَلَدِ كَمَا اَنَّهٗ يُحْصَرُ الْبَلَدَ وَ يُحِيْطُ بِهٖ كَذٰلِكَ اللَّفْظُ الدَّالُّ عَلٰى كَمِّيَّةِ الْاَفْرَادِ يُحْصَرُهَا وَ يُحِيْطُ بِهَا فَاِنْ بُيِّنَ فِيْهَا كَمِّيَّةُ اَفْرَادِ الْمَوْضُوْعِ سُمِّيَتْ الْقَضِيَّةُ مَحْصُوْرَةً وَ مُسَوَّرَةً اَمَّا اَنَّهَا مَحْصُوْرَةٌ فَلِحَصْرِ اَفْرَادِ مَوْضُوْعِهَا وَ اَمَّا اَنَّهَا مُسَوَّرَةٌ فَلِاشْتِمَالِهَا عَلَى السُّوْرِ وَهِیَ اَیْ الْمَحْصُوْرَةُ اَرْبَعَةُ اَقْسَامٍ لِاَنَّ الْحُكْمَ فِيْهَا اِمَّا عَلٰى كُلِّ الْاَفْرَادِ وَعَلٰى بَعْضِهَا وَ اَيًّامَا كَانَ فَاَمَّا بِالْاِيْجَابِ اَوْ بِالسَّلْبِ فَاِنْ كَانَ الْحُكْمُ فِيْهَا عَلٰى كُلِّ الْاَفْرَادِ فَهِیَ كُلِّيَّةٌ اِمَّا مُوْجِبَةٌ وَ سُوْرُهَا كُلٌّ اَیْ كُلُّ وَاحِدٍ وَاحِدٍ لَا اَلْكُلُّ الْمَجْمُوْعِیُّ كَقَوْلِنَا كُلُّ نَارٍ حَارَّةٌ اَیْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْ اَفْرَادِ النَّارِ حَارَّةٌ وَ اِمَّا سَالِبَةٌ وَ سُوْرُهَا لَا شَیْءَ وَ لَا وَاحِدَ كَقَوْلِنَا لَا شَیْءَ اَوْ لَا وَاحِدَ مِنَ النَّاسِ بِجَمَادٍ وَاِنْ كَانَ الْحُكْمُ فِيْهَا عَلٰى بَعْضِ الْاَفْرَادِ فَهِیَ جُزْئِيَّةٌ اِمَّا مُوْجِبَةٌ وَ سُوْرُهَا بَعْضٌ وَ وَاحِدٌ كَقَوْلِنَا بَعْضُ الْحَيَوَانِ اَوْ وَاحِدٌ مِنَ الْحَيَوَانِ اِنْسَانٌ اَیْ بَعْضُ اَفْرَادِ الْحَيَوَانِ اَوْ وَاحِدٌ مِنْ اَفْرَادِهٖ اِنْسَانٌ وَ اِمَّا سَالِبَةٌ وَ سُوْرُهَا لَيْسَ كُلٌّ وَ لَيْسَ بَعْضٌ وَ بَعْضٌ لَيْسَ كَقَوْلِنَا لَيْسَ كُلُّ حَيَوَانٍ اِنْسَانًا وَ لَيْسَ بَعْضُ الْحَيَوَانِ اِنْسَانًا وَ بَعْضُ الْحَيَوَانِ لَيْسَ بِاِنْسَانٍ.

ترجمہ: اور وہ لفظ جو افراد کی مقدار پر دلالت کرے اس کا نام سور رکھا جاتا ہے، جو سور البلد سے ماخوذ ہے، جیسا کہ وہ شہر کو محیط اور گھیرے ہوئے ہوتی ہے، اسی طرح وہ لفظ جو افراد کی مقدار پر دلالت کرتا ہے وہ افراد کا احاطہ اور احصار کر لیتا ہے، پس اگر اس میں موضوع کے افراد کی مقدار بیان کر دی جائے تو قضیہ کا نام محصورہ اور مسورہ رکھا جاتا ہے، بہر حال وہ محصورہ تو اس لئے ہے کہ اس میں اس کے موضوع کے افراد کا حصر ہوتا ہے، اور بہر حال مسورہ تو اس لئے کہ وہ "سور" پر مشتمل ہوتا ہے، اور وہ یعنی محصورہ چار قسم پر ہے، اس لئے کہ اس میں تمام افراد پر حکم ہوگا یا بعض پر اور جونسی بھی صورت ہو یا تو ایجاب (کا حکم) ہوگا یا سلب (کا حکم) ہوگا، پس اگر اس میں تمام افراد پر حکم ہو تو وہ کلیہ ہے یا تو موجبہ ہے اور اس کا سور "کل" ہے، یعنی کل واحد واحد ہے، نہ کہ کل مجموعی، جیسے ہمارا قول کل نار حارۃ یعنی آگ کے افراد میں سے ہر فرد گرم ہے، یا سالبہ ہے اور اس کا سور "لاشئ او لا واحد" ہے جیسے ہمارا قول لاشئ یا لا واحد من الناس بجمادٍ، اور اگر اس میں بعض افراد پر حکم ہو تو وہ جزئیہ ہے، یا تو موجبہ ہے اور اس کا سور بعض اور واحد ہے، جیسے ہمارا قول بعض الحیوان یا واحدٌ من الحیوان انسان یعنی حیوان کے بعض افراد یا حیوان کے افراد میں سے ایک انسان ہے، اور یا سالبہ ہے اور اس کا سور "لیس کل، لیس بعض اور بعض لیس" ہے جیسے ہمارا قول لیس کل

حیوان انسانًا (ہر حیوان انسان نہیں ہے) اور لیس بعض الحیوان إنسانًا (اور بعض حیوان انسان نہیں ہیں) اور بعض الحیوان لیس بانسان (بعض حیوان انسان نہیں ہیں)۔

تشریح: اس عبارت میں شارحؒ نے افراد کی مقدار پر دلالت کرنے والے الفاظ کا نام محصورہ کی تعریف، اقسام اور ان کی مثالیں بیان کی ہیں، چنانچہ شارح نے فرمایا کہ وہ الفاظ جو افراد کی مقدار پر دلالت کرتے ہیں (اصطلاحِ مناطقہ میں) انکو سور کہا جاتا ہے، اور یہ سور البلد سے ماخوذ ہے، اور سور البلد کے معنیٰ شہر کی چہار دیواری کے آتے ہیں، جو شہر کو گھیرے رہتی ہے، اور پورے شہر کا احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہے۔ جیسے شہر پناہ اور قلعہ کہا جاتا ہے، سور البلد اور وہ سور جو افراد کی مقدار پر دلالت کرتی ہے، ان دونوں کے درمیان مناسبت یہ ہے کہ جس طرح سور البلد پورے شہر کا احاطہ کرلیتی ہے کہ کوئی اگر اس کے اندر سے نکلنا چاہے یا اسکے اندر کوئی آنا چاہے تو دروازہ کے علاوہ ہر جگہ سے نہ آسکتا ہے اور نہ جاسکتا ہے، اسی طرح وہ الفاظ جو اپنے موضوع کے افراد پر دلالت کرتے ہیں وہ بھی موضوع کے افراد کو اس طرح گھیر لیتے ہیں کہ کوئی فرد نہ اس سے نکل سکتا ہے اور نہ دوسرے افراد اس کے اندر داخل ہو سکتے ہیں، اس لئے ان کو سور کہا جاتا ہے۔

محصورہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس کا موضوع کلی ہو اور حکم کلی کے افراد پر لگایا گیا ہو، اور کلیت اور بعضیت کے اعتبار سے افراد کی مقدار بیان کی گئی ہو، جیسے کُلُّ انسان حیوانٌ اور بعض الحیوانِ انسانٌ دیکھئے ان دو مثالوں میں سے پہلی مثال میں حیوان ہونے کا حکم انسان کے ہر ہر فرد پر لگایا گیا ہے اور دوسری مثال میں انسان ہونے کا حکم حیوان کے بعض افراد پر لگایا گیا ہے، لہٰذا پہلی مثال اس صورت کی ہے جس میں افراد کی مقدار اور کلیت کے اعتبار سے بیان کی گئی ہے، اور دوسری مثال میں بعضیت کے اعتبار سے افراد کی مقدار بیان کرنے کی ہے، قضیہ محصورہ کا دوسرا نام مسورہ ہے۔

وجہ تسمیہ: اس کو محصورہ اس لئے کہتے ہیں، یہ حصر سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، حصر کے معنیٰ ہیں، گھیر لینا، یہ قضیہ بھی موضوع کے افراد کو گھیر لیتا ہے، اور مسورہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس قضیہ میں سور یعنی کل اور بعض وغیرہ استعمال کیا جاتا ہے۔

محصورہ کی اقسام

شارح فرماتے ہیں کہ محصورہ کی چار اقسام ہیں: ۱-موجبہ کلیہ ۲-موجبہ جزئیہ ۳-سالبہ کلیہ ۴-سالبہ جزئیہ۔

دلیل حصر: یہ ہے کہ قضیہ محصورہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اس میں حکم کسی شئ کے ثبوت کا ہوگا یا سلب کا اور اگر حکم ثبوت کا ہو تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ حکم موضوع کے تمام افراد پر لگایا گیا ہوگا یا بعض افراد پر اگر تمام افراد پر حکم لگایا گیا ہو تو یہ موجبہ کلیہ ہے اور اگر بعض افراد پر حکم ہو تو یہ موجبہ جزئیہ ہے، اور اگر حکم سلب کا ہو تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو سلب کا حکم تمام افراد پر ہوگا یا بعض افراد پر اگر تمام افراد پر سلب کا حکم لگایا گیا ہو تو یہ سالبہ کلیہ ہے، اور اگر بعض افراد پر سلب کا حکم ہو تو یہ سالبہ جزئیہ ہے، اب ہر ایک کی تعریفیں اور مثالیں ملاحظہ فرمایئے۔

موجبہ کلیہ: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں موضوع کے تمام افراد پر محمول کا حکم لگایا گیا ہو، جیسے کل انسان حیوانٌ دیکھئے اس مثال میں حیوان ہونے کا حکم انسان کے تمام افراد پر لگایا گیا ہے، لہٰذا یہ قضیہ محصورہ موجبہ کی مثال ہے۔

موجبہ جزئیہ: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں موضوع کے بعض افراد پر محمول کا حکم لگایا گیا ہو، جیسے بعض الانسان اسود، دیکھئے اس مثال میں حیوان کے بعض افراد پر کالا ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، لہٰذا یہ موجبہ جزئیہ کی مثال ہے۔

سالبہ کلیہ: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں موضوع کے تمام افراد سے حکم کی نفی کی گئی ہو، جیسے لاشئ من الزنجی بابیض (کوئی حبشی سفید نہیں ہے) دیکھئے اس مثال میں حبشی کے تمام افراد سے سفید ہونے کی نفی کی گئی ہے، کہ کوئی بھی حبشی سفید نہیں ہوتا، بلکہ سب سیاہ اور کالے ہوتے ہیں، لہٰذا یہ سالبہ کلیہ کی مثال ہے۔

سالبہ جزئیہ: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں موضوع کے بعض افراد سے محمول کے حکم کی نفی کی گئی ہے، جیسے بعض الانسان لیس باسود (بعض انسان کالے نہیں ہیں) دیکھئے اس مثال میں انسان کے بعض افراد سے کالا ہونے کی نفی کی گئی ہے، لہٰذا یہ سالبہ جزئیہ کی مثال ہے۔

محصورات اربعہ کے اسوار

موجبہ کلیہ کا سور: لفظ "کل" ہے، اور کل کی تین قسمیں ہیں: ۱-کل کلی ۲-کل مجموعی ۳-کل افرادی۔

کل کلی: وہ کلی ہے جس کے مدخول سے نہ کل افراد مراد ہوں اور نہ کل اجزاء، بلکہ وہ کل جس پر داخل ہوتا ہے وہ قضیہ طبعیہ بنتا ہے، جیسے کل حیوان جنس، دیکھئے اس مثال میں نفس طبیعت پر حکم لگایا گیا ہے۔

کل مجموعی: وہ کل ہے جس کے مدخول سے تمام اجزاء مراد ہوں، جیسے کل انسانٍ لایشبعہ ہذا الرغیف، (مجموعۂ انسان کو یہ روٹی سیراب نہیں کرسکتی)۔

کل افرادی: وہ کل ہے جس کے مدخول سے تمام افراد مراد ہوں، جیسے کل انسانٍ حیوانٌ (ہر انسان حیوان ہے) دیکھئے اس مثال میں حیوان کے تمام افراد پر حیوان ہونے کا حکم لگایا گیا ہے۔

ای کل واحد واحد - اس عبارت میں شارحؒ نے یہ بیان کیا ہے کہ موجبہ کلیہ کا سور کل افرادی ہے نہ کہ کل مجموعی (اور کل کلی)۔

اب رہا یہ سوال کہ موجبہ کلیہ کا سور کل افرادی کیوں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ موجبہ کلیہ میں محمول کے ثبوت کا حکم موضوع کے تمام افراد پر لگایا جاتا ہے، اور کل افرادی بھی چونکہ اپنے مدخول کے تمام افراد پر دلالت کرتا ہے اس لئے موجبہ کلیہ کا سور کل افرادی ہے نہ کہ کل مجموعی، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے مثلاً کل نار حارّۃ (آگ کا ہر ہر فرد گرم ہے) دیکھئے اس مثال میں گرم ہونے کا حکم آگ کے ہر ہر فرد پر لگایا گیا ہے کہ آگ کے تمام افراد گرم ہیں، آگ کا کوئی فرد اس حکم سے نکل نہیں سکتا۔

سالبہ کلیہ کا سور: لاشئ اور لاواحد ہے، جیسے لاشئ من الناس بجمادٍ، لاواحد من الناس بجمادٍ، (لوگوں میں سے کوئی جماد نہیں ہے) دیکھئے اس مثال میں انسان کے ہر ہر فرد سے جماد ہونے کی نفی کی گئی ہے، لہٰذا یہ قضیہ سالبہ کلیہ ہے اور چونکہ لاواحد اور لاشئ اس پر دلالت کرتے ہیں اس لئے یہ سالبہ کلیہ کا سور ہیں۔

موجبہ جزئیہ کا سور: بعض اور واحد ہے، جیسے بعض الحیوان انسانٌ اور واحدٌ من الحیوان انسانٌ یہ دونوں مثالیں موجبہ جزئیہ کی ہیں، کیونکہ ان دونوں مثالوں میں سے ہر ایک میں انسان ہونے کا حکم حیوان کے بعض افراد پر لگایا گیا ہے اور لفظ بعض اور واحد اس پر دلالت کرتے ہیں، لہٰذا یہ قضیہ موجبہ جزئیہ ہیں، اور لفظ بعض اور واحد اس کے سور ہیں۔

سالبہ جزئیہ کا سور: لیس کل، لیس بعض، اور بعض لیس ہے، جیسے لیس کل حیوان انسانًا، (ہر حیوان انسان نہیں ہے) ولیس بعض الحیوان انسانًا (اور بعض حیوان انسان نہیں ہیں) وبعض الحیوان لیس بانسان (اور بعض حیوان انسان نہیں ہیں) مذکورہ مثالوں میں انسان ہونے کی نفی حیوان کے بعض افراد سے کی گئی ہے، لہٰذا یہ مثالیں قضیہ سالبہ جزئیہ کی ہیں اور چونکہ لیس کل اور لیس بعض اور بعض لیس اس پر دلالت کرتے ہیں لہٰذا یہ تینوں سالبہ جزئیہ کے سور ہیں۔

فـائـده: ۱- موجبہ کلیہ کا سور جس طرح کلِ افرادی ہے اسی طرح لام استغراق بھی ہے، کیونکہ موجبہ کلیہ میں محمول کے ثبوت کا حکم موضوع کے تمام افراد پر لگایا جاتا ہے اور لام استغراق بھی چونکہ اپنے مدخول کے تمام افراد پر دلالت کرتا ہے، اس لئے موجبہ کلیہ کا سور لام استغراق ہے، چنانچہ مثال ملاحظہ ہو، جیسے الحمد للہ رب العلمین، دیکھئے اس مثال میں حمد کا ہر ہر فرد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے لہٰذا یہ موجبہ کلیہ کی مثال ہے۔

۲- سالبہ کلیہ کا سور جس طرح لاشئ اور لا واحد ہے، اسی طرح نکرہ کا تحت النفی واقع ہونا بھی سالبہ کلیہ کا سور ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ عدم استغراق کا قرینہ نہ پایا جائے، اگر عدم استغراق کا قرینہ پایا جائے گا تو سالبہ کلیہ کا سور نہ ہوگا جیسے ماجائنی رجلٌ بل رجلان، دیکھئے اس مثال میں نکرہ تحت النفی واقع ہے، لیکن یہ سالبہ کلیہ کی مثال نہیں بن سکتی، کیونکہ یہاں استغراق نہ ہونے کا قرینہ پایا جا رہا ہے، اور وہ یہ کہ رجلٌ کے بعد رجلان کا ذکر کرنا اس بات پر قرینہ ہے کہ یہاں رجل سے تمام رجل مراد نہیں ہیں۔

الحاصل اگر نکرہ تحت النفی واقع ہو اور عدم استغراق کا قرینہ نہ پایا جائے تو وہ بھی سالبہ کلیہ کا سور ہوگا کیونکہ نکرہ فرد مبہم غیر معین پر دلالت کرتا ہے، اور جب اس پر حرف نفی داخل کر دی گئی تو ہر فردِ غیر معین کی نفی ہوگئی جس سے تمام افراد کی نفی لازم آتی ہے۔ اسی کو دوسرے لفظوں میں اس طرح کہیے کہ جب نکرہ تحت النفی واقع ہوتا ہے تو وہ عموم کا فائدہ دیتا ہے اس لئے اس کو بھی سالبہ کلیہ کا سور شمار کیا گیا ہے، جیسے ما من ماءٍ الا ھو رطبٌ (نہیں ہے کوئی پانی مگر وہ تر ہے) دیکھئے اس مثال میں لفظ "ماء" نکرہ ہے اور نفی کے بعد ہے جس کی وجہ سے عموم کا فائدہ دے رہا ہے، یعنی پانی کے ہر ہر فرد سے غیر رطب کی نفی کا فائدہ دیتا ہے، لہٰذا یہ سالبہ کلیہ ہے، اور اس پر چونکہ نکرہ تحت النفی دلالت کر رہا ہے، لہٰذا یہ سالبہ کلیہ کا سور ہے۔

۳- محصورات اربعہ کے واسطے سور کا ہونا عربی زبان ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ ہر زبان میں سور ہوتا ہے، جو اسی زبان کے ساتھ خاص ہوتا ہے، چنانچہ فارسی میں موجبہ کلیہ کا سور لفظ "ہر" آتا ہے، جیسا کہ شاعر نے اپنے شعر میں موجبہ کلیہ کا سور لفظ "ہر" استعمال کیا ہے۔

ہر آنکس کہ دربند حرص افتاد — دہد خرمن زندگانی بباد

دیکھئے اس شعر میں انسان کے ہر ہر فرد کے لئے یہ حکم ہے کہ جو آدمی حرص و لالچ میں پڑتا ہے، اور لالچی ہو جاتا ہے تو وہ اپنی زندگی کے کھلیان کو ہوا دیتا ہے یعنی اپنی زندگی کو برباد کر دیتا ہے، اور ہر جگہ ذلیل و رسوا ہوتا ہے، موجبہ جزئیہ کا سور "برخ ہست" ہے (تھوڑا ہے) اور سالبہ کلیہ کا سور فارسی زبان میں "ہیچ نیست" ہے، (کوئی نہیں ہے) اور سالبہ جزئیہ کا سور فارسی میں "برخ نیست" ہے اس طرح اردو زبان میں بھی سور کا استعمال ہوتا ہے، چنانچہ موجبہ کلیہ کا سور اردو زبان میں "سب، تمام" ہے، اور موجبہ جزئیہ کا سور، "تھوڑا، کوئی نہ کوئی، چند" ہے اور سالبہ کلیہ کا سور اردو زبان میں "کچھ نہیں، کوئی نہیں" آتا ہے، اور سالبہ جزئیہ کا سور "بعض نہیں، چند نہیں" آتا ہے۔

وَ الْفَرْقُ بَيْنَ الْاَسْوَارِ الثَّلٰثَةِ اَنْ لَيْسَ كُلُّ دَالٌّ عَلٰى رَفْعِ الْاِيْجَابِ الْكُلِّيِّ بِالْمُطَابَقَةِ وَ عَلَى السَّلْبِ

الْجُزْئِی بِالْاِلْتِزَامِ وَ لَیْسَ بَعْضُ وَ بَعْضُ لَیْسَ بِالْعَکْسِ مِنْ ذٰلِکَ اَمَّا اَنَّ لَیْسَ کُلُّ دَالٌّ عَلٰی رَفْعِ الْاِیْجَابِ الْکُلِّیِّ بِالْمُطَابَقَةِ فَلِاَنَّا اِذَا قُلْنَا کُلُّ حَیَوَانٍ اِنْسَانٌ یَکُوْنُ مَعْنَاهُ ثُبُوْتَ الْاِنْسَانِ لِکُلِّ وَاحِدٍ وَاحِدٍ مِنْ اَفْرَادِ الْحَیَوَانِ وَ هُوَ الْاِیْجَابُ الْکُلِّیُّ وَاِذَا قُلْنَا لَیْسَ کُلُّ حَیَوَانٍ اِنْسَانًا یَکُوْنُ مَفْهُوْمُهُ الصَّرِیْحُ اَنَّهُ لَیْسَ یَثْبُتُ الْاِنْسَانُ لِکُلِّ وَاحِدٍ وَاحِدٍ مِنْ اَفْرَادِ الْحَیَوَانِ وَ هُوَ رَفْعُ الْاِیْجَابِ الْکُلِّیِّ وَاَمَّا اَنَّهُ دَالٌّ عَلَی السَّلْبِ الْجُزْئِیِّ بِالْاِلْتِزَامِ فَلِاَنَّهُ اِذَا ارْتَفَعَ الْاِیْجَابُ الْکُلِّیُّ فَاَمَّا اَنْ یَکُوْنَ الْمَحْمُوْلُ مَسْلُوْبًا عَنْ کُلِّ وَاحِدٍ وَاحِدٍ وَهُوَ السَّلْبُ الْکُلِّیُّ اَوْ یَکُوْنُ مَسْلُوْبًا عَنِ الْبَعْضِ ثَابِتًا لِلْبَعْضِ وَ عَلٰی کِلَا التَّقْدِیْرَیْنِ یَصْدُقُ السَّلْبُ الْجُزْئِیُّ جَزْمًا فَالسَّلْبُ الْجُزْئِیُّ مِنْ ضَرُوْرِیَاتِ مَفْهُوْمِ لَیْسَ کُلُّ اَیْ رَفْعِ الْاِیْجَابِ الْکُلِّیِّ وَمِنْ لَوَازِمِهٖ فَیَکُوْنُ دَلَالَتُهٗ عَلَیْهِ بِالْاِلْتِزَامِ۔

ترجمہ: اور تینوں سوروں میں فرق یہ ہے کہ ''لیس کل'' ایجاب کلی کے رفع پر مطابقۃً اور سلب جزئی پر التزاماً دلالت کرتا ہے، اور لیس بعض اور بعض لیس اس کے برعکس ہیں، اور بہر حال یہ کہ لیس کل، ایجاب کلی کے رفع پر مطابقۃً دلالت کرتا ہے، تو اس لئے کہ جب ہم کل انسان حیوان کہیں تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ انسان کا ثبوت حیوان کے افراد میں سے ہر ہر فرد کے لئے ہے اور یہی ایجاب کلی ہے، اور جب ہم ''لیس کل حیوان انساناً'' کہیں تو اس کا صریح مفہوم یہ ہے کہ انسان حیوان کے افراد میں سے ہر ہر فرد کے لئے ثابت نہیں، اور یہی رفع ایجاب کلی ہے، اور بہر حال یہ کہ وہ سلب جزئی پر التزاماً دلالت کرتا ہے، تو اس لئے کہ جب ایجاب کلی اٹھ گیا، تو اب محمول یا تو ہر ہر واحد سے مسلوب ہوگا اور یہی سلب کلی ہے، یا بعض سے مسلوب ہوگا اور بعض کے لئے ثابت ہوگا اور دونوں صورتوں پر سلب جزئی یقیناً صادق آتا ہے، پس سلب جزئی لیس کل کے یعنی رفع ایجاب کلی کے مفہوم کی ضروریات اور اس کے لوازم میں سے ہے، اس لئے اس کی دلالت سلب جزئی پر التزامی ہوگی۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے سالبہ جزئیہ کے اسوار ثلٰثہ کے درمیان فرق بیان کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ لیس کل رفعِ ایجاب کلی پر مطابقۃً دلالت کرتا ہے، اور سلب جزئی پر التزاماً، اور بعض لیس اور لیس بعض اس کے برعکس ہیں یعنی سلب جزئی پر مطابقۃً اور رفعِ ایجاب کلی پر التزاماً دلالت کرتے ہیں، اس کی توضیح وتفصیل یہ ہے کہ اس عبارت میں شارح نے لیس کل کے بارے میں دو دعوے کئے ہیں: ۱- لیس کل رفعِ ایجاب کلی پر مطابقۃً دلالت کرتا ہے ۲- سلب جزئی پر التزاماً دلالت کرتا ہے، ان دونوں دعوؤں کی دلیل یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ جب نفی کسی مقید پر داخل ہو تو نفی قید کی طرف راجع ہوتی ہے، نہ کہ اصل کی طرف اور کبھی مقید کی طرف راجع ہوتی ہے اور اصل شئ کی نفی کرتی ہے، یہاں لیس ایجاب کلی پر داخل ہے، یعنی ایسے ایجاب پر داخل ہے جو کلیت کے ساتھ مقید ہے تو کلی ہونا قید ہے اور ایجاب مقید ہے، تو اگر لیس مقید یعنی ایجاب کی نفی کرے گا تو سلب کلی ہو جائے گا، اور اگر قید کی یعنی کلیت کی نفی کرے گا، تو حکم بعض افراد سے مسلوب ہوگا اور بعض کے لئے ثابت ہوگا تو سلب جزئی پر صادق ہوگی، اس لئے کہ سلب جزئی رفعِ ایجاب کلی کے ضروریات اور اس کے لوازم میں سے ہے، لہٰذا لیس کل کی دلالت سلب جزئی پر التزاماً ہوگی۔

اب ان کو مثال سے سمجھئے، مثلاً جب کہا جائے کل انسانٍ حیوانٌ تو اس کے معنیٰ یہ ہوتا ہے کہ حیوان کے افراد میں سے

ہر ہر فرد کے لئے حیوانیت ثابت ہے، اور یہی ایجاب کلی ہے، اور جب اس پر حرف نفی "لیس" داخل کر کے یوں کہا جائے، لیس کل حیوان انسانًا، اس کا مفہوم صریح یہ ہے کہ حیوان کا ہر ہر فرد انسان نہیں ہے یہی رفع ایجاب کلی ہے، دیکھئے اس مثال میں حرف نفی قید کی نفی کر رہی ہے، یہ دعویٰ اول کی وضاحت ہوئی، دوسرا دعویٰ یہ تھا کہ "لیس کل" سلب جزئی پر التزامًا دلالت کرتا ہے، اس دعویٰ کی تفصیل یہ ہے کہ لیس کل کے ذریعہ جب ایجاب کلی کا رفع ہوگیا تو اب یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو محمول کی نفی موضوع کے تمام افراد سے ہوگی اسی کا نام سلب کلی ہے، یا محمول کی نفی بعض افراد سے ہوگی اور بعض کے لئے محمول ثابت ہوگا، جونسی بھی صورت ہو، سالبہ جزئیہ ضرور بالضرور پایا جائے گا، کیونکہ رفعِ ایجاب کلی کے لئے سلب جزئی لازم اور ضروری ہے، اور شئ کی دلالت اپنے لازم پر چونکہ دلالت التزامی ہوتی ہے اس لئے شارح نے کہا کہ رفع ایجاب کلی کی دلالت سلب جزئی پر التزامًا ہوتی ہے۔

لَا يُقَالُ مَفْهُوْمُ لَيْسَ كُلُّ وَهُوَ رَفْعُ الْإِيْجَابِ الْكُلِّيِّ اَعَمُّ مِنَ السَّلْبِ عَنِ الْكُلِّ اَیْ السَّلْبُ الْكُلِّیُّ وَالسَّلْبُ عَنِ الْبَعْضِ اَیْ السَّلْبُ الْجُزْئِیُّ فَلَا يَكُوْنُ دَالًّا عَلَى السَّلْبِ الْجُزْئِيِّ بِالْاِلْتِزَامِ لِاَنَّ الْعَامَّ لَا دَلَالَةَ لَهُ عَلَى الْخَاصِّ بِاِحْدَى الدَّلَالَاتِ الثَّلٰثِ لِاَنَّا نَقُوْلُ رَفْعُ الْإِيْجَابِ الْكُلِّيِّ لَيْسَ اَعَمَّ مِنَ السَّلْبِ الْجُزْئِيِّ بَلْ اَعَمَّ مِنَ السَّلْبِ عَنِ الْكُلِّ وَ السَّلْبُ عَنِ الْبَعْضِ مَعَ الْإِيْجَابِ لِلْبَعْضِ وَ السَّلْبُ الْجُزْئِیُّ هُوَ السَّلْبُ عَنِ الْبَعْضِ سَوَاءٌ كَانَ مَعَ الْإِيْجَابِ لِلْبَعْضِ الْاٰخَرِ اَوْ لَا يَكُوْنُ فَهُوَ مُشْتَرَكٌ بَيْنَ ذٰلِكَ الْقِسْمِ وَ بَيْنَ السَّلْبِ الْكُلِّيِّ فَالسَّلْبُ الْجُزْئِیُّ لَازِمٌ لَهُمَا وَ اِذَا انْحَصَرَ الْعَامُّ فِیْ قِسْمَيْنِ كُلٌّ مِنْهُمَا يَكُوْنُ مَلْزُوْمًا لِاَمْرٍ كَانَ ذٰلِكَ الْاَمْرُ اللَّازِمُ لَازِمًا لِلْعَامِّ اَيْضًا فَيَكُوْنُ السَّلْبُ الْجُزْئِیُّ لَازِمًا لِمَفْهُوْمِ رَفْعِ الْإِيْجَابِ الْكُلِّيِّ لِاَنَّ لَازِمَ اللَّازِمِ لَازِمٌ وَ بِعِبَارَةٍ اُخْرٰى لَيْسَ كُلُّ يَلْزَمُهُ السَّلْبُ الْجُزْئِیُّ فَاِنَّهُ مَتٰى اِرْتَفَعَ الْإِيْجَابُ الْكُلِّیُّ صَدَقَ السَّلْبُ عَنِ الْبَعْضِ لِاَنَّهُ لَوْ لَمْ يَكُنِ الْمَحْمُوْلُ مَسْلُوْبًا عَنْ شَیْءٍ مِنَ الْاَفْرَادِ لَكَانَ ثَابِتًا لِلْكُلِّ وَ الْمُقَدَّرُ خِلَافُهُ هٰذَا خُلْفٌ.

ترجمہ: نہ کہا جائے کہ "لیس کل" کا مفہوم رفع ایجاب کلی ہے، یہ سلب عن الکل یعنی سلب کلی اور سلب عن البعض یعنی سلب جزئی سے اعم ہے، اس لئے سلب جزئی پر وہ بالالتزام دلالت نہیں کرے گا، اس لئے کہ عام کی دلالت خاص پر تینوں دلالتوں میں سے کوئی دلالت نہیں ہے، اس لئے کہ ہم کہیں گے کہ رفع ایجاب کلی سلب جزئی سے اعم نہیں ہے، بلکہ وہ سلب عن الکل اور سلب عن البعض مع الایجاب للبعض سے اعم ہے، اور سلب جزئی وہ سلب عن البعض ہے، خواہ بعض آخر کے لئے ایجاب کے ساتھ ہو یا نہ ہو، پس یہ اس قسم اور سلب کلی کے درمیان مشترک ہے، پس سلب جزئی ان دونوں کو لازم ہے، اور جب عام دو قسموں پر منحصر ہے، جن میں سے ہر ایک ایک امر کے لئے ملزوم ہے، تو امر لازم عام کے لئے بھی لازم ہوگا، پس سلب جزئی ایجاب کلی کے رفع کے مفہوم کے لئے لازم ہوگا، اس لئے کہ لازم کا لازم لازم ہوتا ہے، اور دوسرے الفاظ سے (اس طرح کہیے کہ) لیس کل کو سلب جزئی لازم ہے، کیونکہ جب ایجاب کلی مرتفع ہوگیا تو سلب عن البعض صادق ہوگا، اس لئے کہ اگر محمول افراد میں سے کسی فرد سے بھی مسلوب نہ ہو تو تمام افراد کے لئے ثابت ہوگا، حالانکہ یہ خلافِ مفروض ہے، وھذا خلف۔

تشــــریح: اس عبارت میں شارحؒ نے ایک اعتراض ذکر کر کے پھر اس کا جواب دیا ہے، معترض کہتا ہے کہ آپ کا یہ کہنا کہ رفع ایجاب کلی سلب جزئی پر دلالت کرتا ہے صحیح نہیں، اس لئے کہ "لیــس کــل" کا مفہوم یعنی ایجاب کلی کا رفع ہے، اور یہ سلب کلی اور سلب جزئی دونوں پر صادق آتا ہے، تو رفعِ ایجاب کلی سلب جزئی سے عام ہوا، کیونکہ عام اس کو کہتے ہیں جو خاص اور اس کے غیر پر صادق آئے اور چونکہ رفع ایجاب کلی، سلب جزئی اور اس کے غیر یعنی سلب کلی پر صادق آتا ہے، لہٰذا رفع ایجاب کلی سلب جزئی سے عام ہوا اور یہ ضابطہ مسلمہ ہے کہ عام کی خاص پر تینوں دلالتوں میں سے کوئی دلالت نہیں ہوتی، لہٰذا رفع ایجاب کلی سلب جزئی پر دلالت نہیں کرے گا نہ مطابقۃً نہ تضمناً اور نہ التزاماً؟

اب رہا یہ سوال کہ عام کی خاص پر کوئی دلالت کیوں نہیں ہوتی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر عام کی خاص پر دلالت مطابقی ہو، تو عام و خاص کا مساوی ہونا لازم آتا ہے، جو صحیح نہیں، اور دلالت تضمنی بھی نہیں ہو سکتی، ورنہ تو عام کلی اور خاص اس کے اجزاء ہو جائیں گے، اور کل اپنے اجزاء کے بغیر نہیں پایا جا سکتا، لہٰذا اس سے یہ لازم آئے گا کہ عام خاص کے بغیر موجود نہ ہو، حالانکہ عام خاص کے بغیر پایا جا سکتا ہے، اور دلالت التزامی بھی نہیں ہو سکتی، کیونکہ دلالت التزامی کے وجود کے لئے لازم بین بالمعنی الاخص ضروری ہوتا ہے، اور یہاں یہ ممکن ہے کہ وہ خاص عام کا لازم ذہنی ہو، جس سے یہ لازم آئے گا کہ عام لازم کے بغیر نہ پایا جائے، حالانکہ عام اپنے وجود میں اس قسم کے امور کا محتاج نہیں ہوا کرتا، لہٰذا معلوم ہوا کہ عام کی خاص پر تینوں دلالتوں میں سے کوئی دلالت قطعی نہیں ہے، تو آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ رفع ایجاب کلی کی دلالت سلب جزئی پر التزامی ہوتی ہے۔

لانـا نقول - سے شارحؒ نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ رفع ایجاب کلی سلب جزئی سے عام نہیں ہے جیسا کہ معترض کو غلط فہمی ہوئی ہے، بلکہ وہ سلب عن الکل اور سلب عن البعض مع الایجاب للبعض سے عام ہے، صرف سلب عن البعض سے عام نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ مع الایجاب للبعض کی قید بھی ہے، گویا یہ عام ان دونوں قسموں میں مشترک ہے، اور یہ دونوں قسمیں خاص ہیں، اور سلب جزئی سلب عن البعض کو کہتے ہیں، خواہ دوسرے بعض کے لئے ایجاب کے ساتھ ہو یا نہ ہو، اس میں دوسرے بعض کے بارے میں یہ علم نہیں کہ وہ ایجاب کے ساتھ متصف ہے یا سلب کے ساتھ، حالانکہ وہ "سلب عن البعض" جس سے "رفع ایجاب کلی" اعم ہے، اس میں بعض آخر، کے لئے ایجاب کی قید ضروری ہے، اس لئے رفع ایجاب کلی سلب جزئی سے اعم نہیں ہے، البتہ رفع ایجاب کلی کو سلب جزئی ان دونوں قسموں کے واسطہ سے لازم ہوگا، دلیل یہ ہے کہ سلب جزئی ان دونوں قسموں یعنی سلب عن الکل اور سلب عن البعض مع الایجاب للبعض کو لازم ہے، اور یہ دونوں ملزوم ہیں، اور رفع ایجاب کلی یعنی عام چونکہ ان دونوں میں منحصر ہے، اس لئے جو ان دونوں کو لازم ہوگا، وہ رفع ایجاب کلی یعنی عام کے لئے بھی یقیناً لازم ہوگا، اس لئے کہ لازم کا لازم، لازم ہوتا ہے، لہٰذا سلب جزئی ایجاب کلی کے رفع کو لازم ہوگا، اور رفع ایجاب کلی ملزوم ہوگا، اور ملزوم کی لازم پر دلالت چونکہ دلالت التزامی ہی ہوا کرتی ہے، اس لئے ہم نے کہا کہ رفع ایجاب کلی کی دلالت سلب جزئی پر التزامی ہے، لہٰذا ہمارے اس قول پر اب کسی قسم کا کوئی اعتراض وارد نہیں کیا جا سکتا۔

دوسرے الفاظ میں آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ "لیــــس کــل" سلب جزئی کا ملزوم ہے، اور وہ اسکو لازم ہے، کیونکہ جب ایجاب کلی کا رفع ہوگا تو سلب عن البعض لازمی طور پر پایا جائے گا۔ دلیل یہ ہے کہ اگر محمول موضوع کے کسی فرد سے بھی مسلوب نہ ہو،

تو پھر ہر ہر فرد کیلئے ثابت ہوگا، یعنی اگر آپ سالبہ جزئیہ ماننے کیلئے تیار نہیں تو اسکی نقیض یعنی موجبہ کلیہ آپکو ماننی پڑے گی۔ ورنہ تو ارتفاع نقیض لازم آئے گا جو محال ہے، اور اس کی نقیض بھی خلاف مفروض ہونے کی وجہ سے محال ہے، اور یہ محال اس لئے لازم آیا کہ آپنے ہمارا دعویٰ یعنی سالبہ جزئیہ کو نہیں مانا، لہٰذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ جب ایجاب کلی کا رفع ہوگا تو اسکے ضمن میں سالبہ جزئیہ بھی یقیناً صادق ہوگا۔

وَاَمَّا اَنَّ لَيْسَ بَعْضُ وَ بَعْضُ لَيْسَ يَدُلَّانِ عَلَى السَّلْبِ الْجُزْئِيِّ بِالْمُطَابَقَةِ فَظَاهِرٌ لِاَنَّا اِذَا قُلْنَا بَعْضُ الْحَيَوَانِ لَيْسَ بِاِنْسَانٍ اَوْ لَيْسَ بَعْضُ الْحَيَوَانِ اِنْسَانًا يَكُوْنُ مَفْهُوْمُهُ الصَّرِيْحُ سَلْبُ الْاِنْسَانِ عَنْ بَعْضِ اَفْرَادِ الْحَيَوَانِ لِلتَّصْرِيْحِ بِالْبَعْضِ وَ اِدْخَالِ حَرْفِ السَّلْبِ عَلَيْهِ وَ هُوَ السَّلْبُ الْجُزْئِيُّ وَاَمَّا اَنَّهُمَا يَدُلَّانِ عَلَى رَفْعِ الْاِيْجَابِ الْكُلِّيِّ بِالْاِلْتِزَامِ فَلِاَنَّ الْمَحْمُوْلَ اِذَا كَانَ مَسْلُوْبًا عَنْ بَعْضِ الْاَفْرَادِ لَايَكُوْنُ ثَابِتًا لِكُلِّ الْاَفْرَادِ فَيَكُوْنُ الْاِيْجَابُ الْكُلِّيُّ مُرْتَفِعًا هٰذَا هُوَ الْفَرْقُ بَيْنَ لَيْسَ كُلُّ وَ بَيْنَ الْاَخِيْرَيْنِ.

ترجمہ: اور بہر حال یہ کہ "لیس بعض" اور بعض لیس "سلب جزئی پر مطابقۃً دلالت کرتے ہیں، تو یہ ظاہر ہے، اس لئے کہ جب ہم بعض الحیوان لیس بانسان یا لیس بعض الحیوان انسانًا کہیں، تو اس کا صریح مفہوم حیوان کے بعض افراد سے انسان کا سلب ہے، بعض کی تصریح اور اس پر حرف سلب داخل کرنے کی وجہ سے، اور یہی سلب جزئی ہے، اور بہر حال یہ کہ وہ دونوں رفع ایجاب کلی پر التزامًا دلالت کرتے ہیں، تو اس لئے کہ محمول جب بعض افراد سے مسلوب ہو تو وہ کل افراد کے لئے ثابت نہ ہوگا، لہٰذا ایجاب کلی مرتفع ہوگا، یہی فرق ہے لیس کل اور آخری دو (یعنی لیس بعض اور بعض لیس) کے درمیان۔

تشریح: سالبہ جزئیہ کے اسوار ثلثہ میں سے لیس کل کے بارے میں شارحؒ نے یہ بیان کیا کہ وہ رفع ایجاب کلی پر مطابقۃً دلالت کرتا ہے، اور سلب جزئی پر التزامًا دلالت کرتا ہے، اور اب یہاں سے یہ بتا رہے ہیں کہ لیس بعض اور بعض لیس سلب جزئی پر مطابقۃً دلالت کرتے ہیں، اور رفع ایجاب کلی پر التزامًا دلالت کرتے ہیں، جس کی تشریح یہ ہے کہ قضیہ میں جب لفظ "بعض" داخل کیا جاتا ہے تو کل پر حکم مقصود نہیں ہوتا لہٰذا لیس بعض اور بعض لیس کے ذریعہ بھی کل افراد سے نفی مقصود نہ ہوگی، بلکہ بعض افراد سے نفی مقصود ہوگی، اور اسی کا نام سلب جزئی ہے، مثال کے طور پر جب کہا جائے، بعض الحیوان لیس بانسان، یا لیس بعض الحیوان انسانًا، تو اس کا صریح مفہوم یہی ہے کہ حیوان کے بعض افراد سے انسان کی نفی کی گئی ہے، اور بعض افراد سے محمول کی نفی کا نام ہی سلب جزئی ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ دونوں سلب جزئی پر مطابقۃً دلالت کرتے ہیں، اب رہا یہ سوال کہ یہ دونوں "رفع ایجاب کلی" پر التزامًا کیسے دلالت کرتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب محمول موضوع کے بعض افراد سے سلب جزئی کی وجہ سے مسلوب ہوا تو محمول کل افراد کے لئے ثابت نہ ہوا، اور کل افراد کے لئے محمول کا ثابت نہ ہونے کا نام ہی رفع ایجاب کلی ہے، اور یہ بات چونکہ التزامًا سمجھ میں آرہی ہے اس لئے لیس بعض اور بعض لیس کی دلالت رفع ایجاب کلی پر التزامی ہے، هذا هو الفرق، یہی فرق ہے سالبہ جزئیہ کے اسوار ثلثہ میں سے لیس کل اور بعض لیس اور لیس بعض کے درمیان۔

وَاَمَّا الْفَرْقُ بَيْنَ الْاَخِيْرَيْنِ فَهُوَ اَنَّ لَيْسَ بَعْضُ قَدْ يُذْكَرُ لِلسَّلْبِ الْكُلِّيِّ لِاَنَّ الْبَعْضَ غَيْرُ مُعَيَّنٍ فَاِنَّ تَعْيِيْنَ بَعْضِ الْاَفْرَادِ خَارِجٌ عَنْ مَفْهُوْمِ الْجُزْئِيَّةِ فَاَشْبَهَ النَّكِرَةَ فِيْ سِيَاقِ النَّفْيِ فَكَمَا اَنَّ النَّكِرَةَ فِيْ

سِيَاقِ النَّفْيِ تُفِيْدُ الْعُمُوْمَ كَذٰلِكَ هٰهُنَا اَيْضًا لِاَنَّهُ احْتَمَلَ اَنْ يُفْهَمَ مِنْهُ السَّلْبُ فِيْ اَيِّ بَعْضٍ كَانَ وَهُوَ السَّلْبُ الْكُلِّيُّ بِخِلَافِ بَعْضُ لَيْسَ فَاِنَّ الْبَعْضَ هٰهُنَا وَاِنْ كَانَ اَيْضًا غَيْرَ مُعَيَّنٍ اِلَّا اَنَّهُ لَيْسَ وَاقِعًا فِيْ سِيَاقِ النَّفْيِ بَلِ السَّلْبُ اِنَّمَا هُوَ وَارِدٌ عَلَيْهِ وَ بَعْضُ لَيْسَ قَدْ يُذْكَرُ لِلْاِيْجَابِ الْعُدُوْلِيِّ الْجُزْئِيِّ حَتّٰى اِذَا قِيْلَ بَعْضُ الْحَيَوَانِ لَيْسَ بِاِنْسَانٍ اُرِيْدَ بِهٖ اِثْبَاتُ اللَّا اِنْسَانِيَّةِ لِبَعْضِ الْحَيَوَانِ لَا سَلْبُ الْاِنْسَانِيَّةِ عَنْهُ وَ فَرْقٌ مَا بَيْنَهُمَا كَمَا سَتَقِفُ عَلَيْهِ بِخِلَافِ لَيْسَ بَعْضُ اِذْ لَا يُمْكِنُ تَصَوُّرُ الْاِيْجَابِ مَعَ تَقَدُّمِ حَرْفِ السَّلْبِ عَلَى الْمَوْضُوْعِ.

ترجمہ: اور بہرحال آخری دو کے درمیان فرق تو وہ یہ ہے کہ لیس بعض کبھی سلب کلی کے لئے ذکر کیا جاتا ہے، اس لئے کہ بعض غیر معین ہے، کیونکہ بعض افراد کی تعیین جزئیت کے مفہوم سے خارج ہے، تو یہ نکرہ فی سیاق النفی کے مشابہ ہوگیا، تو جس طرح نکرہ نفی کے سیاق میں عموم کا فائدہ دیتا ہے، اسی طرح یہاں بھی (لفظ بعض) ہے، اس لئے کہ یہ احتمال ہے کہ اس سے سلب مفہوم ہو، چاہے جس ''بعض'' میں بھی ہو، اور یہی سلب کلی ہے، برخلاف ''بعض لیس'' کے کیونکہ ''بعض'' یہاں (بھی) اگرچہ غیر معین ہے، مگر یہ کہ وہ سیاقِ نفی میں واقع نہیں ہے، بلکہ سلب اس پر وارد ہے، اور ''بعض لیس'' کبھی ایجابِ عدولی جزئی کے لئے ذکر کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ جب بعض الحیوان ھو لیس بانسان کہا جائے، تو اس سے بعض حیوان کے لئے لا انسانیت کا اثبات مراد لیا جاتا ہے، نہ کہ اس سے انسانیت کا سلب، اور ان دونوں کے درمیان فرق ہے جیسا کہ عنقریب آپ اس سے واقف ہو جائیں گے، بخلاف ''لیس بعض'' کے کیونکہ ایجاب کا تصور حرف سلب کے موضوع پر مقدم ہونے کے ساتھ ناممکن ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارحؒ نے سالبہ جزئیہ کے اسوار میں سے ''لیس بعض'' اور ''بعض لیس'' کے درمیان فرق بیان کیا ہے، چنانچہ ان کے درمیان دو طرح سے فرق بیان کیا ہے۔ ۱- لیس بعض کبھی سلب کلی کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس وجہ سے کہ لفظ بعض غیر معین ہونے کی بناء پر اس نکرہ کے مشابہ ہے جو تحت النفی واقع ہو، تو جس طرح نکرہ تحت النفی عموم اور شمول کا فائدہ دیتا ہے، اسی طرح ''لیس بعض'' بھی عمومِ نفی کا فائدہ دے گا۔ اس کی دو وجہ ہیں: ۱- یہ ہے کہ اس میں لفظ ''بعض'' غیر معین ہے۔ ۲- یہ ہے کہ اس بعض پر حرف سلب ''لیس'' بھی داخل ہے، اب ہر ہر فرد میں سلب کا احتمال موجود ہے، اور عمومِ نفی کا نام ہی سلب کلی ہے، لیکن بعض لیس سلب کلی کے لئے استعمال نہیں ہوتا، اس میں لفظ ''بعض'' اگرچہ غیر معین ہے لیکن وہ تحت النفی واقع نہیں ہے، بلکہ فوق النفی واقع ہے، اس لئے اس سے عمومِ نفی کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ بعض لیس کبھی موجبہ جزئیہ معدولہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، بشرطیکہ رابطہ حرف سلب پر مقدم آجائے، جیسے بعض الحیوان ھو لیس بانسان دیکھئے اس مثال میں رابطہ حرف سلب پر مقدم ہے اور حرف سلب یعنی لیس اور انسان دونوں ملکر محمول واقع ہو رہے ہیں، یعنی اس میں حیوان کے بعض افراد کے لئے لا انسانیت کو ثابت کیا گیا ہے، اس سے سلب انسانیت مراد نہیں ہے، اس کی مزید تشریح معدولہ کی بحث میں آرہی ہے، لیکن لیس بعض قضیہ معدولہ موجبہ جزئیہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ معدولہ میں حرف سلب موضوع کا جزء ہوتا ہے، یا محمول کا یا دونوں کا، اور ''لیس بعض'' کی صورت میں حرف سلب کسی کا بھی

جزء واقع نہیں ہوسکتا، نہ موضوع کا، نہ محمول کا اور نہ ہی دونوں کا، جیسے لیس بعض الحیوان انسانًا دیکھئے اس مثال میں حرف سلب یعنی لیس موضوع سے مقدم ہے، اس لئے ایجاب کا تصور ممکن نہیں ہے۔

قَالَ وَإِنْ لَمْ يُبَيَّنْ فِيهَا كَمِّيَّةُ الْأَفْرَادِ فَإِنْ لَمْ تَصْلُحْ لِأَنْ تَصْدُقَ كُلِّيَّةً وَ جُزْئِيَّةً سُمِّيَتِ الْقَضِيَّةُ طَبْعِيَّةً كَقَوْلِنَا الْحَيَوَانُ جِنْسٌ وَالْإِنْسَانُ نَوْعٌ لِأَنَّ الْحُكْمَ فِيهَا عَلَىٰ نَفْسِ الطَّبِيعَةِ وَإِنْ صَلُحَتْ كَذٰلِكَ سُمِّيَتْ مُهْمَلَةً كَقَوْلِنَا الْإِنْسَانُ فِي خُسْرٍ وَالْإِنْسَانُ لَيْسَ فِي خُسْرٍ **أَقُوْلُ** مَا مَرَّ كَانَ إِذَا بُيِّنَ فِي الْقَضِيَّةِ كَمِّيَّةُ أَفْرَادِ الْمَوْضُوعِ وَ أَمَّا إِذَا لَمْ تُبَيَّنْ فَلَا يَخْلُو إِمَّا أَنْ تَصْلُحَ الْقَضِيَّةُ لِأَنْ تَصْدُقَ كُلِّيَّةً وَ جُزْئِيَّةً بِأَنْ يَكُونَ الْحُكْمُ فِيهَا عَلَىٰ أَفْرَادِ الْمَوْضُوعِ أَوْ لَمْ تَصْلُحْ بِأَنْ يَكُونَ الْحُكْمُ فِيهَا عَلَىٰ طَبِيعَةِ الْمَوْضُوعِ نَفْسِهَا لَا عَلَى الْأَفْرَادِ فَإِنْ لَمْ تَصْلُحْ لِأَنْ تَصْدُقَ كُلِّيَّةً وَ جُزْئِيَّةً سُمِّيَتْ طَبْعِيَّةً لِأَنَّ الْحُكْمَ فِيهَا عَلَىٰ نَفْسِ الطَّبِيعَةِ كَقَوْلِنَا الْحَيَوَانُ جِنْسٌ وَالْإِنْسَانُ نَوْعٌ فَإِنَّ الْحُكْمَ بِالْجِنْسِيَّةِ وَ النَّوْعِيَّةِ لَيْسَ عَلَىٰ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ الْحَيَوَانُ وَ الْإِنْسَانُ مِنَ الْأَفْرَادِ بَلْ عَلَىٰ نَفْسِ طَبِيعَتِهِمَا وَإِنْ صَلُحَتْ لِأَنْ تَصْدُقَ كُلِّيَّةً وَ جُزْئِيَّةً سُمِّيَتْ مُهْمَلَةً لِأَنَّ الْحُكْمَ فِيهَا عَلَىٰ أَفْرَادِ مَوْضُوعِهَا وَ قَدْ أُهْمِلَ بَيَانُ كَمِّيَّتِهَا كَقَوْلِنَا الْإِنْسَانُ فِي خُسْرٍ وَالْإِنْسَانُ لَيْسَ فِي خُسْرٍ أَيْ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ الْإِنْسَانُ مِنَ الْأَفْرَادِ فِي خُسْرٍ وَ لَيْسَ فِي خُسْرٍ فَقَدْ بَانَ أَنَّ الْحَمْلِيَّةَ بِاعْتِبَارِ الْمَوْضُوعِ مُنْحَصِرَةٌ فِي أَرْبَعَةِ أَقْسَامٍ۔

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور اگر اس میں افراد کی مقدار بیان نہ کی گئی ہو تو وہ اگر کلی اور جزئی کے طور پر صادق آنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو اس کا نام قضیہ طبعیہ رکھا جاتا ہے، جیسے الحیوان جنسٌ والانسان نوعٌ اس لئے کہ حکم اس میں نفس طبیعت پر ہے، اور اگر اس طرح کی صلاحیت رکھتا ہو تو اس کا نام مہملہ رکھا جاتا ہے، جیسے ہمارا قول الانسان فی خسرٍ اور الانسان لیس فی خسرٍ۔ میں کہتا ہوں کہ گذشتہ بیان اس وقت تھا جب قضیہ میں موضوع کے افراد کی مقدار بیان کردی جائے، اور بہر حال جب کہ بیان نہ کی جائے تو یہ خالی نہیں یا تو یہ کہ قضیہ کلیت اور جزئیت کے طور پر صادق ہونے کی صلاحیت رکھے گا بایں طور کہ حکم اس میں موضوع کے افراد پر ہو، یا صلاحیت نہیں رکھے گا بایں طور کہ حکم اس میں موضوع کی نفس طبیعت پر ہو، نہ کہ افراد پر پس اگر کلیت اور جزئیت کے طور پر صادق ہونے کی صلاحیت رکھے گا تو اس کا نام طبعیہ رکھا جاتا ہے، اس لئے کہ حکم اس میں نفس طبیعت پر ہے، جیسے ہمارا قول الحیوان جنس اور الانسان نوعٌ کیونکہ جنس اور نوع ہونے کا حکم ان افراد پر نہیں ہے جس پر حیوان اور انسان صادق آتے ہیں، بلکہ ان دونوں کی نفس طبیعت پر ہے، اور اگر کلیت اور جزئیت کے طور پر صادق ہونے کی صلاحیت رکھے گا تو اسکا نام مہملہ رکھا جاتا ہے، کیونکہ حکم اس میں موضوع کے افراد پر ہے، اور تحقیق کہ اسکی مقدار کا بیان مہمل رکھا گیا ہے، جیسے ہمارا قول الانسان فی خسرٍ اور الانسان لیس فی خسرٍ یعنی وہ افراد جس پر انسان صادق ہے ٹوٹے میں ہے اور ٹوٹے میں نہیں ہے، پس یہ ظاہر ہوگیا کہ حملیہ موضوع کے اعتبار سے چار قسموں پر منحصر ہے۔

تشریح: اس سے پہلے یہ کہا گیا ہے تھا کہ موضوع کے اعتبار سے حملیہ کی چار قسمیں ہیں، اب تک صرف دو اقسام کا ذکر کیا گیا، یعنی شخصیہ اور محصورہ کا، اب یہاں سے طبعیہ اور مہملہ کو بیان کر رہے ہیں، چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ اگر قضیہ حملیہ میں موضوع کے افراد

کی مقدار بیان نہ کی جائے تو یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ قضیہ کلی اور جزئی کے طور پر صادق آنے کی صلاحیت رکھے گا یا نہیں، اگر صلاحیت رکھے تو اس کو مہملہ کہتے ہیں اور اگر کلی اور جزئی کے طور پر صادق آنے کی صلاحیت نہ رکھے تو اس کو طبعیہ کہتے ہیں۔

طبعیہ: وہ قضیہ حملیہ ہے کہ جس کا موضوع کلی ہو اور حکم صرف ماہیت وحقیقت پر ہو افراد پر نہ ہو، جیسے الانسان نوعٌ اور الحیوان جنس" دیکھئے ان مثالوں میں سے پہلی مثال میں انسان جو کہ موضوع ہے اس کی نفس حقیقت اور نفس طبیعت پر نوع ہونے کا حکم لگایا گیا ہے افراد پر نہیں، اسی طرح دوسری مثال میں الحیوان موضوع ہے اس کی نفس حقیقت پر جنس ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، افراد پر نہیں دلیل یہ ہے کہ انسان کی حقیقت نوع ہے افرادِ انسان نوع نہیں، اسی طرح حیوان کی حقیقت جنس ہے افرادِ حیوان جنس نہیں، لہٰذا الانسان نوع اور الحیوان جنس، دونوں قضیے طبعیہ ہیں۔

وجہ تسمیہ: طبیعت کے معنیٰ ہیں ماہیت وحقیقت اور چونکہ اس میں ماہیت وحقیقت پر حکم لگایا جاتا ہے اس لئے اس کو طبعیہ کہتے ہیں۔

مہملہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس میں موضوع کلی ہو، اور حکم کلی کے افراد پر ہو، لیکن افراد کی مقدار بیان نہ کی گئی ہو، جیسے الانسان فی خسرٍ (انسان خسارے میں ہے) والانسان لیس فی خسر (انسان خسارے میں نہیں ہے) دیکھئے ان دو مثالوں میں سے پہلی مثال میں انسان کے افراد پر خسارے میں ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، مگر افراد کی مقدار بیان نہیں کی گئی ہے، کہ انسان کے سارے افراد خسارے میں ہے یا بعض، لہٰذا یہ قضیہ مہملہ ہے، اسی طرح دوسری مثال میں، انسان کے افراد پر خسارے میں نہ ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، لیکن افراد کی مقدار بیان نہیں کی گئی ہے، کہ انسان کے سارے افراد خسارے میں نہیں ہیں یا بعض، لہٰذا یہ قضیہ مہملہ ہے۔

وجہ تسمیہ: مہملہ، باب افعال سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کے معنیٰ ہیں چھوڑ دیا گیا، چونکہ مہملہ میں افراد کی مقدار بیان نہیں کی جاتی بلکہ اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے اس لئے اس کو مہملہ کہتے ہیں۔

وَلَکَ اَنْ تَقُوْلَ فِی التَّقْسِیْمِ مَوْضُوْعُ الْحَمْلِیَّةِ اِمَّا جُزْئِیٌّ اَوْ کُلِّیٌّ فَاِنْ کَانَ جُزْئِیًّا فَهِیَ شَخْصِیَّةٌ وَاِنْ کَانَ کُلِّیًّا فَاِمَّا اَنْ یَکُوْنَ الْحُکْمُ فِیْهَا عَلٰی نَفْسِ طَبِیْعَةِ الْکُلِّیِّ اَوْ عَلٰی مَاصَدَقَ عَلَیْهِ مِنَ الْاَفْرَادِ فَاِنْ کَانَ الْحُکْمُ عَلٰی نَفْسِ الطَّبِیْعَةِ فَهِیَ الطَّبِیْعِیَّةُ وَاِنْ کَانَ عَلٰی مَا صَدَقَ عَلَیْهِ مِنَ الْاَفْرَادِ فَاِمَّا اَنْ یُبَیَّنَ فِیْهَا کَمِیَّةُ الْاَفْرَادِ وَهِیَ الْمَحْصُوْرَةُ وَ اِلَّا فَهِیَ الْمُهْمَلَةُ.

ترجمہ: اور تجھے تقسیم میں یہ کہنے کا حق ہے کہ حملیہ کا موضوع یا تو جزئی ہوگا یا کلی، پس اگر جزئی ہو تو وہ شخصیہ ہے، اور اگر کلی ہو تو یا حکم اس میں کلی کی نفس طبیعت پر ہوگا، یا ماصدق علیہ یعنی افراد پر ہوگا، اگر حکم نفسِ طبیعت پر ہو تو وہ طبعیہ ہے، اور اگر ماصدق علیہ یعنی افراد پر ہو تو اس میں یا تو افراد کی مقدار بیان ہوگی یہی محصورہ ہے ورنہ تو مہملہ ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارحؒ نے قضیہ حملیہ کے موضوع کے اعتبار سے چار قسموں میں منحصر ہونے کی وجہ بیان کی ہے، اور شارح کی دلیل حصر احسن اور عمدہ ہے، کیونکہ ماتن نے جو دلیل حصر بیان کی ہے، اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے، اولاً ماتن کی دلیل حصر بیان کی جاتی ہے، پھر اعتراضات ذکر کیے جائیں گے۔

ماتن کی بیان کردہ دلیل حصر: حملیہ کا موضوع دو حال سے خالی نہیں یا تو جزئی ہوگا یا کلی اگر جزئی ہو تو وہ شخصیہ اور

مخصوصہ ہے، اور اگر کلی ہو تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو اس میں افراد کی مقدار بیان کی گئی ہو یا بیان نہ کی گئی ہو، اگر افراد کی مقدار بیان کی گئی ہو تو وہ محصورہ ہے، اور اگر افراد کی مقدار بیان نہ کی گئی ہو تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں، یا تو وہ قضیہ کلیت اور جزئیت کے طور پر صادق آنے کی صلاحیت رکھتا ہوگا یا نہیں، اگر صلاحیت رکھتا ہو تو وہ مہملہ ہے اور اگر صلاحیت نہ رکھتا ہو تو وہ طبعیہ ہے، خلاصہ یہ ہے کہ مہملہ اور طبعیہ کا دارومدار کلیت اور جزئیت کے طور پر صادق آنے کی صلاحیت اور عدم صلاحیت پر ہے۔

اعتراضات: اس پر چند اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔

۱- ایک اعتراض یہ ہے کہ قضیہ مہملہ پر طبعیہ کی تعریف صادق آتی ہے، جیسے الحیوان انسانٌ اس میں موضوع حیوان ہے اور محمول انسان ہے یہاں انسان حیوان پر کلیۃ صادق آنے کی صلاحیت نہیں رکھتا لہٰذا اس کو طبعیہ کہنا چاہئے، حالانکہ یہ مہملہ ہے۔

۲- دوسرا اعتراض یہ ہے کہ الانسان فی خسر قضیہ مہملہ ہے جو کلیہ اور جزئیہ ہونے کی حالت میں صادق ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا، کیونکہ مہملہ کے لئے کلیہ و جزئیہ میں سے کوئی وصف ہی نہیں ہوتا یہاں تک کہ ان اوصاف میں سے کسی کے ساتھ مقارن ہو، لہٰذا آپ کا یہ کہنا کہ اگر کلیت اور جزئیت کے طور پر صادق ہونے کی صلاحیت رکھے، تو وہ مہملہ ہے صحیح نہیں؟

۳- تیسرا اعتراض یہ ہے کہ بعض طبعیات پر مہملہ کی تعریف صادق آتی ہے، جیسے الانسان حیوان ناطق میں جب طبعیت انسان پر حیوان ناطق کے ساتھ اتحاد کا حکم ہو تو یہ کلیۃ بھی صادق آسکتا ہے، چنانچہ یوں کہہ سکتے ہیں، کل انسانٍ حیوانٌ ناطقٌ اور جزئیہ بھی صادق آسکتا ہے، چنانچہ یہ کہا جاسکتا ہے، بعض الانسان حیوان ناطق حالانکہ قضیہ مذکور طبعیہ ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ ماتن کی ذکر کردہ دلیل حصر پر چونکہ اعتراضات وارد ہوتے ہیں اسی لئے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ شارح نے ان ہی اعتراضات سے احتراز کے لئے صلاحیت کی تفسیر ''بان یکون الحکم'' سے کر کے یہ بتایا ہے کہ صلاحیت سے مراد حکم کا افراد پر ہونا اور نہ ہونا ہے۔

شارح کی ذکر کردہ دلیل حصر: حملیہ کا موضوع جزئی ہوگا یا کلی، اگر جزئی ہو تو اس کو ''شخصیہ اور مخصوصہ'' کہتے ہیں، اور اگر کلی ہو تو یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو حکم اس قضیہ کی نفس طبیعت پر ہوگا تو یہی طبعیہ ہے یا حکم اس قضیہ میں کلی کے افراد پر ہوگا، اگر کلی کے افراد پر حکم ہو تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں، یا تو موضوع کے افراد کی مقدار بیان ہوگی یا نہیں، اگر بیان ہو تو وہ محصورہ ہے ورنہ مہملہ ہے۔

وَ الشَّيْخُ الشِّفَاءِ ثَلَّثَ بِقِسْمَةَ فَقَالَ الْمَوْضُوْعُ اِنْ كَانَ جُزْئِيًّا فَهِيَ الشَّخْصِيَّةُ وَ اِنْ كَانَ كُلِّيًّا فَاِنْ بُيِّنَ فِيْهَا كَمِيَّةُ الْاَفْرَادِ فَهِيَ الْمَحْصُوْرَةُ وَ اِلَّا فَهِيَ الْمُهْمَلَةُ وَ بِشَنَّعَ عَلَيْهِ الْمُتَاخِّرُوْنَ لِعَدَمِ الْاِنْحِصَارِ فِيْهَا لِخُرُوْجِ الطَّبِيْعِيَّةِ وَ الْجَوَابُ اَنَّ الْكَلَامَ فِي الْقَضِيَّةِ الْمُعْتَبَرَةِ فِي الْعُلُوْمِ وَ الطَّبِيْعِيَّاتُ لَا اِعْتِبَارَ لَهَا فِي الْعُلُوْمِ لِاَنَّ الْحُكْمَ فِي الْقَضَايَا عَلٰى مَاصَدَقَ عَلَيْهِ الْمَوْضُوْعِ وَ هِيَ الْاَفْرَادُ وَ الطَّبِعِيَّةُ لَيْسَتْ مِنْهَا فَخُرُوْجُهَا عَنِ التَّقْسِيْمِ لَا يُخِلُّ بِالْاِنْحِصَارِ لِاَنَّ عَدَمَ الْاِنْحِصَارِ بِاَنْ يَتَنَاوَلَ الْمُقْسَمَ شَيْئًا وَ لَا يَتَنَاوَلُهُ الْاَقْسَامُ وَ الْمُقْسَمُ هٰهُنَا لَا يَتَنَاوَلُ الطَّبِيْعِيَّاتِ فَلَا يَنْحَلُّ الْاِنْحِصَارُ بِخُرُوْجِهَا.

ترجمہ: اور شیخ نے شفاء میں تقسیم کو مثلث کہا ہے، چنانچہ کہا ہے کہ موضوع اگر جزئی ہو تو وہ شخصیہ ہے، اور اگر کلی ہو تو اگر اس میں افراد کی مقدار بیان ہو تو وہ محصورہ ہے ورنہ تو وہ مہملہ ہے، اور متاخرین نے اس پر تشنیع کی ہے، کیونکہ طبعیہ

کے نکلنے کی وجہ سے ان اقسام میں انحصار نہیں ہے، جواب یہ ہے کہ گفتگو اس قضیہ کے بارے میں ہے جس کا علوم میں اعتبار کیا جاتا ہے، اور طبعیات کا علوم میں اعتبار نہیں ہے، اس لئے کہ قضایا میں حکم اس پر ہوتا ہے جس پر موضوع صادق ہو، اور وہ افراد ہیں، اور طبعیہ ان میں سے نہیں ہے، اس لئے طبعیہ کا تقسیم سے نکل جانا انحصار میں مخل نہ ہوگا، کیونکہ عدم انحصار تو یہ ہوتا ہے کہ مقسم کسی شئی کو شامل ہو اور اقسام اس کو شامل نہ ہو اور مقسم یہاں طبعیات کو شامل ہی نہیں، اس لئے اس کے نکلنے سے انحصار میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ علوم میں طبعیات کا اعتبار نہیں کیا جاتا ہے، شارح کہتے ہیں کہ شیخ بوعلی سینا نے اپنی کتاب ''الشفاء'' میں قضیہ حملیہ کی موضوع کے اعتبار سے جب تقسیم ذکر کی ہے، تو صرف تین اقسام کو ذکر کیا ہے طبعیہ کو ذکر نہیں کیا ہے، چنانچہ دلیل حصر یوں بیان کی ہے: حملیہ کا موضوع جزئی ہوگا یا کلی، اگر جزئی ہو تو اس مشخصہ کہتے ہیں، اور اگر اس کا موضوع کلی ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں: ۱- موضوع کے افراد کی مقدار بیان ہوگی۔ ۲- یا نہیں، ہو تو محصورہ ہے ورنہ مہملہ ہے۔

شیخ کی اس تقسیم پر متاخرین مناطقہ نے ان کو برا بھلا کہا ہے اور ان پر اعتراض کیا ہے کہ اگر آپ کی اس تقسیم کو درست قرار دیا جائے تو پھر انحصار میں خلل واقع ہوگا کیونکہ قضایا ثلثہ کی جو مشہور تعریف تھی ان تعریفوں کی بناء پر حصر صحیح نہیں ہوا؟ لیکن شارحؒ متاخرین کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شیخ کی بات درست ہے، کیونکہ یہاں ان قضایا سے بحث ہوتی ہے، جن کا علوم میں اعتبار ہوتا ہے، طبعیات سے مناطقہ مستقلاً بحث نہیں کرتے، ان کا علوم میں اعتبار نہیں ہے، اور بقیہ تین قضایا سے علوم میں اس لئے بحث ہوتی ہے کہ ان میں حکم موضوع کے افراد پر ہوتا ہے، حالانکہ طبعیہ میں ایسا نہیں ہوتا، بلکہ اس میں حکم موضوع کی نفس طبیعت پر ہوتا ہے، اس لئے مناطقہ طبعیہ سے بحث نہیں کرتے۔

لہٰذا قضیہ طبعیہ کے نکلنے کی وجہ سے اقسام کے انحصار میں کوئی خلل واقع نہیں ہوگا، کیونکہ عدم انحصار کا خلل تو اس وقت ہوتا ہے جب یہ مقسم میں شامل ہوتیں لیکن اقسام ان کو شامل نہیں ہوتیں، اور یہاں قضیہ طبعیہ تو مقسم میں داخل ہی نہیں ہے، کیونکہ مقسم وہ قضیہ ہے، جس کا علوم میں اعتبار ہوتا ہے، اس لئے قضیہ طبعیہ کے نکل جانے سے عدم انحصار کا کوئی خلل نہیں ہے، لہٰذا شیخ نے جو حملیہ کی صرف تین ہی قسمیں ذکر کی ہیں، وہ درست ہیں۔

قَالَ وَهِيَ فِيْ قُوَّةِ الْجُزْئِيَّةِ لِاَنَّهُ مَتىٰ صَدَقَ قَوْلُنَا اَلْاِنْسَانُ فِيْ خُسْرٍ صَدَقَ بَعْضُ الْاِنْسَانِ فِيْ خُسْرٍ وَ بِالْعَكْسِ **اَقُوْلُ** اَلْمُهْمَلَةُ فِيْ قُوَّةِ الْجُزْئِيَّةِ بِمَعْنىٰ اَنَّهُمَا مُتَلَازِمَانِ فَاِنَّهُ مَتىٰ صَدَقَتِ الْمُهْمَلَةُ صَدَقَتِ الْجُزْئِيَّةُ وَ بِالْعَكْسِ فَاِنَّهُ اِذَا صَدَقَ قَوْلُنَا اَلْاِنْسَانُ فِيْ خُسْرٍ صَدَقَ بَعْضُ الْاِنْسَانِ فِيْ خُسْرٍ وَ بِالْعَكْسِ اَمَّا اَنَّهُ كُلَّمَا صَدَقَتِ الْمُهْمَلَةُ صَدَقَتِ الْجُزْئِيَّةُ فَلِاَنَّ الْحُكْمَ فِيْهَا عَلىٰ اَفْرَادِ الْمَوْضُوْعِ وَ مَتىٰ صَدَقَ الْحُكْمُ عَلىٰ اَفْرَادِ الْمَوْضُوْعِ فَاِمَّا اَنْ يَصْدُقَ ذٰلِكَ الْحُكْمُ عَلىٰ جَمِيْعِ الْاَفْرَادِ اَوْ عَلىٰ بَعْضِهَا وَعَلىٰ كِلَا التَّقْدِيْرَيْنِ بِصِدْقِ الْحُكْمِ عَلىٰ بَعْضِ الْاَفْرَادِ وَ هُوَ الْجُزْئِيُّ وَ اَمَّا بِالْعَكْسِ فَلِاَنَّهُ مَتىٰ صَدَقَ الْحُكْمُ عَلىٰ بَعْضِ الْاَفْرَادِ صَدَقَ الْحُكْمُ عَلىٰ الْاَفْرَادِ مُطْلَقًا وَ هُوَ الْمُهْمَلَةُ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور وہ (یعنی مہملہ) جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے، اس لئے کہ جب الانسان فی خسر صادق

ہوگا، تو بعض الانسان فی خسر اور اس کا برعکس بھی صادق ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ مہملہ جزئیہ کی قوت میں ہے بایں معنیٰ کہ دونوں لازم وملزوم ہیں، کہ جب مہملہ صادق ہوگا تو جزئیہ بھی صادق ہوگا اور اس کا برعکس اس لئے کہ جب ہمارا قول الانسان فی خسر صادق ہوگا تو بعض الانسان فی خسرٍ بھی صادق ہوگا اور بالعکس بہر حال یہ کہ جب مہملہ صادق ہوگا، تو جزئیہ بھی صادق ہوگا تو اس لئے کہ حکم اس میں موضوع کے افراد پر ہوتا ہے، اور جب موضوع کے افراد پر حکم ہو تو حکم یا تو تمام افراد پر صادق ہوگا یا بعض پر اور دونوں صورتوں میں بعض افراد پر حکم صادق ہوگا، اور یہی جزئی ہے، اور اس کا عکس تو اس لئے کہ جب بعض افراد پر حکم صادق ہے تو مطلق افراد پر بھی صادق ہے اور یہی مہملہ ہے۔

تشریح: اس قال میں ماتنؒ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے، سوال سے پہلے ایک مقدمہ ذہن نشین کر لیجئے وہ یہ ہے کہ مناطقہ نے کہا ہے کہ محصورات اربعہ میں چونکہ حکم افراد پر ہوتا ہے اس لئے علوم میں صرف ان ہی کا اعتبار ہوتا ہے، دوسرے قضیے علوم میں اصلاً معتبر نہیں ہوتے، تو اس پر معترض کہتا ہے کہ قضیہ مہملہ میں تو حکم موضوع کے افراد پر ہوتا ہے، اگر چہ وہ افراد مبہم اور غیر معین ہوتے ہیں، تو مہملہ کا آخر علوم میں کیوں اعتبار نہیں ہوتا؟

تو اس قال میں ماتن نے اس سوال کا جواب دیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ مہملہ جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے، یہاں لفظ قوت فعل کے مقابل ہے یعنی مہملہ بالفعل جزئیہ نہیں ہوتا ہے بلکہ بالقوۃ جزئیہ ہوتا ہے، جزئیہ ہونے کی اس میں استعداد ہوتی ہے، کیونکہ جزئیہ میں سور ہوتی ہے جو بعض افراد پر دلالت کرتی ہے، اور مہملہ میں سور نہیں ہوتی مگر سور مذکور نہ ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اختلاف نہیں ہوگا۔ اور مہملہ اور جزئیہ آپس میں ایک دوسرے کو لازم ہیں، چنانچہ جب مہملہ صادق ہوگا تو جزئیہ بھی صادق ہوگا، اور اس کے برعکس کے ساتھ یعنی جہاں جزئیہ صادق ہوگا وہاں مہملہ بھی صادق ہوگا، الغرض ماتن نے یہاں دو دعوے کیے ہیں ۱۔ جب مہملہ پایا جائے گا تو اس کے ضمن میں جزئیہ بھی ضرور صادق ہوگا۔ ۲۔ جب جزئیہ متحقق ہوگا تو وہاں مہملہ بھی پایا جائے گا۔

دعویٰ اول کی دلیل یہ ہے کہ قضیہ مہملہ میں حکم موضوع کے مطلق افراد پر ہوتا ہے، اس میں کوئی تعیین وتحدید نہیں ہوتی، اس کی اب دو صورتیں ہیں۔

۱۔ حکم موضوع کے تمام افراد پر ہوگا۔ ۲۔ بعض افراد پر ہوگا، ان دونوں صورتوں میں سے جونسی بھی صورت ہو قضیہ جزئیہ وہاں ضرور پایا جائے گا، جیسے الانسان فی خسر یہ قضیہ مہملہ ہے اس میں خسر کا حکم خواہ انسان کے تمام افراد پر ہو یا بعض پر ہو، دونوں صورتوں میں بعض افراد پر حکم ضرور ہوگا اور یہی جزئیہ ہے۔

دوسرے دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ جزئیہ میں حکم موضوع کے بعض افراد پر ہوتا ہے، لیکن یہ بعض افراد چونکہ غیر متعین ہوتے ہیں، اس لئے وہاں مہملہ بھی صادق ہوگا، کیونکہ مہملہ میں بھی حکم موضوع کے مطلق اور غیر معین افراد پر ہوتا ہے، لہٰذا جب جزئیہ پایا جائے گا تو مہملہ بھی ضرور پایا جائے گا، جیسے بعض الانسان لیس فی خسر یہ قضیہ جزئیہ ہے اس میں حکم بعض افراد پر ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ خسارے کا حکم ان بعض میں سے کتنے پر ہے، اور کتنے پر نہیں، کوئی متعین نہیں ہے، اس لئے یہ مہملہ بھی ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ مہملہ جزئیہ کے ضمن میں پایا جاتا ہے، اس لئے اس کو مستقل شمار نہیں کیا۔

قَالَ اَلْبَحْثُ الثَّانِیُ فِیْ تَحْقِیْقِ الْمَحْصُوْرَاتِ الْاَرْبَعِ قَوْلُنَا كُلُّ جَ بَ يُسْتَعْمَلُ تَارَةً بِحَسْبِ الْحَقِیْقَةِ

وَ مَعْنَاهُ اَنَّ كُلَّ مَا لَوْ وَجَدَ كَانَ جَ مِنَ الْاَفْرَادِ الْمُمْكِنَةِ فَهُوَ بِحَيْثُ لَوْ وُجِدَ كَانَ بَ اَیْ كُلَّ مَا هُوَ مَلْزُوْمُ جَ فَهُوَ مَلْزُوْمُ بَ وَ تَارَةً بِحَسْبِ الْخَارِجِ وَ مَعْنَاهُ كُلُّ جَ فِی الْخَارِجِ سَوَاءٌ كَانَ حَالَ الْحُكْمِ اَوْ قَبْلَهٗ اَوْ بَعْدَهٗ فَهُوَ بَ فِی الْخَارِجِ **اَقُوْلُ** قَدْ عَرَفْتَ اَنَّ لِلْحَمْلِيَّةِ طَرَفَيْنِ اَحَدُهُمَا وَ هُوَ الْمَحْكُوْمُ عَلَيْهِ يُسَمّٰى مَوْضُوْعًا وَ ثَانِيْهِمَا وَ هُوَ الْمَحْكُوْمُ بِهٖ يُسَمّٰى مَحْمُوْلاً فَاعْلَمْ اَنَّ عَادَةَ الْقَوْمِ قَدْ جَرَتْ بِاَنَّهُمْ يُعَبِّرُوْنَ عَنِ الْمَوْضُوْعِ بِجَ وَ عَنِ الْمَحْمُوْلِ بِبَ حَتّٰی اَنَّهُمْ اِذَا قَالُوْا كُلُّ جَ بَ فَكَاَنَّهُمْ قَالُوْا كُلُّ مَوْضُوْعٍ مَحْمُوْلٌ وَاِنَّمَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ لِفَائِدَتَيْنِ اِحْدٰهُمَا الْاِخْتِصَارُ فَاِنَّ قَوْلَنَا كُلُّ جَ بَ اَخْصَرُ مِنْ قَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ مَثَلاً وَهُوَ ظَاهِرٌ وَ ثَانِيْهِمَا دَفْعُ تَوَهُّمِ الْاِنْحِصَارِ فَاِنَّهُمْ لَوْ وَضَعُوْا لِلْمُوْجِبَةِ الْكُلِّيَّةِ مَثَلاً قَوْلَنَا كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ وَ اَجْرَوْا عَلَيْهِ الْاَحْكَامَ اَمْكَنَ اَنْ يَذْهَبَ الْوَهْمُ اِلٰی اَنَّ تِلْكَ الْاَحْكَامَ اِنَّمَا هِیَ فِیْ هٰذِهِ الْمَادَّةِ دُوْنَ الْمُوْجِبَاتِ الْكُلِّيَّاتِ الْاُخَرِ فَتَصَوَّرُوْا مَفْهُوْمَ الْقَضِيَّةِ وَ جَرَّدُوْهَا مِنَ الْمَوَادِّ وَ عَبَّرُوْا عَنْ طَرَفَيْهَا بِجَ وَ بَ تَنْبِيْهًا عَلٰی اَنَّ الْاَحْكَامَ الْجَارِيَةَ عَلَيْهَا شَامِلَةٌ لِجَمِيْعِ جُزْئِيَّاتِهَا غَيْرُ مَقْصُوْرَةٍ عَلَی الْبَعْضِ دُوْنَ الْبَعْضِ كَمَا اَنَّهُمْ فِیْ قِسْمِ التَّصَوُّرَاتِ اَخَذُوْا مَفْهُوْمَاتِ الْكُلِّيَّاتِ الْخَمْسِ مِنْ غَيْرِ اِشَارَةٍ اِلٰی مَادَّةٍ مِنَ الْمَوَادِّ وَ بَحَثُوْا عَنْ اَحْوَالِهَا بَحْثًا مُتَنَاوِلاً لِجَمِيْعِ طَبَائِعِ الْاَشْيَاءِ وَ لِهٰذَا صَارَتْ مَبَاحِثُ هٰذَا الْفَنِّ قَوَانِيْنَ كُلِّيَّةً مُنْطَبِقَةً عَلٰی جَمِيْعِ الْجُزْئِيَّاتِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا کہ ہے کہ دوسری بحث محصورات اربعہ کی تحقیق (کے سلسلے) میں ہے، ہمارا قول "کل ج ب" کبھی حقیقت کے اعتبار سے مستعمل ہوتا ہے، اور اس کے معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ افراد ممکنہ میں سے جو فرد بھی موجود ہو کر ج ہوتو وہ پائے جانے کی حقیقت سے ب ہوگا، یعنی ہر وہ چیز جو ج کا ملزوم ہے تو وہ "ب" کا ملزوم ہے اور کبھی خارج کے اعتبار سے مستعمل ہوتا ہے، اور اس کے معنی یہ ہیں کہ جو خارج میں "ج" ہو خواہ حکم کی حالت میں ہو یا اس سے پہلے یا اس کے بعد، وہ خارج میں "ب" ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ تو یہ تو جان چکا ہے کہ حملیہ کے دو طرفین ہیں ان میں سے ایک محکوم علیہ ہے اس کا نام موضوع رکھا جاتا ہے، اور ان میں سے دوسری محکوم بہ ہے اس کا نام محمول رکھا جاتا ہے، تو یہ بھی جان کہ قوم کی عادت جاری ہے کہ وہ موضوع کو "ج" سے اور محمول کو "ب" سے تعبیر کرتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ یہ کہیں "کلّ ج ب" تو گویا کہ انہوں نے کہا "کلّ موضوع محمول" اور یہ انھوں نے دو فائدوں کے لئے کیا ہے، ان میں سے ایک اختصار ہے اس لئے کہ ہمارا قول "کل ج ب" ہمارے قول مثلاً "کلّ انسان حیوان" سے مختصر ہے اور یہ ظاہر ہے۔ اور ان میں سے دوسرا انحصار کے وہم کو دفع کرنا ہے، اس لئے کہ موجبہ کلیہ کے لئے مثلاً کل انسان حیوان کو مقرر کرتے اور اس پر احکام جاری کرتے تو وہم کے اس بات کی طرف جانے کا امکان تھا کہ یہ احکام صرف اسی مادہ کے لئے ہیں نہ کہ دوسرے موجبات کلیات کے لئے، تو انہوں نے قضیہ کے مفہوم کا تصور کیا اور اس کو تمام مادوں سے خالی کردیا، اور اس کے طرفین کی تعبیر "ج، ب" سے کی اس بات پر تنبیہ کرنے کے لئے کہ جو احکام اس پر جاری ہیں وہ اس کی تمام جزئیات کو شامل ہیں، بعض جزئیات پر منحصر نہیں ہیں، جیسا کہ انہوں نے تصورات کی قسم میں کلیات خمس کے مفہوم کو لیا، کسی خاص مادہ کی طرف اشارہ کئے بغیر، اور ان کے احوال سے ایسی بحث کی ہے جو اشیاء

کے تمام طبائع کو شامل ہے، اسی لئے اس فن کے مباحث ایسے کلی قواعد بن گئے جو تمام جزئیات پر منطبق ہوتے ہیں۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے محصورات کی تحقیق بیان کی ہے، جس کو شارح نے بہت تفصیل سے بیان کیا ہے اور کئی صفحات میں اس بحث کو بیان کیا ہے، شارح فرماتے ہیں کہ اس سے قبل آپ کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ قضیہ حملیہ کی دو طرفین ہوتے ہیں: ۱- محکوم علیہ جس کو موضوع کہا جاتا ہے۔ ۲- محکوم بہ جس کو محمول کہا جاتا ہے، تو یہ بات بھی دل کے نہاخانوں میں بٹھا لو کہ مناطقہ کی ایک خاص عادت جاری ہے کہ وہ قضایا موجبہ کلیہ میں موضوع کو "ج" سے اور محمول کو "ب" سے تعبیر کرتے ہیں، گویا جب "کل ج ب" کہا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ "کل موضوع محمول" مناطقہ نے یہ تعبیر دو فائدوں کے پیش نظر مقرر کی ہے۔

۱- تاکہ لفظوں میں اختصار پیدا ہو جائے اس لئے "کـــل ج ب" بہت ہی مختصر ہے اور اس سے پہلے آپ کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ مناطقہ الفاظ سے بحث نہیں کرتے البتہ صرف اتنے الفاظ سے بحث کرتے ہیں، جس کے ذریعہ استفادہ اور افادہ ہو سکے اور موضوع اور محمول کی جگہ "ج" اور "ب" کے ذریعہ افادہ اور استفادہ مکمل طور پر ہو سکتا ہے، اور الفاظ میں جتنا اختصار ہوا تنا ہی اچھا ہے اور "ج ب" چونکہ انسان اور حیوان کے مقابلہ میں مختصر ہے اس لئے موجبہ کلیہ کی تعبیر "کل ج ب" سے کرتے ہیں۔

۲- دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ایسا کر کے انحصار کے وہم کو دور کرنا مقصود ہے، کیونکہ اگر موجبہ کلیہ کے لئے کوئی خاص مثال مثلاً کل انسان حیوان کو لے کر احکام جاری کئے جائیں تو کسی کو یہ وہم پیدا ہو سکتا ہے کہ مناطقہ کے یہاں موضوع اور محمول کے لئے صرف انسان اور حیوان ہی ہے جو ہر جگہ مثالوں میں پیش کرتے ہیں، اس کے علاوہ ان کے یہاں کوئی اور لفظ ہی نہیں جس کو مثال میں پیش کیا جائے تو اس وہم کو دور کرنے کے لئے مناطقہ نے موضوع اور محمول کے لئے ایک ایسی عام تعبیر اختیار کی، جو تمام جزئیات کو شامل ہے، جو کسی مخصوص مادہ اور مخصوص مثال کے ساتھ خاص نہیں ہے، اور وہ "ج" اور "ب" ہے، جیسا کہ مناطقہ نے تصورات کی بحث میں مفہومات کلیہ یعنی جنس، نوع، فصل، خاصہ اور عرض عام سے کسی مخصوص مادہ کا اعتبار کئے بغیر ایسی عام بحث کی ہے، جو تمام اشیاء کی طبائع اور ماہیات کو شامل ہے، کیونکہ اس فن کے قواعد و قوانین کلی ہوتے ہیں، جو تمام جزئیات کو شامل ہوتے ہیں، اسی طرح "کـــل ج ب" کی یہ تعبیر ان تمام قضایا کو شامل ہے جو موجبہ کلیہ ہیں۔

الغرض ان ہی فائدوں کے پیش نظر مناطقہ نے موضوع کو "ج" اور محمول کو "ب" سے تعبیر کیا۔

اعتراض: لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ظاہر کا تقاضا تو یہ تھا کہ موضوع کو "ا" اور محمول کو "ب" سے تعبیر کرے، اس لئے کہ حروف تہجی میں سب سے پہلے یہی دونوں ہیں، تو پھر موضوع اور محمول کو "ج" اور "ب" ہی سے کیوں تعبیر کیا؟ تو اس کا **جواب** یہ ہے کہ الف چونکہ ساکن ہوتا ہے، اگر موضوع کو الف سے تعبیر کیا جاتا تو ابتداء بالسکون لازم آتا جو کہ محال ہے، اس وجہ سے الف کو چھوڑ دیا، پھر رہا یہ **ســـوال** کہ "ت" اور "ث" تو ساکن نہیں ہیں، تو پھر موضوع کی تعبیر کرنے کے لئے ان دونوں کا انتخاب کیوں نہیں فرمایا "ج" اور "ب" ہی کا کیوں انتخاب کیا گیا؟ تو اس کا **جـــواب** یہ ہے کہ "ب" کو چونکہ "ت" اور "ث" سے کتابت اور لکھائی میں مشابہت ہے، ان میں صرف نقطوں کا فرق ہے حالانکہ لکھائی میں امتیاز ہونا چاہئے تاکہ موضوع اور محمول کا فرق ظاہر ہو جائے، تو موضوع اور محمول کے درمیان امتیاز کے لئے "ج" اور "ب" کو اختیار کیا گیا اور "ت" اور "ث" کو چھوڑ دیا۔

لیکن پھر یہ **ســـــوال** پیدا ہوتا ہے کہ چلو ہم نے مان لیا کہ "ت" اور "ث" کے لینے میں چونکہ التباس تھا اس لئے ان

دونوں کو چھوڑ کر آپ نے "ج" ہی کو لے لیا، لیکن حروف تہجی میں "ب" "ج" سے مقدم ہے اور موضوع محمول پر مقدم ہوتا ہے تو "ب" کا مقدم ہونا یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس کو موضوع کی جگہ رکھا جائے اور "ج" کو محمول کی جگہ پھر اس کے برعکس موضوع کی جگہ "ج" اور محمول کی جگہ "ب" کیوں رکھا اور موضوع کو "ج" اور محمول کو "ب" سے کیوں تعبیر فرمایا؟

جواب- اس کا یہ ہے کہ موضوع کو "ج" اور محمول کو "ب" سے اگر تعبیر کرتے تو کسی کو یہ وہم ہوتا کہ شاید یہاں "ب" اور "ج" کو حروف تہجی سے شمار کیا جارہا ہے، لیکن جب ترتیب بدل گئی تو یہ وہم بھی ختم ہو گیا، دوسرا جواب یہ ہے کہ موضوع کو "ج" اور محمول کو "ب" سے تعبیر کر کے ایک نکتہ کی طرف اشارہ کر دیا، اور وہ نکتہ یہ ہے کہ ابجد کے حساب سے "ج" کے تین عدد نکلتے ہیں، اور "ب" کے دو، اور موضوع کے اندر چونکہ تین چیزیں ہوتی ہیں: ۱- ذات موضوع ۲- وصف موضوع ۳- دونوں کا آپس میں اتصاف، اور محمول کے اندر دو چیزیں ہوتی ہیں ۱- وصف محمول ۲- وصف محمول کا موضوع سے اتصاف، تو موضوع کو "ج" سے اس لئے تعبیر فرمایا تا کہ اس کے تینوں عدد موضوع کی تینوں چیزوں پر دلالت کریں اور محمول کو "ب" سے اس لئے تعبیر فرمایا تا کہ "ب" کے دو عدد محمول کی دونوں چیزوں پر دلالت کریں۔

فَاِذَا قُلْنَا كُلُّ جَ بَ فَهُنَاكَ اَمْرَانِ اَحَدُهُمَا مَفْهُوْمُ جَ وَ حَقِيْقَتُهُ وَ الْاٰخَرُ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ جَ مِنَ الْاَفْرَادِ فَلَيْسَ مَعْنَاهُ اَنَّ مَفْهُوْمَ جَ هُوَ مَفْهُوْمُ بَ وَاِلَّا لَكَانَ جَ وَ بَ لَفْظَيْنِ مُتَرَادِفَيْنِ فَلَا يَكُوْنُ الْحَمْلُ فِي الْمَعْنٰى بَلْ فِي اللَّفْظِ بَلْ مَعْنَاهُ اَنَّ كُلَّ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ مِنَ الْاَفْرَادِ فَهُوَ بَ فَاِنْ قُلْتَ كَمَا اَنَّ لِجَ اِعْتِبَارَيْنِ كَذٰلِكَ لِبَ اعْتِبَارَانِ مَفْهُوْمٌ وَ حَقِيْقَةٌ وَ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ مِنَ الْاَفْرَادِ فَلِمَ لَا يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ الْمَحْمُوْلُ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ بَ مِنَ الْاَفْرَادِ لَا مَفْهُوْمُهُ كَمَا اَنَّ الْمَوْضُوْعَ كَذٰلِكَ فَنَقُوْلُ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ الْمَوْضُوْعُ هُوَ بِعَيْنِهٖ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ الْمَحْمُوْلُ فَلَوْ كَانَ الْمَحْمُوْلُ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ بَ لَكَانَ الْمَحْمُوْلُ ضَرُوْرِيُّ الثُّبُوْتِ لِلْمَوْضُوْعِ ضَرُوْرَةَ ثُبُوْتِ الشَّيْءِ لِنَفْسِهٖ فَيَنْحَصِرُ الْقَضَايَا فِي الضَّرُوْرِيَّةِ وَ لَمْ تَصْدُقْ مُمْكِنَةٌ خَاصَّةٌ اَصْلًا فَقَدْ ظَهَرَ اَنَّ مَعْنَى الْقَضِيَّةِ كُلُّ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ مَفْهُوْمُ جَ مِنَ الْاَفْرَادِ فَهُوَ مَفْهُوْمُ بَ لَا مَا صَدَقَ عَلَيْهِ بَ.

ترجمہ: پس جب ہم "کل ج ب" کہیں تو یہاں دو چیزیں ہیں، ان میں سے ایک "ج" کا مفہوم اور اس کی حقیقت اور دوسرا وہ جس پر "ج" صادق آئے یعنی افراد، پس اس کے معنیٰ یہ نہیں ہیں کہ "ج" کا مفہوم بعینہٖ "ب" کا مفہوم ہے ورنہ تو "ج" اور "ب" دو مترادف لفظ ہو جائیں گے، اور معنیٰ میں حمل نہ ہوگا، بلکہ لفظ میں حمل ہوگا، بلکہ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہر وہ فرد جس پر "ج" صادق ہو وہ "ب" ہے۔ پس اگر آپ کہیں کہ جس طرح "ج" کے دو اعتبار ہیں اسی طرح "ب" کے بھی دو اعتبار ہیں، ایک مفہوم و حقیقت اور ایک وہ جس پر وہ صادق آئے یعنی افراد پس یہ کیوں جائز نہیں ہے کہ محمول "ب" کا ماصدق علیہ ہو یعنی افراد، نہ کہ اس کا مفہوم جیسا کہ موضوع بھی اس طرح ہے؟ تو ہم کہیں گے جس پر موضوع صادق آتا ہے اس پر بعینہٖ محمول بھی صادق آتا ہے، پس اگر محمول ماصدق علیہ "ب" ہو تو محمول موضوع کے لئے ضروری الثبوت ہو جائے گا، شیٔ کا اپنی ذات کے لئے ثبوت کے ضروری ہونے کی وجہ سے، پس قضایا ضروریہ میں منحصر ہو جائیں گے اور ممکنہ خاصہ بالکل صادق نہ ہوگا، پس یہ ظاہر ہو گیا کہ قضیہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہر وہ

فرد جس پر "ج" کا مفہوم صادق ہو وہ "ب" کا مفہوم ہے نہ کہ وہ چیز جس پر "ب" صادق آئے۔

تشــــریــــح: اس عبارت میں شارح نے "ج" اور "ب" میں مفہوم ومصداق کے لحاظ سے احتمالات بیان کیے ہیں، چنانچہ شارحؒ نے فرمایا کہ "کل ج ب" میں مفہوم اور مصداق کے لحاظ سے چار احتمالات ہوسکتے ہیں، جن میں سے تین احتمالات تو باطل ہیں صرف ایک احتمال درست ہے۔

۱۔ "ج" سے مفہوم "ج" اور "ب" سے بھی مفہوم "ب" مراد ہو، یہ احتمال درست نہیں ہے، دلیل یہ ہے کہ جب دونوں سے مفہوم مراد لے لیا گیا تو اب دونوں عینین ہوگئے، اور دو مترادف لفظ ہوگئے، اب اسی صورت میں "ج" "ب" کا حمل "ج" پر معنیً کیا ہی نہیں جاسکتا، بلکہ صرف لفظاً حمل ہوگا، معنیً حمل تو اس واسطے نہیں کیا جاسکتا کہ حمل کے لئے موضوع اور محمول کے درمیان تغایر ہونا ضروری ہے، اور یہاں چونکہ دونوں معنیً متحد ہیں، تو موضوع اور محمول کے درمیان تغایر نہیں پایا گیا، لہٰذا دونوں جگہ "ج" اور "ب" کا مفہوم مراد لینا درست نہیں ہے۔

۲۔ "ج" سے مراد مصداق ہو یعنی افراد اور "ب" سے مراد "ب" کا مفہوم ہو، مطلب یہ ہے کہ ہر وہ فرد جس پر "ج" صادق ہو وہ "ب" ہے یہی احتمال درست ہے اور یہاں یہی مراد ہے۔

۳۔ "ج" سے مراد مصداق ہو یعنی افراد اور "ب" سے مراد بھی مصداق ہو، شارح نے اس احتمال کو اعتراض کی شکل میں ذکر کیا ہے، حاصل اعتراض یہ ہے کہ جس طرح "ج" کے دو اعتبار ہیں ایک اس کا مفہوم اور حقیقت اور ایک اس کا مصداق یعنی افراد، اسی طرح "ب" کے بھی دو اعتبار ہیں، ایک اس کا مفہوم اور حقیقت اور ایک اس کا مصداق یعنی افراد، تو جس طرح دوسرے احتمال میں "ج" سے مصداق مراد لیا گیا ہے، اسی طرح "ب" سے بھی "ب" کا مصداق مراد لیا جائے نہ کہ اس کا مفہوم، جب موضوع یعنی "ج" سے مصداق مراد لے سکتے ہیں، تو محمول یعنی "ب" سے بھی مصداق مراد ہونا چاہئے، حاصل کلام یہ ہے کہ دونوں جگہ مصداق مراد لیے جائیں؟

جواب۔ اس کا یہ ہے کہ جس پر موضوع صادق ہو اس پر بعینہٖ محمول بھی صادق ہوتا ہے، لیکن اگر دونوں جگہ مصادیق اور افراد مراد لیے جائیں تو یہ صحیح نہیں، کیونکہ اس صورت میں "ج" اور "ب" دونوں عین ہوجائیں گے، اور محمول کا موضوع کے لئے ضروری الثبوت ہونا لازم آئے گا، اس لئے کہ جب یہ دونوں عینین ہوگئے تو شئ کا اپنے نفس کے لئے ثبوت چونکہ ضروری ہوتا ہے، اس لئے محمول کا ثبوت موضوع کے لئے ضروری ہوگا، اور یہ صحیح نہیں، اس لئے کہ اگر اس کو صحیح قرار دیا جائے تو اس سے تمام قضایا کا ضروریہ میں منحصر ہونا لازم آتا ہے، حالانکہ ضروریہ کے علاوہ اور بھی بہت سے قضایا ہیں، چنانچہ کوئی قضیہ ممکنہ ہے، کوئی دائمہ کوئی مطلقہ، نیز اگر اس تیسرے احتمال کو صحیح قرار دیا جائے تو ممکنہ خاصہ بھی صادق نہیں ہوگا، اور جب قضیہ ممکنہ صادق نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ تمام قضایا صادق نہیں ہوں گے، دلیل یہ ہے کہ قضیہ ممکنہ تمام قضایا سے اعم ہے، اور دوسرے قضایا اس سے اخص ہیں، اور اعم کی نفی اخص کی نفی کو مستلزم ہوتی ہے، اور یہ خرابی اس وجہ سے لازم آرہی ہے کہ دونوں یعنی "ج" سے مصداق "ج" اور افراد، اور "ب" سے بھی مصداق "**ب**" مراد لیا گیا ہے، لہٰذا یہ احتمال درست نہیں، جب یہ احتمال درست نہیں تو ثابت ہوا کہ دوسرا احتمال ہی درست ہے، یعنی "ج" سے مصداقِ "ج" اور افراد، اور "ب" سے اس کا مفہوم مراد ہے۔

۴۔ "ج" سے مصداق "ج" اور "ب" سے مصداقِ "ب" مراد ہو یہ احتمال باطل ہے، دلیل یہ ہے کہ اس صورت میں قضیہ

طبعیہ ہوجاتا ہے، جن کا علوم میں اعتبار نہیں، الغرض یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ "ج" سے مصداق "ج" اور "ب" سے مفہوم "ب" مراد ہے، اور یہ دوسرا احتمال ہے، اور یہی صحیح ہے، اور اس کے علاوہ تینوں احتمال باطل ہیں۔

لاَ يُقَالُ إِذَا قُلْنَا كُلُّ ج ب فَإِمَّا أَنْ يَكُوْنَ مَفْهُوْمُ ج عَيْنَ مَفْهُوْمِ ب أَوْ غَيْرَهُ فَإِنْ كَانَ عَيْنَهُ يَلْزَمُ مَا ذَكَرْتُمْ مِنْ أَنَّ الْحَمْلَ لاَ يَكُوْنُ مُفِيْدًا وَ إِنْ كَانَ غَيْرَهُ اِمْتَنَعَ أَنْ يُقَالَ أَحَدُهُمَا هُوَ الْآخَرُ لِاِسْتِحَالَةِ أَنْ يَكُوْنَ الشَّيْءُ نَفْسَ مَا لَيْسَ هُوَ هُوَ لِأَنَّهُ يُجَابُ عَنْهُ بِأَنَّ قَوْلَكُمُ الْحَمْلُ مُحَالٌ يَشْتَمِلُ عَلَى الْحَمْلِ فَيَكُوْنُ إِبْطَالاً لِلشَّيْءِ بِنَفْسِهِ وَ أَنَّهُ مُحَالٌ وَ لِلسَّائِلِ أَنْ يَعُوْدَ وَ يَقُوْلَ لاَ تَدَّعِي الْإِيْجَابَ بَلْ تَدَّعِيْ إِمَّا أَنَّ الْحَمْلَ لَيْسَ بِمُفِيْدٍ أَوْ أَنَّهُ لَيْسَ بِمُمْكِنٍ وَ صِدْقُ السَّالِبَةِ لاَ يُنَافِيْ كِذْبَ سَائِرِ الْمُوْجَبَاتِ فَالْحَقُّ فِي الْجَوَابِ إِنَّا نَخْتَارُ أَنَّ مَفْهُوْمَ ب غَيْرُ مَفْهُوْمِ ج وَ قَوْلُهُ اِسْتِحَالَةُ حَمْلِ بٌ عَلَى ج هُوَ هُوَ قُلْنَا لاَ نُسَلِّمُ وَإِنَّمَا يَكُوْنُ حَمْلُهُ عَلَيْهِ مُحَالاً لَوْ كَانَ الْمُرَادُ بِهِ أَنَّ ج نَفْسُ ب وَ لَيْسَ كَذٰلِكَ لِمَا تَبَيَّنَ أَنَّ الْمُرَادَ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ ج يَصْدُقُ عَلَيْهِ ب وَ يَجُوْزُ صِدْقُ الْأُمُوْرِ الْمُتَغَايِرَةِ بِحَسْبِ الْمَفْهُوْمِ عَلٰى ذَاتٍ وَاحِدَةٍ فَمَا صَدَقَ عَلَيْهِ ج يُسَمّٰى ذَاتَ الْمَوْضُوْعِ وَ مَفْهُوْمُ ج يُسَمّٰى وَصْفَ الْمَوْضُوْعِ وَ عُنْوَانَهُ لِأَنَّهُ يُعْرَفُ بِهِ ذَاتُ ج الَّذِيْ هُوَ الْمَحْكُوْمُ عَلَيْهِ حَقِيْقَةً كَمَا يُعْرَفُ الْكِتَابُ بِعُنْوَانِهِ وَ الْعُنْوَانُ قَدْ يَكُوْنُ عَيْنَ الذَّاتِ كَقَوْلِنَا كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ فَإِنَّ حَقِيْقَةَ الْإِنْسَانِ عَيْنُ مَاهِيَّةِ زَيْدٍ وَ عَمْرٍو وَ بَكْرٍ وَغَيْرِهِمْ مِنْ أَفْرَادِهِ وَقَدْ يَكُوْنُ جُزْءً لَهَا كَقَوْلِنَا كُلُّ حَيَوَانٍ حَسَّاسٌ فَإِنَّ الْحُكْمَ فِيْهِ أَيْضًا عَلٰى زَيْدٍ وَعَمْرٍو وَ غَيْرِهِمَا مِنَ الْأَفْرَادِ وَ حَقِيْقَةُ الْحَيَوَانِ إِنَّمَا هِيَ جُزْءٌ لَهَا وَقَدْ يَكُوْنُ خَارِجًا عَنْهَا كَقَوْلِنَا كُلُّ مَاشٍ حَيَوَانٌ فَإِنَّ الْحُكْمَ فِيْهِ أَيْضًا عَلٰى زَيْدٍ وَ عَمْرٍو وَ غَيْرِهِمَا مِنْ أَفْرَادِهِ وَمَفْهُوْمُ الْمَاشِيْ خَارِجٌ عَنْ مَاهِيَتِهِمَا فَمُحَصِّلُ مَفْهُوْمِ الْقَضِيَّةِ يَرْجِعُ إِلٰى عَقْدَيْنِ عَقْدُ الْوَضْعِ وَ هُوَ اِتِّصَافُ ذَاتِ الْمَوْضُوْعِ بِوَصْفِهِ وَ عَقْدُ الْحَمْلِ وَ هُوَ اِتِّصَافُ ذَاتِ الْمَوْضُوْعِ بِوَصْفِ الْمَحْمُوْلِ وَ الْأَوَّلُ تَرْكِيْبٌ تَقْيِيْدِيٌّ وَ الثَّانِيْ تَرْكِيْبٌ خَبَرِيٌّ۔

ترجمہ: نہ کہا جائے کہ جب ہم "کل ج ب" کہیں، تو "ج" کا مفہوم یا تو "ب" کے مفہوم کا عین ہوگا یا اس کا غیر ہوگا، پس اگر اس کا عین ہو، تو وہی بات لازم آئے گی، جو آپ نے ذکر کی ہے، کہ حمل مفید نہ ہوگا، اور اگر اس کا غیر ہو، تو یہ کہنا ممتنع ہوگا کہ ان میں سے ایک بعینہ دوسرا ہے، اس لئے کہ ایک چیز کا اس چیز کا عین ہونا جو وہ نہیں ہے محال ہے؟ اس لئے اس کا جواب دیا جائے گا کہ آپ کا قول "الحملُ محالٌ" خود حمل پر مشتمل ہے، تو یہ ابطال شئ بنفسہ ہوا، اور یہ محال ہے، اور سائل لوٹ کر یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم ایجاب کا دعویٰ نہیں کرتے، بلکہ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ حمل یا تو مفید نہیں ہے یا ممکن نہیں ہے، اور سالبہ کا صدق تمام موجبات کے کذب کے منافی نہیں ہے، پس حق جواب یہ ہے کہ ہم اس کو اختیار کرتے ہیں کہ "ب" کا مفہوم "ج" کے مفہوم کا غیر ہے، اور سائل کا قول "استحالة حمل ب علیٰ ج ھو ھو" ہم تسلیم نہیں کرتے، اور اس کا حمل تو اس پر (یعنی ج پر) اس وقت محال ہوگا جب مراد یہ ہو کہ "ج" نفس "ب" ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، کیوں کہ یہ ظاہر ہو چکا کہ مراد یہ ہے کہ جس پر "ج"

صادق ہو، اس پر "ب" صادق ہوگی، اور ایک ذات پر ان امور کا صدق جائز ہے، جو مفہوم کے اعتبار سے متغایر ہوں، پس جس پر "ج" صادق ہو، اس کو ذاتِ موضوع کہتے ہیں، اور مفہوم "ج" کو وصف موضوع اور عنوانِ موضوع کہتے ہیں، اس لئے کہ اس کے ذریعہ اس "ج" کی ذات پہچانی جاتی ہے جو حقیقۃً محکوم علیہ ہے، جیسا کہ کتاب اس کے عنوان سے پہچانی جاتی ہے، اور عنوان کبھی ذات کا عین ہوتا ہے، جیسے ہمارا قول، "کل انسان حیوانٌ" کیونکہ انسان کی حقیقت اس کے افراد زید، عمرو بکر وغیرہ کی ماہیت کی عین ہے، اور کبھی اس کا جزء ہوتا ہے جیسے ہمارا قول کل حیوان حساسٌ پس بے شک اس میں بھی حکم زید، عمرو بکر وغیرہ افراد پر ہے، اور حیوان کی حقیقت ان کی حقیقت کا صرف ایک جزء ہے، اور کبھی اس سے خارج ہوتا ہے، جیسے ہمارا قول کل ماشٍ حیوانٌ پس بے شک اس میں بھی حکم زید، عمرو بکر وغیرہ افراد پر ہے، اور ماشی کا مفہوم ان کی ماہیت سے خارج ہے، پس قضیہ کے مفہوم کا حاصل دو عقدوں کی طرف راجع ہے، عقدِ وضع اور وہ ذاتِ موضوع کا وصف موضوع کے ساتھ متصف ہونا ہے، اور عقدِ حمل اور وہ ذاتِ موضوع کا وصفِ محمول کے ساتھ متصف ہونا ہے، اور پہلا ترکیب تقییدی ہے اور دوسرا ترکیب خبری ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارحؒ نے ایک اشکال اور اس کا جواب پھر اس جواب کو رد کر کے صحیح جواب کی نشاندہی کی ہے، حاصل اعتراض یہ ہے کہ "کل ج ب" کہنا صحیح نہیں، کیونکہ یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو "ج" کا مفہوم "ب" کے مفہوم کا عین ہوگا یا غیر، اگر دونوں عین ہوں تو حمل مفید نہ ہوگا، اور اگر دونوں میں مغایرت ہو تو یہ بھی درست نہیں، کیونکہ اس صورت میں پھر ایک کا حمل دوسرے پر محال ہوگا اور یہ کہنا ممتنع ہوگا کہ ان میں سے ایک دوسرا ہے، اس لئے کہ شئ اپنے غیر کا عین نہیں ہوسکتی، جب دونوں صورتیں باطل ہیں تو "کل ج ب" میں "ب" کا حمل "ج" پر کرنا بھی باطل ہے؟

بعض لوگوں نے اس اعتراض کا الزامی جواب دیا ہے، جس کو شارح نے لانہ یجاب عنہ، سے ذکر کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ معترض نے جو یہ کہا ہے کہ اگر دونوں میں مغایرت ہو تو اس صورت میں احدھما ھو الآخر کہنا صحیح نہ ہوگا، یہ اس کے مترادف ہے کہ گویا معترض نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ "الحمل محالٌ" تو اب مجیب یہ کہتا ہے کہ معترض کا دعویٰ الحمل محالٌ قضیہ موجبہ ہے، اور خود حمل پر مشتمل ہے، چنانچہ محال کو "الحمل" پر محمول کیا گیا ہے، تو معترض کا قول خود اس کے قول کو باطل کر رہا ہے، اور جو قول اپنے آپ کو باطل کرنے والا ہو، وہ خود باطل ہوتا ہے، اس لئے کہ اگر اس کو حق اور صحیح قرار دیا جائے تو حق اور باطل کا ایک ساتھ جمع ہونا لازم آئے گا، اور یہ محال ہے، جب یہ باطل ہے تو معترض کا اعتراض بھی باطل ہے۔

وللسائل ان یقول :الخ اس عبارت میں شارح نے اعتراض مذکور کے بعض جواب کو رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ جواب صحیح نہیں، اس لئے کہ معترض یہ کہہ سکتا ہے کہ ہمارا مدعا الحمل محالٌ قضیہ موجبہ نہیں ہے، بلکہ ہمارا مدعا قضیہ سالبہ ہے یعنی الحمل لیس بمفیدٍ یا الحمل لیس بممکنٍ، قضیہ موجبہ میں تو ابطال شئ لنفسہٖ لازم آتا ہے، اس لئے کہ اس میں محمول کا حکم موضوع کے لئے اس وقت ثابت ہوتا ہے، جب موضوع نفس الامر اور خارج میں موجود ہو، لیکن قضیہ سالبہ میں محمول کا حکم موضوع کے واسطے ثابت کرنے کے لئے خارج اور نفس الامر میں موجود ہونا ضروری نہیں ہے، خواہ نفس الامر اور خارج میں موجود ہو یا موجود نہ ہو، دونوں صورتوں میں محمول کا حکم موضوع کے لئے ثابت ہو جاتا ہے، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قضیہ سالبہ کی صورت میں معترض کا اعتراض لوٹ آتا ہے، کہ "کل ج ب" میں "ب" کا حمل "ج" پر کرنا باطل ہے۔

فالحق فی الجواب اس عبارت میں شارح نے اعتراض مذکور کا صحیح جواب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم دوسری شق کو اختیار کرتے ہیں کہ "ب" اور "ج" کے مفہوم میں مغایرت ہے، لیکن اس پر معترض کا یہ کہنا کہ دوایسی شیٔ جن کے درمیان مغایرت ہو، ان میں سے ایک کا حمل دوسرے پر کرنا محال ہے؟ اس کو ہم نہیں مانتے، کیونکہ یہ اس وقت محال ہے، جب "ج" پر "ب" کے حمل سے مراد یہ ہو کہ "ج" کا مفہوم بعینہٖ "ب" کا مفہوم ہے، حالانکہ یہ مراد نہیں ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ جن افراد پر "ج" صادق ہو ان پر "ب" کا مفہوم صادق ہوگا، یعنی موضوع کے مصداق پر محمول کا حمل ہے، اور ایک ذات پر دو متغایر مفہوم صادق ہو سکتے ہیں، اس میں کوئی بعد اور استحالہ نہیں ہے، جیسے زید پر انسان، کاتب، ضاحک اور ماشی وغیرہ متغایر مفہوم صادق ہوں۔

فائدہ: شارحؒ کا یہ اعتراض قضیہ "کل ج ب" کے معنیٰ ذکر کرنے کے بعد ذکر کرنا بیکار ہے، دلیل یہ ہے کہ تحقیق سابق سے یہ اعتراض خود بخود ختم ہو جاتا ہے، غالباً اسی وجہ سے میر صاحب نے کہا کہ ان هٰذا شبهة یتمسّک بها فی ابطال الحمل، یعنی یہ شبہ و اعتراض ماسبق پر نہیں ہے، بلکہ ایک شبہ کا تذکرہ ہے جو حمل پر وارد کیا جاتا ہے، شارح نے تحقیق سابق کے بعد اس شبہ کو ذکر کر کے اس کے ضعف پر تنبیہ فرمائی ہے۔

ذات موضوع کی وضاحت: شارحؒ کہتے ہیں جس چیز پر "ج" صادق ہو، یعنی اس کے افراد اس کو ذات موضوع کہتے ہیں، اور "ج" کے مفہوم اور اس کی حقیقت کو وصف موضوع اور عنوان موضوع کہتے ہیں، اس کو "عنوان" اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ "ج" کی ذات، جو در حقیقت محکوم علیہ ہے، کی معرفت ہوتی ہے، گویا یہ اس کا عنوان اور پتہ ہے جس طرح کوئی تحریر عنوان سے پہچانی جاتی ہے۔

یہ عنوان کبھی موضوع کی عین ذات ہوتا ہے، جیسے کل انسانٍ حیوانٌ دیکھئے اس مثال میں لفظ "انسان" وصف موضوع ہے، اور انسان کے افراد زید، عمرو بکر وغیرہ ذات موضوع ہیں، اور انسان کی حقیقت بعینہٖ اس کے تمام افراد کی حقیقت و ماہیت ہے، اور کبھی عنوانِ موضوع ذاتِ موضوع کا جزء ہوتا ہے، جیسے کل حیوان حساس، دیکھئے اس مثال میں حیوان عنوانِ موضوع ہے، اور اس میں حیوان ہونے کا حکم انسان کے افراد پر بھی ہے، اور انسان کے علاوہ دوسری اشیاء مثلاً فرس، غنم وغیرہ پر بھی ہے لیکن حیوان ان سب کی حقائق کا جز ہے، ان تمام کی عین ماہیت نہیں ہے۔ اور کبھی عنوانِ موضوع ذاتِ موضوع سے خارج ہوتا ہے، جیسے کل ماشٍ حیوانٌ دیکھئے اس مثال میں عنوانِ موضوع لفظ "ماش" ہے، اور اس مثال میں "مشی" کا حکم انسان کے افراد پر بھی ہے، لیکن "چلنا" ان کی حقیقت میں داخل نہیں ہے، بلکہ حقیقت سے خارج ہے، اور عرض عام ہے۔

فمحصل مفهوم القضية الخ اس عبارت میں شارحؒ نے یہ بیان کیا ہے کہ تقریر سابق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قضیہ محصورہ موجبہ کا مفہوم دو عقد یعنی دو اتصاف پر مشتمل ہوتا ہے۔ ۱- عقد وضع۔ ۲- عقدِ حمل۔

عقد وضع: اسے کہتے ہیں جس میں ذات موضوع وصفِ موضوع کے ساتھ متصف ہو، گویا ذات موضوع کا وصفِ موضوع کے ساتھ متصف ہونا ایک قید ہے، اسی کو شارح نے ترکیب تقیدی کہا ہے۔

عقد حمل: اسے کہتے ہیں کہ جس میں ذاتِ موضوع وصفِ محمول کے ساتھ متصف ہو، اور یہ ترکیب خبری ہے۔

فَهٰهُنَا ثَلٰثَةُ اَشْيَاءَ ذَاتُ الْمَوْضُوْعِ وَ صِدْقُ وَصْفِهٖ عَلَيْهِ وَ صِدْقُ وَصْفِ الْمَحْمُوْلِ عَلَيْهِ اَمَّا ذَاتُ

اَلْمَوْضُوْعِ فَلَيْسَ الْمُرَادُ بِهٖ اَفْرَادُ جَ مُطْلَقًا بَلِ الْاَفْرَادُ الشَّخْصِيَّةُ اِنْ كَانَ جَ نَوْعًا اَوْ مَا يُسَاوِيْهِ مِنَ الْفَصْلِ وَ الْخَاصَّةِ اَوِ الْاَفْرَادُ الشَّخْصِيَّةُ وَ النَّوْعِيَّةُ مَعًا اِنْ كَانَ جَ جِنْسًا اَوْ مَا يُسَاوِيْهِ مِنَ الْعَرَضِ الْعَامِّ فَاِذَا قُلْنَا كُلُّ اِنْسَانٍ اَوْ كُلُّ نَاطِقٍ اَوْ كُلُّ ضَاحِكٍ كَذَا فَالْحُكْمُ لَيْسَ اِلَّا عَلٰى زَيْدٍ وَ عَمْرٍو وَ بَكْرٍ وَ غَيْرِهِمْ مِنْ اَفْرَادِهِ الشَّخْصِيَّةِ وَ اِذَا قُلْنَا كُلُّ حَيَوَانٍ اَوْ كُلُّ مَاشٍ كَذَا فَالْحُكْمُ عَلٰى زَيْدٍ وَ عَمْرٍو وَ غَيْرِهِمَا مِنْ اَشْخَاصِ الْحَيَوَانِ وَ عَلَى الطَّبَائِعِ النَّوْعِيَّةِ مِنَ الْاِنْسَانِ وَ الْفَرَسِ وَ غَيْرِهِمَا وَمِنْ هٰهُنَا تَسْمَعُهُمْ يَقُوْلُوْنَ حَمْلُ بَعْضِ الْكُلِّيَّاتِ عَلٰى بَعْضٍ اِنَّمَا هُوَ عَلَى النَّوْعِ وَ اَفْرَادِهٖ وَمِنَ الْاَفَاضِلِ مَنْ قَصَرَ الْحُكْمَ مُطْلَقًا عَلَى الْاَفْرَادِ الشَّخْصِيَّةِ وَهُوَ قَرِيْبٌ اِلَى التَّحْقِيْقِ لِاَنَّ اِتِّصَافَ الطَّبِيْعَةِ النَّوْعِيَّةِ بِالْمَحْمُوْلِ لَيْسَ بِالْاِسْتِقْلَالِ بَلْ لِاِتِّصَافِ شَخْصٍ مِنْ اَشْخَاصِهَا بِهٖ اِذْ لَا وُجُوْدَ لَهَا اِلَّا فِيْ ضِمْنِ شَخْصٍ مِنْ اَشْخَاصِهَا.

ترجمہ: پس یہاں تین چیزیں ہیں، ذاتِ موضوع، وصفِ موضوع کا ذاتِ موضوع پر صدق، اور وصفِ محمول کا ذاتِ موضوع پر صدق، بہر حال ذاتِ موضوع تو اس سے "ج" کے مطلق افراد مراد نہیں ہے، بلکہ افرادِ شخصیہ مراد ہیں، اگر "ج" نوع یا اس کے مساوی یعنی فصل اور خاصہ ہو، یا افرادِ شخصیہ اور نوعیہ دونوں (مراد) ہیں، اگر "ج" جنس یا اس کے مساوی یعنی عرضِ عام ہو، پس جب ہم کہیں کل انسان یا کل ناطقٍ یا کل ضاحکٍ کذا، تو حکم اس کے افرادِ شخصیہ زید، عمرو بکر وغیرھم پر ہوگا، اور جب ہم کہیں کل حیوانٍ یا کل ماشٍ کذا، تو حکم حیوان کے اشخاص زید، عمرو غیرہ پر اور طبائع نوعیہ یعنی انسان، فرس وغیرہ پر ہوگا، اور یہیں سے مناطقہ کو یہ کہتے ہوئے آپ سنتے ہیں کہ بعض کلیات کا حمل بعض پر، وہ نوع اور اس کے افراد پر ہوتا ہے، اور بعض افاضل نے حکم کو مطلقاً افرادِ شخصیہ پر منحصر رکھا ہے، اور یہ قریب الی التحقیق ہے، اس لئے کہ طبیعت نوعیہ کا محمول کے ساتھ متصف ہونا بالاستقلال نہیں، بلکہ اس کے اشخاص میں سے کسی شخص کے متصف ہونے کی وجہ سے ہے، اس لئے طبعیہ نوعیہ کا وجود صرف اس کے اشخاص کے ضمن میں ہوتا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارحؒ نے یہ بیان کیا ہے کہ محصورات کی بحث میں تین چیزیں ہیں: ۱- ذاتِ موضوع ۲- وصفِ موضوع کا ذاتِ موضوع پر صدق ۳- وصفِ محمول کا ذاتِ موضوع پر صدق، ان میں سے ہر ایک کی تشریح ذیل میں درج کی جاتی ہے، ملاحظہ فرمائیں۔ مذکورہ بالا عبارت میں صرف ذاتِ موضوع سے مطلق افراد مراد نہیں ہیں، خواہ وہ افراد حقیقیہ ہوں یا حکمیہ، بلکہ اس میں قدرے تفصیل ہے، وہ یہ ہے کہ اگر وصفِ موضوع نوع ہو، یا وہ چیز جو نوع کے مساوی ہو، یعنی فصل اور خاص، تو اس صورت میں ذاتِ موضوع سے صرف افرادِ شخصیہ مراد ہوتے ہیں، اور انہیں پر حکم ہوگا، نوع جیسے کل انسان، فصل جیسے کل ناطق، خاصہ جیسے کل ضاحکٍ، ان میں زید، خالد، افرادِ شخصیہ پر حکم ہے، اور اگر وصفِ موضوع جنس ہو، یا جنس کے مساوی یعنی عرض عام ہو تو اس صورت میں افرادِ شخصیہ اور نوعیہ دونوں پر حکم ہوگا، جنس جیسے کل حیوان، اور عرض عام جیسے کل ماشٍ، ان میں حکم حیوان کے اشخاص زید، عمرو وغیرہ، پر اور طبائع نوعیہ یعنی انسان، فرس، دونوں پر ہے۔ ایک کلی مثلاً حیوان جس طرح افراد زید، بکر وغیرہ پر صادق آرہی ہے، اس طرح ان کے نوع یعنی انسان پر بھی صادق ہے۔ شارح کہتے ہیں کہ اسی سے وہ بات بھی سمجھ میں آگئی ہوگی جو مناطقہ سے سنی جاتی ہے کہ بعض کلیات کا حمل نوع پر بھی ہوتا ہے، اور ساتھ ساتھ نوع کے افراد پر بھی ہوتا ہے۔ بعض افاضل فرماتے ہیں کہ

وصف موضوع خواہ نوع ہو یا مساوی نوع، جنس ہو یا مساوی جنس، مطلقاً قضایا میں حکم افراد شخصیہ پر منحصر ہے، اور یہ بات تحقیق کے زیادہ قریب ہے کیونکہ طبیعت نوعیہ کا وجود خارج میں مستقل نہیں ہوتا، بلکہ اشخاص وافراد کے ضمن میں ہوتا ہے، اس لئے محمول کے ساتھ حقیقت میں اشخاص ہی متصف ہوتے ہیں، اور اشخاص کے ضمن میں طبیعت نوعیہ بھی متصف ہوتی ہے۔ اور یہ قول اس لئے بھی تحقیق کے قریب ہے کہ یہاں صرف ان ہی قضایا سے گفتگو اور بحث وتمحیص پیش نظر ہے، جو علوم حکمیہ میں مستعمل ہوتے ہیں، اور جن کا اعتبار کیا جاتا ہے، اور وہ قضایا جن کے محمولات کے ساتھ طبائع متصف ہوتے ہیں وہ علوم حکمیہ میں معتبر اور مستعمل نہیں ہوتے، اور اگر کہیں اس کا ذکر ہوتا ہے تو اشخاص کے ضمن میں ہوتا ہے، مقصود بالذات کی حیثیت سے نہیں ہوتا۔

وَ اَمَّا صِدْقُ وَصْفِ الْمَوْضُوْعِ عَلٰی ذَاتِهٖ فَبِالْاِمْكَانِ عِنْدَ الْفَارَابِیِّ حَتّٰی اَنَّ الْمُرَادَ عِنْدَهٗ بِجَ مَا اَمْكَنَ اَنْ يَصْدُقَ عَلَيْهِ جَ سَوَاءٌ كَانَ ثَابِتًا لَهٗ بِالْفِعْلِ اَوْ مَسْلُوْبًا عَنْهُ دَائِمًا بَعْدُ اِنْ كَانَ مُمْكِنَ الثُّبُوْتِ لَهٗ وَبِالْفِعْلِ عِنْدَ الشَّيْخِ اَیْ مَا يَصْدُقُ عَلَيْهِ جَ بِالْفِعْلِ سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ الصِّدْقُ فِی الْمَاضِیْ اَوِ الْحَاضِرِ اَوِ الْمُسْتَقْبَلِ حَتّٰی لَا يَدْخُلَ فِيْهِ مَا لَا يَكُوْنُ جَ دَائِمًا فَاِذَا قُلْنَا كُلُّ اَسْوَدَ كَذَا يَتَنَاوَلُ الْحُكْمُ مَا اَمْكَنَ اَنْ يَكُوْنَ اَسْوَدَ حَتّٰی رُوْمِيِّيْنَ مَثَلًا عَلٰی مَذْهَبِ الْفَارَابِیِّ لِاِمْكَانِ اِتِّصَافِهِمْ بِالسَّوَادِ وَ عَلٰی مَذْهَبِ الشَّيْخِ لَا يَتَنَاوَلُهُمُ الْحُكْمُ لِعَدَمِ اِتِّصَافِهِمْ بِالسَّوَادِ فِیْ وَقْتٍ مَا وَ مَذْهَبُ الشَّيْخِ اَقْرَبُ اِلَی الْعُرْفِ وَ اَمَّا صِدْقُ وَصْفِ الْمَحْمُوْلِ عَلٰی ذَاتِ الْمَوْضُوْعِ فَقَدْ يَكُوْنُ بِالضَّرُوْرَةِ وَ بِالْاِمْكَانِ وَ بِالْفِعْلِ وَ بِالدَّوَامِ عَلٰی مَا سَيَجِیْءُ فِیْ بَحْثِ الْمُوَجَّهَاتِ.

ترجمہ: اور بہر حال ذاتِ موضوع پر وصف موضوع کا صدق تو وہ فارابی کے نزدیک بالامکان ہے یہاں تک کہ ان کے نزدیک "ج" سے وہ فرد مراد ہوگا جس پر "ج" کا صادق آنا ممکن ہو، خواہ اس کے لئے بالفعل ثابت ہو یا ہمیشہ اس سے مسلوب ہو، بعد اس کے کہ وہ اس کے لئے ممکن الثبوت ہو اور شیخ کے نزدیک بالفعل ہے یعنی جس پر "ج" بالفعل صادق ہو خواہ یہ صدق ماضی میں ہو یا حال میں ہو، یا استقبال میں ہو، یہاں تک کہ اس میں داخل نہ ہوگا وہ جو کبھی بھی "ج" نہ ہو، پس جب ہم "کلّ اسودِ کذا" کہیں تو حکم ہر اس فرد کو شامل ہوگا جس کا اسود ہونا ممکن ہو، یہاں تک کہ رومی کو بھی، فارابی کے مذہب کے مطابق، اس لئے کہ رومیوں کا سواد کے ساتھ متصف ہونا ممکن ہے، اور شیخ کے مذہب پر حکم رومیوں کو شامل نہ ہوگا کیوں کہ وہ کسی وقت میں بھی سواد کے ساتھ متصف نہیں اور شیخ کا مذہب عرف کے زیادہ قریب ہے، اور بہر حال ذاتِ موضوع پر وصف محمول کا صدق تو وہ کبھی بالضرورۃ ہوتا ہے کبھی بالامکان ہوتا ہے، کبھی بالفعل اور کبھی بالدوام ہوتا ہے، جیسا کہ عنقریب موجہات کی بحث میں آجائے گا۔

تشریح: اس عبارت میں شارحؒ نے وصف موضوع کے ذات موضوع پر صدق اور وصف محمول کے ذات موضوع پر صدق کی وضاحت کی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ وصف موضوع کا ذات موضوع پر صدق کے سلسلے میں معلم ثانی اور معلم ثالث کا اختلاف ہے۔ معلم ثانی ابونصر فارابی کے نزدیک وصفِ موضوع کا ذاتِ موضوع پر صدق بالامکان ہوتا ہے، چنانچہ ان کے نزدیک "کل ج ب" سے وہ تمام افراد مراد ہیں، جن پر "ج" کا اطلاق ممکن ہو، خواہ وہ وصفِ عنوانی کے ساتھ بالفعل متصف ہوں، یا بالفعل تو متصف نہ

ہو، لیکن وصف عنوانی کے ساتھ اس کا متصف ہونا کسی زمانہ میں ممکن ہو، اگر چہ وصفِ موضوع دائمی طور پر اس سے مسلوب ہو، وہ بالفعل کی صورت میں "ج" میں داخل نہیں ہیں، جیسے کلّ اسود، فارابی کے نزدیک یہ سواد کا حکم رومیوں کو بھی شامل ہوگا، اس لئے کہ نفس ماہیت انسانیہ کے اعتبار سے رومیوں کا سواد کے ساتھ متصف ہونا ممکن ہے، لیکن شیخ کے مذہب کے مطابق "اسود" رومیوں کو شامل نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ ان کے نزدیک تینوں زمانوں میں سے کسی زمانہ میں وصف موضوع کے ساتھ متصف ہونا ضروری ہے، اور رومی چونکہ کبھی بھی سواد کے ساتھ متصف نہیں ہوسکتا، اس لئے وہ شیخ کے نزدیک "اسود" کے حکم میں شامل نہیں ہوگا، شارح فرماتے ہیں کہ شیخ کا مذہب عرف کے زیادہ قریب ہے، کیونکہ عرف میں "اسود" کا حکم صرف ان ہی اشیاء پر لگایا جاتا ہے، جو صفت سواد کے ساتھ متصف ہوں، اور وہ شیٔ جس سے دائمی طور پر سواد مسلوب ہو، وہ عرف میں سواد کے حکم میں نہیں آتی، اور اس پر سواد کے احکام جاری نہیں کیے جاتے۔

وصف محمول کا ذاتِ موضوع پر صدق

وصف محمول ذاتِ موضوع پر کبھی جہت "ضرورۃ" کبھی بالامکان، کبھی بالفعل اور کبھی بالدوام صادق آتا ہے، جہت کی وافی اور شافی بحث موجہات میں آرہی ہے وہیں تفصیل کی جائے گی۔

وَ اِذَا تَقَرَّرَتْ هٰذِهِ الْاُصُوْلُ فَنَقُوْلُ قَوْلُنَا كُلُّ ج ب يُعْتَبَرُ تَارَةً بِحَسْبِ الْحَقِيْقَةِ وَ تُسَمّٰى ح حَقِيْقِيَّةً كَاَنَّهَا حَقِيْقَةُ الْقَضِيَّةِ الْمُسْتَعْمَلَةِ فِي الْعُلُوْمِ وَ اُخْرىٰ بِحَسْبِ الْخَارِجِ وَ تُسَمّٰى خَارِجِيَّةً وَ الْمُرَادُ بِالْخَارِجِ الْخَارِجُ عَنِ الْمُشَاعِرِ اَمَّا الْاَوَّلُ فَنَعْنِيْ بِهٖ كُلُّ مَا لَوْ وَجِدَ كَانَ ج مِنَ الْاَفْرَادِ الْمُمْكِنَةِ فَهُوَ بِحَيْثُ لَوْ وَجِدَ كَانَ ب فَالْحُكْمُ فِيْهِ لَيْسَ مَقْصُوْدًا عَلىٰ مَالَهٗ وَجُوْدٌ فِي الْخَارِجِ فَقَطْ بَلْ عَلىٰ كُلِّ مَا قُدِّرَ وَجُوْدُهٗ سَوَاءٌ كَانَ مَوْجُوْدًا فِي الْخَارِجِ اَوْ مَعْدُوْمًا فَحِ اِنْ لَمْ يَكُنْ مَوْجُوْدًا فَالْحُكْمُ فِيْهِ عَلىٰ اَفْرَادِهِ الْمُقَدَّرَةِ الْوُجُوْدِ كَقَوْلِنَا كُلُّ عَنْقَاءَ طَائِرٌ وَ اِنْ كَانَ مَوْجُوْدًا فَالْحُكْمُ فِيْ لَيْسَ مَقْصُوْرًا عَلىٰ اَفْرَادِهِ الْمَوْجُوْدَةِ بَلْ عَلَيْهَا وَ عَلىٰ اَفْرَادِهِ الْمُقَدَّرَةِ الْوُجُوْدِ اَيْضًا كَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ.

ترجمہ: اور جب یہ اصول ثابت ہوگئے تو ہم کہتے ہیں کہ "کل ج ب" کبھی بحسب الحقیقت معتبر ہوتا ہے اور اس کا نام حقیقیہ رکھا جاتا ہے، گویا وہ علوم میں استعمال ہونے والے قضیہ کی حقیقت ہے، اور کبھی خارج کے اعتبار سے (معتبر ہوتا ہے) اور اس کا نام خارجیہ رکھا جاتا ہے، اور خارج سے خارج عن الحواس مراد ہے، بہر حال اوّل تو اس لئے کہ ہم اس سے یہ مراد لیتے ہیں کہ افراد ممکنہ میں سے ہر وہ فرد جو موجود ہو کر "ج" ہو تو وہ موجود ہونے کی حیثیت سے "ب" ہوگا، پس اس میں حکم صرف اسی پر منحصر نہ ہوگا جس کا صرف خارج میں وجود ہو، بلکہ ہر اس فرد پر حکم ہوگا جس کا وجود فرض کیا گیا ہو خواہ وہ موجود فی الخارج ہو یا معدوم ہو، پس اس وقت اگر وہ موجود نہ ہو تو حکم اس میں اس کے ان افراد پر ہوگا جن کا وجود فرضی ہے جیسے ہمارا قول کل عنقاء طائر اور اگر موجود ہو تو اس میں حکم اس کے افراد موجودہ ہی پر منحصر نہ ہوگا، بلکہ اس پر اور اس کے ان افراد پر بھی ہوگا جن کا وجود فرض کیا گیا ہے، جیسے ہمارا قول کل إنسان حیوانٌ۔

تشریح: اس عبارت میں شارحؒ نے وجود موضوع کے اعتبار سے قضیہ کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ۱- حقیقیہ ۲- خارجیہ۔

شارح فرماتے ہیں کہ جب سابقہ اصول ثابت ہو گئے تو اب ہم آپ کو اس بات سے بھی آگاہ کرانا چاہتے ہیں کہ "کل ج ب" کا یعنی قضیہ کا استعمال دو طرح سے ہوتا ہے: ا- کبھی قضیہ کا استعمال حقیقت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ ۲- اور کبھی خارج کے اعتبار سے استعمال ہوتا ہے۔

قضیه حقیقیه: وہ قضیہ ہے جس میں محمول کا حکم موضوع پر حقیقت کے اعتبار سے لگایا گیا ہو۔

وجه تسمیه: اس قضیہ کو حقیقیہ اس لئے کہتے ہیں کہ گویا یہ "ج" اس قضیہ کی حقیقت ہے، جو علوم میں مستعمل ہوتا ہے۔

قضیه خارجیه: وہ قضیہ ہے جس میں محمول کا حکم موضوع پر خارج کے اعتبار سے لگایا گیا ہو۔

وجه تسمیه: اس کو خارجیہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مشاعر یعنی حواس خمسہ سے خارج ہوتا ہے، شارح دونوں کی تشریح کر رہے ہیں۔

چنانچہ امـا الاول سے قضیہ حقیقیہ کی تشریح کر رہے ہیں، کہ بـحـسـب الـحـقـيـقـة کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ فرد جو پایا جائے، اور وہ افراد ممکنہ میں سے ہو، اور "ج" ہو، تو اس حیثیت سے کہ وہ پایا جائے، "ب" بھی ہو گا، قضیہ حقیقیہ میں محمول کے ثبوت کا حکم موضوع کے ان تمام افراد پر ہوتا ہے جو نفس الامر میں ممکن ہوں، اس میں حکم صرف ان افراد ہی پر منحصر نہیں ہوتا، جو خارج میں موجود ہیں، بلکہ یہ حکم ہر اس فرد کو بھی شامل ہوتا ہے، جس کا وجود مفروض ہو، خواہ وہ خارج میں موجود ہو یا بالکل معدوم ہو، اب اگر موضوع ایسا ہو کہ خارج میں اس کے تمام افراد معدوم ہوں تو اس وقت یہ حکم افراد مقدرہ پر ہو گا، جیسے کل عنقاء طائر، دیکھئے اس مثال میں عنقاء اگر چہ خارج میں موجود نہیں ہے، لیکن یہ حکم اس کے لئے بھی ثابت ہو رہا ہے، کیوں کہ عنقاء کا وجود مقدر اور مفروض ہے، اور اگر خارج میں موضوع کے افراد موجود ہوں تب بھی حکم صرف افراد موجودہ ہی پر منحصر نہ ہو گا، بلکہ افراد موجودہ اور مقدرہ و مفروضہ دونوں پر ہو گا، جیسے کـل انـسـان حیـوان، اس میں حوانیت کا حکم انسان کے ان تمام افراد کے لئے بھی ہے جو اس وقت موجود ہیں، اور ان کے لئے بھی ہے، جو قیامت تک پیدا ہوں گے۔

وَاِنَّمَا قُيِّدَ الْاَفْرَادُ بِالْاِمْكَانِ لِاَنَّهُ لَوْ اُطْلِقَتْ لَمْ يَصْدُقْ كُلِّيَّةٌ اَصْلاً اَمَّا الْمُوْجِبَةُ فَلِاَنَّهُ اِذَا قِيْلَ كُلُّ ج ب بِهٰذَا الْاِعْتِبَارِ فَنَقُوْلُ لَيْسَ كَذٰلِكَ لِاَنَّ ج الَّذِىْ لَيْسَ بَ لَوْ وُجِدَ كَانَ ج وَلَيْسَ بَ فَبَعْضُ مَا لَوْ وُجِدَ كَانَ ج فَهُوَ بِحَيْثُ لَوْ وُجِدَ كَانَ لَيْسَ بَ وَاِنَّهُ يُنَاقِضُ قَوْلَنَا كُلُّ ج ب بِهٰذَا الْاِعْتِبَارِ لَايُقَالُ هَبْ اِنَّ ج الَّذِىْ لَيْسَ بَ لَوْ وُجِدَ كَانَ ج وَلَيْسَ بَ وَلٰكِنْ لَا نُسَلِّمُ اَنَّهُ يَصْدُقُ ح بَعْضُ مَا لَوْ وُجِدَ كَانَ ج فَهُوَ بِحَيْثُ لَوْ وُجِدَ كَانَ ج وَ لَيْسَ بَ فَاِنَّ الْحُكْمَ فِى الْقَضِيَّةِ اِنَّمَا هُوَ عَلٰى اَفْرَادِ ج وَمِنَ الْجَائِزِ اَنْ لَا يَكُوْنَ ج الَّذِىْ لَيْسَ بَ مِنْ اَفْرَادِ ج فَاِنَّا اِذَا قُلْنَا كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ فَالْاِنْسَانُ الَّذِىْ لَيْسَ بِحَيَوَانٍ لَيْسَ مِنْ اَفْرَادِ الْاِنْسَانِ لِاَنَّ الْكُلِّيَّ يَصْدُقُ عَلٰى اَفْرَادِهٖ وَ الْاِنْسَانُ لَيْسَ بِصَادِقٍ عَلَى الْاِنْسَانِ الَّذِىْ لَيْسَ بِحَيَوَانٍ لِاَنَّا نَقُوْلُ قَدْ سَبَقَتِ الْاِشَارَةُ فِىْ مَطْلَعِ بَابِ الْكُلِّيَّاتِ اِلٰى اَنَّ صِدْقَ الْكُلِّيِّ عَلٰى اَفْرَادِهٖ لَيْسَ بِمُعْتَبَرٍ بِحَسْبِ نَفْسِ الْاَمْرِ بَلْ بِحَسْبِ مُجَرَّدِ الْفَرْضِ فَاِذَا فُرِضَ اِنْسَانٌ لَيْسَ بِحَيَوَانٍ فَقَدْ فُرِضَ اَنَّهُ اِنْسَانٌ فَيَكُوْنُ مِنْ اَفْرَادِهٖ وَ اَمَّا السَّالِبَةُ فَلِاَنَّهُ اِذَا قِيْلَ لَا شَيْءَ مِنْ ج ب فَنَقُوْلُ اَنَّهُ كَاذِبٌ لِاَنَّ ج الَّذِىْ هُوَ بَ لَوْ وُجِدَ كَانَ ج وَ بَ فَبَعْضُ مَا لَوْ وُجِدَ كَانَ ج فَهُوَ بِحَيْثُ لَوْ وُجِدَ كَانَ بَ وَ هُوَ يُنَاقِضُ قَوْلَنَا لَا شَيْءَ مِمَّا لَوْ وُجِدَ كَانَ ج فَهُوَ بِحَيْثُ لَوْ وُجِدَ كَانَ بَ وَ لَمَّا قُيِّدَ

الْمَوْضُوْعُ بِالْاِمْكَانِ انْدَفَعَ الْاِعْتِرَاضُ لِاَنَّ الَّذِيْ لَيْسَ بَ فِي الْاِيْجَابِ وَ جَ الَّذِيْ بَ فِي السَّلْبِ وَ اِنْ كَانَ فَرْدًا لِجَ لٰكِنْ يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ مُمْتَنِعَ الْوُجُوْدِ فِي الْخَارِجِ فَلَا يَصْدُقُ بَعْضُ مَا لَوْ وُجِدَ كَانَ جَ مِنَ الْاَفْرَادِ الْمُمْكِنَةِ فَهُوَ بِحَيْثُ لَوْ وُجِدَ كَانَ لَيْسَ بَ وَ لَا بَعْضُ مَا لَوْ وُجِدَ كَانَ جَ مِنَ الْاَفْرَادِ الْمُمْكِنَةِ فَهُوَ بِحَيْثُ لَوْ وُجِدَ كَانَ بَ فَلَا يَلْزَمُ كِذْبُ الْكُلِّيَّتَيْنِ.

ترجمہ: اور بلاشبہ افراد کو امکان کے ساتھ مقید کیا ہے، اس لئے کہ اگر مطلق رکھا جائے تو کوئی کلیہ بالکل صادق نہ ہوگا، بہر حال موجبہ تو اس لئے کہ جب اس اعتبار سے "کل ج ب" کہا جائے تو ہم کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے، کیوں کہ وہ "ج" لیس "ب" ہے، اگر وہ موجود ہو تو "ج" اور "لیس ب" ہوگا، پس بعض وہ فرد جو موجود ہو کر "ج" ہو تو وہ موجود ہونے کی حیثیت سے "لیس ب" ہوگا، اور یہ اس اعتبار سے ہمارے قول "کل ج ب" کے مناقض ہوگا۔

نہ کہا جائے کہ یہ تو تسلیم ہے کہ وہ "ج لیس ب" ہے اگر وہ موجود ہو، تو "ج" اور "لیس ب" ہوگا، اور لیکن ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اس وقت، صادق آئے گا، بعض وہ افراد جو موجود ہو کر "ج" ہو تو وہ موجود ہونے کی حیثیت سے "لیس ب" ہوگا۔ اس لئے کہ قضیہ میں حکم "ج" کے افراد پر ہوتا ہے، اور یہ ممکن ہے کہ وہ "ج" جو "لیس ب" ہے، وہ "ج" کے افراد میں سے نہ ہو، اس لئے کہ جب ہم یہ کہیں کل انسان حیوانٌ تو وہ انسان جو حیوان نہیں ہے، وہ انسان کے افراد میں سے نہیں ہے کیوں کہ کلی تو اپنے افراد پر صادق ہوتی ہے، اور انسان اس انسان پر صادق نہیں ہے جو حیوان نہ ہو؟ کیونکہ ہم کہیں گے کہ باب کلیات کے شروع میں اس بات کی طرف اشارہ گزر چکا ہے کہ کلی کا صدق اپنے افراد پر نفس الامر کے اعتبار سے معتبر نہیں ہے، بلکہ محض فرض کے اعتبار سے معتبر ہے، پس جب کوئی انسان لیس بحیوان فرض کرلیا گیا، تو اس کا انسان ہونا مفروض ہوا، لہٰذا وہ (بھی) انسان کے افراد میں سے ہوگا، اور بہر حال سالبہ تو اس لئے کہ جب کہا جائے لاشئ من ج ب، تو ہم کہتے ہیں کہ یہ کاذب ہے، اس لئے کہ وہ "ج" جو "ب" ہے، اگر وہ موجود ہو تو "ج" اور "ب" ہوگا، تو بعض وہ افراد جو موجود ہو کر "ج" ہوں تو وہ موجود ہونے کی حیثیت سے "ب" ہوں گے، اور یہ ہمارے قول "لاشئ مما لو وجد کان ج فھو بحیث لو وجد کان ب" کے مناقض ہے، اور جب موضوع کو امکان کے ساتھ مقید کر دیا گیا تو اعتراض ختم ہوگیا، اس لئے کہ وہ "ج" جو ایجاب میں "لیس ب" ہے، اور وہ "ج" جو سلب میں "ب" ہے وہ اگر چہ "ج" کا فرد ہے، لیکن ممکن ہے کہ وہ خارج میں ممتنع الوجود ہو، اس لئے اس صورت میں "بعض ما لو وجد کان ج من الافراد الممکنۃ فھو بحیث لو وجد کان لیس ب" صادق نہ ہوگا، اور نہ یہ صادق ہوگا کہ "بعض ما لو وجد کان ج من الافراد الممکنۃ فھو بحیث لو وجد کان ب" لہٰذا دونوں کلیوں کا کاذب ہونا لازم نہیں آئے گا۔

تشریح: ماتن نے قضیہ حقیقیہ میں جو افراد مقدرہ کو ممکنۃ الوجود کے ساتھ مقید کیا ہے، شارح اس قید کا فائدہ بیان کر رہے ہیں، کہ قضیہ حقیقیہ میں حکم افراد موجودہ اور مقدرہ دونوں پر ہوتا ہے، اور افراد مقدرہ بعض ممکنۃ الوجود ہوتے ہیں، اور بعض ممتنع الوجود کیونکہ ممتنع الوجود کو بھی فرض کیا جاسکتا ہے، اب اگر قضیہ حقیقیہ میں افراد کے ساتھ امکان کی قید نہ لگائی جائے تو پھر کوئی کلیہ صادق نہ ہوگا، نہ موجبہ کلیہ اور نہ سالبہ کلیہ بلکہ صرف جزئیہ صادق ہوگا، چنانچہ شارح اس کو دلیل سے سمجھا رہے ہیں کہ: اما الموجبۃ الخ سے قید

امکان نہ ہونے کی صورت میں قضیہ موجبہ کے کلیۂ صادق نہ ہونے کی دلیل بیان کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ "کل ج ب" کا اس اعتبار سے مطلب یہ ہوگا کہ ہر وہ فرد جو پایا جائے، اور افراد ممکنہ میں سے بھی ہو، تو وہ "ج" ہوگا، تو اس حیثیت سے کہ وہ "ج" ہوگا، "ب" بھی ہوگا، یہ موجبہ کلیہ ہے، لیکن موضوع کے وہ افراد جو ممتنع ہونے کی وجہ سے نفس الامر میں محمول کے ساتھ متصف نہیں ہیں، ان کے اعتبار سے سالبہ جزئیہ صادق آئے گا، یعنی بعض "ج" "لیس ب" صادق ہوگا، "کل ج ب" اس صورت میں صادق نہیں ہوسکتا، کیونکہ دونوں میں تناقض ہے، اور جب ایک نقیض صادق آ گئی تو دوسری نقیض صادق نہیں آسکتی ورنہ اجتماع نقیض لازم آئے گا، پس ثابت ہوگیا کہ کوئی موجبہ کلیہ حقیقیہ صادق نہ ہوگا، اور جب موجبہ کلیہ صادق نہ ہوگا تو اس کی نقیض سالبہ جزئیہ صادق ہوگی، ورنہ ارتفاع نقیضین لازم آئے گا، جو محال ہے، شارح نے سالبہ جزئیہ کو یوں تعبیر کیا: **بعض ما لو وجد کان ج فھو بحیث لو وجد کان ج ولیس ب۔**

اعتراض: معترض سالبہ جزئیہ کے صدق پر منع وارد کرتا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ تو ہم مانتے ہیں کہ "ج" کے وہ افراد مقدرہ جو "ب" نہیں ہیں، وہ اگر "ج" ہوں گے تو "لیس ب" ہوں گے، لیکن یہ جو آپ نے کہا کہ اس کی نقیض سالبہ جزئیہ صادق ہوگی ہم اس کو نہیں مانتے، کیونکہ قضیہ میں حکم "ج" کے افراد پر ہوتا ہے، اور یہاں یہ امکان موجود ہے کہ وہ فرضی "ج" جو "لیس ب" ہے، "ج" کے افراد ہی سے نہ ہو، بلکہ اس سے خارج ہو، جیسے یوں کہا جائے کل انسان حیوان اس میں وہ تمام انسان داخل ہیں، جو حیوان ہیں، لیکن اگر کوئی ایسا انسان ہو جو حیوان نہیں تو وہ اس میں سرے سے شامل ہی نہیں، ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان ایک کلی ہے، جو اپنے تمام افراد کو شامل ہوتی ہے۔ لیکن وہ انسان جو لیس بحیوان ہو وہ اس میں داخل نہیں، اور نہ ہی لفظ انسان اس پر صادق ہوتا ہے جب بات یہ ہے تو سالبہ جزئیہ صادق نہیں، لہٰذا اس کی نقیض موجبہ کلیہ ہی صادق ہونی چاہئے؟ (تیسیر قطبی)

لانا نقول الخ سے شارح نے معترض کے منع کا جواب دیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ کلیات کی بحث کے شروع میں اس طرف اشارہ گزر چکا کہ کلی کا صدق اپنے افراد پر نفس الامر کے اعتبار سے ضروری نہیں بلکہ وہ محض فرضی احتمال پر مبنی ہوتا ہے، اس لئے جب ایک ایسی شئ کو انسان فرض کیا گیا، جو حیوان نہیں ہے، تو وہ بھی انسان کے افراد سے ہوگی، لہٰذا اس اعتبار سے سالبہ جزئیہ صادق ہوگا، معترض کا اس پر منع وارد کرنا درست نہیں۔

واما السالبة الخ سے امکان کی قید کے نہ ہونے کی صورت میں سالبہ کلیہ کے عدم صدق کی دلیل بیان کر رہے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ لاشئ من ج ب، یہ سالبہ کلیہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ "ج" کا ہر وہ فرد جو پایا جائے، اور وہ افراد ممکنہ میں سے ہو، تو اس حیثیت سے کہ وہ "ج" ہے "ب" نہیں ہے، لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ کاذب ہے، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ "ج" کا کوئی ایک فرد ایسا بھی ہو، جو "ب" ہو، لہٰذا سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ صادق آ گئی جس کو شارح نے اپنے الفاظ میں اس طرح کہا ہے، "**بعض ما لو وجد کان ج فھو بحیث لو وجد کان ب**" اور یہ لاشئ من ج ب کی نقیض ہے، پس جب یہ موجبہ جزئیہ صادق آیا تو سالبہ کلیہ صادق نہیں آسکتا ورنہ اجتماع نقیضین لازم آئے گا۔

لیکن جب افراد کے ساتھ امکان کی قید لگا دی گئی تو دونوں اعتراض ختم ہوگئے، اس لئے کہ جو "ج" کہیں "ب" ہے ایجاب کی صورت میں، اور جو "ج" "ب" ہے سلب کی صورت میں، وہ اگر چہ "ج" کے افراد مقدرہ ہیں، لیکن وہ ممکنۃ الوجود نہیں ہیں، لہٰذا موضوع سے خارج ہوں گے، تو موجبہ کلیہ اور سالبہ کلیہ دونوں صادق ہوگا، لہٰذا اب دونوں کلیوں کا کاذب ہونا لازم نہیں آئے گا۔

وَ لَمَّا اعْتُبِرَ فِیْ عَقْدِ الْوَضْعِ الْاِتِّصَالُ وَهُوَ قَوْلُنَا لَوْ وُجِدَ كَانَ جَ وَ كَذَا فِیْ عَقْدِ الْحَمْلِ وَ هُوَ قَوْلُنَا لَوْ وُجِدَ كَانَ بَ وَ الْاِتِّصَالُ قَدْ يَكُوْنُ بِطَرِيْقِ اللُّزُوْمِ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ وَ قَدْ يَكُوْنُ بِطَرِيْقِ الْاِتِّفَاقِ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَ الْاِنْسَانُ نَاطِقًا فَالْحِمَارُ نَاهِقٌ فَسَّرَهُ صَاحِبُ الْكَشْفِ وَ مَنْ تَابَعَهُ بِاللُّزُوْمِ فَقَالُوْا مَعْنٰى قَوْلِنَا كُلُّ مَا لَوْ وُجِدَ كَانَ جَ فَهُوَ بِحَيْثُ لَوْ وُجِدَ كَانَ بَ اَنَّ كُلَّ مَا هُوَ مَلْزُوْمٌ لِجَ فَهُوَ مَلْزُوْمٌ لِبَ وَ لَيْتَ شِعْرِیْ لِمَ لَمْ يَكْتَفُوْا بِمُطْلَقِ الْاِتِّصَالِ حَتّٰى لَزِمَهُمْ خُرُوْجُ اَكْثَرِ الْقَضَايَا عَنْ تَفْسِيْرِهِمْ لِاَنَّهُ لَا يَنْطَبِقُ اِلَّا عَلٰى قَضِيَّةٍ يَكُوْنُ وَصْفُ مَوْضُوْعِهَا وَ وَصْفُ مَحْمُوْلِهَا لَازِمَيْنِ لِذَاتِ الْمَوْضُوْعِ وَ اَمَّا الْقَضَايَا الَّتِیْ اَحَدُ وَصْفَيْهَا اَوْ كِلَاهُمَا غَيْرُ لَازِمٍ فَخَارِجَةٌ عَنْ ذٰلِكَ وَ لَزِمَهُمْ اَيْضًا حَصْرُ الْقَضَايَا فِی الضَّرُوْرِيَّةِ اِذْ لَا مَعْنٰى لِلضَّرُوْرَةِ اِلَّا لُزُوْمُ وَصْفِ الْمَحْمُوْلِ لِذَاتِ الْمَوْضُوْعِ بَلْ فِیْ اَخَصَّ مِنَ الضَّرُوْرِيَّةِ لِاعْتِبَارِ لُزُوْمِ وَصْفِ الْمَوْضُوْعِ فِیْ مَفْهُوْمِ الْقَضِيَّةِ وَعَدَمِ اِعْتِبَارِهٖ فِیْ مَفْهُوْمِ الضَّرُوْرِيَّةِ.

ترجمہ: اور جب اعتبار کیا گیا عقد وضع میں اتصال کا اور وہ ہمارا قول ''لو وجد کان ج'' ہے، اسی طرح عقد حمل میں اور وہ ہمارا قول ''لو وجد کان ب'' ہے، اور اتصال کبھی بطریق لزوم ہوتا ہے، جیسے ہمارا قول ''ان کانت الشمس طالعةً فالنهار موجود'' اور کبھی بطریق اتفاق ہوتا ہے، جیسے ہمارا قول ''ان کان الانسان ناطقاً فالحمار ناهقٌ'' تو اس کی صاحب کشف اور متبعین نے لزوم سے تفسیر کی ہے، چنانچہ انہوں نے کہا ہے کہ ہمارے قول ''کل ما لووجد کان ج فهو بحيث لووجد کان ب'' کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہر وہ فرد جو ''ج'' کا ملزوم ہے، تو وہ ''ب'' کا ملزوم ہے، اور کاش مجھے اس کا علم ہوتا کہ انہوں نے مطلق اتصال پر کیوں نہ اکتفاء کیا، یہاں تک کہ ان کی تفسیر سے اکثر قضایا کا خروج لازم آ گیا، اس لئے کہ ان کی تفسیر صرف اسی قضیہ پر منطبق ہو سکتی ہے، جس کے موضوع کا وصف اور محمول کا وصف ذاتِ موضوع کو لازم ہوں، اور بہر حال وہ قضایا جن کا ایک وصف یا دونوں وصف لازم نہ ہوں، تو وہ اس سے خارج ہیں، اور ان کی تفسیر سے قضایا کا ضروریہ میں منحصر ہونا لازم آ گیا، اس لئے کہ ضروریہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ ذات موضوع کے لئے وصف محمول لازم ہو، بلکہ ضروریہ سے بھی اخص میں منحصر ہونا لازم آیا، کیونکہ قضیہ کے مفہوم میں وصف محمول کے لزوم کا اعتبار ہے، اور ضروریہ کے مفہوم میں اس کا اعتبار نہیں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ عقد وضع اور عقد حمل میں مطلق اتصال مراد لینا بہتر ہے، چنانچہ تفصیل یہ ہے کہ متن میں ''لو وجد کان ج'' عقد وضع ہے، اور ''لو وجد کان ب'' عقد حمل ہے، اور یہ قضیہ شرطیہ ہے، اور شرطیہ کے مقدم اور تالی کے درمیان اتصال ہوتا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ اس میں اتصال کی کونسی قسم ہے، کیونکہ اتصال کی تو دو قسمیں ہیں، لزومیہ، اتفاقیہ۔

لزومیه: وہ قضیہ ہے جس کے مقدم اور تالی کے درمیان ایسی نسبت ہو جو تالی کی مصاحبت کو چاہتی ہے، جیسے ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود، اگر سورج نکلے گا تو دن موجود ہوگا، دیکھئے اس مثال میں سورج کا نکلنا دن کے موجود ہونے کو چاہتا ہے۔

اتفاقیه: وہ قضیہ متصلہ ہے جس کے مقدم اور تالی کے درمیان کوئی ایسی نسبت نہ ہو کہ مقدم اور تالی کی مصاحبت کو چاہتا ہو، بلکہ تالی کا ہونا محض اتفاقی ہو، جیسے ''ان کان الانسان ناطقًا فالحمار ناهقٌ، دیکھئے اس مثال میں انسان کے ناطق ہونے اور گدھے کے

ناہق ہونے کے درمیان کوئی ایسا تعلق اور علاقہ نہیں ہے جو کہ انسان کا ناطق ہونا گدھے کے ناہق ہونے کی مصاحبت کو چاہتا ہو، نہ تو علاقۂ علیت ہے کہ انسان کا ناطق ہونا کہ گدھے کے ناہق ہونے کے لئے علت ہو اور نہ ہی علاقۂ لزوم ہے، بلکہ یہ تو محض اتفاقی بات ہے کہ جب انسان بول رہا ہو تو اس وقت گدھا بھی ہینچو ہینچو کرنے لگے۔

صاحب کشف اور اس کے متبعین اور ماتن وغیرہ نے اتصال کی تفسیر لزوم سے کی ہے اور کہا ہے کہ "کل ما لو وجد کان ج فھو بحیث لو وجد کان ب" کے معنیٰ یہ کہ "کل ما ھو ملزوم لج فھو ملزوم لب" گویا عقد وضع اور عقد حمل جو قضیہ شرطیہ ہے ان حضرات نے دونوں سے متصلہ لزومیہ مراد لیا ہے، لیکن شارح اس سے متفق نہیں، شارح کہتے ہیں کہ اگر ماتن اتصال کو مطلق چھوڑ دیتے تو اچھا ہوتا جب انہوں نے لزوم کی قید لگا دی تو اس سے مندرجہ ذیل خرابیاں لازم آتی ہیں۔

۱- انکی اس تفسیر سے قضیہ حقیقیہ کی تعریف سے بہت سے قضایا خارج ہو جاتے ہیں، حالانکہ وہ بھی قضایا ہیں، کیونکہ یہ تعریف صرف اسی قضیہ پر صادق آتی ہے، جس میں وصفِ موضوع اور وصف محمول دونوں ذات موضوع کیلئے ضروری ہوں، اور جن قضایا میں یہ دونوں یا ان میں سے ایک غیر لازم ہو تو وہ قضایا تعریف سے خارج ہو جاتے ہیں، اگر اتصال سے مطلق اتصال مراد لیا جاتا تو قضیہ حقیقیہ کی یہ تعریف حملیہ مطلقہ عامہ، ممکنہ عامہ، اور دائمہ مطلقہ سب پر صادق آتی، کیونکہ ان قضایا میں محمول موضوع کیلئے لازم نہیں ہوتا۔

۲- اتصال لزوم کی صورت میں قضایا "ضروریہ" میں منحصر ہونا لازم آئے گا، کیوں کہ ضروریہ میں ذات موضوع کے لئے وصف محمول کا لزوم ہوتا ہے۔

۳- بلکہ قضیہ ضروریہ میں سے بھی صرف اس قضیہ ضروریہ پر قضایا کا منحصر کرنا لازم آئے گا، جس میں وصف موضوع ذاتِ موضوع کے لئے لازم ہو، گویا یہ ایک خاص قسم کا ضروریہ ہے، ورنہ عام ضروریہ میں تو صرف وصفِ محمول ذاتِ موضوع کے لئے ضروری طور پر ثابت ہوتا ہے۔ وصفِ موضوع کا قضیہ کے مفہوم میں کوئی اعتبار نہیں ہوتا، اور اس تعریف میں تو قضیہ کے مفہوم میں وصف موضوع کا اعتبار ضروری ہے، خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب خرابیاں اس وجہ سے لازم آتی ہیں کہ "اتصال" کو مطلق نہیں رکھا گیا، بلکہ اس کو لزوم کی قید کے ساتھ مقید کیا گیا، اور عقد وضع اور عقد حمل میں متصلہ لزومیہ کا اعتبار کیا گیا، حالانکہ اس کا اعتبار نہ کرنا چاہئے تھا۔

میر سید کی تحقیق

میر صاحب فرماتے ہیں کہ عقد وضع اور عقد حمل میں اتصال کا معتبر ہونا ظاہر عبارت کے لحاظ سے ہے، کیوں کہ "لو وجد کان ج" بھی شرطیہ متصلہ ہے، لیکن معنیٰ کے اعتبار سے اس میں اتصال مراد نہیں ہو سکتا، اس واسطے کہ یہ عبارت قضیہ حملیہ کے موضوع اور محمول کی تعبیر ہے، اور یہ بات پہلے معلوم ہو چکی کہ قضیہ حملیہ میں عقد وضع ترکیب تقییدی ہوتی ہے، تو عقد وضع میں اتصال کیسے متصور ہو سکتا ہے؟ نیز قضیہ حملیہ میں عقد حمل ترکیب خبری ہوتی ہے، مگر وہ حملی ہے نہ کہ اتصالی، پس قضیہ حقیقیہ کے مفہوم میں اتصال کے معنیٰ بالکل نہیں ہو سکتے اور قضیہ حملیہ کی تفسیر دو متصلہ سے نہیں کی جا سکتی، بلکہ شرطیہ کی عبارت کو موضوع کے افراد میں تعمیم کے قصد پر محمول کرنا ضروری ہوگا، یعنی قضیہ شرطیہ کے ذریعہ سے تعبیر اس لئے کی گئی ہے تا کہ قضیہ کے موضوع میں افراد محققہ اور مقدرہ تمام کے تمام داخل ہو جائیں، کیونکہ جب "کل ج ب" کہا جائے تو اس سے ذہن فوراً اس طرف جاتا ہے کہ یہ حکم صرف ان افراد پر ہے جو خارج میں پائے جاتے ہیں، اس وجہ سے تفسیر میں کلمۂ شرط "لو" لایا گیا تا کہ اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ افراد

مقدرہ بھی حکم میں داخل ہیں، کیونکہ کلمۂ شرط محقق اور مقدر دونوں قسم کے افراد کیلئے مستعمل ہوتا ہے، چنانچہ "ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود" جس طرح دن کے وقت میں کہا جاتا ہے، اسی طرح رات کے وقت میں بھی بولا جاتا ہے۔

بعض حضرات نے میر صاحب کے مذکورہ بالا بیان کو اس پر محمول کیا ہے کہ یہ شارح پر اعتراض ہے، لیکن ایسا نہیں ہے، بلکہ میر صاحب کے بیان حقیقت کا اظہار ہے، نہ کہ اعتراض وارد کرنا، کیونکہ شارح نے شرح مطالع میں جو اس مقام کی تحقیق کی ہے، اس کا مفہوم بھی یہی ہے، کہ اتصال مذکور کا اعتبار بحسب الظاہر ہے، نہ کہ بحسب الحقیقت۔ (وہبی تحقیقات، تیسیر قطبی)

وَقَدْ وَقَعَ فِيْ بَعْضِ النُّسَخِ كُلُّ مَا لَوْ وُجِدَ وَكَانَ جَ بِالْوَاوِ الْعَاطِفَةِ وَهُوَ خَطَأٌ فَاحِشٌ لِاَنَّ كُلُّ جَ لَازِمٌ لِوُجُوْدِ الْمَوْضُوْعِ عَلٰى مَا فَسَّرَهُ بِهٖ وَ لَا مَعْنٰى لِلْوَاوِ الْعَاطِفَةِ بَيْنَ اللَّازِمِ وَ الْمَلْزُوْمِ عَلٰى اَنَّ ذٰلِكَ لَيْسَ بِمُشْتَبِهٍ اَيْضًا عَلٰى اَهْلِ الْعَرَبِيَّةِ فَاِنَّ لَوْ حَرْفُ الشَّرْطِ وَ لَا بُدَّ لَهٗ مِنْ جَوَابٍ وَ جَوَابُهٗ لَيْسَ قَوْلُنَا فَهُوَ بِحَيْثُ لِاَنَّهٗ خَبَرُ الْمُبْتَدَا بَلْ كَانَ جَ وَ جَوَابُ الشَّرْطِ لَا يُعْطَفُ عَلَيْهِ.

ترجمہ: اور بعض نسخوں میں ''کل ما لو وجد کان ج'' واؤ عاطفہ کے ساتھ واقع ہے، اور یہ فحش غلطی ہے اس لئے کہ ''کل ج'' موضوع کے وجود کے لئے لازم ہے، ماتن کی ذکر کردہ تفسیر کے مطابق، اور لازم وملزوم کے درمیان واؤ عاطفہ کے کوئی معنیٰ ہی نہیں، علاوہ ازیں یہ بات اہل عربیہ پر بھی مشتبہ نہیں، کیونکہ ''لو'' حرف شرط ہے، جس کا جواب ضروری ہے، اور اس کا جواب ہمارا قول ''فهو بحيث'' نہیں ہے، اس لئے کہ وہ مبتدا کی خبر ہے، بلکہ ''کان'' (جواب شرط ہے) اور جواب شرط کو شرط پر معطوف نہیں کیا جاتا۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ متن کے بعض نسخوں میں ''کل ما لو وجد کان ج'' کے بجائے ''کل ما لو وجد و کان ج'' واؤ عاطفہ کے ساتھ ہے اور یہ فحش غلطی ہے دو وجہ سے: ١- کل ما لو وجد یہ موضوع ہے، اور ملزوم ہے، ''کان ج'' اس کو لازم ہے، جیسا کہ صاحب کشف کے حوالہ سے اس کی تفسیر نقل کی گئی ہے، اور لازم وملزوم کے درمیان چونکہ کوئی حرف عطف نہیں ہوتا، اس لئے یہاں بھی ''واؤ'' غلط ہے۔ ٢- کل ما لو وجد شرط ہے اور ''کان ج'' اس کی جزاء ہے اور شرط وجزاء کے درمیان کوئی حرف عطف نہیں ہوتا، کیونکہ اہل عربیہ پر یہ بات مخفی نہیں کہ ''لو'' شرط کے لئے استعمال ہوتا ہے، لہٰذا یہاں ''لو'' حرف شرط ہوگا، اور لو وجد یہ پورا جملہ شرط ہوگا اور ''کان ج'' اس کی جزاء ہوگی، اور فهو بحيث...... کو جزاء نہیں قرار دیا جا سکتا، کیونکہ یہ تو مبتدا کی خبر ہے۔

وَ اَمَّا الثَّانِيْ فَيُرَادُ بِهٖ كُلُّ جَ فِي الْخَارِجِ فَهُوَ بَ فِي الْخَارِجِ وَ الْحُكْمُ فِيْهِ عَلَى الْمَوْجُوْدِ فِي الْخَارِجِ سَوَاءٌ كَانَ اِتِّصَافُهٗ بِجَ حَالَ الْحُكْمِ اَوْ قَبْلَهٗ اَوْ بَعْدَهٗ لِاَنَّ مَالَمْ يُوْجَدْ فِي الْخَارِجِ اَزَلًا وَ اَبَدًا يَسْتَحِيْلُ اَنْ يَكُوْنَ بَ فِي الْخَارِجِ وَ اِنَّمَا قَالَ سَوَاءٌ كَانَ حَالَ الْحُكْمِ اَوْ قَبْلَهٗ اَوْ بَعْدَهٗ دَفْعًا لِتَوَهُّمِ مَنْ ظَنَّ اَنَّ مَعْنٰى جَ بَ هُوَ اِتِّصَافُ الْجِيْمِ بِالْبَائِيَّةِ حَالَ كَوْنِهٖ مَوْصُوْفًا بِالْجِيْمِيَّةِ فَاِنَّ الْحُكْمَ لَيْسَ عَلٰى وَصْفِ الْجِيْمِ حَتّٰى يَجِبَ تَحَقُّقُهٗ حَالَ تَحَقُّقِ الْحُكْمِ بَلْ عَلٰى ذَاتِ الْجِيْمِ فَلَا يَسْتَدْعِي الْحُكْمَ اِلَّا وُجُوْدَهٗ وَ اَمَّا اِتِّصَافُهٗ بِالْجِيْمِيَّةِ فَلَا يَجِبُ تَحَقُّقُهٗ حَالَ الْحُكْمِ فَاِذَا قُلْنَا

كُلُّ كَاتِبٍ ضَاحِكٌ فَلَيْسَ مِنْ شَرْطِ كَوْنِ ذَاتِ الْكَاتِبِ مَوْضُوْعًا اَنْ يَكُوْنَ كَاتِبًا فِيْ وَقْتِ كَوْنِهٖ مَوْصُوْفًا بِالضِّحْكِ بَلْ يَكْفِيْ فِيْ ذٰلِكَ اَنْ يَكُوْنَ مَوْصُوْفًا بِالْكَاتِبِيَّةِ فِيْ وَقْتٍ مَّا حَتّٰى يَصْدُقَ قَوْلُنَا كُلُّ نَائِمٍ مُسْتَيْقِظٌ وَ اِنْ كَانَ اِتِّصَافُ ذَاتِ النَّائِمِ بِالْوَصْفَيْنِ اِنَّمَا هُوَ فِيْ وَقْتَيْنِ.

ترجمہ: اور بہر حال دوسرا (یعنی بحسب الخارج) تو اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ جو شئ خارج میں "ج" ہے، وہ خارج میں "ب" ہے، اور اس میں موجود فی الخارج پر حکم ہوتا ہے، خواہ "ج" کے ساتھ اس کا اتصاف حکم کے وقت ہو، یا اس سے پہلے یا اس کے بعد، اس لئے کہ جو شئ خارج میں کبھی بھی موجود نہ ہو اس کا خارج میں "ب" ہونا محال ہے، اور ماتن نے "**سواء كان حال الحكم او قبله او بعده**" اس شخص کے وہم کو دور کرنے کیلئے کہا ہے جس نے یہ گمان کیا ہے کہ "ج ب" کے معنیٰ یہ ہیں کہ جیم بائیت کے ساتھ متصف ہو، اس حال میں کہ جیم جیمیّت سے موصوف ہو، کیونکہ حکم وصفِ جیم پر نہیں ہے، تاکہ حکم کے پائے جانے کے وقت اس کا پایا جانا ضروری ہو، بلکہ جیم کی ذات پر حکم ہوتا ہے، تو حکم صرف اس کے وجود کا متقاضی ہے، اور بہر حال اس کا جیمیّت کے ساتھ متصف ہونا تو حکم کے تحقق کے وقت اس کا تحقق ضروری نہیں ہے، پس جب ہم **كل كاتب ضاحك** کہیں، تو ذات کاتب کے موضوع ہونے کیلئے شرط نہیں کہ وہ ضحک کے ساتھ موصوف ہونے کے وقت میں کاتب ہو، بلکہ کسی نہ کسی وقت میں اس کا کاتبیت کے ساتھ موصوف ہونا کافی ہے، یہاں تک کہ ہمارا قول "**كل نائم مستيقظ**" صادق ہوگا، اگرچہ ذات نائم کا دو وصفوں کے ساتھ متصف ہونا دو وقتوں میں ہے۔

تشریح: اس سے قبل شارح نے فرمایا تھا کہ اگر "**كل ج ب**" بحسب الخارج مستعمل ہو تو اسے خارجیہ کہتے ہیں واما الثانی سے اس کی توضیح و تشریح کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ فرد جو خارج میں "ج" ہو، وہ خارج میں "ب" بھی ہوگا، یہاں دو باتیں ہیں:

۱- **كل ج ب فى الخارج** میں حکم صرف ان افراد پر ہوتا ہے، جو خارج میں موجود ہوں، کیونکہ جو شئ خارج میں کبھی بھی موجود نہ ہو اس کا خارج میں "ب" ہونا محال ہے۔ ۲- ذات موضوع کا حکم کے وقت "**وصف موضوع**" کے ساتھ متصف ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔ اس کا اتصاف خواہ حکم کے وقت ہو، یا اس سے پہلے یا اس کے بعد، اس سے کوئی بحث نہیں۔

سواء كان حال الحكم الخ اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ ماتن نے **سواء كان اتصافه بج،** سے درحقیقت بعض لوگوں کے اس گمان کو رد کیا ہے کہ جنھوں نے "**كل ج ب**" کے معنیٰ یہ سمجھا ہے کہ جیم کا بائیت کے ساتھ متصف ہونا جیمیت کے ساتھ متصف ہونے کی حالت میں ہوتا ہے، یعنی موضوع کا محمول کے ساتھ متصف ہونا وصفِ عنوانی کے ساتھ متصف ہونے کی حالت میں ہوتا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ذات موضوع پر وصف محمول کا حکم اس وقت ثابت ہوگا، جب ذاتِ موضوع وصف موضوع کے ساتھ متصف ہو، ورنہ بصورتِ دیگر حکم ثابت نہیں ہوگا۔

تو ماتن نے اس وہم کو رد کر دیا کہ یہ ظن و وہم صحیح نہیں ہے، کیونکہ وصف محمول کا حکم وصف موضوع پر نہیں ہوا، بلکہ ذاتِ موضوع پر ہوتا ہے، اس لئے حکم کے وقت ذاتِ موضوع کا تحقق ضروری ہے، وصفِ موضوع پر نہیں ہوتا، بلکہ وصف موضوع تو موضوع کے ذات کی تعبیر کا ایک ذریعہ ہے، تو خواہ وصف عنوانی کے ساتھ اتصاف حکم سے پہلے ہو یا بعد میں یا حکم ہی کی حالت میں ہو، بہر حال حکم ذات ہی پر ہوگا، مثلاً **كل كاتبٍ ضاحكٌ** میں ضحک کا حکم ذاتِ کاتب پر ہے، وصفِ کاتب پر نہیں، لہٰذا ضحک کے

حکم کی حالت میں ذات کاتب کا وصف کتابت کے ساتھ متصف ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، بلکہ اس کا کسی نہ کسی وقت میں کتابت کے ساتھ متصف ہونا کافی ہے، اگر حکم کے وقت ذاتِ موضوع کا وصفِ موضوع کے ساتھ متصف ہونا ضروری ہو، تو پھر کل نائم مستیقظ صحیح نہیں ہوگا، کیونکہ نیند کی حالت میں کوئی بیدار نہیں ہوتا، بلکہ نینداور بیداری دو حالتوں میں ہوتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ ذاتِ موضوع کا حکم کے وقت وصف موضوع کے ساتھ متصف ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔

لَا يُقَالُ هٰهُنَا قَضَايَا لَا يُمْكِنُ اَخْذُهَا بِاَحَدِ الْاِعْتِبَارَيْنِ وَهِيَ الَّتِيْ مَوْضُوْعَاتُهَا مُمْتَنِعَةٌ كَقَوْلِنَا شَرِيْكُ الْبَارِيْ مُمْتَنِعٌ وَ كُلُّ مُمْتَنِعٍ فَهُوَ مَعْدُوْمٌ وَ الْفَنُّ يَجِبُ اَنْ يَكُوْنَ قَوَاعِدُهُ عَامَّةً لِاَنَّا نَقُوْلُ الْقَوْمُ لَا يَزْعَمُوْنَ اِنْحِصَارَ جَمِيْعِ الْقَضَايَا فِي الْحَقِيْقِيَّةِ وَ الْخَارِجِيَّةِ بَلْ زَعْمُهُمْ اَنَّ الْقَضِيَّةَ الْمُسْتَعْمَلَةَ فِي الْعُلُوْمِ مَاخُوْذَةٌ فِي الْاَغْلَبِ بِاَحَدِ الْاِعْتِبَارَيْنِ فَلِهٰذَا وَضَعُوْهُمَا وَ اسْتَخْرَجُوْا اَحْكَامَهُمَا لِيَنْتَفِعُوْا بِذٰلِكَ فِي الْعُلُوْمِ وَاَمَّا الْقَضَايَا الَّتِيْ لَا يُمْكِنُ اَخْذُهَا بِاَحَدِ هٰذَيْنِ الْاِعْتِبَارَيْنِ فَلَمْ يُعْرَفْ بَعْدُ اَحْكَامُهَا وَتَعْمِيْمُ الْقَوَاعِدِ اِنَّمَا هُوَ بِقَدْرِ الطَّاقَةِ الْاِنْسَانِيَّةِ.

ترجمہ: یہاں نہ کہا جائے کہ کچھ ایسے قضایا بھی ہیں جن کو اعتبارین میں سے کسی اعتبار سے بھی لیا جانا ممکن نہیں، اور یہ وہ قضایا ہیں جن کے موضوعات ممتنع ہوں، جیسے شریک الباری ممتنع، کل ممتنع معدوم اورفن کے قواعد کا عام ہونا ضروری ہے؟ کیونکہ ہم کہیں گے کہ قوم تمام قضایا حقیقیہ اور خارجیہ میں منحصر ہونے کے قائل نہیں، بلکہ ان کا خیال یہ ہے کہ وہ قضیہ جو علوم میں مستعمل ہے، اکثر اعتبارین میں سے کسی ایک اعتبار کے ساتھ ماخوذ ہے، اسی لئے قوم نے ان کو وضع کیا ہے اوران کے احکام کا استخراج کیا ہے، تاکہ ان کے ذریعہ علوم میں فائدہ اٹھائیں، بہرحال وہ قضایا جن کو اعتبارین میں سے کسی ایک کے ساتھ لینا ممکن نہیں، تو ان کے تو ابھی تک احکام ہی معلوم نہیں، اور قواعد کی تعمیم انسانی طاقت کے بقدر ہوا کرتی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے ایک اعتراض اوراس کا جواب ذکر کیا ہے، معترض کہتا ہے کہ ماتن نے قضیہ کی صرف دو قسمیں حقیقیہ اور خارجیہ بیان کی ہیں، اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ کچھ قضایا ایسے بھی ہیں، جن کے موضوعات ممتنع ہوتے ہیں، جیسے شریک الباری، کل ممتنع معدوم، تو ایسے قضایا کو نہ حقیقیہ کہا جا سکتا ہے، نہ خارجیہ۔ حقیقیہ اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ قضیہ حقیقیہ میں حکم اگرچہ افراد مقدرہ پر بھی ہوتا ہے مگر "ممکنہ" کی قید ملحوظ ہے، حالانکہ ان قضایا میں افراد ممتنع ہوتے ہیں، اور خارجیہ اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ خارجیہ میں صرف ان افراد پر حکم ہوتا ہے جو خارج میں متحقق ہوں، اور چونکہ ان قضایا میں افراد ممتنع ہوتے ہیں، اس وجہ سے یہ موجود فی الخارج بھی نہیں ہو سکتے، حالانکہ فن کے قواعد عام ہوا کرتے ہیں جو اپنے تمام افراد کو شامل ہوتے ہیں، اور قضیہ کی آپ نے جو دو قسمیں بیان کی ہیں یہ قسمیں تمام قضایا کو شامل نہیں، لہٰذا قضیہ کو دو قسموں میں منحصر کرنا صحیح نہیں؟

لانا نقول الخ سے شارح نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ قضیہ کی ان قسموں سے قضایا کو ان میں منحصر کرنا مقصود نہیں ہے، بلکہ ان قضایا کو بیان کرنا مقصود ہے، جو علوم میں اکثر و بیشتر مستعمل ہوتے ہیں، اور یہ وہی قضایا ہوتے ہیں، جن کا تعلق ان دونوں اعتباروں اور دو قسموں میں سے کسی ایک کے ساتھ ضرور وابستہ ہوتا ہے، اس لئے مناطقہ نے ان ہی کو وضع کیا، ان کے احکام بیان کیے تاکہ ان سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔

اور رہی بات ان قضایا کی جن کے موضوعات ممتنع ہوتے ہیں، جن کا تعلق ان دو اعتباروں میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی نہیں ہے، تو ان کے احوال اب تک معلوم نہیں ہوئے، ایسے قضایا کو بیان نہیں کیا گیا، کیونکہ ایسے قضایا کی تعریفات اور ان کے احکام تک رسائی بہت مشکل امر ہے، انسانی طاقت سے باہر ہے اور آپ کا یہ کہنا کہ فن منطق کے قواعد عام ہوتے ہیں، لہٰذا دو قسمیں بیان کرنا صحیح نہیں، تو یہ بات یاد رکھئے کہ قواعد کی تعمیم انسانی طاقت کی حیثیت سے ہوسکتی ہے، اور جو انسان کی طاقت سے باہر ہو، اس میں انسان معذور ہے، وہاں قواعد کی تخصیص ضرور ہوجائے گی، لہٰذا آپ کا اعتراض کرنا صحیح نہیں۔

قَالَ وَ الْفَرْقُ بَيْنَ الْاِعْتِبَارَيْنِ ظَاهِرٌ فَإِنَّهُ لَوْ لَمْ يُوْجَدْ شَيْءٌ مِنَ الْمُرَبَّعَاتِ فِي الْخَارِجِ يَصِحُّ اَنْ يُقَالَ كُلُّ مُرَبَّعٍ شَكْلٌ بِالْاِعْتِبَارِ الْاَوَّلِ دُوْنَ الثَّانِيْ وَ لَوْ لَمْ يُوْجَدْ شَيْءٌ مِنَ الْاَشْكَالِ فِي الْخَارِجِ اِلَّا الْمُرَبَّعِ يَصِحُّ اَنْ يُقَالَ كُلُّ شَكْلٍ مُرَبَّعٌ بِالْاِعْتِبَارِ الثَّانِيْ دُوْنَ الْاَوَّلِ **اَقُوْلُ** قَدْ ظَهَرَ لَكَ مِمَّا بَيَّنَّاهُ اَنَّ الْحَقِيْقِيَّةَ لَا تَسْتَدْعِيْ وُجُوْدَ الْمَوْضُوْعِ فِي الْخَارِجِ بَلْ يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ مَوْجُوْدًا فِي الْخَارِجِ وَ اَنْ لَا يَكُوْنَ وَ اِذَا كَانَ مَوْجُوْدًا فِي الْخَارِجِ فَالْحُكْمُ فِيْهَا لَا يَكُوْنُ مَقْصُوْرًا عَلَى الْاَفْرَادِ الْخَارِجِيَّةِ بَلْ يَتَنَاوَلُهَا وَ الْاَفْرَادَ الْمُقَدَّرَةَ الْوُجُوْدِ بِخِلَافِ الْخَارِجِيَّةِ فَاِنَّهَا تَسْتَدْعِيْ وُجُوْدَ الْمَوْضُوْعِ فِي الْخَارِجِ وَالْحُكْمُ فِيْهَا مَقْصُوْرٌ عَلَى الْاَفْرَادِ الْخَارِجِيَّةِ فَالْمَوْضُوْعُ اِنْ لَمْ يَكُنْ مَوْجُوْدًا فَقَدْ يَصْدُقُ الْقَضِيَّةُ بِاعْتِبَارِ الْحَقِيْقَةِ دُوْنَ الْخَارِجِ كَمَا اِذَا لَمْ يَكُنْ شَيْءٌ مِنَ الْمُرَبَّعَاتِ مَوْجُوْدًا فِي الْخَارِجِ يَصْدُقُ بِحَسْبِ الْحَقِيْقَةِ كُلُّ مُرَبَّعٍ شَكْلٌ اَيْ كُلُّ مَا لَوْ وُجِدَ كَانَ مُرَبَّعًا فَهُوَ بِحَيْثُ لَوْ وُجِدَ كَانَ شَكْلًا وَلَا يَصْدُقُ بِحَسْبِ الْخَارِجِ لِعَدَمِ وُجُوْدِ الْمُرَبَّعِ فِي الْخَارِجِ عَلٰى مَا هُوَ الْمَفْرُوْضُ.

ترجمہ- ماتن نے کہا، اور دونوں اعتباروں کے درمیان فرق ظاہر ہے، اس لئے کہ مربعات میں سے کوئی شئ اگر خارج میں موجود نہ ہو تو یہ کہنا صحیح ہے کہ ہر مربع شکل ہے، پہلے اعتبار سے نہ کہ دوسرے اعتبار سے، اور اگر اشکال میں سے کوئی شکل مربع کے علاوہ خارج میں نہ پائی جائے تو یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ہر شکل مربع ہے دوسرے اعتبار سے نہ کہ پہلے اعتبار سے، میں کہتا ہوں کہ ہم نے جو کچھ بیان کیا اس سے تیرے واسطے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ حقیقیہ خارج میں وجودِ موضوع کا تقاضا نہیں کرتا، بلکہ ممکن ہے وہ خارج میں موجود ہو یا موجود نہ ہو، اور جب خارج میں موجود ہو تو اس میں صرف افراد خارجیہ پر حکم منحصر نہیں ہوتا، بلکہ ان کو اور افراد مقدرۃ الوجود کو (بھی) حکم شامل ہوتا ہے، بخلاف خارجیہ کے کیونکہ وہ خارج میں وجودِ موضوع کا تقاضا کرتا ہے، اور اس میں حکم افراد خارجیہ پر منحصر ہوتا ہے، لہٰذا اگر موضوع موجود نہ ہو تو قضیہ حقیقت کے اعتبار سے صادق ہوگا نہ کہ خارج کے اعتبار سے، جیسا کہ جب مربعات میں سے کوئی شئ خارج میں موجود نہ ہو، تو حقیقت کے اعتبار سے کل مربع شکل، صادق ہوگا، یعنی ہر وہ چیز جو موجود ہو کر مربع ہو، تو وہ موجود ہونے کی حیثیت سے شکل ہوگی، اور خارج کے اعتبار سے صادق نہ ہوگا، کیونکہ مفروض کے مطابق مربع کا وجود خارج میں نہیں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں ماتن نے قضیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت بیان کی ہے، چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ قضیہ حقیقیہ کے لئے خارج میں موضوع کا موجود ہونا ضروری نہیں، خواہ موجود ہو یا موجود نہ ہو، دونوں صورتوں میں موضوع پر حکم ہوسکتا ہے، اور اگر قضیہ خارجیہ کا موضوع خارج میں موجود ہو تو حکم صرف افراد خراجیہ پر ہی منحصر نہیں ہوتا، بلکہ افراد

خارجیہ اور مقدرہ دونوں پر ہوتا ہے، لیکن قضیہ خارجیہ میں ایسا نہیں ہوتا، بلکہ قضیہ خارجیہ کے لئے خارج میں موضوع کا موجود ہونا ضروری ہے، اور اس میں صرف افراد خارجیہ پر حکم ہوتا ہے، افراد مقدرہ پر حکم نہیں ہوتا۔

جب یہ بات سمجھ میں آ گئی تو اب یہ سمجھئے کہ قضیہ خارجیہ اور حقیقیہ کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، اور عموم و خصوص من وجہ میں تین مادے ہوتے ہیں، ایک اجتماع کا اور دو افتراق کے۔ چنانچہ ان کو اس طرح سمجھئے کہ موضوع اگر خارج میں موجود نہ ہو تو صرف قضیہ حقیقیہ صادق ہوگا قضیہ خارجیہ صادق نہیں ہوگا، جیسے یہ فرض کریں کہ خارج میں مربعات میں سے کوئی شئ موجود نہیں، تو اگر کہا جائے کل مربع شکل، تو یہاں قضیہ حقیقیہ صادق ہوگا، قضیہ خارجیہ صادق نہیں ہوگا، کیونکہ فرض یہ کیا گیا ہے کہ خارج میں کوئی مربع موجود نہیں ہے، اور خارجیہ کے صادق آنے کے لئے موضوع کا خارج میں موجود ہونا ضروری ہے، اور حقیقیہ اس لئے صادق ہوگا کہ اس کے صادق ہونے کے لئے موضوع کا خارج میں موجود ہونا ضروری نہیں ہے، یہ ایک مادّہ افتراقیہ ہوا، [illegible] دونوں کو اگلی عبارت میں ملاحظہ فرمائیں۔

[illegible] كَانَ الْمَوْضُوْعُ مَوْجُوْدًا لَمْ يَخْ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ الْحُكْمُ مَقْصُوْرًا عَلَى الْاَفْرَادِ الْخَارِجِيَّةِ اَوْ مُتَنَاوِلاً لَهَا وَلِلْاَفْرَادِ الْمُقَدَّرَةِ فَاِنْ كَانَ مَقْصُوْرًا عَلَى الْاَفْرَادِ الْخَارِجِيَّةِ تَصْدُقُ الْكُلِّيَّةُ الْخَارِجِيَّةُ دُوْنَ الْكُلِّيَّةِ الْحَقِيْقِيَّةِ كَمَا اِذَا انْحَصَرَ الْاَشْكَالُ فِي الْخَارِجِ فِي الْمُرَبَّعِ فَيَصْدُقُ كُلُّ شَكْلٍ مُرَبَّعٍ بِحَسْبِ الْخَارِجِ وَهُوَ ظَاهِرٌ وَلاَ يَصْدُقُ بِحَسْبِ الْحَقِيْقَةِ اَيْ لاَ يَصْدُقُ كُلُّ مَا لَوْ وُجِدَ كَانَ شَكْلاً فَهُوَ بِحَيْثُ لَوْ وُجِدَ كَانَ مُرَبَّعًا لَصَدَقَ قَوْلُنَا بَعْضُ مَا لَوْ وُجِدَ كَانَ شَكْلاً فَهُوَ بِحَيْثُ لَوْ وُجِدَ كَانَ لَيْسَ بِمُرَبَّعٍ وَاِنْ كَانَ الْحُكْمُ مُتَنَاوِلاً لِجَمِيْعِ الْاَفْرَادِ الْمُحَقَّقَةِ وَ الْمُقَدَّرَةِ فَتَصْدُقُ الْكُلِّيَّتَانِ مَعًا كَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ فَاِذَنْ يَكُوْنُ بَيْنَهُمَا خُصُوْصٌ وَ عُمُوْمٌ مِنْ وَجْهٍ۔

ترجمہ: اور اگر موضوع موجود ہو تو خالی نہیں یا تو یہ کہ حکم افراد خارجیہ پر منحصر ہوگا یا ان کو اور افراد مقدرہ کو شامل ہوگا، پس اگر افراد خارجیہ پر منحصر ہو تو کلیہ خارجیہ صادق ہوگا، نہ کہ کلیہ حقیقیہ، جیسے جب خارج میں شکلیں مربع میں منحصر ہوں، تو "کل شکل مربع" خارج کے اعتبار سے صادق ہوگا، اور یہ ظاہر ہے، اور حقیقت کے اعتبار سے صادق نہیں ہوگا، یعنی ہر وہ چیز جو موجود ہو کر شکل ہو تو وہ موجود ہونے کی حیثیت سے مربع ہوگی، کیونکہ ہمارا قول بعض ما لو وجد شکلاً فھو بحیث لو وجد کان لیس بمربع صادق ہے، اور اگر حکم افراد محققہ ومقدرہ سب کو شامل ہو، تو دونوں کلیہ ساتھ ساتھ صادق ہوں گے، جیسے ہمارا قول کل انسان حیوان، پس ان دونوں میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے۔

تشریح: اور اگر خارج میں موضوع موجود ہو تو یہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو حکم صرف افراد خارجیہ پر ہوگا یا افراد خارجیہ اور مقدرہ دونوں کو حکم شامل ہوگا، اگر صرف افراد خارجیہ پر حکم ہو تو قضیہ خارجیہ صادق ہوگا، قضیہ حقیقیہ صادق نہ ہوگا، مثلاً یہ فرض کیجئے کہ خارج میں سب اشکال ایک مربع میں منحصر ہیں، تو کل شکل مربع بحسب الخارج درست ہوگا، یعنی قضیہ خارجیہ صادق ہوگا، لیکن کل شکل مربع بحسب الحقیقت یعنی "کل ما لو وجد کان شکلا فھو بحیث لو وجد کان مربعا" یہ صادق نہیں ہوگا، کیونکہ اس کی نقیض سالبہ جزئیہ صادق ہے اور وہ ہے "بعض ما لو وجد کان شکلا فھو بحیث لو وجد کان لیس بمربع" یہ دوسرا مادہ، افتراقیہ ہے۔

اور اگر حکم افراد خارجیہ اور مقدرہ دونوں کو شامل ہو، تو وہاں قضیہ خارجیہ اور حقیقیہ دونوں صادق ہوں گے، جیسے کل انسان حیوانٌ اس میں حیوانیت کا حکم انسان کے ان افراد کے لئے بھی ثابت ہے، جو اس وقت موجود ہیں، اور ان کے لئے بھی جو قیامت تک پیدا ہوں گے، یہ مادہ اجتماعیہ ہے۔

قَالَ وَ عَلىٰ هٰذَا فَقِسِ الْمَحْصُوْرَاتِ الْبَاقِيَةَ **اَقُوْلُ** لَمَّا عَرَفْتَ مَفْهُوْمَ الْمُوْجِبَةِ الْكُلِّيَّةِ اَمْكَنَكَ اَنْ تَعْرِفَ مَفْهُوْمَ بَاقِي الْمَحْصُوْرَاتِ بِالْقِيَاسِ عَلَيْهِ فَاِنَّ الْحُكْمَ فِي الْمُوْجِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ عَلىٰ بَعْضِ مَا عَلَيْهِ الْحُكْمُ فِي الْمُوْجِبَةِ الْكُلِّيَّةِ فَالْاُمُوْرُ الْمُعْتَبَرَةُ ثَمَّهُ بِحَسْبِ الْكُلِّ مُعْتَبَرَةٌ هٰهُنَا بِحَسْبِ الْبَعْضِ وَ مَعْنَى السَّالِبَةِ الْكُلِّيَّةِ رَفْعُ الْاِيْجَابِ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ وَاحِدٍ وَ السَّالِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ رَفْعُ الْاِيْجَابِ عَنْ بَعْضِ الْاٰحَادِ فَكَمَا اُعْتُبِرَتِ الْمُوْجِبَةُ الْكُلِّيَّةُ بِحَسْبِ الْحَقِيْقَةِ وَ الْخَارِجِ كَذٰلِكَ تُعْتَبَرُ الْمَحْصُوْرَاتُ الْاُخَرُ بِالْاِعْتِبَارَيْنِ وَ قَدْ تَقَدَّمَ الْفَرْقُ بَيْنَ الْكُلِّيَّتَيْنِ وَ اَمَّا الْفَرْقُ بَيْنَ الْجُزْئِيَّتَيْنِ فَهُوَ اَنَّ الْجُزْئِيَّةَ الْحَقِيْقِيَّةَ اَعَمُّ مُطْلَقًا مِنَ الْخَارِجِيَّةِ لِاَنَّ الْاِيْجَابَ عَلىٰ بَعْضِ الْاَفْرَادِ الْخَارِجِيَّةِ اِيْجَابٌ عَلىٰ بَعْضِ الْاَفْرَادِ الْحَقِيْقِيَّةِ مُطْلَقًا بِدُوْنِ الْعَكْسِ وَ عَلىٰ هٰذَا يَكُوْنُ السَّالِبَةُ الْكُلِّيَّةُ الْخَارِجِيَّةُ اَعَمَّ مِنَ السَّالِبَةِ الْكُلِّيَّةِ الْحَقِيْقِيَّةِ لِاَنَّ نَقِيْضَ الْاَخَصِّ اَعَمُّ مِنْ نَقِيْضِ الْاَعَمِّ مُطْلَقًا وَ بَيْنَ السَّالِبَتَيْنِ الْجُزْئِيَّتَيْنِ مُبَايَنَةٌ جُزْئِيَّةٌ وَ ذٰلِكَ ظَاهِرٌ.

ترجمہ: ماتن نے کہا اور اسی پر باقی محصورات کو قیاس کر لیجئے، میں کہتا ہوں کہ جب تو نے موجبہ کلیہ کا مفہوم جان لیا تو اسی پر قیاس کر کے باقی محصورات کا مفہوم جاننا میرے لئے ممکن ہے، کیونکہ موجبہ جزئیہ میں حکم ان افراد محصورات کے بعض پر ہوتا ہے، جن پر موجبہ کلیہ میں حکم ہوتا ہے، تو جو امور وہاں بحسب الکل معتبر ہیں وہ یہاں بحسب البعض معتبر نہیں، اور سالبہ کلیہ کے معنیٰ ہر ہر واحد سے رفع ایجاب ہے، اور سالبہ جزئیہ کے معنیٰ بعض افراد سے رفع ایجاب ہے، تو جس طرح موجبہ کلیہ کا حقیقت اور خارج دونوں لحاظ سے اعتبار کیا گیا ہے، اسی طرح دیگر محصورات کا دونوں لحاظ سے اعتبار کیا جائے گا، اور دو کلیوں کے درمیان فرق تو پہلے گزر چکا، اور بہر حال دو جزئیوں کے درمیان فرق تو یہ ہے کہ جزئیہ حقیقیہ جزئیہ خارجیہ سے اعم مطلق ہے، کیونکہ بعض افراد خارجیہ پر ایجاب، بعض افراد حقیقیہ پر مطلقاً ایجاب ہے، عکس کے بغیر اور سالبہ کلیہ خارجیہ، سالبہ کلیہ حقیقیہ سے اعم ہوگا اس لئے کہ اخص کی نقیض اعم کی نقیض سے اعم مطلق ہوتی ہے، اور دو سالبہ جزئیہ کے درمیان مباینت جزئیہ ہے، اور یہ ظاہر ہے۔

تشریح- اس سے قبل موجبہ کلیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت کا بیان تھا، اب یہاں سے شارح موجبہ جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ، سالبہ کلیہ حقیقیہ اور خارجیہ، سالبہ جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت بیان کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ گزشتہ قال میں محصورات اربعہ میں سے آپ کو موجبہ کلیہ کا مفہوم معلوم ہو گیا تو اسی پر قیاس کر کے باقی محصورات یعنی موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کا مفہوم بھی آپ بھی معلوم کر سکتے ہیں، کیونکہ جن افراد پر موجبہ کلیہ میں حکم ہوتا ہے، انھیں میں سے بعض افراد پر موجبہ جزئیہ میں حکم ہوتا ہے، لہٰذا جن امور کا لحاظ موجبہ کلیہ بحسب الحقیقت والخارج میں کل افراد کے اعتبار سے ہوا ہے، انھیں امور کا لحاظ موجبہ جزئیہ بحسب الحقیقت والخارج میں بعض افراد کے اعتبار سے ہوگا۔

موجبہ جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت: ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، موجبہ جزئیہ حقیقیہ اعم مطلق ہے اور موجبہ خارجیہ اخص مطلق ہے، کیونکہ جب موجبہ جزئیہ خارجیہ کے بعض افراد پر حکم صادق ہوگا، تو وہاں جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ دونوں صادق ہوں گے، اور جب بعض افراد مقدرہ پر حکم صادق ہوگا تو وہاں صرف موجبہ جزئیہ حقیقیہ صادق ہوگا، جزئیہ خارجیہ صادق نہیں ہوگا۔

سالبہ کلیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت: جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت کے بیان سے فارغ ہو کر اب شارح ان کی نقیضین یعنی سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کے درمیان نسبت بیان کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ سالبہ کلیہ حقیقیہ اور سالبہ کلیہ خارجیہ کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، سالبہ کلیہ حقیقیہ اخص مطلق ہے اور سالبہ کلیہ خارجیہ اعم مطلق ہے، کیونکہ اس سے پہلے آپ کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ جن دو کلیوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، ان کی نقیضین کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، البتہ اتنا فرق ہوتا ہے کہ اعم کی نقیض اخص اور اخص کی نقیض اعم ہو جاتی ہے، اور موجبہ جزئیہ حقیقیہ اعم مطلق ہے اس لئے ان کی نقیضین میں معاملہ اس کے برعکس ہو جائے گا، موجبہ جزئیہ خارجیہ جو کہ اخص مطلق ہے اس کی نقیض سالبہ کلیہ اعم مطلق ہوگی، اور موجبہ جزئیہ حقیقیہ جو کہ اعم مطلق ہے، اس کی نقیض سالبہ کلیہ حقیقیہ اخص مطلق ہوگی، اب عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ جس مادہ میں قضیہ حقیقیہ صادق نہیں ہوگا، اس مادہ میں قضیہ خارجیہ بھی صادق نہیں ہوگا، یہ مادہ اجتماعیہ ہوا، لیکن جہاں قضیہ خارجیہ صادق نہ ہو وہاں قضیہ حقیقیہ کا عدم صدق ضروری نہیں، بلکہ وہ صادق ہو سکتا ہے، یہ مادہ افتراقیہ ہوا۔

سالبہ جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت: شارح فرماتے ہیں کہ سالبہ جزئیہ حقیقیہ اور سالبہ جزئیہ خارجیہ کے درمیان تباین جزئی کی نسبت ہے، کیونکہ ان دونوں کی نقیضین یعنی موجبہ کلیہ حقیقیہ اور موجبہ کلیہ خارجیہ کے درمیان عموم و خصوص من وجہٍ کی نسبت ہے، اور یہ بات آپ کو معلوم ہو چکی ہے کہ عموم وخصوص من وجہٍ کی نقیض کے درمیان تباین جزئی ہوتا ہے، اور آپ کو یہ بات بھی معلوم ہو چکی ہے کہ تباین جزئی کا مطلب یہ ہے کہ کبھی ان کے درمیان تباین کلی ہوتا ہے، اور کبھی عموم وخصوص من وجہٍ، لیکن وہ بات یہاں ذہن سے نکال دیجئے، یہاں تباین جزئی صرف عموم وخصوص من وجہٍ کو شامل ہے، تباین کلی کو یہاں شامل نہیں ہے۔

اب نسبت کی وضاحت سنیئے کہ بعض وہ مادہ جہاں بعض افراد مقدرہ اور خارجیہ دونوں سے حکم کی نفی کی گئی ہو تو وہاں سالبہ جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ دونوں صادق ہوں گے، یہ مادہ اجتماعیہ ہوا، اور اگر کوئی ایسا مادہ ہو کہ جس میں صرف بعض افراد مقدرہ سے حکم کی نفی کی گئی ہو، تو وہاں صرف سالبہ جزئیہ حقیقیہ صادق ہوگا، سالبہ جزئیہ خارجیہ صادق نہیں ہوگا، یہ ایک مادہ افتراقیہ ہوا، اور اگر کوئی ایسا مادہ ہو کہ جس میں صرف بعض افراد خارجیہ سے حکم کی نفی کی گئی ہو، تو وہاں صرف سالبہ جزئیہ خارجیہ صادق ہوگا، سالبہ جزئیہ حقیقیہ صادق نہیں ہوگا، یہ دوسرا مادہ افتراقیہ ہے۔

قَالَ اَلْبَحْثُ الثَّالِثُ فِی الْعُدُوْلِ وَ التَّحْصِیْلِ حَرْفُ السَّلْبِ اِنْ کَانَ جُزْءً ا مِنَ الْمَوْضُوْعِ کَقَوْلِنَا اللاَّحَیُّ جَمَادٌ اَوْ مِنَ الْمَحْمُوْلِ کَقَوْلِنَا الْجَمَادُ لاَ عَالِمٌ اَوْ مِنْهُمَا جَمِیْعًا سُمِّیَتِ الْقَضِیَّۃُ مَعْدُوْلَۃً مُوْجَبَۃً کَانَتْ اَوْ سَالِبَۃً وَاِنْ لَمْ یَکُنْ جُزْءً لِشَیْءٍ مِنْهُمَا سُمِّیَتْ مُحَصَّلَۃً اِنْ کَانَتْ مُوْجَبَۃً وَ بَسِیْطَۃً اِنْ کَانَتْ سَالِبَۃً.

ترجمہ: ماتن نے کہا ہے کہ تیسری بحث عدول اور تحصیل (کے بیان) میں ہے، حرف سلب اگر موضوع کا جزء ہو جیسے

اللاحی جماد یا محمول کا (جزء) ہو، جیسے الجماد لا عالمٌ، یا ایک ساتھ دونوں کا (جزء) ہو تو قضیہ کا نام معدولہ رکھا جاتا ہے، موجبہ ہو یا سالبہ، اور اگر ان دونوں میں سے کسی کا بھی جزء نہ ہو تو اس کا نام محصلہ رکھا جاتا ہے، اگر موجبہ ہو، اور بسیطہ (نام رکھا جاتا ہے، اگر قضیہ) سالبہ ہو۔

تشریح: یہاں سے ماتن نے تیسری بحث شروع کی ہے، اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ قضیہ حملیہ میں حرف سلب کبھی قضیہ کا جزء ہوتا ہے، اور کبھی جزء نہیں ہوتا، تو حرف سلب کے قضیہ کا جزء ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) معدولہ (۲) غیر معدولہ، اگر حرف سلب قضیہ کا جزء ہو تو وہ معدولہ ہے، اور جزء نہ ہو تو وہ غیر معدولہ ہے، پھر حرف سلب یا تو موضوع کا جزء ہوگا یا محمول کا یا دونوں کا اگر حرف سلب موضوع کا جزء ہو تو اس کو معدولۃ الموضوع کہتے ہیں، اور اگر محمول کا جزء ہو تو اس کو معدولۃ المحمول کہتے ہیں، اور اگر موضوع ومحمول دونوں کا جزء ہو تو اس کو معدولۃ الطرفین کہتے ہیں، پھر قضیہ معدولہ کی مذکورہ تینوں قسموں میں سے ہر ایک یا تو موجبہ ہوگا یا سالبہ، پس قضیہ معدولہ کی کل چھ قسمیں ہوگئیں، اور اگر حرف سلب موضوع یا محمول میں سے کسی کا بھی جزء نہ ہو تو اگر قضیہ موجبہ ہو تو اس کو محصلہ کہتے ہیں، اگر سالبہ ہو تو اس کو بسیطہ کہتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی تشریح مع مثال ''اقول'' کی تشریح میں ملاحظہ فرمائیں۔

اَقُوْلُ اَلْقَضِيَّةُ اِمَّا مَعْدُوْلَةٌ اَوْ مُحَصَّلَةٌ لِاَنَّ حَرْفَ السَّلْبِ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ جُزْءَ الشَّيْءِ مِنَ الْمَوْضُوْعِ اَوِ الْمَحْمُوْلِ اَوْ لَا يَكُوْنَ فَاِنْ كَانَ جُزْءَ الشَّيْءِ فَاِمَّا مِنَ الْمَوْضُوْعِ كَقَوْلِنَا اَللَّاحَيُّ جَمَادٌ اَوْ مِنَ الْمَحْمُوْلِ كَقَوْلِنَا الْجَمَادُ لَا عَالِمٌ اَوْ مِنْهُمَا جَمِيْعًا كَقَوْلِنَا اَللَّاحَيُّ لَا عَالِمٌ سُمِّيَتِ الْقَضِيَّةُ مَعْدُوْلَةً مُوْجِبَةً كَانَتْ اَوْ سَالِبَةً اَمَّا الْاُوْلٰى فَمَعْدُوْلَةُ الْمَوْضُوْعِ وَ اَمَّا الثَّانِيَةُ فَمَعْدُوْلَةُ الْمَحْمُوْلِ وَ اَمَّا الثَّالِثَةُ فَمَعْدُوْلَةُ الطَّرَفَيْنِ وَاِنَّمَا سُمِّيَتْ مَعْدُوْلَةً لِاَنَّ حَرْفَ السَّلْبِ كَلَيْسَ وَ غَيْرَ وَ لَا اِنَّمَا وُضِعَتْ فِي الْاَصْلِ لِلسَّلْبِ وَ الرَّفْعِ فَاِذَا جُعِلَ مَعَ غَيْرِهٖ كَشَيْءٍ وَاحِدٍ يَثْبُتُ لَهٗ شَيْءٌ اَوْ هُوَ لِشَيْءٍ اٰخَرَ اَوْ يُسْلَبُ عَنْهُ اَوْ هُوَ عَنْ شَيْءٍ اٰخَرَ فَقَدْ عَدَلَ بِهٖ عَنْ مَوْضُوْعِهِ الْاَصْلِيِّ اِلٰى غَيْرِهٖ وَ اِنَّمَا اَوْرَدَ لِلْاُوْلٰى وَالثَّانِيَةِ مِثَالًا دُوْنَ الثَّالِثَةِ لِاَنَّهٗ قَدْ عُلِمَ مِنَ الْمِثَالِ الْاَوَّلِ اَلْمَوْضُوْعُ الْمَعْدُوْلُ وَ مِنَ الْمِثَالِ الثَّانِيْ اَلْمَحْمُوْلُ الْمَعْدُوْلُ فَقَدْ عُلِمَ مِثَالُ مَعْدُوْلَةِ الطَّرَفَيْنِ بِجَمِيْعِهَا مَعًا.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ قضیہ یا تو معدولہ ہوگا یا محصلہ، اس لئے کہ حرف سلب یا تو موضوع یا محمول میں سے کسی کا جزء ہوگا یا نہیں ہوگا، پس اگر کسی کا جزء ہو یا تو موضوع کا (جزء ہوگا) جیسے ہمارا قول اللاحی جماد (بے جان جماد ہے) یا محمول کا (جزء ہوگا) جیسے ہمارا قول الجماد لا عالم (جماد غیر عالم ہے) یا ساتھ ساتھ دونوں کا (جزء ہوگا) جیسے ہمارا قول اللاحی لا عالمٌ (بے جان غیر عالم ہے) تو قضیہ کا نام معدولہ رکھا جاتا ہے، خواہ موجبہ ہو یا سالبہ بہر حال اول تو وہ معدولۃ الموضوع ہے، اور بہر حال دوم تو وہ معدولۃ المحمول ہے اور بہر حال سوم تو وہ معدولۃ الطرفین ہے، اور معدولہ نام اس لئے رکھا گیا کہ حرف سلب جیسے ''لیس غیر اور لا اصل میں سلب اور رفع کے لئے وضع کیے گئے ہیں، پس جب اس کو غیر کے ساتھ ملا کر شئ واحد کے مثل قرار دیکر اس کے لئے کسی شئ کو یا خود اس کو کسی دوسری شئ کے لئے ثابت کیا جاتا ہے یا اس سے کسی شئ کو یا خود اس کو دوسری شئ سے سلب کیا جاتا ہے، تو وہ اس کی وجہ سے اپنے موضوع اصلی

سے اس غیر کی طرف عدول کیا جاتا ہے، اور بلا شبہ ماتن نے پہلے اور دوسرے قضیہ کی مثال بیان کی ہے، نہ کہ تیسری کی، اس لئے کہ پہلی مثال سے موضوع کا معدول ہونا اور دوسری مثال سے محمول کا معدول ہونا معلوم ہو گیا اور ان دونوں کے ملانے سے معدولۃ الطرفین کی مثال (بھی) معلوم ہو گئی۔

تشریح: شارح کہتے ہیں کہ قضیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱- معدولہ ۲- غیر معدولہ، پھر معدولہ کی چھ قسمیں ہیں، اور غیر معدولہ کی دو قسمیں ہیں، متن کی تشریح کے ذیل میں اجمالی طور پر میں نے ان کو بیان کر دیا ہے لہٰذا معدولہ کے اقسام ستہ میں سے ہر ایک کی تعریف اور مثال یہاں ذکر کی جاتی ہے، اگلی عبارت میں غیر معدولہ کی اقسام ذکر کی جائیں گی۔

قضیہ موجبہ معدولۃ الموضوع: وہ قضیہ موجبہ ہے جس میں حرف نفی موضوع کا جزء ہو، جیسے اللاحی جماد (بے جان جماد ہے) دیکھئے اس مثال میں "حــــی" موضوع ہے اور "لا" حرف نفی اس کا جزء بن رہا ہے، اور حرف نفی کے جزء بننے کا مطلب یہ ہے کہ یہ قضیہ حرف نفی پر مشتمل ہونے کے باوجود موجبہ ہی رہے گا، سالبہ نہیں بنے گا، اور ترجمہ کیا جائے گا کہ غیر جاندار جماد ہے۔ یہ ترجمہ نہیں کیا جائے گا، کہ نہیں ہے جاندار جماد، لہٰذا معلوم ہوا کہ اس قضیہ میں "حــی" سے جماد کی نفی نہیں کی جارہی ہے، بلکہ "لاحی" پر جماد کا حمل ہو رہا ہے، لہٰذا یہ قضیہ معدولۃ الموضوع موجبہ کہلائے گا۔

قضیہ موجبہ معدولۃ المحمول: وہ قضیہ موجبہ ہے جس میں حرف سلب محمول کا جزء ہو جیسے زیدٌ لاعالمٌ، دیکھئے اس مثال میں "لا" حرف نفی عالم کا جزء بن رہا ہے، اور عالم محمول ہے، لہٰذا یہ قضیہ موجبہ معدولۃ المحمول کہلائے گا۔

قضیہ موجبہ معدولۃ الطرفین: وہ قضیہ موجبہ ہے جس میں حرف سلب موضوع اور محمول دونوں کا جزء ہو، جیسے اللاحی لا عالمٌ دیکھئے اس مثال میں پہلا "لا" "حی" کا جزء بن رہا ہے اور دوسرا "لا" عالم کا جزء بن رہا ہے، اور حی موضوع ہے اور عالم محمول ہے، لہٰذا یہ قضیہ معدولۃ الطرفین کہلائے گا۔

قضیہ سالبہ معدولۃ الموضوع: وہ قضیہ ہے جس میں دو حرف سلب ہوں ایک موضوع کا جزء بنے اور ایک نفی کا معنیٰ دے، جیسے اللاحی لیس بعالمٍ، (غیر جاندار عالم نہیں ہے) دیکھئے اس مثال میں پہلا "لا" حرف سلب موضوع یعنی "حی" کا جزء بن رہا ہے اور دوسرا حرف سلب یعنی "لیس" نفی کے معنیٰ دے رہا ہے، لہٰذا یہ قضیہ سالبہ معدولۃ الموضوع کہلائے گا۔

قضیہ سالبہ معدولۃ المحمول: وہ قضیہ سالبہ ہے جس میں دو حرف سلب ہوں، ایک نفی کا معنیٰ دے اور دوسرا محمول کا جزء بنے، جیسے العالم لیس بلا حی (عالم غیر جاندار نہیں ہے) دیکھئے اس مثال میں "لیس" سلب کے معنیٰ دے رہا ہے، اور "لا" حی کا جزء بن رہا ہے جو کہ محمول ہے لہٰذا یہ قضیہ سالبہ معدولۃ المحمول کہلائے گا۔

قضیہ سالبہ معدولۃ الطرفین: وہ قضیہ سالبہ ہے جس میں تین حرف سلب ہوں، جن میں سے ایک تو سلب کے لئے لایا گیا ہو اور ایک موضوع کا جزء بن رہا ہو، اور ایک محمول کا، جیسے اللاحی لیس بلا جماد، (غیر جاندار غیر جماد نہیں ہے) دیکھئے اس مثال میں تین حرف سلب ہیں، ایک "لیس" اور دو "لا" لیس کو تو سلب کے معنیٰ دینے کے لئے لایا گیا ہے، اور ایک "لا" حی کا جزء بن رہا ہے، جو کہ موضوع ہے اور ایک "لا" جماد کا جزء بن رہا ہے، جو کہ محمول ہے، لہٰذا یہ قضیہ سالبہ معدولۃ الطرفین کہلائے گا۔

معدولہ کی وجہ تسمیہ: ان قضایا کو معدولۃ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ معدولہ عدول سے مشتق ہے اور عدول کے معنیٰ

ہیں، بدلنا، اعراض کرنا، ہٹ جانا، اور چوں کہ حروف سوالب یعنی "لیس، لا، اور غیر" دراصل نسبت ایجابیہ کی نفی اور رفع کے لئے وضع کیے گئے ہیں، لیکن جب یہ حروف دوسرے لفظ کے ساتھ ملکر لفظ واحد کی طرح ہو کر، ایسی حالت میں کر دیے گئے کہ ان کے لئے کوئی شیٔ ثابت کی جائے جیسے موجبہ معدولۃ الموضوع میں، ان کے لئے محمول ثابت کیا جاتا ہے، یا وہ خود دوسری شیٔ کے لئے ثابت کیے جائیں جیسے موجبہ معدولۃ المحمول میں، وہ موضوع کے لئے ثابت کیے جاتے ہیں، یا ان سے کوئی شیٔ سلب کی جائے جیسے سالبہ معدولۃ الموضوع میں، محمول ان سے سلب کیا جاتا ہے، یا وہ خود دوسری شیٔ یعنی موضوع سے سلب کیے جائیں، جیسے سالبہ معدولۃ المحمول میں ہوتا ہے، تو گویا یہ حرف سلب اپنے اصل معنیٰ سے ہٹادیے گئے، لیکن یہ بات ذہن نشیں رہے کہ قضیہ کا نام معدولہ رکھنا، تسمیة الکل باسم الجزء، کے قبیل سے ہے، کیونکہ حقیقت میں معدول حرف سلب ہے، نہ کہ قضیہ، مگر حرف سلب کا قضیہ کے کسی جزء کا جزء ہونے کی وجہ سے پورے قضیہ کا نام معدولہ رکھنا یہی مطلب ہے تسمیة الکل باسم الجزء، کا یعنی جزء کے نام سے کل کا نام رکھ دیا گیا۔

وانما اورد للاُولیٰ الخ اس عبارت میں شارح نے ماتن پر ہونے والے ایک اشکال کا جواب دیا ہے، اشکال یہ ہوتا ہے کہ ماتن نے معدولہ کی تین قسمیں بیان کیں، معدولۃ المحمول، معدولۃ الموضوع، معدولۃ الطرفین، لیکن مثال صرف اول الذکر دو کی دی، معدولۃ الطرفین کی مثال نہیں دی، آخر کیا وجہ ہے؟ شارح نے اس عبارت میں جواب دیا ہے کہ تیسرے کی مثال اس واسطے نہیں دی کہ پہلی مثال سے موضوع کا معدول ہونا اور دوسری مثال سے محمول کا معدول ہونا معلوم ہو گیا، تو جب ان دونوں کو آپس میں ملایا جائے گا تو معدولۃ الطرفین کی مثال بن جائے گی۔ لہٰذا الگ سے مثال دینے کی ضرورت نہیں۔

وَ اِنْ لَمْ يَكُنْ حَرْفُ السَّلْبِ جُزْءً لِشَيْءٍ مِنَ الْمَوْضُوْعِ وَ الْمَحْمُوْلِ سُمِّيَتِ الْقَضِيَّةُ مُحَصَّلَةً سَوَاءٌ كَانَتْ مُوْجَبَةً اَوْ سَالِبَةً كَقَوْلِنَا زَيْدٌ كَاتِبٌ اَوْ لَيْسَ بِكَاتِبٍ وَ وَجْهُ التَّسْمِيَةِ اَنَّ حَرْفَ السَّلْبِ اِذَا لَمْ يَكُنْ جُزْءً مِنْ طَرَفَيْهَا فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الطَّرَفَيْنِ وُجُوْدِيٌّ مُحَصَّلٌ وَ رُبَمَا يُخَصَّصُ اِسْمُ الْمُحَصَّلَةِ بِالْمُوْجَبَةِ وَ تُسَمَّى السَّالِبَةُ الْبَسِيْطَةَ لِاَنَّ الْبَسِيْطَ مَا لَا جُزْءَ لَهُ وَ حَرْفُ السَّلْبِ وَاِنْ كَانَ مَوْجُوْدًا فِيْهَا اِلَّا اَنَّهُ لَيْسَ جُزْءً مِنْ طَرَفَيْهَا وَاِنَّمَا لَمْ يُذْكَرْ لَهُمَا مِثَالًا لِاَنَّ جَمِيْعَ الْاَمْثِلَةِ الْمَذْكُوْرَةِ فِي الْمَبَاحِثِ السَّابِقَةِ تَصْلُحُ اَنْ يَكُوْنَ مِثَالًا لَهُمَا.

ترجمہ: اور اگر حرف سلب موضوع اور محمول میں سے کسی شیٔ کا جزء نہ ہو تو قضیہ کا نام ''محصلہ'' رکھا جاتا ہے، خواہ (قضیہ) موجبہ ہو یا سالبہ، جیسے ہمارا قول زیدٌ کاتبٌ، اور زیدٌ لیس بکاتبٍ اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب حرف سلب قضیہ کے طرفین میں سے کسی کا جزء نہیں ہے، تو ہر طرف وجودی اور محصل ہوئی، اور بسا اوقات ''محصلہ'' نام کی تخصیص موجبہ کے ساتھ کی جاتی ہے، اور سالبہ کا نام بسیطہ رکھا جاتا ہے، کیونکہ بسیطہ وہ ہے جس کا کوئی جزء نہ ہو، اور حرف سلب اگر چہ بسیطہ میں موجود ہے، مگر اس کی طرفین میں سے کسی کا جزء نہیں ہے، اور بلا شبہ ماتن نے بسیطہ اور محصلہ کی مثال ذکر نہیں کی اس لئے کہ سابقہ مباحث میں گزری ہوئی تمام مثالیں ان دونوں کی مثال بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

تشریح: اس عبارت میں شارحؒ نے معدولہ کی قسموں محصلہ اور بسیطہ کو بیان کیا ہے۔

غیر معدولة: وہ قضیہ ہے جس میں حرف سلب موضوع یا محمول یا دونوں کا جزء نہ بنے، جیسے "زید لیس بعالم" زید عالم نہیں ہے، دیکھئے اس مثال میں حرف سلب یعنی لیس اپنے معنیٰ موضوع لہ میں مستعمل ہے، جزء نہیں بنا ہے، لہٰذا یہ قضیہ غیر معدولہ ہے، اس کی دو قسمیں ہیں: ۱-محصلہ ۲-بسیطہ۔

محصله: وہ قضیہ ہے جس میں حرف سلب ہی نہ ہو، جیسے زید عالم، دیکھئے اس مثال میں حرف سلب نہیں ہے لہٰذا یہ قضیہ غیر معدولہ محصلہ ہے۔

وجه تسمیه: محصلہ کے معنیٰ ہیں، حاصل کردہ، اس قضیہ کا نام محصلہ اس وجہ سے رکھا گیا کہ جب حرف سلب قضیہ کی کسی طرف کا جزء نہیں ہوا، تو دونوں طرف (موضوع محمول) میں سے ہر طرف وجودی اور محصل ہو گئے، جیسے الکتاب جمیلٌ میں حرف سلب نہ ہونے کی وجہ سے الکتاب جمیل وجودی اور محصل ہیں۔

بسیطه: وہ قضیہ غیر معدولہ ہے جس میں حرف سلب تو ہو لیکن قضیہ کا جزء نہ ہو، جیسے الانسان لیس بحجرٍ، انسان پتھر نہیں ہے، دیکھئے اس مثال میں حرف سلب قضیہ کے کسی جزء کا جزء نہیں بنا ہے، لہٰذا یہ قضیہ بسیطہ ہے۔

وجه تسمیه: اس قضیہ کا نام بسیطہ اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ بسیطہ اس کو کہتے ہیں جس کا کوئی جزء نہ ہو، اور اس قضیہ میں حرف سلب اگر چہ ذکر کیا جاتا ہے، مگر وہ کسی کا جزء نہیں بنتا، جیسے ظفر لیس بقائم، دیکھئے اس مثال میں "لیس" حرف سلب ہے مگر وہ کسی کا جزء نہیں ہے، لہٰذا یہ قضیہ بسیطہ ہے۔ شارح فرماتے ہیں، محصلہ اور بسیطہ کی مثالیں ماتن نے ذکر نہیں کیں، اس لئے کہ سابقہ مباحث میں جو مثالیں گزر چکی ہیں، وہ ان کی مثالیں بن سکتی ہیں۔

قَالَ وَ الْاِعْتِبَارُ بِاِيْجَابِ الْقَضِيَّةِ وَ سَلْبِهَا بِالنِّسْبَةِ الثُّبُوْتِيَّةِ وَ السَّلْبِيَّةِ لَا بِطَرْفَيِ الْقَضِيَّةِ فَاِنَّ قَوْلَنَا كُلُّ مَا لَيْسَ بِحَيٍّ فَهُوَ لَا عَالِمٌ مُوْجِبَةٌ مَعَ اَنَّ طَرْفَيْهَا عَدَمِيَّانِ وَ قَوْلُنَا لَا شَيْءَ مِنَ الْمُتَحَرِّكِ بِسَاكِنٍ سَالِبَةٌ مَعَ اَنَّ طَرْفَيْهَا وَجُوْدِيَّانِ **اَقُوْلُ** رُبَمَا يَذْهَبُ الْوَهْمُ اِلٰى اَنَّ كُلَّ قَضِيَّةٍ تَشْتَمِلُ عَلٰى حَرْفِ السَّلْبِ تَكُوْنُ سَالِبَةً وَ لَمَّا ذَكَرَ اَنَّ الْقَضِيَّةَ الْمَعْدُوْلَةَ مُشْتَمِلَةٌ عَلٰى حَرْفِ السَّلْبِ وَ مَعَ ذٰلِكَ قَدْ تَكُوْنُ مُوْجِبَةً وَ قَدْ تَكُوْنُ سَالِبَةً ذَكَرَ مَعْنَى الْاِيْجَابِ وَ السَّلْبِ حَتّٰى يَرْتَفِعَ الْاِشْتِبَاهُ فَقَدْ عَرَفْتَ اَنَّ الْاِيْجَابَ هُوَ اِيْقَاعُ النِّسْبَةِ وَالسَّلْبِ هُوَ رَفْعُهَا فَالْعِبْرَةُ فِيْ كَوْنِ الْقَضِيَّةِ مُوْجِبَةً وَ سَالِبَةً بِاِيْقَاعِ النِّسْبَةِ وَ رَفْعِهَا لَا بِطَرْفَيْهَا فَمَتٰى كَانَتِ النِّسْبَةُ وَاقِعَةً كَانَتِ الْقَضِيَّةُ مُوْجِبَةً وَ اِنْ كَانَ طَرْفَاهَا عَدَمِيَّيْنِ كَقَوْلِنَا كُلُّ مَا لَيْسَ بِحَيٍّ فَهُوَ لَا عَالِمٌ فَاِنَّ الْحُكْمَ فِيْهَا بِثُبُوْتِ اللَّاعَالِمِيَّةِ لِكُلِّ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ اَنَّهُ لَيْسَ بِحَيٍّ فَتَكُوْنُ مُوْجِبَةً وَاِنْ اشْتَمَلَ طَرْفَاهَا عَلٰى حَرْفِ السَّلْبِ وَ مَتٰى كَانَتِ النِّسْبَةُ مَرْفُوْعَةً فَهِيَ سَالِبَةٌ وَ اِنْ كَانَ طَرْفَاهَا وَجُوْدِيَّيْنِ كَقَوْلِنَا لَا شَيْءَ مِنَ الْمُتَحَرِّكِ بِسَاكِنٍ فَاِنَّ الْحُكْمَ فِيْهَا بِسَلْبِ السَّاكِنِ عَنْ كُلِّ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ الْمُتَحَرِّكُ فَتَكُوْنُ سَالِبَةً وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْ شَيْءٍ مِنْ طَرْفَيْهَا سَلْبٌ فَلَيْسَ الْاِلْتِفَاتُ فِي الْاِيْجَابِ وَ السَّلْبِ اِلَى الْاَطْرَافِ بَلْ اِلَى النِّسْبَةِ.

ترجمه: ماتن نے کہا اور قضیہ کے موجبہ اور سالبہ ہونے میں نسبت ثبوتی اور سلبی کا اعتبار (ہوتا) ہے، نہ کہ قضیہ کے

طرفین کا، پس بے شک ہمارا قول ''کل مالیس بحی فھو لا عالم'' موجبہ ہے، باوجود یکہ اس کی دونوں طرفین عدمی ہیں، اور ہمارا قول ''لاشیء من المتحرک بساکن'' سالبہ ہے باوجود یکہ اس کی دونوں طرفین وجودی ہیں، میں کہتا ہوں کہ بسا اوقات وہم اس طرف جاتا ہے کہ ہر وہ قضیہ جو حرف سلب پر مشتمل ہو، وہ سالبہ ہوتا ہے، اور جب ماتن نے ذکر کیا ہے کہ قضیہ معدولہ حرف سلب پر مشتمل ہے اور اس کے باوجود وہ کبھی موجبہ ہوتا ہے اور کبھی سالبہ، تو اس نے ایجاب اور سلب کے معنیٰ ذکر کردیئے تا کہ اشتباہ مرتفع ہوجائے۔ پس تحقیق کہ آپ جان چکے ہیں کہ ایجاب نسبت کا ایقاع ہے، اور سلب نسبت کا رفع ہے، تو قضیہ کے موجبہ اور سالبہ ہونے میں صرف نسبت کے ایقاع اور اس کے رفع کا اعتبار ہے، نہ کہ اس کی طرفین کا، لہٰذا جب نسبت واقع ہو تو قضیہ موجبہ ہوگا، اگر چہ اس کی طرفین عدمی ہوں، جیسے ہمارا قول کل مالیس بحی فھو لا عالم، کیوں کہ اس میں ''لا عالمیّت'' کے ثبوت کا حکم ہر اس فرد کے لئے ہے، جس پر ''لاحی'' ہونا صادق ہے، تو یہ موجبہ ہوگا، اگر چہ اس کی طرفین حرف سلب پر مشتمل ہیں، اور جب نسبت مرفوع ہو، تو وہ سالبہ ہوگا، اگر چہ اس کی طرفین وجودی ہوں، جیسے ہمارا قول ''لا شیء من المتحرک بساکن'' کیونکہ اس میں ہر اس فرد سے سلب ساکن کا حکم ہے، جس پر متحرک صادق ہو، تو یہ سالبہ ہوگا، اگر چہ اس کی طرفین میں سے کسی میں بھی سلب نہیں ہے، پس ایجاب اور سلب میں اطراف کی جانب کوئی توجہ نہیں، بلکہ نسبت کی جانب توجہ ہوتی ہے۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے ایک وہم کا ازالہ فرمایا ہے، چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ کسی کو یہ وہم ہوسکتا ہے کہ ہر وہ قضیہ جو حرف سلب پر مشتمل ہو، تو وہ سالبہ ہوگا، حالانکہ قضیہ معدولہ میں بھی حرف سلب ہوتا ہے، لیکن اس کے باوجود کبھی وہ موجبہ ہوتا ہے اور کبھی سالبہ، تو ماتن نے اس وہم کو دور کردیا کہ قضیہ کے موجبہ اور سالبہ ہونے کا دارومدار موضوع اور محمول کے مفہوم کے وجودی اور عدمی ہونے پر نہیں ہے بلکہ قضیہ موجبہ اور سالبہ ہونے کا دارومدار نسبت کے ثبوتی اور سلبی ہونے پر ہے۔ چنانچہ ایک قضیہ اگر ایسا ہو کہ اس میں نسبت کا ایجاب ہے اور اس کے ثبوت کا حکم ہے، تو وہ قضیہ موجبہ ہوگا، اگر چہ قضیہ کی طرفین حرف سلب ہی پر مشتمل ہوں، جیسے کل ما لیس بحی فھو لا عالم (ہر وہ فرد جو لاحی ہے وہ لاعالم ہے) دیکھئے اس قضیہ میں باوجودیکہ حرف سلب ہے، لیکن اس کے باوجود یہ قضیہ موجبہ ہے، کیونکہ اس میں ''لاعالم'' کا ''لیس بحی'' کے لئے اثبات کا حکم ہے، اور اگر قضیہ میں نسبت کا سلب، رفع اور اس کا انتزاع ہو، تو وہ قضیہ سالبہ ہوگا، اگر چہ اس کی طرفین وجودی ہوں، جیسے لاشیء من المتحرک بساکنٍ (کوئی بھی حرکت کرنے والا ٹھہرا ہوا نہیں ہے) دیکھئے اس قضیہ کی دونوں طرفین وجودی ہیں، لیکن اس کے باوجود یہ قضیہ سالبہ ہے، کیونکہ اس قضیہ میں عدم سکون کا حکم متحرک کے لئے لگایا گیا ہے، اور متحرک کے ہر ہر فرد سے سکون کی نفی کی گئی ہے، لیکن متحرک اور ساکن دونوں وجودی ہیں، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قضیہ کے موجبہ اور سالبہ نام رکھنے میں نسبت کے ثبوتی اور سلبی کا اعتبار کیا جاتا ہے، نہ کہ طرفین کے وجودی اور عدمی ہونے کا، نسبت اگر ثبوتی ہو تو قضیہ کا نام موجبہ رکھا جائے گا، اور اگر سلبی ہو تو قضیہ کو سالبہ کہا جائے گا۔

قَالَ وَ السَّالِبَةُ الْبَسِيْطَةُ اَعَمُّ مِنَ الْمُوْجِبَةِ الْمَعْدُوْلَةِ لِصِدْقِ السَّلْبِ عِنْدَ عَدَمِ الْمَوْضُوْعِ دُوْنَ الْاِيْجَابِ لِاَنَّ الْاِيْجَابَ لَا يَصِحُّ اِلَّا عَلٰى مَوْجُوْدٍ مُحَقَّقٍ كَمَا فِي الْخَارِجِيَّةِ الْمَوْضُوْعِ اَوْ بِمِقْدَارٍ كَمَا فِي الْحَقِيْقِيَّةِ الْمَوْضُوْعِ اَمَّا اِذَا كَانَ الْمَوْضُوْعُ مَوْجُوْدًا فَاِنَّهُمَا مُتَلَازِمَانِ وَ الْفَرْقُ بَيْنَهُمَا فِيْ

اللَّفظِ اَمَّا فِی الثُّلاثِیَّةِ فَالقَضِیَّةُ مُوجَبَةٌ اِنْ قُدِّمَتِ الرَّابِطَةُ عَلٰی حَرْفِ السَّلْبِ وَ سَالِبَةٌ اِنْ اُخِّرَتْ عَنْهَا وَ اَمَّا فِی الثُّنَائِیَّةِ فَبِالنِّیَّةِ اَوْ بِالْاِصْطِلَاحِ عَلٰی تَخْصِیْصِ لَفْظِ غَیْرُ اَوْ لَا بِالْاِیْجَابِ الْمَعْدُوْلِ وَ لَفْظِ لَیْسَ بِالسَّلْبِ الْبَسِیْطِ اَوْ بِالْعَکْسِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور سالبہ بسیطہ موجبہ معدولۃ المحمول سے اعم ہے، اس لئے کہ سلب موضوع کے نہ ہونے کے وقت بھی صادق ہوتا ہے نہ کہ ایجاب، اس لئے کہ ایجاب صحیح نہیں ہے، مگر موجود محقق پر جیسے خارجیۃ الموضوع میں ہوتا ہے، یا موجود مقدر پر جیسے حقیقیہ الموضوع میں ہوتا ہے، بہر حال جبکہ موضوع موجود ہو تو دونوں متلازم ہیں، اور ان دونوں کے لفظ میں فرق یہ ہے کہ ثلاثیہ میں قضیہ موجبہ ہوگا، اگر رابطہ حرف سلب پر مقدم ہو، اور سالبہ ہوگا اگر رابطہ حرف سلب سے مؤخر ہو، اور بہر حال ثنائیہ میں تو نیت سے ہوگا، یا لفظ ''لا اور غیر'' کو موجبہ معدولہ کے ساتھ اور لفظ ''لیس'' کو سالبہ بسیطہ کے ساتھ خاص کرنے کی اصطلاح کے ذریعہ سے ہوگا یا اس کے برعکس۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولۃ المحمول میں نسبت اور ان کے درمیان لفظی اور معنوی فرق بیان کیا ہے، جس کو شارح نے تفصیل سے بیان کیا ہے، لہٰذا شارح کی عبارت کی توضیح کے تحت اس کو نوکِ قلم میں لایا جائے گا۔

اَقُوْلُ لِقَائِلٍ اَنْ یَقُوْلَ الْعُدُوْلُ کَمَا یَکُوْنُ فِیْ جَانِبِ الْمَحْمُوْلِ کَذٰلِکَ یَکُوْنُ فِیْ جَانِبِ الْمَوْضُوْعِ عَلٰی مَا بَیَّنَهٗ فَحِیْنَ مَا شَرَعَ فِی الْاَحْکَامِ فَلِمَ خَصَّصَ کَلَامَهٗ بِالْعُدُوْلِ فِی الْمَحْمُوْلِ ثُمَّ اِنَّ الْمُحَصَّلَاتِ وَ الْمَعْدُوْلَاتِ الْمَحْمُوْلَاتِ کَثِیْرَةٌ فَمَا الْوَجْهُ فِیْ تَخْصِیْصِ السَّالِبَةِ الْبَسِیْطَةِ وَ الْمُوْجَبَةِ الْمَعْدُوْلَةِ الْمَحْمُوْلِ بِالذِّکْرِ فَنَقُوْلُ اَمَّا وَجْهُ التَّخْصِیْصِ فِی الْاَوَّلِ فَهُوَ اَنَّ الْمُعْتَبَرَ فِی الْفَنِّ مِنَ الْعُدُوْلِ مَا فِیْ جَانِبِ الْمَحْمُوْلِ وَ ذٰلِکَ لِاَنَّکَ قَدْ حَقَّقْتَ اَنَّ مَنَاطَ الْحُکْمِ ذَاتُ الْمَوْضُوْعِ وَ وَصْفُ الْمَحْمُوْلِ وَّ لَا خِفَاءَ فِیْ اَنَّ الْحُکْمَ عَلَی الشَّیْءِ بِالْاُمُوْرِ الْوُجُوْدِیَّةِ یُخَالِفُ الْحُکْمَ عَلَیْهِ بِالْاُمُوْرِ الْعَدَمِیَّةِ فَاخْتِلَافُ الْقَضِیَّةِ بِالْعُدُوْلِ وَ التَّحْصِیْلِ فِی الْمَحْمُوْلِ یُؤَثِّرُ فِیْ مَفْهُوْمِهَا بِخِلَافِ الْعُدُوْلِ وَالتَّحْصِیْلِ فِیْ وَصْفِ الْمَوْضُوْعِ فَاِنَّهٗ لَا یُؤَثِّرُ فِیْ مَفْهُوْمِ الْقَضِیَّةِ لِاَنَّ الْعُدُوْلَ وَ التَّحْصِیْلَ اِنَّمَا یَکُوْنُ فِیْ مَفْهُوْمِ الْمَوْضُوْعِ وَ هُوَ غَیْرُ الْمَحْکُوْمِ عَلَیْهِ لِاَنَّ الْمَحْکُوْمَ عَلَیْهِ عِبَارَةٌ عَنْ ذَاتِ الْمَوْضُوْعِ وَ الْحُکْمُ عَلَی الشَّیْءِ لَا یَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْعِبَارَاتِ عَنْهُ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ عدول جس طرح محمول کی جانب میں ہوتا ہے، اسی طرح موضوع کی جانب میں بھی ہوتا ہے، جیسا کہ ماتن نے بیان کیا ہے، تو احکام شروع کرتے وقت دل میں عدول کے ساتھ کیوں اپنے کلام کو خاص کیا، پھر یہ کہ محصلات اور معدولات المحمول تو بہت ہیں، تو پھر سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولۃ المحمول ہی کو ذکر کے ساتھ خاص کرنے میں کیا وجہ ہے؟ تو ہم کہتے ہیں کہ پہلی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ فن میں وہی عدول معتبر ہے جو جانب محمول میں ہو، اور یہ اس لئے کہ آپ تحقیق کر چکے ہیں کہ حکم کا دارومدار ذاتِ موضوع اور وصفِ محمول ہے، اور اس میں کوئی خفا نہیں کہ کسی شئی پر امور وجودیہ سے حکم لگانا اسی شئی پر امور عدمیہ سے حکم لگانے کے مخالف ہوتا ہے، تو محمول میں عدول اور تحصیل سے قضیہ کا اختلاف اس کے مفہوم میں موثر ہوتا ہے، برخلاف وصفِ موضوع میں عدول اور تحصیل کے

کیونکہ وہ قضیہ کے مفہوم میں مؤثر نہیں ہوتا ہے، اس لئے کہ عدول اور تحصیل تو موضوع کے مفہوم میں ہوگا اور وہ محکوم علیہ نہیں ہے، محکوم علیہ تو ذات موضوع کا نام ہے، اور کسی شئ پر حکم عبارت کے مختلف ہونے سے مختلف نہیں ہوتا۔

تشــــریح: شارح نے یہاں دو اشکال اور اس کے جواب بیان کیے ہیں، پہلا اشکال یہ ہے کہ ماتن نے خاص طور پر قضیہ معدولۃ المحمول کے احکام ذکر کیے ہیں، حالانکہ "عــدول" جس طرح جانب محمول میں ہوتا ہے اسی طرح جانب موضوع میں بھی ہوتا ہے، تو پھر احکام کا بیان شروع کرتے وقت صرف معدولۃ المحمول کی تخصیص کیوں کی، معدولۃ الموضوع کا اعتبار کیوں نہیں کیا؟

دوسرا اشکال یہ ہے کہ ماتن نے سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولۃ المحمول کو خاص طور پر ذکر کیا ہے اور ان ہی دونوں کے درمیان نسبت اور معنوی اور لفظی فرق بیان کیا ہے، حالانکہ محصلات اور معدولات المحمول تو اور بھی بہت ہیں، تو پھر ماتن نے محصلات میں سے سالبہ بسیطہ اور معدولات میں سے صرف موجبہ معدولۃ المحمول کو خاص طور سے کیوں ذکر کیا ہے، حالانکہ فن کی نظیر تو عام ہوتی ہے، لہٰذا تخصیص نہیں ہونی چاہیے، نیز ماتن کے بیان کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ تخصیص نہ ہو، کیونکہ موصوف نے بحث کے آغاز میں کسی معدولہ کی تخصیص نہیں کی ہے؟

اما وجہ التخصیص فی الاول الخ سے شارح نے پہلے اشکال کا جواب دیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ماتن نے معدولۃ المحمول کو خاص طور سے اس لئے ذکر کیا ہے کہ فن میں صرف وہ "عــدول" معتبر ہوا کرتا ہے، جو محمول کی جانب ہو، اس عدول کا اعتبار نہیں ہوتا ہے جو وصفِ موضوع میں ہو، کیونکہ یہ بات آپ کو بخوبی معلوم ہو چکی ہے کہ حکم کا دار و مدار صرف دو چیزوں پر ہوتا ہے، ایک ذاتِ موضوع اور دوسرا وصفِ محمول پر، چنانچہ وصفِ محمول کو ذاتِ موضوع کے لئے ثابت کیا جاتا ہے، وصفِ محمول کبھی وجودی ہوتا ہے اور کبھی عدمی، اسی لئے وصفِ محمول قضیہ کے مفہوم میں اپنا اثر کرتا ہے، جیسے زیـد کاتبٌ اور زیـد لا کاتبٌ ان دونوں قضیہ میں چونکہ وصف محمول مختلف ہے، اس لئے ان میں حقیقتاً اختلاف موجود ہے۔ اس کے برخلاف وصف موضوع کہ اس کو حکم میں کوئی دخل نہیں ہوتا، کیونکہ محکوم علیہ حقیقت میں ذاتِ موضوع ہے، نہ کہ وصفِ موضوع، اب وصف موضوع کو وجودی عنوان سے تعبیر کیا جائے جیسے الـجماد عالم، یا عدمی عنوان سے تعبیر کیا جائے جیسے اللاحی لا عالمٌ اس قضیہ کے مفہوم میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں پڑتا، صرف وصف موضوع کی عبارات کے مختلف ہونے سے ذاتِ موضوع میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ ان دونوں قضیہ کے مفہوم میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لئے کہ ذاتِ موضوع تو ایک ہی ہے، بہرکیف عـدول فی جانب المحمول سے قضیہ کے مفہوم میں تبدیلی آتی ہے، اس لئے فن میں صرف معدولۃ المحمول ہی کا اعتبار کیا گیا ہے، اور اس کے احکام بیان کیے جاتے ہیں۔

وَاَمَّا وَجْهُ التَّخْصِيْصِ فِي الثَّانِيْ فَلِاَنَّ اِعْتِبَارَ الْعُدُوْلِ وَالتَّحْصِيْلِ فِي الْمَحْمُوْلِ يَرْجِعُ الْقِسْمَةَ لِاَنَّ حَرْفَ السَّلْبِ اِنْ كَانَ جُزْءً مِنَ الْمَحْمُوْلِ فَالْقَضِيَّةُ مَعْدُوْلَةٌ وَ اِلَّا فَمُحَصَّلَةٌ كَيْفَ مَا كَانَ الْمَوْضُوْعُ وَ اَيًّا مَا كَانَ فَهِيَ اِمَّا مُوْجِبَةٌ اَوْ سَالِبَةٌ فَهٰهُنَا اَرْبَعُ قَضَايَا مُوْجِبَةٌ مُحَصَّلَةٌ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ كَاتِبٌ وَ سَالِبَةٌ مُحَصَّلَةٌ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ لَيْسَ بِكَاتِبٍ وَ مُوْجِبَةٌ مَعْدُوْلَةٌ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ لَا كَاتِبٌ وَ سَالِبَةٌ مَعْدُوْلَةٌ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ لَيْسَ بِلَا كَاتِبٍ وَ لَا الْتِبَاسَ بَيْنَ الْقَضِيَّتَيْنِ مِنْ هٰذِهِ الْقَضَايَا اِلَّا بَيْنَ السَّالِبَةِ الْمُحَصَّلَةِ وَ الْمُوْجِبَةِ الْمَعْدُوْلَةِ الْمَحْمُوْلِ اَمَّا بَيْنَ الْمُوْجِبَةِ الْمُحَصَّلَةِ وَ السَّالِبَةِ الْمُحَصَّلَةِ فَلِعَدَمِ حَرْفِ السَّلْبِ فِي الْمُوْجِبَةِ وَ وُجُوْدِهٖ فِي السَّالِبَةِ وَ اَمَّا بَيْنَ الْمُوْجِبَةِ الْمُحَصَّلَةِ وَ الْمُوْجِبَةِ الْمَعْدُوْلَةِ فَلِوُجُوْدِ حَرْفِ

السَّلْبِ فِی الْمَعْدُوْلَةِ دُوْنَ الْمُوْجَبَةِ الْمُحَصَّلَةِ وَاَمَّا بَیْنَ الْمُوْجَبَةِ الْمُحَصَّلَةِ وَ السَّالِبَةِ الْمَعْدُوْلَةِ فَلِوُجُوْدِ حَرْفَيِ السَّلْبِ فِی السَّالِبَةِ الْمَعْدُوْلَةِ بِخِلَافِ الْمُوْجَبَةِ الْمُحَصَّلَةِ وَاَمَّا بَیْنَ السَّالِبَةِ الْمُحَصَّلَةِ وَ السَّالِبَةِ الْمَعْدُوْلَةِ فَلِوُجُوْدِ حَرْفَيِ السَّلْبِ فِی السَّالِبَةِ الْمَعْدُوْلَةِ وَ حَرْفٍ وَاحِدٍ فِی السَّالِبَةِ الْمُحَصَّلَةِ وَ اَمَّا بَیْنَ الْمُوْجَبَةِ الْمَعْدُوْلَةِ وَ السَّالِبَةِ الْمَعْدُوْلَةِ فَلِوُجُوْدِ حَرْفٍ وَاحِدٍ فِی الْاِیْجَابِ وَ حَرْفَیْنِ فِی السَّلْبِ وَ اَمَّا السَّالِبَةُ الْمُحَصَّلَةُ وَ الْمُوْجَبَةُ الْمَعْدُوْلَةُ الْمَحْمُوْلُ فَبَیْنَهُمَا الْتِبَاسٌ مِنْ حَیْثُ اَنَّ حَرْفَ السَّلْبِ الْمَوْجُوْدَ فِیْهِمَا وَاحِدٌ فَاِذَا قِیْلَ زَیْدٌ لَیْسَ بِکَاتِبٍ فَلَا یُعْلَمُ اَنَّهَا مُوْجَبَةٌ مَعْدُوْلَةٌ اَوْ سَالِبَةٌ بَسِیْطَةٌ فَلِهٰذَا خَصَّصَهُمَا بِالذِّکْرِ مِنْ بَیْنِ الْقَضَایَا.

ترجمہ: اور بہر حال تخصیص ثانی کی وجہ تو اس لئے کہ محمول میں عدول اور تحصیل کا اعتبار قضیہ کی تقسیم کی طرف راجع ہے، کیونکہ حرف سلب اگر محمول کا جزء ہو، تو قضیہ معدولہ ہے ورنہ محصلہ، موضوع جو بھی ہو، اور جونسی صورت ہو وہ یا تو موجبہ ہوگا یا سالبہ، پس یہاں چار قضیے ہیں، موجبہ محصلہ جیسے ہمارا قول ''زید کاتب'' (زید کاتب ہے) اور سالبہ (محصلہ) جیسے ہمارا قول ''زید لیس بکاتب'' (زید کاتب نہیں ہے) اور موجبہ معدولہ جیسے ہمارا قول ''زید لا کاتب'' (زید غیر کاتب ہے) اور سالبہ معدولہ جیسے ہمارا قول ''زید لیس بلا کاتب'' (زید غیر کاتب نہیں ہے) اور ان قضایا میں سے دونوں قضیہ کے درمیان کوئی التباس نہیں ہے، سوائے سالبہ محصلہ اور موجبہ معدولۃ المحمول کے، بہر حال موجبہ محصلہ اور سالبہ محصلہ کے درمیان فرق تو اس لئے کہ حرف سلب موجبہ میں نہیں ہے اور بہر حال موجبہ محصلہ اور موجبہ معدولۃ کے درمیان (التباس کا نہ ہونا) تو اس لئے کہ حرف سلب معدولہ میں موجود ہے نہ کہ موجبہ محصلہ میں، اور بہر حال سالبہ محصلہ اور سالبہ معدولہ (کے درمیان التباس کا نہ ہونا) تو اس لئے کہ سالبہ معدولہ میں دو حرف سلب موجود ہوتے ہیں برخلاف موجبہ محصلہ کے، اور بہر حال سالبہ محصلہ اور سالبہ معدولہ کے درمیان (التباس کا نہ ہونا) تو اس لئے کہ سالبہ معدولہ میں دو حرف سلب موجود ہوتے ہیں، اور سالبہ محصلہ میں ایک حرف (سلب) ہوتا ہے، اور بہر حال موجبہ معدولہ اور سالبہ معدولہ کے درمیان (التباس کا نہ ہونا) تو اس لئے کہ موجبہ میں ایک حرف (سلب) ہوتا ہے، اور سلب میں دو حرف ہوتے ہیں، اور سالبہ محصلہ اور موجبہ معدولۃ المحمول تو ان کے درمیان التباس اس حیثیت سے ہے کہ ان دونوں میں ایک ایک حرف سلب موجود ہوتا ہے، پس جب کہا جائے زید لیس بکاتب تو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ موجبہ معدولہ ہے یا سالبہ بسیطہ اسی لئے ماتن نے قضایا میں سے ان دونوں کے ذکر کی تخصیص کی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے دوسرے اشکال کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ محمول حرف سلب کے محمول کا جزء ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے قضیہ کی چار قسمیں حاصل ہوتی ہیں، اور ان میں چھ نسبتیں حاصل ہوتی ہیں، قضیہ کی چار قسمیں اس طرح حاصل ہوتی ہیں، کہ حرفِ سلب محمول کا جزء ہوگا یا نہیں، اگر جزء ہوگا تو وہ معدولہ ہے ورنہ محصلہ ہے پھر ان دونوں میں سے ہر ایک یا تو موجبہ ہوگا یا سالبہ۔

۱-موجبہ محصلہ جیسے زید کاتب، (زید کاتب ہے)۔۲-سالبہ محصلہ یعنی بسیطہ جیسے زید لیس بکاتب (زید لا کاتب ہے)۔۳-موجبہ معدولہ جیسے زید کاتب (زید کاتب ہے)۔۴-سالبہ معدولہ جیسے زید لیس بلا کاتب (زید لا کاتب نہیں

ہے) مذکورہ اقسام میں سے صرف سالبہ محصلہ اور موجبہ معدولۃ المحمول میں التباس ہے، مزید وضاحت کے لئے شارح فرماتے ہیں کہ مذکورہ چار قسموں سے چھ نسبتیں حاصل ہوتی ہیں، جن میں سے پانچ تو بالکل ظاہر ہیں ان میں کوئی التباس اور اشتباہ نہیں ہے، صرف ایک میں التباس ہے، ان چھ نسبتوں کو اس طرح سمجھئے۔

۱-موجبہ محصلہ اور سالبہ محصلہ کے درمیان کوئی التباس نہیں ہے، صاف ظاہر ہے کہ ان کے درمیان تباین کی نسبت ہے، کیونکہ موجبہ میں کوئی حرف سلب نہیں اور سالبہ میں ایک حرف سلب موجود ہے۔ ۲-موجبہ محصلہ اور موجبہ معدولہ میں بھی کوئی التباس اور اشتباہ نہیں، کیونکہ موجبہ میں کوئی حرف سلب نہیں اور موجبہ معدولہ میں حرف سلب موجود ہے۔ ۳-موجبہ محصلہ اور سالبہ معدولہ میں بھی کوئی التباس نہیں، کیونکہ سالبہ معدولہ میں دو حرف سلب ہیں اور موجبہ محصلہ میں کوئی حرف سلب نہیں۔ ۴-سالبہ محصلہ اور سالبہ معدولہ میں بھی کوئی اشتباہ نہیں، کیونکہ سالبہ محصلہ میں ایک حرف سلب ہے اور سالبہ معدولہ میں دو حرف سلب ہیں۔ ۵-موجبہ معدولہ اور سالبہ معدولہ میں بھی کوئی التباس نہیں، کیونکہ موجبہ معدولہ میں ایک حرف سلب ہے، اور سالبہ معدولہ میں دو حرف سلب ہیں۔ ۶-سالبہ محصلہ اور موجبہ معدولۃ المحمول کے درمیان التباس موجود ہے، کیونکہ ان دونوں میں ایک ایک حرف سلب ہوتا ہے، جیسے زید لیس بکاتب، اب اس میں یہ معلوم نہیں کہ یہ قضیہ سالبہ محصلہ یعنی بسیطہ ہے یا موجبہ معدولۃ المحمول ہے، آپ نے بخوبی اندازہ لگالیا ہوگا کہ مذکورہ تمام قضایا میں سے صرف ان دونوں کے درمیان التباس اور اشتباہ ہے، باقی میں کوئی اشتباہ نہیں ہے، اسی لئے ماتن نے خاص طور سے ان ہی دونوں کو ذکر کیا تاکہ اشتباہ اور التباس ختم ہوجائے اور ان کے درمیان لفظی اور معنوی فرق ظاہر کردیا جائے، تاکہ ان میں امتیاز ظاہر ہوجائے۔

وَ الْفَرْقُ بَيْنَهُمَا مَعْنَوِيٌّ وَ لَفْظِيٌّ اَمَّا الْمَعْنَوِيُّ فَهُوَ اَنَّ السَّالِبَةَ الْبَسِيْطَةَ اَعَمُّ مِنَ الْمُوْجِبَةِ الْمَعْدُوْلَةِ الْمَحْمُوْلِ لِاَنَّهُ مَتٰى صَدَقَتِ الْمُوْجِبَةُ الْمَعْدُوْلَةُ الْمَحْمُوْلُ صَدَقَتِ السَّالِبَةُ الْبَسِيْطَةُ وَ لَا يَنْعَكِسُ اَمَّا الْاَوَّلُ فَلِاَنَّهُ مَتٰى ثَبَتَ اللَّابَاءُ لِجَ يَصْدُقُ سَلْبُ الْبَاءِ عَنْهُ فَاِنَّهُ لَوْ لَمْ يَصْدُقْ سَلْبُ الْبَاءِ عَنْهُ ثَبَتَ لَهُ الْبَاءُ فَيَكُوْنُ الْبَاءُ وَ اللَّابَاءُ ثَابِتَيْنِ لَهُ وَ هُوَ اِجْتِمَاعُ النَّقِيْضَيْنِ وَ اَمَّا الثَّانِيْ وَهُوَ اَنَّهُ لَا يَلْزَمُ مِنْ صِدْقِ السَّالِبَةِ الْبَسِيْطَةِ صِدْقُ الْمُوْجِبَةِ الْمَعْدُوْلَةِ الْمَحْمُوْلِ فَلِاَنَّ الْاِيْجَابَ لَا يَصِحُّ عَلَى الْمَعْدُوْمِ ضَرُوْرَةَ اَنَّ اِيْجَابَ الشَّيْءِ لِغَيْرِهٖ فَرْعٌ عَلٰى وَجُوْدِ الْمُثْبَتِ لَهُ بِخِلَافِ السَّلْبِ فَاِنَّ الْاِيْجَابَ لَمَّا لَمْ يَصْدُقْ عَلَى الْمَعْدُوْمَاتِ صَحَّ السَّلْبُ عَنْهَا بِالضَّرُوْرَةِ فَيَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ الْمَوْضُوْعُ مَعْدُوْمًا وَ حِيْنَئِذٍ يَصْدُقُ السَّلْبُ الْبَسِيْطُ وَ لَا يَصْدُقُ الْاِيْجَابُ الْمَعْدُوْلُ كَمَا اَنَّهُ يَصْدُقُ قَوْلُنَا شَرِيْكُ الْبَارِيْ لَيْسَ بِبَصِيْرٍ وَ لَا يَصْدُقُ شَرِيْكُ الْبَارِيْ غَيْرُ بَصِيْرٍ لِاَنَّ مَعْنَى الْاَوَّلِ سَلْبُ الْبَصَرِ عَنْ شَرِيْكِ الْبَارِيْ وَلَمَّا كَانَ الْمَوْضُوْعُ مَعْدُوْمًا يَصْدُقُ سَلْبُ كُلِّ مَفْهُوْمٍ عَنْهُ وَ مَعْنَى الثَّانِيْ اَنَّ عَدَمَ الْبَصَرِ ثَابِتٌ لِشَرِيْكِ الْبَارِيْ فَلَا بُدَّ اَنْ يَكُوْنَ مَوْجُوْدًا فِيْ نَفْسِهٖ حَتّٰى يُمْكِنَ ثُبُوْتُ شَيْءٍ لَهُ وَ هُوَ مُمْتَنِعُ الْوَجُوْدِ.

ترجمہ: اور ان دونوں کے درمیان معنوی اور لفظی فرق ہے، بہر حال معنوی (فرق) تو وہ یہ ہے کہ سالبہ بسیطہ موجبہ معدولۃ المحمول سے اعم ہے، اس لئے کہ جب موجبہ معدولۃ المحمول صادق ہوگا تو سالبہ بسیطہ بھی صادق ہوگا اور اس کا عکس نہیں، بہر حال اول تو اس لئے کہ جب "لا باء ج" کے لئے ثابت ہو، تو اس سے "باء" کا سلب بھی ثابت ہوگا، کیونکہ

اگراس سے "باء" کا سلب صادق نہ ہو،تو اس کے لئے باء ثابت ہوگی، پس "باء" اور "لاباء" دونوں اس کے لئے ثابت ہوں گے اور یہ اجتماع نقیضین ہے، اور بہر حال دوسرا اور وہ یہ ہے کہ سالبہ بسیطہ کے صادق آنے سے موجبہ معدلۃ المحمول کا صادق آنا ضرور نہیں، اس لئے کہ ایجاب معدوم پر صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ شئ کا ایجاب اس کے غیر کے لئے مثبت لہ کے وجود کی فرع ہے، بخلاف سلب کے، کیونکہ جب معدومات پر ایجاب صحیح نہیں تو سلب اس سے یقیناً صحیح ہوگا، پس جائز ہے کہ موضوع معدوم ہو، اور اس وقت سالبہ بسیطہ صادق ہوگا، اور موجبہ معدولہ صادق نہیں ہوگا، جیسا کہ ہمارا قول "شریک الباری لیس ببصیر" صادق ہے، اور "شریک الباری غیر بصیر" صادق نہیں، کیونکہ اول کے معنیٰ شریک الباری سے بصر کا سلب ہونا ہے، اور جب موضوع معدوم ہے تو اس سے ہر مفہوم کا سلب صادق ہوگا، اور ثانی کے معنیٰ ہیں کہ عدم بصر شریک الباری کے لئے ثابت ہے، پس ضروری ہے کہ وہ (یعنی شریک باری) فی نفسہ موجود ہو، تاکہ اس کے لئے کسی شئ کا ثبوت ممکن ہو، حالانکہ وہ (یعنی شریک باری) ممتنع الوجود ہے۔

تشریح: جب شارح موجبہ معدولۃ المحمول اور بسیطہ کی وجہ تخصیص بیان کرنے سے فارغ ہوگئے تو ماتن نے دونوں کے درمیان جو معنوی اور لفظی فرق بیان کیا ہے اس کی وضاحت کر رہے ہیں مذکورہ بالا عبارت میں معنوی فرق کی وضاحت کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولۃ المحمول کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، سالبہ بسیطہ اعم مطلق ہے اور موجبہ معدولۃ المحمول اخص مطلق ہے، اور عموم وخصوص مطلق میں دو مادّے ہوتے ہیں، ایک اجتماع کا اور ایک افتراق کا، ایک جگہ دونوں جمع ہوجائیں گے اور ایک جگہ جدا جدا۔ ۱- جہاں موجبہ معدولۃ المحمول صادق ہوگا وہاں سالبہ بسیطہ بھی ضرور صادق ہوگا۔ ۲- اور جہاں سالبہ بسیطہ صادق ہو، وہاں موجبہ معدولۃ المحمول کا صادق ہونا ضروری نہیں۔

مادہ اجتماع کی وضاحت یہ ہے کہ جب کسی موضوع پر کسی مفہوم کا سلب صادق ہو، تو اس مفہوم کی نفی بھی جائز ہوگی ورنہ تو وہ مفہوم خود صادق ہوگا، جس کی وجہ سے اجتماع نقیضین لازم آئے گا۔ اور اجتماع نقیضین محال ہے، کیونکہ جب "ج" کے لئے "لاباء" ثابت ہے تو اس "ج" سے "باء" کا سلب بھی صادق ہوگا، کیونکہ اگر اس "ج" سے "باء" کی نفی صادق نہ ہو تو اس کے لئے "باء" ثابت ہوگی، اور آپ پہلے اس کے لئے "لاباء" کو ثابت کر چکے ہیں، پھر "باء" کو ثابت کر رہے ہیں تو ایک ہی شئ کے لئے "باء" اور "لاباء" دونوں ثابت ہوگئے اور اجتماع نقیضین لازم آیا، اور اجتماع نقیضین محال ہے، تو معلوم ہوا جہاں "لاباء" ثابت ہوگا تو وہاں "باء" کی نفی بھی جائز ہوگی، اور "لاباء" ہی معدولۃ المحمول ہے، اور "ج" سے "باء" کی نفی سالبہ بسیطہ ہے، تو معلوم ہوا کہ جہاں موجبہ معدولۃ المحمول صادق ہوگا وہاں سالبہ بسیطہ بھی صادق ہوگا، اس کو ایک آسان مثال سے سمجھئے، مثلاً **الانسان لاجماد**، یہ موجبہ معدولۃ المحمول ہے، صادق ہے، کیونکہ "الانسان" موضوع ہے اس پر "لاجماد" صادق ہے، لہٰذا "انسان" سے "جماد" کی نفی کر کے اس طرح کہا جا سکتا ہے "الانسان لیس بجماد" اور یہ سالبہ بسیطہ ہے۔

مادہ افتراقیہ کی وضاحت یہ ہے کہ موجبہ معدولۃ المحمول کے صادق آنے کے لئے موضوع کا وجود ضروری ہے، کیونکہ اس میں محمول کو موضوع کے لئے ثابت کیا جاتا ہے، تو موضع مثبت لہ ہوا اور محمول مثبت، اور مثبت مثبت لہ کی فرع ہے، اور فرع اصل کے بغیر نہیں پائی جا سکتی، لہٰذا جس قضیہ کا موضوع موجود نہ ہو اس کے لئے محمول کو ثابت نہیں کیا جا سکتا، اور جس قضیہ کے لئے ثابت نہ ہو وہ موجبہ نہیں بن سکتا، پس معلوم ہوا کہ موجبہ معدولۃ المحمول کے صادق آنے کے لئے موضوع کا موجود ہونا ضروری ہے، اس کے

برعکس سالبہ بسیطہ میں موضوع کا وجود ضروری نہیں ہے موضوع موجود ہو یا معدوم ہو دونوں صورتوں میں سالبہ صادق ہو جاتا ہے، فرق کی مزید وضاحت کے لئے شارح دونوں کی مثالیں پیش کر رہے ہیں۔

سالبہ بسیطہ کی مثال، "شریک الباری لیس ببصیر" یہ قضیہ صادق ہے، اس میں شریک باری سے بصر کی نفی کی گئی ہے، اگر چہ مسلوب عنہ یعنی شریک باری خارج میں موجود نہیں ہے، کیونکہ موضوع سے محمول کی نفی کے لئے موضوع کا خارج میں موجود ہونا ضروری نہیں، اور "شریک الباری غیر بصیر" یہ قضیہ موجبہ معدولۃ المحمول ہے اور یہ صادق نہیں ہے، کیونکہ موجبہ کے صدق کے لئے خارج میں موضوع کا موجود ہونا ضروری ہے، تب ہی اس کے لئے شئ یعنی محمول کو ثابت کیا جا سکتا ہے، تو یہاں اگر "غیر بصیر" کو شریک باری کے لئے ثابت کیا جائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ شریک باری خارج میں موجود ہو، حالانکہ خارج میں شریک باری کا وجود ممتنع اور محال ہے، لہٰذا یہ قضیہ بھی صادق نہیں۔

لَا يُقَالُ لَوْ صَدَقَ السَّلْبُ عِنْدَ عَدَمِ الْمَوْضُوْعِ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْمُوْجَبَةِ الْكُلِّيَّةِ وَ السَّالِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ تَنَاقُضٌ لِاَنَّهُمَا قَدْ تَجْتَمِعَانِ عَلَى الصِّدْقِ حِيْنَئِذٍ فَاِنَّ مِنَ الْجَائِزِ اِثْبَاتُ الْمَحْمُوْلِ لِجَمِيْعِ الْاَفْرَادِ الْمَوْجُوْدَةِ وَ سَلْبُهُ عَنْ بَعْضِ الْاَفْرَادِ الْمَعْدُوْمَةِ لِاَنَّا نَقُوْلُ اَلْحُكْمُ فِي السَّالِبَةِ عَلَى الْاَفْرَادِ الْمَوْجُوْدَةِ كَمَا اَنَّ الْحُكْمَ فِي الْمُوْجَبَةِ عَلَى الْاَفْرَادِ الْمَوْجُوْدَةِ اِلَّا اَنَّ صِدْقَ السَّلْبِ لَا يَتَوَقَّفُ عَلَى وُجُوْدِ الْاَفْرَادِ وَ صِدْقُ الْاِيْجَابِ يَتَوَقَّفُ عَلَيْهِ فَاِنَّ مَعْنَى الْمُوْجَبَةِ الْكُلِّيَّةِ اَنَّ جَمِيْعَ اَفْرَادِ جَ الْمَوْجُوْدَةِ يَثْبُتُ لَهُ بَ وَ لَا شَكَّ اَنَّهَا اِنَّمَا تَصْدُقُ اِذَا كَانَتْ اَفْرَادُ جَ مَوْجُوْدَةً وَ مَعْنَى السَّالِبَةِ اَنَّهُ لَيْسَ كَذٰلِكَ اَيْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الْاَفْرَادِ الْمَوْجُوْدَةِ لِجَ لَيْسَ يَثْبُتُ لَهُ بَ وَيَصْدُقُ هٰذَا الْمَعْنٰى تَارَةً بِاَنْ لَا يَكُوْنَ شَيْءٌ مِنَ الْاَفْرَادِ مَوْجُوْدًا وَ اُخْرٰى بِاَنْ تَكُوْنَ مَوْجُوْدَةً وَ يَثْبُتُ اللَّابَاءُ لَهَا وَعِنْدَ ذٰلِكَ تَتَحَقَّقُ التَّنَاقُضُ جَزْمًا۔

ترجمہ: نہ کہا جائے کہ اگر موضوع کے نہ ہونے کے وقت اگر سلب صادق ہو تو موجبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کے درمیان کوئی تناقض نہ ہوگا، اس لئے کہ اس وقت صدق پر دونوں جمع ہو جائیں گے، کیونکہ تمام افراد موجودہ کے لئے محمول کا اثبات اور بعض افراد معدولہ سے محمول کا سلب جائز ہے؟ کیوں کہ ہم کہیں گے کہ سالبہ میں حکم افراد موجودہ پر ہے جیسے موجبہ میں افراد موجودہ پر ہوتا ہے، مگر سلب کا صدق افراد کے وجود پر موقوف نہیں ہے، اور ایجاب کا صدق افراد کے وجود پر موقوف ہے، اس لئے کہ موجبہ کلیہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ "ج" کے تمام افراد موجودہ کے لئے "ب" ثابت ہے، اور اس میں شک نہیں کہ یہ معنیٰ اس وقت صادق ہوں گے جب کہ "ج" کے افراد موجود ہوں اور سالبہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ اس طرح نہیں ہے، یعنی "ج" کے افراد موجودہ میں سے ہر ایک کے لئے "ب" ثابت نہیں ہے، اور یہ معنیٰ کبھی تو اس طور صادق آتے ہیں کہ افراد میں سے کوئی شئ موجود نہ ہو، اور کبھی اس طور سے (صادق آتے ہیں) کہ افراد موجود ہوں، اور "لاباء" ان کے لئے ثابت ہو، اور اس وقت یقیناً تناقض متحقق ہوگا۔

تشریح: اس عبارت میں نقض اور اس کا جواب ذکر کیا ہے، ماسبق میں یہ کہا گیا تھا کہ سالبہ کے صادق آنے کے لئے موضوع کا وجود ضروری نہیں، موضوع کے نہ ہونے کے وقت بھی سالبہ صادق آتا ہے، اس پر معترض نقض وارد کرتا ہے کہ آپ کا یہ کہنا صحیح نہیں، کیونکہ اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو اس صورت میں موجبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کے درمیان تناقض نہیں رہتا، کیونکہ دونوں قضیے ایک ہی مادہ میں صادق ہو سکتے ہیں، یہ ممکن ہے کہ محمول موضوع کے تمام افراد موجودہ کے لئے ثابت ہو تو یہ موجبہ کلیہ ہوگا، اور محمول موضوع

کے بعض "افراد معدولہ" سے سلب ہو تو یہ سالبہ جزئیہ ہوگا، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے مثلاً "کل انسان ضاحک" یہ ایک
قضیہ ہے انسان کے افراد موجودہ کے اعتبار سے صادق ہوگا اور بعض "الانسان لیس بضاحکٍ" انسان کے افراد معدولہ کے
اعتبار سے صادق ہوگا، لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ عدم موضوع کے وقت بھی سلب صادق ہو سکتا ہے تو پھر موجبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کے
درمیان کوئی تناقض نہیں رہے گا، حالانکہ ان کے درمیان تناقض نہ ہونا محال ہے؟

لانا نقول الخ سے شارح نے اس نقض کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ سالبہ میں بھی افراد موجودہ پر حکم ہوتا ہے، جیسا کہ
موجبہ میں افراد موجودہ پر حکم ہوتا ہے، لیکن دونوں کے درمیان اتنا فرق ہے کہ موجبہ میں حکم "افراد موجودہ کے وجود" پر موقوف ہوتا
ہے اور سالبہ میں حکم "افراد موجودہ کے وجود" پر موقوف نہیں ہوتا، افراد موجود ہوں یا موجود نہ ہوں دونوں صورتوں میں سالبہ صادق
ہوتا ہے، جیسے ظفر جالس، یہ قضیہ موجبہ ہے، اس میں جلوس کا حکم ظفر پر اس وقت صحیح ہوگا جب ظفر موجود ہو، اگر ظفر موجود نہ ہو تو
اس پر جلوس کا حکم صادق نہیں ہوگا، اور ظفر لیس بقائم یہ قضیہ سالبہ ہے اس میں سلب قیام کا حکم ظفر کے وجود پر موقوف نہیں ہے،
شارح مزید توضیح وتشریح کے لئے فرماتے ہیں کہ موجبہ کلیہ میں "ج" کے تمام افراد موجودہ کے لئے "ب" ثابت ہوتی ہے اور یہ اسی
وقت ہوگا جب کہ "ج" کے افراد موجود ہوں، اور سالبہ میں "ج" کے تمام افراد کے لئے "ب" ثابت نہیں ہوتی، اب ثابت نہ
ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ ۱- "ج" کے افراد موجود ہوں لیکن "ب" اس کے لئے ثابت نہ ہو۔ ۲- "ج" کے افراد موجود ہی نہ
ہوں، الحاصل سالبہ اس وقت بھی صادق ہوتا ہے جب موضوع کے افراد موجود ہوں اور اس وقت بھی صادق ہوتا ہے جب موضوع
کے افراد موجود نہ ہوں، تو معلوم ہوا کہ موجبہ کلیہ اور سالبہ کلیہ کے درمیان تناقض ہے کیونکہ دونوں میں افراد موجودہ ہی پر حکم ہوتا ہے
لیکن ایجاب وجود موضوع پر موقوف ہے اور سلب وجود موضوع پر موقوف نہیں، لہٰذا عدم تناقض کا اعتراض کرنا صحیح نہیں۔

وَ اَمَّا قَوْلُهٗ لِاَنَّ الْاِیْجَابَ لَا یَصِحُّ اِلَّا عَلٰی مَوْجُوْدَةٍ مُحَقَّقٍ کَمَا فِی الْخَارِجِیَّةِ الْمَوْضُوْعِ اَوْ مُقَدَّرٍ
کَمَا فِی الْحَقِیْقِیَّةِ الْمَوْضُوْعِ فَلَا دَخْلَ لَهٗ فِیْ بَیَانِ الْفَرْقِ اِذْ یَکْفِیْ فِیْهِ اَنَّ الْاِیْجَابَ یَسْتَدْعِیْ وَجُوْدَ
الْمَوْضُوْعِ دُوْنَ السَّلْبِ وَ اَمَّا اَنَّ الْمَوْضُوْعَ مَوْجُوْدٌ فِی الْخَارِجِ مُحَقَّقًا اَوْ مُقَدَّرًا فَلَا حَاجَةَ اِلَیْهِ
فَکَاَنَّهٗ جَوَابُ سُؤَالٍ یُذْکَرُ هٰهُنَا وَ یُقَ اِنْ عَنَیْتُمْ بِقَوْلِکُمُ الْاِیْجَابُ یَسْتَدْعِیْ وَجُوْدَ الْمَوْضُوْعِ اِنَّ
الْاِیْجَابَ یَسْتَدْعِیْ وَجُوْدَ الْمَوْضُوْعِ فِی الْخَارِجِ فَلَا یَصْدُقُ الْمُوْجِبَةُ الْحَقِیْقِیَّةُ اَصْلًا لِاَنَّ الْحُکْمَ
فِیْهَا لَیْسَ مَقْصُوْرًا عَلَی الْمَوْضُوْعَاتِ الْمَوْجُوْدَةِ فِی الْخَارِجِ وَاِنْ عَنَیْتُمْ بِهٖ اَنَّ الْاِیْجَابَ یَسْتَدْعِیْ
مُطْلَقَ الْوَجُوْدِ فَالسَّالِبَةُ اَیْضًا تَسْتَدْعِیْ مُسْتَدْعِیْ مُطْلَقَ الْوَجُوْدِ لِاَنَّ الْمَحْکُوْمَ عَلَیْهِ لَا بُدَّ اَنْ یَکُوْنَ
مُتَصَوَّرًا بِوَجْهٍ مَّا وَاِنْ کَانَ الْحُکْمُ بِالسَّلْبِ فَلَا فَرْقَ بَیْنَ الْمُوْجِبَةِ وَالسَّالِبَةِ فِیْ ذٰلِکَ فَاَجَابَ بِاَنَّ
کَلَامَنَا لَیْسَ اِلَّا فِی الْقَضِیَّةِ الْخَارِجِیَّةِ وَ الْحَقِیْقِیَّةِ لَا فِیْ مُطْلَقِ الْقَضِیَّةِ عَلٰی مَا سَبَقَتِ الْاِشَارَةُ اِلَیْهِ
فَالْمُرَادُ بِقَوْلِنَا الْاِیْجَابُ یَسْتَدْعِیْ وَجُوْدَ الْمَوْضُوْعِ اَنَّ الْمُوْجِبَةَ اِنْ کَانَتْ خَارِجِیَّةً یَجِبُ اَنْ یَکُوْنَ
مَوْضُوْعُهَا مَوْجُوْدًا فِی الْخَارِجِ مُحَقَّقًا وَ اِنْ کَانَتْ حَقِیْقِیَّةً یَجِبُ اَنْ یَکُوْنَ مَوْضُوْعُهَا مُقَدَّرَ
الْوُجُوْدِ فِی الْخَارِجِ وَ السَّالِبَةُ لَا تَسْتَدْعِیْ وَجُوْدَ الْمَوْضُوْعِ عَلٰی ذٰلِکَ التَّفْصِیْلِ فَظَهَرَ الْفَرْقُ وَ
انْدَفَعَ الْاِشْکَالُ وَ ذٰلِکَ کُلُّهٗ اِذَا لَمْ یَکُنِ الْمَوْضُوْعُ مَوْجُوْدًا وَاَمَّا اِذَا کَانَ مَوْجُوْدًا فَالْمُوْجِبَةُ

اَلْمَعْدُوْلَةُ الْمَحْمُوْلُ وَالسَّالِبَةُ الْبَسِيْطَةُ مُتَلَازِمَتَانِ لِاَنَّ جَ الْمَوْجُوْدِ اِذَا سُلِبَ عَنْهُ الْبَاءُ يَثْبُتُ لَهُ اللَّابَاءُ وَ بِالْعَكْسِ هٰذَا هُوَ الْكَلَامُ فِي الْفَرْقِ الْمَعْنَوِيِّ.

ترجمہ: اور ماتن کے قول ''لان الایجاب لا یصح إلا علیٰ موجودٍ محقق کما فی الخارجیة الموضوع او مقدر کما فی الحقیقیة الموضوع'' تو اس کو فرق کے بیان میں کوئی دخل نہیں ہے، کیونکہ اس میں اتنا کافی ہے کہ ''ان الایجاب یستدعی وجود الموضوع دون السلب'' اور بہرحال یہ کہ خارج میں موضوع حقیقۃً یا تقدیراً موجود ہو تو اس کی کوئی ضرورت نہیں، تو گویا یہ قول ایک سوال کا جواب ہے کہ جو یہاں ذکر کیا جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ اگر آپ اپنے قول ''الایجاب یستدعی وجود الموضوع'' سے یہ مراد لیں کہ ایجاب خارج میں وجودِ موضوع کا تقاضا کرتا ہے، تب تو موجبہ حقیقیہ بالکل صادق نہ ہوگا، کیونکہ اس میں حکم موضوعات موجودہ فی الخارج پر منحصر نہیں ہے، اور اگر آپ اس سے یہ مراد لیں کہ ایجاب مطلق وجود کا تقاضا کرتا ہے، تو سالبہ بھی مطلق وجود کا تقاضا کرتا ہے، کیونکہ محکوم علیہ کا بوجہ مّا متصور ہونا ضروری ہے، اگرچہ حکم سلب کے ساتھ ہو، پس اس سلسلے میں موجبہ اور سالبہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، تو ماتن نے جواب دیا ہے کہ ہمارا کلام قضیہ خارجیہ اور حقیقیہ کے بارے میں ہے، نہ کہ مطلق قضیہ کے بارے میں جیسا کہ اس کی طرف اشارہ گزر چکا، پس ہمارے قول ''الإیجاب یستدعی وجود الموضوع'' سے مراد یہ ہے کہ موجبہ اگر خارجیہ ہو تو اس کے موضوع کا خارج میں موجود محقق ہونا ضروری ہے، اور اگر (موجبہ) حقیقیہ ہو تو اس کے موضوع کا خارج میں مقدر الوجود ہونا ضروری ہے، اور سالبہ اس تفصیل پر وجودِ موضوع کا تقاضا نہیں کرتا، پس فرق ظاہر ہو گیا اور اِشکال بھی ختم ہو گیا اور یہ ساری بات اس وقت ہے جب کہ موضوع موجود نہ ہو، اور بہرحال جب موضوع موجود ہو تو موجبہ معدولۃ المحمول اور سالبہ بسیطہ دونوں متلازم ہیں، کیونکہ موجود ''ج'' سے جب ''ب'' کا سلب ہو تو اس کے لئے ''لاباء'' ثابت ہوگا، اور اس کے عکس کے ساتھ یہ کلام فرق معنوی میں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ ماتن کا قول ''لان الایجاب لا یصح الا علی موجود محقق کما فی الخارجیة الموضوع اور مقدر کما فی الحقیقیة الموضوع'' کو فرق کے بیان میں کوئی دخل نہیں ہے، بلکہ یہ عبارت مستدرک اور زائد ہے، اس لئے کہ یہاں تو موجبہ معدولۃ المحمول اور سالبہ بسیطہ کے درمیان فرق بیان کرنا مقصود ہے، اس میں تو اتنا کہہ دینا کافی تھا کہ ''ان الایجاب یستدعی وجود الموضوع دون السلب'' اس طویل عبارت کی بظاہر کوئی ضرورت نہیں ہے، فکانہ جواب سوال الخ سے شارح نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ عبارت ایک سوال کا جواب ہے جو یہاں ذکر کیا جاتا ہے، سوال کو ذکر کرنے سے پہلے ایک بات بتا دینا مناسب سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ سوال نہ متن میں مذکور ہے اور نہ ہی ماتن نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اس لئے شارح نے اس کو ''فکانہ'' سے تعبیر فرمایا ہے، جب یہ بات سمجھ میں آ گئی تو اب سوال ذکر کرتا ہوں۔

سوال یہ ہے کہ معترض کہتا ہے کہ ماتن نے جو کہا ہے ''الایجاب یستدعی وجود الموضوع'' ایجاب وجودِ موضوع کا تقاضا کرتا ہے، ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ اس سے آپ کی کیا مراد ہے، اگر آپ یہ کہیں کہ اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ ایجاب خارج میں وجودِ موضوع کا تقاضا کرتا ہے، تو یہ مراد لینا صحیح نہیں، کیونکہ اس صورت میں قضیہ حقیقیہ اس سے خارج ہو جائے گا، اور

بالکل صادق نہیں ہوگا، دلیل یہ ہے کہ قضیہ حقیقیہ میں موضوع کے افراد خارجیہ ہی پر حکم منحصر نہیں ہوتا، بلکہ افراد مقدرۃ الوجود پر بھی حکم ہوتا ہے، اور اگر آپ کہیں کہ اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ ایجاب مطلقاً وجود موضوع کا تقاضا کرتا ہے، تو یہ بھی مراد لینا صحیح نہیں، کیونکہ اس صورت میں موجبہ اور سالبہ کے درمیان کوئی فرق نہیں رہے گا، حالانکہ ان کے درمیان فرق کا ہونا ایک بدیہی بات ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ اس صورت میں موجبہ اور سالبہ کے درمیان فرق کیوں نہیں رہے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں یہ خرابی لازم آئے گی کہ سالبہ میں بھی حکم کے لئے مسلوب عنہ کا وجود ضروری الثبوت ہوجائے گا، حالانکہ سالبہ میں مسلوب عنہ یعنی موضوع کا وجود ضروری نہیں، اور آپ کے قول کے مطابق وجود موضوع کا ضروری ہونا لازم آئے گا، کیونکہ سالبہ میں بھی موضوع کے مطلق وجود کا حکم تقاضا کرتا ہے، کیونکہ محکوم علیہ کا ''بوجہٍ ما'' متصور ہونا ضروری ہے، اگرچہ محکوم علیہ پر سلب ہی کا حکم ہو، جب تک موضوع کا تصور نہیں ہوگا تو اس وقت تک اس پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا، تو اب موجبہ اور سالبہ میں اس اعتبار سے کوئی فرق نہیں رہا؟

تو ماتن نے اپنے قول ''لان الایجاب لا یصح الخ'' کے ذریعہ اس سوال کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ ہماری گفتگو مطلق قضیہ کے بارے میں نہیں ہے بلکہ قضیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے بارے میں ہماری گفتگو ہے، اور ہم نے جو یہ کہا ہے کہ ''ایجاب وجود موضوع کا تقاضا کرتا ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ موجبہ اگر قضیہ خارجیہ ہو تو اس وقت اسکے موضوع کا خارج میں حقیقتاً موجود ہونا ضروری ہے، اور اگر موجبہ قضیہ حقیقیہ ہو تو اس وقت اس کے موضوع کا خارج میں تقدیراً موجود ہونا ضروری ہے، اور سالبہ اس تفصیل سے موضوع کے وجود کا تقاضا نہیں کرتا، لہٰذا موجبہ اور سالبہ کے درمیان فرق ظاہر ہوگیا، اور اشکال بھی جاتا رہا۔

وذلک کله اذا لم یکن الموضوع موجوداً الخ اس عبارت سے شارح نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ہم نے جو کہا کہ ''لایلزم من صدق السالبة البسیطة صدق الموجبة المعدولة المحمول'' یعنی سالبہ بسیطہ کے صادق آنے سے موجبہ معدولۃ المحمول کا صادق آنا ضروری نہیں ہے، یہ اس وقت ہے جب کہ موضوع موجود نہ ہو، اور اگر موضوع موجود ہو تو پھر موجبہ معدولۃ المحمول اور سالبہ بسیطہ کے درمیان کوئی فرق نہیں رہے گا، اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کو لازم ہوگا، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے، مثلاً جب سالبہ بسیطہ کی مثال میں کہا جائے ''ج لیس ب'' اس میں ''ج'' سے ''ب'' کا سلب ہے، اور ''ج'' کے لئے یہاں ''لاباء'' ثابت ہے اور یہی معدولۃ المحمول ہے، اسی طرح اس کا عکس سمجھ لیجئے کہ جب کہا جائے ''ج لاباء'' تو دیکھئے اس میں ''ج'' کے لئے ''لاباء'' کو ثابت کیا گیا ہے، اور جب ''ج'' کے لئے ''لاباء'' ثابت ہے تو ''ج'' سے ''ب'' کا سلب بھی ہے اور یہی سالبہ بسیطہ ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ وجود موضوع کی صورت میں سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولۃ المحمول میں سے ہر ایک دوسرے کو لازم ہوتا ہے، شارح کہتے ہیں یہ کہ کلام ان دونوں کے درمیان معنوی فرق کے بارے میں تھا۔

وَاَمَّا اللَّفْظِيُّ فَهُوَ اَنَّ الْقَضِيَّةَ اِمَّا اَنْ تَكُوْنَ ثُلَاثِيَّةً اَوْ ثُنَائِيَّةً فَاِنْ كَانَتْ ثُلَاثِيَّةً فَالرَّابِطَةُ فِيْهَا اِمَّا اَنْ تَكُوْنَ مُتَقَدِّمَةً عَلٰى حَرْفِ السَّلْبِ اَوْ مُتَاَخِّرَةً عَنْهَا فَاِنْ تَقَدَّمَتِ الرَّابِطَةُ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ هُوَ لَيْسَ بِكَاتِبٍ تَكُوْنُ حِيْنَئِذٍ مُوْجِبَةً لِاَنَّ مِنْ شَانِ الرَّابِطَةِ اَنْ تَرْبُطَ مَا بَعْدَهَا بِمَا قَبْلَهَا فَهٰهُنَاكَ رَبْطُ السَّلْبِ وَ رَبْطُ السَّلْبِ اِيْجَابٌ وَاِنْ تَاَخَّرَتْ مِنْ حَرْفِ السَّلْبِ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ لَيْسَ هُوَ بِكَاتِبٍ كَانَتْ سَالِبَةً لِاَنَّ مِنْ شَانِ حَرْفِ السَّلْبِ اَنْ تَرْفَعَ مَا بَعْدَهَا عَمَّا قَبْلَهَا فَهٰهُنَاكَ سَلْبُ الرَّبْطِ فَيَكُوْنُ الْقَضِيَّةُ سَالِبَةً وَاِنْ كَانَتْ ثُنَائِيَّةً فَالْفَرْقُ اِنَّمَا يَكُوْنُ مِنْ وَجْهَيْنِ اَحَدُهُمَا بِالنِّسْبَةِ بِاَنْ يَنْوِیَ اِمَّا رَبْطُ السَّلْبِ اَوْ سَلْبُ الرَّبْطِ وَ ثَانِيْهِمَا

بِالْإِصْطِلَاحِ عَلَىٰ تَخْصِيْصِ بَعْضِ الْأَلْفَاظِ بِالْإِيْجَابِ كَلَفْظِ غَيْرِ وَ لَا وَبَعْضِهَا بِالسَّلْبِ كَلَيْسَ فَإِذَا قِيْلَ زَيْدٌ غَيْرُ كَاتِبٍ اَوْ لَا كَاتِبَ كَانَتْ مُوْجِبَةً وَإِذَا قِيْلَ زَيْدٌ لَيْسَ بِكَاتِبٍ كَانَتْ سَالِبَةً.

ترجمہ: اور بہرحال لفظی (فرق) تو وہ یہ ہے کہ قضیہ یا تو ثلاثیہ ہوگا یا ثنائیہ، اگر ثلاثیہ ہو تو رابطہ اس میں یا تو حرف سلب پر مقدم ہوگا یا حرف سلب سے موخر ہوگا، پس اگر رابطہ مقدم ہو جیسے ہمارا قول زید ھو لیس بکاتب تو اس وقت (قضیہ) موجبہ ہوگا، اس لئے کہ رابطہ کی شان یہ ہے کہ وہ مابعد کو ماقبل سے مرتبط کردے، پس یہاں ربط السلب ہے اور ربط السلب ایجاب ہے، اور اگر رابطہ حرف سلب مؤخر ہو جیسے ہمارا قول زید لیس ہو بکاتب تو (قضیہ) سالبہ ہوگا اس لئے کہ حرف سلب کی شان یہ ہے کہ وہ مابعد کو ماقبل سے رفع کردے پس یہاں سلب الربط ہے، لہٰذا قضیہ سالبہ ہوگا، اور اگر (قضیہ) ثنائیہ ہو، تو فرق دو وجہ سے ہوگا، ان میں سے ایک نیت سے بایں طور کہ ربط السلب کی نیت ہوگی یا سلب الربط کی، اور ان میں سے دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض الفاظ مثلاً لفظ "غیر اور لا" کو ایجاب کے ساتھ اور بعض الفاظ مثلاً لیس کو سلب کے ساتھ خاص کرنے پر اصلاح (قائم کرنے) سے، پس جب کہا جائے زید غیر کاتب یا لا کاتب تو موجبہ ہوگا اور جب کہا جائے زید لیس بکاتب تو سالبہ ہوگا۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے موجبہ معدولۃ المحمول اور سالبہ بسیطہ کے درمیان لفظی فرق بیان کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ قضیہ ملفوظہ دو حال سے خالی نہیں یا تو ثنائیہ ہوگا یا ثلاثیہ اگر قضیہ ثلاثیہ ہو تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں، اس میں یا تو رابطہ حرف سلب پر مقدم ہوگا یا مؤخر، اگر رابطہ حرف سلب سے مقدم ہو تو وہ موجبہ معدولۃ المحمول ہوگا، دلیل یہ ہے کہ رابطہ کی شان یہی ہے کہ وہ اپنے مابعد کو ماقبل سے جوڑتا ہے تو چونکہ اس کے بعد حرف سلب اور اس کا مدخول ہے لہٰذا دونوں کے مجموعہ کو ماقبل سے جوڑے گا تو قضیہ معدولہ ہوگا، اس کو مثال سے سمجھئے، مثلاً زید ھو لیس بکاتب، دیکھئے اس مثال میں "ھو" رابطہ ہے، اس نے لیس بکاتب کو ماقبل سے جوڑ دیا، گویا یہ ربط السلب ہے، اور ربط السلب چونکہ موجبہ ہوتا ہے، اس لئے اس صورت میں یہ قضیہ موجبہ ہوگا، اور گر قضیہ ثلاثیہ ہو اور رابطہ حرف سلب سے مؤخر ہو، تو وہ سالبہ بسیطہ ہوگا، اس لئے کہ حرف سلب کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے ماقبل سے مابعد کی نفی کرتا ہے، تو چونکہ حرف سلب کے بعد رابطہ ہے، تو حرف سلب ربط کی نفی کرے گا اسی کو شارح نے سلب الربط سے تعبیر کیا ہے، اور سلب الربط چونکہ سالبہ ہوتا ہے، اس لئے اس صورت میں یہ قضیہ سالبہ ہوگا، اب اس کو مثال سے سمجھئے مثلاً زید لیس ھو بکاتب دیکھئے اس قضیہ میں رابطہ یعنی "ھو" حرف سلب یعنی "لیس" سے مؤخر ہے، تو گویا کہ حرف سلب نے رابطہ کی نفی کردی، اور ربط محمول کی نفی سلب بسیط ہوتی ہے، لہٰذا یہ قضیہ سالبہ بسیطہ ہے، اور اگر قضیہ ثنائیہ ہو تو موجبہ معدولۃ اور سالبہ بسیطہ کے درمیان دو طرح سے فرق ہوگا۔ ۱- استعمال کرنے والے کے ارادہ سے ہوگا، اگر اس قضیہ کے استعمال کرنے والا ربط السلب کا ارادہ کرے تو وہ قضیہ موجبہ معدولۃ المحمول ہوگا، اور اگر سلب الربط کا ارادہ کرے تو وہ قضیہ سالبہ بسیطہ ہوگا۔ ۲- اصطلاح مقرر کرلی جائے کہ بعض الفاظ مثلاً "غیر اور لا" ایجاب کے ساتھ خاص ہیں، اور بعض الفاظ مثلاً "لیس" سلب کے ساتھ خاص ہیں۔ چنانچہ اس اصطلاح کے اعتبار سے زید غیر کاتب اور زید لا کاتب، موجبہ معدولۃ المحمول ہیں، اور زید لیس بکاتب سالبہ بسیطہ ہے۔

قال اَلْبَحْثُ الرَّابِعُ فِي الْقَضَايَا الْمُوَجَّهَةِ لَابُدَّ لِنِسْبَةِ الْمَحْمُوْلَاتِ إِلَى الْمَوْضُوْعَاتِ مِنْ كَيْفِيَّةٍ

اِیْجَابِیَّةً کَانَتِ النِّسْبَةُ اَوْ سَلْبِیَّةً کَالضَّرُوْرَةِ وَالدَّوَامِ وَ اللَّاضَرُوْرَةِ وَاللَّادَوَامِ وَ تُسَمّٰی تِلْکَ الْکَیْفِیَّةُ مَادَّةَ الْقَضِیَّةِ وَاللَّفْظُ الدَّالُّ عَلَیْهَا یُسَمّٰی جِهَةَ الْقَضِیَّةِ. **اَقُوْلُ** نِسْبَةُ الْمَحْمُوْلِ اِلَی الْمَوْضُوْعِ سَوَاءٌ کَانَتْ بِالْاِیْجَابِ اَوْ بِالسَّلْبِ لَابُدَّ لَهَا مِنْ کَیْفِیَّةٍ فِیْ نَفْسِ الْاَمْرِ کَالضَّرُوْرَةِ اَوِ اللَّاضَرُوْرَةِ وَالدَّوَامِ اَوِ اللَّادَوَامِ فَاِنَّ کُلَّ نِسْبَةٍ فُرِضَتْ اِذَا قِیْسَتْ اِلٰی نَفْسِ الْاَمْرِ فَاِمَّا اَنْ تَکُوْنَ مُتَکَیِّفَةً بِکَیْفِیَّةِ الضَّرُوْرَةِ اَوْ بِکَیْفِیَّةِ اللَّاضَرُوْرَةِ وَمِنْ جِهَةٍ اُخْرٰی اِمَّا اَنْ تَکُوْنَ مُتَکَیِّفَةً بِکَیْفِیَّةِ الدَّوَامِ اَوِ اللَّادَوَامِ فَاِذَا قُلْنَا کُلُّ اِنْسَانٍ حَیَوَانٌ بِالضَّرُوْرَةِ کَانَتِ الضَّرُوْرَةُ هِیَ کَیْفِیَّةُ نِسْبَةِ الْحَیَوَانِ اِلَی الْاِنْسَانِ وَاِذَا قُلْنَا کُلُّ اِنْسَانٍ کَاتِبٌ لَابِالضَّرُوْرَةِ کَانَتِ اللَّاضَرُوْرَةُ هِیَ کَیْفِیَّةُ نِسْبَةِ الْکِتَابَةِ اِلَی الْاِنْسَانِ وَتِلْکَ الْکَیْفِیَّةُ الثَّابِتَةُ فِیْ نَفْسِ الْاَمْرِ تُسَمّٰی مَادَّةَ الْقَضِیَّةِ وَاللَّفْظُ الدَّالُّ عَلَیْهَا فِی الْقَضِیَّةِ الْمَلْفُوْظَةِ اَوْ حُکْمُ الْعَقْلِ بِاَنَّ النِّسْبَةَ مُتَکَیِّفَةٌ بِکَیْفِیَّةٍ کَذَا فِی الْقَضِیَّةِ الْمَعْقُوْلَةِ تُسَمّٰی جِهَةَ الْقَضِیَّةِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا ہے کہ چوتھی بحث قضایا موجہہ (کے بیان) میں ہے، موضوعات کی طرف محمولات کی نسبت کے لیے کسی نہ کسی کیفیت کا ہونا ضروری ہے، ایجابی ہو یا سلبی جیسے ضرورۃ، دوام، لاضرورۃ اور لادوام، اور اس کیفیت کا نام مادۂ قضیہ رکھا جاتا ہے، اور جو لفظ اس پر دلالت کرے اس کا نام جہت قضیہ رکھا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ محمول کی نسبت موضوع کی طرف خواہ ایجابی ہو، یا سلبی، اس کے لیے نفس الامر میں کسی نہ کسی کیفت کا ہونا ضروری ہے، جیسے ضرورۃ یا لاضرورۃ دوام یا لادوام، کیونکہ جو نسبت بھی فرض کی جائے جب اس کو نفس الامر کی طرف قیاس کیا جائے، پس یا تو وہ کیفیت ضرورۃ کے ساتھ مکیف ہوگی یا کیفیت لاضرورۃ کے ساتھ، اور دوسری جہت سے یا تو وہ دوام کی کیفیت کے ساتھ مکیف ہوگی یا لادوام کے ساتھ، پس جب ہم نے کہا کل انسان حیوان بالضرورۃ تو اس میں "ضرورۃ" انسان کی طرف حیوان کی نسبت کی کیفیت ہے، اور جب ہم نے کہا کل انسان کاتبٌ لا بالضرورۃ، تو (اس میں) "لا بالضرورۃ" انسان کی طرف کتابت کی نسبت کی کیفیت ہے، اور وہ کیفیت جو نفس الامر میں ثابت ہے، اس کا نام مادۂ قضیہ رکھا جاتا ہے، اور وہ لفظ جو اس پر دلالت کرے قضیہ ملفوظہ میں یا عقل کے اس حکم کو نسبت فلاں کیفیت کے ساتھ مکیف ہے، قضیہ معقولہ میں اس کا نام جہتِ قضیہ رکھا جاتا ہے۔

تشریح: جب مصنفؒ قضیہ کے اقسام نفس نسبت اور موضوع کے اعتبار سے بیان کر چکے تو اب قضیہ کے اقسام کیفیتِ نسبت کے اعتبار سے بیان کرتے ہیں، قضیہ ملفوظہ میں اگر رابطہ مذکور نہ ہو تو اس کو ثنائیہ کہتے ہیں، اور اگر رابطہ مذکور ہو تو اس کو ثلاثیہ کہتے ہیں۔ یہ قضیہ ملفوظہ کی دو قسمیں اس وقت ہیں جب کہ قضیہ میں جہت مذکور نہ ہو، اور اگر قضیہ ملفوظہ میں جہت بھی مذکور ہو تو اس وقت قضیہ ملفوظہ کی ایک قسم اور ہو جائے گی، اور وہ ہے رباعیہ، تو اب اس اعتبار سے قضیہ ملفوظہ کی تین قسمیں ہو گئیں: ۱- ثنائیہ۔ ۲- ثلاثیہ۔ ۳- رباعیہ۔ گر قضیہ میں صرف موضوع اور محمول مذکور ہوں تو قضیہ ثنائیہ کہلائے گا، اور اگر موضوع اور محمول کے علاوہ رابطہ ہو جہت نہ ہو یا جہت ہو رابطہ نہ ہو تو وہ قضیہ ثلاثیہ کہلائے گا، اور اگر موضوع، مجہول، رابطہ اور جہت سب مذکور ہوں تو قضیہ رباعیہ کہلائے گا، اور جہات و کیفیات چونکہ مختلف ہیں، اس لئے جہت کے اعتبار سے قضیہ کی مختلف قسمیں ہیں، چنانچہ مصنفؒ نے ان اقسام کو بیان کیا ہے، اور اقسام کے بیان کرنے سے پہلے جہت کا ثبوت اور جہت کی تعریف بیان کی ہے، اس سے پہلے بطور مقدمہ چند باتیں بیان

کرتا ہوں تاکہ آپ قضایا موجہہ کو بسہولت سمجھ سکیں، وہ یہ کہ قضایا موجہہ میں چند چیزیں ہوتی ہیں: ۱- کیفیت ۔۲- مادّۂ قضیہ ۔ ۳- جہت قضیہ ۔۴- موجہہ پہلی بات کی وضاحت یہ ہے کہ آپ کو یہ بات معلوم ہو کہ ہر قضیہ کے اندر نسبت ہوتی ہے، خواہ نسبت ایجابی ہو یا سلبی، تو یہ بھی معلوم کر لیجئے کہ ہر نسبت کسی نہ کسی خاص کیفیت کے ساتھ ضرور مکیف ہوتی ہے، اسی کو آسان لفظوں میں اس طرح سمجھئے کہ محمول کی نسبت جو موضوع کی طرف ہوتی ہے وہ کسی نہ کسی کیفیت کے ساتھ ضرور مکیف ہوتی ہے۔

کیفیتیں: اب رہا یہ سوال کہ وہ کیفیتیں کتنی ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ متقدمین کے نزدیک وہ کیفیتیں تین ہیں: ۱- وجوبی ۔ ۲- امکانی ۔۳- امتناعی، وجوبی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لئے ضروری ہو کبھی بھی محمول موضوع سے جدا نہ ہوتا ہو، جیسے اللہ موجود، دیکھئے اس قضیہ میں موجود محمول ہے، جس کو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کیا گیا ہے، اور وجود اللہ تعالیٰ کے واسطے ضروری ہے، اور کبھی بھی اس سے جدا نہیں ہوسکتا، اور امکانی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ موضوع کے لئے محمول کا ثبوت نہ تو ضروری ہو اور نہ محال ہو، جیسے الانسان ضاحک، دیکھئے اس مثال میں "ضاحک" محمول ہے اور انسان موضوع ہے اور انسان کے لئے ہنسنا نہ تو ضروری ہے اور نہ ہی محال ہے، بلکہ ممکن ہے کہ انسان ہنسے اور یہ بھی ممکن ہے کہ نہ ہنسے، اور امتناعی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لئے ممتنع اور محال ہو، جیسے ابولهب يدخل الجنة، دیکھئے اس قضیہ میں "يدخل الجنة" محمول ہے جس کا ثبوت ابولہب کے لئے محال ہے۔

مادہ قضیہ: دوسری بات کی وضاحت یہ ہے کہ محمول کی نسبت جو موضوع کی طرف ہوتی ہے وہ کسی نہ کسی کیفیت کے ساتھ مکیف ہوتی ہے، ان ہی کیفیتوں کو مادّہ قضیہ کہا جاتا ہے، الحاصل نسبت کی نفس الامری کیفیت کا نام مادّہ قضیہ ہے۔

وجہ تسمیہ: مادہ کہتے ہیں جس سے شئ مرکب ہو اس کو "مادہ" اس لئے کہتے ہیں کہ قضیہ کا مادّہ تین چیزیں ہیں: ۱- موضوع ۔ ۲- محمول ۔۳- نسبت، ان تین اجزاء میں "نسبت" جزء اشرف ہے، اور اس کیفیت کو اس جزء اشرف کے ساتھ تعلق ہے اور نفس الامری میں یہ کیفیت اس نسبت کو لازم ہے، تو اس مناسبت سے اس کیفیت ہی کو "مادّۂ قضیہ" کہہ دیتے ہیں، تسمية اللازم للجزء الأشرف باسم الكل۔

موجہہ: وہ قضیہ ہے جس میں جہت مذکور ہو، اور اس کا دوسرا نام رباعیہ بھی ہے، موجہہ تو اس وجہ سے نام رکھا جاتا ہے کہ اس میں جہت مذکور ہوتی ہے، اور رباعیہ اس وجہ سے کہ جب جہت مذکور ہوتی ہے تو اس وقت قضیہ کے چار اجزاء ہو جاتے ہیں ۔۱- موضوع ۔ ۲- محمول ۔۳- نسبت ۔۴- جہت، تو ان چاروں جزء کی طرف نسبت کرتے ہوئے قضیہ کو رباعیہ کہا جاتا ہے، اب مادّۂ قضیہ، جہت اور موجہہ کو مثال سے سمجھئے مثلاً آپ نے کہا الانسان ناطقٌ بالضرورة، تو آپ نے انسان پر ناطق ہونے کا حکم لگایا اور اس حکم کی کیفیت ضروری ہونے کی ہے، پس یہ کیفیت مادّۂ قضیہ کہلائے گی، اور اس کیفیت پر لفظ "بالضرورة" دلالت کرتا ہے، لہٰذا یہ جہت ہے، اور آپ کا یہ قول الانسان ناطق بالضرورة قضیہ موجہہ اور رباعیہ ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشیں رہے کہ متاخرین کے نزدیک کیفیتیں تین میں منحصر نہیں ہیں، بلکہ جہات کی تعداد ان کے یہاں بہت زیادہ ہیں، مگر فن میں صرف دو کیفیتوں سے بحث کی جاتی ہے، ایک ضرورت سے، دوسری دوام سے، ضرورت کی نقیض امکان ہے، اور دوام کی نقیض فعلیت ہے، سب کیفیتوں کی تعریف اور تشریح آگے چل کر انشاء اللہ ذکر کی جائے گی، فانتظروا انی معكم من المنتظرين۔

عبارت مذکورہ کی تشریح: جب آپ کو بطور مقدمہ یہ چند باتیں معلوم ہوگئیں، اور ساتھ ساتھ جہت اور کیفیت کی تعریف بھی معلوم ہوگئی اس کو ذکر کیے بغیر میں اب شارح کی عبارت کی تشریح قلمبند کررہا ہوں، بغور دیکھیں۔ شارح فرماتے ہیں کہ محمول کی نسبت موضوع کی طرف خواہ ایجابی ہو یا سلبی، نفس الامر میں کسی نہ کسی کیفیت مثلاً ''ضرورۃ، لاضرورۃ، دوام، لادوام'' کے ساتھ ضرور متصف ہوگی، کبھی وہ ضرورۃ یا لاضرورۃ کی کیفیت کے ساتھ مکیف ہوتی ہے، اور کبھی دوام یا لادوام کی کیفیت کے ساتھ، چنانچہ جب ''کل انسانٍ حیوان بالضرورۃ'' کہا جائے تو اس میں ''ضرورۃ'' اس نسبت کی کیفیت ہے جو حیوان کی انسان کی طرف ہے، اور جب کہا جائے ''کل انسان کاتب لا بالضرورۃ'' تو اس میں ''لاضرورۃ'' اس نسبت کی کیفیت ہے۔

اعتراض: اور اگر کوئی اعتراض کرے کہ جناب آپ نے کہا کہ محمول کی نسبت موضوع کی طرف خواہ ایجابی ہو یا سلبی، کسی کیفیت کے ساتھ ضرور مکیف ہوگی، تو عرض یہ ہے کہ ''لاضرورۃ اور لادوام'' یہ تو موجبہ نہیں، ان پر تو حرف سلب داخل ہے، پھر یہ موجبہ کیسے ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے لفظ کو دیکھ کر یہ فیصلہ کرلیا کہ یہ کیفیات سالبہ ہیں، موجبہ نہیں ہیں، لیکن اگر آپ حقیقت کی طرف نظر کرتے تو آپ کو یہ غلط فہمی نہ ہوتی، بلکہ آپ بھی ہماری طرح یہ کہتے ہیں کہ یہ کیفیات موجبہ ہی ہیں، سالبہ نہیں، کیونکہ ''لاضرورۃ'' سے ممکنہ عامہ کی طرف اور لادوام سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہے اور یہ موجبہ ہیں، مزید تفصیلی گفتگو آگے کی جارہی ہے، انتظار کریں، شارح کہتے ہیں کہ وہ کیفیت جو نفس الامر میں ثابت ہو اس کو ''مادہ'' قضیہ کہتے ہیں، اور وہ لفظ جو قضیہ ملفوظہ میں نسبت کی کیفیت پر دلالت کرتا ہے، اور مفہوم جو قضیہ معقولہ میں کسی کیفیت پر دلالت کرتا ہے، اس کو ''جہتِ قضیہ'' کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ: اصل میں تو اس کیفیت کو جہت قضیہ کہتے ہیں جس پر ''لاضرورۃ'' جیسے الفاظ دلالت کرتے ہیں، یعنی یہ الفاظ دوال ہیں، اور جہت قضیہ مدلول ہے، لیکن ''تسمیۃ الدال باسم الدلیل'' کے قبیل سے ان الفاظ ہی کا نام جہت قضیہ رکھ دیا جاتا ہے۔

وَمَتیٰ خَالَفَتِ الْجِهَةُ مَادَّةَ الْقَضِيَّةِ كَانَتْ كَاذِبَةً لِاَنَّ اللَّفْظَ اِذَا دَلَّ عَلیٰ اَنَّ كَيْفِيَّةَ النِّسْبَةِ فِیْ نَفْسِ الْاَمْرِ هِیَ كَيْفِيَّةُ كَذَا اَوْ حَكَمَ الْعَقْلُ بِذٰلِكَ وَلَمْ يَكُنْ تِلْكَ الْكَيْفِيَّةُ الَّتِیْ دَلَّ عَلَيْهَا اللَّفْظُ اَوْ حَكَمَ بِهَا الْعَقْلُ هِیَ الْكَيْفِيَّةُ الثَّابِتَةُ فِیْ نَفْسِ الْاَمْرِ لَمْ يَكُنِ الْحُكْمُ فِی الْقَضِيَّةِ مُطَابِقًا لِلْوَاقِعِ فَكَانَتِ الْقَضِيَّةُ كَاذِبَةً مَثَلاً اِذَا قُلْنَا كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ لَا بِالضَّرُوْرَةِ دَلَّ عَلیٰ اَنَّ كَيْفِيَّةَ نِسْبَةِ الْحَيَوَانِ اِلَی الْاِنْسَانِ فِیْ نَفْسِ الْاَمْرِ هِیَ اللَّاضَرُوْرَةُ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ فِیْ نَفْسِ الْاَمْرِ فَلَاجَرَمَ كَذَبَتِ الْقَضِيَّةُ.

ترجمہ: اور جب جہت مادہ کے خلاف ہو تو قضیہ کاذبہ ہوگا، اس لئے کہ لفظ نے جب اس بات پر دلالت کی کہ نفس الامر میں نسبت کی کیفیت وہ فلاں کیفیت ہے، یا عقل نے اس کا فیصلہ کیا، حالانکہ وہ کیفیت جس پر لفظ نے دلالت کی ہے یا عقل نے اس کا فیصلہ کیا، نفس الامر میں وہ ثابت کیفیت نہیں ہے تو قضیہ میں حکم واقع کے مطابق نہیں ہوا تو قضیہ کاذبہ ہوگا، مثال کے طور پر جب ہم ''کل انسان حیوان لا بالضرورۃ'' کہیں تو ''لاضرورۃ'' نے اس بات پر دلالت کی کہ انسان کی طرف حیوان کی نسبت کیفیت ''لاضرورۃ'' ہے، حالانکہ نفس الامر میں اس طرح نہیں ہے تو یقیناً قضیہ کاذب ہوگا۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے قضیہ موجبہ کے صادق اور کاذب ہونے کا معیار بتلایا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر جہت، قضیہ اور مادہ قضیہ ایک دوسرے کے موافق ومطابق ہوں تو وہ قضیہ صادقہ ہے، جیسے ''کل انسانٍ حیوانٌ بالضرورۃ'' ہر انسان یقیناً

حیوان ہے، دیکھئے اس قضیہ میں انسان کیلئے حیوانیت کا حکم لگایا گیا ہے، اورانسان کیلئے حیوانیت نفس الامر میں بھی ضروری ہے اور قضیہ میں جو جہت ذکر کی گئی ہے وہ بھی بالضرورۃ ہے، پس مادہ قضیہ اور جہت ایک دوسرے کے موافق ہوگئے، لہٰذا یہ قضیہ صادقہ ہے۔

اور اگر مادہ قضیہ اور جہت ایک دوسرے کے موافق نہ ہوں تو وہ قضیہ کاذبہ ہوگا، دلیل یہ ہے کہ جب قضیہ ملفوظہ میں لفظ کسی خاص کیفیت پر دلالت کرے یا قضیہ معقولہ میں عقل کسی خاص کیفیت کا حکم کرے اور نفس الامر میں وہ کیفیت ثابت نہ ہو تو اس قضیہ ملفوظہ یا معقولہ کا حکم واقع کے مطابق نہ ہوگا اور واقع کے مطابق نہ ہونا ہی کذب ہے، لہٰذا قضیہ کاذب ہوگا، جیسے ''کل انسان حیوانٌ لابالضرورۃ'' دیکھئے اس قضیہ میں جہت لا بالضرورۃ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے لئے حیوان ہونا ضروری نہیں ہے، انسان حیوان بھی ہوسکتا ہے اور نہیں بھی ہوسکتا ہے، حالانکہ نفس الامر میں انسان کے لئے حیوان ہونا ضروری ہے تو یہاں جہت قضیہ اور مادہ قضیہ ایک دوسرے کے موافق نہیں ہیں لہٰذا یہ قضیہ کاذبہ ہے۔

وَتَلْخِيصُ الْكَلَامِ فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ بِاَنْ نَقُوْلَ نِسْبَةُ الْمَحْمُوْلِ اِلَى الْمَوْضُوْعِ اِيْجَابِيَّةً كَانَتِ النِّسْبَةُ اَوْ سَلْبِيَّةً يَجِبُ اَنْ يَكُوْنَ لَهَا وَجُوْدٌ فِيْ نَفْسِ الْاَمْرِ وَ وَجُوْدٌ عِنْدَ الْعَقْلِ وَ وَجُوْدٌ فِي اللَّفْظِ كَالْمَوْضُوْعِ وَالْمَحْمُوْلِ وَغَيْرِهِمَا مِنَ الْاَشْيَاءِ الَّتِي لَهَا وَجُوْد فِي نَفْسِ الْاُمُوْرِ وَجُوْد عِنْدَ الْعَقْلِ وَوَجُوْد فِي اللَّفْظِ فَالنِّسْبَةُ مَتٰى كَانَتْ ثَابِتَةً فِيْ نَفْسِ الْاَمْرِ لَمْ يَكُنْ لَهَا بُدٌّ مِنْ اَنْ تَكُوْنَ مُتَكَيِّفَةً بِكَيْفِيَّةٍ مَا ثُمَّ اِذَا حَصَلَتْ عِنْدَ الْعَقْلِ اِعْتَبَرَ لَهَا كَيْفِيَّةً هِيَ اِمَّا عَيْنُ تِلْكَ الْكَيْفِيَّةِ الثَّابِتَةِ فِيْ نَفْسِ الْاَمْرِ اَوْ غَيْرُهَا ثُمَّ اِذَا وُجِدَتْ فِي اللَّفْظِ اَوْرَدَتْ عِبَارَةً تَدُلُّ عَلٰى تِلْكَ الْكَيْفِيَّةِ الْمُعْتَبَرَةِ عِنْدَ الْعَقْلِ اِذِ الْاَلْفَاظُ اِنَّمَا هِيَ بِاِزَاءِ الصُّوَرِ الْعَقْلِيَّةِ فَكَمَا اَنَّ لِلْمَوْضُوْعِ وَ الْمَحْمُوْلِ وَ النِّسْبَةِ وَجُوْدَاتٌ فِيْ نَفْسِ الْاَمْرِ وَ عِنْدَ الْعَقْلِ وَ بِهٰذَا الاِعْتِبَارِ صَارَتْ اَجْزَاءً لِلْقَضِيَّةِ الْمَعْقُوْلَةِ فِي اللَّفْظِ حَتّٰى صَارَتْ اَجْزَاءٌ لِلْقَضِيَّةِ الْمَلْفُوْظَةِ كَذَالِكَ كَيْفِيَّةُ النِّسْبَةِ لَهَا وُجُوْدٌ فِي نَفْسِ الاَمْرِ وَ عِنْدَ الْعَقْلِ وَفِيْ اللَّفْظِ فَالْكَيْفِيَّةُ الثَّابِتَةُ لِلنِّسْبَةِ فِي نَفْسِ الْاَمْرِ هِيَ مَادَّةُ الْقَضِيَّةِ وَ الثَّابِتَةُ لَهَا فِي الْعَقْلِ هِيَ جِهَةُ الْقَضِيَّةِ الْمَعْقُوْلَةِ وَ العِبَارَةُ الدَّالَّةُ عَلَيْهَا هِيَ جِهَةُ الْقَضِيَّةِ الْمَلْفُوْظَةِ وَ لَمَّا كَانَتِ الصُّوَرُ الْعَقْلِيَّةُ وَالْاَلْفَاظُ الدَّالَّةُ عَلَيْهَا لاَ يَجِبُ اَنْ تَكُوْنَ مُطَابَقَةً لِلْاُمُوْرِ الثَّابِتَةِ فِي نَفْسِ الْاَمْرِ لَمْ يَجِبْ مُطَابَقَةُ الْجِهَةِ لِلْمَادَّةِ فَكَمَا اِذَا وَجَدْنَا شَبَحًا هُوَ اِنْسَانٌ وَ اَحْسَسْنَاهُ مِنْ بَعِيْدٍ فَرُبَمَا يَحْصُلُ مِنْهُ فِيْ عُقُوْلِنَا صُوْرَةُ اِنْسَانٍ وَ ح يُعَبَّرُ عَنْهُ بِالْاِنْسَانِ وَ رُبَمَا يَحْصُلُ مِنْهُ صُوْرَةُ فَرَسٍ وَ يُعَبَّرُ عَنْهُ بِالْفَرَسِ فَلِلشَّبَحِ وَجُوْدٌ فِيْ نَفْسِ الْاَمْرِ وَ وُجُوْدٌ فِي الْعَقْلِ اِمَّا مُطَابِقٌ اَوْ غَيْرُ مُطَابِقٍ وَ وُجُوْدٌ فِي الْعِبَارَةِ اِمَّا فِيْ عِبَارَةٍ صَادِقَةٍ اَوْ كَاذِبَةٍ فَكَذَالِكَ كَيْفِيَّةُ نِسْبَةِ الْحَيَوَانِ اِلَى الْاِنْسَانِ لَهَا ثُبُوْتٌ فِي نَفْسِ الْاَمْرِ وَ هِيَ الضَّرُوْرَةُ وَ فِي الْعَقْلِ وَ هِيَ حُكْمُ الْعَقْلِ وفِي اللَّفْظِ وَهِيَ اللَّفْظُ فَاِنْ طَابَقَتْهَا الْكَيْفِيَّةُ الْمَعْقُوْلَةُ اَوِ الْعِبَارَةُ الْمَلْفُوْظَةُ كَانَتِ الْقَضِيَّةُ صَادِقَةً وَ اِلَّا كَاذِبَةً لاَ مُحَالَةَ.

ترجمہ: اور اس مقام میں خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہم یوں کہیں کہ محمول کی نسبت موضوع کی طرف نسبت ایجابی ہو یا سلبی، اس نسبت کا ایک وجود نفس الامر میں اور ایک وجود عقل میں اور ایک وجود لفظ میں ہونا ضروری ہے، جیسے موضوع

محمول اور ان دونوں کے علاوہ اشیاء کا ایک وجود نفس الامر میں اور ایک عقل کے نزدیک اور ایک وجود لفظ میں ہے، پس نسبت جب نفس الامر میں ثابت ہے تو اس کے لئے کسی نہ کسی کیفیت کے ساتھ مکیف ہونے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں، پھر جب وہ نسبت عقل میں حاصل ہوگی تو عقل اس کے لئے ایک کیفیت کا اعتبار کرے گی یا تو وہ کیفیت اس کیفیت کی عین ہوگی جو نفس الامر میں ثابت ہے، یا اس کا غیر ہوگی، پھر جب لفظ میں وہ نسبت موجود ہو تو کوئی ایسی عبارت لائی جائے گی جو اس کیفیت پر دلالت کرے جو عقل کے نزدیک معتبر ہے کیونکہ الفاظ عقلی صورتوں کے مقابلے میں ہوتے ہیں، پس جیسے موضوع، محمول اور نسبت کے نفس الامر اور عقل میں وجود ہیں، اور اسی اعتبار سے یہ قضیہ معقولہ کے اجزاء ہوتے ہین، اور لفظ میں (بھی) وجود ہے یہاں تک کہ وہ قضیہ ملفوظہ کے اجزاء ہوتے ہیں، اور اسی طرح نسبت کی کیفیت کے لئے بھی نفس الامر، عقل اور لفظ میں وجود ہوتا ہے، پس نسبت کی وہ کیفیت جو نفس الامر میں ثابت ہے وہ مادہ قضیہ ہے، اور نسبت کی وہ کیفیت جو عقل میں (ثابت) ہے وہ قضیہ معقولہ کی جہت ہے، اور جو عبارت اس پر دلالت کرے وہ قضیہ ملفوظہ کی جہت ہے، اور جب کہ عقلی صورتیں اور وہ الفاظ جو عقلی صورتوں ہی پر دلالت کرتے ہیں، ان امور کے مطابق ہونا ضروری نہیں ہے جو نفس الامر میں ثابت ہیں تو جہت کا مادہ کے مطابق ہونا بھی ضروری نہیں، پس جب ہم کسی صورت کو دیکھیں جو درحقیقت انسان ہے اور اس کو ہم دور سے محسوس کریں تو کبھی اس سے ہماری عقل میں انسان کی صورت آتی ہے جس کی تعبیر انسان سے کی جاتی ہے اور بسا اوقات اس سے گھوڑے کی صورت حاصل ہوتی ہے اور اس کی تعبیر فرس سے کی جاتی ہے، پس اس صورت کا ایک وجود نفس الامر میں ہے اور ایک وجود عقل میں ہے مطابق ہے یا غیر مطابق اور ایک وجود عبارت میں ہے، عبارت صادقہ میں ہو یا کاذبہ میں، پس اسی طرح انسان کی طرف حیوان کی نسبت کی کیفیت کا ایک ثبوت نفس الامر میں ہے، اور وہ "ضرورۃ" ہے اور ایک عقل میں ہے اور وہ عقل کا حکم ہے اور ایک لفظ میں ہے اور وہ لفظ ہے پس اگر کیفیت معقولہ یا عبارت ملفوظہ اس (نفس الامری کیفیت) کے مطابق ہو تو قضیہ صادقہ ہوگا، ورنہ لامحالہ کاذبہ۔

تشریح: اس سے پہلے شارح نے یہ کہا تھا کہ نسبت کے لئے کسی نہ کسی کیفیت کا ہونا ضروری ہے جو نفس الامر میں ثابت ہے مختصر انداز میں یہاں اس کی تحقیق کر رہے ہیں، کیونکہ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے، کہ نسبت کا وجود نہیں ہے، اور جب اس کا وجود ہی نہیں تو اس کے لئے کیفیت ہی کیسے ثابت کی جا سکتی ہے، پس شارح اس عبارت سے اس پر متنبہ کر رہے ہیں کہ جس طرح موضوع، محمول، کیفیت، نسبت، وصفِ موضوع، اور قید محمول وغیرہ کے تین وجود ہوتے ہیں، اسی طرح محمول کی نسبت جو موضوع کی طرف ہوتی ہے خواہ ایجابی ہو یا سلبی اس کے لئے بھی تین وجود کا ہونا ضروری ہے۔ ۱۔ وجود نفس الامری ۲۔ عقلی ۳۔ لفظی۔

نفس الامر میں جب نسبت ثابت ہو تو وہ کسی کیفیت کے ساتھ ضرور متصف ہوگی، اور جب نسبت عقل میں حاصل ہو تو اس کے لئے بھی کسی کیفیت کا اعتبار ہوگا، جو نفس الامری کیفیت کی عین ہوگی، یا اس کا غیر ہوگی، اور یہ نسبت جب لفظوں میں پائی جائے تو اس نسبت لفظیہ کے لئے وہ کیفیت معتبر ہوگی، جو نسبت عقلیہ میں معتبر تھی، اس لئے کہ الفاظ عقلی صورتوں کے مقابلہ میں ہوا کرتے ہیں۔

تو جس طرح موضوع محمول اور نسبت کا نفس الامر اور عقل میں وجود ہے، جس کی بناء پر یہ تینوں قضیہ معقولہ کے اجزاء ہوتے ہیں، اور ان کا لفظ میں بھی وجود ہے جس کی بناء پر یہ قضیہ ملفوظہ کے اجزاء ہوتے ہیں، اسی طرح نسبت کی کیفیت کے لئے بھی

یہ تین وجود ہوتے ہیں: ا- وجود نفس الامری۔ ۲- وجود عقلی۔ ۳- وجود لفظی، یہی وجہ ہے کہ نسبت کے لئے جو کیفیت نفس الامر میں ہوتی ہے، اس کو مادہ قضیہ کہتے ہیں، اور جو کیفیت عقل میں ہوتی ہے اس کو قضیہ معقولہ کی جہت کہتے ہیں اور جو نسبت لفظ میں ہوتی ہے اس کو قضیہ ملفوظہ کی جہت کہتے ہیں، قضیہ معقولہ میں اگر عقل نے کسی کیفیت کا اعتبار کرلیا اور قضیہ ملفوظہ میں کیفیت پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ لایا گیا تو اس کو قضیہ موجہ کہتے ہیں، کیونکہ اس میں جہت مذکور ہے، اور رباعیہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں چار اجزاء مذکور ہوتے ہیں اور اگر عقل نے کسی کیفیت کا اعتبار نہیں کیا یا کیفیت پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ نہیں لایا گیا تو اس کو قضیہ مطلقہ کہتے ہیں۔

شارح مزید وضاحت کے لئے فرماتے ہیں کہ جس طرح نسبت معقولہ اور نسبت ملفوظہ اگر نفس الامری نسبت کے مطابق نہ ہو تو قضیہ کاذبہ کہلاتا ہے اسی طرح کیفیت معقولہ اور کیفیت ملفوظہ اگر مادہ قضیہ کے مطابق نہ ہو تب بھی قضیہ کاذبہ کہلاتا ہے، کیونکہ عقلی صورتیں اور ان پر دلالت کرنے والے الفاظ کا نفس الامر کے مطابق ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ عقل کبھی نفس الامر کے خلاف کا تصور کرلیتی ہے، اور کبھی کلام نفس الامر کے خلاف صادر ہوجاتا ہے، اس لئے جہت قضیہ کا مادہ قضیہ کے مطابق ہونا ضروری نہیں ہے، لہٰذا جب جہت عقلی یا جہت لفظی مادہ کے مطابق ہو تو قضیہ صادقہ ہوگا ورنہ کاذبہ ہوگا۔

فکما وجدنا الخ شارح نے کیفیت کے نفس الامر، عقل اور لفظ میں موجود ہونے اور کبھی نفس الامر کے مطابق ہونے اور کبھی مطابق نہ ہونے کی مثال بیان کی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ جب ہم دور سے کوئی شکل دیکھتے ہیں جو درحقیقت انسان ہے لیکن دوری کی وجہ سے عقل میں اس کی مختلف شکلیں آتی ہیں، کبھی عقل یہ فیصلہ کرتی ہے کہ وہ انسان ہے اور دیکھنے والا اس کو انسان سے تعبیر کرتا ہے، اور کبھی عقل یہ فیصلہ کرتی ہے کہ وہ فرس ہے اور دیکھنے والا اس کو فرس سے تعبیر کرتا ہے، دونوں صورتوں میں اس شکل کے تین وجود ہوتے ہیں، تو جس طرح اس ''شکل'' کے تین وجود ہوتے ہیں اسی طرح ''کل انسان حیوانٌ بالضرورۃ'' میں نسبت کی کیفیت کے بھی تین وجود ہوتے ہیں۔ ا- نفس الامری وجود اور وہ ''ضرورۃ'' ہے۔ ۲- عقلی وجود اور وہ عقل کا فیصلہ ہے۔ ۳- وجود لفظی اور وہ لفظ ہے، تو معلوم ہوا کہ کیفیت معقولہ یا کیفیت ملفوظہ اگر مادہ قضیہ کے مطابق ہو تو قضیہ صادقہ ہوگا ورنہ یقیناً کاذبہ ہوگا۔

قَالَ وَالْقَضَايَا الْمُوَجَّهَةُ الَّتِیْ جَرَتِ الْعَادَةُ بِالْبَحْثِ عَنْهَا وَعَنْ اَحْكَامِهَا ثَلٰثَةَ عَشَرَ قَضِيَّةً مِنْهَا بَسِيْطَةٌ وَهِیَ الَّتِیْ حَقِيْقَتُهَا اِيْجَابٌ فَقَطْ اَوْسَلْبٌ فَقَطْ وَمِنْهَا مُرَكَّبَةٌ وَهِیَ الَّتِیْ حَقِيْقَتُهَا تَرَكَّبَتْ مِنْ اِيْجَابٍ وَ سَلْبٍ مَعًا اَمَّا الْبَسَائِطُ فَسِتٌّ اَلْاُوْلٰی اَلضَّرُوْرِيَّةُ الْمُطْلَقَةُ وَهِیَ الَّتِیْ يُحْكَمُ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ اَوْ سَلْبِهٖ عَنْهُ مَادَامَ ذَاتُ الْمَوْضُوْعِ مَوْجُوْدَةً كَقَوْلِنَا بِالضَّرُوْرَةِ كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ وَ بِالضَّرُوْرَةِ لَاشَیْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِحَجَرٍ اَلثَّانِيَةُ الدَّائِمَةُ الْمُطْلَقَةُ وَهِیَ الَّتِیْ يُحْكَمُ فِيْهَا بِدَوَامِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ اَوْ سَلْبِهٖ عَنْهُ مَادَامَ ذَاتُ الْمَوْضُوْعِ مَوْجُوْدَةً وَ مِثَالُهَا اِيْجَابًا وَ سَلْبًا مَا مَرَّ اَلثَّالِثَةُ الْمَشْرُوْطَةُ الْعَامَّةُ وَهِیَ الَّتِیْ يُحْكَمُ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ اَوْ سَلْبِهٖ عَنْهُ بِشَرْطِ وَصْفِ الْمَوْضُوْعِ كَقَوْلِنَا بِالضَّرُوْرَةِ كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِبًا وَبِالضَّرُوْرَةِ لَاشَیْءَ مِنَ الْكَاتِبِ بِسَاكِنِ الْاَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِبًا اَلرَّابِعَةُ الْعُرْفِيَّةُ الْعَامَّةُ وَهِیَ الَّتِیْ يُحْكَمُ فِيْهَا بِدَوَامِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ اَوْ سَلْبِهٖ عَنْهُ بِشَرْطِ وَصْفِ الْمَوْضُوْعِ وَ مِثَالُهَا اِيْجَابًا وَ سَلْبًا مَا مَرَّ اَلْخَامِسَةُ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ وَهِیَ الَّتِیْ يُحْكَمُ فِيْهَا بِثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ اَوْ

سَلْبِہٖ عَنْہُ بِالْفِعْلِ كَقَوْلِنَا بِالْإِطْلَاقِ الْعَامِّ كُلُّ إِنْسَانٍ مُتَنَفِّسٌ وَ بِالْإِطْلَاقِ الْعَامِّ لَا شَيْءَ مِنَ الْإِنْسَانِ بِمُتَنَفِّسٍ اَلسَّادِسَةُ الْمُمْكِنَةُ الْعَامَّةُ وَهِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِارْتِفَاعِ الضَّرُورَةِ الْمُطْلَقَةِ عَنِ الْجَانِبِ الْمُخَالِفِ لِلْحُكْمِ كَقَوْلِنَا بِالْإِمْكَانِ الْعَامِّ كُلُّ نَارٍ حَارَّةٌ وَ بِالْإِمْكَانِ الْعَامِّ لَاشَيْءَ مِنَ الْحَارِّ بِبَارِدٍ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور وہ قضایا موجہہ کہ ان سے اوران کے احکام سے بحث کی عادت جاری ہے تیرہ ہیں ان میں سے بعض بسیطہ ہیں، اور وہ، وہ ہے جس کی حقیقت صرف ایجاب ہو یا صرف سلب ہو، اوران میں سے بعض مرکبہ ہیں، اور وہ وہ ہے جس کی حقیقت ایجاب اور سلب دونوں سے مرکب ہو، بہرحال بسائط تو وہ چھ ہیں، **اول**: ضروریہ مطلقہ اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا یا موضوع سے محمول کے سلب کے ضروری ہونے کا حکم لگایا جائے جب تک موضوع کی ذات موجود ہو، جیسے ہمارا قول ''**بالضرورۃ کل انسان حیوان**، اور **بالضرورۃ لاشئ من الانسان بحجر**'' **دوم**: دائمہ مطلق اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کے دائمی ہونے کا یا موضوع سے محمول کے سلب کے دائمی ہونے کا حکم لگایا جائے جب تک موضوع کی ذات موجود ہو، اور اس کی مثال ایجاب اور سلب کے اعتبار سے وہی ہے جو گزر چکی۔ **سوم**: مشروطہ عامہ اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا یا موضوع سے محمول کے سلب کے ضروری ہونے کا حکم لگایا جائے وصفِ موضوع کی شرط کے ساتھ، جیسے ''**بالضرورۃ کل کاتبٍ متحرک الاصابع مادام کاتبا، وبالضرورۃ لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبًا**'' **چہارم**: عرفیہ عامہ اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کے دائمی ہونے کا یا اس سے محمول کے سلب کے دائمی ہونے کا حکم لگایا جائے وصف موضوع کی شرط کے ساتھ، اور اس کی مثال ایجاب اور سلب کے اعتبار سے وہی ہے جو گزر چکی۔ **پنجم**: مطلق عامہ اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کا یا موضوع سے محمول کے سلب بالفعل حکم لگایا جائے، جیسے ہمارا قول ''**بالاطلاق العام کل انسان متنفّس، وبالاطلاق العام لاشئ من الانسان بمتنفّسٍ**''۔ **ششم**: ممکنہ عامہ اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس میں حکم کی جانب مخالف سے ضرورت مطلقہ کے ارتفاع کا حکم لگایا جائے جیسے ہمارا قول ''**بالامکان العام کل نار حارۃ، و بالامکان العام لاشئ من الحار ببارِدٍ**۔

تشریح: اس کی تشریح صاحب قطبی علامہ قطب الدین رازی کی زبان میں آگے ملاحظہ فرمائیں۔

اقول اَلْقَضِيَّةُ إِمَّا بَسِيطَةٌ أَوْ مُرَكَّبَةٌ لِأَنَّهَا إِنِ اشْتَمَلَتْ عَلٰى حُكْمَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ بِالْإِيجَابِ وَالسَّلْبِ فَهِيَ مُرَكَّبَةٌ وَ إِلَّا فَبَسِيطَةٌ فَالْقَضِيَّةُ الْبَسِيطَةُ هِيَ الَّتِي حَقِيقَتُهَا أَيْ مَعْنَاهَا إِمَّا إِيجَابٌ فَقَطْ كَقَوْلِنَا كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ بِالضَّرُورَةِ فَإِنَّ مَعْنَاهُ لَيْسَ إِلَّا إِيجَابُ الْحَيَوَانِيَّةِ لِلْإِنْسَانِ وَإِمَّا سَلْبٌ فَقَطْ كَقَوْلِنَا لَاشَيْءَ مِنَ الْإِنْسَانِ بِحَجَرٍ بِالضَّرُورَةِ فَإِنَّ حَقِيقَتَهُ لَيْسَتْ إِلَّا سَلْبُ الْحَجَرِيَّةِ عَنِ الْإِنْسَانِ وَ الْقَضِيَّةُ الْمُرَكَّبَةُ هِيَ الَّتِي حَقِيقَتُهَا تَكُونُ مُلْتَئِمَةً مِنَ الْإِيجَابِ وَالسَّلْبِ كَقَوْلِنَا كُلُّ إِنْسَانٍ كَاتِبٌ بِالْفِعْلِ لَادَائِمًا فَإِنَّ مَعْنَاهُ إِيجَابُ الْكِتَابَةِ لِلْإِنْسَانِ وَ سَلْبُهُ عَنْهُ بِالْفِعْلِ وَإِنَّمَا قَالَ حَقِيقَتُهَا أَيْ مَعْنَاهَا وَلَمْ يَقُلْ لَفْظُهَا لِأَنَّهُ رُبَمَا تَكُونُ قَضِيَّةٌ مُرَكَّبَةٌ وَ لَاتَرْكِيبَ فِي اللَّفْظِ مِنَ الْإِيجَابِ وَالسَّلْبِ كَقَوْلِنَا

كُلُّ اِنْسَانٍ كَاتِبٌ بِالْاِمْكَانِ الْخَاصِّ فَاِنَّهٗ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْ لَفْظِهٖ تَرْكِيْبٌ اِلَّا اَنَّ مَعْنَاهُ اَنَّ اِيْجَابَ الْكِتَابَةِ لِلْاِنْسَانِ لَيْسَ بِضَرُوْرِيٍّ وَهُوَ مُمْكِنٌ عَامٌّ سَالِبٌ وَاَنَّ سَلْبَ الْكِتَابَةِ عَنْهُ لَيْسَ بِضَرُوْرِيٍّ وَهُوَ مُمْكِنٌ عَامٌّ مُوْجِبٌ فَهُوَ فِي الْحَقِيْقَةِ وَ الْمَعْنٰى مُرَكَّبٌ وَاِنْ لَّمْ يُوْجَدْ تَرْكِيْبٌ فِي اللَّفْظِ بِخِلَافِ مَا اِذَا قَيَّدْنَا الْقَضِيَّةَ بِاللَّادَوَامِ اَوِ اللَّاضَرُوْرَةِ فَاِنَّ التَّرْكِيْبَ ح فِي الْقَضِيَّةِ بِحَسْبِ اللَّفْظِ اَيْضًا.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ قضیہ یا تو بسیطہ ہے یا مرکبہ اس لئے کہ وہ اگر ایجاب اور سلب سے دو مختلف حکموں پر مشتمل ہو تو وہ مرکبہ ہے ورنہ بسیطہ ہے، تو قضیہ بسیطہ وہ (قضیہ) ہے جس کی حقیقت یعنی اس کے معنیٰ صرف ایجاب ہو، جیسے ہمارا قول "کل انسان حیوان بالضرورة" کیونکہ اس کے معنیٰ صرف انسان کے لئے حیوانیت کا ایجاب ہے، یا صرف سلب ہو، جیسے ہمارا قول "لاشئ من الانسان بحجرٍ بالضرورة" کیونکہ اس کی حقیقت صرف انسان سے حجریت کا سلب ہے۔ اور قضیہ مرکبہ وہ (قضیہ) ہے جس کی حقیقت ایجاب اور سلب سے مرکب ہو، جیسے ہمارا قول "کل انسان کاتب بالفعل لا دائمًا" پس بے شک اس کے معنیٰ انسان کے لئے کتابت کا ایجاب یا انسان سے کتابت کا بالفعل سلب ہے، اور ماتن نے حقیقتها یعنی اس کے معنیٰ کہا اور لفظها نہیں کہا، اس لئے کہ بسا اوقات قضیہ مرکب ہوتا ہے، حالانکہ لفظ میں ایجاب اور سلب سے کوئی ترکیب نہیں ہوتی، جیسے ہمارا قول "کل انسان کاتب بالامکان الخاص" پس بے شک اسکے لفظ میں اگر چہ کوئی ترکیب نہیں ہے مگر اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ انسان کے لئے کتابت کا ایجاب ضروری نہیں ہے اور یہ ممکنہ عامہ سالبہ ہے، اور یہ کہ اس سے کتابت کا سلب ضروری نہیں، اور یہ ممکنہ عامہ موجبہ ہے، تو یہ حقیقتاً اور معنیٰ مرکب ہے، اگر چہ لفظ میں ترکیب نہیں پائی گئی، برخلاف اس کے کہ جب ہم قضیہ کو لادوام یا لاضرورة (کی قید کے ساتھ) مقید کردیں، کیونکہ اس وقت قضیہ میں لفظ کے اعتبار سے بھی ترکیب ہوگی۔

تشریح: عبارتِ ماتن کی تشریح کرتے ہوئے شارح فرماتے ہیں کہ قضایا موجہہ کی اوّلاً دو قسمیں ہیں: ۱- بسیطہ ۲- مرکبہ۔

بسیطہ: وہ قضیہ موجہہ ہے جس کی حقیقت یعنی اس کے معنیٰ صرف ایجاب یا صرف سلب ہو، جیسے "کل انسان حیوان بالضرورة" اس قضیہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ انسان کے لئے حیوان ہونے کا ثبوت ضروری ہے، اور سالبہ کی مثال "لاشئ من الانسان بحجرٍ بالضرورة" اس میں انسان سے پتھر ہونے کا ضروری طور پر سلب ہے۔

شارح نے حقیقتها کی تفسیر معناها سے کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت شئ اس کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے شئ کا تحقق ہو، اور چونکہ قضیہ ملفوظہ کا تحقق الفاظ مخصوصہ سے ہوتا ہے، اور الفاظ جب تک معانی پر دلالت نہ کریں، اس وقت تک محض الفاظ کا اعتبار نہیں ہوتا، اس وجہ سے شارح نے "حقیقتها" کی تفسیر "معناها" سے کی ہے، گویا قضیہ معنیٰ ہی کی وجہ سے قضیہ ہوتا ہے، لہٰذا معنیٰ ہی قضیہ کی حقیقت ہے۔

مرکبہ: وہ قضیہ ہے جس کی حقیقت ایجاب اور سلب دونوں سے مرکب ہو، جیسے "کل انسان کاتب بالفعل لا دائمًا" اس قضیہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ کتابت انسان کے لئے بالفعل ثابت ہے، اور بالفعل مسلوب ہے، شارح فرماتے ہیں کہ ماتن نے مرکبہ کی تعریف میں "حقیقتها" کہا ہے "لفظها" نہیں کہا، اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض مرتبہ ایک قضیہ ایجاب اور سلب سے معنیٰ مرکب ہوتا ہے، لیکن الفاظ میں اس کی کوئی ترکیب نہیں ہوتی، جیسے "کل انسان کاتب بالامکان الخاص" یہ قضیہ ممکنہ خاصہ موجبہ مرکبہ ہے،

الفاظ کے اعتبار سے اس میں کوئی ترکیب نہیں ہے، لیکن حقیقت میں یہ دو قضیوں سے مرکب ہے، اس لئے اس قضیہ کے معنی یہ ہیں انسان کے لئے کتابت کا ایجاب ضروری نہیں ہے، یہ ممکنہ عامہ سالبہ ہے، اور کتابت کا سلب انسان سے ضروری نہیں یہ ممکنہ عامہ موجبہ ہے، کیونکہ ممکنہ خاصہ دو ممکنہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے، تو اگر "لفظھا" کہتے تو مرکبہ کی تعریف سے ممکنہ خاصہ خارج ہو جاتا، حالانکہ بھی مرکبہ کی ایک قسم ہے، اور جب "حقیقتھا" کہا تو ممکنہ خاصہ مرکبہ کی تعریف میں داخل رہا، اور جب "لا دوام، لا ضرورۃ" جیسی کیفیات کے ساتھ قضیہ کو مقید کر دیا جائے تو پھر قضیہ لفظاً بھی مرکب ہوتا ہے۔

مرکبہ کی تعریف پر دو اشکال: ایک اشکال یہ ہے کہ آپ نے کہا کہ قضیہ مرکبہ میں دو نسبتیں ہوتی ہیں: ۱-ایجابی ۲-سلبی، تو اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ جب قضیہ میں دو نسبتیں ہوں گی تو وہ ایک قضیہ نہیں رہے گا بلکہ دو ہو جائے گا، تو پھر اس کو ایک قضیہ کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کا **جواب** یہ ہے کہ قضیہ مرکبہ میں چونکہ دونوں نسبتیں صراحۃً مذکور نہیں ہوتی ہیں بلکہ ایک نسبت صراحۃً بیان کی جاتی ہے، اور دوسری مجملاً اور اشارۃً بیان کی جاتی ہے، اس لئے اس کو ایک قضیہ کہتے ہیں، دوسرا اشکال یہ ہے کہ اس سے پہلے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ قضیہ موجبہ اس کو کہتے ہیں جس میں ایجاب ہو یعنی موضوع کے لئے محمول کا ثبوت ہو اور سالبہ اس کو کہتے ہیں جس میں سلب ہو، یعنی موضوع سے محمول کی نفی کی گئی ہو، اور یہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قضیہ موجہہ مرکبہ ایجاب اور سلب دونوں پر مشتمل ہوتا ہے تو اشکال یہ وارد ہوتا ہے کہ اگر اشرف کا لحاظ کر کے ایجاب کا اعتبار کیا جائے تو تمام مرکبات موجبہ ہوں گے اور اگر بعض میں سلب کا اعتبار کیا جائے تو غیر اشرف اور مرجوح کو راجح پر ترجیح دینا لازم آئے گا، اور یہ دونوں باطل ہیں، الحاصل جب قضیہ مرکبہ میں ایجاب اور سلب دونوں کا حکم ہوتا ہے تو اس کا کیا نام ہوگا، موجبہ یا سالبہ؟ اس کا **جواب** یہ ہے کہ جو نسبت صراحۃً مذکور ہوگی اس کا اعتبار کیا جائے گا، اگر نسبت ایجابی صراحۃً مذکور ہو تو پورے قضیہ کا نام موجبہ رکھا جائے گا، اور اگر نسبت سلبی صراحۃً مذکور ہو تو پورے قضیہ کا نام سالبہ رکھا جائے گا، اس اشکال کا جواب صاحب مرقات نے اس طرح دیا ہے کہ قضیہ مرکبہ کے موجبہ یا سالبہ نام رکھنے میں جزء اول کا اعتبار ہوتا ہے، اگر پہلا جزء موجبہ ہے تو پورے قضیہ کا نام موجبہ رکھا جائے گا، اور اگر پہلا جز سالبہ ہے تو پورے قضیہ کا نام سالبہ رکھا جائے گا، دونوں جوابوں کا مفہوم ایک ہی ہے، صرف تعبیر میں فرق ہے۔

ثُمَّ اعْلَمْ اَنَّ الْقَضَايَا الْبَسِيْطَةِ وَالْمُرَكَّبَةَ غَيْرُ مَحْصُوْرَةٍ فِيْ عَدَدٍ اِلَّا اَنَّ الَّتِيْ جَرَتِ الْعَادَةُ بِالْبَحْثِ عَنْهَا وَعَنْ اَحْكَامِهَا مِنَ التَّنَاقُضِ وَالْعَكْسِ وَالْقِيَاسِ وَغَيْرِهَا ثَلٰثَةَ عَشَرَ قَضِيَّةً مِنْهَا الْبَسَائِطُ وَمِنْهَا الْمُرَكَّبَاتُ اَمَّا الْبَسَائِطُ فَسِتٌّ اَلْاُوْلٰى الضَّرُوْرِيَّةُ الْمُطْلَقَةُ وَهِيَ الَّتِيْ يُحْكَمُ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ اَوْ بِضَرُوْرَةِ سَلْبِهٖ عَنْهُ مَادَامَ ذَاتُ الْمَوْضُوْعِ مَوْجُوْدَةً اَمَّا الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ الثُّبُوْتِ فَهِيَ ضَرُوْرِيَّةٌ مُوْجَبَةٌ كَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ بِالضَّرُوْرَةِ فَاِنَّ الْحُكْمَ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ ثُبُوْتِ الْحَيَوَانِ لِلْاِنْسَانِ فِيْ جَمِيْعِ اَوْقَاتِ وَجُوْدِهٖ وَ اَمَّا الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ السَّلْبِ فَضَرُوْرِيَّةٌ سَالِبَةٌ كَقَوْلِنَا لَاشَيْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِحَجَرٍ بِالضَّرُوْرَةِ فَاِنَّهٗ حُكِمَ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ سَلْبِ الْحَجَرِيَّةِ عَنِ الْاِنْسَانِ فِيْ جَمِيْعِ اَوْقَاتِ وَجُوْدِهٖ وَاِنَّمَا سُمِّيَتْ ضَرُوْرِيَّةً لِاشْتِمَالِهَا عَلَى الضَّرُوْرَةِ وَ مُطْلَقَةً لِعَدَمِ تَقْيِيْدِ الضَّرُوْرَةِ فِيْهَا بِوَصْفٍ اَوْ وَقْتٍ الثَّانِيَةُ الدَّائِمَةُ الْمُطْلَقَةُ وَهِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِدَوَامِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ اَوْ بِدَوَامِ سَلْبِهٖ عَنْهُ مَادَامَ ذَاتُ الْمَوْضُوْعِ مَوْجُوْدًا وَوَجْهُ تَسْمِيَتِهَا دَائِمَةً وَ

مُطْلَقَةً عَلٰى قِيَاسِ الضَّرُوْرِيَّةِ الْمُطْلَقَةِ وَ مِثَالُهَا اِيْجَابًا مَا مَرَّ مِنْ قَوْلِنَا دَائِمًا كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ فَقَدْ حَكَمْنَا فِيْهَا بِدَوَامِ ثُبُوْتِ الْحَيَوَانِيَّةِ لِلْاِنْسَانِ مَادَامَ ذَاتُهٗ مَوْجُوْدَةً وَ سَلْبًا مَا مَرَّ اَيْضًا مِنْ قَوْلِنَا دَائِمًا لَاشَيْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِحَجَرٍ فَاِنَّ الْحُكْمَ فِيْهَا بِدَوَامِ سَلْبِ الْحَجَرِيَّةِ عَنِ الْاِنْسَانِ مَادَامَ ذَاتُهٗ مَوْجُوْدَةً.

ترجمہ: پھر جان لیجئے کہ قضایا بسیطہ اور مرکبہ کسی خاص عدد میں منحصر نہیں، مگر یہ کہ وہ قضایا کہ ان سے ان کے احکام یعنی تناقض، عکس اور قیاس وغیرہ سے بحث کی عادت جاری ہے، وہ تیرہ قضیے ہیں، ان میں سے بعض بسائط ہیں اور بعض مرکبات، بہر حال بسائط تو وہ چھ ہیں۔ **اول**: ضروریہ مطلقہ ہے اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس میں محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا موضوع کے لئے یا محمول کے سلب کے ضروری ہونے کا موضوع سے حکم لگایا جائے، جب تک موضوع کی ذات موجود ہو، بہر حال وہ قضیہ جس میں ثبوت کے ضروری ہونے کا حکم لگایا جائے تو وہ ضروریہ موجبہ ہے جیسے ہمارا قول ''کل انسان حیوان بالضرورۃ'' کیونکہ اس میں انسان کے لئے حیوان کے ثبوت کے ضروری ہونے کا حکم ہے اس کے وجود کے تمام اوقات میں۔ اور بہر حال وہ قضیہ جس میں سلب کے ضروری ہونے کا حکم لگایا جائے تو وہ ضروریہ سالبہ ہے، جیسے ہمارا قول ''لاشیء من الانسان بحجر بالضرورۃ'' پس بے شک اس میں انسان سے اس کے وجود کے تمام اوقات میں پتھر ہونے کے سلب کے ضروری ہونے کا حکم ہے، اور اس کا نام ''ضروریہ'' اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ ''ضرورۃ'' پر مشتمل ہوتا ہے، اور ''مطلقہ'' اس لئے کہ اس میں ضرورۃ وصف یا وقت کے ساتھ مقید نہیں ہوتی۔ **دوسرا** (قضیہ) دائمہ مطلقہ ہے اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کے دوام کا یا موضوع سے محمول کے سلب کے دوام کا حکم لگایا جائے جب تک موضوع کی ذات موجود ہو، اور اس کے دائمہ اور مطلقہ نام رکھنے کی وجہ ضروریہ مطلقہ کے قیاس پر ہے، اور اس کی مثال ایجاباً وہ ہے جو ہمارے قول ''دائما کل انسان حیوان'' سے گزر چکی، پس تحقیق کہ ہم نے اس میں انسان کے لئے حیوانیت کے ثبوت کے دوام کا حکم لگایا ہے، جب تک اس کی ذات موجود ہو، اور سلباً اس کی مثال بھی ہمارے قول ''دائما لاشیء من الانسان بحجر'' سے گزر چکی، پس بے شک اس میں انسان سے حجریت کے سلب کے دوام کا حکم ہے جب تک اس کی ذات موجود ہو۔

تشریح: شارح فرماتے ہیں کہ قضایا بسیطہ اور مرکبہ یوں تو بے شمار ہیں، البتہ مناطقہ جن سے بحث کرتے ہیں، اور جن کے احکام تناقض، عکس، اور قیاس وغیرہ بیان کیے جاتے ہیں وہ تیرہ ہیں، ان میں سے چھ بسائط ہیں، اور سات مرکبات، ان دونوں کی تشریح اور توضیح سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ فن منطق میں صرف دو کیفیتوں سے بحث کی جاتی ہے، ایک ضرورت سے، دوسری دوام سے، ضرورت کی نقیض امکان ہے اور دوام کی نقیض فعلیت ہے اس وجہ سے مقابلۃً فعلیت اور امکان سے بھی بحث کی جاتی ہے، اولاً آپ سب کیفیتوں کی تعریف سمجھ لیں، پھر عبارت کی تشریح سمجھیں۔

ضرورت: اس کیفیت کو کہتے ہیں کہ محمول کی نسبت کا موضوع سے جدا ہونا محال ہو، جیسے ''الانسان حیوان'' اس قضیہ میں حیوانیت کی نسبت انسان کی طرف ہے، تو انسان جب تک موجود رہے گا، تو کبھی بھی اس سے حیوانیت جدا نہیں ہو سکتی، اسی طرح اَللّٰہ احدٌ، میں احدیت (ایک ہونے) کی نسبت جو اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، وہ کبھی بھی اللہ سے جدا نہیں ہو سکتی۔

دوام: اس کیفیت کو کہتے ہیں کہ محمول کی نسبت جو موضوع کی طرف ہے وہ تمام زمانوں میں اور ہر وقت موجود رہتی ہو، یعنی محمول کا ثبوت یا سلب موضوع سے ضروری تو نہ ہو، مگر پھر بھی کسی وجہ سے ایسا التزام پایا جاتا ہو کہ موضوع محمول کی صفت سے کبھی خالی نہ ہوتا ہو، جیسے "الفلک متحرک" (آسمان متحرک ہے) آسمان کا حرکت کرنا اگرچہ موضوع کی ذات کا تقاضا نہیں ہے، مگر پھر بھی تمام زمانوں میں موضوع محمول کی صفت کے ساتھ متصف رہتا ہے۔

فعلیت: اس کیفیت کو کہتے ہیں جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے لئے تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں ہو، جیسے "کل انسان ضاحکٌ بالفعل" (ہر انسان ہنسنے والا ہے بالفعل) یعنی ہنسنا کسی وقت پایا جاتا ہے، ہر وقت نہیں پایا جاتا۔

فعلیت کی تعبیریں: فعلیت کو دو لفظوں سے تعبیر کرتے ہیں، **بالفعل**، اور **بالاطلاق العام** سے، جیسے **کل انسان ضاحکٌ بالاطلاق العام**، اور **کل انسان ضاحک بالفعل**۔

فعلیت کی ایک اور تعبیر: فعلیت دوام کی ضد ہے، اس لئے فعلیت کو لا دوام سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

امکان: اس کیفیت کو کہتے ہیں، کہ جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے لئے نہ تو ضروری ہو اور نہ محال ہو۔

امکان کی قسمیں: امکان کی دو قسمیں ہیں: ۱- امکان عام ۔ ۲- امکان خاص، دونوں کی تعریفیں اپنے اپنے مقامات پر آجائیں گی، لہٰذا وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

امکان کی تعبیر: امکان عام کو بالامکان العام اور خاص کو بالامکان الخاص سے تعبیر کرتے ہیں۔

امکان کی تعبیر: نیز یہ بھی ذہن نشیں رہے کہ امکان "ضرورت" کی ضد ہے، اس لئے امکان کو لاضرورت سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

ضرورت اور دوام کی قسمیں: ضرورت کی چار قسمیں ہیں: ۱- ذاتی ۔ ۲- وصفی ۔ ۳- وقتی معین ۔ ۴- وقتی غیر معین، اور دوام کی دو قسمیں ہیں: ۱- دوام ذاتی ۔ ۲- وصفی۔

امکان اور فعلیت کی قسمیں: ضرورت کی ضد امکان ہے، اس کی بھی چار قسمیں ہیں: ۱- ذاتی ۔ ۲- وصفی ۔ ۳- وقتی معین ۔ ۴- وقتی غیر معین، اور دوام کی ضد فعلیت ہے اس کی بھی دو قسمیں ہیں: ۱- ذاتی ۔ ۲- وصفی، ان میں سے ہر ایک کی تعریف اپنے اپنے مقامات پر آرہی ہے انشاء اللہ وہیں بیان کر دی جائے گی۔

قضایا موجھہ: جب یہ تمام تفصیلات معلوم ہوگئیں تو اب سنیے کہ اگر قضیہ حملیہ میں ضرورت ذاتی کا ذکر ہو تو وہ قضیہ ضروریہ مطلقہ کہلائے گا، اور اگر ضرورت وصفی ہو تو وہ مشروطہ عامہ کہلائے گا، اور اگر ضرورت وقتی معین کا ذکر ہو تو اس کو وقتیہ مطلقہ کہا جائے گا۔ اور اگر ضرورت وقتی غیر معین کا ذکر ہو تو وہ منتشرہ مطلقہ کہلائے گا۔ اور اگر دوام ذاتی کا ذکر ہو تو اس کو دائمہ مطلقہ کہا جائے گا، اور اگر دوام وصفی کا ذکر ہو تو اس کا نام عرفیہ عامہ رکھا جائے گا۔ اور اگر فعلیت کا ذاتی کا ذکر ہو تو وہ مطلقہ عامہ کہلائے گا، اور اگر دوام وصفی کا ذکر ہو تو وہ حینیہ مطلقہ ہوگا، اور اگر امکان ذاتی کا ذکر ہو تو وہ ممکنہ عامہ ہوگا۔ اور جس قضیہ میں امکان وصفی کا ذکر ہو وہ حینیہ ممکنہ ہوگا، اور اگر امکان وقتی معین کا ذکر ہو تو وہ وقتیہ ممکنہ ہوگا، اور اگر امکان وقتی غیر معین کا ذکر ہو تو وہ منتشرہ ممکنہ ہوگا، یہ کل بارہ قضایا ہیں، اور سب کے سب بسائط ہیں، ان میں سے متقدمین کے نزدیک چھ قضیوں سے فن میں بحث کی جاتی ہے، اور متاخرین کے نزدیک آٹھ قضیوں سے بحث کی جاتی ہے، وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ سے متاخرین بحث کرتے ہیں، متقدمین بحث نہیں کرتے، باقی چھ قضایا یعنی: ۱- ضروریہ مطلقہ ۔ ۲- دائمہ مطلقہ ۔ ۳- مشروطہ عامہ ۔ ۴- عرفیہ عامہ ۔ ۵- مطلقہ عامہ اور ۔ ۶- ممکنہ عامہ، سے بالاتفاق بحث کی جاتی ہے، اور چار قضیے یعنی ۱- حینیہ

مطلقہ۔۲-حینیہ ممکنہ۔۳-وقتیہ ممکنہ اور۔۴-منتشرہ ممکنہ سے بالاتفاق بحث نہیں کی جاتی ہے، الغرض قضایا بسائط بارہ ہیں لیکن متاخرین صرف آٹھ سے بحث کرتے ہیں، اور متقدمین صرف چھ سے بحث کرتے ہیں، چنانچہ صاحب کتاب نے متقدمین کے مسلک کے مطابق فرمایا ہے کہ بسائط چھ ہیں: ۱-ضروریہ مطلقہ۔۲-دائمہ مطلقہ۔۳-مشروطہ عامہ۔۴-عرفیہ عامہ۔۵-مطلقہ عامہ۔۶-ممکنہ عامہ۔

دلیل حصر: یہ ہے کہ قضیہ میں یا تو حکم ضرورت کے ساتھ ہوگا یا دوام کے ساتھ ہوگا، یا لاضرورت یا لادوام کے ساتھ حکم ہوگا، شق اول میں یا تو ضرورت ذاتیہ کے ساتھ حکم ہوگا یا ضرورت وصفیہ کے ساتھ حکم ہوگا، شق ثانی میں یا تو دوام ذاتی کے ساتھ حکم ہوگا یا دوام وصفی کے ساتھ حکم ہوگا، شق اول کا اول ضروریہ مطلقہ ہے اور ثانی مشروطہ عامہ ہے اور شق ثانی کا اول دائمہ مطلقہ ہے اور ثانی عرفیہ عامہ ہے اور شق ثالث ممکنہ عامہ ہے، اور شق رابع مطلقہ عامہ ہے، اب بسائط ستہ میں سے ہر ایک کی تعریف بالتفصیل ماتن و شارح بیان کریں گے، مندرجہ بالا عبارت میں چونکہ ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کا ذکر کیا گیا ہے، اس لئے یہاں ان ہی دونوں کی تعریف اور مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

ضروریہ مطلقہ: وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں یہ حکم لگایا جائے کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لئے یا محمول کا سلب موضوع سے اس وقت تک ضروری ہے جب تک موضوع کی ذات موجود ہے، پھر اگر اس میں ضرورۃ کے ثبوت کا حکم ہے تو وہ ضروریہ مطلقہ موجبہ ہے، اور اگر اس میں ضرورۃ کے سلب کا حکم ہے تو وہ سالبہ ہے، جیسے ''کل انسان حیوان بالضرورۃ'' یہ قضیہ موجبہ موجبہ ہے اس میں انسان کے لئے اس کے وجود کے تمام اوقات میں ضروری طور پر حیوانیت ثابت ہے، یعنی جب تک انسان کا وجود ہے تو اس کے لئے حیوان ہونا ضروری ہے، اور سالبہ کی مثال'' لاشئ من الانسان بحجر بالضرورۃ '' ہے اس میں ''پتھر نہ ہونے'' کا حکم انسان کے لئے ضروری طور پر ثابت ہے، یعنی جب تک انسان کا وجود رہے گا وہ پتھر نہیں ہوسکتا، اس قضیہ میں چونکہ ضرورت ذاتی کا ذکر ہے اس لئے ذاتی کی تعریف کی جاتی ہے۔

ذاتی: وہ جہت ہے جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے لئے یا محمول کی نفی موضوع سے اس وقت تک ضروری، یا دائمی، یا بالفعل یا بالامکان ہو جب تک موضوع کی ذات موجود رہے، چونکہ ذاتی کی چار قسمیں ہیں، اس لئے تعریف میں ہر ایک کا لحاظ کیا گیا ہے۔

ضروریہ مطلقہ کی وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو ضروریہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ جہت ضرورت پر مشتمل ہوتا ہے، اور مطلقہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں حکم بالضرورۃ کسی وصف یا وقت کے ساتھ مقید نہیں ہوتا۔

دائمہ مطلقہ: وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں یہ حکم لگایا جائے کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لئے یا محمول کی نفی موضوع سے اس وقت تک دائمی ہے جب تک موضوع کی ذات موجود رہے، پھر اگر قضیہ میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کے دوام کا حکم ہو تو وہ دائمہ مطلقہ موجبہ ہے جیسے ''دائما کل انسان حیوان'' اس میں یہ حکم لگایا گیا ہے کہ حیوانیت کا ثبوت انسان کے لئے اس وقت تک دائمی ہے جب تک انسان کی ذات موجود ہے، اور اگر موضوع کے لئے دوام کے سلب کا حکم ہو، تو وہ دائمہ مطلقہ سالبہ ہے، جیسے ''دائما لاشئ من الانسان بحجر'' دیکھئے اس قضیہ میں حکم لگایا گیا ہے کہ حجریت کی نفی انسان سے اس وقت تک دائمی ہے جب تک انسان کی ذات موجود رہے۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو دائمہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں حکم دوام کا ہوتا ہے اور مطلقہ اس لئے کہتے ہیں کہ دوام کو وصف عنوانی کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا ہے۔

وَالنِّسْبَةُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الضَّرُورِيَّةِ اَنَّ الضَّرُورِيَّةَ اَخَصُّ مِنْهَا مُطْلَقًا لِاَنَّ مَفْهُوْمَ الضَّرُوْرَةِ اِمْتِنَاعُ اِنْفِكَاكِ النِّسْبَةِ عَنِ الْمَوْضُوْعِ وَمَفْهُوْمِ الدَّوَامِ شُمُوْلُ النِّسْبَةِ فِيْ جَمِيْعِ الْاَزْمِنَةِ وَ الْاَوْقَاتِ وَ مَتٰى كَانَتِ النِّسْبَةُ مُمْتَنِعَةَ الْاِنْفِكَاكِ عَنِ الْمَوْضُوْعِ كَانَتْ مُتَحَقِّقَةً فِيْ جَمِيْعِ اَوْقَاتِ وَجُوْدِهٖ بِالضَّرُوْرَةِ وَلَيْسَ مَتٰى كَانَتِ النِّسْبَةُ مُتَحَقِّقَةً فِيْ جَمِيْعِ الْاَوْقَاتِ اِمْتَنَعَ اِنْفِكَاكُهَا عَنِ الْمَوْضُوْعِ لِجَوَازِ اِمْكَانِ اِنْفِكَاكِهَا عَنِ الْمَوْضُوْعِ وَعَدَمِ وُقُوْعِهٖ لِاَنَّ الْمُمْكِنَ لَايَجِبُ اَنْ يَكُوْنَ وَاقِعًا.

ترجمہ: اس کے اور ضروریہ مطلقہ کے درمیان نسبت یہ ہے کہ ضروریہ دائمہ سے اخص مطلق ہے، اس لئے کہ ضروریہ کا مفہوم موضوع سے نسبت کے جدا ہونے کا محال ہونا ہے، اور دوام کا مفہوم نسبت کا تمام زمانوں اور اوقات میں شامل ہونا ہے، اور جب موضوع سے نسبت کا جدا ہونا محال ہو، تو وہ وجود موضوع کے تمام اوقات میں یقیناً متحقق ہوگی، اور ایسا نہیں کہ جب نسبت تمام اوقات میں متحقق ہو تو موضوع سے اس کا جدا ہونا محال ہو، کیونکہ موضوع سے اس کا جدا ہونے کا امکان اور عدم وقوع ممکن ہے اس لئے کہ ممکن کا واقع ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کے درمیان نسبت بیان کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، ضروریہ اخص مطلق ہے اور دائمہ مطلقہ اعم ہے، کیونکہ ابھی دونوں کی تعریفیں گزریں کہ ضرورت کا مفہوم یہ ہے کہ محمول کی نسبت کا موضوع سے جدا ہونا ممتنع اور محال ہے، اور دوام کا مفہوم یہ ہے کہ محمول موضوع سے جدا ہو سکتا ہے، مگر وہ نسبت موضوع کے لئے تمام زمانوں اور اوقات میں ثابت رہتا ہے تو جب نسبت کا موضوع سے جدا ہونا محال ہوگا تو وہ لامحالہ موضوع کے تمام اوقات میں ثابت ہوگی، لہٰذا جہاں ضروریہ مطلقہ صادق ہوگا وہاں دائمہ مطلقہ بھی صادق ہوگا، لیکن جب نسبت موضوع کے لئے اس کے وجود کے تمام اوقات میں متحقق ہو تو اس کا موضوع سے جدا ہونا محال نہیں ہے۔ بلکہ ممکن ہے اور امکان کا وقوع چونکہ ضروری نہیں ہے اس لئے اس کا عکس یعنی امتناع بھی ضروری نہیں، لہٰذا جہاں دائمہ مطلقہ صادق ہوگا، وہاں ضروریہ مطلقہ کا صادق ہونا ضروری نہیں ہے۔

الثَّالِثَةُ الْمَشْرُوْطَةُ الْعَامَّةُ وَهِيَ الَّتِيْ يُحْكَمُ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ اَوْ سَلْبِهٖ عَنْهُ بِشَرْطِ اَنْ تَكُوْنَ ذَاتُ الْمَوْضُوْعِ مُتَّصِفَةً بِوَصْفِ الْمَوْضُوْعِ اَيْ يَكُوْنُ لِوَصْفِ الْمَوْضُوْعِ دَخْلٌ فِيْ تَحَقُّقِ الضَّرُوْرَةِ مِثَالُ الْمُوْجِبَةِ قَوْلُنَا كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ كَاتِبًا فَاِنَّ تَحَرُّكَ الْاَصَابِعِ لَيْسَ بِضَرُوْرِيِّ الثُّبُوْتِ لِذَاتِ الْكَاتِبِ اَعْنِيْ اَفْرَادَ الْاِنْسَانِ مُطْلَقًا بَلْ ضَرُوْرَةُ ثُبُوْتِهٖ اِنَّمَا هِيَ بِشَرْطِ اِتِّصَافِهَا بِوَصْفِ الْكِتَابَةِ وَمِثَالُ السَّالِبَةِ قَوْلُنَا بِالضَّرُوْرَةِ لَاشَيْءَ مِنَ الْكَاتِبِ بِسَاكِنِ الْاَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِبًا فَاِنَّ سَلْبَ سَاكِنِ الْاَصَابِعِ عَنْ ذَاتِ الْكَاتِبِ لَيْسَ بِضَرُوْرِيٍّ اِلَّا بِشَرْطِ اِتِّصَافِهَا بِوَصْفِ الْكِتَابَةِ وَسَبَبُ تَسْمِيَتِهَا اَمَّا بِالْمَشْرُوْطَةِ فَلِاشْتِمَالِهَا عَلٰى شَرْطِ الْوَصْفِ وَاَمَّا بِالْعَامَّةِ فَلِاَنَّهَا اَعَمُّ مِنَ الْمَشْرُوْطَةِ الْخَاصَّةِ وَسَتَعْرِفُهَا فِي الْمُرَكَّبَاتِ وَ رُبَمَا يُقَالُ الْمَشْرُوْطَةُ الْعَامَّةُ عَلَى الْقَضِيَّةِ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ الثُّبُوْتِ اَوْ بِضَرُوْرَةِ السَّلْبِ فِيْ جَمِيْعِ اَوْقَاتِ ثُبُوْتِ الْوَصْفِ اَعَمُّ مِنْ اَنْ يَكُوْنَ لِلْوَصْفِ مَدْخَلٌ فِيْ تَحَقُّقِ الضَّرُوْرَةِ اَمْ لَا.

ترجمہ: تیسرا (قضیہ) مشروطہ عامہ ہے اور وہ وہ (قضیہ) جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا یا موضوع سے محمول کے سلب کے ضروری ہونے کا حکم لگایا گیا ہو، ذات موضوع کے وصف موضوع کے ساتھ متصف ہونے کی شرط کے ساتھ، یعنی وصف موضوع کو ضرورت کے تحقق میں دخل ہو، موجبہ کی مثال ہمارا قول ''کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ ما دام کاتباً'' ہے، کیونکہ انگلیوں کا متحرک ہونا ذات کاتب یعنی افراد انسان کے لئے مطلقاً ضروری الثبوت نہیں بلکہ ان کے ثبوت کا ضروری ہونا ان کے وصف کتابت کے ساتھ متصف ہونے کی شرط کے ساتھ ہے، اور سالبہ کی مثال، ''بالضرورۃ لاشیٔ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتباً'' ہے، کیونکہ ذات کاتب سے ساکن الاصابع کا سلب ضروری نہیں ہے مگر اس کے وصف کتابت کے ساتھ متصف اور اس کا مشروطہ نام رکھنے کا سبب یہ ہے کہ یہ وصف کی شرط پر مشتمل ہوتا ہے، اور عامہ اس لئے کہ یہ مشروطہ خاصہ سے اعم ہے، جس کو عنقریب آپ مرکبات میں جان لیں گے، اور کبھی مشروطہ عامہ اس قضیہ پر بولا جاتا ہے جس میں وصف کے ثبوت کے تمام اوقات میں ثبوت ضروری یا سلب کے ضروری ہونے کا حکم ہو علاوہ ازیں کہ ضرورت کے تحقق میں وصف کو کوئی دخل ہو یا نہ ہو۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے موجبہ بسیطہ کی تیسری قسم یعنی مشروطہ کو بیان کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ مشروطہ عامہ کے دو معنی ہیں، یعنی دو تعریفیں کی گئی ہیں۔

مشروطہ عامہ کی تعریفیں

۱- مشروطہ عامہ وہ قضیہ موجبہ بسیطہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لئے یا محمول کا سلب موضوع سے اس وقت تک ضروری ہے جب تک موضوع کی ذات وصفِ عنوانی کے ساتھ متصف ہو یعنی حکم کے ضروری ہونے میں موضوع کی ذات اور وصفِ عنوانی دونوں کا لحاظ کیا گیا ہو وصفِ عنوانی کے لحاظ کیے بغیر حکم ضروری نہ ہو، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھیے، جیسے ''کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا''، دیکھئے اس مثال میں یہ حکم ہے کہ انگلیاں ہلنے کا ثبوت ذاتِ کاتب کے لئے اس وقت تک ضروری ہے جب تک وہ وصف عنوان یعنی کتابت کے ساتھ متصف ہے، یہ مثال موجبہ کی ہے، اور سالبہ کی مثال ''لاشیٔ من الکاتب بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتباً'' ہے اس قضیہ میں یہ حکم لگایا گیا ہے کہ سکونِ اصابع (انگلیاں نہ ہلنے کی نفی) کاتب کی ذات سے اس وقت تک ضروری ہے جب تک وہ وصف عنوانی یعنی کتابت کے ساتھ متصف ہے۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو مشروطہ تو اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں ضرورت کا حکم وصف عنوانی کی شرط کے ساتھ مشروط ہوتا ہے، اور عامہ تو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ اس مشروطہ خاصہ سے عام ہے جس کا بیان مرکبات میں آئے گا۔

وصف عنوانی: وہ لفظ ہے جس کے ذریعہ موضوع کی ذات کو تعبیر کیا جائے یعنی قضیہ میں محمول کے ثبوت کا جو حکم لگایا جاتا ہے وہ دراصل ذاتِ موضوع ہی کے لئے محمول کو ثابت کیا جاتا ہے تو ذاتِ موضوع محکوم علیہ ہوا، اور محمول محکوم بہ اور جس لفظ کے ذریعہ ذات موضوع کو تعبیر کیا جاتا ہے اسے وصفِ موضوع اور وصف عنوانی کہا جاتا ہے، کیونکہ جس طرح کسی لفظ کے ذریعہ کسی مضمون کا عنوان، ہیڈنگ قائم کیا جاتا ہے تو اس عنوان کے ذریعہ معلوم ہو جاتا ہے کہ نفسِ مضمون کیا ہے، اسی طرح وصف عنوانی کے ذریعہ ذات موضوع کا علم ہو جاتا ہے، واضح رہے کہ ذاتِ موضوع سے مراد موضوع کے وہ افراد ہیں جن پر موضوع صادق آتا ہے، جیسے

"الانسان حیوانٌ" دیکھئے اس مثال میں ذاتِ موضوع یعنی انسان کے افراد پر حیوان ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، لہٰذا یہ انسان کے افراد مثلاً زید، عمر، بکر وغیرہ ذاتِ موضوع ہیں، اور ذاتِ موضوع کو لفظ انسان سے تعبیر کیا گیا ہے، لہٰذا لفظ انسان وصفِ موضوع اور وصف عنوانی ہے۔

۲- ربما یقال الخ سے شارح نے مشروطہ عام کی ایک دوسری تعریف کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مشروطہ عامہ وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں اس بات کا حکم ہو کہ محمول کی نسبت موضوع کے لئے ایجابایا محمول کا سلب موضوع سے وصف موضوع کے تمام اوقات میں ضروری طور پر ہو، عام ازیں کہ وصف موضوع کو حکم کے ضروری ہونے میں دخل ہو یا نہ ہو، گویا موضوع کے لئے محمول کا ثبوت دو طرح سے ہوتا ہے۔۱- وصف کی شرط کے ساتھ۔۲- وصف کا زمانہ کے ساتھ، پہلے کو مشروطہ عامہ بالمعنی الاول اور دوسرے کو مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی کہتے ہیں۔

وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْمَعْنَيَيْنِ اِنَّا اِذَا قُلْنَا كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ كَاتِبًا وَاَرَدْنَا الْمَعْنَى الْاَوَّلَ صَدَقَتْ كَمَا نُبَيِّنُ وَاِنْ اَرَدْنَا الْمَعْنَى الثَّانِيَ كَذَبَتْ لِاَنَّ حَرْكَةَ الْاَصَابِعِ لَيْسَتْ ضَرُوْرِيَّةَ الثُّبُوْتِ لِذَاتِ الْكَاتِبِ فِيْ شَيْءٍ مِنَ الْاَوْقَاتِ فَاِنَّ الْكِتَابَةَ الَّتِيْ هِيَ شَرْطُ تَحَقُّقِ الضَّرُوْرَةِ غَيْرُ ضَرُوْرِيَّةٍ لِذَاتِ الْكَاتِبِ فِيْ زَمَانٍ اَصْلاً فَمَا ظَنُّكَ بِالْمَشْرُوْطَةِ بِهَا .

ترجمہ: اور دونوں معنوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ جب ہم "کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبًا" کہیں اور ہم پہلے معنی کا ارادہ کریں تو قضیہ صادق ہوگا جیسا کہ ہم بیان کریں گے اور اگر دوسرے معنی کا ارادہ کریں تو قضیہ کاذب ہوگا، اس لئے کہ انگلیوں کی حرکت ذات کاتب کے لئے اوقات میں سے کسی وقت میں ضروری الثبوت نہیں ہے، اس لئے کہ کتابت جو "ضرورۃ" کے تحقق کے لئے شرط ہے ذاتِ کاتب کے لئے وہی کسی زمانہ میں بالکل ضروری نہیں ہے، تو جو اس کے ساتھ مشروط ہے اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے مشروطہ عامہ کے معنی اول اور معنی ثانی کے درمیان فرق بیان کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ مشروطہ عامہ بالمعنی الاول میں حکم کے ضروری ہونے میں وصف عنوانی کو دخل ہوتا ہے، یعنی محمول کا منشأ صرف ذاتِ موضوع نہیں ہوتی، بلکہ ذاتِ موضوع اور وصف عنوانی دونوں کا مجموعہ ہوتا ہے، چنانچہ اس معنی کے اعتبار سے ہمارا قول "کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتباً" صادق ہوگا، کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر وہ ذات جو کتابت کے ساتھ متصف ہے اس کے لئے انگلیوں کا ہلنا ضروری ہے جب تک وہ وصفِ کتابت کے ساتھ متصف رہے گی۔

اور مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی میں محمول کی نسبت کا ثبوت صرف ذاتِ موضوع کے لئے ضروری ہوتا ہے، وصف موضوع کا اس میں کوئی لحاظ نہیں ہوتا ہے، اور وصف کا اعتبار محض ظرف کی حیثیت سے ہوتا ہے، چنانچہ اس معنی کے اعتبار سے ہمارا قول "کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبًا" کاذب ہوگا، کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ذات کاتب یعنی انسان کے افراد کے لئے کتابت کے تمام اوقات میں انگلیوں کا ہلنا ضروری ہے، اور یہ درست نہیں ہے، کیونکہ انسان کے افراد کے لئے حرکت اصابع کتابت کے بغیر کسی بھی وقت ضروری نہیں ہے، کیونکہ کتابت جو انگلیوں کے ہلنے کے ضروری ہونے کی شرط ہے خود وہی ذاتِ کاتب یعنی انسان کے افراد کے لئے ضروری نہیں ہے تو جو اس کے تابع اور مشروط ہے یعنی انگلیوں کا ہلنا وہ کیسے ضروری ہوسکتا ہے۔

دونوں معنی کے درمیان نسبت

مشروطہ عامہ کے معنی اول اور معنی ثانی کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، کیونکہ عموم وخصوص من وجہ میں تین مادّے ہوتے ہیں ایک اجتماع کا اور دو افتراق کے، چنانچہ یہ دونوں بھی ایک مادّہ میں جمع ہوجاتے ہیں اور دو مادّے میں الگ الگ ہوجاتے ہیں۔ آپ اس کو مثال سے سمجھئے، مثلاً ''کل منخسفٍ مظلم بالضرورۃ مادام منخسفا'' یہ ایک قضیہ ہے اس میں مشروطہ عامہ بالمعنی الاول اور مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی دونوں پائے جارہے ہیں، اس لئے کہ تاریکی کا ثبوت افراد منخسف کے لئے بشرط الانخساف اور بزمان الانخساف دونوں طرح صادق ہے، کیونکہ قمر کے لئے زمین کے سورج اور چاند کے درمیان حائل ہونے کے وقت انخساف ضروری ہے، لہٰذا انخساف کے تمام زمانہ میں ظلمت ضروری ہے خواہ ذات موضوع کے ساتھ انخساف ملحوظ ہو یا نہ ہو، اور ''کل کاتبٍ متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبًا'' میں صرف مشروطہ عامہ بالمعنی الاول صادق ہے، کیونکہ ذاتِ کاتب کے لئے کتابت کا لحاظ کیے بغیر انگلیوں کا ہلنا ضروری نہیں، اس لئے کہ ذاتِ کاتب کے لئے ثبوت کتابت ہی ضروری نہیں ہے جو کہ تحرک اصابع کے لئے شرط ہے تو متحرکِ اصابع بدرجۂ اولیٰ ضروری نہ ہوگا، یہ ایک مادہ افتراقیہ ہوا۔ اور ''کل کاتب انسانٌ بالضرورۃ مادام کاتبًا'' میں مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی صادق ہے، دلیل یہ ہے کہ ذاتِ کاتب یعنی کاتب کے افراد کے لئے انسانیت کا ثبوت کتابت کے زمانہ میں تو ضروری ہے، لیکن کتابت کی شرط کے ساتھ ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ ذاتی کا ثبوت ذات کے لئے کسی شرط کے ساتھ مشروط نہیں ہوتا، یعنی ایک شئی کا انسان ہونے کے لئے کاتب ہونا شرط نہیں ہے۔

فَالْمَشْرُوْطَةُ الْعَامَّةُ بِالْمَعْنَى الْاَوَّلِ اَعَمُّ مِنَ الضَّرُوْرِيَّةِ وَ الدَّائِمَةِ مِنْ وَجْهٍ لِاَنَّكَ قَدْ سَمِعْتَ اَنَّ ذَاتَ الْمَوْضُوْعِ قَدْ تَكُوْنُ عَيْنَ وَصْفِهٖ وَ قَدْ تَكُوْنُ غَيْرَهٗ فَاِذَا اتَّحَدَا وَكَانَتِ الْمَادَّةُ مَادَّةَ الضَّرُوْرَةِ صَدَقَتِ الْقَضَايَا الثَّلَاثُ كَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ بِالضَّرُوْرَةِ اَوْ دَائِمًا اَوْ مَادَامَ اِنْسَانًا وَاِنْ تَغَايَرَا فَاِنْ كَانَتِ الْمَادَّةُ مَادَّةَ الضَّرُوْرَةِ وَلَمْ يَكُنْ لِلْوَصْفِ دَخْلٌ فِيْ تَحَقُّقِ الضَّرُوْرَةِ صَدَقَتِ الضَّرُوْرِيَّةُ وَالدَّائِمَةُ دُوْنَ الْمَشْرُوْطَةِ كَقَوْلِنَا كُلُّ كَاتِبٍ حَيَوَانٌ بِالضَّرُوْرَةِ اَوْ دَائِمًا لَا بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ كَاتِبًا فَاِنَّ وَصْفَ الْكِتَابَةِ لَا دَخْلَ لَهٗ فِيْ ضَرُوْرَةِ ثُبُوْتِ الْحَيَوَانِ لِذَاتِ الْكَاتِبِ وَاِنْ لَمْ يَكُنِ الْمَادَّةُ مَادَّةَ الضَّرُوْرَةِ الذَّاتِيَةِ وَالدَّوَامِ الذَّاتِيِّ وَكَانَ هُنَاكَ ضَرُوْرَةٌ بِشَرْطِ الْوَصْفِ صَدَقَتِ الْمَشْرُوْطَةُ دُوْنَ الضَّرُوْرِيَّةِ وَالدَّائِمَةِ كَمَا فِي الْمِثَالِ الْمَذْكُوْرِ فَاِنَّ تَحَرُّكَ الْاَصَابِعِ لَيْسَ بِضَرُوْرِيٍّ وَ لَا دَائِمًا لِذَاتِ الْكَاتِبِ بَلْ بِشَرْطِ الْكِتَابَةِ.

ترجمہ: پس مشروطہ عامہ بالمعنی الاول ضروریہ اور دائمہ سے اعم من وجہ ہے، اس لئے کہ آپ نے سنا ہے کہ ذاتِ موضوع کبھی عین وصف ہوتی ہے، اور کبھی اس کا غیر ہوتی ہے، پس جب تینوں متحد ہوں اور مادّہ ضرورت کا مادّہ ہو تو تینوں قضیے صادق ہوں گے، جیسے ہمارا قول ''کل انسان حیوانٌ بالضرورۃ یا دائما یامادام انسانًا، اور اگر دونوں متغایر ہوں پس اگر مادہ ضرورت کا مادہ ہو اور وصف کو ضرورت کے تحقق میں کوئی دخل نہ ہو تو ضروریہ اور دائمہ صادق ہوں گے نہ کہ مشروطہ جیسے ہمارا قول ''کل کاتب حیوانٌ بالضرورۃ یا دائمًا نہ کہ بالضرورۃ مادام کاتباً، کیونکہ ذات کاتب کے لئے ثبوتِ

حیوان کے ضروری ہونے میں وصف کتابت کو کوئی دخل نہیں ہے، اور اگر مادہ ضرورت ذاتیہ اور دوام ذاتی کا مادہ نہ ہو اور وہاں ضرورت وصف کی شرط کے ساتھ ہو تو مشروطہ صادق ہوگا نہ کہ ضروریہ اور دائمہ، جیسا کہ مثال مذکور میں کیونکہ انگلیوں کا ہلنا ذاتِ کاتب کے لئے نہ ضروری ہے نہ دائمی، بلکہ کتابت کی شرط کے ساتھ (ضروری ہے)

تشریح: اس عبارت میں شارح نے مشروطہ عامہ بالمعنی الاول اور ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کے درمیان نسبت بیان کی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ ان کے درمیان عموم وخصوص من وجہٍ کی نسبت ہے، اس لئے کہ مشروطہ عامہ ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ سے من وجہٍ اعم اور من وجہٍ اخص ہے اسی طرح یہ دونوں مشروطہ سے من وجہٍ اعم اور من وجہٍ اخص ہیں اور ایسی دو کلی کہ من وجہٍ اعم اور من وجہٍ اخص ہو ان کے درمیان عموم وخصوص من وجہٍ کی نسبت ہوتی ہے، لہٰذا ان کے درمیان بھی عموم وخصوص من وجہٍ کی نسبت ہوگی، چنانچہ شارح تفصیل سے بیان کر رہے ہیں، کہ وصف موضوع دو حال سے خالی نہیں، یا تو ذاتِ موضوع کا عین ہوگا یا غیر ہوگا۔ اور اگر ذات موضوع اور وصف موضوع دونوں عین ہوں اور مادّہ ضرورت کا ہو، تو اس وقت تینوں قضیے صادق ہوں گے، چنانچہ شارح نے اس کی مثال دی ہے۔ کل انسان حیوان بالضرورۃ او بالدوام او مادام انسانًا' دیکھئے اس مادّہ میں مشروطہ عامہ ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ تینوں صادق ہیں، ضروریہ تو اس لئے کہ یہ قضیہ ضرورۃ پر مشتمل ہے، اور دائمہ مطلقہ اس لئے کہ جہاں ضرورۃ ہو، وہاں دوام ضرور ہوتا ہے۔ اور مشروطہ عامہ اس واسطے کہ ذاتِ موضوع، وصف موضوع کے ساتھ متصف ہے، اور اگر وصف موضوع اور ذاتِ موضوع دونوں متغایر ہوں تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ مادّہ ضرورۃ کا ہوگا یا نہیں، اگر مادہ ضرورت کا ہو اور ضرورت کے متحقق ہونے میں وصف موضوع کو کوئی دخل نہ ہو تو وہاں صرف یہ دونوں صادق آئیں گے، لیکن مشروطہ بالمعنی الاول صادق نہیں ہوگا، جیسے "کل کاتبٍ حیوانٌ بالضرورۃ او دائمًا" یہاں ذاتِ کاتب یعنی انسان کے افراد کے لئے حیوان ضروری طور پر یا دوامی طور پر صادق ہے، اگرچہ وصف کتابت موجود نہ ہو، دیکھئے یہاں صرف ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ صادق ہیں لیکن مشروطہ عامہ بالمعنی الاول صادق نہیں، کیونکہ ہم نے فرض ہی یہ کیا ہے کہ ضرورۃ کے متحقق ہونے میں وصف موضوع کو کوئی دخل نہیں ہے اور اگر مشروطہ کو بھی صادق قرار دیا جائے تو پھر مفہوم یہ ہوگا کہ ذاتِ کاتب یعنی انسان کے افراد کے لئے حیوانیت کا ثبوت ضرور ہے جب تک کہ وہ کاتب ہے اور اگر کاتب نہیں تو حیوان بھی نہیں، یہ مفہوم درست نہیں ہے، یہ ایک مادّہ افتراقیہ ہے جہاں ضروریہ اور دائمہ تو صادق ہیں، لیکن مشروطہ عامہ بالمعنی الاوّل صادق نہیں، اور اگر وصف موضوع اور ذاتِ موضوع دونوں متغایر ہوں اور مادّہ، ضرورت ذاتیہ اور دوام ذاتی کا نہ ہو، بلکہ وہاں ضرورۃ بشرط الوصف ہو تو صرف مشروطہ صادق ہوگا اور ضروریہ اور دائمہ صادق نہیں ہوں گے، جیسے "کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبًا" دیکھئے اس مادّہ میں صرف مشروطہ عامہ بالمعنی الاوّل تو صادق ہیں، لیکن ضروریہ اور دائمہ صادق نہیں، دلیل یہ ہے کہ اس قضیہ کا مفہوم یہ ہے کہ انگلیوں کا ہلنا ذاتِ کاتب کے لئے اس وقت ضروری ہے جبکہ وہ کتابت کے وصف کے ساتھ متصف ہو، اگر وصف کتابت کے ساتھ متصف نہ ہو تو پھر انگلیوں کا ہلنا نہ تو ضروری ہے اور نہ دائمی۔

وَاَمَّا الْمَشْرُوْطَةِ بِالْمَعْنَى الثَّانِیْ فَهِیَ اَعَمُّ مِنَ الضَّرُوْرِیَّةِ مُطْلَقًا لِاَنَّهٗ مَتٰی ثَبَتَ الضَّرُوْرَةُ فِیْ جَمِیْعِ اَوْقَاتِ الذَّاتِ تَثْبُتُ فِیْ جَمِیْعِ اَوْقَاتِ الْوَصْفِ بِدُوْنِ الْعَكْسِ وَمِنَ الدَّائِمَةِ مِنْ وَجْهٍ لِتَصَادُقِهِمَا فِیْ مَادَّةِ الضَّرُوْرَةِ الْمُطْلَقَةِ وَصِدْقِ الدَّائِمَةِ بِدُوْنِهَا حَيْثُ يَخْلُوْ الدَّوَامُ عَنِ الضَّرُوْرَةِ وَبِالْعَكْسِ حَيْثُ يَكُوْنُ الضَّرُوْرَةُ فِیْ جَمِیْعِ اَوْقَاتِ الْوَصْفِ وَلَايَدُوْمُ فِیْ جَمِیْعِ اَوْقَاتِ الذَّاتِ.

ترجمہ: اور بہرحال مشروطہ بالمعنی الثانی تو وہ ضروریہ سے اعم مطلق ہے، اس لئے کہ جب ضرورت ذات کے تمام اوقات میں ثابت ہوگی، تو وصف کے تمام اوقات میں (بھی) ثابت ہوگی عکس کے بغیر۔ اور (مشروطہ) دائمہ سے اعم من وجہ ہے، کیونکہ یہ دونوں ضروریہ مطلقہ کے مادے میں صادق ہوتے ہیں، اور دائمہ اس (یعنی مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی) کے بغیر صادق ہوتا ہے جہاں دوام ضرورت سے خالی ہو، اور اس کا عکس (یعنی مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی دائمہ کے بغیر صادق ہوتا ہے) جہاں ضرورت وصف کے تمام اوقات میں ہو اور ذات کے تمام اوقات میں دائمی نہ ہو۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی اور ضروریہ مطلقہ کے درمیان اور مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی اور مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی اور دائمہ مطلقہ کے درمیان نسبت بیان کی ہے۔ چنانچہ شارح نے کہا ہے کہ مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی اور ضروریہ مطلق کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، کیونکہ مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی اعم مطلق ہے اور ضروریہ مطلقہ اخص مطلق ہے اور ایسی دو کلی کہ ان میں سے ایک اعم مطلق اور دوسری اخص مطلق ہو ان کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، لہٰذا ان کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوگی، چنانچہ جہاں ضروریہ مطلقہ صادق ہوگا وہاں مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی بھی صادق ہوگا، لیکن جہاں مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی صادق ہو وہاں ضروریہ مطلقہ کا صادق ہونا ضروری نہیں۔ اس لئے کہ آپ کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ ضروریہ مطلقہ میں ذات کے تمام اوقات میں محمول کا ثبوت موضوع کے لئے رہتا ہے، اور مشروطہ عامہ میں وصف کے تمام اوقات میں محمول کا ثبوت ذاتِ موضوع کے لئے رہتا ہے، لہٰذا جب ضرورت ذات کے تمام اوقات مین ثابت ہوگی تو وصف کے تمام اوقات میں بھی ثابت ہوگی، دلیل یہ ہے کہ جہاں ضرورت ذاتیہ صادق ہوتی ہے وہاں ضرورت وصفیہ بھی یقیناً صادق ہوتی ہے، لیکن اس کا عکس ضروری نہیں، یعنی جہاں ضرورت وصفیہ صادق ہو، تو وہاں ضرورت ذاتیہ کا صادق ہونا ضروری نہیں، اس لئے کہ وصف کے تمام اوقات، ذات کے اوقات کا بعض ہوتے ہیں، یعنی وہ وصف ذاتِ موضوع کے تمام اوقات میں ثابت نہیں ہوتا، بلکہ بعض اوقات میں ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ ذاتِ موضوع کے تو اور بھی اوصاف ہوتے ہیں لہٰذا جہاں مشروطہ عامہ صادق ہو وہاں اس کا عکس لازم نہیں۔ مزید وضاحت کے لئے اس کی مثال پیش کی جارہی ہے، جیسے ''کل ناطق حیوانٌ بالضرورۃ مادام ناطقاً'' دیکھئے اس مادّہ میں ضروریہ مطلقہ بھی صادق ہے اور مشروطہ عامہ بھی صادق ہے؛ کیونکہ اس قضیہ میں حکم لگایا گیا ہے کہ ناطق کے لئے حیوان ہونا ضروری ہے، یعنی جب تک ناطق کی ذات موجود ہو تو اس کے لئے حیوانیت کا ثبوت ضروری ہے، تو جب ذاتِ ناطق وصف نطق کے ساتھ متصف ہو تو اس وقت بھی اس کا حیوان ہونا ضروری ہے۔

مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی اور دائمہ مطلقہ کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، کیونکہ ان دونوں کلیوں میں سے ہر ایک دوسری کے بغیر منجملہ صادق ہوتا ہے اور ایسی دو کلی کہ ان میں سے ہر ایک دوسری کے بغیر صادق ہو تو ان کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہوتی ہے، چنانچہ کسی مادّہ میں تو دائمہ مطلقہ صادق ہوگا لیکن مشروطہ صادق نہیں ہوگا، اور بعض مادہ میں مشروطہ صادق ہوگا لیکن دائمہ مطلقہ صادق نہیں ہوگا، اور بعض مادّہ میں دونوں صادق ہوں گے، اور منجملہ ان دونوں میں سے ہر ایک کے صادق ہونے کا یہی مطلب ہے۔ چنانچہ یہ دونوں ضروریہ مطلقہ کے مادّہ میں جمع ہو جاتے ہیں، جیسے ''کل انسان حیوان بالضرورۃ مادام انساناً'' دیکھئے اس مادّہ میں دائمہ مطلقہ اور مشروطہ عامہ دونوں صادق ہیں، دائمہ تو اس لئے صادق ہے کہ جب محمول کا ثبوت ذاتِ موضوع کے

لئے ضروری ہو تو دائمی بھی ہوتا ہے، اور مشروطہ عامہ تو اس لئے صادق ہے کہ جب حکم ذاتِ موضوع کے تمام اوقات میں ضروری ہے تو وصفِ عنوانی کے تمام اوقات میں بھی ضروری ہوگا۔ اور جس مادہ میں حکم صرف دائمی ہو، ضروری نہ ہو، اس میں صرف دائمہ صادق ہوگا، مشروطہ صادق نہیں ہوگا، جیسے "کل فلک متحرک بالدوام" دیکھئے اس مادہ میں ذاتِ موضوع کے لئے حکم دائمی ہے، لیکن ضروری نہیں، لہٰذا یہاں دائمہ تو صادق ہے لیکن مشروطہ صادق نہیں، کیونکہ جب ذات کے تمام اوقات میں حکم ضروری نہیں تو وصف کے تمام اوقات میں حکم بدرجۂ اولیٰ ضروری نہ ہوگا، یہ ایک مادّہ افتراقیہ ہوا، اور جس مادّہ میں حکم وصفِ موضوع کے تمام اوقات میں ضروری ہو اور ذاتِ موضوع کے تمام اوقات میں دائمی نہ ہو تو وہاں صرف مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی صادق ہوگا، دائمہ صادق نہ ہوگا جیسے "کل منخسفٍ مظلم بالضرورة مادام منخسفًا" دیکھئے اس قضیہ میں وصف موصوف یعنی چاند کے گہنا جانے کے وقت تاریکی کا حکم ذاتِ موضوع کے لئے ضروری ہے، لیکن ذاتِ موضوع کے تمام اوقات میں حکم دائمی نہیں ہے۔ لہٰذا یہ دوسرا مادّہ افتراقیہ ہے۔

اَلرَّابِعَةُ الْعُرْفِيَّةُ الْعَامَّةُ وَهِيَ الَّتِيْ يُحْكَمُ فِيْهَا بِدَوَامِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ اَوْ سَلْبِهٖ عَنْهُ مَادَامَ ذَاتُ الْمَوْضُوْعِ مُتَّصِفًا بِالْعُنْوَانِ وَ مِثَالُهَا اِيْجَابًا وَ سَلْبًا مَا مَرَّ فِي الْمَشْرُوْطَةِ الْعَامَّةِ مِنْ قَوْلِنَا دَائِمًا كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِبًا وَ دَائِمًا لَاشَيْءَ مِنَ الْكَاتِبِ بِسَاكِنِ الْاَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِبًا وَاِنَّمَا سُمِّيَتْ عُرْفِيَّةً لِاَنَّ الْعُرْفَ اِنَّمَا يَفْهَمُ هٰذَا الْمَعْنٰى مِنَ السَّالِبَةِ اِذَا اُطْلِقَتْ حَتّٰى اِذَا قِيْلَ لَاشَيْءَ مِنَ النَّائِمِ بِمُسْتَيْقِظٍ يَفْهَمُ مِنْهُ الْعُرْفُ اَنَّ الْمُسْتَيْقِظَ مَسْلُوْبٌ عَنِ النَّائِمِ مَا دَامَ نَائِمًا فَلَمَّا اَخَذَ هٰذَا الْمَعْنٰى مِنَ الْعُرْفِ نُسِبَتْ اِلَيْهِ وَعَامَّةٌ لِاَنَّهَا اَعَمُّ مِنَ الْعُرْفِيَّةِ الْخَاصَّةِ الَّتِيْ هِيَ مِنَ الْمُرَكَّبَاتِ وَهِيَ اَعَمُّ مُطْلَقًا مِنَ الْمَشْرُوْطَةِ الْعَامَّةِ فَاِنَّهٗ مَتٰى تَحَقَّقَتِ الضَّرُوْرَةُ بِحَسْبِ الْوَصْفِ تَحَقَّقَ الدَّوَامُ بِحَسْبِ الْوَصْفِ مِنْ غَيْرِ عَكْسٍ وَكَذَا مِنَ الضَّرُوْرِيَّةِ وَالدَّائِمَةِ لِاَنَّهٗ مَتٰى صَدَقَتِ الضَّرُوْرَةُ اَوِ الدَّوَامُ فِيْ جَمِيْعِ اَوْقَاتِ الذَّاتِ صَدَقَ الدَّوَامُ فِيْ جَمِيْعِ اَوْقَاتِ الْوَصْفِ وَ لَايَنْعَكِسُ.

ترجمہ: اور چوتھا عرفیہ عامہ ہے، اور یہ وہ (قضیہ ہے) جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت یا اس سے سلب کے دوام کا حکم ہو جب تک ذاتِ موضوع وصف عنوان کے ساتھ متصف ہو اور اس کی مثال ایجاباً اور سلباً وہی ہے جو مشروطہ عامہ میں ہمارے قول "دائمًا کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبًا، اور "لاشیء من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبًا" میں گزر چکی، اور اس کا نام عرفیہ اس لئے رکھا گیا کہ اہل عرف سالبہ سے یہی معنیٰ سمجھتے ہیں، جب (قضیہ کو) مطلق رکھا جائے، (یعنی کوئی جہت ذکر نہ کی جائے) یہاں تک کہ جب کہا جائے، لاشیء من النائم بمستیقظٍ، تو اس سے اہل عرف یہی سمجھتے ہیں کہ مستیقظ نائم سے مسلوب ہے، جب تک وہ سوتا رہے، پس جب یہ معنیٰ عرف سے لئے گئے تو قضیہ کو اسی طرف منسوب کر دیا گیا۔ اور عامہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ عرفیہ خاصہ سے اعم ہے جو مرکبات میں سے ہے، اور عرفیہ مشروطہ عامہ سے اعم مطلق ہے اس لئے کہ جب ضرورت وصف کے اعتبار سے متحقق ہوگی تو دوام بھی وصف کے اعتبار سے متحقق ہوگا، عکس کے بغیر۔ اور اسی طرح (عرفیہ) ضروریہ اور دائمہ سے بھی اعم ہے، اس لئے کہ جب ضرورت یا دوام ذات کے تمام اوقات میں صادق ہوگا، تو دوام (بھی) وصف کے تمام اوقات میں صادق ہوگا اور اس کا عکس نہ ہوگا۔

تشــریح: اس عبارت میں شارح نے عرفیہ عامہ کی تعریف اور عرفیہ اور مشروطہ عامہ اور ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کے درمیان نسبت بیان کی ہے۔

عــرفیه عامه: وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے، جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت یا موضوع سے محمول کی نفی کے دائمی ہونے کا حکم لگایا گیا ہو جب تک موضوع کی ذات وصف عنوانی کے ساتھ متصف رہے، موجبہ کی مثال جیسے ''دائمًا کل کاتبٍ متحرک الاصابع مادام کاتبًا'' دیکھئے اس قضیہ میں یہ حکم لگایا گیا ہے کہ ذاتِ کاتب کے لئے انگلیوں کے ہلنے کا ثبوت اس وقت تک دائمی ہے جب تک موضوع کی ذات وصف کتابت کے ساتھ متصف رہے، اور سالبہ کی مثال، ''لا شیٔ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبًا'' دیکھئے اس قضیہ میں لکھنے والے سے سکون اصابع کی نفی کی گئی ہے۔ جب تک وہ وصف کتابت کے ساتھ متصف رہے، لہٰذا یہ عرفیہ عامہ ہے۔

وجه تسمیه: وانما سمیت الخ سے شارح نے عرفیہ عام کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اس قضیہ کو عرفیہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جب یہ قضیہ بصورتِ سالبہ ہو اور جہت یعنی بالدوام ذکر نہ کی جائے تو اہل عرف یعنی عام لوگ اس سے یہی سمجھتے ہیں جو جہت کے ذکر کرنے کے وقت مراد ہوتے ہیں، مثال کے طور پر جب کہا جائے ''لاشیٔ من النائم بمستیقظٍ'' بغیر جہت کے تو اس وقت بھی اس سے وہی معنی سمجھے جائیں گے، جو معنیٰ جہت کے ذکر کرنے کے وقت سمجھے جا رہے تھے، یعنی دائمی طور پر کوئی سونے والا بیدار نہیں ہے، جب تک کہ وہ سوتا رہے۔

الحاصل چونکہ یہ معنیٰ عرف سے ماخوذ ہیں، اس لئے اس قضیہ کو عرف کی طرف منسوب کر کے عرفیہ کہہ دیا۔

لیکن یہاں **اعتــراض** ہوتا ہے کہ اہل عرف جس طرح اس معنیٰ کو سالبہ کی صورت میں سمجھتے ہیں، اسی طرح موجبہ کی صورت میں بھی سمجھ لیتے ہیں۔ جیسے ''کل کاتب متحرک الاصابع'' سے یہی سمجھتے ہیں کہ لکھنے والے کے لئے انگلیوں کی حرکت اس وقت ضروری ہے جب کہ وہ کاتب ہو، تو پھر سالبہ ہی کی تخصیص کیوں کی گئی اور یہ تخصیص بھی صحیح نہیں کیونکہ بعض سوالب ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان سے عرف عام میں یہ معنیٰ سمجھتے ہیں، جیسے لاشیٔ من الانسان بحجر بالدوام؟ اس کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ نام رکھنے کے لئے ادنیٰ مناسبت کافی ہے، پورے جزئیات کا اس کے مطابق ہونا کوئی ضروری نہیں، اور اس کو عامہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اس عرفیہ خاصہ سے عام ہے جس کا بیان مرکبات میں آئے گا۔

نسبتیں

وھی اعم مطلقًا من المشروطة العامة الخ اس عبارت سے شارح نے عرفیہ عامہ اور مشروطہ عامہ کے درمیان اور عرفیہ عامہ اور ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کے درمیان نسبت بیان کی ہے۔

عرفیہ عامہ اور مشروطہ عامہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، عرفیہ عامہ اعم مطلق ہے اور مشروطہ عامہ اخص مطلق ہے، جہاں مشروطہ عامہ صادق ہوگا وہاں عرفیہ عامہ بھی صادق ہوگا، اور جہاں عرفیہ عامہ صادق ہو وہاں مشروطہ عامہ کا صادق ہونا ضروری نہیں۔ کیونکہ آپ کو ان دونوں کی تعریف سے یہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ مشروطہ عام میں ضرورت وصفیہ کا حکم ہوتا ہے، اور عرفیہ عامہ میں دوام وصفی ہوتا ہے، اور جہاں ضرورت وصفیہ پائی جائے گی وہاں دوام وصفی کا پایا جانا بھی ضروری ہے، لہٰذا جب

مشروطہ عامہ صادق ہوگا تو عرفیہ عامہ بھی صادق ہوگا اور جہاں دوام وصفی ہو وہاں ضرورت وصفیہ کا ہونا ضروری نہیں ہے لہٰذا جہاں عرفیہ عامہ صادق ہوگا وہاں مشروطہ عامہ کا صادق ہونا ضروری نہیں۔ چنانچہ آپ ان کو مثال سے سمجھئے، مثلاً کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورة مادام کاتبًا'' دیکھئے اس قضیہ میں ضرورت وصفیہ کا حکم ہے یعنی کتابت کی شرط کے ساتھ ذاتِ کاتب کی انگلیوں کے ہلنے کی ضروری ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، جب تک وہ لکھتا رہے گا دائمی طور پر اس کے انگلیوں میں حرکت ہوتی رہے گی، یہ مادہ اجتماعیہ ہوا۔ اور ''کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبًا'' دیکھئے یہ قضیہ عرفیہ عام ہے کیونکہ اس میں دوام وصفی پایا جارہا ہے، لیکن یہ مشروطہ عامہ نہیں ہے، کیونکہ وصف کتابت جو انگلیوں کے ہلنے کی شرط ہے، یہی کاتب کے لئے ضروری نہیں ہے، تو انگلیوں کا ہلنا جو کہ شرط ہے یہ بھی ضروری نہ ہوگا۔

عرفیہ عامہ اور ضروریہ مطلقہ کے درمیان نسبت: ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، چنانچہ ایک جگہ دونوں جمع ہوجاتے ہیں، اور ایک جگہ دونوں جدا جدا ہوجاتے ہیں، مثلاً ''کل انسان حیوان بالضرورة'' دیکھئے اس مادہ میں عرفیہ عامہ اور ضروریہ مطلقہ دونوں صادق ہیں، کیونکہ اس قضیہ میں یہ حکم لگایا گیا ہے کہ ذات انسان کے لئے حیوان کا ہونا ضروری ہے، جب تک کہ وہ انسان رہے، تو چونکہ اس میں ضرورت موضوع کے تمام اوقات میں ثابت ہے اور جہاں ضرورت موضوع کے تمام اوقات میں ثابت ہو وہاں وصف کے تمام اوقات میں بھی دوام صادق ہوگا، اور جہاں وصف کے تمام اوقات میں بھی دوام صادق ہو تو وہاں ذات کے تمام اوقات میں ضرورت کا صادق ہونا ضروری نہیں ہے، جیسے ''کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبًا'' دیکھئے اس قضیہ میں حکم لگایا گیا ہے کہ ذات کاتب کے لئے وصف کتابت کے ساتھ متصف ہونے کے وقت تک اس کی انگلیوں کا ہلنا دائمی ہے، تو یہاں عرفیہ عامہ صادق آیا، لیکن ضروریہ مطلقہ صادق نہیں آیا۔ دلیل گزر چکی۔

عرفیہ عامہ اور دائمہ مطلقہ کے درمیان نسبت: ان دونوں کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، چنانچہ جہاں دائمہ مطلقہ صادق ہوگا وہاں عرفیہ عامہ بھی صادق ہوگا، جیسے ''کل ماشٍ متحرک القدم بالدوام مادام ماشیًا'' دیکھئے اس قضیہ میں دائمہ مطلقہ اور عرفیہ عامہ دونوں صادق ہیں، کیونکہ اس میں دوام ذاتی کا حکم ہے اور جہاں موضوع کے تمام اوقات میں دوام صادق ہو، وہاں وصف کے تمام اوقات میں دوام صادق ہوگا اور اس کا عکس نہیں، جیسے کل خطیب متحرک الشفتین مادام خطیبًا'' (ہر خطیب (تقریر کرنے والا) اپنے ہونٹوں کو حرکت دینے والا ہے جب تک کہ وہ تقریر کررہا ہے، دیکھئے اس مادہ میں عرفیہ عامہ تو صادق ہے لیکن دائمہ مطلقہ صادق نہیں ہے۔

اَلْخَامِسَةُ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ وَهِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ اَوْ سَلْبِهٖ عَنْهُ بِالْفِعْلِ اَمَّا الْاِيْجَابُ فَكَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ مُتَنَفِّسٌ بِالْاِطْلَاقِ الْعَامِّ وَاَمَّا السَّلْبُ فَكَقَوْلِنَا لَاشَيْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِمُتَنَفِّسٍ بِالْاِطْلَاقِ الْعَامِّ وَاِنَّمَا كَانَتْ مُطْلَقَةً لِاَنَّ الْقَضِيَّةَ اِذَا اُطْلِقَتْ وَلَمْ تُقَيَّدْ بِقَيْدٍ مِنْ دَوَامٍ اَوْ ضَرُوْرَةٍ اَوْ لَادَوَامٍ اَوْ لَاضَرُوْرَةٍ يُفْهَمُ مِنْهَا فِعْلِيَّةُ النِّسْبَةِ فَلَمَّا كَانَ هٰذَا الْمَعْنٰى مَفْهُوْمَ الْقَضِيَّةِ الْمُطْلَقَةِ تُسَمّٰى بِهَا وَاِنَّمَا كَانَتْ عَامَّةً لِاَنَّهَا اَعَمُّ مِنَ الْوَجُوْدِيَّةِ اللَّادَائِمَةِ اللَّاضَرُوْرِيَّةِ كَمَا سَيَجِيْءُ وَهِيَ اَعَمُّ مِنَ الْقَضَايَا الْاَرْبَعِ الْمُتَقَدِّمَةِ لِاَنَّهٗ مَتٰى صَدَقَتْ ضَرُوْرَةٌ اَوْ دَوَامٌ بِحَسْبِ الذَّاتِ اَوْ بِحَسْبِ الْوَصْفِ تَكُوْنُ النِّسْبَةُ فِعْلِيَّةً وَلَيْسَ يَلْزَمُ مِنْ فِعْلِيَّةِ النِّسْبَةِ ضَرُوْرَتُهَا اَوْ دَوَامُهَا.

ترجمہ: پانچواں، مطلقہ عامہ ہے اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کا یا موضوع سے محمول کے سلب کا بالفعل حکم لگایا جائے، بہر حال ایجاب تو جیسے ہمارا قول "کل انسان متنفس بالاطلاق العام" اور بہر حال سلب تو جیسے ہمارا قول "لاشیٔ من الانسان بمتنفس بالاطلاق العام" اور بلا شبہ یہ مطلقہ ہے اس لئے کہ قضیہ کو جب مطلق رکھا جائے، اور دوام یا ضرورت، لا دوام یا لاضرورۃ کی قید کے ساتھ مقید نہ کیا جائے تو اس سے نسبت کی فعلیت ہی معلوم ہوتی ہے، پس جب کہ یہ معنیٰ قضیہ مطلقہ کا مفہوم ہے تو اس کا نام مطلقہ رکھ دیا گیا اور عامہ اس لئے کہ یہ وجودیہ لا دائمہ اور لاضروریہ سے اعم ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا، اور یہ سابقہ چاروں قضیوں سے اعم ہے، کیونکہ جب ضرورۃ یا دوام ذات کے اعتبار سے یا وصف کے اعتبار سے صادق ہوگی، تو نسبت فعلیت ہوگی، اور نسبت کی فعلیت سے اس کا ضروری یا دائمی ہونا ضروری نہیں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے مطلقہ عامہ کی تعریف اور اس کے درمیان، ضروریہ، دائمہ، مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کے درمیان نسبت بیان کی ہے۔

مطلقہ عامہ: وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے بالفعل پائے جانے کا حکم لگایا گیا ہو، یا موضوع سے محمول کی نفی کا بالفعل حکم لگایا گیا ہو، بالفعل کا مطلب یہ ہے کہ اس قضیہ میں تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانے میں موضوع کے لئے محمول کو ثابت کیا گیا ہو، یا تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں موضوع سے محمول کی نفی کی گئی ہو، چنانچہ آپ اس کو مثال سے سمجھئے جیسے آپ کہتے ہیں، "کل انسان متنفس بالفعل یا بالاطلاق العام" دیکھئے اس قضیہ میں بالفعل انسان کے لئے سانس لینے کو ثابت کیا گیا ہے، یعنی یہ حکم لگایا گیا ہے کہ تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں انسان ضرور سانس لیتا ہے، ایسا نہیں کہ وہ پوری زندگی میں کبھی بھی سانس نہ لے، یہ مثال تو موجبہ کی تھی، اب سالبہ کی مثال سنیے، جیسے آپ کہتے ہیں "لاشیٔ من الانسان بمتنفس بالفعل" دیکھئے اس قضیہ میں بالفعل انسان سے سانس لینے کی نفی کی گئی ہے یعنی یہ حکم لگایا گیا ہے کہ تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں انسان سانس نہیں لیتا، بلکہ کسی زمانہ میں سانس لیتا ہے اور کسی زمانہ میں سانس نہیں لیتا، اور کسی زمانہ میں سانس لینے کے ثبوت کا حکم اور کسی زمانہ میں سانس لینے کی نفی کے حکم کا نام ہی مطلقہ عامہ ہے۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو تو مطلقہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ مطلق کے معنیٰ ہیں آزاد کیا ہوا۔ چھوڑا ہوا، چونکہ اس میں ضرورت، دوام، لاضرورۃ اور لا دوام میں سے کسی جہت کی قید نہیں ہوتی تو گویا کہ یہ قضیہ قیود سے آزاد ہے اور آزاد ہی کا نام مطلقہ ہے اسی وجہ سے اس کا نام مطلقہ رکھا، شارح نے اس کو اس انداز سے بیان کیا ہے کہ قضیہ جب تمام قیود سے خالی ہو تو اس سے نسبت کی فعلیت مفہوم ہوتی ہے، اور یہ معنیٰ چونکہ قضیہ مطلقہ کا مفہوم ہے اس لئے اس کا نام مطلقہ رکھ دیا گیا، اور عامہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے، کہ یہ قضیہ وجودیہ لاضروریہ اور وجودیہ لا دائمہ سے عام ہوتا ہے۔

نسبتیں

وھی اعم من القضایا الاربعۃ اس عبارت میں شارح نے مطلقہ عامہ اور سابقہ چاروں قضایا یعنی ضروریہ مطلقہ، دائمہ، مطلقہ، مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کے درمیان نسبت بیان کی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ مطلقہ عامہ اور ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، مشروطہ

عامہ اور عرفیہ عامہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، یہ چاروں اخص ہیں اور مطلقہ عامہ اعم ہے، کیونکہ جب ضرورۃ یا دوام ذات یا وصف کے لحاظ سے صادق ہوگی تو وہاں نسبت کی فعلیت بھی ہوگی لہٰذا ان قضایا اربعہ میں سے جو قضیہ بھی صادق ہوگا تو مطلقہ عامہ بھی ضرور صادق ہوگا، لیکن اس کا عکس نہیں کیونکہ نسبت کی فعلیت سے اس کا ضروری یا دائمی ہونا لازم نہیں ہے۔

اَلسَّادِسَةُ الْمُمْكِنَةُ الْعَامَّةُ وَهِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِسَلْبِ الضَّرُوْرَةِ الْمُطْلَقَةِ عَنِ الْجَانِبِ الْمُخَالِفِ لِلْحُكْمِ فَاِنْ كَانَ الْحُكْمُ فِي الْقَضِيَّةِ بِالْاِيْجَابِ كَانَ مَفْهُوْمُ الْاِمْكَانِ سَلْبَ ضَرُوْرَةِ السَّلْبِ لِاَنَّ الْجَانِبَ الْمُخَالِفَ لِلْاِيْجَابِ هُوَ السَّلْبُ وَاِنْ كَانَ الْحُكْمُ فِي الْقَضِيَّةِ بِالسَّلْبِ كَانَ مَفْهُوْمُهٗ سَلْبَ ضَرُوْرَةِ الْاِيْجَابِ فَاِنَّهٗ هُوَ الْجَانِبُ الْمُخَالِفُ لِلسَّلْبِ فَاِذَا قُلْنَا كُلُّ نَارٍ حَارَّةٌ بِالْاِمْكَانِ الْعَامِّ كَانَ مَعْنَاهُ اَنَّ سَلْبَ الْحَرَارَةِ عَنِ النَّارِ لَيْسَ بِضَرُوْرِيٍّ وَاِذَا قُلْنَا لَاشَيْءَ مِنَ الْحَارِّ بِبَارِدٍ بِالْاِمْكَانِ الْعَامِّ فَمَعْنَاهُ اَنَّ اِيْجَابَ الْبُرُوْدَةِ لِلْحَارِّ لَيْسَ بِضَرُوْرِيٍّ وَاِنَّمَا سُمِّيَتْ مُمْكِنَةً لِاِحْتِوَائِهَا عَلٰى مَعْنَى الْاِمْكَانِ وَعَامَّةً لِاَنَّهَا اَعَمُّ مِنَ الْمُمْكِنَةِ الْخَاصَّةِ.

ترجمہ: چھٹا ممکنہ عامہ ہے اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس میں حکم کی جانب مخالف سے ضرورت مطلقہ کے سلب کا حکم ہو، تو اگر قضیہ میں ایجاب کا حکم ہو تو امکان کا مفہوم سلب کی ضرورت کا سلب ہوگا، اس لئے کہ ایجاب کی جانب مخالف سلب ہی ہے، اور اگر قضیہ میں سلب کا کا حکم ہو تو اس کا مفہوم ایجاب کی ضرورت کا سلب ہوگا، اس لئے کہ سلب کی جانب مخالف یہی ہے، پس جب ہم یہ کہیں کہ "کل نار حارۃٌ بالامکان العام" تو اس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ آگ سے حرارت کا سلب ضروری نہیں، اور جب ہم یہ کہیں کہ "لاشیٔ من الحار ببارِدٍ بالامکان العام" اسکے معنیٰ یہ ہوں گے کہ حار کیلئے برودت کا ایجاب ضروری نہیں ہے، اور اس کا نام ممکنہ اس لئے رکھا گیا کہ یہ امکان کے معنیٰ پر مشتمل ہے، اور عامہ اس لئے کہ یہ ممکنہ خاصہ سے اعم ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے بسائط میں سے ممکنہ عامہ کی تعریف کی ہے۔

ممکنہ عامہ: وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں حکم کی جانب مخالف کے ضروری نہ ہونے کا حکم لگایا گیا ہو، اور جانب مخالف کے ضروری نہ ہونے کا نام ہی امکان عام ہے، یعنی جب جانب مخالف ضروری نہیں تو ممکن ہے، اب رہا یہ سوال کہ کون سی جانب موافق اور کون جانب مخالف کہلاتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قضیہ میں اگر موضوع کے لئے کسی چیز کا ثبوت کا حکم لگایا گیا ہو تو ایجاب جانب موافق کہلائے گا، اور سلب جانب مخالف کہلائے گا، اور اگر قضیہ میں موضوع کے لئے کسی چیز کے سلب کا حکم لگایا گیا ہو تو یہ سلب جانب موافق کہلائے گا، اور ایجاب جانب مخالف۔ خلاصہ یہ ہے کہ قضیہ میں جو حکم ہوگا وہ جانب موافق کہلائے گا اور اس کا عکس جانب مخالف۔

شارح نے اس کو اس انداز سے بیان کیا ہے کہ اگر قضیہ میں ایجاب کا حکم ہو تو امکان کا مفہوم سلب کی ضرورت کا سلب ہوگا، یعنی موجبہ میں اس بات کا حکم ہوگا کہ سلب، جو ایجاب کی جانب مخالف ہے، وہ ضروری نہیں، اور اگر قضیہ میں سلب کا حکم ہو تو امکان کا مفہوم ایجاب کی ضرورت کا سلب ہوگا یعنی سالبہ میں اس بات کا حکم ہوگا کہ ایجاب جو سلب کی جانب مخالف ہے، وہ ضروری نہیں، ممکنہ عامہ کی تعریف دوسرے الفاظ میں آپ یوں کر سکتے ہیں کہ ممکنہ عامہ وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے لئے محال نہ ہو بلکہ ممکن ہو، مثال کے طور پر آپ نے کہا "کل نارٍ حارۃٌ بالامکان العام" (بالامکان العام ہر آگ

گرم ہے) دیکھئے اس قضیہ میں آگ کے لئے گرم ہونے کا حکم لگایا گیا ہے بالا مکان العام، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آگ کے لئے گرم ہونا محال نہیں بلکہ ممکن ہے، اور گرم نہ ہونا جو کہ گرم ہونے کی جانب مخالف ہے آگ کے لئے ضروری نہیں، یعنی آگ کے لئے گرم نہ ہونا ضروری نہیں، اور سالبہ کے اندر آپ کہتے ہیں ''لاشئ من الحار بباردٍ بالامکان العام'' (حار میں سے کوئی ٹھنڈا نہیں ہے) دیکھئے اس قضیہ میں آپ نے امکان عام کے طور پر شئ حارّ سے ٹھنڈا ہونے کی نفی کی ہے تو گویا کہ آپ نے حار کے لئے عدم برودت کو ثابت کیا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ٹھنڈی ہونے کی نفی شئ حار سے محال نہیں، بلکہ ممکن ہے، اور عدم برودت کی جانب مخالف یعنی بارد ہونا حار کے لئے ضروری نہیں ہے، گویا ممکنہ عامہ کا مطلب یہ ہوگا کہ موضوع کا محمول کے ساتھ بالفعل متصف ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ اس میں متصف ہونے کی صلاحیت اور استعداد ہے۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو ممکنہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ جہت امکان پر مشتمل ہوتا ہے اور عامہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ممکنہ خاصہ سے اعم ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

وَ هِیَ اَعَمُّ مِنَ الْمُطْلَقَةِ الْعَامَّةِ لِاَنَّهٗ مَتیٰ صَدَقَ الْاِیْجَابُ بِالْفِعْلِ فَلَا اَقَلَّ مِنْ اَنْ لَّایَکُوْنَ السَّلْبُ ضَرُوْرِیًّا وَسَلْبُ ضَرُوْرَةِ السَّلْبِ هُوَ اِمْکَانُ الْاِیْجَابِ فَمَتیٰ صَدَقَ الْاِیْجَابُ بِالْفِعْلِ صَدَقَ الْاِیْجَابُ بِالْاِمْکَانِ وَلَا یَنْعَکِسُ لِجَوَازِ اَنْ یَکُوْنَ الْاِیْجَابُ مُمْکِنًا وَلَایَکُوْنُ وَاقِعًا اَصْلًا وَکَذٰلِکَ مَتیٰ صَدَقَ السَّلْبُ بِالْفِعْلِ لَمْ یَکُنِ الْاِیْجَابُ ضَرُوْرِیًّا وَسَلْبُ ضَرُوْرَةِ الْاِیْجَابِ هُوَ اِمْکَانُ السَّلْبِ بِالْفِعْلِ فَمَتیٰ صَدَقَ السَّلْبُ بِالْفِعْلِ صَدَقَ السَّلْبُ بِالْاِمْکَانِ دُوْنَ الْعَکْسِ لِجَوَازِ اَنْ یَکُوْنَ السَّلْبُ مُمْکِنًا غَیْرَ وَاقِعٍ وَاَعَمُّ مِنَ الْقَضَایَا الْبَاقِیَةِ لِاَنَّ الْمُطْلَقَةَ الْعَامَّةَ اَعَمُّ مِنْهَا مُطْلَقًا وَالْاَعَمُّ مِنَ الْاَعَمِّ اَعَمُّ.

ترجمہ: اور یہ مطلقہ عامہ سے اعم ہے کیونکہ جب ایجاب بالفعل صادق ہوگا تو کم سے کم یہ کہ سلب ضروری نہیں ہوگا، اور سلب کی ضرورت کا سلب ہی امکان ایجاب ہے، پس جب ایجاب بالفعل صادق ہوگا تو ایجاب بالامکان (بھی) صادق ہوگا، اور اسکا عکس نہیں، اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ ایجاب ممکن ہو، لیکن بالکل واقع نہ ہو، اور اسی طرح جب سلب بالفعل صادق ہوگا تو ایجاب ضروری نہ ہوگا، اور ایجاب کی ضرورت کا سلب ہی امکان سلب ہے، پس جب سلب بالفعل صادق ہوگا تو سلب بالامکان (بھی) صادق ہوگا، نہ کہ اس کا عکس، اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ سلب ممکن ہو، (اور) واقع نہ ہو، اور باقی قضایا سے اعم ہے، اس لئے کہ مطلقہ عامہ ان (قضایا) سے اعم مطلق ہے، اور اعم سے اعم، اعم ہوتا ہے۔

تشـــریح: س عبارت میں شارح نے ممکنہ عامہ اور مطلقہ عامہ، ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کے درمیان نسبت بیان کی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ ممکنہ عامہ اور مطلقہ عامہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، مطلقہ عامہ موجبہ اخص مطلق ہے اور ممکنہ عامہ اعم مطلق ہے، کیونکہ اس سے پہلے آپ کو یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ مطلقہ عامہ میں محمول کا ثبوت موضوع کے لئے بالفعل ہوتا ہے، تو جب محمول کا ثبوت موضوع کے لئے بالفعل ہوگا تو اس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ محمول کا سلب موضوع سے ضروری نہ ہو اور سلب کا ضروری نہ ہونا ہی ممکنہ عامہ موجبہ ہے، لہٰذا جب مطلقہ عامہ صادق ہوگا تو وہاں مطلقہ عامہ موجبہ بھی صادق ہوگا، لیکن اس کا عکس ضروری نہیں کہ جہاں ممکنہ عامہ موجبہ صادق ہو تو وہاں مطلقہ عامہ موجبہ بھی صادق ہو، اس لئے کہ ایسا ہوسکتا ہے

کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لئے ممکن تو ہو لیکن وہ بالکل واقع نہ ہو، اسی طرح ممکنہ عامہ سالبہ اور مطلقہ عامہ سالبہ کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، مطلقہ عامہ سالبہ اخص ہے، اور ممکنہ سالبہ اعم ہے، کیونکہ جب مطلقہ عامہ سالبہ میں محمول کی نفی موضوع سے بالفعل ہے، تو ایجاب ضروری نہ ہوا، اور ایجاب کا ضروری نہ ہونا ہی ممکنہ عامہ سالبہ ہے، لہٰذا جب مطلقہ عامہ صادق ہوگا تو ممکنہ عامہ سالبہ بھی صادق ہوگا، لیکن اس کا عکس ضروری نہیں کہ جب ممکنہ عامہ سالبہ صادق ہو تو مطلقہ عامہ سالبہ بھی صادق ہو، اس لئے کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ امکان تو ہو، لیکن وہ واقع نہ ہو، لہٰذا مطلقہ عامہ صادق نہیں ہوسکتا۔

ممکنہ عامہ اور باقی چار قضایا سے اعم ہے اور یہ سب اخص ہیں، کیونکہ مطلقہ عامہ ان سب سے اعم ہے، اور ممکنہ عامہ مطلقہ عامہ سے اعم ہے، اور یہ قاعدہ ہے کہ اعم کا اعم اعم ہوتا ہے، تو جب ممکنہ عامہ مطلقہ عامہ سے اعم ہے، اور مطلقہ عامہ ان چاروں قضایا سے اعم ہوتا ہے، تو ممکنہ عامہ باقی قضایا سے بھی اعم ہوا۔ لہٰذا ممکنہ عامہ اور باقی چار قضایا کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔

قضایا موجہہ بسیطہ کا نقشہ مع امثلہ

نمبر شمار	قضایا موجہہ	موجبہ و سالبہ	امثلہ
۱	ضروریہ مطلقہ	موجبہ	کل انسان حیوان بالضرورۃ
		سالبہ	لاشیٔ من الانسان بحجر بالضرورۃ
۲	دائمہ مطلقہ	موجبہ	کل انسان حیوان بالدوام
		سالبہ	لاشیٔ من الانسان بحجر بالدوام
۳	مشروطہ عامہ	موجبہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا
		سالبہ	لاشیٔ من الکاتب بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا
۴	عرفیہ عامہ	موجبہ	دائما کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا
		سالبہ	لاشیٔ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبا
۵	مطلقہ عامہ	موجبہ	کل انسان متنفس بالاطلاق العام
		سالبہ	لاشیٔ من الانسان بمتنفس بالاطلاق العام
۶	ممکنہ عامہ	موجبہ	کل نار حارۃ بالامکان العام
		سالبہ	لاشیٔ من الحار ببارِدٍ بالامکان العام

قال وَاَمَّا الْمُرَكَّبَاتُ فَسَبْعٌ اَلْاُوْلٰى الْمَشْرُوْطَةُ الْخَاصَّةُ وَهِيَ الْمَشْرُوْطَةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ اللَّادَوَام

بِحَسْبِ الذَّاتِ وَهِيَ اِنْ كَانَتْ مُوْجِبَةً كَقَوْلِنَا بِالضَّرُوْرَةِ كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِبًا لَادَائِمًا فَتَرْكِيْبُهَا مِنْ مُوْجِبَةٍ مَشْرُوْطَةٍ عَامَّةٍ وَ سَالِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَاِنْ كَانَتْ سَالِبَةً كَقَوْلِنَا بِالضَّرُوْرَةِ لَاشَيْءَ مِنَ الْكَاتِبِ بِسَاكِنِ الْاَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِبًا لَادَائِمًا فَتَرْكِيْبُهَا مِنْ سَالِبَةٍ مَشْرُوْطَةٍ عَامَّةٍ وَ مُوْجِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ **اَقُوْلُ** مِنَ الْمُرَكَّبَاتِ الْمَشْرُوْطَةِ الْخَاصَّةِ وَهِيَ الْمَشْرُوْطَةِ الْعَامَّةِ مَعَ قَيْدِ اللَّادَوَامِ بِحَسْبِ الذَّاتِ وَاِنَّمَا قَيَّدَ اللَّادَوَامَ بِحَسْبِ الذَّاتِ لِاَنَّ الْمَشْرُوْطَةَ الْعَامَّةَ هِيَ الضَّرُوْرَةُ بِحَسْبِ الْوَصْفِ وَالضَّرُوْرَةُ بِحَسْبِ الْوَصْفِ دَوَامٌ بِحَسْبِهٖ وَ الدَّوَامُ بِحَسْبِ الْوَصْفِ يَمْتَنِعُ اَنْ يُّقَيَّدَ بِاللَّادَوَامِ بِحَسْبِ الْوَصْفِ فَاِنْ قُيِّدَ تَقْيِيْدًا صَحِيْحًا فَلَابُدَّ مِنْ اَنْ يُّقَيَّدَ بِاللَّادَوَامِ بِحَسْبِ الذَّاتِ حَتّٰى يَكُوْنَ النِّسْبَةُ فِيْهَا ضَرُوْرِيَّةً اَوْ دَائِمَةً فِيْ جَمِيْعِ اَوْقَاتِ وَصْفِ الْمَوْضُوْعِ لَادَائِمَةً فِيْ بَعْضِ اَوْقَاتِ ذَاتِ الْمَوْضُوْعِ وَهِيَ اَعْنِيْ الْمَشْرُوْطَةَ الْخَاصَّةَ اِنْ كَانَتْ مُوْجِبَةً كَقَوْلِنَا بِالضَّرُوْرَةِ كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِبًا لَادَائِمًا فَتَرْكِيْبُهَا مِنْ مُوْجِبَةٍ مَشْرُوْطَةٍ عَامَّةٍ وَسَالِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ اَمَّا الْمَشْرُوْطَةُ الْعَامَّةُ الْمُوْجِبَةُ فَهِيَ الْجُزْءُ الْاَوَّلُ مِنَ الْقَضِيَّةِ وَ اَمَّا السَّالِبَةُ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ فَالْجُزْءُ الثَّانِيْ مِنَ الْقَضِيَّةِ اَيْ قَوْلُنَا لَاشَيْءَ مِنَ الْكَاتِبِ بِمُتَحَرِّكِ الْاَصَابِعِ بِالْفِعْلِ فَهُوَ مَفْهُوْمُ اللَّادَوَامِ لِاَنَّ اِيْجَابَ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ اِذَا لَمْ يَكُنْ دَائِمًا كَانَ مَعْنَاهُ اَنَّ الْاِيْجَابَ لَيْسَ مُتَحَقِّقًا فِيْ جَمِيْعِ الْاَوْقَاتِ وَاِذَا لَمْ يَتَحَقَّقِ الْاِيْجَابُ فِيْ جَمِيْعِ الْاَوْقَاتِ يَتَحَقَّقُ السَّلْبُ فِي الْجُمْلَةِ وَهِيَ مَعْنَى السَّالِبَةِ الْمُطْلَقَةِ الْعَامَّةِ وَاِنْ كَانَتْ سَالِبَةً كَقَوْلِنَا بِالضَّرُوْرَةِ لَاشَيْءَ مِنَ الْكَاتِبِ بِسَاكِنِ الْاَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِبًا لَادَائِمًا فَتَرْكِيْبُهَا مِنْ مَشْرُوْطَةٍ عَامَّةٍ سَالِبَةٍ وَهِيَ الْجُزْءُ الْاَوَّلُ وَمُوْجِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ اَيْ قَوْلُنَا كُلُّ كَاتِبٍ سَاكِنُ الْاَصَابِعِ بِالْفِعْلِ وَهُوَ مَفْهُوْمُ اللَّادَوَامِ لِاَنَّ السَّلْبَ اِذَا لَمْ يَكُنْ دَائِمًا لَمْ يَكُنْ مُتَحَقِّقًا فِيْ جَمِيْعِ الْاَوْقَاتِ وَ اِذَا لَمْ يَتَحَقَّقْ فِيْ جَمِيْعِ الْاَوْقَاتِ يَتَحَقَّقُ الْاِيْجَابُ فِي الْجُمْلَةِ وَهُوَ الْاِيْجَابُ الْمُطْلَقُ الْعَامُّ.

ترجمہ: ماتن نے کہا، اور مرکبات سات ہیں، پہلا مشروطہ خاصہ ہے، اور وہ مشروطہ عامہ ہی ہے لا دوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ، اگر وہ موجبہ ہو، جیسے ہمارا قول ''کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبًا لادائمًا'' پس اس کی ترکیب ایک موجبہ مشروطہ عامہ اور ایک سالبہ مطلقہ عامہ سے ہوتی ہے، اور اگر سالبہ ہو، جیسے ہمارا قول ''بالضرورۃ لاشیٔ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبًا لادائمًا'' پس اس کی ترکیب سالبہ مشروطہ عامہ اور موجبہ مطلقہ عامہ سے ہوئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مرکبات میں سے مشروطہ خاصہ ہے، ور وہ لا دوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ مشروطہ عام ہے، اور لا دوام کو بحسب الذات کے ساتھ اس لئے مقید کیا ہے کہ مشروطہ عامہ ضرورۃ بحسب الوصف کا نام ہے، اور ضرورت بحسب الوصف دوام بحسب الوصف ہے، اور دوام بحسب الوصف کو لا دوام بحسب الوصف کے ساتھ مقید کرنا ممتنع ہے، پس اگر صحیح طور پر مقید کرنا ہو تو لا دوام کو ''بحسب الذات'' کے ساتھ مقید کرنا ضروری ہوگا، یہاں تک کہ اس میں نسبت وصف موضوع کے تمام اوقات میں ضروری یا دائمی ہوگی نہ کہ ذاتِ موضوع کے بعض اوقات میں دائمی، اور وہ یعنی مشروطہ خاصہ اگر موجبہ ہو جیسے ہمارا قول ''بالضرورۃ کل کاتب

متحرک الاصابع مادام کاتباً لا دائماً ''تو اس کی ترکیب موجبہ مشروطہ عامہ اور سالبہ مطلقہ عامہ سے ہوتی ہے، بہرحال مشروطہ عامہ موجبہ تو وہ قضیہ کا جزء اول ہے، اور بہرحال سالبہ مطلقہ عامہ تو وہ قضیہ کا جزء ثانی ہے، جیسے ہمارا قول ''لاشئ من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل ''پس یہ لا دوام کا مفہوم ہے، اس لئے کہ موضوع کے لئے محمول کا ایجاب جب دائمی نہ ہو، تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ ایجاب کے تمام اوقات میں متحقق نہیں ہے، اور جب ایجاب تمام اوقات میں متحقق نہ ہو تو سلب فی الجملہ متحقق ہوگا، اور یہی سالبہ مطلقہ عامہ کے معنیٰ ہیں، اور گر سالبہ ہو جیسے ہمارا قول ''بالضرورۃ لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع ما دام کاتبًا لا دائمًا'' سے ہوگی، اور یہی لا دوام کا مفہوم ہے، اس لئے کہ سلب جب دائمی نہ ہو تو تمام اوقات میں متحقق نہ ہوگا، اور جب سلب تمام اوقات میں متحقق نہ ہو، تو ایجاب فی الجملہ متحقق ہوگا، اور یہی ایجاب مطلق عام ہے۔

تشریح: جب مصنفؒ بسائط کے بیان سے فارغ ہو چکے تو اب مرکبات کو بیان فرما رہے ہیں، چنانچہ کہتے ہیں کہ مرکبات سات ہیں: ۱-مشروطہ خاصہ۔ ۲-عرفیہ خاصہ۔ ۳-وجودیہ لاضروریہ۔ ۴-وجودیہ لادائمہ۔ ۵-وقتیہ۔ ۶-منتشرہ۔ ۷-ممکنہ خاصہ۔ عبارت بالا میں چونکہ صرف مشروطہ خاصہ کا ذکر ہے اور بقیہ کا ذکر اگلی عبارت میں ہے اس لئے یہاں صرف مشروطہ خاصہ کی تعریف اور مثالیں ذکر کی جا رہی ہیں۔

مشروطہ خاصہ: وہ قضیہ موجبہ مرکبہ ہے جو مشروطہ عامہ میں لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ مقید کر دیا گیا ہو، مطلب یہ ہے کہ مشروطہ خاصہ کوئی الگ قضیہ نہیں ہے، بلکہ وہی مشروطہ عامہ ہے، جس کا بیان بسائط میں گزر چکا، اسی مشروطہ عامہ میں لا دوام ذاتی کی قید لگا دو تو وہ مشروطہ خاصہ بن جائے گا، اور لا دوام ذاتی کا مطلب یہ ہے کہ جو نسبت قضیہ میں ذکر کی گئی ہے وہ موضوع کی ذات کے لئے دائمی نہیں ہے جب تک موضوع کی ذات موجود رہے، بلکہ یہ حکم وصف کی شرط کی وجہ سے ہے، اور جب نسبت مذکورہ دائمی نہ ہوئی تو اس نسبت کی نقیض کسی نہ کسی وقت میں واقع ہوگی، اور نقیض کا کسی نہ کسی وقت میں واقع ہونا ہی مطلقہ عامہ ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ لا دوام ذاتی سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوگا، اور مشروطہ خاصہ میں لا دوام ذاتی کی قید جزء ہو کر معتبر ہوتی ہے، چنانچہ مشروطہ خاصہ کے دو جز ہوتے ہیں: ۱-مشروطہ عامہ۔ ۲-مطلقہ عامہ۔

وانما قید اللادوام الخ اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ ماتنؒ نے **لا دوام** کو **بحسب الذات** کی قید کے ساتھ مقید کیا ہے **لا دوام وصفی** کے ساتھ مقید نہیں کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ مشروطہ خاصہ میں پہلا جزء مشروطہ عامہ ہے، جس میں ضرورت وصفیہ ہوتی ہے، اور ضرورت وصفیہ دوام وصفی سے خاص ہے، اور قاعدہ ہے کہ جس جگہ خاص پایا جائے گا تو خاص کے ضمن میں عام بھی پایا جائے گا، لہٰذا اس قاعدہ کے اعتبار کرتے ہوئے یہ ماننا پڑے گا کہ ضرورت وصفیہ اور دوام وصفی دونوں لازم وملزوم ہیں، اور مشروطہ خاصہ میں دوام وصفی موجود ہے، اب اگر مشروطہ عامہ کو لا دوام وصفی کے ساتھ مقید کیا جائے، اور دوسرا جزء لا دوام وصفی مراد لیا جائے تو لازم آئے گا کہ ایک قضیہ دوام وصفی اور لا دوام وصفی دو متضاد قیدوں کے ساتھ مقید ہو، اور اس صورت میں اجتماع ضدین لازم آئے گا، کیونکہ لا دوام وصفی دوام وصفی کی ضد اور نقیض ہے اور اجتماع ضدین چونکہ باطل ہے اور جو چیز باطل کو مستلزم ہوتی ہے وہ خود باطل ہوتی ہے، لہٰذا مشروطہ عامہ کو لا دوام وصفی کے ساتھ مقید کرنا باطل اور ناجائز ہے، اور جب لا دوام وصفی کا مراد لینا باطل ہے تو لا دوام ذاتی متعین ہوگیا، ہاں **لاضرورۃ بحسب الذات** کی قید مراد لینے میں اگرچہ کوئی منافات نہیں ہے،

لیکن مناطقہ نے اس کا اعتبار نہیں کیا ہے، تو لامحالہ مشروطہ عامہ کو لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ مقید کیا جائے گا، تو مشروطہ خاصہ وہ قضیہ موجبہ مرکبہ ہوا جس میں حکم موضوع کے وصف عنوانی کے تمام اوقات میں ضروری اور دائمی ہو، اور ذاتِ موضوع کے بعض اوقات میں دائمی نہ ہو، بلکہ منتفی ہو۔

پھر مشروطہ خاصہ کی دو قسمیں ہیں: ۱-موجبہ۔ ۲-سالبہ۔ اگر مشروطہ خاصہ موجبہ ہو تو یہ مشروطہ عامہ موجبہ اور مطلقہ عامہ سالبہ سے مرکب ہوگا، مشروطہ عامہ اس قضیہ کا پہلا جزء ہوگا اور مطلقہ عامہ قضیہ کا دوسرا جزء ہوگا، جیسے ''بالضرورۃ کل کاتبٍ متحرک الاصابع کاتبًا لا دائمًا'' دیکھئے اس میں پہلا جزء مشروطہ عامہ ہے، جو لا دوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ مقید ہے، لہٰذا ''لادائما'' سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوگا، یعنی ''لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع بالفعل'' اب رہا یہ سوال کہ لا دوام ذاتی کی قید سے مطلقہ عامہ کی طرف کیوں اشارہ ہوتا ہے، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ تو شارح نے لان ایجاب المحمول الخ سے اس کی وجہ بیان کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ محمول کا ایجاب جب موضوع کے لئے دائمی نہ ہو، تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ محمول کا ثبوت موضوع کے تمام اوقات میں متحقق نہیں، اور جب ایجاب موضوع کے تمام اوقات میں متحقق نہیں تو سلب فی الجملہ یعنی کسی نہ کسی وقت سلب متحقق ہوگا، خواہ یہ سلب بعض اوقات میں ہو یا کل اوقات میں ہو، یہی مطلقہ عامہ سالبہ کا مفہوم ہے اس لئے یہ کہا ہے کہ مشروطہ خاصہ موجبہ میں ''لادائما'' سے مطلقہ عامہ سالبہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اور اگر مشروطہ خاصہ سالبہ ہو تو یہ قضیہ سالبہ مشروطہ عامہ اور موجبہ مطلقہ عامہ موجبہ سے مرکب ہوگا، سالبہ مشروطہ عامہ اس کا پہلا جزء ہوگا، اور موجبہ مطلقہ عامہ دوسرا جزء ہوگا، جیسے ''بالضرورۃ لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبا، لادائماً'' پس ''لادائما'' سے مطلقہ عامہ موجبہ نکلے گا یعنی کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل، مشروطہ عامہ سالبہ میں یہ حکم لگایا گیا ہے کہ سکون اصابع کی نفی کاتب کی ذات سے اس وقت تک ضروری ہے جب تک کہ وہ وصف عنوانی یعنی کتابت کے ساتھ متصف ہے، ہمیشہ نفی ضروری نہیں ہے، اور جب ''لادائماً'' کی قید اس میں لگادی گئی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مشروطہ عامہ میں جو سکونِ اصابع کی نفی کا حکم لگایا گیا ہے، وہ دائمی نہیں ہے، جب وہ نفی دائمی نہیں ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ ذاتِ موضوع کے تمام اوقات میں نفی متحقق نہیں، اور جب موضوع کے تمام اوقات میں نفی متحقق نہ ہو تو ایجاب فی الجملہ یعنی کسی نہ کسی وقت ایجاب متحقق ہوگا، یہی مطلقہ عامہ موجبہ کا مفہوم ہے، اسی لئے کہا ہے کہ مشروطہ خاصہ سالبہ میں ''لادائما'' سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

فَاِنْ قُلْتَ حَقِیْقَةُ الْقَضِیَّةِ الْمُرَکَّبَةِ مُلْتَئِمَةٌ مِنَ الْاِیْجَابِ وَالسَّلْبِ فَکَیْفَ تَکُوْنُ مُوْجَبَةً اَوْ سَالِبَةً فَنَقُوْلُ الْاِعْتِبَارُ فِیْ اِیْجَابِ الْقَضِیَّةِ الْمُرَکَّبَةِ وَ سَلْبِهَا بِاِیْجَابِ الْجُزْءِ الْاَوَّلِ وَسَلْبِهٖ اِصْطِلَاحًا فَاِنْ کَانَ الْجُزْءُ الْاَوَّلُ مُوْجَبًا کَانَتِ الْقَضِیَّةُ مُوْجَبَةً وَاِنْ کَانَ سَالِبًا فَسَالِبَةً وَالْجُزْءُ الثَّانِیْ مُوَافِقٌ لَهٗ فِی الْکَمِّ وَ مُخَالِفٌ لَهٗ فِی الْکَیْفِ.

ترجمہ: اور اگر آپ کہیں کہ قضیہ مرکبہ کی حقیقت ایجاب اور سلب سے مرکب ہوتی ہے تو وہ موجبہ اور سالبہ کیسے ہوگا؟ ہم کہیں گے کہ قضیہ مرکبہ کے موجبہ یا سالبہ ہونے میں پہلے جز کے ایجاب اور سلب کا اعتبار ہے، لہٰذا اگر پہلا جزء موجبہ ہو تو قضیہ موجبہ ہوگا، اور اگر پہلا جزء سالبہ ہو تو قضیہ سالبہ ہوگا، اور دوسرا جزء پہلے جزء کے موافق ہوگا کمیت میں اور کیفیت میں اس کے مخالف ہوگا۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے ایک اعتراض ذکر کیا ہے، پھر فنقول سے اس کا جواب دیا ہے، یہ اعتراض اس لئے وارد ہوا کہ پہلے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ قضیہ موجبہ اس کو کہتے ہیں جس میں ایجاب ہو یعنی موضوع کے لئے محمول کا ثبوت ہو اور سالبہ اس کو کہتے ہیں جس میں سلب ہو، یعنی موضوع سے محمول کی نفی کی گئی ہو، اور یہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قضیہ موجہہ مرکبہ ایجاب اور سلب دونوں پر مشتمل ہوتا ہے، تو اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ اگر اشرف کا لحاظ کر کے ایجاب کا اعتبار کیا جائے تو تمام مرکبات قضایا موجبہ ہوں گے اور اگر بعض میں سلب کا اعتبار کیا جائے تو غیر اشرف اور مرجوح کو اشرف اور راجح پر ترجیح دینا لازم آئے گا، اور یہ دونوں باطل ہیں تو پھر مرکبہ کا موجبہ یا سالبہ نام رکھنے میں کس جزء کا اعتبار ہوگا؟

تو شارح نے فنقول الخ سے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ قضیہ مرکبہ کے سالبہ یا جزئیہ نام رکھنے میں پہلے جزء کا اعتبار ہوگا، اگر پہلا جزء موجبہ ہو تو قضیہ مرکبہ کا موجبہ نام رکھا جائے گا، اور اگر پہلا جزء سالبہ ہو تو قضیہ مرکبہ کا نام سالبہ رکھا جائیگا، اسی اصول کے پیش نظر مرکبہ کی گزشتہ چند مثالوں میں ایجاب یا سلب کا حکم لگایا گیا ہے۔ شارح فرماتے ہیں کہ مشروطہ خاصہ کا دوسرا جزء کمیت کے لحاظ سے پہلے جزء کے موافق ہوگا یعنی اگر پہلا جزء کلی ہے تو دوسرا جزء بھی کلی ہوگا، اور اگر پہلا جزء جزئی ہے تو دوسرا جزء بھی جزئی ہوگا، اور کیفیت کے لحاظ سے دوسرا جزء پہلے جزء کے مخالف ہوگا یعنی اگر پہلا جزء موجبہ ہو تو دوسرا سالبہ ہوگا، اور پہلا سالبہ ہو تو دوسرا موجبہ ہوگا۔

وَالنِّسْبَةُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْقَضَايَا الْبَسِيطَةِ اَمَّا بَيْنَهَا وَبَيْنَ الدَّائِمَتَيْنِ فَمُبَايَنَةٌ كُلِّيَّةٌ كَاَنَّهَا مُقَيَّدَةٌ بِاللَّادَوَامِ بِحَسْبِ الذَّاتِ وَهُوَ مُبَايِنٌ لِلدَّوَامِ بِحَسْبِ الذَّاتِ وَذٰلِكَ فَظَاهِرٌ وَلِلضَّرُوْرَةِ بِحَسْبِ الذَّاتِ لِاَنَّ الضَّرُوْرَةَ بِحَسْبِ الذَّاتِ اَخَصُّ مِنَ الدَّوَامِ بِحَسْبِ الذَّاتِ وَنَقِيْضُ الْاَعَمِّ مُبَايِنٌ لِعَيْنِ الْاَخَصِّ مُبَايَنَةً كُلِّيَّةً وَهِيَ اَخَصُّ مِنَ الْمَشْرُوْطَةِ الْعَامَّةِ مُطْلَقًا لِاَنَّهَا الْمَشْرُوْطَةُ الْعَامَّةُ الْمُقَيَّدَةُ بِاللَّادَوَامِ وَالْمُقَيَّدُ اَخَصُّ مِنَ الْمُطْلَقِ وَكَذَا مِنَ الْقَاضَايَا الثَّلٰثِ الْبَاقِيَةِ لِاَنَّهَا اَعَمُّ مِنَ الْمَشْرُوْطَةِ الْعَامَّةِ.

ترجمہ: اور اس کے اور قضایا بسیطہ کے درمیان نسبت، بہر حال اس کے اور دائمتین کے درمیان مباینت کلیہ ہے، اس لئے کہ وہ لا دوام ذاتی کے ساتھ مقید ہوتا ہے، اور یہ دوام ذاتی کے مباین ہے، اور یہ ظاہر ہے اور ضرورت بحسب الذات کے مباین ہے، اس لئے کہ ضرورت بحسب الذات دوام بحسب الذات سے اخص ہے، اور اعم کی نقیض اخص کی عین کے مباین ہے مباینت کلی، اور یہ مشروطہ عامہ سے اخص مطلق ہے اس لئے کہ یہ وہ مشروطہ عامہ ہے جو لا دوام کے ساتھ مقید ہوتا ہے اور مقید مطلق سے اخص ہوتا ہے اسی طرح باقی تین قضایا سے (بھی) اخص ہے، اس لئے کہ وہ تینوں مشروطہ عامہ سے اعم ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارحؒ نے مشروطہ خاصہ اور قضایا بسیطہ کے درمیان نسبت بیان کی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ مشروطہ خاصہ اور دائمہ مطلقہ کے درمیان تباین کی نسبت ہے، اس لئے کہ دائمہ میں دوام ذاتی ہوتا ہے، اور مشروطہ خاصہ میں لا دوام ذاتی ہوتا ہے، اور دوام ذاتی اور لا دوام ذاتی کے درمیان تباین بالکل ظاہر ہے، مشروطہ خاصہ اور ضروریہ مطلقہ کے درمیان بھی تباین کی نسبت ہے، وہ اس طرح کی ضرورت ذاتیہ دوام وصفی سے اخص ہے، یعنی دائمہ مطلقہ ضروریہ مطلقہ سے اعم ہے، اور ضروریہ مطلقہ اخص ہے، اور قاعدہ ہے کہ اعم کی نقیض اخص کی عین کے مباین ہوتی ہے، جیسے حیوان اور انسان میں حیوان عام ہے اس کی نقیض لاحیوان ہے، اور یہ لاحیوان انسان کے مباین ہے، اور ابھی آپ کو یہ بات معلوم ہو چکی کہ مشروطہ خاصہ دائمہ مطلقہ کے مباین ہے، اور دائمہ مطلقہ ضروریہ

مطلقہ سے اعم ہے، تو جو چیز اعم کے مباین ہوگی وہ اخص کے بھی مباین ہوگی لہٰذا مشروطہ خاصہ جس طرح دائمہ مطلقہ جو کہ اعم ہے، کے مباین ہے، اسی طرح ضروریہ مطلقہ جو کہ اخص ہے، کے بھی مباین ہوگا، تو جہاں مشروطہ خاصہ صادق ہوگا وہاں دائمتین صادق نہیں ہوں گے۔ اور جہاں دائمتین صادق ہوں گے وہاں مشروطہ خاصہ صادق نہیں ہوگا، واضح رہے کہ شارح نے دائمتین سے دائمہ مطلقہ اور ضروریہ مطلقہ مراد لیا ہے، ضروریہ کو دائمہ سے اس لئے تعبیر کیا ہے کہ ضرورۃ ذاتی دوام ذاتی کو مستلزم ہوتی ہے۔

تنبیہ: مباینة کلیة کے بعد کتاب میں کانہا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے صحیح لانہا ہے۔

شارح کہتے ہیں کہ مشروطہ خاصہ اور مشروطہ عامہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، مشروطہ خاصہ اخص مطلق ہے اور مشروطہ عامہ اعم مطلق ہے، کیونکہ مشروطہ خاصہ مشروطہ عامہ ہی ہوتا ہے مگر یہ کہ وہ لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ مقید ہوتا ہے، اور مشروطہ عامہ مطلق ہے اس میں اس قسم کی کوئی قید نہیں ہے، اور مقید چونکہ مطلق سے اخص ہوتا ہے، اس لئے مشروطہ خاصہ اخص مطلق ہے، لہٰذا جہاں مشروطہ خاصہ صادق ہوگا وہاں مشروطہ عامہ بھی صادق ہوگا، اور جہاں مشروطہ عامہ صادق ہوگا وہاں مشروطہ خاصہ کا صادق ہونا ضروری نہیں۔

اسی طرح مشروطہ خاصہ اور باقی تین قضایا یعنی عرفیہ عامہ، مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، مشروطہ خاصہ اخص مطلق ہے اور تینوں اعم مطلقہ ہیں، اور اس طرح سمجھئے کہ یہ تینوں مشروطہ عامہ سے اعم ہیں، اور مشروطہ عامہ اخص ہے، اور مشروطہ عامہ مشروطہ خاصہ سے اعم ہے۔ لہٰذا یہ تینوں مشروطہ خاصہ سے بھی اعم ہوں گے، کیونکہ اعم کا اعم اعم ہوتا ہے، پس تینوں قضایا اور مشروطہ خاصہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔

قَالَ الثَّانِيَةُ الْعُرْفِيَّةُ الْخَاصَّةُ وَهِيَ الْعُرْفِيَّةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ اللَّادَوَامِ بِحَسْبِ الذَّاتِ وَهِيَ اِنْ كَانَتْ مُوْجِبَةً فَتَرْكِيْبُهَا مِنْ مُوْجِبَةٍ عُرْفِيَّةٍ عَامَّةٍ وَ سَالِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَاِنْ كَانَتْ سَالِبَةً فَتَرْكِيْبُهَا مِنْ سَالِبَةٍ عُرْفِيَّةٍ عَامَّةٍ وَ مُوْجِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَ مِثَالُهَا اِيْجَابًا وَ سَلْبًا مَا مَرَّ **اَقُوْلُ** الْعُرْفِيَّةُ الْخَاصَّةُ هِيَ الْعُرْفِيَّةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ اللَّادَوَامِ بِحَسْبِ الذَّاتِ وَهِيَ اِنْ كَانَتْ مُوْجِبَةً كَمَا مَرَّ مِنْ قَوْلِنَا كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِبًا لَادَائِمًا فَتَرْكِيْبُهَا مِنْ مُوْجِبَةٍ عُرْفِيَّةٍ عَامَّةٍ وَهِيَ الْجُزْءُ الْاَوَّلُ وَ سَالِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ هِيَ مَفْهُوْمُ اللَّادَوَامِ وَ اِنْ كَانَتْ سَالِبَةً كَمَا تَقَدَّمَ مِنْ قَوْلِنَا لَاشَيْءَ مِنَ الْكَاتِبِ بِسَاكِنِ الْاَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِبًا لَادَائِمًا فَتَرْكِيْبُهَا مِنْ سَالِبَةٍ عُرْفِيَّةٍ عَامَّةٍ وَهِيَ الْجُزْءُ الْاَوَّلُ وَ مُوْجِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَهِيَ مَفْهُوْمُ اللَّادَوَامِ وَهِيَ اَعَمُّ مِنَ الْمَشْرُوْطَةِ الْخَاصَّةِ لِاَنَّهُ مَتٰى صَدَقَتِ الضَّرُوْرَةُ بِحَسْبِ الْوَصْفِ لَادَائِمًا صَدَقَ الدَّوَامُ بِحَسْبِ الْوَصْفِ لَادَائِمًا مِنْ غَيْرِ عَكْسٍ وَ مُبَايِنَةٌ لِلدَّائِمَتَيْنِ عَلٰى مَا سَلَفَ وَاَعَمُّ مِنَ الْمَشْرُوْطَةِ الْعَامَّةِ مِنْ وَجْهٍ لِتَصَادُقِهِمَا فِيْ مَادَّةِ الْمَشْرُوْطَةِ الْخَاصَّةِ وَصِدْقِ الْمَشْرُوْطَةِ الْعَامَّةِ بِدُوْنِهَا فِيْ مَادَّةِ الضَّرُوْرَةِ الذَّاتِيَّةِ وَ صِدْقِهَا بِدُوْنِ الْمَشْرُوْطِ الْعَامَّةِ اِذَا كَانَ الدَّوَامُ بِحَسْبِ الْوَصْفِ مِنْ غَيْرِ ضَرُوْرَةٍ وَاَخَصُّ مِنَ الْعُرْفِيَّةِ الْعَامَّةِ لِاَنَّ الْمُقَيَّدَ اَخَصُّ مِنَ الْمُطْلَقِ وَكَذَا مِنَ الْبَاقِيَتَيْنِ لِاَنَّهُمَا اَعَمُّ مِنَ الْعُرْفِيَّةِ الْعَامَّةِ وَ اعْلَمْ اَنَّ وَصْفَ الْمَوْضُوْعِ فِي الْمَشْرُوْطَةِ وَالْعُرْفِيَّةِ الْخَاصَّتَيْنِ يَجِبُ اَنْ يَكُوْنَ وَصْفًا مُفَارِقًا لِذَاتِ الْمَوْضُوْعِ فَاِنَّهُ لَوْ كَانَ دَائِمًا لَهُ وَ وَصْفُ

الْمَحْمُوْلِ دَائِمٌ بِدَوَامِ وَصْفِ الْمَوْضُوْعِ كَانَ وَصْفُ الْمَحْمُوْلِ دَائِمًا لِذَاتِ الْمَوْضُوْعِ وَقَدْ كَانَ لَادَائِمًا بِحَسْبِ الذَّاتِ هٰذَا خُلْفٌ.

ترجمہ: ماتن نے کہا دوسرا عرفیہ خاصہ ہے، اور وہ عرفیہ عامہ ہی ہے لادوام ذاتی کی قید کے ساتھ، اور اگر وہ موجبہ ہو تو اس کی ترکیب عرفیہ عامہ موجبہ اور مطلقہ عامہ سالبہ سے ہوگی، اور اگر سالبہ ہو تو اس کی ترکیب سالبہ عرفیہ عامہ اور موجبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی، اور اس کی مثال ایجاباً اور سلباً وہی ہے جو گزر چکی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ عرفیہ خاصہ وہ عرفیہ عامہ ہی ہے **لادوام بحسب الذات** کی قید کے ساتھ، وہ اگر موجبہ ہو جیسا کہ ہمارا قول "**کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا لادائما**" گزر چکا، پس اس کی ترکیب موجبہ عرفیہ عامہ سے ہے، اور وہی پہلا جز ہے، اور سالبہ مطلقہ عامہ سے ہے، یہی لادوام کا مفہوم ہے، اور اگر سالبہ ہو جیسا کہ ہمارا قول "**لاشیٔ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبًا لادائمًا**" گزر چکا تو اس کی ترکیب سالبہ عرفیہ عامہ سے ہے اور وہی پہلا جزء ہے اور موجبہ مطلقہ عامہ سے ہے اور یہی لادوام کا مفہوم ہے، اور وہ مشروطہ خاصہ سے اعم ہے، اس لئے کہ جب ضرورت وصفیہ لادائما صادق ہوگی تو دوام وصفی لادائما بھی صادق ہوگا، اسکے عکس کے بغیر۔ اور دائمتین کے مباین ہے جیسا کہ گزر گیا، اور مشروطہ عامہ سے اعم من وجہ ہے کیونکہ یہ دونوں مشروطہ خاصہ کے مادہ میں صادق آتے ہیں، اور مشروطہ عامہ ضرورت ذاتیہ کے مادہ میں اس کے بغیر صادق ہے، اور وہ (عرفیہ خاص) مشروطہ عامہ کے بغیر صادق ہے، جب کہ دوام بحسب الوصف ضرورت کے بغیر ہو۔ اور عرفیہ عامہ سے اخص ہے اس لئے کہ مقید مطلق سے اخص ہوتا ہے اور اسی طرح باقی دو (یعنی مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ) سے اخص ہے، اس لئے وہ یہ دونوں عرفیہ عامہ سے اعم ہے، اور جان لیجئے کہ وصفِ موضوع کا مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں ذات موضوع کے وصفِ مفارق ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ وہ اگر اس کیلئے دائمی ہو، اور حال یہ ہے کہ وصف محمول وصف موضوع کے دوام کی وجہ سے دائمی ہوتا ہے، تو وصفِ محمول ذاتِ موضوع کیلئے دائمی ہوگا حالانکہ وہ بحسب الذات دائمی نہیں تھا۔ یہ خلاف مفروض ہے۔

تشریح: اس عبارت میں ماتن وشارح نے قضایا موجہہ مرکبہ میں سے دوسرے قضیہ یعنی عرفیہ کو بیان کیا ہے۔

عرفیہ خاصہ: وہ قضیہ موجہہ مرکبہ ہے جو بعینہٖ عرفیہ عامہ ہوتا ہے لادوام ذاتی کی قید کے ساتھ، پھر اس کی دو قسمیں ہیں: ۱- موجبہ۔ ۲- سالبہ۔ اگر عرفیہ خاصہ موجبہ ہو تو اس کی ترکیب موجبہ عرفیہ عامہ اور سالبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی، موجبہ عرفیہ قضیہ کا پہلا جزء ہوتا ہے، اور سالبہ مطلقہ عامہ دوسرا جزء ہوتا ہے، جس کی طرف لادوام ذاتی سے اشارہ ہوتا ہے، اب اس کو مثال سے سمجھئے جیسے "**کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبًا لادائمًا**" دیکھئے یہاں پہلا قضیہ عرفیہ عامہ موجبہ ہے جو لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ مقید ہے، لہٰذا **لادائمًا** سے مطلقہ عامہ سالبہ کی طرف اشارہ ہوگا یعنی **لاشیٔ من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل** یعنی تحرک اصابع کی نفی ذاتِ کاتب کے لئے تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے میں ہے، جب کہ وہ وصفِ عنوانی کے ساتھ متصف نہ ہو، تو یہاں دو قضیہ ہو گئے ایک عرفیہ عام اور دوسرا مطلقہ عامہ، پس معلوم ہوا کہ عرفیہ خاصہ وہ قضیہ موجہہ ہے جو ایک عرفیہ عامہ اور ایک مطلقہ عامہ سے مرکب ہو، اور چونکہ یہاں پہلا جزء موجبہ ہے اس لئے قضیہ کا نام موجبہ رکھا گیا، اور اگر عرفیہ خاصہ سالبہ ہو، تو وہ عرفیہ عامہ سالبہ اور مطلقہ عامہ موجبہ سے مرکب ہوگا، پہلا جزء سالبہ ہوگا، اور دوسرا جزء مطلقہ عامہ موجبہ ہوگا جس کی طرف

لا دوام ذاتی سے اشارہ ہوتا ہے، جیسے ''لاشیء من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبًا لا دائمًا'' دیکھئے یہاں پہلا قضیہ عرفیہ عامہ سالبہ ہے جو لا دوام ذاتی کے ساتھ مقید ہے، مطلب یہ ہے کہ انگلیوں کے ٹھہرے رہنے کی نفی ذاتِ کاتب سے اس وقت تک دائمی ہے جب تک وہ وصفِ عنوانی یعنی کتابت کے ساتھ متصف رہے، ہمیشہ نفی نہیں ہے بلکہ کاتب کی ذات تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے میں سکونِ اصابع کے ساتھ متصف ہوسکتی ہے، لہٰذا ''لا دائما'' سے مطلقہ عامہ موجبہ کی طرف اشارہ ہوگا یعنی ''کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل'' یعنی سکون اصابع کاتب کی ذات کے لئے تینوں زمانوں میں سے کسی زمانہ میں ثابت ہے جب کہ وہ وصف عنوانی یعنی کتابت کے ساتھ متصف نہ ہو، اب رہا یہ سوال کہ عرفیہ خاصہ موجبہ میں ''لا دائما'' سے مطلقہ عامہ سالبہ کی طرف اور عرفیہ خاصہ سالبہ میں ''لا دائما'' سے مطلقہ عامہ موجبہ کی طرف اشارہ کیوں ہوتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی وجہ اور تفصیل مشروطہ خاصہ کی بحث میں بیان کی جاچکی ہے، لہٰذا وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

وجہ تسمیہ: عرفیہ خاصہ کو عرفیہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ عرفیہ عامہ پر مشتمل ہوتا ہے، اور خاص اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس میں لا دوام بحسب الذات کی جب قید لگادی گئی تو یہ عرفیہ عامہ سے خاص ہوگیا۔

نسبتیں: عرفیہ خاصہ اور مشروطہ خاصہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، کیونکہ ایسی دو کلی کہ ان میں سے ایک دوسری کے ہر ہر فرد پر صادق آئے اور دوسری پہلی کے بعض افراد پر صادق آئے تو ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے۔ اور یہاں بھی ایسا ہی ہے چنانچہ عرفیہ خاصہ تو مشروطہ خاصہ کے ہر ہر فرد پر صادق آتا ہے، لیکن مشروطہ خاصہ عرفیہ خاصہ کے ہر ہر فرد پر صادق نہیں آتا، دلیل یہ ہے کہ مشروطہ خاصہ میں ضرورت وصفیہ ''لا دائما'' ہوتی ہے، اور عرفیہ خاصہ میں دوام وصفی ''لا دائما'' ہوتا ہے، اور ضرورت وصفیہ ''لا دائما'' دوام وصفی ''لا دائما'' کو مستلزم ہوتی ہے، لیکن دوام وصفی ''لا دائما'' ضرورتِ وصفیہ ''لا دائما'' کو مستلزم نہیں، لہٰذا جہاں مشروطہ خاصہ صادق ہوگا۔ وہاں عرفیہ خاصہ بھی صادق ہوگا لیکن جہاں عرفیہ خاصہ صادق ہو وہاں مشروطہ خاصہ کا صادق ہونا ضروری نہیں۔

اور عرفیہ خاصہ اور ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کے درمیان تباین کی نسبت ہے جسکی تفصیل مشروطہ خاصہ کے بیان میں گزر چکی۔

عرفیہ خاصہ اور مشروطہ عامہ کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہوتی ہے، اور عموم خصوص من وجہ میں تین مادے ہوتے ہیں، ایک اجتماع کا اور دو افتراق کے، چنانچہ یہ دونوں مشروطہ خاصہ کے مادّہ میں جمع ہوجاتے ہیں، جیسے ''کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا لا دائما'' اور اگر مادّہ صرف ضرورت ذاتیہ کا ہو تو وہاں مشروطہ عامہ تو صادق ہوگا، لیکن عرفیہ خاصہ صادق نہ ہوگا، جیسے ''کل انسان حیوان بالضرورۃ'' اور اگر مادّہ صرف دوام وصفی کا ہو ضرورت سے خالی ہو تو وہاں صرف عرفیہ خاصہ صادق ہوگا، مشروطہ عامہ صادق نہ ہوگا۔ جیسے ''کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبا لا دائما'' عرفیہ خاصہ اور عرفیہ عامہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، عرفیہ خاصہ اخص ہے اور عرفیہ عامہ اعم ہے، کیونکہ عرفیہ خاصہ میں لا دوام ذاتی کی قید ہوتی ہے، اور عرفیہ عامہ میں اس قسم کی قید نہیں ہوتی، اور مقید مطلق سے اخص ہوتا ہے لہٰذا عرفیہ خاصہ عرفیہ عامہ سے اخص مطلق ہے اور ایسی دو کلی کہ ان میں سے ایک اخص مطلق اور دوسری اعم مطلق ہو ان کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، لہٰذا ان کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوگی۔ اسی طرح عرفیہ خاصہ اور مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔ کیونکہ یہ دونوں ان سے اعم مطلق ہیں، وہ اس طرح کہ عرفیہ عامہ عرفیہ

خاصہ سے اعم مطلق ہے، اور مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ عرفیہ عامہ سے بھی اعم مطلق ہیں، اور قاعدہ ہے کہ اعم کا اعم، اعم ہوتا ہے، لہٰذا یہ دونوں عرفیہ خاصہ سے بھی عام ہوں گے، اور عرفیہ خاصہ اور ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوگی۔

فائدہ: شارح نے واعلم ان وصف الموضوع الخ سے یہ بیان یا ہے کہ مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں ذات موضوع کے لئے وصف موضوع کا وصف مفارق ہونا ضروری ہے، یعنی وصف موضوع ایسا ہو جو ذات موضوع کے لئے لازم نہ ہو، بلکہ ذاتِ موضوع سے جدا بھی ہو جاتا ہو، اگر ایسا نہ ہوتو وصف محمول ذاتِ موضوع کے لئے دائمی ہو جائے گا، کیونکہ ذاتِ موضوع کے لئے وصفِ محمول کا دوام اس وقت تک ہوتا ہے جب تک ذاتِ موضوع کے لئے وصف موضوع کا وجود ہو، پس اگر وصف موضوع ذاتِ موضوع کے لئے دائمی ہوگا تو وصف محمول بھی اس کے لئے دائمی ہوگا اور جب وصف محمول ذات موضوع کے لئے دائمی ہوتو لا دوام کی قید لگانے سے اجتماع نقیضین لازم آئے گا جو باطل اور خلاف مفروض ہے۔

قَالَ الثَّالِثَةُ الْوَجُوْدِيَّةُ اللَّاضَرُوْرِيَّةُ وَهِيَ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ اللَّاضَرُوْرَةِ بِحَسْبِ الذَّاتِ وَهِيَ اِنْ كَانَتْ مُوْجَبَةً كَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ ضَاحِكٌ بِالْفِعْلِ لَا بِالضَّرُوْرَةِ فَتَرْكِيْبُهَا مِنْ مُوْجَبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَسَالِبَةٍ مُمْكِنَةٍ عَامَّةٍ وَاِنْ كَانَتْ سَالِبَةً كَقَوْلِنَا لَاشَيْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِضَاحِكٍ بِالْفِعْلِ لَا بِالضَّرُوْرَةِ فَتَرْكِيْبُهَا مِنْ سَالِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَ مُوْجَبَةٍ مُمْكِنَةٍ عَامَّةٍ **اَقُوْلُ** الْوَجُوْدِيَّةُ اللَّاضَرُوْرِيَّةُ هِيَ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ اللَّاضَرُوْرَةِ بِحَسْبِ الذَّاتِ وَاِنَّمَا قُيِّدَ اللَّاضَرُوْرَةُ بِحَسْبِ الذَّاتِ وَاِنْ اَمْكَنَ تَقْيِيْدُ الْمُطْلَقَةِ الْعَامَّةِ بِاللَّاضَرُوْرَةِ بِحَسْبِ الْوَصْفِ لِاَنَّهُمْ لَمْ يَعْتَبِرُوْا هٰذَا التَّرْكِيْبَ وَلَمْ يَتَعَرَّفُوْا اَحْكَامَهُ فَهِيَ اِنْ كَانَتْ مُوْجَبَةً كَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ ضَاحِكٌ بِالْفِعْلِ لَا بِالضَّرُوْرَةِ فَتَرْكِيْبُهَا مِنْ مُوْجَبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَسَالِبَةٍ مُمْكِنَةٍ عَامَّةٍ اَمَّا الْمُوْجَبَةُ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ فَهِيَ الْجُزْءُ الْاَوَّلُ وَاَمَّا السَّالِبَةُ الْمُمْكِنَةُ الْعَامَّةُ اَيْ قَوْلُنَا لَاشَيْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِضَاحِكٍ بِالْاِمْكَانِ الْعَامِّ فَهِيَ مَعْنَى اللَّاضَرُوْرَةِ لِاَنَّ الْاِيْجَابَ اِذَا لَمْ يَكُنْ ضَرُوْرِيًّا كَانَ هُنَاكَ سَلْبُ ضَرُوْرَةِ الْاِيْجَابِ وَسَلْبُ ضَرُوْرَةِ الْاِيْجَابِ مُمْكِنٌ عَامٌّ سَالِبٌ وَاِنْ كَانَتْ سَالِبَةً كَقَوْلِنَا لَاشَيْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِضَاحِكٍ بِالْفِعْلِ لَا بِالضَّرُوْرَةِ فَتَرْكِيْبُهَا مِنْ سَالِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَهِيَ الْجُزْءُ الْاَوَّلُ وَمُوْجَبَةٍ مُمْكِنَةٍ عَامَّةٍ وَهِيَ مَعْنَى اللَّاضَرُوْرَةِ فَاِنَّ السَّلْبَ اِذَا لَمْ يَكُنْ ضَرُوْرِيًّا كَانَ هُنَاكَ سَلْبُ ضَرُوْرَةِ السَّلْبِ وَهُوَ الْمُمْكِنُ الْعَامُّ الْمُوْجَبُ۔

ترجمہ: ماتن نے کہا: تیسرا (قضیہ) وجودیہ لاضروریہ ہے، اور وہ مطلقہ عامہ ہے لاضرورت بحسب الذات کی قید کے ساتھ، اور وہ اگر موجبہ ہو جیسے ہمارا قول ''کل انسان ضاحکٌ بالفعل لابالضرورۃ'' تو اس کی ترکیب موجبہ مطلقہ عامہ اور سالبہ ممکنہ عامہ سے ہوگی، اور اگر سالبہ ہو جیسے ہمارا قول ''لاشیَ من الانسان بضاحک بالفعل لا بالضرورۃ'' تو اس کی ترکیب سالبہ مطلقہ عامہ اور موجبہ عامہ سے ہوگی۔ میں کہتا ہوں کہ وجودیہ لاضروریہ وہ مطلقہ عامہ ہی ہے لاضرورت بحسب الذات کی قید کے ساتھ، اور لاضرورت کو بحسب الذات کے ساتھ مقید کیا ہے، اگرچہ مطلقہ عامہ کو لاضرورت بحسب الوصف کے ساتھ مقید کرنا ممکن ہے، اس لئے مناطقہ نے نہ اس کی ترکیب کا اعتبار کیا ہے، اور نہ اس کے احکام بیان کیے ہیں، پس اگر وہ موجبہ ہو جیسے ہمارا قول ''کل انسانٍ ضاحک بالفعل لابالضرورۃ''

تو اس کی ترکیب موجبہ مطلقہ عامہ اور سالبہ ممکنہ عامہ سے ہوگی، بہر حال موجبہ مطلقہ عامہ تو وہ پہلا جزء ہے، اور بہر حال سالبہ ممکنہ عامہ یعنی ہمارا قول ''لاشیء من الانسان بضاحک بالامکان العام'' جو لاضرورۃ کے معنیٰ ہیں اس لئے کہ ایجاب جب ضروری نہ ہو تو وہاں ایجاب کی ضرورت کا سلب ہوگا، اور ایجاب کی ضرورت کا سلب ہی ممکنہ عامہ سالبہ ہے۔ اور اگر سالبہ ہو جیسے ہمارا قول ''لاشیء من الانسان بضاحک بالفعل لابالضرورۃ'' تو اس کی ترکیب سالبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی، اور یہ پہلا جزء ہے اور موجبہ ممکنہ عامہ سے ہوگی، اور یہ لاضرورت کے معنیٰ ہیں، کیونکہ جب سلب ضروری نہ ہو تو وہاں سلب کی ضرورت کا سلب ہوگا اور یہی ممکنہ عامہ موجبہ ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارحؒ قضیہ موجہہ مرکبہ میں سے تیسرے قضیہ یعنی وجودیہ لاضروریہ کو بیان کیا ہے۔

وجودیہ لاضروریہ: یہ وہی مطلقہ عامہ ہے جس کو لاضرورتِ ذاتی کے ساتھ مقید کیا گیا ہو، لاضرورت ذاتی کا مطلب یہ ہے کہ جو نسبت قضیہ میں ذکر کی گئی ہے، وہ موضوع کی ذات کے لئے ضروری نہیں جب تک موضوع کی ذات موجود ہے اور ضروری نہ ہونے کا نام ہی امکان ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ لاضروریہ سے ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ ہوگا، تو اب وجودیہ لاضروریہ کی تعریف یہ ہوگی کہ وجودیہ لاضروریہ وہ قضیہ موجہہ ہے جو مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ سے مرکب ہے۔

شارح فرماتے ہیں کہ لاضرورۃ کو بحسب الذات کے ساتھ مقید کیا ہے، اگر چہ اس کو ''بحسب الوصف'' کے ساتھ مقید کرنا ممکن ہے اور درست ہے لیکن چونکہ مناطقہ نے لاضرورۃ بحسب الوصف کا اعتبار نہیں کیا، اور نہ ہی اس کے احکام بیان کیے ہیں، اس بناء پر لاضرورۃ کو ذاتیہ کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔

وجودیہ لاضروریہ کی دو قسمیں ہیں: ۱- موجبہ۔ ۲- سالبہ۔

جب وجودیہ لاضروریہ موجبہ ہوگا تو اس وقت وہ موجبہ مطلقہ عامہ اور سالبہ ممکنہ عامہ سے مرکب ہوگا موجبہ قضیہ کا پہلا جزء ہوگا اور سالبہ ممکنہ عامہ دوسرا جزء ہوگا، جیسے ''کل انسان ضاحک بالفعل لابالضرورۃ'' اس مثال میں پہلا قضیہ مطلقہ عامہ موجبہ ہے، لہٰذا لاضرورۃ سے سالبہ ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ ہوگا، یعنی ''لاشیء من الانسان بکاتب بالامکان العام'' وہ اس طرح کہ جب کہا، ''لابالضرورۃ'' تو اس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ پہلے قضیہ میں جو ایجاب ہے وہ ضروری نہیں، تو ایجاب کا ضروری نہ ہونا سلب ضرورۃِ الایجاب ہے، اور سلب ضرورۃ الایجاب ہی ممکنہ عامہ سالبہ ہے، اور جب وجودیہ لاضروریہ سالبہ ہو، تو اس وقت وہ سالبہ مطلقہ عامہ اور موجبہ ممکنہ عامہ سے مرکب ہوگا، جیسے ''لاشیء من الانسان بکاتب بالفعل لابالضرورۃ'' دیکھئے اس مثال میں پہلا قضیہ سالبہ مطلقہ عامہ ہے، لہٰذا لاضرورۃ سے موجبہ ممکنہ عامہ نکالا جائے گا، یعنی ''کل انسان کاتب بالامکان العام'' کیونکہ جب قضیہ سالبہ کے بعد لابالضرورۃ کہا تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ سابقہ قضیہ میں جو سلب ہے وہ ضروری نہیں، تو سلب کا ضروری نہ ہونا یعنی سلب ضرورۃ السلب بعینہٖ ممکنہ عامہ موجبہ ہے، اسی لئے یہ کہا گیا ہے کہ وجودیہ لاضروریہ جب سالبہ ہو تو لابالضرورۃ سے ممکنہ عامہ موجبہ نکالا جائے گا۔

وَهِيَ اَعَمُّ مُطْلَقًا مِنَ الْخَاصِيَتَيْنِ لِاَنَّهُ مَتىٰ صَدَقَتِ الضَّرُوْرَةُ اَوِ الدَّوَامُ بِحَسْبِ الْوَصْفِ لَادَائِمًا صَدَقَ فَعْلِيَّةُ النِّسْبَةِ لَابِالضَّرُوْرَةِ مِنْ غَيْرِ عَكْسٍ وَ مُبَايِنَةٌ لِلضَّرُوْرَةِ لِتَقْيِيْدِهَا بِاللَّاضَرُوْرَةِ بِحَسْبِ

الذَّاتِ وَاَعَمُّ مِنَ الدَّائِمَةِ مِنْ وَجْهٍ لِتَصَادُقِهِمَا فِيْ مَادَّةِ الدَّوَامِ الْخَالِيْ عَنِ الضَّرُوْرَةِ وَصِدْقِ الدَّائِمَةِ بِدُوْنِهَا فِيْ مَادَّةِ الضَّرُوْرَةِ وَبِالْعَكْسِ فِيْ مَادَّةِ اللَّادَوَامِ وَكَذَا مِنَ الْمَشْرُوْطَةِ الْعَامَّةِ وَالْعُرْفِيَّةِ الْعَامَّةِ لِتَصَادُقِهَا فِيْ مَادَّةِ الْمَشْرُوْطَةِ الْخَاصَّةِ وَ صِدْقِهِمَا بِدُوْنِهَا فِيْ مَادَّةِ الضَّرُوْرَةِ وَصِدْقِهَا بِدُوْنِهِمَا فِيْ مَادَّةِ اللَّادَوَامِ بِحَسْبِ الْوَصْفِ وَاَخَصُّ مِنَ الْمُطْلَقَةِ الْعَامَّةِ لِخُصُوْصِ الْمُقَيَّدِ وَمِنَ الْمُمْكِنَةِ الْعَامَّةِ لِاَنَّهَا اَعَمُّ مِنَ الْمُطْلَقَةِ الْعَامَّةِ.

ترجمہ: اور وہ دونوں خاصوں سے اعم مطلق ہے، اس لئے کہ جب ضرورت یا دوام بحسب الوصف لا دائما صادق ہو تو نسبت کی فعلیت لا بالضرورۃ بھی صادق ہوگی، اس کے برعکس کے بغیر، اور ضروریہ کے مباین ہے، کیونکہ وہ لاضرورت بحسب الذات کے ساتھ مقید ہے اور دائمہ سے اعم من وجہ ہے کیونکہ یہ دونوں اس دوام کے مادّہ میں صادق ہوتے ہیں، جو ضرورت سے خالی ہو، اور دائمہ اس کے بغیر ضرورۃ کے مادہ میں صادق ہے، اور اس کے برعکس لا دوام کے مادّہ میں اس طرح مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ سے (اعم من وجہ ہے) کیونکہ یہ دونوں مشروطہ خاصہ کے مادّہ میں صادق ہیں، اور یہ دونوں اس کے بغیر ضرورۃ کے مادہ میں صادق ہیں، یہ ان کے دونوں کے بغیر لا دوام بحسب الوصف کے مادّہ میں صادق ہیں اور مطلقہ عامہ سے اخص ہے مقید کے خاص ہونے کی وجہ سے اور ممکنہ عامہ سے (بھی اخص ہے) اس لئے کہ وہ مطلقہ عامہ سے اعم ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارحؒ نے وجودیہ لاضروریہ اور دیگر قضایا بسیطہ مرکبہ کے درمیان نسبت بیان کی ہے۔

وجودیہ لاضروریہ اور مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، وجودیہ لاضروریہ اعم ہے، اور مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ اخص ہیں، دلیل یہ ہے کہ مشروطہ خاصہ میں ضرورۃ وصفیہ لا دائما ہوتی ہے، اور وجودیہ لاضروریہ میں فعلیت النسبت لا بالضرورۃ ہوتی ہے، تو جہاں ضرورۃ وصفیہ لا دائما صادق ہوگی وہاں فعلیت النسبت لا بالضرورۃ بھی صادق ہوگی، لیکن یہ ضروری نہیں کہ جہاں فعلیت النسبت لا بالضرورۃ صادق ہو وہاں ضرورۃ وصفیہ لا دائما بھی صادق ہو۔

عرفیہ خاصہ میں دوام وصفی لا دائما ہوتی ہے، تو جہاں دوام وصفی مع لا دوام ذاتی صادق ہوگا وہاں فعلیت النسبت لا بالضرورۃ بھی صادق ہوگی لیکن اس کے برعکس نہیں۔

وجودیہ لاضروریہ اور ضروریہ مطلقہ کے درمیان تباین کی نسبت ہے اس لئے کہ اول میں لاضرورۃ کی قید ہوتی ہے، اور ثانی میں ضرورۃ کی ہوتی ہے، اور ضرورۃ اور لاضرورۃ میں تباین ظاہر ہے۔ وجودیہ لاضروریہ اور دائمہ مطلقہ کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، اور عموم وخصوص من وجہ میں تین مادے ہوتے ہیں، ایک اجتماع کا اور دو افتراق کے، چنانچہ یہ دونوں مادّۂ دوام میں جو ضرورۃ سے خالی ہو، صادق ہوتے ہیں، اور مادّۂ ضرورۃ میں صرف دائمہ مطلقہ صادق ہوتا ہے، وجودیہ لاضروریہ صادق نہیں ہوتا، اور مادۂ لا دوام میں وجودیہ لاضروریہ صادق ہوتا ہے لیکن دائمہ مطلقہ صادق نہیں ہوتا۔

اسی طرح وجودیہ لاضروریہ اور مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، چنانچہ مشروطہ خاصہ کے مادہ میں تینوں صادق ہوتے ہیں، اور ضرورۃ ذاتیہ کے مادہ میں صرف مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ صادق ہوتے ہیں۔ اور لا دوام وصفی کے مادّہ میں صرف وجودیہ لاضروریہ صادق ہوتا ہے۔

وجودیہ لاضروریہ اور مطلقہ عامہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، وجودیہ لاضروریہ اخص ہے اور مطلقہ عامہ اعم ہے، کیونکہ وجودیہ لاضروریہ میں لاضرورۃ ذاتی کی قید ہوتی ہے۔ اور مطلقہ میں نہیں ہوتی، اور مقید مطلق سے اخص ہوتا ہے، وجودیہ لاضروریہ اور ممکنہ عامہ کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، کیونکہ ممکنہ عامہ تمام قضایا سے اعم ہے، تو وجودیہ لاضروریہ سے بھی اعم ہوگا۔

قَالَ اَلرَّابِعَةُ الْوَجُوْدِيَّةُ اللَّادَائِمَةُ وَهِيَ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ اللَّادَوَامِ بِحَسْبِ الذَّاتِ وَهِيَ سَوَاءٌ كَانَتْ مُوْجِبَةً اَوْ سَالِبَةً فَتَرْكِيْبُهَا مِنْ مُطْلَقَتَيْنِ عَامَّتَيْنِ اِحْدٰهُمَا مُوْجِبَةٌ وَالْاُخْرٰى سَالِبَةٌ وَ مِثَالُهَا اِيْجَابًا وَ سَلْبًا مَا مَرَّ **اَقُوْلُ** الْوَجُوْدِيَّةُ اللَّادَائِمَةُ هِيَ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ اللَّادَوَامِ بِحَسْبِ الذَّاتِ وَهِيَ سَوَاءٌ كَانَتْ مُوْجِبَةً اَوْ سَالِبَةً يَكُوْنُ تَرْكِيْبُهَا مِنْ مُطْلَقَتَيْنِ عَامَّتَيْنِ اِحْدٰهُمَا مُوْجِبَةٌ وَالْاُخْرٰى سَالِبَةٌ لِاَنَّ الْجُزْءَ الْاَوَّلَ مُطْلَقَةٌ عَامَّةٌ وَالْجُزْءُ الثَّانِيْ هُوَاللَّادَوَامُ وَقَدْ عَرَفْتَ اَنَّ مَفْهُوْمَهُ مُطْلَقَةٌ عَامَّةٌ وَمِثَالُهَا اِيْجَابًا وَسَلْبًا مَا مَرَّ مِنْ قَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ ضَاحِكٌ بِالْفِعْلِ لَادَائِمًا وَلَاشَيْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِضَاحِكٍ بِالْفِعْلِ لَادَائِمًا وَهِيَ اَخَصُّ مِنَ الْوَجُوْدِيَّةِ اللَّاضَرُوْرِيَّةِ لِاَنَّهُ مَتٰى صَدَقَتْ مُطْلَقَتَان صَدَقَتْ مُطْلَقَةٌ وَ مُمْكِنَةٌ بِخِلَافِ الْعَكْسِ وَاَعَمُّ مِنَ الْخَاصَّتَيْنِ لِاَنَّهُ مَتٰى تَحَقَّقَ الضَّرُوْرَةُ اَوِ الدَّوَامُ بِحَسْبِ الْوَصْفِ لَادَائِمًا تَحَقَّقَ فِعْلِيَّةُ النِّسْبَةِ لَادَائِمًا مِنْ غَيْرِ عَكْسٍ وَ مُبَايِنَةٌ لِلدَّائِمَتَيْنِ عَلٰى مَا مَرَّ غَيْرَ مَرَّةٍ وَاَعَمُّ مِنَ الْعَامَّتَيْنِ مِنْ وَجْهٍ لِتَصَادُقِهَا فِيْ مَادَّةِ الْمَشْرُوْطَةِ الْخَاصَّةِ وَ صِدْقِهِمَا بِدُوْنِهِمَا فِيْ مَادَّةِ الضَّرُوْرَةِ وَبِالْعَكْسِ حَيْثُ لَادَوَامَ بِحَسْبِ الْوَصْفِ وَاَخَصُّ مِنَ الْمُطْلَقَةِ وَالْمُمْكِنَةِ الْعَامَّتَيْنِ وَذٰلِكَ ظَاهِرٌ.

ترجمہ: ماتن نے کہا، چوتھا وجودیہ لا دائمہ ہے، اور وہ مطلقہ عامہ ہے لا دوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ، اور یہ خواہ موجبہ ہو یا سالبہ اس کی ترکیب دو مطلقہ عامہ سے ہوگی، ان میں سے ایک موجبہ اور دوسرا سالبہ ہوگا، اور اس کی مثال ایجاباً وسلباً وہی ہے جو گزر چکی، میں کہتا ہوں کہ وجودیہ لا دائما وہ مطلقہ عامہ ہی ہے لا دوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ اور وہ خواہ موجبہ ہو یا سالبہ اس کی ترکیب دو مطلقہ عامہ سے ہوگی، ان میں سے ایک موجبہ ہوگا اور دوسرا سالبہ اس لئے کہ پہلا جزء مطلقہ عامہ ہے اور دوسرا جزء لا دوام ہے اور تحقیق کہ آپ یہ جان چکے ہیں کہ اس کا مفہوم مطلقہ عامہ ہے اور اس کی مثال ایجاباً وسلباً وہی ہے جو ہمارے قول ''**کل انسان ضاحکٌ بالفعل لا دائمًا، ولاشی من الانسان بضاحک بالفعل لادائماً**'' میں سے گزر چکی، اور یہ وجودیہ لاضروریہ سے اخص ہے اس لئے کہ جب دونوں مطلقہ صادق ہوں گے تو مطلقہ اور ممکنہ بھی صادق ہوگا بخلاف عکس، اور یہ دونوں خاصہ (یعنی مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ) سے اعم ہے اس لئے کہ جب ضرورۃ یا دوام بحسب الوصف لا دائما متحقق ہوں گے فعلیت النسبت لا دائما بھی متحقق ہوگی عکس کے بغیر، اور دونوں دائمہ کے مباین ہے، اس بناء پر جو کئی بار گزر چکا، اور دونوں عامہ سے اعم من وجہ ہے کیونکہ یہ تینوں مشروطہ خاصہ کے مادّہ میں صادق ہوتے ہیں، اور یہ دونوں صادق ہوتے ہیں اس کے بغیر ضرورۃ کے مادّہ میں اور اس کا برعکس جہاں لا دوام بحسب الوصف ہو، اور یہ مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ سے اخص ہے اور یہ ظاہر ہے۔

تشریح: اس عبارت میں موجہہ مرکبہ کے چوتھا قضیہ وجودیہ لا دائمہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

وجودیہ لادائمہ: یہ وہی مطلقہ عامہ ہے جس کو لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ مقید کر دیا گیا ہو، پس وجودیہ لادائمہ دو مطلقہ عامہ سے مرکبہ ہوتا ہے، ایک تو وہ مطلقہ عامہ جس کو لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ مقید کیا گیا ہو، اور چونکہ لا دوام سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے، لہٰذا دوسرا قضیہ بھی مطلقہ عامہ ہوگا، لیکن اگر پہلا قضیہ مطلقہ عامہ موجبہ ہے تو لا دوام سے مطلقہ عامہ سالبہ کی طرف اشارہ ہوگا، اور پورے قضیہ کا نام موجبہ ہوگا، اور پہلا جزء مطلقہ عامہ سالبہ ہے تو لا دوام سے مطلقہ عامہ موجبہ کی طرف اشارہ ہوگا، اور پورے قضیہ کا نام سالبہ رکھا جائے گا۔ اب دونوں کی مثال دیکھئے، جیسے ''**کل انسان ضاحک بالفعل لادائما**'' دیکھئے یہاں پہلا جزء مطلقہ عامہ موجبہ ہے لہٰذا ''**لادائما**'' سے مطلقہ عامہ سالبہ نکالا جائے گا، یعنی ''**لاشیء من الانسان بضاحک بالفعل**'' پس یہاں دو مطلقہ عامہ ہو گئے، مگر چونکہ پہلا مطلقہ عامہ موجبہ ہے اس لئے پورے قضیہ کا نام موجبہ رکھا گیا، اب سالبہ کی مثال ملاحظہ فرمایئے، جیسے ''**لاشیء من الانسان بضاحک بالفعل لادائما**'' اس مثال میں چونکہ پہلا جزء مطلقہ عامہ سالبہ ہے لہٰذا ''**لادائما**'' سے مطلقہ عامہ موجبہ کی طرف اشارہ ہوگا، یعنی ''**کل انسان ضاحک بالفعل**''۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو وجودیہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ وجود یعنی فعلیتِ نسبت پر مشتمل ہوتا ہے، اور لادائمہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ لا دوام ذاتی کے ساتھ مقید ہوتا ہے۔

نسبتیں

وجودیہ لادائمہ اور وجودیہ لاضروریہ کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، وجودیہ لادائمہ اخص ہے، اور وجودیہ لاضروریہ اعم ہے، اس لئے کہ جہاں دو مطلقہ عامہ یعنی وجودیہ لادائمہ پائے جائیں گے تو وہاں ایک مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ یعنی وجودیہ لاضروریہ بھی پایا جائے گا، لیکن اس کا عکس ضروری نہیں کہ جہاں وجودیہ لاضروریہ بھی صادق ہو تو وہاں وجودیہ لادائمہ بھی صادق ہو۔

وجودیہ لادائمہ اور مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، وجودیہ لادائمہ اعم ہے اور مشروطہ خاصہ عرفیہ اخص ہیں، اور دو کلیوں میں سے ایک جانب سے صدق کلی ہو اور دوسری جانب سے صدق کلی نہ ہو تو وہاں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، اور یہاں بھی چونکہ وجودیہ لادائمہ مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے ہر ہر فرد پر صادق آتا ہے، لیکن وہ دونوں اس کے ہر ہر فرد پر صادق نہیں آتے بلکہ بعض پر صادق ہوتے ہیں اور بعض پر نہیں۔

آپ کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ مشروطہ خاصہ میں ضرورۃ وصفیہ لادائماً ہوتی ہے اور عرفیہ خاصہ میں دوام وصفی لادائماً ہوتا ہے، اور وجودیہ لادائمہ میں **فعلیت النسبت لادائما** ہوتی ہے، تو اب سنئے کہ جہاں ضرورۃ وصفیہ یا دوام وصفی لادائما کا صدق ہوگا، وہاں فعلیت النسبت **لادائما** کا بھی صدق ہوگا، لیکن جہاں **فعلیت النسبت لادائما** صادق ہو تو وہاں ضرورۃ وصفیہ **لادائما** یا دوام وصفی **لادائما** کا صادق ہونا ضروری نہیں۔

اور وجودیہ لادائمہ اور ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کے درمیان تباین کی نسبت ہے، اس لئے کہ ضروریہ اور دائمہ میں دوام کی قید ہوتی ہے، اور وجودیہ لادائمہ میں لا دوام کی قید ہوتی ہے، دوام اور لا دوام میں تباین بالکل واضح اور ظاہر ہے، وجودیہ لادائمہ اور مشروطہ عامہ اور عرفیہ کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، کیونکہ مشروطہ خاصہ کے مادہ میں تینوں صادق ہوتے ہیں اور ضروریہ مطلقہ کے مادہ میں صرف مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ صادق ہوتے ہیں، اور لا دوام وصفی کے مادہ میں صرف وجودیہ لادائمہ صادق ہوتا ہے۔

وجودیہ لا دائمہ اور مطلقہ عامہ وممکنہ عامہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، یہ دونوں اعم ہیں اور وجودیہ لا دائمہ اخص ہے، اس لئے کہ مطلقہ سے ممکنہ عامہ اعم ہے، اور مطلقہ عامہ وجودیہ لا دائمہ سے اعم ہے اور قاعدہ ہے کہ اعم کا اعم، اعم ہوتا ہے، لہٰذا مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ دونوں وجودیہ اور لا دائمہ سے اعم ہیں، اور وجودیہ لا دائمہ ان دونوں سے اخص ہے، اور جن کلیوں میں سے ایک اعم اور دوسری اخص ہو ان کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، لہٰذا ان کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوگی۔

قَالَ اَلْخَامِسَةُ الْوَقْتِيَّةُ وَهِيَ الَّتِيْ يُحْكَمُ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ وَسَلْبِهٖ عَنْهُ فِيْ وَقْتٍ مُعَيَّنٍ مِنْ اَوْقَاتِ وَجُوْدِ الْمَوْضُوْعِ مَعَ قَيْدِ اللَّادَوَامِ بِحَسْبِ الذَّاتِ وَهِيَ اِنْ كَانَتْ مُوْجَبَةً كَقَوْلِنَا بِالضَّرُوْرَةِ كُلُّ قَمَرٍ مُنْخَسِفٍ وَقْتَ حَيْلُوْلَةِ الْاَرْضِ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الشَّمْسِ لَادَائِمًا فَتَرْكِيْبُهَا مِنْ مُوْجَبَةٍ وَقْتِيَّةٍ مُطْلَقَةٍ وَ سَالِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَاِنْ كَانَتْ سَالِبَةً كَقَوْلِنَا بِالضَّرُوْرَةِ لَاشَيْءَ مِنَ الْقَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ وَقْتَ التَّرْبِيْعِ لَادَائِمًا فَتَرْكِيْبُهَا مِنْ سَالِبَةٍ وَقْتِيَّةٍ مُطْلَقَةٍ وَ مُوْجَبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ **اَقُوْلُ** اَلْوَقْتِيَّةُ هِيَ الَّتِيْ يُحْكَمُ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ اَوْ بِضَرُوْرَةِ سَلْبِهٖ عَنْهُ فِيْ وَقْتٍ مُعَيَّنٍ مِنْ اَوْقَاتِ وَجُوْدِ الْمَوْضُوْعِ مُقَيَّدًا بِاللَّادَوَامِ بِحَسْبِ الذَّاتِ فَاِنْ كَانَتْ مُوْجَبَةً كَقَوْلِنَا بِالضَّرُوْرَةِ كُلُّ قَمَرٍ مُنْخَسِفٌ وَقْتَ حَيْلُوْلَةِ الْاَرْضِ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الشَّمْسِ لَادَائِمًا فَتَرْكِيْبُهَا مِنْ مُوْجَبَةٍ وَقْتِيَّةٍ مُطْلَقَةٍ وَهِيَ الْجُزْءُ الْاَوَّلُ اَيْ قَوْلُنَا كُلُّ قَمَرٍ مُنْخَسِفٌ وَقْتَ الْحَيْلُوْلَةِ وَسَالِبَةٌ مُطْلَقَةٌ عَامَّةٌ وَهِيَ مَفْهُوْمُ اللَّادَوَامِ اَعْنِيْ قَوْلَنَا لَاشَيْءَ مِنَ الْقَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ بِالْاِطْلَاقِ الْعَامِّ وَاِنْ كَانَتْ سَالِبَةً كَقَوْلِنَا بِالضَّرُوْرَةِ لَاشَيْءَ مِنَ الْقَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ والاطلاق العَام وَاِنْ كَانَتْ سَالِبَةً كَقَوْلِنَا بِالضَّرُوْرَتِ لاشيء مِنَ الْقَمَرِ بِمُنْخَسَفٍ وَقْتَ التَّرْبِيْعِ لَادَائِمًا فَتَرْكِيْبُهَا مِنْ سَالِبَةٍ وَقْتِيَّةٍ مُطْلَقَةٍ وَهِيَ الْجُزْءُ الْاَوَّلُ اَيْ قَوْلُنَا لَاشَيْءَ مِنَ الْقَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ وَقْتَ التَّرْبِيْعِ وَمِنْ مُوْجَبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَهِيَ كُلُّ قَمَرٍ مُنْخَسِفٍ بِالْاِطْلَاقِ الْعَامِّ

ترجمہ- ماتن نے کہا، پانچواں وقتیہ ہے اور وہ وہ (قضیہ ہے) جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا یا موضوع سے محمول کے سلب کے ضروری ہونے کا حکم لگایا جائے وجودِ موضوع کے اوقات میں سے متعین وقت میں، لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ، اور وہ اگر موجبہ ہو جیسے ہمارا قول ''بالضرورة كل قمر منخسف وقت حيلولة الارض بينه و بين الشمس لادائما'' تو اس کی ترکیب موجبہ مطلقہ وقتیہ اور سالبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی، اور اگر سالبہ ہو جیسے ہمارا قول ''بالضرورة لاشيء من القمر بمنخسف وقت التربيع لادائما'' تو اس کی ترکیب سالبہ وقتیہ مطلقہ اور موجبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی۔ میں کہتا ہوں کہ وقتیہ وہ (قضیہ) ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا یا موضوع سے محمول کے سلب کے ضروری ہونے کا حکم لگایا جائے وجودِ موضوع کے اوقات میں سے متعین وقت میں، درانحالیکہ لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ مقید ہو، پس اگر یہ موجبہ ہو جیسے ہمارا قول ''بالضرورة كل قمر منخسف وقت حيلولة الارض بينه وبين الشمس لادائما'' تو اس کی ترکیب موجبہ وقتیہ مطلقہ سے ہوگی، اور یہ پہلا جزء ہے یعنی ہمارا قول ''كل قمر منخسف وقت الحيولة'' اور سالبہ مطلقہ عامہ (سے ہوگی) اور یہ لا دوام کا مفہوم ہے یعنی ہمارا قول ''لا شيء من القمر بمنخسف بالاطلاق العام''، اور اگر سالبہ ہو جیسے ہمارا قول

"لاشئ من القمر بمنخسف وقت التربیع لادائمًا" تو اس کی ترکیب سالبہ وقتیہ مطلقہ سے ہوگی اور یہ پہلا جزء ہے یعنی ہمارا قول "لاشیء من القمر بمنخسفٍ وقت التربیع" اور موجبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی اور وہ "کل قمر منخسف بالاطلاق العام" ہے۔

تشریح: اس عبارت میں موجہہ مرکبہ میں سے پانچواں قضیہ وقتیہ کو ذکر کیا گیا ہے۔

وقتیہ: وہ قضیہ موجہہ مرکبہ ہے، جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا یا موضوع سے محمول کے سلب کے ضروری ہونے کا حکم لگایا گیا ہو، اور لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ مقید ہو، وقتیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱-موجبہ ۲-سالبہ۔

اگر وقتیہ موجبہ ہوتو وہ وقتیہ مطلقہ موجبہ اور سالبہ مطلقہ عامہ سے مرکب ہوگا، اور اگر وقتیہ سالبہ ہوتو وہ وقتیہ مطلقہ سالبہ اور مطلقہ عامہ موجبہ سے مرکب ہوگا، جیسے "کل قمر منخسف وقت حیلولة الارض بینه وبین الشمس لادائماً" دیکھئے یہ قضیہ موجبہ ہے کیونکہ اس میں پہلا جزء موجبہ ہے اور وہ وقتیہ مطلقہ ہے لہٰذا لا دائما سے مطلقہ عامہ سالبہ کی طرف اشارہ ہوگا یعنی "لاشئ من القمر بمنخسف وقت التربیع بالفعل" پس وقتیہ موجبہ وہ قضیہ کہلائے گا، جو وقتیہ مطلقہ موجبہ اور سالبہ مطلقہ عامہ سے مرکب ہو، اب سالبہ کی مثال لیجئے، جیسے "لاشئ من القمر بمنخسف وقت التربیع لادائماً" دیکھئے یہ وقتیہ سالبہ ہے، کیونکہ اس میں پہلا جزء سالبہ ہے لہٰذا لا دائما سے مطلقہ عامہ موجبہ کی طرف اشارہ ہوگا، یعنی "کل قمر منخسف بالاطلاق العام" پس وقتیہ سالبہ وہ قضیہ کہلائے گا جو وقتیہ مطلقہ سالبہ اور مطلقہ عامہ موجبہ سے مرکب ہو۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو وقتیہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ وقتیہ مطلقہ پر مشتمل ہوتا ہے، مگر اس کو صرف وقتیہ کہا گیا مطلقہ نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقتیہ میں لا دوام ذاتی کی قید ہوتی ہے۔

وَهِيَ اَخَصُّ مِنَ الْوَجُوْدِيَّتَيْنِ مُطْلَقًا لِاَنَّهُ اِذَا صَدَقَ الضَّرُوْرَةُ بِحَسْبِ الْوَقْتِ لَادَائِمًا صَدَقَ الْاِطْلَاقُ لَادَائِمًا وَلَا بِالضَّرُوْرَةِ وَلَا تَنْعَكِسُ وَاَعَمُّ مِنَ الْخَاصَّتَيْنِ مِنْ وَجْهٍ لِاَنَّهُ اِذَا صَدَقَ الضَّرُوْرَةُ بِحَسْبِ الْوَصْفِ فَاِنْ كَانَ الْوَصْفُ ضَرُوْرِيًّا لِذَاتِ الْمَوْضُوْعِ فِيْ شَيْءٍ مِنَ الْاَوْقَاتِ صَدَقَتِ الْقَضَايَا الثَّلٰثُ كَقَوْلِنَا بِالضَّرُوْرَةِ كُلُّ مُنْخَسِفٍ مُظْلِمٌ مَادَامَ مُنْخَسِفًا لَادَائِمًا اَوْ بِالتَّوْقِيْتِ لَادَائِمًا فَاِنَّ الْاِنْخِسَافَ لَمَّا كَانَ ضَرُوْرِيًّا لِذَاتِ الْمَوْضُوْعِ فِيْ بَعْضِ الْاَوْقَاتِ وَ الْاِظْلَامُ ضَرُوْرِيٌّ لِلْاِنْخِسَافِ كَانَ الْاِظْلَامُ ضَرُوْرِيًّا لِلذَّاتِ فِيْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ وَاِنْ لَّمْ يَكُنِ الْوَصْفُ ضَرُوْرِيًّا لِذَاتِ الْمَوْضُوْعِ فِيْ وَقْتٍ صَدَقَتِ الْخَاصَّتَانِ وَلَمْ تَصْدُقِ الْوَقْتِيَّةُ كَقَوْلِنَا بِالضَّرُوْرَةِ كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِبًا لَادَائِمًا فَاِنَّ الْكِتَابَةَ لَمَّا لَمْ تَكُنْ ضَرُوْرِيَّةً لِلذَّاتِ فِيْ شَيْءٍ مِنَ الْاَوْقَاتِ لَمْ يَكُنْ تَحَرُّكُ الْاَصَابِعِ الضَّرُوْرِيُّ بِحَسْبِهَا ضَرُوْرِيًّا لِلذَّاتِ فِيْ وَقْتٍ مَّا فَلَا تَصْدُقُ الْوَقْتِيَّةُ وَاِذَا لَمْ تَصْدُقِ الضَّرُوْرَةُ بِحَسْبِ الْوَصْفِ وَلَا الدَّوَامُ وَصَدَقَتْ بِحَسْبِ الْوَصْفِ لَمْ تَصْدُقِ الْخَاصَّتَانِ وَتَصْدُقُ الْوَقْتِيَّةُ كَمَا فِي الْمِثَالِ الْمَذْكُوْرِ هٰذَا اِذَا فَسَّرْنَا الْمَشْرُوْطَةَ بِالضَّرُوْرَةِ بِشَرْطِ الْوَصْفِ وَ اَمَّا اِذَا فَسَّرْنَاهَا بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ الْوَصْفُ يَكُوْنُ الْمَشْرُوْطَةُ الْخَاصَّةُ اَخَصَّ مِنَ الْوَقْتِيَّةِ مُطْلَقًا لِاَنَّهُ مَتٰى تَحَقَّقَتِ الضَّرُوْرَةُ فِيْ جَمِيْعِ اَوْقَاتِ الْوَصْفِ وَجَمِيْعُ اَوْقَاتِ الْوَصْفِ بَعْضُ اَوْقَاتِ الذَّاتِ تَحَقَّقَ الضَّرُوْرَةُ

فِیْ بَعْضِ اَوْقَاتِ الذَّاتِ مِنْ غَیْرِ عَکْسٍ وَالْوَقْتِیَّةُ مُبَایِنَةٌ لِلدَّائِمَتَیْنِ وَاَعَمُّ مِنَ الْعَامَّتَیْنِ مِنْ وَجْهٍ لِصِدْقِهَا فِیْ مَادَّةِ الْمَشْرُوْطَةِ الْخَاصَّةِ وَصِدْقِهِمَا بِدُوْنِهَا فِیْ مَادَّةِ الضَّرُوْرَةِ وَبِالْعَکْسِ حَیْثُ لَادَوَامَ بِحَسْبِ الْوَصْفِ وَاَخَصُّ مِنَ الْمُطْلَقَةِ الْعَامَّةِ وَالْمُمْکِنَةِ الْعَامَّةِ.

ترجمہ: اور یہ دونوں وجودیہ سے اخص مطلق ہے، اس لئے کہ جب ضرورۃ بحسب الوقت لا دائما صادق ہوگی تو اطلاق لا دائما اور لا بالضرورۃ بھی صادق ہوگا، اور اس کا عکس نہ ہوگا، اور دونوں خاصہ سے اعم من وجہ ہے، اس لئے کہ جب ضرورۃ بحسب الوصف صادق ہوگی، تو وصف اگر ذاتِ موضوع کے لئے اوقات میں سے کسی وقت میں ضروری ہو، تو تینوں قضایا صادق ہوں گے، جیسے ہمارا قول "بالضرورۃ کل منخسف مظلم مادام منخسفا لادائماً یا بالتوقیت لادائما" کیونکہ انخساف جب ذاتِ موضوع کے لئے بعض اوقات میں ضروری ہے اور تاریکی انخساف کی وجہ سے ضروری ہے، تو تاریکی اس وقت میں ذاتِ موضوع کے لئے ضروری ہوگی، اور اگر وصف ذاتِ موضوع کے لئے کسی وقت ضروری نہ ہو تو دونوں خاصہ صادق ہوں گے اور وقتیہ صادق نہ ہوگا، جیسے ہمارا قول "بالضرورۃ کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا لادائما" اس لئے کہ کتابت جب اوقات میں سے کسی وقت ذاتِ موضوع کے لئے ضروری نہیں ہے، تو ذات کے لئے تحرّک اصابع بھی کسی وقت ضروری نہ ہوگا، پس وقتیہ صادق نہ ہوگا، اور جب ضرورۃ نہ بحسب الوصف صادق ہو اور نہ دوام بحسب الوصف صادق ہو اور وقتیہ بحسب الوصف صادق ہو تو خاصتین صادق نہ ہوں گے اور وقتیہ صادق ہوگا، جیسے مثال مذکور میں ہے۔ یہ اس وقت ہے جب ہم مشروطہ کی تفسیر ضرورۃ بشرط الوصف سے کریں، اور بہر حال جب ہم اس کی تفسیر ضرورۃ مادام الوصف سے کریں تو مشروطہ خاصہ وقتیہ سے اخص مطلق ہوگا، اس لئے کہ جب ضرورۃ وصف کے تمام اوقات میں متحقق ہوگی، اور حال یہ ہے کہ وصف کے تمام اوقات ذات کے بعض اوقات ہیں، تو ضرورۃ ذات کے بعض اوقات میں متحقق ہوگی، اس کے عکس کے بغیر۔ اور وقتیہ دونوں دائمہ کے مباین ہے، اور دونوں عامہ سے اعم من وجہ ہے کیونکہ یہ مشروطہ خاصہ کے مادّہ میں صادق ہوتا ہے، اور وہ دونوں اس کے بغیر ضرورۃ کے مادّہ میں صادق ہوتے ہیں، اور اس کے برعکس ہے جہاں لا دوام بحسب الوصف ہو، اور مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامّہ سے اخص ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے وقتیہ اور سابقہ موجہہ مرکبہ اور بسائط کے درمیان نسبت بیان کی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ قضیہ وقتیہ اور وجودیہ لاضروریہ اور وجودیہ لا دائمہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، وقتیہ ان دونوں سے اخص مطلق ہے، اور یہ دونوں وقتیہ سے اعم مطلقہ ہیں، کیونکہ جب کوئی حکم ضرورت بحسب الوقت لادائما کی صورت میں صادق ہوگا (جو کہ وقتیہ کا مفہوم ہے) تو حکم بالاطلاق العام لادائما (جو وجودیہ لا دائمہ کا مفہوم ہے) اور حکم بالاطلاق لابالضرورۃ (جو وجودیہ لاضروریہ کا مفہوم ہے) بھی صادق ہوگا۔ لیکن اس کا عکس ضروری نہیں کہ جہاں حکم بالاطلاق العام لادائما اور حکم بالاطلاق العام لابالضرورۃ صادق ہو تو وہاں وقتیہ بھی صادق ہو۔

اور قضیہ وقتیہ اور مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، وقتیہ اخص من وجہ ہے اور یہ دونوں اعم من وجہ ہیں۔ چنانچہ جس مادّہ میں حکم بحسب الوصف ضروری ہو، اور وصفِ موضوع بھی ذات موضوع کے لئے کسی وقت میں

ضروری ہوتو وہاں تینوں قضیے صادق ہوں گے۔ چنانچہ اس کومثال سے سمجھئے جیسے بالضرورۃ کل منخسف مظلم مادام منخسفًا'' دیکھئے یہ وہ مادہ ہے جس میں حکم بحسب الوصف ضروری ہے، اور ذات موضوع کے لئے وصف موضوع بھی کسی نہ کسی وقت ضروری ہے لہٰذا یہاں تینوں قضیے صادق ہوں گے، چنانچہ جب آپ اس میں لا دائما لگا کر اس طرح کہو گے''بالضرورۃ کل قمر منخسف مادام منخسفًا لا دائمًا''تو مشروطہ خاصہ ہو جائے گا، اور جب اسی طرح عرفیہ خاصہ بھی صادق ہوگا، یعنی''بالدوام کل قمر منخسف مادام منخسفًا لا دائمًا''اور جب اس مادّہ میں وقت کا لفظ بڑھا کر اس طرح کہو گے''کل منخسف مظلم بالضرورۃ وقت الانخساف''تو یہ وقتیہ بن جائے گا، شارح کہتے ہیں کہ اس مادہ میں وقتیہ تو اس لئے صادق ہے کہ ذاتِ موضوع یعنی چاند کے لئے وصف موضوع یعنی گہن، زمین کے حائل ہونے کے وقت ضروری ہے، اور گہن کی وجہ سے تاریکی ضروری ہے، لہٰذا ذاتِ منخسف یعنی چاند کے لئے گہن کے وقت تاریکی ضروری ہے، لہٰذا ذاتِ منخسف یعنی قمر کے لئے گہن کے وقت تاریکی ضرور ہوگی، اور جب وقتیہ صادق ہوا تو خاصتین بھی صادق ہو گئے، یا مادہ اجتماعیہ ہے جس میں تینوں قضیے صادق ہیں، اور اگر ایسا مادہ ہو کہ جس میں حکم مادام الوصف تو ہو، لیکن وصف موضوع ذاتِ موضوع کے لئے کسی وقت ضروری نہ ہو تو وہاں دونوں خاصہ تو صادق ہوں گے لیکن وقتیہ صادق نہ ہوگا، جیسے''کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتباً لا دائماً''اس میں کتابت چونکہ ذاتِ کاتب کے لئے کسی وقت بھی ضروری نہیں اس لئے انگلیوں کا ہلنا بھی کسی وقت ضروری نہ ہوگا، تو یہاں مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ تو صادق ہیں، لیکن وقتیہ صادق نہیں، یہ ایک مادّہ افتراقیہ ہوا، اور اگر ایسا مادّہ ہو جس میں حکم نہ تو بحسب الوصف ضروری ہو اور نہ دائمی ہو، بلکہ وہ کسی خاص وقت میں ضروری ہو تو وہاں وقتیہ تو صادق ہوگا، لیکن مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ صادق نہ ہوں گے، جیسے''کل قمر منخسف بالضرورۃ وقت حیلولۃ الارض بینہ وبین الشمس لا دائمًا''دیکھئے یہ ایسا مادہ ہے کہ نہ تو حکم بحسب الوصف ضروری ہے اور نہ دائمی ہے بلکہ ایک خاص وقت یعنی چاند اور سورج کے درمیان زمین حائل ہو جانے کے وقت چاند پر گہن لگنے کا حکم ضروری ہے۔

هذا اذا فسرنا الخ اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ وقتیہ اور خاصتین کے درمیان جو عموم وخصوص من وجہ کی نسبت مذکور ہوئی یہ اس وقت ہے جب مشروطہ خاصہ کی تفسیر یوں کی جائے کہ مشروطہ خاصہ وہ قضیہ ہے جس میں حکم بحسب الوصف ضروری ہو، لیکن اگر اس کی تفسیر یوں کی جائے کہ مشروطہ خاصہ وہ قضیہ ہے جس میں حکم ضروری مادام الوصف ہو، تو اس تفسیر کے مطابق مشروطہ خاصہ اور وقتیہ میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوگی، دلیل یہ ہے کہ جب ضرورۃ وصف کے تمام اوقات میں پائی جائے گی، اس حال میں کہ وصف کے تمام اوقات ذات کے بعض اوقات ہوتے ہیں تو جہاں مشروطہ خاصہ صادق ہوگا، وہاں وقتیہ بھی صادق ہوگا لیکن اس کا عکس نہیں، یعنی ضروری نہیں کہ جب ضرورت وجودِ ذات کے اوقات میں سے ایک وقت معین میں پائی جائے تو وصف کے تمام اوقات میں بھی پائی جائے، لہٰذا جہاں وقتیہ صادق ہوگا وہاں مشروطہ خاصہ کا صادق ہونا ضروری نہیں، پس وقتیہ عام ہوگا اور مشروطہ خاصہ خاص ہوگا، اور جن دوکلیوں میں سے ایک اعم اور دوسری عام ہو، تو ان کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، لہٰذا وقتیہ اور مشروطہ خاصہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوگی۔

وقتیہ اور دائمتین یعنی ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کے درمیان تباین کی نسبت ہے، دلیل یہ ہے کہ دائمتین میں ذاتِ موضوع کے تمام اوقات میں حکم ضروری یا دائمی ہوتا ہے، اور وقتیہ میں موضوع کے بعض معین وقت میں حکم ضروری ہوتا ہے، لہٰذا ایک مادّہ میں دونوں جمع

نہیں ہوں گے، اور ایک مادّہ میں دونوں کا جمع ہونا ہی تباین ہے لہٰذا ان دونوں کے درمیان تباین کی نسبت ہے، وقتیہ اور عامتین یعنی مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، وقتیہ ان دونوں سے اخص من وجہ ہے اور وہ دونوں سے اعم من وجہ ہے۔

میں بار بار یہ بیان کر چکا ہوں کہ عموم خصوص من وجہ میں تین مادے ہوتے ہیں، ایک اجتماع کا دو افتراق کے، چنانچہ مشروطہ خاصہ کے مادّہ میں تینوں صادق ہوتے ہیں، اور ضرورۃ ذاتیہ کے مادّہ میں مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ صادق ہوتے ہیں نہ کہ وقتیہ، اور لا دوام بحسب الوصف کے مادہ میں صرف وقتیہ صادق ہوتا ہے، عامتین صادق نہیں ہوتے۔

وقتیہ اور مطلقہ عامہ میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، کیونکہ مطلقہ عامہ ممکنہ عامہ کے علاوہ باقی تمام قضایا سے اعم ہے، اسی طرح وقتیہ اور ممکنہ عامہ کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، کیونکہ ممکنہ عامہ تمام قضایا سے اعم ہے تو وقتیہ سے بھی اعم ہوگا۔

قَالَ اَلسَّادِسَةُ الْمُنْتَشِرَةُ وَهِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ اَوْ لِسَلْبِهٖ عَنْهُ فِيْ وَقْتٍ غَيْرِ مُعَيَّنٍ مِنْ اَوْقَاتِ وَجُوْدِ الْمَوْضُوْعِ مُقَيَّدًا بِاللَّادَوَامِ بِحَسْبِ الذَّاتِ وَهِيَ اِنْ كَانَتْ مُوْجِبَةً كَقَوْلِنَا بِالضَّرُوْرَةِ كُلُّ اِنْسَانٍ مُتَنَفِّسٌ فِيْ وَقْتٍ مَّا لَادَائِمًا فَتَرْكِيْبُهَا مِنْ مُوْجِبَةٍ مُنْتَشِرَةٍ مُطْلَقَةٍ وَ سَالِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَاِنْ كَانَتْ سَالِبَةً كَقَوْلِنَا بِالضَّرُوْرَةِ لَاشَيْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِمُتَنَفِّسٍ فِيْ وَقْتٍ مَّا لَادَائِمًا فَتَرْكِيْبُهَا مِنْ سَالِبَةٍ مُنْتَشِرَةٍ مُطْلَقَةٍ وَمُوْجِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ **اَقُوْلُ** اَلْمُنْتَشِرَةُ هِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ اَوْ سَلْبِهٖ عَنْهُ فِيْ وَقْتٍ غَيْرِ مُعَيَّنٍ مِنْ اَوْقَاتِ وَجُوْدِ الْمَوْضُوْعِ لَادَائِمًا بِحَسْبِ الذَّاتِ وَلَيْسَ الْمُرَادُ بِعَدَمِ التَّعْيِيْنِ اَنْ يُؤْخَذَ عَدَمُ التَّعْيِيْنِ قَيْدًا فِيْهَا بَلْ اَنْ لَاتُقَيَّدَ بِالتَّعْيِيْنِ وَتُرْسَلُ مُطْلَقًا فَاِنْ كَانَتْ مُوْجِبَةً كَقَوْلِنَا بِالضَّرُوْرَةِ كُلُّ اِنْسَانٍ مُتَنَفِّسٌ فِيْ وَقْتٍ مَّا لَادَائِمًا كَانَ تَرْكِيْبُهَا مِنْ مُوْجِبَةٍ مُنْتَشِرَةٍ مُطْلَقَةٍ وَهِيَ قَوْلُنَا بِالضَّرُوْرَةِ كُلُّ اِنْسَانٍ مُتَنَفِّسٌ فِيْ وَقْتٍ مَّا اَوْ سَالِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ اَيْ قَوْلُنَا لَاشَيْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِمُتَنَفِّسٍ بِالْفِعْلِ الَّذِيْ هُوَ مَفْهُوْمُ اللَّادَوَامِ وَاِنْ كَانَتْ سَالِبَةً كَقَوْلِنَا بِالضَّرُوْرَةِ لَاشَيْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِمُتَنَفِّسٍ فِيْ وَقْتٍ مَّا لَادَائِمًا فَتَرْكِيْبُهَا مِنْ سَالِبَةٍ مُنْتَشِرَةٍ مُطْلَقَةٍ وَهِيَ الْجُزْءُ الْاَوَّلُ وَمُوْجِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَهِيَ مَفْهُوْمُ اللَّادَوَامِ وَهِيَ اَعَمُّ مِنَ الْوَقْتِيَّةِ لِاَنَّهٗ اِذَا صَدَقَ الضَّرُوْرَةُ فِيْ وَقْتٍ مُعَيَّنٍ لَادَائِمًا صَدَقَ الضَّرُوْرَةُ فِيْ وَقْتٍ مَّا لَادَائِمًا بِدُوْنِ الْعَكْسِ وَنِسْبَتُهَا مَعَ الْقَضَايَا الْبَاقِيَةِ عَلٰى قِيَاسِ نِسْبَةِ الْوَقْتِيَّةِ مِنْ غَيْرِ فَرْقٍ۔

ترجمہ: ماتن نے کہا! چھٹا قضیہ منتشرہ ہے، اور یہ وہ (قضیہ) ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا یا موضوع سے محمول کے سلب کے ضروری ہونے کا حکم لگایا گیا ہو، وجودِ موضوع کے اوقات میں سے غیر معین وقت میں اس حال میں کہ وہ لا دوام ذاتی کے ساتھ مقید ہو، اور وہ اگر موجبہ ہو جیسے ہمارا قول ''بالضرورۃ کل انسان متنفس فی وقت ما لادائما'' تو اس کی ترکیب موجبہ منتشرہ مطلقہ اور سالبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی، اور اگر سالبہ ہو جیسے ہمارا قول ''بالضرورۃ لاشئ من الانسان بمتنفس فی وقت ما لادائما'' تو اس کی ترکیب سالبہ منتشرہ مطلقہ اور موجبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی۔ میں کہتا ہوں کہ منتشرہ وہ (قضیہ) ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا یا موضوع سے محمول کے سلب کے ضروری ہونے کا حکم لگایا گیا ہو، وجودِ موضوع کے اوقات میں سے غیر معین وقت میں لادائما بحسب الذات (کی قید

کے ساتھ) اور عدم تعین سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس میں عدم تعیین کو قید کے طور پر لیا جائے، بلکہ (مراد) یہ ہے کہ تعیین کے ساتھ مقید نہ کیا جائے اور مطلق چھوڑ دیا جائے، پس اگر وہ موجبہ ہو جیسے ہمارا قول "بالضرورۃ کل انسان متنفس فی وقت ما لا دائما" تو اس کی ترکیب موجبہ منتشرہ مطلقہ سے ہوگی اور وہ ہمارا قول "بالضرورۃ کل انسانٍ متنفس فی وقت ما" ہے اور سالبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی اور وہ ہمارا قول "لاشیٔ من الانسان بمتنفس بالفعل" ہے جو لا دوام کا مفہوم ہے، اور اگر سالبہ ہو جیسے ہمارا قول "بالضرورۃ لاشیٔ من الانسان بمتنفس فی وقت ما لا دائمًا" ہے تو اس کی ترکیب سالبہ منتشرہ مطلقہ سے ہوگی، اور وہ (قضیہ کا) پہلا جزء ہے، اور موجبہ مطلقہ عامہ سے ہوگی اور یہ لا دوام کا مفہوم ہے، اور وہ وقتیہ سے اعم ہے اس لئے کہ جب ضرورۃ وقت معین میں لا دائما صادق ہوگی تو ضرورۃ فی وقت ما لا دائما بھی صادق ہوگی، اس کے عکس کے بغیر، اور باقی قضایا کے ساتھ اس کی نسبت بغیر کسی فرق کے وقتیہ کی نسبت کے قیاس پر ہے۔

تشریح: اس عبارت میں قضیہ موجہہ مرکبہ میں سے چھٹے قضیہ یعنی منتشرہ کو بیان کیا گیا ہے۔

منتشرہ: وہ قضیہ موجہہ مرکبہ ہے، جس میں اس بات کا حکم ہو کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لئے ضروری ہے، موجبہ میں، یا سلب ضروری ہے سالبہ میں وجودِ موضوع کے اوقات میں سے "غیر معین وقت میں" اور لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ ہو۔

ولیس المراد الخ اس عبارت میں شارح نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے، سوال یہ ہے کہ منتشرہ کی تعریف میں وقت غیر معین کی قید ہے حالانکہ زمانہ کا عدم تعیین کے ساتھ مقید ہو کر پایا جانا محال ہے، دلیل یہ ہے کہ جو زمانہ متحقق ہوگا وہ متعین ضرور ہوگا، نیز اگر منتشرہ میں عدم تعیین کی قید ملحوظ ہو، تو اس میں اور وقتیہ میں تباین کی نسبت ہوگی، کیونکہ وقتیہ میں زمانہ معین ہوتا ہے، حالانکہ ان دونوں میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، تو شارح نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ یہاں "عدم تعیین" سے یہ مراد نہیں ہے کہ منتشرہ میں عدم تعیین کی قید ملحوظ ہوتی ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ زمانہ تعین کے ساتھ مقید نہیں ہوتا بلکہ مطلق چھوڑ دیا جاتا ہے۔

شارح کہتے ہیں کہ اگر منتشرہ موجبہ ہو جیسے ہمارا قول "بالضرورۃ کل انسان متنفس فی وقت ما لا دائما" تو یہ قضیہ ایک موجبہ منتشرہ مطلقہ سے اور وہ ہمارا قول "بالضرورۃ کل انسان متنفس فی وقت ما" ہے اور سالبہ مطلقہ عامہ سے مرکب ہوگا، اور وہ ہمارا قول "لاشیٔ من الانسان بمتنفس بالفعل" ہے شارح کہتے ہیں کہ اور یہ یعنی بالفعل لا دوام کا مفہوم ہے، اس سے قبل آپ کو یہ بتایا جا چکا ہے کہ لا دوام کا مفہوم مطلقہ عامہ اس وجہ سے ہے کہ جب قضیہ میں لا دوام کی قید لگا دی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو نسبت قضیہ میں ذکر کی گئی ہے، وہ دائمی نہیں ہے، اور جب نسبت مذکورہ دائمی نہیں ہے تو اس نسبت کی نقیض کسی نہ کسی وقت میں واقع ہوگی، اور نقیض کا کسی نہ کسی وقت میں واقع ہونا ہی مطلقہ عامہ ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ لا دوام ذاتی کا مفہوم مطلقہ عامہ ہے، اور اگر منتشرہ سالبہ ہو تو وہ سالبہ منتشرہ مطلقہ اور موجبہ مطلقہ عامہ سے مرکب ہوگا، جس کی طرف لا دوام سے اشارہ ہوتا ہے جیسے "بالضرورۃ لاشیٔ من الانسان بمتنفس فی وقتٍ ما لا دائماً" دیکھئے یہ منتشرہ ہے اس میں لا دوام کی قید ہے، اور پہلا جزء سالبہ ہے لہٰذا لا دوام سے مطلقہ عامہ موجبہ نکالا جائے گا، یعنی "کل انسان متنفسٌ بالاطلاق العام" (ہر انسان سانس لینے والا ہے بالاطلاق العام)۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کا نام منتشرہ اس وجہ سے رکھا گیا ہے، کہ یہ منتشرہ مطلقہ پر مشتمل ہوتا ہے، اور چونکہ یہ لا دوام ذاتی کے ساتھ مقید ہوتا ہے، اس لئے اس کو مطلقہ نہیں کہا جاتا۔

نسبتیں

منتشرہ اور وقتیہ میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، منتشرہ اعم ہے، اور وقتیہ اخص ہے، اس لئے کہ وقتیہ میں وقت معین میں ثبوت یا سلب کا حکم ضروری لا دائما ہوتا ہے اور منتشرہ میں ثبوت یا سلب کا حکم کسی بھی وقت میں لا دائما ضروری ہوتا ہے، تو جہاں وقت معین میں حکم ضروری ہوگا وہاں کسی بھی وقت میں بھی حکم ضروری ہوگا، لہٰذا جب وقتیہ صادق ہوگا تو منتشرہ بھی صادق ہوگا، لیکن اس کا عکس ضروری نہیں کہ جہاں حکم کسی بھی وقت میں ضروری ہو تو وہاں معین وقت میں بھی ضروری ہو، یعنی جہاں منتشرہ صادق ہو وہاں وقتیہ کا صادق ہونا ضروری نہیں، اور منتشرہ کو باقی قضایا کے ساتھ وہی نسبت ہے جو وقتیہ کو ہے، ان میں کوئی فرق نہیں، چنانچہ منتشرہ اور وجودیہ لا دائمہ اور وجودیہ لاضروریہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ اور منتشرہ کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، اسی طرح منتشرہ اور عامتین یعنی مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، اور منتشرہ اور دائمتین یعنی ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کے درمیان تباین کی نسبت ہے، منتشرہ اور مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، منتشرہ خاص ہے اور مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ اعم ہیں۔

وَاعْلَمْ اَنَّ الْوَقْتِيَّةَ الْمُطْلَقَةَ وَ الْمُنْتَشِرَةَ الْمُطْلَقَةَ اللَّتَيْنِ هُمَا جُزْءَ الْوَقْتِيَّةِ وَالْمُنْتَشِرَةِ قَضِيَّتَانِ بَسِيْطَتَانِ غَيْرُ مَعْدُوْدَتَيْنِ فِي الْبَسَائِطِ حُكِمَ فِي اِحْدٰهُمَا بِالضَّرُوْرَةِ فِي وَقْتٍ مُعَيَّنٍ وَفِي الْاُخْرٰى بِالضَّرُوْرَةِ فِي وَقْتٍ مَا فَالْاُوْلٰى سُمِّيَتْ وَقْتِيَّةً لِاِعْتِبَارِ تَعَيُّنِ الْوَقْتِ فِيْهَا وَمُطْلَقَةً بِعَدَمِ تَقْيِيْدِهَا بِاللَّادَوَامِ وَاللَّاضَرُوْرَةِ وَالْاُخْرٰى مُنْتَشِرَةً لِاَنَّهُ لَمَّا يَتَعَيَّنَ وَقْتُ الْحُكْمِ فِيْهَا اِحْتَمَلَ الْحُكْمُ فِيْهَا لِكُلِّ وَقْتٍ فَيَكُوْنُ مُنْتَشِرَةً فِي الْاَوْقَاتِ وَمُطْلَقَةً لِاَنَّهَا غَيْرُ مُقَيَّدَةٍ بِاللَّادَوَامِ وَاللَّاضَرُوْرَةِ وَلِهٰذَا اِذَا قَيَّدْنَا بِاَحَدِهِمَا حُذِفَ الْاِطْلَاقُ مِنْ اِسْمَيْهِمَا فَكَانَتَا وَقْتِيَّةً وَ مُنْتَشِرَةً لَا مُطْلَقَتَيْنِ وَرُبَّمَا تَسْمَعُ فِيْمَا بَعْدَ مُطْلَقَةٍ وَقْتِيَّةٍ وَ مُطْلَقَةٍ مُنْتَشِرَةٍ وَهُمَا غَيْرُ الْوَقْتِيَّةِ الْمُطْلَقَةِ وَالْمُنْتَشِرَةِ الْمُطْلَقَةِ فَاِنَّ الْمُطْلَقَةَ الْوَقْتِيَّةَ هِيَ الَّتِي حُكِمَ فِيْهَا بِالنِّسْبَةِ بِالْفِعْلِ فِي وَقْتٍ مُعَيَّنٍ وَالْمُطْلَقَةُ الْمُنْتَشِرَةُ هِيَ الَّتِي حُكِمَ فِيْهَا بِالنِّسْبَةِ بِالْفِعْلِ فِي وَقْتٍ غَيْرِ مُعَيَّنٍ فَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا بِالْعُمُوْمِ وَالْخُصُوْصِ وَهُوَ وَاضِحٌ لَا سُتْرَةَ فِيْهِ.

ترجمہ: اور آپ جان لیجئے کہ وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ، جو وقتیہ اور منتشرہ کے جزء ہیں، یہ دونوں قضیے بسیطہ ہیں، ان کو بسائط میں شمار نہیں کیا گیا، ان میں سے ایک میں ضرورت کا حکم وقت معین میں ہوتا ہے، اور دوسرے میں ضرورت کا حکم کسی بھی وقت میں ہوتا ہے، پہلے کا نام وقتیہ رکھا گیا، کیونکہ اس میں وقت کی تعیین کا اعتبار ہے اور مطلقہ اس لئے کہ یہ لا دوام اور لاضرورۃ کے ساتھ مقید نہیں ہوتا، اور دوسرے کا نام منتشرہ رکھا گیا، اس لئے کہ جب اس میں حکم کا وقت متعین نہ ہوا تو اس میں حکم کا احتمال ہر وقت میں ہوگا، پس حکم اوقات میں منتشر ہوگا، اور مطلقہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ لا دوام اور لاضرورۃ کے ساتھ مقید نہیں ہوتا، اور اسی وجہ سے جب ہم (قضیہ کو) ان میں سے کسی ایک کے ساتھ مقید کریں تو ان کے ناموں سے اطلاق کو حذف کر دیا جاتا ہے، تو یہ وقتیہ اور منتشرہ رہ جاتے ہیں نہ کہ مطلقتین، اور بسا اوقات آپ آئندہ مطلقہ وقتیہ اور منتشرہ مطلقہ سنیں گے، اور یہ دونوں وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کے علاوہ ہیں کیونکہ

مطلقہ وقتیہ وہ (قضیہ) ہے جس میں نسبت بالفعل کا حکم غیر معین وقت میں ہو، پس ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص سے فرق کیا جاتا ہے، اور یہ واضح ہے اس میں کوئی خفا نہیں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارحؒ نے وقتیہ مطلقہ، منتشرہ مطلقہ، مطلقہ وقتیہ اور مطلقہ منتشرہ کی تعریفات بیان کی ہیں، چنانچہ شارح نے فرمایا ہے کہ وقتیہ مطلقہ جو وقتیہ مرکبہ کا جزء ہوتا ہے، اور منتشرہ مطلقہ جو منتشرہ مرکبہ کا جزء ہوتا ہے، یہ دونوں اصل میں بسائط ہیں، لیکن چونکہ ان کا استعمال دیگر بسائط کی طرح نہیں ہوتا ہے اس لئے بسائط کی بحث میں ماتن نے ان کو بیان نہیں کیا۔ ان کی تعریفات ذکر کی جارہی ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

وقتیہ مطلقہ: وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں یہ حکم لگایا گیا ہو کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لئے یا محمول کی نفی موضوع سے کس معین وقت ضروری ہے، وقتیہ مطلقہ موجبہ کی مثال، ''کل قمر منخسف بالضرورۃ وقت حیلولۃ الارض بینه وبین الشمس '' ہے دیکھئے اس قضیہ میں یہ حکم لگایا گیا ہے کہ گہن کا ثبوت چاند کے لئے ایک خاص اور معین وقت میں ضروری ہے، یعنی اس وقت جبکہ سورج اور چاند کے درمیان زمین حائل ہو جائے، اس لئے کہ سورج کی روشنی سے چاند کی روشنی مستفاد ہوتی ہے، تو جس وقت چاند اور سورج کے درمیان زمین حائل ہو جائے گی، تو یقیناً سورج کی روشنی سے چاند کو روشنی نہیں مل سکتی، لہٰذا تاریکی چھا جائے گی، اس کا نام انخساف اور گہن لگنا ہے، یہ تو موجبہ کی مثال تھی، سالبہ کی مثال یہ ہے ''لاشیٔ من القمر بمنخسف بالضرورۃ وقت التربیع '' ہے دیکھئے اس مثال میں یہ حکم لگایا گیا ہے کہ گہن کی نفی چاند سے ضروری ہے، لیکن ایک خاص اور معین وقت میں اور وہ تربیع کا وقت ہے، تربیع کے معنیٰ ہیں سورج کا چوتھے برج پر ہونا، تو اب قضیہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ چاند جب چوتھے برج میں ہوتا ہے تو اس وقت اس کو گہن نہیں لگتا، اس لئے کہ جب چاند چوتھے برج میں چلا جاتا ہے تو سورج کے مقابل میں رہتا ہے، اور اس سے روشنی حاصل کرتا ہے، لہٰذا اس وقت گہن کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا، لیکن جب دونوں کے درمیان زمین حائل ہو جاتی ہے تو زمین کا سایہ چاند پر پڑتا ہے اور سورج کی روشنی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا، اس لئے اس وقت چاند کا تاریک ہونا یقینی ہے۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو وقتیہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں ضروری ہونے کا حکم تعیین وقت کی قید کے ساتھ مقید ہوتا ہے، اور مطلقہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس میں لا دوام کی قید نہیں ہوتی۔

نسبتیں: وقتیہ مطلقہ اور ضروریہ مطلقہ اور عرفیہ عامہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، کیونکہ وقتیہ مطلقہ ان دونوں سے اعم ہے، اور وہ دونوں اخص ہیں، لہٰذا ان تینوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، وقتیہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ اور مشروطہ عامہ کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، کیونکہ وقتیہ مطلقہ ان دونوں سے من وجہ اخص ہے اور من وجہ اعم ہے۔

منتشرہ مطلقہ: وہ قضیہ موجہہ مرکبہ ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے یا موضوع سے محمول کی نفی کے ضروری ہونے کا حکم غیر معین وقت میں لگایا گیا ہو، جیسے ''کل حیوان متنفس بالضرورۃ فی وقت ما '' دیکھئے اس قضیہ میں سانس لینے کا حکم حیوان پر لگایا گیا ہے، اور سانس لینا ضرور بھی ہے، لیکن حیوان کا سانس لینا کسی معین وقت کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ بلا تعیین ہر وقت سانس لیتا ہے اور کبھی نہیں لیتا، یہ مثال تو موجبہ کی تھی، اب سالبہ کی مثال ملاحظہ ہو، جیسے ''لاشیٔ من الحجر بمتنفس بالضرورۃ فی وقت ما '' دیکھئے اس قضیہ میں پتھر سے سانس لینے کی نفی کی گئی ہے، اور نفی ضروری بھی ہے، لیکن یہ نفی کسی تعین وقت کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ غیر معین وقت کے لئے ہے، یعنی کسی بھی وقت پتھر سانس نہیں لیتا۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو منتشرہ اس لئے کہتے ہیں کہ انتشار کے معنیٰ ہیں ''پھیلنا'' اور یہاں اس قضیہ میں چونکہ حکم کا کوئی وقت معین نہیں ہوتا، بلکہ ہر وقت حکم کا احتمال رہتا ہے، تو گویا یہ حکم تمام اوقات میں منتشر اور پھیلا ہوا ہوتا ہے، اس لئے اس قضیہ کو منتشرہ کہتے ہیں، اور دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس قضیہ کے سامع کا فہم وقت کا اعتبار کرنے میں منتشر ہوجاتا ہے، اس لئے اس کو منتشرہ کہتے ہیں، اور مطلقہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں لاضرورۃ یا لادوام کی قید نہیں ہوتی، شارح فرماتے ہیں کہ وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ میں سے جس کو ''لادائما'' کی قید کے ساتھ مقید کردیا جاتا ہے، تو وہ مرکبہ ہوجاتا ہے، اور ''اطلاق'' کی قید پھر اس سے ختم ہوجاتی ہے۔

تنبیہ: ص ۱۰۵ سطر ۱۹ میں ایک لفظ مطلقتین ہے یہ صحیح نہیں ہے، اصل عبارت اس طرح ہے، ''لابالمطلقتین''

نسبتیں: منتشرہ مطلقہ، وقتیہ مطلقہ سے اعم مطلق ہے اور وقتیہ مطلقہ اس سے اخص مطلق ہے، لہٰذا ان دونوں کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، اسی طرح ضروریہ مطلقہ اور عرفیہ عامہ سے بھی اعم مطلق ہے، لہٰذا منتشرہ مطلقہ اور ضروریہ مطلقہ اور عرفیہ عامہ کے درمیان بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، اور دائمہ مطلقہ اور مشروطہ عامہ سے من وجہ اعم اور من وجہ اخص ہے، لہٰذا منتشرہ مطلقہ اور ان دونوں کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔

شارح فرماتے ہیں کہ دو قضیے آپ اور بھی سنیں گے: ۱- مطلقہ وقتیہ ۲- مطلقہ منتشرہ، جن کا ذکر بعد میں آئے گا، اور یہ دونوں وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کے مرادف نہیں ہیں، بلکہ ان کے درمیان فرق ہے جیسا کہ ان کی تعریفات سے پتہ چل جائے گا۔

مطلقہ وقتیہ: وہ قضیہ ہے موجہہ بسیطہ ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کا یا موضوع سے محمول کی نفی کا بالفعل وقت معین میں حکم لگایا جائے جیسے ''کل قمر منخسف وقت الحیلولة بالفعل''۔

مطلقہ منتشرہ: وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کا یا موضوع سے محمول کی نفی کا بالفعل غیر معین وقت میں حکم لگایا جائے، جیسے ''کل انسان متنفس فی وقت ما''۔

نسبت: وقتیہ مطلقہ و منتشرہ مطلقہ اور مطلقہ وقتیہ و مطلقہ منتشرہ کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، پہلے دونوں اخص ہیں اس لئے کہ ان میں بالضرورۃ کی قید ہوتی ہے، اور آخری دو اعم ہیں، کیونکہ ان میں بالضرورۃ کی قید نہیں ہوگی، اور مقید مطلق سے اخص ہوتا ہے، لہٰذا پہلے دونوں اخص ہیں اور آخری دونوں اعم ہیں۔

بسائط میں چار قضیوں کا اضافہ

ماتن و شارح نے بسائط کی بحث میں صرف چھ قضایا بسیطہ کا ذکر کیا تھا، لیکن اب شارح نے مزید چار قضایا بسیطہ کا اضافہ کیا ہے، اور ان کی تعریفات بھی ذکر کی ہیں، وہ چار یہ ہیں: ۱- وقتیہ مطلقہ ۲- منتشرہ مطلقہ ۳- مطلقہ وقتیہ ۴- مطلقہ منتشرہ، اور اگر نظر عمیق ڈالی جائے تو یہ بات معلوم ہوجائے گی کہ ان کا ذکر کرنا ضروری ہے اس لئے موجہہ مرکبہ میں جو وقتیہ ہے اس کی ترکیب میں وقتیہ مطلقہ ایک جزء ہوتا ہے، اور موجہہ مرکبہ میں جو منتشرہ ہے اس کی ترکیب میں منتشرہ مطلقہ اس کا ایک جزء واقع ہوتا ہے، جزء واقع ہوتا ہے، اس وجہ سے ان کی تعریفات کرنی بھی ضروری تھیں، چنانچہ شارح نے اس بات کے پیش نظر ان کی تعریفیں بھی ذکر کردی ہیں، ان چار قضایا کو بسیطہ میں شامل کرنے کی وجہ سے اب قضایا بسیطہ کی تعداد دس ہوگئی۔

قَالَ اَلسَّابِعَةُ الْمُمْكِنَةُ الْخَاصَّةُ وَهِيَ الَّتِيْ يُحْكَمُ فِيْهَا بِارْتِفَاعِ الضَّرُوْرَةِ الْمُطْلَقَةِ عَنْ جَانِبَي

الْوُجُوْدِ وَ الْعَدَمِ جَمِيْعًا وَهِيَ سَوَاءٌ كَانَتْ مُوْجِبَةً كَقَوْلِنَا بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِّ كُلُّ اِنْسَانٍ كَاتِبٌ اَوْ سَالِبَةً كَقَوْلِنَا بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِّ لَاشَيْءَ مِنَ الْإِنْسَانِ بِكَاتِبٍ فَتَرْكِيْبُهَا مِنْ مُمْكِنَتَيْنِ عَامَّتَيْنِ اِحْدٰهُمَا مُوْجِبَةٌ وَالْاُخْرٰى سَالِبَةٌ وَالضَّابِطَةُ فِيْهَا اَنَّ اللَّادَوَامَ اِشَارَةٌ اِلٰى مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَاللَّاضَرُوْرَةَ اِشَارَةٌ اِلٰى مُمْكِنَةٍ عَامَّةٍ مُخَالِفَتَي الْكَيْفِيَّةِ مُوَافِقَتَي الْكَمِّيَّةِ لِلْقَضِيَّةِ الْمُقَدَّرَةِ بِهِمَا **اَقُوْلُ** اَلْمُمْكِنَةُ الْخَاصَّةُ هِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِسَلْبِ الضَّرُوْرَةِ الْمُطْلَقَةِ عَنْ جَانِبَيِ الْاِيْجَابِ وَالسَّلْبِ فَاِذَا قُلْنَا كُلُّ اِنْسَانٍ كَاتِبٌ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِّ وَ لَاشَيْءَ مِنَ الْإِنْسَانِ بِكَاتِبٍ بِالْإِمْكَانِ الْخَاصِّ كَانَ مَعْنَاهُ اَنَّ اِيْجَابَ الْكِتَابَةِ لِلْاِنْسَانِ وَسَلْبَهَا عَنْهُ لَيْسَا بِضَرُوْرِيَيْنِ لٰكِنْ سَلْبُ ضَرُوْرَةِ الْاِيْجَابِ اِمْكَانٌ عَامٌّ سَالِبٌ وَسَلْبُ ضَرُوْرَةِ السَّلْبِ اِمْكَانٌ عَامٌّ مُوْجِبٌ فَالْمُمْكِنَةُ الْخَاصَّةُ سَوَاءٌ كَانَتْ مُوْجِبَةً اَوْ سَالِبَةً يَكُوْنُ تَرْكِيْبُهَا مِنْ مُمْكِنَتَيْنِ عَامَّتَيْنِ اِحْدٰهُمَا مُوْجِبَةٌ وَالْاُخْرٰى سَالِبَةٌ فَلَافَرْقَ بَيْنَ مُوْجِبَتِهَا وَسَالِبَتِهَا فِي الْمَعْنٰى لِاَنَّ مَعْنَى الْمُمْكِنَةِ الْخَاصَّةِ رَفْعُ الضَّرُوْرَةِ عَنِ الطَّرَفَيْنِ سَوَاءٌ كَانَتْ مُوْجِبَةً اَوْ سَالِبَةً بَلْ فِي اللَّفْظِ حَتّٰى اِذَا عُبِّرَتْ بِعِبَارَةٍ اِيْجَابِيَّةٍ كَانَتْ مُوْجِبَةً وَاِنْ عُبِّرَتْ بِعِبَارَةٍ سَلْبِيَّةٍ كَانَتْ سَالِبَةً.

ترجمہ: ماتن نے کہا: ساتواں قضیہ ممکنہ خاصہ ہے اور یہ وہ (قضیہ) ہے جس میں وجود اور عدم دونوں جانب سے ایک ساتھ ضرورۃ ارتفاع کا حکم لگایا گیا ہو، اور خواہ وہ موجبہ ہو، جیسے ہمارا قول "بالامکان الخاص کل انسان کاتب" یا سالبہ جیسے ہمارا قول "بالامکان الخاص لاشئ من الانسان بکاتب" پس اس کی ترکیب دو ممکنہ عامہ سے ہوگی، ان میں سے ایک موجبہ ہوگا اور دوسرا سالبہ، اور اس سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ "لادوام" (سے) مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہے، اور لاضرورۃ (سے) ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ ہے، جو اس قضیہ کی کیفیت میں مخالف اور کمیت میں موافق ہوں گے، جو لادوام اور لاضرورۃ کے ساتھ مقید ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ممکنہ خاصہ یہ وہ (قضیہ) ہے جس میں ایجاب اور سلب دونوں جانب سے ضرورۃ مطلقہ کے سلب کا حکم لگایا گیا ہے، پس جب ہم کہیں "کل انسان کاتب بالامکان الخاص، اور لاشئ من الانسان بکاتب بالامکان الخاص" تو اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ انسان کے لئے کتابت کا ایجاب اور سلب دونوں ضروری نہیں، لیکن ضرورت ایجاب کا سلب ممکنہ عامہ سالبہ ہے، اور ضرورتِ سلب کا سلب ممکنہ عامہ موجبہ ہے، پس ممکنہ خاصہ خواہ موجبہ ہو یا سالبہ اس کی ترکیب دو ممکنہ عامہ سے ہوگی، ان میں سے ایک موجبہ اور دوسرا سالبہ، پس اس کے موجبہ اور سالبہ کے درمیان معنیٰ میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ ممکنہ خاصہ کے معنیٰ طرفین سے ضرورت کا رفع ہے خواہ موجبہ ہو یا سالبہ، بلکہ لفظوں میں فرق ہے حتیٰ کہ جب عبارت ایجابیہ سے تعبیر کیا جائے تو وہ موجبہ ہوگا، اور اگر عبارتِ سلبیہ سے تعبیر کیا جائے تو وہ سالبہ ہوگا۔

تشریح: اس عبارت میں قضیہ موجہہ مرکبہ میں سے ساتواں قضیہ ممکنہ خاصہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

ممکنہ خاصہ: وہ قضیہ موجہہ مرکبہ ہے جس میں جانب وجود اور جانب عدم دونوں کے ضروری نہ ہونے کا حکم لگایا گیا ہو، یعنی نہ جانب وجود ہی ضروری ہو اور نہ جانب عدم ہی ضروری ہو، بلکہ دونوں جانب ممکن ہوں، اور اس جانب وجود اور جانب عدم کے ضروری ہونے کی نفی امکان خاص کہلاتی ہے، اور یہ ممکنہ خاصہ دو ممکنہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے، اس لئے کہ جب اس میں جانب

مخالف سے سلب ضرورت کا حکم ہوگا تو جانب موافق ممکنہ عامہ ہوگی، اور جانب موافق سے سلب ضرورت کی صورت میں جانب مخالف ممکنہ عامہ ہوگی، یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے، وہ یہ کہ جب ممکنہ خاصہ میں دونوں جانب سے ضرورت کے سلب کا حکم ہوتا ہے، تو ممکنہ خاصہ صرف سالبہ ہی ہوگا نہ کہ موجبہ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ممکنہ خاصہ کی تعریف سے آپ دھوکہ نہ کھائیں کہ وہ صرف سالبہ ہی ہوگا موجبہ نہیں ہوگا، بلکہ ممکنہ خاصہ موجبہ اور سالبہ دونوں واقع ہوتا ہے کیونکہ ایجاب کی ضرورت کا سلب یعنی سلب ضرورۃ الایجاب ممکنہ عامہ سالبہ ہے، اور سلب کا ضروری نہ ہونا یعنی سلب ضرورۃ السلب ممکنہ عامہ موجبہ ہے، الحاصل ممکنہ خاصہ دو ممکنہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے، ان میں سے ایک موجبہ ہوگا اور دوسرا سالبہ، کیونکہ ممکنہ خاصہ میں جب جانب مخالف سے سلب ضرورت کا حکم ہوگا تو جانب موافق کا امکان ثابت ہوگا، اور جب جانب موافق سے سلب ضرورت کا حکم ہو تو جانب مخالف کا امکان ثابت ہوگا، گویا اس میں قضیہ میں جانب موافق کے امکان اور جانب مخالف کے امکان کا حکم ہوتا ہے۔

معترض کہتا ہے کہ ممکنہ خاصہ موجبہ اور سالبہ جب دونوں ترکیب میں برابر ہوتا ہے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک ایک موجبہ ممکنہ عامہ اور ایک موجبہ سالبہ ممکنہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے، تو پھر ہم ممکنہ خاصہ موجبہ اور ممکنہ خاصہ سالبہ میں کیسے فرق کریں گے؟ تو شارح نے فـلا فـرق سے اس کا جواب دیا ہے کہ ممکنہ خاصہ موجبہ اور سالبہ کے درمیان معنیٰ کے اعتبار سے تو کوئی فرق نہیں ہے دونوں کے معنیٰ ایک ہیں، کیونکہ ممکنہ خاصہ خواہ موجبہ ہو یا سالبہ اس میں دونوں جانب سے سلب ضرورت کا حکم ہوتا ہے اور اس میں موجبہ اور سالبہ برابر ہیں، البتہ ممکنہ خاصہ موجبہ اور سالبہ میں لفظوں میں فرق ہے وہ یہ ہے کہ اگر قضیہ کو ایجابی عبارت سے تعبیر کیا جائے تو ممکنہ خاصہ موجبہ ہوگا، اور اگر قضیہ کو سلبی عبارت سے تعبیر کیا جائے تو سالبہ ہوگا، اب دونوں کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

ممکنہ خاصہ موجبہ کی مثال یہ ہے، ''بـالامـكـان الـخـاص كـل انسـان كـاتـب'' (بالامکان الخاص ہر انسان کاتب ہے) بالامکان الخاص کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے لئے نہ تو کتابت ضروری ہے اور نہ عدم کتابت ضروری ہے، بلکہ دونوں ممکن ہیں، دیکھئے اس مثال مذکور میں یہ قضیہ ممکنہ خاصہ موجبہ ہے، اور یہ اگر چہ ایک ہی قضیہ ہے دوسرے قضیہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کوئی مستقل لفظ نہیں ہے، لیکن مشترک لفظ موجود ہے، اور وہ امکان خاص ہے، لہٰذا امکان خاص سے دوسرے ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ ہوگا، مثال مذکور ممکنہ خاصہ موجبہ کی ہے، کیونکہ یہ عبارت ایجابی ہے، اور ''لاشـئ مـن الانسان بكاتب بالامكان الخاص'' یہ ممکنہ خاصہ سالبہ ہے، اس لئے کہ یہ عبارت سلبی ہے۔

الحاصل معلوم ہوا کہ ممکنہ خاصہ موجبہ اور سالبہ میں فرق صرف عبارت اور لفظوں میں ہے، معنیٰ کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔
وجه تسمیه: اس قضیہ کو ممکنہ خاصہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ امکان خاص پر مشتمل ہوتا ہے۔

وَهِيَ اَعَمُّ مِنْ سَائِرِ الْمُرَكَّبَاتِ لِاَنَّ فِيْ كُلٍّ مِّنْهَا اِيْجَابًا وَ سَلْبًا وَ لَا اَقَلَّ فِيْهِمَا مِنْ اَنْ تَكُوْنَا مُمْكِنَتَيْنِ بِالْاِمْكَانِ الْعَامِّ وَلَا يَلْزَمُ مِنْ اِمْكَانِ الْاِيْجَابِ وَالسَّلْبِ اَنْ يَّكُوْنَ اَحَدُهُمَا بِالْفِعْلِ اَوْ بِالضَّرُوْرَةِ اَوْ بِالدَّوَامِ وَ مُبَايِنَةٌ لِلضَّرُوْرِيَّةِ الْمُطْلَقَةِ وَاَعَمُّ مِنَ الدَّائِمَةِ وَالْعَامَّتَيْنِ وَالْمُطْلَقَةِ الْعَامَّةِ مِنْ وَجْهٍ لِتَصَادُقِهَا فِيْ مَادَّةِ الْوَجُوْدِيَّةِ اللَّاضَرُوْرِيَّةِ وَصِدْقِ الْمُمْكِنَةِ الْخَاصَّةِ بِدُوْنِهَا حَيْثُ لَاخُرُوْجَ لِلْمُمْكِنِ مِنَ الْقُوَّةِ اِلَى الْفِعْلِ وَبِالْعَكْسِ فِيْ مَادَّةِ الضَّرُوْرَةِ وَاَخَصُّ مِنَ الْمُمْكِنَةِ الْعَامَّةِ فَقَدْ ظَهَرَ

مِمَّا ذَكَرْنَا اَنَّ الْمُمْكِنَةَ الْعَامَّةَ اَعَمُّ الْقَضَايَا الْبَسِيْطَةِ وَالْمُمْكِنَةِ الْخَاصَّةِ اَعَمُّ الْمُرَكَّبَاتِ وَالضَّرُوْرِيَّةِ اَخَصُّ الْبَسَائِطِ وَالْمَشْرُوْطَةِ الْخَاصَّةِ اَخَصُّ الْمُرَكَّبَاتِ عَلٰى وَجْهٍ.

ترجمہ: اور وہ تمام مرکبات سے اعم ہے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں ایجاب اور سلب ہوتا ہے تو ان دونوں میں کم از کم ممکن بالامکان العام ضرور ہوں گے، لیکن ایجاب وسلب کے امکان سے ان میں سے کسی ایک کا بالفعل یا بالضرورۃ یا بالدوام ہونا لازم نہیں، اور ضروریہ مطلقہ کے مباین ہے، اور دائمہ اور عامتین اور مطلقہ عامہ سے اعم من وجہ ہے، کیونکہ یہ سب کے سب وجودیہ لاضروریہ کے مادّہ میں صادق ہوتے ہیں، اور ممکنہ خاصہ ان کے بغیر صادق ہوتا ہے، جہاں ممکن کا خروج قوت سے فعلیت کی طرف نہ ہو، اور اس کے برعکس ضرورۃ کے مادہ میں اور ممکنہ عامہ سے اخص ہے، پس ہماری مذکورہ باتوں سے یہ ظاہر ہو گیا کہ ممکنہ عامہ تمام قضایا بسیطہ سے اعم ہے، اور ممکنہ خاصہ مرکبات سے اعم ہے، اور ضروریہ بسائط سے اخص ہے، اور مشروطہ خاصہ ایک طریق پر تمام مرکبات سے اخص ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے ممکنہ خاصہ اور دیگر قضایا موجہہ مرکبہ اور بسائط کے درمیان نسبت بیان کی ہے، چنانچہ کہا ہے کہ ممکنہ خاصہ تمام قضایا سے اعم مطلق ہے، کیونکہ تمام مرکبات میں ایجابی اور سلبی دو نسبتیں ہوتی ہیں، کسی میں ضروری، کسی میں دائمی، کسی میں بالفعل، تو اس کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ یہ دونوں نسبتیں امکان عام کے ساتھ ضرور ممکن ہوں گی، لہٰذا جب کوئی قضیہ مرکبہ صادق ہوگا، تو ممکنہ خاصہ ضرور صادق ہوگا، اور جب کوئی نسبت ایجابی اور سلبی ممکن ہو، تو ان میں سے کسی ایک کا بالفعل، یا بالضرورۃ یا بالدوام ہونا ضروری نہیں لہٰذا جب ممکنہ خاصہ صادق ہو تو باقی مرکبات میں سے کسی قضیہ کا صادق ہونا ضروری نہیں، ممکنہ خاصہ اور باقی قضایا میں چونکہ ایک طرف سے صدق کلی ہے اور دوسری طرف سے صدق کلی کی نفی ہے، لہٰذا ممکنہ خاصہ اور باقی قضایا مرکبہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔

ممکنہ خاصہ اور ضروریہ مطلقہ کے درمیان تباین کی نسبت ہے، اس لئے کہ ضروریہ میں ''ضرورۃ'' کا حکم ہوتا ہے، اور ممکنہ خاصہ میں ''سلب ضرورۃ'' کا حکم ہوتا ہے، اور ضرورت اور سلب ضرورت میں تباین بالکل واضح ہے، لہٰذا جہاں ضرورۃ صادق ہو تو وہاں سلب ضرورۃ صادق نہیں ہوسکتا، اور جہاں سلب ضرورۃ صادق ہو تو ہاں ضرورۃ صادق نہیں ہوسکتی، ممکنہ خاصہ او ودائمہ مطلقہ، مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ اور مطلقہ عامہ کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، اور عموم وخصوص من وجہ میں تین مادے ہوتے ہیں ایک اجتماع کا دو افتراق کے۔

چنانچہ وجودیہ لاضروریہ کا مادّہ جس میں اطلاق عام مادّہ دوام میں ضرورہ سے خالی ہو تو وہاں یہ پانچوں قضیے جمع ہوجاتے ہیں، جیسے ''کل فلک متحرک بالفعل یا مادام فلكًا لا بالضرورة'' دیکھئے اس مادہ میں پانچوں قضایا جمع ہیں، دائمہ مطلقہ تو اس لئے کہ جب کہا کہ دوام ضرورۃ سے خالی ہو تو اس میں دائمہ پایا گیا اور دائمہ میں دوام ذاتی ہوتا ہے، اور عرفیہ عامہ میں دوام وصفی ہوتا ہے، اور جہاں دوام ذاتی پایا جاتا ہے، وہاں دوام وصفی بھی پایا جاتا ہے، لہٰذا اس مادہ میں عرفیہ عامہ بھی صادق ہوگا، اور مشروطہ عامہ بھی پایا گیا اس لئے کہ مشروطہ عامہ میں ضرورۃ وصفیہ ہوتی ہے نہ کہ ضرورۃ ذاتیہ، جس کی نفی کی گئی ہے اور مطلقہ عامہ بھی پایا گیا، کیونکہ جہاں ضرورۃ وصفیہ اور دوام پائے جائیں وہاں نسبت بالفعل بھی پائی جاتی ہے، اور اس مادہ میں چونکہ ضرورۃ وصفیہ اور دوام دونوں پائے گئے لہٰذا نسبت بالفعل بھی پائی گئی، اور ممکنہ خاصہ بھی صادق ہے، کیونکہ اس

میں لاضرورۃ کا حکم ہوتا ہے، اور جس مادہ کو پیش کیا گیا ہے، اس میں بھی لاضرورۃ کا حکم ہے، لہٰذا یہ مادہ اجتماعیہ ہوا۔
اور جس مادہ میں ممکن قوت سے فعل کی طرف نہ آیا ہو تو اس میں صرف ممکنہ خاصہ صادق ہوگا، جیسے ''کل عنقاء طائر بالامکان الخاص'' دیکھئے اس میں صرف ممکنہ خاصہ صادق ہیں، باقی قضایا صادق نہیں، کیونکہ عنقاء کا پایا جانا تو ممکن بالقوۃ ہے، لیکن بالفعل نہیں پایا جاتا، لہٰذا یہ ایک مادہ افتراقیہ ہے، اور اگر مادّہ ضرورۃ ذاتیہ کا ہو اور وصف موضوع ذاتِ موضوع کا عین ہو تو اس مادّہ میں ممکنہ خاصہ کے علاوہ باقی چار قضایا صادق ہوں گے، جیسے ''کل انسان حیوانٌ بالضرورۃ'' دیکھئے اس میں دائمہ مطلقہ، مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ، اور مطلقہ عامہ تو صادق ہیں، لیکن ممکنہ خاصہ صادق نہیں، کیونکہ اس مادہ میں ضرورۃ کا حکم ہے، اور ممکنہ خاصہ میں لاضرورۃ کا حکم ہوتا ہے، پس یہ دوسرا مادہ افتراقیہ ہے۔
ممکنہ خاصہ اور ممکنہ عامہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، ممکنہ خاصہ اخص ہے، اور ممکنہ عامہ اعم ہے، کیونکہ ممکنہ خاصہ میں لاضرورۃ کی قید ہوتی ہے، اور ممکنہ عامہ میں یہ قید نہیں ہے، بلکہ وہ مطلق ہے، اور آپ کو اس سے پہلے معلوم ہو چکا ہے، کہ مطلق مقید سے اعم ہوتا ہے، اس لئے ممکنہ عامہ بھی ممکنہ خاصہ سے اعم ہے، اور جن دو کلیوں میں سے ایک اعم اور دوسری اخص ہو ان کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، لہٰذا ان کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔

وَظَهَرَ اَيْضًا اَنَّ اللَّادَوَامِ اِشَارَةٌ اِلٰى مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَاللَّاضَرُوْرَةَ اِلٰى مُمْكِنَةٍ عَامَّةٍ مُخَالِفَتَيْنِ فِى الْكَيْفِ لِلْقَضِيَّةِ الْمُقَيَّدَةِ بِهِمَا حَتّٰى اِنْ كَانَتْ مُوْجَبَةً كَانَتَا سَالِبَتَيْنِ وَاِنْ كَانَتْ سَالِبَةً كَانَتَا مُوْجَبَتَيْنِ وَ مُوَافِقَتَيْنِ لَهَا فِى الْكَمِّ فَاِنْ كَانَتْ كُلِّيَّةً كَانَتَا كُلِّيَّتَيْنِ وَاِنْ كَانَتْ جُزْئِيَّةً كَانَتَا جُزْئِيَّتَيْنِ هٰذَا هُوَ الضَّابِطَةُ فِىْ مَعْرِفَةِ تَرْكِيْبِ الْقَضَايَا الْمُرَكَّبَةِ وَاِنَّمَا قَالَ اللَّادَوَامُ اِشَارَةٌ اِلٰى مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَلَمْ يَقُلِ اللَّادَوَامُ مَعْنَاهُ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ لِاَنَّ الْمَعْنٰى اِذَا اُطْلِقَ يُرَادُ بِهِ الْمَفْهُوْمُ الْمُطَابِقِىُّ وَلَيْسَ مَفْهُوْمُ اللَّادَوَامِ الْمُطَابِقِىُّ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ فَاِنَّ لَادَوَامَ الْاِيْجَابِ مَثَلًا مَفْهُوْمُهُ الصَّرِيْحُ رَفْعُ دَوَامِ الْاِيْجَابِ وَاِطْلَاقُ السَّلْبِ لَيْسَ هُوَ نَفْسُ رَفْعِ دَوَامِ الْاِيْجَابِ بَلْ لَازِمُهُ فَهُوَ مَعْنَاهُ الْاِلْتِزَامِىُّ وَاَمَّا اللَّاضَرُوْرَةُ فَمَعْنَاهُ الصَّرِيْحُ الْاِمْكَانُ الْعَامُّ لِاَنَّ لَاضَرُوْرَةَ الْاِيْجَابِ مَثَلًا هُوَ سَلْبُ ضَرُوْرَةِ الْاِيْجَابِ وَهُوَ عَيْنُ اِمْكَانِ السَّلْبِ فَلَمَّا كَانَ اِحْدَى الْقَضِيَّتَيْنِ عَيْنَ مَعْنٰى اِحْدَى الْعِبَارَتَيْنِ وَالْاُخْرٰى لَيْسَتْ بِمَعْنَى الْاُخْرٰى بَلْ مِنْ لَوَازِمِهَا اِسْتَعْمَلَ عِبَارَةَ الْاِشَارَةِ لِتَكُوْنَ مُشْتَرَكَةً بَيْنَهُمَا.

ترجمہ: اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ لادوام (سے) مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہے، اور لاضرورۃ (سے) ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ ہے، درانحالیکہ یہ دونوں قضیے کیفیت میں اس قضیہ کے مخالف ہوں گے جو ان کے ساتھ متقید ہے، یہاں تک کہ اگر (قضیہ) موجبہ ہو تو یہ دونوں (یعنی مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ) سالبہ ہوں گے، اور اگر (قضیہ) سالبہ ہو تو یہ دونوں (یعنی مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ) موجبہ ہوں گے، اور کمیت میں اس کے موافق ہوں گے، پس اگر (قضیہ) کلیہ ہو تو یہ دونوں کلیہ ہوں گے، اور اگر (قضیہ) جزئیہ ہو تو یہ دونوں جزئیہ ہوں گے، قضایا مرکبہ کی ترکیب پہچاننے کا یہی ضابطہ ہے، اور ماتن نے یہ کہا کہ لادوام (سے) مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہے، اور یہ نہیں کہا کہ لادوام کے معنیٰ مطلقہ عامہ

ہیں، اس لئے کہ (لفظ) معنیٰ جب مطلق بولا جائے تو اس سے مفہوم مطابقی مراد لیا جاتا ہے، اور لا دوام کا مفہوم مطابقی مطلقہ عامہ نہیں ہے، اس لئے کہ مثلاً لا دوام ایجاب کا مفہوم صریح دوام ایجاب کا رفع ہے، اور سلب کا اطلاق بعینہ دوام ایجاب کا رفع نہیں ہے۔ بلکہ اس کا لازم ہے، تو یہ اس کے التزامی معنیٰ ہیں، اور بہر حال لاضرورۃ تو اس کے معنیٰ صریح امکان عام ہے، اس لئے کہ مثلاً لاضرورۃ ایجاب، ضرورۃ ایجاب کا سلب ہے اور یہ بعینہ امکان سلب ہے، پس جب دونوں قضیوں میں سے ایک دو عبارتوں میں سے ایک کے معنیٰ کا عین ہے، اور دوسرا دوسرے کے معنیٰ میں نہیں ہے، بلکہ اس کے لوازم میں سے ہے، تو لفظ اشارہ کا استعمال فرمایا تا کہ یہ دونوں کے درمیان مشترک رہے۔

تشریح: فقد ظهر مما ذكرنا الخ سے شارح فرماتے ہیں قضایا موجہہ کی تفصیل سے یہ چند باتیں معلوم ہوئیں: ۱- قضایا بسیطہ میں سب سے اعم ممکنہ عامہ ہے۔ ۲- قضایا مرکبہ میں ممکنہ خاصہ سب سے اعم ہے۔ ۳- ضروریہ مطلقہ تمام بسائط سے اخص ہے۔ ۴- مشروطہ خاصہ ایک اعتبار سے اخص مطلق ہے، اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ مشروطہ خاصہ کے ضمن میں جو ایک مشروطہ عامہ ہوتا ہے اس کے معنی اول پر محمول نہ کیا جائے، بلکہ اس کو اس کے معنیٰ ثانی پر محمول کیا جائے، جس میں مادام الوصف کا اعتبار ہوتا ہے، یعنی وصف موضوع کے تمام اوقات میں نسبت کی ضرورت کا حکم ہوتا ہے، خواہ وصف موضوع کو حکم کے تحقق میں دخل ہو یا نہ ہو، اس معنیٰ ثانی کے اعتبار سے مشروطہ خاصہ تمام مرکبات سے اخص مطلق ہوگا، اور اگر مشروطہ خاصہ کے ضمن میں جو مشروطہ عامہ ہے وہ اپنے معنیٰ اول یعنی ضرورت بشرط الوصف پر محمول ہو، تو پھر مشروطہ خاصہ تمام مرکبات سے اخص مطلق نہیں ہوگا، بلکہ اس کے اور وقتیہ و منتشرہ کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہو جاتی ہے، جیسا کہ وقتیہ اور منتشرہ کی بحث میں آپ کو معلوم ہو چکا، تو چونکہ مشروطہ خاصہ ایک اعتبار سے اخص مطلق ہے، اور دوسرے اعتبار سے نہیں ہے، اس طرف اشارہ کرنے کے لئے شارح نے "علىٰ وجهٍ" کا اضافہ فرمایا ہے، کہ ایک اعتبار سے یہ تمام مرکبات سے اخص مطلق ہے، جبکہ اس کے ضمن میں جو ایک مشروطہ عامہ ہے، اس کو اس کے معنیٰ ثانی پر محمول کیا جائے۔

وظهر ايضا الخ سے شارح فرماتے ہیں کہ مرکبات کی تفصیل سے یہ ضابطہ بھی معلوم ہو گیا کہ لا دوام سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے، اور لاضرورۃ سے ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے، یہ مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ اصل قضیہ جو لا دوام یا لاضرورۃ کے ساتھ مقید ہے، کے ساتھ کیفیت کے اعتبار سے مخالف ہوتے ہیں یعنی ایجاب وسلب میں اصل قضیہ کے مخالف ہوتے ہیں، اصل قضیہ اگر موجبہ ہو تو سالبہ اور اصل قضیہ اگر سالبہ ہو تو یہ موجبہ ہوتے ہیں، اور کمیت یعنی کلیت اور جزئیت میں موافق ہوتے ہیں اگر اصل قضیہ کلی ہو تو یہ بھی کلی ہوں گے، اور اگر اصل قضیہ جزئی ہو تو یہ بھی جزئی ہوں گے، شارح کہتے ہیں کہ قضایا مرکبہ کی ترکیب کے پہچاننے کا یہی ضابطہ ہے۔

لا دوام کے معنیٰ التزامی مطلقہ عامہ ہیں

وانما قال اللادوام الخ شارح نے اس عبارت میں یہ ثابت کیا ہے کہ لا دوام کے معنیٰ التزامی مطلقہ عامہ ہیں، کہ ماتنؒ نے "اللادوام اشارة الى مطلقة عامة" کہا "اللادوام معناه المطلقة العامة" نہیں کہا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب لفظ معنیٰ بولا جاتا ہے تو اس سے مفہوم مطابقی مراد ہوتا ہے، تو اگر ماتن اس طرح کہتے ہیں "اللادوام معناه المطلقة العامة" تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ لا دوام کے معنیٰ مطابقی مطلقہ عامہ ہیں، حالانکہ لا دوام کا مفہوم مطابقی مطلقہ عامہ نہیں ہے، بلکہ مطلقہ عامہ لا دوام کے مفہوم صریح کو لازم ہے، کیونکہ جب پہلا قضیہ موجبہ ہے تو اب لا دوام کا مفہوم صریح یہ ہوگا کہ سابقہ قضیہ میں جو ایجاب ہے، اس

کا رفع ہے یعنی دوام ایجاب کا رفع، لیکن مطلقہ عامہ جس کی طرف لادوام سے اشارہ ہوتا ہے وہ دوام ایجاب کے رفع کی عین نہیں،، ان دونوں میں تساوی کی نسبت نہیں ہے، بلکہ مطلقہ عامہ دوام ایجاب کے رفع کے لوازم میں سے ہے گویا مطلقہ عامہ سالبہ لادوام کے مفہوم صریح یعنی ''رفع دوام الایجاب'' کے معنی التزامی ہے۔

شارح کہتے ہیں کہ لاضرورۃ کے معنی صریح ممکنہ عامہ ہے، اس لئے کہ اگر پہلا قضیہ موجبہ ہو تو پھر لاضرورۃ کا مفہوم صریح یہ ہوگا کہ سابقہ قضیہ میں جو ایجاب ہے وہ ضروری نہیں اور ایجاب کا ضروری نہ ہونا یعنی سلب ضرورۃ الایجاب یہ بعینہ ممکنہ عامہ سالبہ ہے، اور اگر پہلا قضیہ سالبہ ہو تو لاضرورۃ کا مفہوم صریح یہ ہوگا کہ سابقہ قضیہ میں جو سلب ہے وہ ضروری نہیں، اور سلب کا ضروری نہ ہونا یعنی سلب ضرورۃ السلب ہی ممکنہ عامہ موجبہ ہے، لہٰذا جب دو قضیوں میں سے ایک یعنی ممکنہ عامہ دو عبارتوں میں سے ایک یعنی لاضرورۃ کا مفہوم صریح ہے اور معنی مطابقی ہے اور دوسرا قضیہ یعنی مطلقہ عامہ سالبہ دوسری عبارت یعنی لادوام کا مفہوم صریح اور مطابقی نہیں ہے بلکہ وہ دوام ایجاب کے رفع کے لوازم میں سے ہے، تو اس لئے ماتن نے ایک ایسا لفظ استعمال کیا جو ان دونوں مفہوموں کے درمیان مشترک ہے، اور وہ دونوں کو شامل ہے، اور وہ لفظ ''اشارہ'' ہے جو مفہوم صریح اور التزامی وغیرہ سب کو شامل ہوتا ہے۔

موجہات مرکبہ کا نقشہ مع امثلہ

نمبر شمار	قضایا موجهه مرکبه	موجبه و سالبه	امثله
۱	مشروطہ خاصہ	موجبہ	بالضرورة كل كاتب متحرك الاصابع مادام كاتبا لادائماً
		سالبہ	بالضرورة لاشيء من الكاتب بساكن الاصابع مادام كاتبا لادائما
۲	عرفیہ خاصہ	موجبہ	بالدوام كل كاتب متحرك الاصابع مادام كاتبا لادائما
		سالبہ	بالدوام لاشيء من الكاتب بساكن الاصابع مادام كاتبا لادائما
۳	وجودیہ لاضروریہ	موجبہ	كل انسان ضاحك بالفعل لابالضرورة
		سالبہ	لاشيء من الانسان بضاحك بالفعل لابالضرورة
۴	وجودیہ لادائمہ	موجبہ	كل انسان ضاحك بالفعل لادائما
		سالبہ	لاشيء من الانسان بضاحك بالفعل لادائما
۵	وقتیہ	موجبہ	بالضرورة كل قمر منخسف وقت حيلولة الارض بينه وبين الشمس لادائما
		سالبہ	بالضرورة لاشيء من القمر بمنخسف وقت التربيع لادائما

۶	منتشرہ	موجبہ	بالضرورۃ کل انسان متنفس فی وقت ما لادائما
		سالبہ	بالضرورۃ کل انسان بمتنفس فی وقت ما لادائما
۷	ممکنہ خاص	موجبہ	کل انسان کاتب بالامکان الخاص
		سالبہ	لاشیٔ من الانسان بکاتب بالامکان الخاص

قَالَ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ فِیْ اَقْسَامِ الشَّرْطِیَّةِ اَلْجُزْءُ الْاَوَّلُ مِنْهُ یُسَمّٰی مُقَدَّمًا وَالثَّانِیْ تَالِیًا وَهِیَ اِمَّا مُتَّصِلَةٌ اَوْ مُنْفَصِلَةٌ اَمَّا الْمُتَّصِلَةُ فَاِمَّا لُزُوْمِیَّةٌ وَهِیَ الَّتِیْ یَکُوْنُ فِیْهَا صِدْقُ التَّالِیْ عَلٰی تَقْدِیْرِ صِدْقِ الْمُقَدَّمِ لِعَلَاقَةٍ بَیْنَهُمَا تُوْجِبُ ذٰلِکَ کَالْعِلِّیَّةِ وَالتَّضَایُفِ وَاَمَّا اِتِّفَاقِیَّةٌ وَهِیَ الَّتِیْ یَکُوْنُ فِیْهَا ذٰلِکَ بِمُجَرَّدِ اِتِّفَاقِ الْجُزْئَیْنِ عَلَی الصِّدْقِ کَقَوْلِنَا اِنْ کَانَ الْاِنْسَانُ نَاطِقًا فَالْحِمَارُ نَاهِقٌ وَاَمَّا الْمُنْفَصِلَةُ فَاِمَّا حَقِیْقَةٌ وَهِیَ الَّتِیْ یُحْکَمُ فِیْهَا بِالتَّنَافِیْ بَیْنَ جُزْئَیْهَا فِی الصِّدْقِ وَالْکِذْبِ مَعًا کَقَوْلِنَا اِمَّا اَنْ یَکُوْنَ هٰذَا الْعَدَدُ زَوْجًا اَوْفَرْدًا وَاِمَّا مَانِعَةُ الْجَمْعِ وَهِیَ الَّتِیْ یُحْکَمُ فِیْهَا بِالتَّنَافِیْ بَیْنَ الْجُزْئَیْنِ فِی الصِّدْقِ فَقَطْ کَقَوْلِنَا اِمَّا اَنْ یَکُوْنَ هٰذَا الشَّیْءُ حَجَرًا اَوْ شَجَرًا اَوْ مَانِعَةُ الْخُلُوِّ وَهِیَ الَّتِیْ یُحْکَمُ فِیْهَا بِالتَّنَافِیْ بَیْنَ الْجُزْئَیْنِ فِی الْکِذْبِ فَقَطْ کَقَوْلِنَا اِمَّا اَنْ یَکُوْنَ زَیْدٌ فِی الْبَحْرِ اَوْ لَا یَغْرَقَ **اَقُوْلُ** لَمَّا وَقَعَ الْفَرَاغُ مِنَ الْحَمْلِیَّاتِ وَاَقْسَامِهَا شَرَعَ فِیْ اَقْسَامِ الشَّرْطِیَّاتِ وَقَدْ سَمِعْتَ اَنَّ الشَّرْطِیَّةَ مَا یَتَرَکَّبُ مِنْ قَضِیَّتَیْنِ وَهِیَ اِمَّا مُتَّصِلَةٌ اِنْ اَوْجَبَتْ اَوْ سَلَبَتْ حُصُوْلَ اِحْدٰهُمَا عِنْدَ الْاُخْرٰی اَوْ مُنْفَصِلَةٌ اِنْ اَوْجَبَتْ اَوْ سَلَبَتْ اِنْفِصَالَ اِحْدٰهُمَا عَنِ الْاُخْرٰی وَالْقَضِیَّةُ الْاُوْلٰی مِنْ جُزْئَیِ الشَّرْطِیَّةِ سَوَاءٌ کَانَتْ مُتَّصِلَةً اَوْ مُنْفَصِلَةً تُسَمّٰی مُقَدَّمًا لِتَقَدُّمِهَا فِی الذِّکْرِ وَالْقَضِیَّةُ الثَّانِیَةُ تُسَمّٰی تَالِیًا لِتِلْوِهَا اِیَّاهَا.

ترجمہ: ماتن نے کہا: دوسری فصل شرطیہ کے اقسام (کے بیان) میں ہے، اس کے پہلے جزء کا نام مقدم اور دوسرے کا نام تالی رکھا جاتا ہے، اور وہ یا تو متصلہ ہوگا یا منفصلہ، بہر حال متصلہ پس یا تو لزومیہ ہے اور وہ (قضیہ شرطیہ) ہے جس میں تالی کا صدق مقدم کے صدق کی تقدیر پر ان دونوں کے درمیان ایک ایسے علاقہ کی وجہ سے ہو جو اس کو واجب کرے، جیسے (علاقہ) علیت اور تضایف، اور یا تو اتفاقیہ ہے، اور وہ وہ (قضیہ شرطیہ) ہے جس میں وہ صدق پر دونوں جزء کے محض اتفاق کی وجہ سے ہو، جیسے ہمارا قول ''ان کان الانسان ناطقًا فالحمار ناهق'' (اگر انسان ناطق ہے تو گدھا ناہق ہوگا) اور بہر حال منفصلہ تو وہ یا تو حقیقیہ ہے اور وہ (قضیہ شرطیہ) ہے جس میں صدق اور کذب دونوں اعتبار سے اس کے دو جزؤں کے درمیان منافات کا حکم لگایا جاتا ہے، جیسے ہمارا قول ''اما ان یکون هذا العدد زوجًا او فردًا'' اور یا مانعۃ الجمع ہے اور وہ وہ (قضیہ شرطیہ منفصلہ) ہے جس میں اس کے دونوں جزء کے درمیان صرف صدق کے اعتبار سے منافات کا حکم لگایا جاتا ہے، جیسے ''اما ان یکون هذا الشئ حجرًا او شجرًا'' (یہ شیٔ یا تو پتھر ہوگی یا درخت) یا مانعۃ الخلو ہے، اور وہ وہ (قضیہ شرطیہ منفصلہ) ہے جس کے دونوں جزوں کے درمیان صرف

کذب کے اعتبار سے منافات کا حکم لگایا جاتا ہے، جیسے ہمارا قول ''اما ان یکون زید فی البحر او لا یغرق'' (زید یا تو دریا میں ہوگا یا نہ ڈوبے گا)۔

میں کہتا ہوں کہ جب حملیات اور اس کے اقسام (کے بیان) سے فراغت واقع ہوگئی۔ تو شرطیات کے اقسام شروع کر رہے ہیں، اور آپ یہ سن چکے ہیں کہ شرطیہ وہ (قضیہ) ہے جو دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے، اور وہ یا تو متصلہ ہے اگر آپ ان میں سے ایک قضیہ (کے اتصال) کے حصول کو دوسرے قضیہ کے وقت ثابت کریں یا سلب کریں، یا منفصلہ ہے اگر آپ ان میں سے ایک کے انفصال کو دوسرے سے ثابت کریں، یا سلب کریں، اور شرطیہ کے دونوں جزوں میں سے پہلا قضیہ خواہ متصلہ ہو یا منفصلہ مقدم کہلاتا ہے، اس لئے کہ وہ ذکر میں اس پر مقدم ہے، اور دوسرا قضیہ تالی کہلاتا ہے، کیونکہ وہ اس کے پیچھے اور بعد میں آتا ہے۔

تشریح: شارح فرماتے ہیں کہ جب ماتنؒ نے حملیات اور اس کے اقسام اور ہر ایک کی تعریفات اور ان کے اقسام کے درمیان نسبتوں کے بیان سے فارغ ہو چکے تو اب شرطیات کی اقسام اور ان کی تعریفات کو بیان کر رہے ہیں، اور شرطیہ کی تعریف آپ پہلے ہی سن چکے ہیں، یعنی شرطیہ وہ قضیہ ہے جو دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے، جیسے ''ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود'' (اگر سورج نکلا ہوا ہے تو دن موجود ہوگا) دیکھئے اس مثال میں دو قضیے ہیں: ۱- الشمس طالعة ۲- النهار موجود، لہٰذا یہ قضیہ شرطیہ ہے، اور قضیہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱- متصلہ۔ ۲- منفصلہ۔

شرطیه متصله: وہ قضیہ ہے جس میں دو قضیوں میں سے ایک کے اتصال کے حصول کا ایجاب یا سلب ہو دوسرے قضیہ کے وقت، اگر اتصال کے ایجاب کا حکم ہو تو وہ موجبہ ہے، جیسے ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود، دیکھئے یہاں دو قضیے ہیں: ۱- الشمس طالعة ۲- النهار موجود اور ان میں سے ایک یعنی وجود نہار کے حصول کو ثابت کیا گیا ہے، طلوع شمس کے اتصال کے وقت، لہٰذا یہ قضیہ شرطیہ متصلہ موجبہ ہے، اور اگر اتصال کے سلب کا حکم ہو تو وہ سالبہ ہے، جیسے لیس البتة اذا کانت الشمس طالعة کان اللیل موجودا، دیکھئے یہاں بھی دو قضیے ہیں اور ان میں سے ایک یعنی وجود لیل کے حصول کا سلب ہے، طلوع شمس کی صورت پر، لہٰذا یہ قضیہ شرطیہ متصلہ ہے۔

شرطیه منفصله: وہ قضیہ ہے جس میں دو قضیوں میں سے ایک کے دوسرے سے انفصال کا ایجاب یا سلب ہو، اگر انفصال کا ایجاب ہو تو وہ منفصلہ موجبہ ہے، جیسے هذا الشیٔ اما ان یکون شجرا او حجرًا، دیکھئے اس مثال میں دو قضیے ہیں اور ان میں سے ایک یعنی حجر کے انفصال کا ایجاب ہے، دوسرے یعنی شجر سے، لہٰذا یہ قضیہ منفصلہ موجبہ ہے، اور اگر انفصال کا سلب ہو تو وہ منفصلہ سالبہ ہے، جیسے لیس اما ان تکون الشمس طالعة او النهار موجود، دیکھئے اس مثال میں دو قضیوں میں سے ایک یعنی وجود نہار کے انفصال کا سلب ہے دوسرے یعنی طلوع شمس سے، مطلب یہ ہے کہ طلوع شمس اور وجود نہار کے درمیان انفصال نہیں ہے، بلکہ جب بھی سورج نکلے گا تو دن موجود ہوگا۔

شرطیہ متصلہ اور منفصلہ کی تعریف آسان لفظوں میں اس طرح یاد رکھیے۔

شرطیه متصله: جس میں حکم لگایا گیا ہو ایک نسبت کے ثبوت کا دوسری نسبت کے ثبوت کی تقدیر پر یا ایک نسبت کے ثبوت کا حکم

لگایا گیا ہو دوسری نسبت کی نفی کی تقدیر پر۔ مطلب یہ ہے کہ دو قضیوں میں سے ایک کے ثبوت کو اگر مان لیا جائے تو دوسرے قضیہ کے ثبوت کو بھی ماننا پڑے گا، یا اگر ایک قضیہ کے ثبوت کو مان لیا تو دوسرے قضیہ کی نفی ماننی پڑے گی، اگر حکم ثبوت کا ہو تو اس کو متصلہ موجبہ کہا جائے گا، اور اگر نفی کا حکم ہو تو اس کو متصلہ سالبہ کہا جائے گا۔ پہلے کی مثال ''ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود'' دیکھئے اس مثال میں دن کے وجود کا حکم طلوع شمس کی تقدیر پر ہے، لہٰذا یہ قضیہ متصلہ موجبہ ہے، ثانی کی مثال ''لیس البتة ان کانت الشمس طالعة فاللیل موجود'' ہے، دیکھئے اس مثال میں وجود لیل کی نفی کا حکم ہے طلوعِ شمس کی تقدیر پر لہٰذا یہ قضیہ شرطیہ متصلہ سالبہ ہے۔

شارح فرماتے ہیں کہ قضیہ شرطیہ جن دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے، ان میں سے پہلے کو خواہ متصلہ ہو یا منفصلہ مقدم اور دوسرے کو تالی کہتے ہیں پہلے جزء کا نام مقدم اس وجہ سے رکھا گیا کہ مقدم باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، اور اس کے معنیٰ ہیں آگے کیا ہوا، چونکہ پہلا قضیہ دوسرے قضیہ سے پہلے ہوتا ہے، اس لئے اس کو مقدم کہا جاتا ہے، اور دوسرے کو تالی اس لئے کہتے ہیں کہ ''تالی'' تلوٌّ سے مشتق ہے، جس کے معنیٰ ہیں بعد میں آنے والا، پیچھے متصلاً آنے والا، چونکہ دوسرا قضیہ پہلے قضیہ کے بعد متصلاً آتا ہے، اس لئے دوسرے قضیہ کو تالی کہا جاتا ہے۔

منفصلہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں دو چیزوں کے درمیان تضاد و منافات کا حکم لگایا گیا ہو، جیسے اما ان یکون هذا الشیء شجرًا او حجرًا، دیکھئے اس مثال میں شجر اور حجر کے درمیان تضاد کا حکم ہے لہٰذا یہ منفصلہ ہے۔

ثُمَّ اَنَّ الْمُتَّصِلَةَ اِمَّا لُزُوْمِيَّةٌ وَاِمَّا اِتِّفَاقِيَّةٌ اَمَّا اللُّزُوْمِيَّةُ فَهِيَ الَّتِيْ يُحْكَمُ بِصِدْقِ التَّالِيْ فِيْهَا عَلٰى تَقْدِيْرِ صِدْقِ الْمُقَدَّمِ لِعَلَاقَةٍ بَيْنَهُمَا تُوْجِبُ ذٰلِكَ وَالْمُرَادُ بِالْعَلَاقَةِ شَيْءٌ بِسَبَبِهٖ تَسْتَصْحِبُ الْاُوْلٰى الثَّانِيَةَ كَالْعِلِّيَّةِ وَالتَّضَايُفِ اَمَّا الْعِلِّيَّةُ فَبِاَنْ يَكُوْنَ الْمُقَدَّمَةُ عِلَّةً لِلتَّالِيْ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ اَوْ مَعْلُوْلًا لَهٗ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَ النَّهَارُ مَوْجُوْدًا فَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ اَوْ يَكُوْنَا مَعْلُوْلَيْ عِلَّةٍ وَاحِدَةٍ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَ النَّهَارُ مَوْجُوْدًا فَالْعَالَمُ مُضِيْءٌ فَاِنَّ وُجُوْدَ النَّهَارِ وَاِضَاءَةَ الْعَالَمِ مَعْلُوْلَانِ لِطُلُوْعِ الشَّمْسِ وَاَمَّا التَّضَايُفُ فَبِاَنْ يَكُوْنَ مُتَضَايِفَيْنِ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَ زَيْدٌ اَبَا عَمْرٍو كَانَ عَمْرٌو اِبْنَهٗ وَهٰذَا التَّعْرِيْفُ لَا يَتَنَاوَلُ اللُّزُوْمِيَّةَ الْكَاذِبَةَ لِعَدَمِ اعْتِبَارِ صِدْقِ التَّالِيْ عَلٰى تَقْدِيْرِ صِدْقِ الْمُقَدَّمِ لِعَلَاقَةٍ فِيْهَا فَالْاَوْلٰى اَنْ يُقَالَ اللُّزُوْمِيَّةُ مَا حُكِمَ فِيْهَا بِصِدْقِ قَضِيَّةٍ عَلٰى تَقْدِيْرِ قَضِيَّةٍ اُخْرٰى لِعَلَاقَةٍ بَيْنَهُمَا مُوْجِبَةٍ لِذٰلِكَ فَهُوَ مُتَنَاوِلٌ لِلُّزُوْمِيَّةِ الْكَاذِبَةِ لِاَنَّ الْحُكْمَ لِلْعَلَاقَةِ اِنْ طَابَقَ الْوَاقِعَ كَانَ الْحُكْمُ مُتَحَقِّقًا وَالْعَلَاقَةُ اَيْضًا مُتَحَقِّقَةٌ وَاِنْ لَمْ يُطَابِقِ الْوَاقِعَ فَاِمَّا لِعَدَمِ الْحُكْمِ فِي الْوَاقِعِ اَوْ لِثُبُوْتِهٖ مِنْ غَيْرِ عَلَاقَةٍ.

ترجمہ: پھر متصلہ یا تو لزومیہ ہے یا اتفاقیہ، بہر حال لزومیہ وہ (قضیہ) ہے جس میں تالی کے صدق کا حکم مقدم کے صدق کی تقدیر پر لگایا جائے ان کے درمیان ایک ایسے علاقہ کی وجہ سے جو اس کو واجب کرے، اور علاقہ سے وہ شئ مراد ہے جس کے سبب سے پہلا دوسرے کا مصاحب ہو، جیسے علیت اور تضایف، بہر حال علیت تو بایں طور کہ مقدم تالی کے لئے علت ہو، جیسے ہمارا قول ''ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود'' (یا اس کے لئے معلول ہو جیسے ہمارا قول ''ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود'' یا دونوں کسی ایک ہی علت کے معلول ہوں جیسے ہمارا قول ان کان النهار

موجود فالعالم مضیٔ، پس بے شک دن کا وجود اور عالم کا روشن ہونا دونوں طلوع شمس کے معلول ہیں، اور بہر حال تضایف تو بایں طور کہ وہ دونوں متضایف ہوں، جیسے ہمارا قول ان کان زیدٌ ابا عمرو کان عمرو ابنہ (اگر زید عمرو کا باپ ہے تو عمرو اس کا بیٹا ہے) اور یہ تعریف لزومیہ کاذبہ کو شامل نہیں، کیونکہ اس میں تالی کے صدق کا اعتبار مقدم کے صدق کی تقدیر پر کسی علاقہ کی وجہ سے نہیں ہوتا، لہٰذا یہ کہنا بہتر ہے کہ لزومیہ وہ (قضیہ شرطیہ) ہے جس میں ایک قضیہ کے صدق کا حکم دوسرے قضیہ کے صدق کی تقدیر پر ہو ان دونوں کے درمیان ایسے علاقہ کی وجہ سے جو اس کا موجب ہو۔ پس یہ تعریف لزومیہ کاذبہ کو شامل ہے، کیونکہ علاقہ کی وجہ سے حکم اگر واقع کے مطابق ہو تو حکم بھی متحقق ہوگا، اور علاقہ بھی متحقق ہوگا، اور اگر واقع کے مطابق نہ ہو تو یہ یا تو واقع میں حکم کے نہ ہونے کی بناء پر ہوگا یا علاقہ کے بغیر حکم کے ثبوت کی بناء پر ہوگا۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے شرطیہ متصلہ کی قسمیں بیان کی ہیں، چنانچہ فرمایا ہے کہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱- لزومیہ ۲- اتفاقیہ، لیکن آپ پر یہ بات مخفی نہ رہے کہ ماتن وشارح نے جتنی قسمیں بیان کیں اتنی ہی ہیں بلکہ شرطیہ متصلہ کی ایک اور قسم ہے، اور وہ ہے مطلقہ چنانچہ اولاً آپ کے سامنے ماتن وشارح کی ذکر کردہ دونوں قسموں کی تعریف وتوضیح کی جائے گی، بعدہ قسم ثالث کو ذکر کیا جائے گا۔

لزومیہ: وہ قضیہ شرطیہ متصلہ ہے جس میں تالی کے صدق کا مقدم کے صدق کی بناء پر ان دونوں کے درمیان کسی ایسے علاقہ کی وجہ سے حکم لگایا گیا ہو جو علاقہ اس حکم کو واجب کرے، جیسے ''ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود'' دیکھئے اس مثال میں طلوع شمس اور وجود نہار کے درمیان اتصال حکم ہے اور یہ حکم اس علاقہ کی بناء پر ہے کہ طلوع شمس وجود نہار کے لئے علت ہے کہ سورج کے طلوع ہوئے بغیر دن کا وجود نہیں ہو سکتا۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو متصلہ لزومیہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ مقدم اور تالی کے درمیان جب کسی علاقہ اور تعلق کی وجہ سے حکم ہو تو ان دونوں کے درمیان اتصال لازم ہوتا ہے، اور اس قضیہ میں بھی اتصال لازم ہوتا ہے اس لئے اس کا نام متصلہ لزومیہ رکھا گیا۔

علاقہ: مناطقہ کی اصطلاح میں مقدم اور تالی کے درمیان کسی ایسے تعلق اور رشتہ کا نام علاقہ ہے جو تالی کی مصاحبت (یعنی ساتھ ہونے) کو چاہتا ہو، اب وہ علاقہ جو مصاحبت کو چاہتا ہو اس کی اولاً دو قسمیں ہیں: ۱- علاقۂ علّیت ۲- علاقۂ تضایف۔

علاقۂ علّیت: اس علاقہ کو کہتے ہیں کہ ایک شیٔ دوسری شیٔ کے وجود کا باعث اور سبب ہو۔

معلول: اسے کہتے ہیں جو کسی علت سے موجود ہو۔

علاقۂ علیت کی قسمیں: شارح نے علاقۂ علیت کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

۱- مقدم تالی کے لئے علت ہو، جیسے ''ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود'' دیکھئے اس مثال میں پہلا قضیہ مقدم ہے جس میں طلوع شمس کو بیان کیا گیا ہے اور دوسرا قضیہ یعنی فالنہار موجود تالی ہے، جس میں دن کے موجود ہونے کو بیان کیا گیا ہے، اور سورج کا نکلنا دن کے موجود ہونے کی علت ہے۔

۲- تالی مقدم کے لئے علت ہو اور مقدم معلول ہو، جیسے ''ان کان النهار موجودًا فالشمس طالعة'' (جب بھی دن موجود ہوگا تو سورج نکلا ہوا ہوگا) اس میں تالی یعنی طلوع شمس مقدم یعنی وجود نہار کی علت ہے۔

۳- مقدم اور تالی دونوں کسی تیسری چیز کے معلول ہوں، یعنی مقدم اور تالی کے لئے کوئی تیسری چیز علت ہو، جیسے ''کلما کان

النهار موجودًا کان العالم مضیئًا'' (جب بھی دن موجود ہوگا تو عالم روشن ہوگا) دیکھئے اس مثال میں دن کا موجود ہونا اور عالم کا روشن ہونا دونوں طلوع شمس کے معلول ہیں، اور طلوع شمس دونوں کے لئے علت ہے۔

علاقۂ تضایف: علاقہ کی دوسری قسم علاقۂ تضایف ہے، علاقۂ تضایف ایسی دو چیزوں کے تعلق کا نام ہے، جن میں سے ہر ایک کا سمجھنا دوسرے کے سمجھنے پر موقوف ہو، جیسے، ابوۃ، بنوۃ، یعنی باپ ہونا اور بیٹا ہونا کہ باپ کا سمجھنا بیٹے کے سمجھنے پر موقوف ہے، یعنی باپ اسی وقت ہوگا جب کہ اس کا کوئی بیٹا ہو، لہٰذا جب آپ یہ کہیں کہ ''ان کان زید ابا لعمرو کان عمرو ابنه'' تو یہ ایسا شرطیہ متصلہ ہے کہ اس کے مقدم اور تالی کے درمیان علاقۂ تضایف ہے، کیونکہ زید کا عمرو کے لئے باپ ہونا اور عمرو کا زید کے لئے بیٹا ہونا، ان میں سے ہر ایک کا سمجھنا دوسرے کے سمجھنے پر موقوف ہے، لہٰذا یہاں مقدم اور تالی کے درمیان علاقۂ تضایف ہوا۔

وجہ تسمیہ: اس علاقہ کا نام علاقۂ تضایف اس وجہ سے رکھا گیا کہ تضایف باب تفاعل کا مصدر ہے اس کے معنیٰ ہیں دو شئی میں سے ایک کی نسبت دوسرے کی طرف کرنا، اور اس علاقہ میں بھی مقدم اور تالی میں سے ہر ایک کا سمجھنا دوسرے کی طرف نسبت کرتے ہوئے ہوتا ہے۔

لزومیہ کی تعریف پر اعتراض

وهذا التعریف الخ اس عبارت سے شارح یہ فرماتے ہیں کہ ماتن نے لزومیہ کی جو تعریف کی ہے کہ جس میں تالی کا صدق مقدم کے صدق کی تقدیر پر کسی ایسے علاقہ کی وجہ سے ہو جو اس کو واجب کرے، یہ تعریف لزومیہ کاذبہ پر صادق نہیں آتی، کیونکہ اس تعریف سے متبادر یہی ہے کہ تالی کا صدق مقدم کے صدق کی تقدیر پر نفس الامر میں ہو، اور ظاہر ہے کہ لزومیہ کاذبہ میں تالی کے صدق کا اعتبار نہیں ہوتا، اور اس میں یہ حکم نفس الامر میں نہیں ہوتا، اس لئے بہتر یہ ہے کہ لزومیہ کی تعریف میں تھوڑی سی تبدیلی کی جائے، تاکہ وہ لزومیہ کاذبہ کو بھی شامل ہو جائے، چنانچہ اس کی تعریف یوں کی جائے کہ ''لزومیہ وہ قضیہ شرطیہ متصلہ ہے جس میں ایک قضیہ کے صدق کا حکم دوسرے قضیہ کے صدق کی تقدیر پر لگایا جائے ایک ایسے علاقہ کی وجہ سے جو اسے واجب کرے'' اب یہ تعریف لزومیہ کاذبہ کو بھی شامل ہے، کیونکہ علاقہ کی وجہ سے جو حکم ہوتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں: ۱- یا تو واقع کے مطابق ہوگا۔ ۲- یا واقع کے مطابق نہ ہوگا، اگر واقع کے مطابق ہو تو وہ لزومیہ صادقہ ہے جیسے ''ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود'' اور اگر واقع کے مطابق نہ ہو تو یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو قضیہ میں واقع میں کوئی اتصال کا حکم ہی نہ ہو، جیسے ''لیس البتة کلما کانت الشمس طالعة فکان اللیل موجودًا'' دیکھئے اس قضیہ میں طلوع شمس اور وجود لیل میں واقع اور نفس الامر میں کوئی اتصال نہیں ہے، یا اتصال کا حکم ثابت تو ہو لیکن کسی علاقہ کے بغیر ہو، جیسے ''لیس البتة کلما کان الانسان ناطقاً فالحمار ناهق'' دیکھئے اس قضیہ میں اگرچہ انسان کے ناطق اور حمار کے ناہق ہونے کے درمیان اتصال ہے لیکن بغیر کسی علاقہ کے ہے، اس لئے کہ انسان کا ناطق ہونا حمار کے ناہق ہونے کے لئے علت نہیں ہے۔

وَاَمَّا الْاِتِّفَاقِيَّةُ فَهِيَ الَّتِيْ يَكُوْنُ ذٰلِكَ اَيْ صِدْقُ التَّالِيْ عَلٰى تَقْدِيْرِ صِدْقِ الْمُقَدَّمِ فِيْهَا لَا لِعَلَاقَةٍ مُوْجِبَةٍ لِذٰلِكَ بَلْ بِمُجَرَّدِ تَوَافُقِ صِدْقِ الْجُزْئَيْنِ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَ الْاِنْسَانُ نَاطِقًا فَالْحِمَارُ نَاهِقٌ فَاِنَّهٗ لَاعَلَاقَةَ بَيْنَ نَاهِقِيَّةِ الْحِمَارِ وَ نَاطِقِيَّةِ الْاِنْسَانِ حَتّٰى يُجَوِّزَ الْعَقْلُ تَحَقُّقَ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِدُوْنِ الْاٰخَرِ وَلَيْسَ فِيْهَا اِلَّا تَوَافُقُ الطَّرَفَيْنِ عَلَى الصِّدْقِ وَلَوْ قَالَ هِيَ الَّتِيْ يُحْكَمُ فِيْهَا بِصِدْقِ التَّالِيْ عَلٰى

تَقْدِيْرِ صِدْقِ الْمُقَدَّمِ لاَ لِعَلاقَةٍ بَلْ بِمُجَرَّدِ صِدْقِهِمَا لَكَانَ اَوْلٰى لِتَنَاوُلِ الْاِتِّفَاقِيَّةِ الْكَاذِبَةِ فَاِنَّ الْحُكْمَ فِيْهَا بِصِدْقِ التَّالِيْ لاَ لِعَلاقَةٍ رُبَمَا يُطَابِقُ الْوَاقِعَ بِاَنْ يَصْدُقَ التَّالِيْ وَلاَ تُوْجَدُ الْعَلاقَةُ وَرُبَمَا لَمْ يُطَابِقِ الْوَاقِعَ بِاَنْ لاَيَصْدُقَ التَّالِيْ عَلٰى تَقْدِيْرِ صِدْقِ الْمُقَدَّمِ اَوْ يَصْدُقَ وَتُوْجَدُ الْعَلاقَةُ وَقَدْ يَكْتَفِيْ فِي الْاِتِّفَاقِيَّةِ بِصِدْقِ التَّالِيْ حَتّٰى يُقَالَ اِنَّهَا الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِصِدْقِ التَّالِيْ عَلٰى تَقْدِيْرِ الْمُقَدَّمِ لاَلَعَلاقَةٍ بَلْ بِمُجَرَّدِ صِدْقِ التَّالِيْ وَيَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ الْمُقَدَّمُ فِيْهَا صَادِقًا اَوْ كَاذِبًا وَيُسَمّٰى بِهٰذَا الْمَعْنٰى اِتِّفَاقِيَّةً عَامَّةً وَبِالْمَعْنَى الْاَوَّلِ اِتِّفَاقِيَّةً خَاصَّةً لِلْعُمُوْمِ وَالْخُصُوْصِ بَيْنَهُمَا فَاِنَّهُ مَتٰى صَدَقَ الْمُقَدَّمُ وَالتَّالِيْ فَقَدْ صَدَقَ التَّالِيْ وَلاَ يَنْعَكِسُ.

ترجمہ: اور بہر حال اتفاقیہ تو وہ وہ (قضیہ شرطیہ متصلہ) ہے جس میں وہ ہو یعنی تالی کا صدق مقدم کے صدق کی تقدیر پر ہو اس بات کو واجب کرنے والے علاقہ کے بغیر، بلکہ محض جزئین کے صدق کے توافق کی وجہ سے ہو، جیسے ہمارا قول ''ان کان الانسان ناطقًا فالحمار ناهق'' پس بے شک گدھے کی ناہقیت اور انسان کی ناطقیت کے درمیان کوئی علاقہ نہیں یہاں تک کہ عقل ان میں سے ہر ایک کے تحقق کو دوسرے کے بغیر جائز قرار دے، اور اس میں نہیں ہے، مگر طرفین کا صدق پر موافق ہو جانا، اور اگر ماتن یہ کہتے کہ ''وہ (یعنی اتفاقیہ) وہ قضیہ ہے جس میں تالی کا صدق مقدم کے صدق کی تقدیر پر کسی علاقہ کی وجہ سے نہیں بلکہ محض ان دونوں کے صدق کی بناء پر ہے'' تو بہتر ہوتا، اس لئے کہ یہ اتفاقیہ کاذبہ کو شامل ہو جاتا، کیونکہ اس میں تالی کے صدق کا حکم بغیر کسی علاقہ کے ہے، اور کبھی وہ واقع کے مطابق ہوتا ہے بایں طور کہ تالی صادق ہو اور علاقہ نہ پایا جائے، اور کبھی واقع کے مطابق نہیں ہوتا بایں طور کہ تالی مقدم کے صدق کی تقدیر پر صادق نہ ہو، یا صادق ہو اور علاقہ پایا جائے اور کبھی اتفاقیہ میں تالی کے صدق پر اکتفا کر لیا جاتا ہے، یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ اتفاقیہ وہ (قضیہ) ہے جس میں تالی کے صدق کا حکم مقدم کی تقدیر پر ہو کسی علاقہ کے بغیر، بلکہ محض تالی کے صدق کی وجہ سے ہو، اور جائز ہے کہ مقدم اس میں صادق ہو، یا کاذب ہو، اور اس معنیٰ کے اعتبار سے اس کو اتفاقیہ عامہ کہتے ہیں اور پہلے معنیٰ کے اعتبار سے اتفاقیہ خاصہ کہتے ہیں، ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق ہے، اس لئے کہ جب مقدم اور تالی دونوں صادق ہوں گے تو تالی بھی یقیناً صادق ہوگا، اور اس کا عکس نہیں۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے شرطیہ متصلہ کی دوسری قسم اتفاقیہ کو بیان کیا ہے۔

اتفاقیہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں تالی کا صدق مقدم کے صدق کی تقدیر پر ہو، اور ان کے درمیان کوئی ایسا علاقہ نہ ہو جو اس کو واجب کرے، بلکہ دونوں جزء محض اتفاقاً جمع ہو گئے ہوں، جیسے ''ان کان الانسان ناطقًا فالحمار ناهق'' (اگر انسان ناطق ہے تو گدھا ناہق ہے) دیکھئے اس مثال میں انسان کے ناطق ہونے اور گدھے کے ناہق ہونے کے درمیان کوئی ایسا علاقہ نہیں ہے، جو کہ انسان کے ناطق ہونے کی وجہ سے گدھے کے ناہق ہونے کی مصاحبت کو چاہتا ہو، نہ تو علاقۂ علیت ہے کہ انسان کا ناطق ہونا گدھے کے ناہق ہونے کی علت ہے اور نہ علاقۂ لزوم ہے بلکہ یہ تو محض اتفاقی بات ہے کہ جب انسان بول رہا ہو تو اس وقت گدھا بھی ہینچو ہینچو کرنے لگے۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کا نام اتفاقیہ اس وجہ سے رکھا گیا کہ یہاں مقدم اور تالی کے درمیان اتصال محض اتفاقی ہوتا ہے، علاقۂ لزوم یا علاقۂ علیت کی وجہ سے نہیں ہوتا۔

ولیو قال التی یحکم الخ اس عبارت میں شارح نے یہ فرمایا ہے کہ ماتن نے جو اتفاقیہ کی تعریف کی ہے وہ بظاہر اتفاقیہ کاذبہ پر صادق نہیں آتی، اس لئے بہتر یہ ہے کہ تعریف میں لفظ ''یحکم'' کو بڑھا کر تعریف یوں کی جائے کہ اتفاقیہ وہ قضیہ شرطیہ متصلہ ہے جس میں تالی کے صدق کا حکم مقدم کے صدق کی تقدیر پر ہو، کسی علاقہ کی وجہ سے نہیں، بلکہ دونوں جزء محض اتفاقاً جمع ہو گئے ہوں، تاکہ یہ تعریف اتفاقیہ کاذبہ پر صادق آجائے اس لئے کہ اتفاقیہ میں جو بغیر کسی علاقہ کے صدق تالی کا حکم ہوتا ہے، اس کی تین صورتیں ہیں۔

۱- کبھی حکم واقع کے مطابق ہوتا ہے بایں طور کہ اس میں تالی صادق ہوتی ہے، اور کوئی علاقہ نہیں پایا جاتا، یہ اتفاقیہ صادقہ کی صورت ہے، جیسے ''ان کان الانسان ناطقًا فکان الحمار ناهقًا'' دیکھئے اس مثال میں انسان پر ناطق ہونے کا حکم ہے اور گدھے پر ناہق ہونے کا حکم ہے اور یہ واقع کے مطابق بھی ہے، اور مقدم اور تالی کے درمیان کوئی علاقہ نہیں ہے، لہٰذا یہ اتفاقیہ صادقہ کی صورت ہے۔

۲- اور کبھی حکم واقع کے مطابق نہیں ہوتا بایں طور کہ مقدم کے صدق کی تقدیر پر تالی صادق نہیں ہوتی، یہ اتفاقیہ کاذبہ کی صورت ہے، جیسے ''لیس البتة ان کانت الشمس طالعة فکان اللیل موجودًا'' دیکھئے اس مثال میں حکم واقع کے مطابق نہیں ہے، یعنی مقدم تو صادق ہے لیکن تالی صادق نہیں ہے لہٰذا یہ اتفاقیہ کاذبہ کی مثال ہے۔

۳- حکم تو واقع کے مطابق نہیں ہوتا، لیکن تالی صادق ہوتی ہے، اور علاقہ بھی پایا جاتا ہے، یہ بھی اتفاقیہ کاذبہ کی صورت ہے۔

شارح فرماتے ہیں کہ اتفاقیہ کی گزشتہ دونوں تعریفوں میں مقدم اور تالی دونوں کے صدق کا اعتبار کیا گیا ہے، اس کو ''اتفاقیہ خاصہ'' کہتے ہیں، ان میں دونوں کا صادق ہونا ضروری ہوتا ہے، اور کبھی اتفاقیہ کی تعریف میں صرف تالی کے صدق کا اعتبار کیا جاتا ہے، اور اس کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ اتفاقیہ وہ قضیہ ہے جس میں تالی کا صدق مقدم کی تقدیر پر ہو، مقدم خواہ صادق ہو یا کاذب، لیکن تالی بہر صورت صادق ہو، بغیر کسی علاقہ کے، اسی کو اتفاقیہ عامہ کہتے ہیں کیونکہ اس کی ترکیب اس صورت میں بھی ہوسکتی ہے، جب کہ مقدم اور تالی دونوں صادق ہوں، اور اس صورت میں بھی جب کہ مقدم محال و کاذب ہو، اور تالی صادق ہو، گویا اتفاقیہ خاصہ اور اتفاقیہ عامہ کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، اتفاقیہ خاصہ اخص ہے، اور اتفاقیہ عامہ اعم ہے، دلیل یہ ہے کہ جب مقدم اور تالی دونوں صادق ہوں تو تالی بھی صادق ہوگی، لہٰذا جہاں اتفاقیہ خاصہ صادق ہوگا وہاں اتفاقیہ عامہ بھی صادق ہوگا، لیکن جہاں اتفاقیہ عامہ صادق ہوگا وہاں اتفاقیہ خاصہ کا صادق ہونا ضروری نہیں، اتفاقیہ عامہ کی مثال یہ ہے ''ان کان زید فرسًا فالحمار ناهق'' دیکھئے اس مثال میں مقدم کاذب ہے اور تالی صادق ہے۔

سوال: لزومیہ اور اتفاقیہ میں کیا فرق ہے؟

جواب: ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ لزومیہ میں علاقہ ملحوظ ہوتا ہے، اور اتفاقیہ میں علاقہ ملحوظ نہیں ہوتا، جب قضیہ متصلہ کی دونوں قسموں کی تعریف اور مثال ذکر کی جاچکی تو اب حسب وعدہ متصلہ کی تیسری قسم کی تعریف اور مثال بیان کر رہا ہوں، ملاحظہ فرمائیں۔

مطلقہ: وہ قضیہ متصلہ ہے جس میں مقدم اور تالی کے درمیان علاقۂ لزوم اور اتفاق سے قطع نظر کرتے ہوئے حکم لگایا گیا ہو، یعنی

جس میں لزوم اور اتفاق کی قید نہ ہو اس کی مثالیں وہی ہیں جو لزومیہ اور اتفاقیہ کی تھیں، البتہ اس میں لزوم اور اتفاق کی قید ملحوظ نہ ہوگی۔

وَاَمَّا الْمُنْفَصِلَةُ فَقَدْ عَرَفْتَ اَنَّهَا عَلٰى ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ حَقِيْقِيَّةٌ وَهِيَ الَّتِيْ يُحْكَمُ فِيْهَا بِالتَّنَافِيْ بَيْنَ جُزْئَيْهَا صِدْقًا وَكِذْبًا كَقَوْلِنَا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ هٰذَا الْعَدَدُ زَوْجًا اَوْ فَرْدًا وَ مَانِعَةُ الْجَمْعِ وَهِيَ الَّتِيْ يُحْكَمُ فِيْهَا بِالتَّنَافِيْ بَيْنَ جُزْئَيْهَا صِدْقًا فَقَطْ كَقَوْلِنَا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ هٰذَا الشَّيْءُ شَجَرًا اَوْ حَجَرًا وَ مَانِعَةُ الْخُلُوِّ وَهِيَ الَّتِيْ يُحْكَمُ فِيْهَا بِالتَّنَافِيْ بَيْنَ جُزْئَيْهَا كِذْبًا فَقَطْ كَقَوْلِنَا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ زَيْدٌ فِي الْبَحْرِ وَاِمَّا اَنْ لَّا يَغْرَقَ وَ اِنَّمَا سُمِّيَتِ الْاُوْلٰى حَقِيْقِيَّةً لِاَنَّ التَّنَافِيْ بَيْنَ جُزْئَيْهَا اَشَدُّ مِنَ التَّنَافِيْ بَيْنَ جُزْئَيِ الْاَخِيْرَيْنِ لِاَنَّهٗ فِي الصِّدْقِ وَالْكِذْبِ مَعًا فَهِيَ اَحَقُّ بِاسْمِ الْمُنْفَصِلَةِ بَلْ هِيَ حَقِيْقَةُ الْاِنْفِصَالِ وَالثَّانِيَةُ مَانِعَةُ الْجَمْعِ لِاشْتِمَالِهَا عَلٰى مَنْعِ الْجَمْعِ بَيْنَ جُزْئَيْهَا وَالثَّالِثَةُ مَانِعَةُ الْخُلُوِّ لِاَنَّ الْوَاقِعَ لَيْسَ يَخْلُوْ عَنْ اَحَدِ جُزْئَيْهَا وَرُبَمَا يُقَالُ مَانِعَةُ الْجَمْعِ وَمَانِعَةُ الْخُلُوِّ عَلَى الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِالتَّنَافِيْ فِي الصِّدْقِ اَوْ فِي الْكِذْبِ مُطْلَقًا وَبِهٰذَا الْمَعْنٰى تَكُوْنَانِ اَعَمَّ مِنَ الْمَعْنَيَيْنِ الْاَوَّلَيْنِ وَالْحَقِيْقِيَّةُ اَيْضًا۔

ترجمہ: اور بہر حال منفصلہ تو آپ کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وہ تین قسم پر ہے، حقیقیہ، اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس میں اس کے دونوں جزؤں کے درمیان صدق اور کذب کے اعتبار سے منافات کا حکم لگایا جائے جیسے ہمارا قول ''اما ان یکون هٰذا العدد زوجًا او فردًا'' (یا تو یہ عدد زوج ہوگا یا فرد) یا مانعۃ الجمع ہے، اور وہ وہ (قضیہ) ہے کہ اس کے دونوں جزؤں کے درمیان صرف صدق کے اعتبار سے منافات کا حکم لگایا جائے جیسے ہمارا قول ''اما ان یکون هٰذا الشیٔ شجرًا او حجرًا'' (یا تو یہ شئی درخت ہوگی یا پتھر) یا مانعۃ الخلو ہے، اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس میں اس کے دونوں جزؤں کے درمیان صرف کذب کے اعتبار سے منافات کا حکم لگایا جائے جیسے ہمارا قول ''اما ان یکون زید في البحر واما ان لایغرق'' (یا تو زید دریا میں ہو یا نہ ڈوبے) اور بلاشبہ پہلے کا نام حقیقیہ رکھا، اس لئے کہ اس کے جزئین کے درمیان منافات اخیرین (یعنی مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو) کے جزئین کے درمیان منافات سے زیادہ شدید ہے، اس لئے کہ وہ صدق اور کذب دونوں میں ہوتی ہے، پس وہ منفصلہ نام کا زیادہ حقدار ہے، بلکہ وہی انفصال کی حقیقت ہے، اور دوسرے کا نام مانعۃ الجمع رکھا اس لئے کہ وہ دونوں جزؤں کے درمیان جمع کے منع پر مشتمل ہوتا ہے، اور تیسرے کا نام مانعۃ الخلو، اس لئے کہ واقع اس کے جزئین میں سے کسی ایک سے خالی نہیں ہوتا، اور کبھی مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو اس پر بولا جاتا ہے جس میں صدق یا کذب میں منافات کا حکم لگایا جائے مطلقاً، اس معنیٰ کے اعتبار سے یہ دونوں پہلے دونوں معنیٰ سے اعم ہیں اور حقیقیہ سے بھی اعم ہیں۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے شرطیہ منفصلہ کی قسمیں بیان کی ہیں، چنانچہ فرمایا ہے کہ آپ کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ منفصلہ کی تین قسمیں ہیں: ۱-حقیقیہ ۲-مانعۃ الجمع ۳-مانعۃ الخلو، واضح رہے کہ شارح نے قد عرفت کہہ کر اشارہ کیا ہے کہ میں ص ۶۹ میں منفصلہ کی تینوں قسموں کی تشریح کر چکا ہوں، لیکن مزید وضاحت کے لئے یہاں بھی ان اقسام ثلاثہ کی تعریف اور مثالیں بیان کی ہیں۔

منفصلہ حقیقیہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس کے دونوں جزؤں کے درمیان صدق اور کذب دونوں اعتبار سے منافات اور تضاد

کا حکم لگایا گیا ہوں اگر منافات اور تضاد کا حکم لگایا گیا ہو تو وہ قضیہ منفصلہ موجبہ ہوگا، اور اگر عدمِ منافات کا حکم ہو تو وہ قضیہ منفصلہ سالبہ ہوگا، صدق اور کذب کے اعتبار سے منافات کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو دونوں جزء ایک ساتھ پائے جائیں اور نہ ہی دونوں نہ پائے جائیں۔ بلکہ ان دونوں میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے، چنانچہ آپ اس کو مثال سے سمجھئے، مثلاً ''إما ان یکون هٰذا العدد زوجًا او فردًا'' دیکھئے یہ قضیہ منفصلہ حقیقیہ ہے اس میں صدق اور کذب دونوں اعتبار سے منافات کا حکم لگایا گیا ہے، یعنی ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی معین عدد زوج (جفت) اور فرد (طاق) دونوں ہوں، یا دونوں نہ ہوں، کیونکہ اگر دونوں جمع ہو جائیں تو اجتماع ضدین لازم آئے گا جو کہ محال ہے، اور اگر دونون نہ پائے جائیں تو ارتفاع ضدین لازم آئے گا جو کہ باطل ہے، اور جو چیز باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل ہوتی ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ نہ دونوں جزء کا اجتماع ہوسکتا ہے اور نہ ہی ارتفاع، بلکہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے، یعنی وہ عدد اگر جفت ہے تو طاق نہ ہوگا، اور اگر طاق ہے تو جفت نہ ہوگا، یہ منفصلہ حقیقیہ موجبہ کی مثال ہے، اور اگر صدق اور کذب دونوں اعتبار سے عدمِ منافات کا حکم ہو تو وہ قضیہ منفصلہ سالبہ کہلائے گا، صدق میں عدمِ منافات کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کا اجتماع ہوسکتا ہے، اور کذب میں عدمِ منافات کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کا ارتفاع بھی ہوسکتا ہے، یعنی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں جزء نہ پائے جائیں، جیسے لیس البتة إما ان یکون هٰذا العدد زوجًا او منقسمًا بمتساویین، یہ منفصلہ حقیقیہ سالبہ کی مثال ہے، اس میں هٰذا العدد زوجا ایک قضیہ ہے منقسمًا بمتساویین دوسرا قضیہ ہے، ان دونوں کے ایک ساتھ صادق آنے میں منافات نہیں ہے کیونکہ جو عدد زوج ہوتا ہے وہ دو برابر قسموں میں منقسم بھی ہوسکتا ہے، تو دیکھئے یہاں دونوں قضیے ایک ساتھ جمع ہو رہے ہیں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ عدد معین فرد ہو، تو اس صورت میں نہ وہ زوج ہوگا اور نہ ہی دو برابر قسموں میں منقسم ہوگا، تو دیکھئے یہاں دونوں قضیے مرتفع ہو رہے ہیں، لہٰذا معلوم ہوا کہ قضیہ منفصلہ سالبہ میں دونوں قضیوں کے ایک ساتھ صادق آنے میں بھی منافات نہیں اور کاذب ہونے میں بھی منافات نہیں ہے۔

منفصلہ مانعۃ الجمع: وہ قضیہ منفصلہ ہے جس کے جزئین کے درمیان صرف صدق کے اعتبار سے تضاد کا حکم ہو، جیسے ''اما ان یکون هٰذا الشیٔ شجرًا او حجرًا (یہ شئی یا تو درخت ہوگی یا پتھر) دیکھئے اس مثال میں یہ حکم ہے کہ درخت اور پتھر میں منافات صرف صدق کے اعتبار سے ہے، یعنی ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایک ہی چیز درخت اور پتھر دونوں ہو، ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ شئی نہ درخت ہو نہ پتھر، بلکہ کتاب، کاپی وغیرہ ہو۔

منفصلہ مانعۃ الخلو: وہ قضیہ منفصلہ ہے جس کے جزئین کے درمیان صرف کذب کے اعتبار سے منافات کا حکم ہو، یعنی دونوں مرتفع تو ہوسکتے ہیں، لیکن جمع نہیں ہوسکتے، جیسے ''إما ان یکون زید فی البحر و إما ان لا یغرق'' دیکھئے اس مثال میں یکون زید فی البحر ایک جزء ہے اور لا یغرق دوسرا جزء ہے اور ان دونوں کے درمیان صرف کذب کے اعتبار سے منافات ہے یعنی ایسا نہیں ہوسکتا کہ زید دریا میں نہ ہو اور ڈوب جائے لیکن صدق کے اعتبار سے منافات نہیں ہے، کیونکہ ایسا ہوسکتا ہے کہ زید دریا میں ہو اور وہ نہ ڈوبے مثلاً وہ کشتی پر ہو یا وہ تیرنا جانتا ہو۔

وجہ تسمیہ: حقیقیہ کو حقیقیہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے جزئین میں مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو کے مقابلے میں زیادہ منافات پائی جاتی ہے، کیونکہ مانعۃ الجمع میں صرف صدق کے لحاظ سے منافات ہوتی ہے، اور مانعۃ الخلو میں صرف کذب کے لحاظ سے منافات ہوتی

ہے، اور حقیقیہ میں صدق اور کذب دونوں اعتبار سے منافات ہوتی ہے، تو گویا اصل انفصال کا مفہوم اور اس کی حقیقت اسی قضیہ میں ہے، اس لئے اس کو حقیقیہ کہتے ہیں، اور مانعۃ الجمع کا نام مانعۃ الجمع اس لئے رکھا کہ اس کے معنیٰ ہیں جمع ہونے سے روکنے والا قضیہ، چونکہ اس کے دونوں جزء ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اس لئے اس کا نام مانعۃ الجمع رکھا، اور مانعۃ الخلو کا نام مانعۃ الخلو اس وجہ سے رکھا کہ اس کے معنیٰ ہیں خالی ہونے سے روکنے والا چونکہ اس کے دونوں جزء خالی اور مرتفع نہیں ہو سکتے، اس لئے اس کا نام مانعۃ الخلو رکھا۔

مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو کا دوسرا معنیٰ

مانعة الجمع کا دوسرا معنیٰ: یہ وہ قضیہ ہے جس میں صادق ہونے کے اعتبار سے منافات ہو خواہ کذب میں منافات ہو یا نہ ہو، اس تعریف میں لفظ ''فقط'' کی قید ختم کر دی گئی ہے، اب اس کا مطلب یہ ہو جاتا ہے کہ مانعۃ الجمع کے جزئین جمع نہیں ہو سکتے، دونوں مرتفع ہوں یا نہ ہوں اس میں عموم ہے۔

مانعة الخلو کا دوسرا معنیٰ: یہ وہ قضیہ ہے جس میں کذب کے اعتبار سے منافات کا حکم ہو، خواہ صدق میں منافات ہو یا نہ ہو۔

نسبتیں

مانعۃ الجمع کے دونوں معنوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، پہلا معنیٰ اخص ہے اور دوسرا معنیٰ اعم ہے، کیونکہ پہلے معنیٰ میں صرف صدق کے اعتبار سے منافات کا حکم ہے، کذب میں کوئی منافات نہیں ہوتی، بلکہ دونوں مرتفع ہو سکتے ہیں، جب کہ دوسرے معنیٰ میں صدق کے اعتبار سے منافات کا حکم ہوتا ہے، خواہ کذب میں منافات ہو یا نہ ہو، لہٰذا جہاں معنیٰ اول صادق ہوگا وہاں معنیٰ ثانی بھی ضرور صادق ہوگا لیکن اس کا عکس ضروری نہیں ہے۔

مانعۃ الجمع بالمعنی الثانی اور حقیقیہ کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، حقیقیہ اخص ہے اور یہ اعم ہے، کیونکہ حقیقیہ میں صدق اور کذب دونوں کے اعتبار سے منافات ہوتی ہے، اور مانعۃ الجمع کے دوسرے معنیٰ میں کذب سے قطع نظر ہے، خواہ اس میں منافات ہو یا نہ ہو، اس اعتبار سے یہ اعم ہے، اور مانعۃ الجمع بالمعنی الاول اور حقیقیہ میں تباین ہے، اور مانعۃ الخلو کے دونوں معنیٰ کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، پہلا معنیٰ اخص ہے، اور دوسرا معنیٰ اعم ہے، کیونکہ پہلے معنیٰ میں صرف کذب میں منافات کا حکم ہوتا ہے، صدق میں نہیں اور دوسرے معنیٰ میں مطلقاً کذب میں منافات کا حکم ہوتا ہے، خواہ صدق میں منافات ہو یا نہ ہو، اس اعتبار سے معنیٰ ثانی میں عموم ہو گیا لہٰذا جہاں پہلا معنیٰ صادق ہوگا وہاں دوسرا معنیٰ بھی ضرور صادق ہوگا، لیکن اس کا برعکس نہیں ہے۔

اسی طرح مانعۃ الخلو بالمعنی الثانی اور حقیقیہ کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، حقیقیہ اخص ہے اور مانعۃ الخلو بالمعنی الثانی اعم ہے، اس لئے کہ حقیقیہ میں صدق اور کذب دونوں اعتبار سے منافات ہوتی ہے، اور مانعۃ الخلو بالمعنی الثانی میں کذب میں تو منافات ہوتی ہے، لیکن صدق میں دونوں احتمال ہیں، ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ منافات ہو اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ منافات نہ ہو، تو اس اعتبار سے اس میں عموم پایا گیا، لہٰذا جہاں حقیقیہ صادق ہوگا وہاں مانعۃ الخلو بالمعنی الثانی بھی ضرور صادق ہوگا، لیکن جہاں مانعۃ الخلو بالمعنی الثانی صادق ہو وہاں حقیقیہ کا صادق ہونا ضروری نہیں ہے۔

وَ لِبَعْضِ الْاَفَاضِلِ هٰهُنَا بَحْثٌ شَرِيْفٌ وَهُوَ اَنَّ الْمُرَادَ بِالْمُنَافَاةِ فِي الْجَمْعِ اَنْ لَا يَصْدُقَا عَلٰى ذَاتٍ

وَاحِدَةٍ لَا أَنَّهُمَا لَا يَجْتَمِعَانِ فِي الْوُجُوْدِ فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ الْمُرَادُ عَدَمُ الْإِجْتِمَاعِ فِي الْوُجُوْدِ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْوَاحِدِ وَالْكَثِيْرِ مَنْعُ الْجَمْعِ لِأَنَّ الْوَاحِدَ جُزْءُ الْكَثِيْرِ وَجُزْءُ الشَّيْءِ يُجَامِعُهُ فِي الْوُجُوْدِ لٰكِنَّ الشَّيْخَ نَصَّ عَلٰى مَنْعِ الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا ثُمَّ قَالَ وَعِنْدِيْ فِيْ هٰذَا نَظَرٌ إِذْ يَلْزَمُ مِنْ ذٰلِكَ جَوَازُ مَنْعِ الْجَمْعِ بَيْنَ اللَّازِمِ وَالْمَلْزُوْمِ فَإِنَّ جُزْءَ الشَّيْءِ مِنْ لَوَازِمِهٖ وَ قَدْ أَجْمَعُوْا عَلٰى أَنَّهُ لَا مَنْعَ جَمْعٍ بَيْنَ اللَّازِمِ وَ الْمَلْزُوْمِ وَلَا مَنْعَ خُلُوٍّ وَ رَجَاءٌ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى أَنْ يَفْتَحَ عَلَيْهِ الْجَوَابَ عَنْ هٰذَا الْإِعْتِرَاضِ وَهُوَ لَيْسَ إِلَّا نَظَرًا فِيْمَا أَرَادَهُ مِنْ عِبَارَةِ الْقَوْمِ فَحَاشَاهُمْ أَنْ يَعْنُوْا بِالْمُنَافَاةِ فِي الْجَمْعِ عَدَمُ الْإِجْتِمَاعِ فِي الصِّدْقِ فَإِنَّ مَانِعَةَ الْجَمْعِ مِنْ أَقْسَامِ الْمُنْفَصِلَةِ وَالْإِنْفِصَالُ لَمْ يَعْتَبِرُوْهُ إِلَّا بَيْنَ الْقَضِيَّتَيْنِ فَلَا يَكُوْنُ مَنْعُ الْجَمْعِ إِلَّا بَيْنَ الْقَضِيَّتَيْنِ فَلَوْ كَانَ الْمُرَادُ عَدَمُ الْإِجْتِمَاعِ فِي الصِّدْقِ لَكَانَ بَيْنَ كُلِّ قَضِيَّتَيْنِ مَنْعُ الْجَمْعِ لِاسْتِحَالَةِ أَنْ تَصْدُقَ قَضِيَّةٌ عَلٰى مَا تَصْدُقُ عَلَيْهِ قَضِيَّةٌ أُخْرٰى وَلَا يَكُوْنُ بَيْنَ الْقَضِيَّتَيْنِ مَنْعُ الْخُلُوِّ أَصْلًا ضَرُوْرَةَ كِذْبِهِمَا عَلٰى شَيْءٍ مِنَ الْأَشْيَاءِ وَ أَقَلُّهُ مُفْرَدٌ مِنَ الْمُفْرَدَاتِ بَلْ لَيْسَ مُرَادُهُمْ بِالْمُنَافَاةِ فِي الصِّدْقِ إِلَّا عَدَمُ الْإِجْتِمَاعِ فِي الْوُجُوْدِ وَأَمَّا الشَّيْخُ أَثْبَتَ بَيْنَ الْوَاحِدِ وَالْكَثِيْرِ مَنْعُ الْجَمْعِ فَهُوَ لَيْسَ بَيْنَ مَفْهُوْمَيِ الْوَاحِدِ وَالْكَثِيْرِ بَلْ بَيْنَ هٰذَا وَاحِدٌ وَهٰذَا كَثِيْرٌ فَإِنَّ الْقَضِيَّةَ الْقَائِلَةَ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ هٰذَا وَاحِدًا وَإِمَّا أَنْ يَكُوْنَ هٰذَا كَثِيْرًا مَانِعَةُ الْجَمْعِ لِامْتِنَاعِ إِجْتِمَاعِ جُزْئَيْهَا عَلَى الصِّدْقِ فَقَدْ بَانَ أَنَّ الْأَشْكَالَ إِنَّمَا نَشَأَ مِنْ سُوْءِ الْفَهْمِ وَ قِلَّةِ التَّدَبُّرِ.

ترجمہ: اور بعض افاضل کی یہاں ایک شریف بحث ہے اور وہ یہ ہے کہ منافات فی الجمع سے مراد یہ ہے کہ دونوں ایک ذات پر صادق نہ ہوں، نہ یہ کہ دونوں وجود میں جمع نہ ہوں، اس لئے کہ اگر وجود میں جمع نہ ہونا مراد ہوتا، تو واحد اور کثیر کے درمیان مانعۃ الجمع نہ ہوگا، اس لئے کہ واحد کثیر کا جزء ہوتا ہے، اور شیٔ کا جزء وجود میں شیٔ کے ساتھ جمع ہوتا ہے، لیکن شیخ نے تو ان دونوں کے درمیان مانعۃ الجمع کے ہونے پر صراحت کی ہے، پھر فاضل (مذکور) نے کہا کہ میرے نزدیک اس میں نظیر ہے، اس لئے کہ اس سے لازم اور ملزوم کے درمیان مانعۃ الجمع کا جائز ہونا لازم آتا ہے کیونکہ شیٔ کا جزء اس کے لوازم میں سے ہے، حالانکہ مناطقہ نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ لازم اور ملزوم کے درمیان نہ مانعۃ الجمع ہے اور نہ مانعۃ الخلو، اور فاضل (مذکور) نے امید ظاہر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر اس اعتراض کے جواب کا دروازہ کھولیں گے، اور یہ نظیر اس میں غلط ہے جو انہوں نے قوم کی عبارت سے مراد لی ہے، حاشا للہ، انہوں منافات فی الجمع سے صدق میں جمع نہ ہونے کا ارادہ نہیں کیا ہے، کیونکہ مانعۃ الجمع منفصلہ کی اقسام میں سے ہے اور انفصال کا انہوں نے دو قضیوں ہی کے درمیان اعتبار کیا ہے، لہٰذا مانعۃ الجمع بھی دو قضیوں کے درمیان ہوگا، تو اگر صدق میں جمع نہ ہونا مراد ہوتو ہر دو قضیوں کے درمیان مانعۃ الجمع ہوگا، اس لئے کہ ایک قضیہ کا اس پر صادق ہونا محال ہے جس پر دوسرا قضیہ صادق ہوتا ہے، اور دو قضیوں کے درمیان مانعۃ الخلو بھی بالکل نہ ہوگا، اس لئے کہ وہ دونوں اشیاء میں سے کسی شیٔ پر ضرور کاذب ہوتے ہیں، اور کم از کم مفردات میں سے کسی مفرد پر بلکہ ان کی صدق میں منافات سے صرف ''وجود میں جمع ہونا'' مراد ہے اور رہی یہ بات کہ شیخ نے واحد اور کثیر کے درمیان مانعۃ الجمع کو ثابت کیا ہے، تو وہ واحد اور کثیر کے مفہوم میں نہیں

ہے بلکہ ''ھذا واحدٌ اور واحدًا ھذا کثیر'' کے درمیان ہے اس لئے کہ قضیہ مذکورہ ''إما أن یکون ھذا وإما ان یکون ھذا کثیرًا '' مانعۃ الجمع ہے، کیونکہ اس کے دونوں جزء کا صدق پر جمع ہونا محال ہے، پس تحقیق یہ بات واضح ہوگئی کہ اشکال کی بنیاد سوء فہم اور کم سمجھی ہے۔

تشریح: شارح کے قول ''وھو ان المراد بالمنافات فی الجمع '' میں منافات سے وہ منافات مراد ہے جو مانعۃ الجمع بالمعنی الاعم میں معتبر ہے، اور بعض افاضل کی بحث، ''ربما یقال مانعة الجمع'' سے متعلق ہے، چنانچہ ھھنا سے اسی طرف اشارہ ہے، پھر یہ بحث چونکہ ایک غلط فہمی پر مبنی ہے، اس لئے شارح نے استہزاء کے طور پر اسے ''شریف'' کہا ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خود فاضل مذکور نے ''ھھنا بحث شریف '' کہا ہو اور شارح بطور حکایت کہہ رہے ہوں، اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ منفصلہ مانعۃ الجمع میں منافات سے مراد یہ ہے کہ دونوں ذات واحد پر صادق نہ ہوں، یہ مراد نہیں کہ دونوں نفس الامر میں موجود اور جمع نہ ہوں، بلکہ نفس الامر میں دونوں وجود کے اعتبار سے جمع ہو سکتے ہیں، اس لئے کہ اگر وجود میں جمع نہ ہونا مراد ہو تو پھر واحد اور کثیر میں مانعۃ الجمع نہ ہوگا، دلیل یہ ہے کہ واحد کثیر کا جزء ہے اور شیٔ کا جزء شیٔ کے ساتھ وجود میں جمع ہوتا ہے، حالانکہ شیخ نے واحد اور کثیر کے درمیان مانعۃ الجمع ہونے کی تصریح کی ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ اس سے منافات فی الصدق مراد ہے نہ کہ وجود میں جمع نہ ہونا۔

پھر فاضل مذکور کہتے ہیں کہ فی ھذا نظر کہ مجھے اس میں نظر ہے، اس ھذا کا مشارٌ الیہ ''عدم اجتماع فی الصدق '' ہے جیسا کہ شارح کا قول وھو لیس الا نظرًا فیما اراده من عبارة القوم اس کا تقاضا کرتا ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ نظر اس چیز پر ہو جس کی شیخ نے صراحت کی ہے، جیسا کہ شارح کا قول ''فان جزء الشیٔ من لوازمه '' اس پر دلالت کر رہا ہے، بہر حال فاضل مذکور کہتے ہیں کہ میرے نزدیک مانعۃ الجمع میں منافات سے ''عدم اجتماع فی الصدق'' مراد لینے کی صورت میں نظر ہے، کیونکہ اس سے یہ لازم آرہا ہے کہ لازم اور ملزوم کے درمیان مانعۃ الجمع جائز ہو، اس لئے کہ جب شیخ نے واحد اور کثیر کے درمیان مانعۃ الجمع کی تصریح کی ہے، اور واحد کثیر کا جزء ہوتا ہے، اور شیٔ کا جزء اس شیٔ کے لوازم میں سے ہوتا ہے، تو گویا اس سے یہ لازم آیا کہ جس طرح واحد اور کثیر کے درمیان مانعۃ الجمع ہے، اسی طرح لازم اور ملزوم کے درمیان بھی مانعۃ الجمع ہے، حالانکہ سب مناطقہ کا اس پر اتفاق ہے کہ لازم و ملزوم کے درمیان نہ تو مانعۃ الجمع ہے اور نہ مانعۃ الخلو ہے، اس لئے کہ لازم کا وجود ملزوم کے وجود کو مستلزم ہوتا ہے، اور لازم کا انتفاء ملزوم کے انتفاء کو مستلزم ہوتا ہے، پھر فاضل مذکور نے اللہ تعالیٰ سے امید ظاہر کی ہے کہ وہ میرے دل میں اس اعتراض کا جواب الہام کریں گے۔

لیکن شارح فرماتے ہیں کہ فاضل مذکور کو غلط فہمی کی بناء پر یہ اشکال ہوا ہے، فاضل مذکور نے قوم کی عبارت سے جو مانعۃ الجمع میں منافات سے ''عدم اجتماع فی الصدق '' سمجھا اور مراد لیا ہے یہ غلط ہے، دلیل یہ ہے کہ مانعۃ الجمع منفصلہ کی ایک قسم ہے، اور انفصال دو قضیوں کے درمیان ہی معتبر ہوتا ہے، لہٰذا منفصلہ مانعۃ الجمع دو قضیوں کے درمیان ہوگا، اب اگر مانعۃ الجمع میں منافات فی الجمع سے ''عدم اجتماع فی الصدق '' مراد ہو یعنی یہ مراد لیا جائے کہ دو قضیے ایک ساتھ صادق نہیں ہو سکتے، تو اس سے دو خرابیاں لازم آتی ہیں:

۱- اس سے یہ لازم آئے گا کہ ہر دو قضیوں کے درمیان مانعۃ الجمع ہو، اس لئے جس پر ایک قضیہ صادق ہو، اس پر دوسرے قضیہ کا صادق ہونا محال ہے۔

۲- اس سے یہ لازم آئے گا کہ کسی بھی دو قضیوں کے درمیان مانعۃ الخلو نہ پایا جائے، کیونکہ فاضل مذکور نے ''صدق میں جمع نہ ہونا'' مراد لیا ہے، کذب میں دونوں کا جمع نہ ہونا مراد نہیں لیا، تو مانعۃ الخلو میں یہ ضرور ہو سکتا ہے کہ دونوں قضیے اشیاء میں سے کسی شئ پر کاذب یعنی مرتفع ہو جائیں، جیسے '' إما ان کون زید فی البحر و اما ان لا یغرق '' یہ دونوں قضیے ظفر فی المسجد پر کاذب ہیں، یا ان کا مفہوم کم سے کم مفردات میں سے کسی مفرد پر کاذب یعنی صادق نہ ہو، جیسے مذکورہ قضیہ مفہوم ناضر پر کاذب ہے۔

الغرض چونکہ مانعۃ الجمع میں منافات سے ''منافات فی الصدق'' مراد لینے سے یہ دو خرابیاں لازم آتی ہیں، اس لئے اس سے ''عدم اجتماع فی الوجود'' مراد ہے، قوم کی عبارت کا مطلب یہی ہے، منافات فی الصدق مراد نہیں ہے جیسا کہ فاضل مذکور نے سمجھا۔

اور شیخ نے جو یہ کہا ہے کہ واحد اور کثیر کے درمیان مانعۃ الجمع ہے، اس سے شیخ کی مراد واحد اور کثیر کا مفہوم نہیں ہے، بلکہ ''إما ان یکون هذا واحدًا و إما ان یکون هذا کثیرًا'' مراد ہے، چنانچہ ان دونوں قضیوں میں مانعۃ الجمع ہے، یہ ایک ساتھ صادق نہیں ہو سکتے، بہرحال اس بحث سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ فاضل مذکور کا اشکال غلط فہمی اور قلت تدبر سے پیدا ہوا ہے۔

قال وَكُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْ هٰذِهِ الثَّلَاثَةِ اِمَّا عِنَادِيَّةٌ وَهِيَ الَّتِيْ يَكُوْنُ التَّنَافِيْ فِيْهَا لِذَاتَيِ الْجُزْئَيْنِ كَمَا فِي الْاَمْثِلَةِ الْمَذْكُوْرَةِ وَاِمَّا اِتِّفَاقِيَّةٌ وَهِيَ الَّتِيْ يَكُوْنُ فِيْهَا بِمُجَرَّدِ الْاِتِّفَاقِ كَقَوْلِنَا لِلْاَسْوَدِ اللَّاكَاتِبِ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ هٰذَا اَسْوَدُ اَوْ كَاتِبًا حَقِيْقِيَّةً اَوْ لَا اَسْوَدَ اَوْ كَاتِبًا مَانِعَةُ الْجَمْعِ اَوْ اَسْوَدَ اَوْ كَاتِبًا مَانِعَةُ الْخُلُوِّ

اقول كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنَ الْمُنْفَصِلَاتِ الثَّلٰثِ اِمَّا عِنَادِيَّةٌ اَوْ اِتِّفَاقِيَّةٌ كَمَا اَنَّ الْمُتَّصِلَةَ اِمَّا لُزُوْمِيَّةٌ اَوْ اِتِّفَاقِيَّةٌ فَنِسْبَةُ الْعِنَادِ وَالْاِتِّفَاقِ اِلَى الْمُنْفَصِلَاتِ كَنِسْبَةِ اللُّزُوْمِ وَالْاِتِّفَاقِ اِلَى الْمُتَّصِلَاتِ اَمَّا الْعِنَادِيَّةُ فَهِيَ الَّتِيْ يَكُوْنُ الْحُكْمُ فِيْهَا بِالتَّنَافِيْ لِذَاتَيِ الْجُزْئَيْنِ اَيْ حُكِمَ فِيْهَا بِاَنَّ مَفْهُوْمَ اَحَدِهِمَا مُنَافٍ لِلْاٰخَرِ مَعَ قَطْعِ النَّظْرِ عَنِ الْوَاقِعِ كَمَا بَيْنَ فِي الزَّوْجِ وَالْفَرْدِ وَالشَّجَرِ وَالْحَجَرِ وَكَوْنِ زَيْدٍ فِي الْبَحْرِ وَاَنْ لَا يَغْرَقَ وَاَمَّا الْاِتِّفَاقِيَّةُ فَهِيَ الَّتِيْ يُحْكَمُ فِيْهَا بِالتَّنَافِيْ لَا لِذَاتَيِ الْجُزْئَيْنِ بَلْ لِمُجَرَّدِ الْاِتِّفَاقِ اَيْ لِمُجَرَّدِ اَنْ يَتَّفِقَ فِي الْوَاقِعِ اَنْ يَكُوْنَ بَيْنَهُمَا مُنَافَاةٌ وَاِنْ لَمْ يَقْتَضِ مَفْهُوْمُ اَحَدِهِمَا اَيْ يَكُوْنَ مُنَافِيًا لِلْاٰخَرِ كَقَوْلِنَا لِلْاَسْوَدِ اللَّاكَاتِبِ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ هٰذَا اَسْوَدَ اَوْ كَاتِبًا كَانَتْ حَقِيْقِيَّةً فَاِنَّهُ لَا مُنَافَاةَ بَيْنَ مَفْهُوْمَيِ الْاَسْوَدِ وَالْكَاتِبِ وَلٰكِنِ اتَّفَقَ تَحَقُّقُ السَّوَادِ وَانْتِفَاءُ الْكِتَابَةِ فَلَا يَصْدُقَانِ لِانْتِفَاءِ الْكِتَابَةِ وَلَا يَكْذِبَانِ لِوُجُوْدِ السَّوَادِ وَلَوْ قُلْنَا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ هٰذَا لَا اَسْوَدَ اَوْ كَاتِبًا كَانَتْ مَانِعَةَ الْجَمْعِ لِاَنَّهُمَا لَا يَصْدُقَانِ وَلٰكِنْ يَكْذِبَانِ لِانْتِفَاءِ اللَّاسَوَادِ وَالْكِتَابَةِ مَعًا فِي الْوَاقِعِ وَلَوْ قُلْنَا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ هٰذَا اَسْوَدَ اَوْ لَا كَاتِبًا كَانَتْ مَانِعَةَ الْخُلُوِّ لِاَنَّهُمَا لَا يَكْذِبَانِ وَلٰكِنْ يَصْدُقَانِ لِتَحَقُّقِ السَّوَادِ وَاللَّاكِتَابَةِ بِحَسْبِ الْوَاقِعِ.

ترجمہ: اور ان تین میں سے ہر ایک یا تو عنادیہ ہے اور یہ وہ (قضیہ) ہے جس میں منافات ذات جزئین کی وجہ سے ہو، جیسا کہ مذکورہ مثالوں میں ہے، اور یا اتفاقیہ ہے اور یہ وہ (قضیہ) ہے جس میں منافات محض اتفاق کی وجہ سے ہو، جیسے ہمارا قول ''اسود لا کاتب'' کے بارے میں ''اما ان یکون هذا اسود او کاتبا'' حقیقیہ میں، یا ''لا اسود او کاتبا'' مانعۃ الجمع میں، یا ''اسود او لا کاتبا'' مانعۃ الخلو میں۔

میں کہتا ہوں کہ تینوں منفصلات میں سے ہر ایک یا تو عنادیہ ہے یا اتفاقیہ، جیسا کہ متصلہ یا تو لزومیہ ہے یا اتفاقیہ پس عناد اور اتفاق کی نسبت منفصلات کی طرف ایسی ہی ہے جیسے لزوم واتفاق کی نسبت متصلات کی طرف ہے، بہرحال عنادیہ تو وہ (قضیہ) ہے جس میں منافات کا حکم ذاتِ جزئین کی وجہ سے ہو، یعنی اس میں اس بات کا حکم لگایا جائے کہ ان میں سے ایک کا مفہوم دوسرے کے منافی ہے، واقع سے قطع نظر کرتے ہوئے، جیسا کہ زوج اور فرد، درخت اور پتھر، زید کے دریا میں ہونے اور نہ ڈوبنے میں ہے، اور بہرحال اتفاقیہ تو وہ (قضیہ) ہے جس میں منافات کا حکم ذاتِ جزئین کی وجہ سے نہ ہو، بلکہ محض اتفاق کی وجہ سے ہو، یعنی محض اس وجہ سے کہ ان کے درمیان منافات کا ہونا اتفاقی ہے، اگرچہ ان میں سے ایک کا مفہوم دوسرے کے منافی ہونے کا تقاضا نہیں کرتا ہے، جیسے ہمارا قول **اسود لا کاتب** کے بارے میں ''اما ان یکون ھٰذا اسود او کاتبًا'' حقیقیہ ہے، اس لئے کہ اسود اور کاتب کے مفہوم میں کوئی منافات نہیں ہے، بلکہ سیاہی اور کتابت کی نفی کا تحقق اتفاقی ہے، تو یہ دونوں انتفاء کتابت کی وجہ سے صادق نہیں ہو سکتے اور وجودِ سواد کی وجہ سے کاذب بھی نہیں ہو سکتے، اور اگر ہم ''اما ان یکون ھٰذا الاسود او کاتبًا'' کہیں تو یہ مانعۃ الجمع ہے، اس لئے کہ یہ دونوں صادق نہیں ہو سکتے، البتہ واقع میں لا اسود اور کتابت دونوں انتفاء کی وجہ سے کاذب ہو سکتے ہیں، اور اگر ہم ''اما ان یکون ھٰذا اسود او لا کاتبًا'' کہیں تو یہ مانعۃ الخلو ہے، اس لئے کہ یہ دونوں کاذب نہیں ہو سکتے، البتہ واقع کے اعتبار سے سواد اور لا کتابت کے تحقق کی وجہ سے دونوں صادق ہو سکتے ہیں۔

تشریح: اس عبارت میں ماتن وشارح نے یہ بیان کیا ہے کہ قضیہ منفصلہ تینوں قسموں میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں: ۱-عنادیہ۔ ۲-اتفاقیہ، لیکن دراصل اس کی دو ہی قسمیں نہیں ہیں، بلکہ متصلہ کی جس طرح ایک تیسری قسم مطلقہ بھی ہے اسی طرح منفصلہ کی بھی ایک تیسری قسم ہے، جس کا نام مطلقہ ہے، لہٰذا ہر ایک کی تعریف اور مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

عنادیہ: وہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ہے جس کے دونوں جزؤں یعنی مقدم اور تالی کے درمیان ذاتی منافات ہو، ذاتی منافات کا مطلب یہ ہے کہ مقدم اور تالی دونوں کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ اسی کو شارح نے اس انداز سے بیان کیا ہے، کہ اس میں اس بات کا حکم ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک کا مفہوم دوسرے کے منافی ہے، نفس الامر اور واقع سے قطع نظر کرتے ہوئے، جیسے زوج اور فرد میں ذاتی منافات ہے، اس طرح شجر اور حجر کے درمیان، زید کے دریا میں ہونے اور نہ ڈوبنے کے درمیان، اس کی مکمل اور مفصل بحث گذشتہ قبائل کے ذیل میں گزر چکی ہے، لہٰذا وہیں ملاحظہ فرمائیں، اسی طرح حقیقیہ عنادیہ، عنادیہ مانعۃ الجمع، عنادیہ مانعۃ الخلو کی بھی مثالیں گزر چکی ہیں، لہٰذا نہیں وہیں دیکھ لیں۔

اتفاقیہ: وہ قضیہ منفصلہ شرطیہ ہے جس کے دونوں جزؤں کے درمیان ذاتی منافات نہ ہو، بلکہ محض اتفاق کی وجہ سے ہو، یعنی واقع میں ان کے درمیان منافات محض اتفاقی ہوتی ہے، ذاتی نہیں ہوتی، چنانچہ ان میں سے ایک کا مفہوم دوسرے کے مفہوم کے منافی ہونے کا تقاضا نہیں کرتا، جیسے جب ہم اسود اور لا کاتب کو فرض کر کے یوں کہیں کہ ''اما ان یکون ھٰذا اسود او لا کاتبًا'' تو یہ حقیقیہ اتفاقیہ ہے، کیونکہ اسود اور لا کاتب کے مفہوم میں ذاتی طور پر کوئی منافات نہیں ہے، دونوں کا اجتماع ہو سکتا ہے، لیکن چونکہ ہم نے ان میں منافات فرض کی ہے، تو اس لئے ان میں اب اتفاقی منافات ہے، چنانچہ اب یہ دونوں صادق نہیں ہو سکتے، کیونکہ سواد

اگر چہ محقق ہے، لیکن کتابت سلب ہے، اور نہ دونوں مرتفع ہو سکتے ہیں، اس لئے کہ کتابت اگر چہ مسلوب ہے لیکن سواد تو محقق ہے، تو لامحالہ ان میں سے کوئی ایک صادق ہوگا، یہی حقیقیہ کی حقیقت ہے، اور اگر ہم یوں کہیں ''اما ان یکون هذا لااسود او کاتبا'' تو یہ مانعۃ الجمع اتفاقیہ ہے، کیونکہ یہ دونوں جمع تو نہیں ہو سکتے، البتہ دونوں مرتفع ہو سکتے ہیں۔ جبکہ نفس الامر اور واقع میں کتابت اور لااسود ایک ساتھ کسی سے منتفی ہوں، اگر ہم یوں کہیں ''اما ان یکون هذا اسود او لا کاتبا'' تو یہ مانعۃ الخلو اتفاقیہ ہے، کیونکہ یہ دونوں کاذب اور مرتفع تو نہیں ہو سکتے، البتہ دونوں صادق اور جمع ہو سکتے ہیں، کیونکہ سواد اور عدم کتابت واقع میں محقق ہیں۔

مطلقه: وہ قضیہ منفصلہ شرطیہ ہے جس کے دونوں جزؤں کے درمیان عناد اور اتفاق سے قطع نظر کرتے ہوئے حکم لگایا گیا ہو، اس کی مثال بھی وہی ہے جو اوپر گزر چکی، البتہ اتنا فرق ہے کہ اس میں آپ عناد اور اتفاق کا لحاظ نہ کریں۔

حاصل بحث یہ ہے کہ منفصلہ کی تینوں قسموں میں سے ہر ایک کی تین قسمیں ہیں، اب اگر تین کو تین میں ضرب دیں گے تو کل نو ہو جائیں گے، تو معلوم ہوا کہ منفصلہ کی کل نو قسمیں ہیں:

۱-منفصلہ حقیقیہ عنادیہ ۔۲-منفصلہ حقیقیہ اتفاقیہ ۔۳-منفصلہ حقیقیہ مطلقہ ۔۴-مانعۃ الجمع عنادیہ ۔۵-مانعۃ الجمع اتفاقیہ ۔۶-مانعۃ الجمع مطلقہ ۔۷-مانعۃ الخلو عنادیہ ۔۸-مانعۃ الخلو اتفاقیہ ۔۹-مانعۃ الخلو مطلقہ، اور اگر آپ متصلہ کی تینوں قسموں یعنی لزومیہ، اتفاقیہ اور مطلقہ کو ان اقسام کے ساتھ ملائیں گے تو شرطیہ کی کل بارہ قسمیں ہو جائیں گی۔

قال وَسَالِبَةُ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْ هٰذِهِ الْقَضَايَا الثَّمَانِ هِيَ الَّتِيْ يُرْفَعُ فِيْهَا مَاحُكِمَ بِهٖ فِيْ مُوْجَبَاتِهَا فَسَالِبَةُ اللُّزُوْمِ تُسَمّٰى سَالِبَةً لُزُوْمِيَّةً وَ سَالِبَةُ الْعِنَادِ تُسَمّٰى سَالِبَةً عِنَادِيَّةً وَسَالِبَةُ الْاِتِّفَاقِ تُسَمّٰى سَالِبَةً اِتِّفَاقِيَّةً **اَقُوْلُ** قَدْ عَرَفْتَ ثَمَانِيَ قَضَايَا مُتَّصِلَتَانِ لُزُوْمِيَّةٌ وَ اِتِّفَاقِيَّةٌ وَ مُنْفَصِلَاتٌ سِتٌّ ثَلَاثٌ مِنْهَا عِنَادِيَّاتٌ وَثَلَاثٌ مِنْهَا اِتِّفَاقِيَّاتٌ وَهِيَ كُلُّهَا مُوْجَبَاتٌ لِاَنَّ تَعَارِيْفَهَا الْمَذْكُوْرَةَ لَا تَنْطَبِقُ اِلَّا عَلَى الْمُوْجَبَاتِ فَلَابُدَّ مِنْ تَعْرِيْفِ سَوَالِبِهَا فَسَالِبَةُ كُلٍّ مِنْهَا هِيَ الَّتِيْ يُرْفَعُ فِيْهَا مَاحُكِمَ بِهٖ فِيْ مُوْجَبَاتِهَا فَلَمَّا كَانَتِ الْمُوْجَبَةُ اللُّزُوْمِيَّةُ مَاحُكِمَ فِيْهَا بِلُزُوْمِ التَّالِيْ لِلْمُقَدَّمِ كَانَتِ السَّالِبَةُ اللُّزُوْمِيَّةُ سَالِبَةَ اللُّزُوْمِ اَيْ مَاحُكِمَ فِيْهَا بِسَلْبِ اللُّزُوْمِ لَا مَاحُكِمَ فِيْهَا بِلُزُوْمِ السَّلْبِ فَاِنَّ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِلُزُوْمِ السَّلْبِ مُوْجَبَةٌ لُزُوْمِيَّةٌ لَاسَالِبَةٌ مَثَلًا اِذَا قُلْنَا لَيْسَ الْبَتَّةَ اِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَاللَّيْلُ مَوْجُوْدٌ كَانَتْ سَالِبَةً لِاَنَّ الْحُكْمَ فِيْهَا بِسَلْبِ لُزُوْمِ وَجُوْدِ اللَّيْلِ لِطُلُوْعِ الشَّمْسِ وَاِذَا قُلْنَا اِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَلَيْسَ اللَّيْلُ مَوْجُوْدًا كَانَتْ مُوْجَبَةً لِاَنَّ الْحُكْمَ فِيْهَا بِلُزُوْمِ سَلْبِ وَجُوْدِ اللَّيْلِ لِطُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَمَّا كَانَتِ الْمُوْجَبَةُ الْمُتَّصِلَةُ الْاِتِّفَاقِيَّةُ مَاحُكِمَ فِيْهَا بِمُوَافَقَةِ التَّالِيْ لِلْمُقَدَّمِ فِي الصِّدْقِ كَانَتِ السَّالِبَةُ الْاِتِّفَاقِيَّةُ سَالِبَةَ الْاِتِّفَاقِ اَيْ مَاحُكِمَ فِيْهَا بِسَلْبِ مُوَافَقَةِ التَّالِيْ لِلْمُقَدَّمِ لَا مَاحُكِمَ فِيْهَا بِمُوَافَقَةِ السَّلْبِ فَاِنَّهَا اِتِّفَاقِيَّةٌ مُوْجَبَةٌ فَاِذَا قُلْنَا لَيْسَ الْبَتَّةَ اِذَا كَانَ الْاِنْسَانُ نَاطِقًا فَالْحِمَارُ نَاهِقٌ كَانَتْ سَالِبَةً اِتِّفَاقِيَّةً لِاَنَّ الْحُكْمَ فِيْهَا بِسَلْبِ مُوَافَقَةِ نَاهِقِيَّةِ الْحِمَارِ لِنَاطِقِيَّةِ الْاِنْسَانِ وَاِذَا قُلْنَا اِذَا كَانَ الْاِنْسَانُ نَاطِقًا فَلَيْسَ الْحِمَارُ نَاهِقًا كَانَتْ مُوْجَبَةً لِاَنَّ الْحُكْمَ فِيْهَا بِمُوَافَقَةِ سَلْبِ نَاهِقِيَّةِ الْحِمَارِ لِنَاطِقِيَّةِ الْاِنْسَانِ وَعَلٰى هٰذَا تَكُوْنُ السَّالِبَةُ الْعِنَادِيَّةُ سَالِبَةَ الْعِنَادِ وَهِيَ مَا حُكِمَ فِيْهَا

بِرَفْعِ الْعِنَادِ اَمَّا رَفْعُ الْعِنَادِ الَّذِیْ هُوَ فِی الصِّدْقِ وَ الْكِذْبِ وَهِیَ السَّالِبَةُ الْعِنَادِيَّةُ الْحَقِيْقِيَّةُ وَاَمَّا رَفْعُ الْعِنَادِ الَّذِیْ هُوَ فِی الصِّدْقِ وَهِیَ مَانِعَةُ الْجَمْعِ وَاَمَّا رَفْعُ الْعِنَادِ الَّذِیْ هُوَ فِی الْكِذْبِ وَهِیَ مَانِعَةُ الْخُلُوِّ لاَ مَاحُكِمَ فِيْهَا بِعِنَادِ السَّلْبِ وَالسَّالِبَةُ الْاِتِّفَاقِيَّةُ مَا يُحْكَمُ فِيْهَا بِسَلْبِ اِتِّفَاقِ الْمُنَافَاةِ فِيْهَا عَلٰی اَحَدِ الْاِنْحَاءِ لاَ مَاحُكِمَ فِيْهَا بِاتِّفَاقِ السَّلْبِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا، اوران آٹھ قضایا میں سے ہرایک کا سالبہ وہ ہے جس میں اس کا رفع ہو جس کا حکم ان کے موجبات میں کیا گیا ہے، پس لزوم کے سالبہ کا نام سالبہ لزومیہ رکھا جاتا ہے، اور عناد کے سالبہ کا نام سالبہ عنادیہ رکھا جاتا ہے، اور اتفاق کے سالبہ کا نام سالبہ اتفاقیہ رکھا جاتا ہے، میں کہتا ہوں کہ تحقیق کہ آپ آٹھ قضایا کو پہچان چکے ہیں، دو متصلہ یعنی لزومیہ اور اتفاقیہ، اور چھ منفصلہ جن میں سے تین عنادیہ ہیں، اور تین اتفاقیہ ہیں، اور یہ سب موجبہ ہیں، کیونکہ ان کی مذکورہ تعریفیں موجبات ہی پر منطبق ہوتی ہیں، تو ان کے سوالب کی تعریف بھی ضروری ہے، پس ان میں سے ہرایک کا سالبہ وہ ہے جس میں اس کا رفع ہو جس کا حکم اس موجبہ میں لگایا گیا ہے، پس جب کہ موجبہ لزومیہ وہ قضیہ ہے جس میں مقدم کے لئے تالی کے لزوم کا حکم لگایا گیا ہو، تو سالبہ لزومیہ لزوم کا سالبہ ہوگا، یعنی اس میں لزوم کے سلب کا حکم لگایا گیا ہو، نہ کہ وہ جس میں سلب کے لزوم کا حکم لگایا گیا ہو، کیونکہ جس میں لزوم سلب کا حکم لگایا گیا ہو وہ تو موجبہ لزومیہ ہے نہ کہ سالبہ، مثال کے طور پر جب ہم کہیں کہ ''لیس البتة إذا كانت الشمس طالعة فالليل موجود'' تو یہ سالبہ ہوگا، کیونکہ اس میں طلوع شمس کے لئے وجود لیل کے لزوم کے سلب کا حکم ہے، اور جب ہم کہیں ''اذا كانت الشمس طالعة فليس الليل موجودًا'' تو یہ موجبہ ہوگا، اس لئے کہ اس میں طلوع شمس کے لئے وجود لیل کے سلب کے لزوم کا حکم ہے، اور جب موجبہ متصلہ اتفاقیہ وہ (قضیہ) ہے جس میں مقدم کے لئے صدق میں تالی کی موافقت کا حکم لگایا گیا ہو تو سالبہ اتفاقیہ اتفاق کا سالبہ ہوگا، یعنی جس میں مقدم کے لئے تالی کی موافقت کے سلب کا حکم ہو نہ کہ وہ جس میں سلب کی موافقت کا حکم ہو، کیونکہ وہ تو اتفاقیہ موجبہ ہے، پس جب ہم کہیں ''لیس البتة اذا كان الانسان ناطقا فالحمار ناهق'' تو یہ سالبہ اتفاقیہ ہوگا، اس لئے کہ اس میں انسان کی ناطقیت کے لئے گدھے کی ناہقیت کی موافقت کے سلب کا حکم ہے، اور جب ہم کہیں ''اذا كان الانسانُ ناطقًا فليس الحمار ناهقًا'' تو یہ موجبہ ہوگا اس لئے کہ اس میں انسان کی ناطقیت کے لئے گدھے کی ناہقیت کے سلب کی موافقت کا حکم ہے، اور اسی قیاس پر سالبہ عنادیہ عناد کا سالبہ ہوگا اور یہ وہ ہے جس میں رفع عناد کا حکم ہو، خواہ اس عناد کا رفع ہو، جو صدق اور کذب میں ہے، یہی سالبہ عنادیہ حقیقیہ ہے، یا اس عناد کا رفع ہو جو صدق میں ہے، یہی سالبہ عنادیہ مانعة الجمع ہے، یا اس عناد کا رفع ہو جو کذب میں ہو، یہی سالبہ عنادیہ مانعة الخلو ہے، نہ کہ وہ جس میں سلب کے عناد کا حکم ہو، اور سالبہ اتفاقیہ وہ (قضیہ) ہے جس میں کسی ایک طریق پر منافات کے اتفاق کے سلب کا حکم ہو، نہ کہ وہ جس میں سلب کے اتفاق کا حکم ہو۔

تشریح: اس قال میں ماتنؒ نے آٹھ قضایا کے سوالب کا ذکر کیا ہے، اور وہ آٹھ قضایا یہ ہیں:

۱-متصلہ لزومیہ ۲-متصلہ اتفاقیہ ۳-منفصلہ حقیقیہ عنادیہ ۴-منفصلہ حقیقیہ اتفاقیہ ۵-منفصلہ مانعة الجمع عنادیہ۔

۶-منفصلہ مانعۃ الجمع اتفاقیہ۔ ۷-منفصلہ مانعۃ الخلو عنادیہ۔ ۸-منفصلہ مانعۃ الخلو اتفاقیہ، سابق میں جو تعریفات ذکر کی گئی ہیں وہ صرف ان کے موجبات ہی پر صادق آتی ہیں، سوالب پر نہیں، اب یہاں ان کے سوالب کی تعریفات ذکر کررہے ہیں، شارح فرماتے ہیں کہ ان مذکورہ قضایا کا سلب یہ ہے کہ ان کے موجبات میں جو حکم ہوتا ہے اسے سلب کردیا جائے، چنانچہ متصلہ لزومیہ میں مقدم کے لئے تالی کے لزوم کا حکم ہوتا ہے، تو لزومیہ سالبہ میں اس لزوم کے سلب کا حکم ہوگا یعنی اس کے لزوم کا حکم نہیں ہوتا، دلیل یہ ہے کہ جب اس میں سلب کے لزوم کا حکم ہو تو وہ لزومیہ موجبہ ہوتا ہے، جیسے "لیس البتة اذا کانت الشمس طالعة فاللیل موجود" دیکھئے یہ قضیہ لزومیہ سالبہ ہے، اس لئے کہ اس میں تالی کے لزوم کا سلب یعنی سلب لزوم ہے، کہ جب تک طلوعِ شمس ہوگا اس وقت تک وجودِ لیل لازم نہیں، تو چونکہ اس میں لزوم کی نفی کا حکم ہے، اس لئے یہ لزومیہ سالبہ ہے، اور "اذا کانت الشمس طالعة فلیس اللیل موجوداً" یہ لزومیہ موجبہ ہے، کیونکہ اس میں سلب کا لزوم ہے، کہ جب تک طلوعِ شمس رہے گا اس وقت تک وجودِ لیل کا سلب ضروری ہے، تو چونکہ اس میں سلب کے لزوم کا حکم ہوتا ہے، اس لئے یہ لزومیہ موجبہ ہے۔ تو معلوم ہوا کہ "سلب لزوم" لزومیہ سالبہ ہے، اور "لزوم سلب" لزومیہ موجبہ ہے، اور متصلہ اتفاقیہ موجبہ میں چونکہ مقدم کے لیے تالی کی موافقت کا حکم ہوتا ہے صرف صدق میں یعنی اتفاقاً دونوں جمع ہوجاتے ہیں ورنہ حقیقت میں ان کے درمیان کوئی اتصال نہیں، تو سالبہ اتفاقیہ میں اتفاقیہ کا سلب ہوگا، یعنی اس میں مقدم کے لیے تالی کی موافقت کے سلب کا حکم ہوگا صدق میں، اس میں سلب کی موافقت کا حکم نہیں ہوتا، کیونکہ جب اس میں سلب کی موافقت کا حکم ہو تو وہ اتفاقیہ موجبہ ہوتا ہے، جیسے "لیس البتة اذا کان الانسان ناطقا فالحمار ناهق" یہ اتفاقیہ سالبہ ہے، کیونکہ اس میں "موافقت کے سلب کا حکم ہے، کہ انسان کے ناطق ہونے کے لئے گدھے کے ناہق ہونے کی موافقت کے سلب کا حکم ہے، اس لئے سالبہ اتفاقیہ ہے، اور "اذا کان الانسان ناطقًا فلیس الحمار ناهقًا" یہ موجبہ اتفاقیہ ہے، کیونکہ اس میں "سلب کی موافقت" کا حکم ہے کہ اس میں انسان کے ناطق ہونے کے لئے گدھے کا ناہق نہ ہونا ایک اتفاقی امر ہے، تو معلوم ہوا کہ سالبہ اتفاقیہ میں موافقت کا سلب ہوتا ہے، اور موجبہ اتفاقیہ میں سلب کی موافقت ہوتی ہے۔

سالبہ عنادیہ وہ قضیہ ہے جس میں عناد کے رفع کا حکم لگایا گیا ہو، اگر عناد کا سلب صدق اور کذب دونوں میں ہو تو یہ سالبہ عنادیہ حقیقیہ ہوگا، جیسے "لیس البتة هذا العدد إما زوج و إما فرد" اور اگر عناد کا سلب صرف صدق میں ہو تو یہ سالبہ عنادیہ مانعۃ الجمع ہوگا، جیسے "لیس البتة هذا الشئ إما شجرًا او حجرًا" اور اگر عنادیہ کا سلب صرف کذب میں ہو تو سالبہ عنادیہ مانعۃ الخلو ہوگا، جیسے "لیس البتة إما ان یکون زید فی البحر و ان لایغرق" ان تینوں قسموں میں عناد کا رفع اور اس کا سلب ہے، رفع اور سلب کا عناد نہیں ہے، کیونکہ یہ تو عنادیہ موجبہ ہے، نہ کہ سالبہ۔

اور سالبہ اتفاقیہ وہ قضیہ ہے جس میں اتفاقی منافات کے سلب کا حکم لگایا گیا ہو، یعنی اس میں اتفاق کا سلب ہوتا ہے، سلب کا اتفاق نہیں ہوتا، کیونکہ یہ تو موجبہ اتفاقیہ ہے، پھر اگر یہ اتفاقی منافات کے سلب کا حکم صدق اور کذب دونوں میں ہو تو یہ سالبہ حقیقیہ اتفاقیہ ہے، اور اگر یہ حکم صرف صدق میں ہو تو یہ سالبہ مانعۃ الجمع اتفاقیہ ہے، اور اگر یہ حکم صرف کذب میں ہو تو یہ سالبہ مانعۃ الخلو اتفاقیہ ہے، چنانچہ شارح نے ان تین اقسام کی طرف "علی احد الانحاء" اشارہ کیا ہے۔

قَالَ وَالْمُتَّصِلَةُ الْمُوْجِبَةُ تَصْدُقُ عَنْ صَادِقَيْنِ وَعَنْ كَاذِبَيْنِ وَعَنْ مَجْهُوْلَيِ الصِّدْقِ وَالْكِذْبِ وَعَنْ مُقَدَّمٍ كَاذِبٍ وَتَالٍ صَادِقٍ دُوْنَ عَكْسِهِ لِامْتِنَاعِ اسْتِلْزَامِ الصَّادِقِ الْكَاذِبَ وَتَكْذِبُ عَنْ

جُزْئَيْنِ كَاذِبَيْنِ وَعَنْ مُقَدَّمٍ كَاذِبٍ وَتَالٍ صَادِقٍ وَ بِالْعَكْسِ وَعَنْ صَادِقَيْنِ هٰذَا اِذَا كَانَتْ لُزُوْمِيَّةً وَاَمَّا اِذَا كَانَتْ اِتِّفَاقِيَّةً فَكِذْبُهَا عَنْ صَادِقَيْنِ مُحَالٌ **اَقُوْلُ** صِدْقُ الشَّرْطِيَّةِ وَكِذْبُهَا اِنَّمَا هُوَ بِمُطَابَقَةِ الْحُكْمِ بِالْاِتِّصَالِ وَ الْاِنْفِصَالِ لِنَفْسِ الْاَمْرِ وَعَدَمِهَا لَابِصِدْقِ جُزْئَيْهَا وَكِذْبِهِمَا فَاِنْ طَابَقَ الْحُكْمُ فِيْهَا لِنَفْسِ الْاَمْرِ فَهِيَ صَادِقَةٌ وَاِلَّا فَهِيَ كَاذِبَةٌ كَيْفَ كَانَ جُزْءَ اهَا ثُمَّ اِذَا نَسَبْنَا جُزْئَيْهَا اِلٰى نَفْسِ الْاَمْرِ حَصَلَتْ اَرْبَعَةُ اَقْسَامٍ لِاَنَّهُمَا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَا صَادِقَيْنِ اَوْ كَاذِبَيْنِ اَوْ يَكُوْنَ الْمُقَدَّمُ صَادِقًا وَالتَّالِيْ كَاذِبًا اَوْ بِالْعَكْسِ فَلْنُبَيِّنْ اَنَّ كُلًّا مِنَ الشَّرْطِيَّاتِ اَيْ مِنْ هٰذِهِ الْاَقْسَامِ تَتَرَكَّبُ فَالْمُتَّصِلَةُ الْمُوْجَبَةُ الصَّادِقَةُ تَتَرَكَّبُ عَنْ صَادِقَيْنِ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَ زَيْدٌ اِنْسَانًا فَهُوَ حَيَوَانٌ وَعَنْ كَاذِبَيْنِ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَ زَيْدٌ حَجَرًا فَهُوَ جَمَادٌ وَعَنْ مَجْهُوْلَيِ الصِّدْقِ وَالْكِذْبِ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَ زَيْدٌ يَكْتُبُ فَهُوَ يَتَحَرَّكُ يَدُهٗ وَعَنْ مُقَدَّمٍ كَاذِبٍ وَتَالٍ صَادِقٍ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَ زَيْدٌ حِمَارًا كَانَ حَيَوَانًا دُوْنَ عَكْسِهٖ اَيْ لَاتَتَرَكَّبُ مِنْ مُقَدَّمٍ صَادِقٍ وَتَالٍ كَاذِبٍ لِامْتِنَاعِ اَنْ يَسْتَلْزِمَ الصَّادِقُ الْكَاذِبَ وَاِلَّا لَزِمَ كِذْبُ الصَّادِقِ وَصِدْقُ الْكَاذِبِ اِمَّا كِذْبُ الصَّادِقِ فَلِاَنَّ اللَّازِمَ كَاذِبٌ وَكِذْبُ اللَّازِمِ يَسْتَلْزِمُ كِذْبَ الْمَلْزُوْمِ وَاَمَّا صِدْقُ الْكَاذِبِ فَلِاَنَّ الْمَلْزُوْمَ فِيْهَا صَادِقٌ وَصِدْقُ الْمَلْزُوْمِ مُسْتَلْزِمٌ لِصِدْقِ اللَّازِمِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا، اور متصلہ موجبہ صادقین اور کاذبین سے، مجہول الصدق والکذب سے اور مقدم کاذب اور تالی صادق سے صادق ہوگا، نہ اس کا عکس، کیونکہ صادق کا کاذب کو مستلزم ہونا محال ہے، اور جزئین کاذبین اور مقدم کاذب اور تالی صادق سے کاذب ہوگا، اور اس کے برعکس، اور صادقین سے (کاذب ہوگا) یہ اس وقت ہے جب وہ لزومیہ ہو، اور اگر اتفاقیہ ہوتو اس کا صادقین سے کاذب ہونا محال ہے۔

میں کہتا ہوں کہ شرطیہ کا صادق اور کاذب ہونا وہ اتصال وانفصال کے حکم کا نفس الامر کے مطابق ہونے اور نہ ہونے سے ہوتا ہے، نہ کہ اس کے جزئین کے صادق اور کاذب ہونے سے، پس اگر حکم نفس الامر کے مطابق ہوتو شرطیہ صادق ہوگا ورنہ تو وہ کاذب ہوگا۔ اس کے جزئین کیسے بھی ہوں، پھر جب ہم اس کے جزئین کی نسبت نفس الامر کی طرف کریں تو چار قسمیں حاصل ہوتی ہیں، اس لئے کہ وہ دونوں جزء صادق ہوں گے یا کاذب، یا مقدم صادق ہوگا اور تالی کاذب یا اس کے برعکس، تو ہمیں یہ بیان کرنا ہے کہ شرطیات میں سے ہر ایک ان اقسام میں سے کس کس سے مرکب ہوتا ہے، پس متصلہ موجبہ صادقہ دو صادقین سے مرکب ہوتا ہے، جیسے ہمارا قول ''ان کان زید انسانا فھو حیوان'' اور کاذبین سے جیسے ہمارا قول ''ان کان زیدٌ حجرًا فھو جمادٌ'' اور مجہول الصدق والکذب سے، جیسے ہمارا قول ''ان کا زیدٌ یکتبُ فھو یتحرکُ یدہ'' اور مقدم کاذب اور تالی صادق سے جیسے ہمارا قول ''ان کان زیدٌ حمارًا کان حیوانًا'' نہ اس کا عکس، یعنی مقدم صادق اور تالی کاذب سے مرکب نہیں ہوتا اس لئے کہ صادق کا کاذب کو مستلزم ہونا محال ہے، ورنہ صادق کا کاذب اور کاذب کا صادق ہونا لازم آئے گا، بہرحال صادق کا کاذب ہونا تو اس لئے کہ لازم کاذب ہے، اور لازم کا کاذب ہونا ملزوم کے کاذب ہونے کو مستلزم ہوتا ہے، اور بہر حال کاذب کا صادق ہونا تو اس لئے کہ اس میں ملزوم صادق ہے اور ملزوم کا صادق ہونا لازم کے صادق ہونے کو مستلزم ہوتا ہے۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے شرطیہ کے صادق اور کاذب ہونے کا معیار بیان کیا ہے، اور ساتھ ساتھ ماتن نے ان بعض متقدمین مناطقہ کی تردید کی ہے جن کا نظریہ یہ تھا کہ شرطیہ کے طرفین اگر صادق ہوں تو وہ قضیہ صادق ہوتا ہے، اور اگر اس کے طرفین کاذب ہوں تو قضیہ کاذب ہوتا ہے، حکم واقع کے مطابق ہو یا نہ ہو، چنانچہ ماتن و شارح نے فرمایا ہے کہ شرطیہ کے صادق اور کاذب ہونے کا معیار یہ ہے کہ اگر اس میں اتصال یا انفصال کا حکم نفس الامر کے مطابق ہو تو وہ قضیہ صادق ہے، اور اگر وہ نفس الامر کے مطابق نہ ہو تو وہ قضیہ کاذب ہے، خواہ اسکے جزئین کاذب ہوں یا صادق اس سے کوئی بحث نہیں، یہ صدق و کذب کا معیار نہیں ہے، اصل تو حکم ہے، اگر اتصال یا انفصال کا حکم واقع کے مطابق ہو تو وہ شرطیہ صادقہ ہے ورنہ کاذبہ، اس کے طرفین جیسے بھی ہوں، شارح فرماتے ہیں کہ جب ہم شرطیہ کے جزئین کو نفس الامر کی طرف منسوب کریں گے تو ہمیں چار قسمیں حاصل ہوتی ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ مقدم و تالی دونوں صادق ہوں گے یا دونوں کاذب ہوں گے، یا مقدم صادق اور تالی کاذب ہوگی، یا اسکے برعکس کہ مقدم کاذب اور تالی صادق ہوگی۔

فالمتصلة الموجبة الصادقة الخ اس عبارت میں شارح نے قضیہ متصلہ لزومیہ موجبہ صادقہ کے مرکب ہونے کی چار صورتیں بیان کی ہیں۔

۱- یہ صادقین سے مرکب ہو، یعنی مقدم اور تالی دونوں صادق ہوں، جیسے ''ان کان زیدٌ انسان فھو حیوانٌ'' اس قضیہ کے دونوں جزء صادق ہیں، کیونکہ زید جب انسان ہوگا تو وہ یقیناً حیوان بھی ہوگا۔

۲- یہ کاذبین سے مرکب ہو، یعنی مقدم اور تالی دونوں ہی کاذب ہوں، جیسے ان کان زید حجرًا فھو جمادٌ، یہ بھی صادق ہے، کیونکہ جب ہم نے نفس الامر میں زید کو پتھر مان لیا تو وہ جماد بھی ہوگا۔

۳- ایسے مقدم اور تالی سے مرکب ہو، جو صدق اور کذب کے اعتبار سے مجہول ہوں، جیسے ان کان زید یکتب فھو یتحرک یدہ، زید نفس الامر میں کاتب اور متحرک الید ہے، یا نہیں؟ اس کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے، تاہم لکھائی اور ہاتھ کی حرکت میں لزوم تو یقینی ہے۔

۴- مقدم کاذب اور تالی صادق سے مرکب ہو، جیسے ان کان زیدٌ حمارًا کان حیوانًا، دیکھئے اس میں زید کا حمار ہونا کاذب ہے، اور حیوان ہونا صادق ہے، اور حیوانیت و حماریت میں لزوم ہے، شارح کہتے ہیں کہ اس چوتھی قسم کا الٹا ہونا محال ہے، یعنی مقدم صادق ہو اور تالی کاذب ہو، کیونکہ اس صورت میں صادق یعنی مقدم کا ذب یعنی تالی کو مستلزم ہونا لازم آرہا ہے، جو کہ ممتنع اور محال ہے اس لئے کہ اگر یہ مان لیا جائے تو صادق کا کاذب ہونا اور کاذب کا صادق ہونا لازم آتا ہے، چنانچہ صادق کا کاذب ہونا اس طرح لازم آتا ہے کہ تالی مقدم کو لازم ہے، اور مقدم ملزوم ہے، اور اس صورت میں مقدم صادق اور تالی کاذب ہے، جو کہ لازم ہے، اور یہ قاعدہ ہے کہ لازم کا کذب ملزوم کے کذب کو مستلزم ہوتا ہے، لہٰذا یہاں بھی تالی کا کذب مقدم کے کذب کو مستلزم ہوگا اور کاذب کا صادق ہونا اس طرح لازم آتا ہے کہ یہاں مقدم صادق ہے، جو کہ ملزوم ہے، اور تالی کاذب ہے جو کہ لازم ہے، اور یہ قاعدہ ہے کہ ملزوم کا صدق لازم کے صدق کو مستلزم ہوتا ہے، لہٰذا اس صورت میں تالی کا بھی صادق ہونا لازم آگیا، جب کہ نفس الامر میں وہ کاذب ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ متصلہ لزومیہ موجبہ کی صرف چار قسمیں ہیں، یہ پانچویں صورت باطل اور ممنوع ہے، کیونکہ اس صورت میں صادق کا کاذب اور کاذب کا صادق ہونا لازم آتا ہے، جو کہ باطل ہے، اور جو باطل کو مستلزم ہو وہ بھی باطل ہوتا ہے، لہٰذا پانچویں صورت بھی باطل ہے۔

لَایُقَالُ اِذَا صَحَّ تَرْکِیْبُ الْمُتَّصِلَةِ مِنْ مُقَدَّمٍ کَاذِبٍ وَتَالٍ صَادِقٍ وَعِنْدَهُمْ اَنَّ کُلَّ مُتَّصِلَةٍ مُوْجِبَةٍ تَنْعَکِسُ مُوْجِبَةً جُزْئِیَّةً فَقَدْ صَحَّ تَرْکِیْبُهَا مِنْ مُقَدَّمٍ صَادِقٍ وَتَالٍ کَاذِبٍ لِاَنَّا نَقُوْلُ ذٰلِکَ فِی الْکُلِّیَّةِ لَافِی الْجُزْئِیَّةِ فَاِنْ قُلْتَ لَمَّا اعْتُبِرَ فِیْ جُزْئَیِ الْمُتَّصِلَةِ الْجَهْلُ بِالصِّدْقِ وَالْکِذْبِ فَزَادَ الْاَقْسَامُ عَلَی الْاَرْبَعَةِ فَنَقُوْلُ تِلْکَ الْاَقْسَامُ عِنْدَ نِسْبَتِهَا اِلٰی نَفْسِ الْاَمْرِ وَهِیَ دَاخِلَةٌ فِیْهَا.

ترجمہ: یہ نہ کہا جائے کہ جب متصلہ کی ترکیب مقدم کاذب اور تالی صادق سے صحیح ہے اوران کے نزدیک (یہ قاعدہ ہے کہ) ہر متصلہ موجبہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے، لہٰذا اس کی ترکیب مقدم صادق اور تالی کاذب سے بھی صحیح ہوگی؟ کیونکہ ہم کہیں گے کہ صحیح نہ ہونے کا دعویٰ قضیہ کلیہ سے متعلق ہے، نہ کہ جزئیہ سے، اگر آپ یہ کہیں کہ جب متصلہ کے دونوں جزؤں میں مجہول الصدق والکذب ہونے کا اعتبار کرلیا گیا تو اقسام چار سے زائد ہوگئیں؟ تو ہم کہیں گے کہ یہ اقسام اس کی نسبت نفس الامر کی طرف کرنے کے لحاظ سے ہے اور یہ (یعنی مذکورہ صورت) انہیں میں داخل ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے دو اعتراض نقل کر کے اس کے جوابات دیئے ہیں، پہلے اعتراض کا تعلق مقدم صادق اور تالی کاذب سے عدم ترکیب کی دلیل سے ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ چوتھی قسم میں مقدم کاذب اور تالی صادق ہوتی ہے، آپ نے کہا کہ وہ موجبہ متصلہ کے صادق ہونے کی صورت ہے، اور اس کے عکس والی صورت جس میں مقدم صادق اور تالی کاذب ہوتی ہے، آپ نے کہا کہ یہ ممتنع اور محال ہے، حالانکہ مناطقہ کے نزدیک قضیہ کو عکس لازم ہوتا ہے، لہٰذا یہاں بھی عکس جاری ہوگا، اور یہ بھی ہے کہ متصلہ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے، اور یہاں چوتھی قسم، وہ موجبہ کلیہ ہے، جس میں متصلہ کی ترکیب مقدم کاذب اور تالی صادق سے ہوتی ہے، تو اس کا عکس ہوگا کہ بعض مقدم صادق اور تالی کاذب ہو، تو جب چوتھی قسم متصلہ لزومیہ موجبہ کے صادق ہونے کی درست ہے تو جو اس کا عکس ہے یعنی جس میں مقدم صادق اور تالی کاذب ہوتی ہے، اس کو بھی درست ہونا چاہئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جو ہم نے کہا کہ متصلہ موجبہ لزومیہ کی ترکیب مقدم صادق اور تالی کاذب سے نہیں ہوسکتی، یہ مطلقاً نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق کلیہ سے ہے، یعنی متصلہ کلیہ کی ترکیب مقدم صادق اور تالی کاذب سے نہیں ہوسکتی، جزئیہ میں یہ بات نہیں ہے کیونکہ متصلہ لزومیہ موجبہ جزئیہ میں ایسا ہوسکتا ہے کہ مقدم صادق اور تالی کاذب سے مرکب ہو، اور اعتراض میں جو ثابت کیا گیا ہے وہ جزئیہ میں ہے، لہٰذا دونوں میں کوئی منافات نہیں ہے، جیسے کلما کان زید حمارًا کان حیوانًا، یہ متصلہ موجبہ کلیہ ہے، اس کا عکس موجبہ جزئیہ قد یکون اذا کان زید حیوانًا کان حمارًا، صادق ہے، لیکن متصلہ کلیہ صادق نہیں ہے کیونکہ زید اصلاً تو حمار نہیں ہے۔

فان قلت الخ اس عبارت میں ایک دوسرا اعتراض ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ معترض کہتا ہے کہ آپ نے متصلہ لزومیہ موجبہ کے صدق کی صرف چار قسمیں بیان کی ہیں، حالانکہ یہاں تو اس سے زائد قسمیں بھی نکل سکتی ہیں، کیونکہ اس میں جو تیسری قسم ہے کہ جس میں متصلہ کے دونوں جزؤں میں صدق وکذب کے لحاظ سے جہالت ہوتی ہے، اس میں کئی احتمالی صورتیں اور بھی نکل سکتی ہیں، مثال کے طور پر ایسا ہو کہ مقدم میں صدق کے اعتبار سے جہالت ہو لیکن کذب کے اعتبار سے نہ ہو، اسی طرح تالی میں، یا مقدم میں کذب کے لحاظ سے جہالت ہو، صدق میں جہالت نہ ہو، اسی طرح تالی میں جب مزید اقسام بھی نکل سکتی ہیں، تو صرف چار کا کیوں ذکر کیا گیا؟

شارح نے فنقول الخ سے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ احتمالی صورتیں کوئی علیحدہ قسم نہیں ہیں، بلکہ انہیں چار میں داخل ہیں، اس لئے کہ وہ

چار قسمیں نفس الامر کے لحاظ سے ہیں، جیسا کہ شارح کے قول "ثم اذا نسبنا جزئیها إلى نفس الامر" سے یہی مفہوم ہوتا ہے۔

وَالْمُوْجِبَةُ الْكَاذِبَةُ تَتَرَكَّبُ عَنِ الْاَقْسَامِ الْاَرْبَعَةِ لِاَنَّ الْحُكْمَ بِاللُّزُوْمِ بَيْنَ الْمُقَدَّمِ وَالتَّالِيْ اِذَا لَمْ يَكُنْ مُطَابِقًا لِلْوَاقِعِ جَازَ اَنْ يَكُوْنَا كَاذِبَيْنِ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَ الْخَلَاءُ مَوْجُوْدًا كَانَ الْعَالَمُ قَدِيْمًا وَاَنْ يَكُوْنَ الْمُقَدَّمُ كَاذِبًا وَالتَّالِيْ صَادِقًا كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَ الْخَلَاءُ مَوْجُوْدًا فَالْاِنْسَانُ نَاطِقٌ وَبِالْعَكْسِ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَ الْاِنْسَانُ نَاطِقًا فَالْخَلَاءُ مَوْجُوْدٌ وَاَنْ يَكُوْنَا صَادِقَيْنِ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَزَيْدٌ اِنْسَانٌ هٰذَا اِذَا كَانَتِ الْمُتَّصِلَةُ لُزُوْمِيَّةً.

ترجمہ: اور موجبہ کاذبہ چار قسموں سے مرکب ہوتا ہے، کیونکہ جب مقدم اور تالی کے درمیان لزوم کا حکم واقع کے مطابق نہ ہو، تو یہ جائز ہے کہ وہ دونوں کاذب ہوں، جیسے ان كان الخلاء موجودًا كان العالم قديمًا اور یہ کہ مقدم کاذب اور تالی صادق ہو، جیسے ان كان الخلاء موجودًا فالانسان ناطقٌ، اور یہ کہ اس کا عکس ہو، جیسے ان كان الانسان ناطقًا فالخلاء موجود، اور یہ کہ دونوں صادق ہوں جیسے ان كانت الشمس طالعة فزيدٌ انسانٌ یہ اس وقت ہے جب متصلہ لزومیہ ہو۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے متصلہ موجبہ لزومیہ کے کاذب ہونے کی صورتیں بیان کی ہیں۔ چنانچہ شارح نے فرمایا ہے کہ متصلہ لزومیہ موجبہ کاذبہ، چار قسموں سے مرکب ہوتا ہے، اس لئے کہ جب مقدم و تالی کے درمیان لزوم کا حکم واقع اور نفس الامر کے مطابق نہ ہو تو وہ کاذبہ ہوگا، اس کی چار صورتیں ہیں۔

۱- مقدم اور تالی دونوں ہی کاذب ہوں، جیسے ان كان الخلاء موجودًا كان العالم قديمًا، اس میں مقدم بھی کاذب ہے کیونکہ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جس میں خلاء ہو، اور نہیں تو کم از کم اس میں ہوا ضرور ہوتی ہے، اور تالی بھی کاذب ہے اس لئے کہ عالم حادث ہے،، قدیم نہیں۔

۲- مقدم کاذب اور تالی صادق ہو، جیسے ان كان الخلاء موجودًا فالانسان ناطقٌ۔

۳- مقدم صادق اور تالی کاذب ہو، جیسے ان كان الانسان ناطقًا فالخلاء موجودٌ۔

۴- مقدم اور تالی دونوں صادق ہوں جیسے ان كانت الشمس طالعة فزيد انسانٌ" یہ بھی لزمیہ کاذبہ ہے، کیونکہ اگر اسے صادق قرار دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زید کی انسانیت طلوع شمس پر موقوف ہے، جبکہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ شارح فرماتے ہیں کہ یہ ساری تفصیل متصلہ لزومیہ موجبہ کے بارے میں ہے۔

وَاَمَّا اِذَا كَانَتْ اِتِّفَاقِيَّةً فَكِذْبُهَا عَنْ صَادِقَيْنِ مُحَالٌ لِاَنَّهٗ اِذَا صَدَقَ الطَّرَفَانِ وَافَقَ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ بِالضَّرُوْرَةِ فِي الصِّدْقِ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَ الْاِنْسَانُ نَاطِقًا فَالْحِمَارُ نَاهِقٌ فَهِيَ تَصْدُقُ عَنْ صَادِقَيْنِ وَتَكْذِبُ عَنِ الْاَقْسَامِ الثَّلٰثَةِ الْبَاقِيَةِ لِاَنَّ طَرَفَيْهَا اِنْ كَانَا كَاذِبَيْنِ اَوْ كَانَ التَّالِيْ كَاذِبًا وَالْمُقَدَّمُ صَادِقًا فَكِذْبُهَا ظَاهِرٌ لِاَنَّ الْكَاذِبَ لَا يُوَافِقُ شَيْئًا وَاِنْ كَانَ الْمُقَدَّمُ كَاذِبًا وَالتَّالِيْ صَادِقًا فَكَذٰلِكَ لِاعْتِبَارِ صِدْقِ الطَّرَفَيْنِ وَاَمَّا اِذَا اكْتَفَيْنَا بِمُجَرَّدِ صِدْقِ التَّالِيْ يَكُوْنُ صِدْقُهَا عَنْ صَادِقَيْنِ وَعَنْ مُقَدَّمٍ كَاذِبٍ

وَ تَالٍ صَادِقٍ وَ كِذْبُهَا عَنِ الْقِسْمَيْنِ الْبَاقِيَيْنِ وَهٰهُنَا بَحْثٌ شَرِيفٌ وَهُوَ اَنَّ الْاِتِّفَاقِيَّةَ لَا يَكْفِيْ فِيْهَا صِدْقُ الطَّرَفَيْنِ اَوْ صِدْقُ صِدْقِ التَّالِيْ بَلْ لَابُدَّ مَعَ ذٰلِكَ مِنْ عَدَمِ الْعَلَاقَةِ فَيَجُوْزُ كِذْبُهَا عَنْ صَادِقَيْنِ اِذَا كَانَ بَيْنَهُمَا عَلَاقَةٌ تَقْتَضِي الْمُلَازَمَةَ بَيْنَهُمَا.

ترجمہ: اور بہر حال جبکہ اتفاقیہ ہو، تو اس کا صادقین سے کاذب ہونا محال ہے، اس لئے کہ جب طرفین صادق ہیں، تو یقیناً ایک دوسرے کے ساتھ صدق میں موافق ہوں گے، جیسے ان کان الانسان ناطقًا فالحمار ناهقٌ، تو اتفاقیہ صادقین سے صادق اور باقی تینوں اقسام سے کاذب ہوتا ہے، اس لئے کہ اس کے طرفین دونوں اگر کاذب ہوں یا تالی کاذب اور مقدم صادق ہو تو اس کا کاذب ہونا تو ظاہر ہے، اس لئے کہ کاذب کسی چیز کے موافق نہیں ہوتا، اور اگر مقدم کاذب اور تالی صادق ہو تب بھی اسی طرح ہے، اس لئے کہ اتفاقیہ میں طرفین کے صدق کا اعتبار ہے، اور اگر ہم اتفاقیہ کی تعریف میں صرف صدق تالی پر اکتفاء کریں تو اس کا صادقین اور مقدم کاذب و تالی صادق سے صادق ہونا لازم آئے گا، اور اس کا کاذب ہونا باقی دو قسموں سے ہوگا۔ اور یہاں ایک عمدہ بحث ہے، اور وہ یہ ہے کہ اتفاقیہ میں طرفین کا صدق یا صدق تالی کافی نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ علاقہ کا نہ پایا جانا بھی ضروری ہے، تو اس کا صادقین سے کاذب ہونا ممکن ہے، جبکہ طرفین کے درمیان کوئی ایسا علاقہ ہو، جو ان دونوں کے درمیان ملازمت کو چاہتا ہو۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے متصلہ اتفاقیہ کے صدق و کذب کی قسمیں بیان کی ہیں، متصلہ اتفاقیہ میں چونکہ مقدم و تالی کے درمیان لزوم کا علاقہ نہیں ہوتا، بلکہ محض نفس الامر میں ان کے تحقق کی وجہ سے اتصال کا حکم ہوتا ہے، اسی اعتبار سے اس کی ترکیب کی بھی چار صورتیں ہیں، جن میں سے تین میں یہ کاذب اور ایک میں صادق ہے۔

۱- متصلہ اتفاقیہ موجبہ کے مقدم و تالی دونوں ہی صادق ہوں، اس صورت میں یہ صادق ہوگا، کاذب نہیں ہوگا، دلیل یہ ہے کہ جب طرفین صادق ہوں تو ان میں سے ہر ایک بھی ضروری طور پر صدق میں دوسرے کے موافق ہوگا، جیسے ان کان الانسان ناطقًا فالحمار ناهق اس کے طرفین دونوں صادق ہیں، صرف اس صورت میں متصلہ اتفاقیہ صادق ہوگا، باقی تین صورتوں میں متصلہ اتفاقیہ کاذب ہوگا۔

۲- جب مقدم اور تالی دونوں کاذب ہوں۔

۳- مقدم صادق ہو اور تالی کاذب ہو، کیونکہ تالی کاذب نہ کسی کاذب کے ساتھ متحقق ہو سکتی ہے اور نہ کسی مقدم کے صادق کے ساتھ۔

۴- مقدم کاذب ہو اور تالی صادق ہو، یہ بھی اتفاقیہ کاذبہ کی صورت ہے، اسلئے کہ تالی صادق مقدم صادق کے ساتھ متحقق ہوگی نہ کہ مقدم کاذب کے ساتھ، دلیل یہ ہے کہ متصلہ اتفاقیہ میں دونوں طرف کے صدق کا اعتبار ہوتا ہے، یہ آخری تینوں صورتیں متصلہ اتفاقیہ کاذبہ کی ہیں۔

مذکورہ بالا صورتیں اتفاقیہ خاصہ کی ہیں، جس میں مقدم اور تالی دونوں میں نفس الامر کے اعتبار سے صدق کا اعتبار کیا گیا ہے، لیکن اگر اتفاقیہ عامہ ہو جس میں صرف تالی کے صدق کا اعتبار ہوتا ہے مقدم کی تقدیر پر، خواہ مقدم کاذب ہو یا صادق، تو اس تعریف کے اعتبار سے متصلہ اتفاقیہ دو صورتوں میں صادق اور دو ہی صورتوں میں کاذب ہوگا، صدق کی دو صورتیں یہ ہیں۔ ۱- مقدم و تالی دونوں صادق ہوں۔ ۲- مقدم کاذب اور تالی صادق ہو۔ اور کذب کی دو صورتیں یہ ہیں۔ ۱- مقدم و تالی دونوں کاذب ہوں۔ ۲- مقدم صادق اور تالی کاذب ہو۔

وههنا بحث شريف الخ اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ یہاں ایک عمدہ بحث ہے وہ یہ ہے کہ خواہ اتفاقیہ خاصہ ہو جس میں کہ اس کے طرفین کے صدق کا اعتبار ہوتا ہے، یا اتفاقیہ عامہ ہو جس میں کہ صرف تالی کا صادق ہونا ضروری ہوتا ہے، اتفاقیہ کے صادق ہونے کے لئے اتنا ہی کافی نہیں، بلکہ ایک قید بھی ضروری ہے وہ یہ کہ ان کے درمیان کوئی علاقہ نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ اگر اتفاقیہ کے دونوں طرف یعنی مقدم اور تالی صادق ہوں اور ساتھ ساتھ ان کے درمیان ایک ایسا علاقہ ہو جو ان کے درمیان ملازمت کا تقاضا کرتا ہو، تو پھر اتفاقیہ کاذبہ ہوگا صادقہ نہ ہوگا اگر چہ اس صورت میں اس کے طرفین صادق ہی ہوں، تو معلوم ہوا کہ اتفاقیہ کے صادق ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے طرفین کے درمیان کوئی علاقۂ لزوم نہ ہو۔

قال وَالْمُنْفَصِلَةُ الْمُوْجَبَةُ الْحَقِيْقِيَّةُ تَصْدُقُ عَنْ صَادِقٍ وَ كَاذِبٍ وَتَكْذِبُ عَنْ صَادِقَيْنِ وَ كَاذِبَيْنِ وَمَانِعَةُ الْجَمْعِ تَصْدُقُ عَنْ كَاذِبَيْنِ وَعَنْ صَادِقٍ وَكَاذِبٍ وَتَكْذِبُ عَنْ صَادِقَيْنِ وَمَانِعَةُ الْخُلُوِّ تَصْدُقُ عَنْ صَادِقَيْنِ وَعَنْ صَادِقٍ وَكَاذِبٍ تَكْذِبُ عَنْ كَاذِبَيْنِ وَ السَّالِبَةُ تَصْدُقُ عَمَّا تَكْذِبُ عَنْهُ الْمُوْجَبَةُ وَ تَكْذِبُ عَمَّا تَصْدُقُ عَنْهُ الْمُوْجَبَةُ **اَقُوْلُ** اَلْاَقْسَامُ فِي الْمُنْفَصِلَاتِ ثَلٰثَةٌ كَمَا سَتَعْرِفُ اَنَّ الْمُقَدَّمَ فِيْهَا لَايَمْتَازُ عَنِ التَّالِيْ بِحَسْبِ الطَّبْعِ فَطَرْفَاهَا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَا صَادِقَيْنِ اَوْ كَاذِبَيْنِ اَوْ يَكُوْنَ اَحَدُهُمَا صَادِقًا وَالْاٰخَرُ كَاذِبًا فَالْمُوْجَبَةُ الْحَقِيْقِيَّةُ تَصْدُقُ عَنْ صَادِقٍ وَ كَاذِبٍ لِاَنَّهَا الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِعَدَمِ اِجْتِمَاعِ جُزْئَيْهَا وَعَدَمِ اِرْتِفَاعِهِمَا فَلَابُدَّ اَنْ يَكُوْنَ اَحَدُهُمَا صَادِقًا وَالْاٰخَرُ كَاذِبًا كَقَوْلِنَا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ هٰذَا الْعَدَدُ زَوْجًا اَوْ لَازَوْجًا وَتَكْذِبُ عَنْ صَادِقَيْنِ لِاِجْتِمَاعِهِمَا حِيْنَئِذٍ فِي الصِّدْقِ كَقَوْلِنَا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ الْاَرْبَعَةُ زَوْجًا اَوْ مُنْقَسِمَةً بِمُتَسَاوِيَيْنِ وَتَكْذِبُ عَنْ كَاذِبَيْنِ اَيْضًا لِارْتِفَاعِهِمَا كَقَوْلِنَا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ الثَّلٰثَةُ زَوْجًا اَوْ مُنْقَسِمَةً بِمُتَسَاوِيَيْنِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: اور منفصلہ موجبہ حقیقیہ صادق اور کاذب سے صادق ہوتا ہے، اور صادقین اور کاذبین سے کاذب ہوتا ہے، اور مانعۃ الجمع کاذبین اور صادق و کاذب سے صادق ہوتا ہے، اور صادقین سے کاذب ہوتا ہے اور مانعۃ الخلو صادقین اور صادق و کاذب سے صادق ہوتا ہے، کاذبین سے کاذب ہوتا ہے، اور سالبہ اس سے صادق ہوتا ہے جس سے موجبہ کاذب ہوتا ہے، اور اس سے کاذب ہوتا ہے، جس سے موجبہ صادق ہوتا ہے، میں کہتا ہوں کہ منفصلات میں اقسام تین ہیں، جیسا کہ عنقریب آپ کو معلوم ہوگا کہ اس میں مقدم تالی سے بحسب الطبع ممتاز نہیں ہوتا، پس اس کے طرفین یا تو صادق ہوں گے یا کاذب، یا ان میں سے ایک صادق ہوگا اور دوسرا کاذب، پس موجبہ حقیقیہ ایک صادق اور کاذب سے صادق ہوگا اس لئے کہ حقیقیہ وہ (قضیہ) ہے جس میں اس کے جزئین کے عدم اجتماع اور ان کے عدم ارتفاع کا حکم لگایا گیا ہو، پس ان میں سے ایک کا صادق ہونا اور دوسرے کا کاذب ہونا ضروری ہے، جیسے ہمارا قول إما ان يكون هذا العدد زوجًا او لا زوجًا، اور صادقین سے کاذب ہوگا، اس وقت ان دونوں کے صدق میں جمع ہونے کی وجہ سے جیسے ہمارا قول إما ان يكون الاربعة زوجًا او منقسمةً بمتساويين، اور کاذبین سے بھی کاذب ہوگا، ان دونوں کے مرتفع ہونے کی وجہ سے، جیسے ہمارا قول إما ان يكون الثلثة زوجًا او منقسمةً بمتساويين۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے منفصلہ کے اقسام ثلاثہ میں سے ہر ایک کے صدق وکذب کی صورتیں بیان کی ہیں، شارح فرماتے ہیں کہ منفصلہ کی تین قسمیں ہیں: ۱-حقیقیہ ۲-مانعۃ الجمع ۳-مانعۃ الخلو، اور یہ بھی معلوم ہے کہ مقدم اور تالی سے طبع یعنی مفہوم کے لحاظ سے ممتاز نہیں ہوتا چنانچہ اس کے طرفین دونوں صادق ہوں گے، یا دونوں کاذب ہوں گے، یا ایک صادق ہوگا اور دوسرا کاذب ہوگا۔

منفصلہ موجبہ حقیقیہ ایک صورت میں صادق اور دو صورتوں میں کاذب ہوگا۔ اگر یہ ایک صادق اور ایک کاذب سے مرکب ہو تو اس وقت منفصلہ حقیقیہ موجبہ صادق ہوگا، کیونکہ حقیقیہ میں دونوں جزء بیک وقت نہ تو جمع ہو سکتے ہیں اور نہ اٹھ سکتے ہیں بلکہ ایک ہی صادق ہوتا ہے دوسرے کا کاذب ہونا ضروری ہے، لہٰذا منفصلہ حقیقیہ موجبہ جب ایک صادق اور ایک کاذب سے مرکب ہو تو یقیناً یہ صادق ہوگا، جیسے إما ان یکون هذا العدد زوجا او لا زوجا، (یہ عدد یا تو زوج ہے یا لازوج یعنی فرد ہے) اس میں ایک ہی صادق ہے یا تو وہ عدد زوج (جفت) ہوگا یا فرد (طاق) ہوگا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک معین عدد زوج اور فرد دونوں ہی نہ ہوں، یا دونوں ہوں، لیکن اگر حقیقیہ کے طرفین صادق ہوں یعنی مقدم اور تالی دونوں جمع ہو جائیں تو اس وقت منفصلہ حقیقیہ موجبہ کاذب ہوگا، جیسے اما ان یکون الاربعة زوجًا او منقسمة بمتساویین، (یہ عدد یا تو چار ہے یا دو میں برابر سرابر تقسیم ہونے والا ہے) یہ کاذب ہے، اس لئے کہ یہ دونوں ایک ساتھ مجتمع ہوتے ہیں، جو عدد چار ہو وہ برابر تقسیم بھی ضرور ہوتا ہے حالانکہ حقیقیہ میں دونوں جزء صادق نہیں ہو سکتے، اس طرح اگر حقیقیہ کے طرفین دونوں ہی مرتفع ہو جائیں تو اس وقت بھی یہ کاذب ہوگا جیسے إما ان یکون الثلثة زوجا او منقسمة بمتساویین (یہ عدد تین یا تو جفت ہے یا برابر منقسم ہونے والا ہے) یہ دونوں قضیے چونکہ مرتفع ہو رہے ہیں، وہ نہ تو جفت ہے اور نہ برابر تقسیم ہوتا ہے اس لئے اس صورت میں بھی حقیقیہ موجبہ کاذب ہوگا۔

وَ مَانِعَةُ الْجَمْعِ تَصْدُقُ عَنْ كَاذِبَيْنِ وَ صَادِقٍ وَ كَاذِبٍ لِاَنَّهَا الَّتِىْ حُكِمَ فِيْهَا بِعَدَمِ اِجْتِمَاعِ طَرَفَيْهَا فِى الصِّدْقِ فَجَازَ اَنْ يَكُوْنَ طَرَفَاهَا مُرْتَفِعَيْنِ فَيَكُوْنُ تَرْكِيْبُهَا عَنْ كَاذِبَيْنِ كَقَوْلِنَا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ زَيْدٌ شَجَرًا اَوْ حَجَرًا وَ جَازَ اَنْ يَكُوْنَ اَحَدُ طَرَفَيْهَا وَاقِعًا وَ الْاٰخَرُ غَيْرُ وَاقِعٍ فَيَكُوْنُ تَرْكِيْبُهَا عَنْ صَادِقٍ وَ كَاذِبٍ كَقَوْلِنَا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ زَيْدٌ اِنْسَانًا اَوْ حَجَرًا اَوْ تَكْذِبُ عَنْ صَادِقَيْنِ لِاجْتِمَاعِ جُزْئَيْهَا حِيْنَئِذٍ كَقَوْلِنَا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ زَيْدٌ اِنْسَانًا اَوْ نَاطِقًا وَ مَانِعَةُ الْخُلُوِّ تَصْدُقُ عَنْ صَادِقَيْنِ وَ عَنْ صَادِقٍ وَ كَاذِبٍ لِاَنَّهَا الَّتِىْ حُكِمَ فِيْهَا بِعَدَمِ اِرْتِفَاعِ جُزْئَيْهَا فَجَازَ اِجْتِمَاعُهُمَا فِى الْوُجُوْدِ فَيَكُوْنُ تَرْكِيْبُهَا عَنْ صَادِقَيْنِ كَقَوْلِنَا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ زَيْدٌ لَا حَجَرًا اَوْ لَا شَجَرًا وَ جَازَ اَنْ يَكُوْنَ اَحَدُهُمَا وَاقِعًا دُوْنَ الْاٰخَرِ فَيَكُوْنُ تَرْكِيْبُهَا عَنْ صَادِقٍ وَ كَاذِبٍ كَقَوْلِنَا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ زَيْدٌ حَجَرًا اَوْ لَا اِنْسَانًا وَتَكْذِبُ عَنْ كَاذِبَيْنِ لِارْتِفَاعِ جُزْئَيْهَا حِيْنَئِذٍ كَقَوْلِنَا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ زَيْدٌ لَا اِنْسَانًا اَوْ لَا نَاطِقًا لِهٰذَا حُكْمُ الْمُوْجِبَاتِ الْمُتَّصِلَةِ وَ الْمُنْفَصِلَةِ.

ترجمہ: اور مانعۃ الجمع کاذبین اور صادق وکاذب سے صادق ہوتا ہے اس لئے کہ مانعۃ الجمع وہ (قضیہ) ہے جس میں اس کے طرفین کے جمع نہ ہونے کا حکم لگایا گیا ہو صدق میں، پس جائز ہے کہ اس کے طرفین مرتفع ہوں، پس اس کی ترکیب کاذبین سے ہوگی، جیسے ہمارا قول إما ان یکون زید شجرًا او حجرًا اور جائز ہے کہ اس کے طرفین میں سے ایک واقع ہو، اور دوسرا واقع نہ ہو، پس اس کی ترکیب صادق وکاذب سے ہوگی، جیسے ہمارا قول إما ان یکون زید

انسانًا او حجرًا اورصادقین سے کاذب ہوتا ہے، اس وقت اس کے جزئین کے جمع ہونے کی وجہ سے، جیسے ہمارا قول إما ان یکون زید انسانًا او ناطقًا اور مانعۃ الخلو صادقین اور صادق وکاذب سے صادق ہوتا ہے، اس لئے کہ مانعۃ الخلو وہ (قضیہ) ہے جس میں اس کے جزئین کے مرتفع نہ ہونے کا حکم لگایا گیا ہو، پس وجود میں ان دونوں کا جمع ہونا جائز ہے پس اس کی ترکیب صادقین سے ہوگی، جیسے ہمارا قول ''إما ان یکون زیدٌ لاحجرًا او لاشجرًا اور جائز ہے کہ ان میں سے ایک واقع ہو نہ کہ دوسرا پس اس کی ترکیب صادق اور کاذب سے ہوگی، جیسے ہمارا قول إمـــا ان یکون زیدٌ لاحجرًا او لا إنسانًا ،اور کاذبین سے کاذب ہوتا ہے، اس وقت اس کے جزئین کے مرتفع ہونے کی وجہ سے جیسے ہمارا قول إما ان یکون زید لا إنسانًا او لاناطقًا، یہ موجبات متصلہ اور منفصلہ کا حکم ہے۔

تشـــریح: اس عبارت میں شارح نے منفصلہ مانعۃ الجمع موجبہ اور منفصلہ مانعۃ الخلو موجبہ کے صدق وکذب کی صورتیں بیان کی ہیں، چنانچہ فرمایا ہے کہ منفصلہ مانعۃ الجمع موجبہ دو صورتوں میں صادق اور ایک صورت میں کاذب ہوتا ہے۔

۱-اس کے طرفین کاذب ہوں یعنی دونوں شئ واحد سے مرتفع ہو جائیں ۔۲-ایک صادق اور ایک کاذب ہو، ان دونوں صورتوں میں یہ صادق ہوتا ہے، دلیل یہ ہے کہ مانعۃ الجمع اس قضیہ منفصلہ کو کہتے ہیں جس میں مقدم اور تالی جمع نہ ہونے کا حکم لگایا گیا ہو، یعنی اس میں مقدم اور تالی دونوں کا اجتماع نہیں ہوسکتا، ہاں دونوں کا ارتفاع ہوسکتا ہے، اسی طرح ان میں سے ایک کا صادق ہونا اور دوسرے کا مرتفع ہونا ضروری ہوتا ہے، لہٰذا جب دونوں جزء کاذب ہوں گے تو دونوں کا ارتفاع ہوجائے گا، یا ایک صادق اور ایک کاذب تو ایک کا ارتفاع ہوگا تو ان دونوں صورتوں میں منفصلہ مانعۃ الجمع صادق ہوگا، دونوں کے کاذب ہونے کی مثال امـــا ان یکون زید شجرًا او حجرًا (زید یا تو درخت ہے یا پتھر ہے) دیکھئے اس مثال میں دونوں جزء کاذب ہیں، کیونکہ زید نہ تو درخت ہے اور نہ پتھر، لہٰذا مانعۃ الجمع صادق ہے، اور ثانی کی مثال إما ان یکون زیدٌ انسانًا او حجرًا (زید یا تو انسان ہے یا پتھر) دیکھئے اس میں ایک جزء یعنی ''زید انسان ہے'' صادق ہے اور دوسرا جزء یعنی ''زید پتھر ہے'' کاذب ہے، لہٰذا یہ بھی صادق ہے۔ اور اگر مانعۃ الجمع موجبہ ایسے دو جزؤں سے مرکب ہو جو دونوں ہی صادق اور جمع ہوں تو اس وقت یہ کاذب ہوگا، اس لئے کہ مانعۃ الجمع موجبہ میں دونوں جزؤں کا اجتماع ممتنع ہے اور جب دونوں جزء صادق ہوں تو اس وقت دونوں کا اجتماع ہوجائے گا، جیسے إما ان یکون زید انسانًا او ناطقًا دیکھئے اس مثال میں دونوں جزء صادق ہیں، اس لئے یہ قضیہ مانعۃ الجمع موجبہ کاذب ہے، کیونکہ مانعۃ الجمع موجبہ میں دونوں جزء کا صدق اور اجتماع ممنوع ہوا کرتا ہے۔

مانعۃ الخلو موجبہ کے صدق وکذب کی صورتیں

مانعۃ الخلو موجبہ دو صورتوں میں صادق اور ایک صورت میں کاذب ہوتا ہے۔

۱- اس کے طرفین یعنی مقدم اور تالی دونوں صادق ہوں یعنی دونوں جمع ہوجائیں۔

۲- ایک صادق اور ایک کاذب ہو، ان دونوں صورتوں میں مانعۃ الخلو موجبہ صادق ہوتا ہے۔ کیونکہ مانعۃ الخلو میں اس بات کا حکم ہوتا ہے کہ دونوں جزء مرتفع نہ ہوں تو ایسا ہوسکتا ہے کہ دونوں صادق ہوں یعنی جمع ہوجائیں، جیسے إمـــا ان یکـــون زیـــد لاحجرًا او لاشجرًا، (زید یا لاشجر ہے یا لاحجر) دیکھئے اس مثال میں دونوں جزء مرتفع نہیں ہیں بلکہ جمع ہیں، کیونکہ زید

لاشجر بھی ہے اور لاحجر بھی، اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ایک صادق اور ایک کاذب ہو جیسے إما ان یکون زید لاحجرًا او لاانسانًا، (زید یا لاحجر ہے یا لاانسان) دیکھئے اس مثال میں ایک یعنی لاحجر صادق ہے کیونکہ زید پتھر نہیں ہے بلکہ انسان ہے، اور ایک یعنی لاانسان کاذب ہے، اس لئے کہ زید انسان ہے، لہٰذا یہ مانعۃ الخلو موجبہ بھی صادق ہے۔

اور اگر مانعۃ الخلو موجبہ کے طرفین دونوں ہی کاذب ہوں یعنی دونوں ہی نہ ہوں تو اس صورت میں یہ کاذب ہوگا، اس لئے کہ مانعۃ الخلو موجبہ میں دونوں اجزاء کا نہ ہونا درست نہیں، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے، جیسے إما ان یکون زید لا انسانا او لاناطقا، (زید یا لاانسان ہے یا لاناطق ہے) دیکھئے اس مثال میں دونوں مرتفع ہیں، اس لئے کہ زید لاانسان بھی نہیں ہے، اور لاناطق بھی نہیں ہے، بلکہ وہ انسان اور ناطق دونوں ہے، لہٰذا یہ مانعۃ الخلو موجبہ کاذب ہے، شارح کہتے ہیں کہ اب تک تو موجبات کا بیان تھا خواہ وہ متصلہ ہوں یا منفصلہ، (اب آگے سوالب کو بیان کیا جائے گا)

وَاَمَّا سَوَالِبُهَا فَهِيَ تَصْدُقُ عَنِ الْاَقْسَامِ الَّتِيْ تَكْذِبُ عَنْهَا الْمُوْجِبَاتُ ضَرُوْرَةَ اَنَّ كِذْبَ الْاِيْجَابِ يَقْتَضِيْ صِدْقَ السَّلْبِ وَ تَكْذِبُ عَنِ الْاَقْسَامِ الَّتِيْ تَصْدُقُ عَنْهَا الْمُوْجِبَاتُ لِاَنَّ صِدْقَ الْاِيْجَابِ يَقْتَضِيْ كِذْبَ السَّلْبِ لَامَحَالَةَ۔

ترجمہ: اور بہرحال ان کے سوالب تو وہ ان اقسام سے صادق ہوتے ہیں جن سے موجبات کاذب ہوتے ہیں، اس بات کے بدیہی ہونے کی وجہ سے کہ ایجاب کا کذب سلب کے صدق کا تقاضا کرتا ہے، اور ان اقسام سے کاذب ہوتے ہیں جن سے موجبات صادق ہوتے ہیں، اس لئے کہ ایجاب کا صدق لامحالہ سلب کے کذب کا تقاضا کرتا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے متصلات ومنفصلات سالبہ کے صدق وکذب کی صورتیں بیان کی ہیں، سوالب خواہ متصلہ ہوں یا منفصلہ ان تمام صورتوں میں صادق ہوتے ہیں جن صورتوں میں موجبات کاذب ہوتے ہیں، اور جن صورتوں میں موجبات صادق ہوتے ہیں، ان میں سوالب کاذب ہوتے ہیں، دلیل یہ ہے کہ موجبہ کا کذب سالبہ کے صادق ہونے کا تقاضا کرتا ہے، اور موجبہ کا صدق سالبہ کے کاذب ہونے کے تقاضا کرتا ہے، مثلاً حقیقیہ موجبہ ایک صورت میں صادق اور دوصورتوں میں کاذب ہوتا ہے، لہٰذا سالبہ حقیقیہ ایک صورت میں کاذب اور دوصورتوں میں صادق ہوگا، اور مانعۃ الجمع موجبہ دوصورتوں میں صادق اور ایک صورت میں کاذب ہوتا ہے، لہٰذا ''سالبہ مانعۃ الجمع'' دوصورتوں میں کاذب اور ایک صورت میں صادق ہوگا، اور مانعۃ الخلو موجبہ دوصورتوں میں صادق اور ایک صورت میں کاذب ہوتا ہے، لہٰذا سالبہ مانعۃ الخلو دوصورتوں میں کاذب اور ایک صورت میں صادق ہوگا۔

قال وَكُلِّيَّةُ الشَّرْطِيَّةِ اَنْ يَكُوْنَ التَّالِيْ لَازِمًا اَوْ مُعَانِدًا لِلْمُقَدَّمِ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَوْضَاعِ الَّتِيْ يُمْكِنُ حُصُوْلُهُ مَعَهَا وَهِيَ الْاَوْضَاعُ الَّتِيْ تَحْصُلُ لَهٗ بِسَبَبِ اقْتِرَانِ الْاُمُوْرِ الَّتِيْ يُمْكِنُ اجْتِمَاعُهَا مَعَهٗ وَالْجُزْئِيَّةُ اَنْ يَكُوْنَ كَذٰلِكَ عَلٰى بَعْضِ هٰذِهِ الْاَوْضَاعِ وَالْمَخْصُوْصَةُ اَنْ يَكُوْنَ كَذٰلِكَ عَلٰى وَضْعٍ مُعَيَّنٍ وَ سُوْرُ الْمُوْجِبَةِ الْكُلِّيَّةِ فِي الْمُتَّصِلَةِ كُلَّمَا وَ مَهْمَا وَ مَتٰى وَفِي الْمُنْفَصِلَةِ دَائِمًا وَ سُوْرُ السَّالِبَةِ الْكُلِّيَّةِ فِيْهِمَا لَيْسَ الْبَتَّةَ وَسُوْرُ الْمُوْجِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ فِيْهِمَا قَدْ يَكُوْنُ وَ سُوْرُ السَّالِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ فِيْهِمَا قَدْ لَايَكُوْنُ وَبِاِدْخَالِ حَرْفِ السَّلْبِ عَلٰى سُوْرِ الْاِيْجَابِ الْكُلِّيِّ وَ الْمُهْمَلَةُ بِاِطْلَاقِ لَفْظِ لَوْ وَ

اِنْ وَ اِذَا فِی الْمُتَّصِلَةِ وَاِمَّا وَ اَوْفِی الْمُنْفَصِلَةِ **اَقُوْلُ** كَمَا اَنَّ الْقَضِيَّةَ الْحَمْلِيَّةَ تَنْقَسِمُ اِلٰى مَحْصُوْرَةٍ وَ مُهْمَلَةٍ وَ مَخْصُوْصَةٍ كَذٰلِكَ الشَّرْطِيَّةُ مُنْقَسِمَةٌ اِلَيْهَا وَ كَمَا اَنَّ كُلِّيَّةَ الْحَمْلِيَّةِ لَيْسَتْ بِحَسْبِ كُلِّيَّةِ الْمَوْضُوْعِ وَالْمَحْمُوْلِ بَلْ بِاعْتِبَارِ كُلِّيَّةِ الْحُكْمِ كَذٰلِكَ كُلِّيَّةُ الشَّرْطِيَّةِ لَيْسَتْ لِاَجْلِ اَنَّ مُقَدَّمَهَا وَ تَالِيَهَا كُلِّيَّتَانِ فَاِنَّ قَوْلَنَا كُلَّمَا كَانَ زَيْدٌ يَكْتُبُ فَهُوَ يَتَحَرَّكُ يَدُهٗ كُلِّيَّةٌ مَعَ اَنَّ مُقَدَّمَهَا وَ تَالِيَهَا شَخْصِيَّتَانِ بَلْ بِحَسْبِ كُلِّيَّةِ الْحُكْمِ بِالْاِتِّصَالِ وَالْاِنْفِصَالِ فَالشَّرْطِيَّةُ اِنَّمَا تَكُوْنُ كُلِّيَّةً اِذَا كَانَ التَّالِيْ لَازِمًا لِلْمُقَدَّمِ اَیْ فِی الْمُتَّصِلَةِ اللُّزُوْمِيَّةِ اَوْ مُعَانِدًا لَهٗ فِی الْمُنْفَصِلَةِ الْعِنَادِيَّةِ فِیْ جَمِيْعِ الْاَزْمَانِ وَعَلٰى جَمِيْعِ الْاَوْضَاعِ الْمُمْكِنَةِ الْاِجْتِمَاعِ مَعَ الْمُقَدَّمِ وَهِیَ الْاَوْضَاعُ الَّتِیْ تَحْصُلُ لِلْمُقَدَّمِ بِسَبَبِ اِقْتِرَانِهٖ بِالْاُمُوْرِ الْمُمْكِنَةِ الْاِجْتِمَاعِ مَعَهٗ فَاِذَا قُلْنَا كُلَّمَا كَانَ زَيْدٌ اِنْسَانًا كَانَ حَيَوَانًا اَرَدْنَا بِهٖ اَنَّ لُزُوْمَ الْحَيَوَانِيَّةِ لِلْاِنْسَانِيَّةِ ثَابِتٌ فِیْ جَمِيْعِ الْاَزْمَانِ وَ لَسْنَا نَقْتَصِرُ عَلٰى ذٰلِكَ الْقَدْرِ بَلْ نُرِيْدُ مَعَ ذٰلِكَ اَنَّ اللُّزُوْمَ مُتَحَقِّقٌ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَحْوَالِ الَّتِیْ اَمْكَنَ اِجْتِمَاعُهَا مَعَ وَضْعِ اِنْسَانِيَّةِ زَيْدٍ مِثْلَ كَوْنِهٖ قَائِمًا اَوْ قَاعِدًا اَوْ كَوْنِ الشَّمْسِ طَالِعَةً اَوْ كَوْنِ الْحِمَارِ نَاهِقًا اِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا لَايَتَنَاهٰى.

ترجمہ: ماتن نے کہا: اور شرطیہ کا کلیہ ہونا یہ ہے کہ تالی مقدم کے لئے لازم یا اس کے منافی ہوان تمام احوال میں جن کے ساتھ اس کا حصول ممکن ہو، اور وہ وہ احوال ہیں جو مقدم کو حاصل ہوں اس کے ان امور کے ساتھ اقتران کی وجہ سے جن کا اجتماع مقدم کے ساتھ ممکن ہو، اور جزئیہ ہونا یہ ہے کہ حکم اسی طرح بعض احوال پر ہو، اور مخصوصہ یہ ہے کہ حکم اسی طرح معین حالت پر ہو، اور موجبہ کلیہ کا سور متصلہ میں (لفظ) کلما، مهما اور متی، ہے، اور منفصلہ میں دائماً ہے، اور سالبہ کلیہ کا سوران دونوں میں "لیس البتة" ہے، اور موجبہ جزئیہ کا سوران دونوں میں "قد یکون" ہے اور سالبہ جزئیہ کا سوران دونوں میں "قد لایکون" ہے اور ایجاب کلی کے سور پر حرف سلب داخل کرنے سے ہے، اور مہملہ کا سور لفظ لو، ان، اور اذا، کو مطلق رکھنا ہے متصلہ میں اور امّا اور اوکو منفصلہ میں۔

میں کہتا ہوں کہ جس طرح قضیہ حملیہ منقسم ہوتا ہے محصورہ مہملہ اور مخصوصہ کی طرف اسی طرح شرطیہ ان کی طرف منقسم ہوتا ہے، اور جس طرح حملیہ کا کلیہ ہونا موضوع اور محمول کے کلی ہونے کے اعتبار سے نہیں ہوتا ہے، بلکہ حکم کے کلی ہونے کے اعتبار سے ہوتا ہے، اسی طرح شرطیہ کا کلیہ ہونا اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس کے مقدم اور تالی کلی ہیں، اس لئے کہ ہمارا قول کلما کان زید یکتب فھو یحرک یدہ ،کلیہ ہے، باوجود یکہ اس کے مقدم اور تالی شخصیہ ہیں، بلکہ اتصال وانفصال کے حکم کے کلی ہونے کے اعتبار سے ہے، پس شرطیہ کلیہ اس وقت ہوگا جب تالی مقدم کے لئے لازم ہو، یعنی متصلہ لزومیہ میں، یا مقدم کے معاند ومنافی ہو منفصلہ عنادیہ میں تمام زمانوں میں اور تمام ان احوال میں جو مقدم کے ساتھ ممکن الاجتماع ہیں، اور وہ وہ احوال ہیں جو مقدم کو اس کے ان امور کے اقتران کے سبب سے حاصل ہوں، جو امور اس کے ساتھ ممکن الاجتماع ہوں، پس جب ہم کہیں کلما کان زید انسانا کان حیوانا، تو ہم اس سے یہ مراد لیتے ہیں کہ انسانیت کے لئے حیوانیت کا لزوم تمام زمانوں میں ثابت ہے، اور ہم صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ارادہ کرتے

ہیں کہ لزوم ان تمام احوال کے اعتبار سے محقق ہے جن کا اجتماع زید کی انسانیت کی وضع کے ساتھ ممکن ہے، جیسے اس کا قائم ہونا یا قاعد ہونا، سورج کا طالع ہونا یا گدھے کا ناہق ہونا اس کے علاوہ جو غیر متناہی ہیں۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے شرطیہ کے کلیہ اور جزئیہ ہونے کا معیار بیان کیا ہے، شارح فرماتے ہیں کہ جس طرح قضیہ حملیہ مخصوصہ، محصورہ اور مہملہ کی طرف منقسم ہوتا ہے، اسی طرح شرطیہ بھی ان اقسام کی طرف منقسم ہوتا ہے، اور جس طرح قضیہ حملیہ کا کلیہ ہونا موضوع اور محمول کے کلی ہونے کے اعتبار سے نہیں ہوتا، بلکہ حکم کے کلی ہونے کے اعتبار سے ہوتا ہے، اسی طرح شرطیہ کے کلیہ اور جزئیہ ہونے کا دارومدار حکم کے کلی اور جزئی ہونے پر ہے، شرطیہ کے کلیہ ہونے کا دارومدار شرطیہ کے مقدم اور تالی کے کلیہ ہونے پر نہیں ہے، بلکہ یہاں بھی حکم کے کلی ہونے پر دارومدار ہے، چنانچہ اگر اتصال یا انفصال کا حکم کلی ہو تو شرطیہ کلیہ ہوگا اور اگر حکم اتصال یا انفصال جزئی ہو تو شرطیہ جزئیہ ہوگا، جیسے کلما کان زید یکتب فھو یحرک یدہ (جب تک زید لکھتا رہے گا تو وہ اپنے ہاتھ کو حرکت دیتا رہے گا) دیکھئے یہ قضیہ شرطیہ کلیہ ہے حالانکہ اس کے مقدم اور تالی شخصیہ ہیں، لیکن چونکہ اس میں اتصال کا حکم ایک کلی حکم ہے کہ جب بھی زید وصف کتابت کے ساتھ متصف ہوگا تو وہ متحرک الید بھی ہوگا، لہٰذا یہ قضیہ شرطیہ کلیہ ہے۔

شارح کہتے ہیں کہ متصلہ لزومیہ کی صورت میں شرطیہ اس وقت کلیہ ہوگا جب اس میں تالی مقدم کو تمام زمانوں اور تمام ان احوال میں جن کا جمع ہونا مقدم کے ساتھ ممکن ہو لازم ہو، اور منفصلہ عنادیہ کی صورت میں شرطیہ اس وقت کلیہ ہوگا جب اس میں تالی مقدم کے معاند اور منافی ہو، تمام زمانوں میں اور تمام ان احوال میں جن کا جمع ہونا مقدم کے ساتھ ممکن ہو۔

اوضاع: اس سے مراد وہ امور ہیں جن کا مقدم کے ساتھ اجتماع ممکن ہو، ان کی طرف مقدم کی نسبت کرنے سے جو احوال مقدم کو حاصل ہوں، مثلاً جب یوں کہا جائے کہ زید انسان ہے تو حیوان بھی ہوگا، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زید کی انسانیت کے لئے حیوانیت کا لزوم تمام اوقات و ازمان میں ثابت ہے، اسی طرح یہ لزوم ان تمام احوال میں بھی محقق ہے جن کا جمع ہونا مقدم کے ساتھ ممکن ہے، مثلاً زید کا کھڑا ہونا، بیٹھنا، طلوع شمس، چلنا، پھرنا، ان تمام احوال وعوارض کی صورت میں انسانیت کے لئے حیوانیت کا ثبوت لازمی طور پر ثابت ہے، ان تمام احوال کو زید کی انسانیت کے "اوضاع" کہا جائے گا۔

وَ اِنَّمَا اعْتُبِرَ فِی الْاَوْضَاعِ اَنْ تَکُوْنَ مُمْکِنَۃَ الْاِجْتِمَاعِ لِاَنَّہٗ لَوْ اعْتُبِرَ جَمِیْعُ الْاَوْضَاعِ مُطْلَقًا سَوَاءٌ کَانَتْ مُمْکِنَۃَ الْاِجْتِمَاعِ اَوْ لَا تَکُوْنُ لَمْ تَصْدُقْ شَرْطِیَّۃٌ کُلِّیَّۃٌ اَمَّا فِی الْاِتِّصَالِ فَلِاَنَّ مِنَ الْاَوْضَاعِ مَا لَا یَلْزَمُ مَعَہُ التَّالِیْ لِلْمُقَدَّمِ کَعَدَمِ التَّالِیْ اَوْ عَدَمِ لُزُوْمِ التَّالِیْ فَاِنَّ الْمُقَدَّمَ اِذَا فُرِضَ عَلٰی شَیْءٍ مِنْ ھٰذَیْنِ الْوَضْعَیْنِ اِسْتَلْزَمَ عَدَمَ التَّالِیْ اَوْ عَدَمَ لُزُوْمِ التَّالِیْ فَلَا یَکُوْنُ التَّالِیْ لَازِمًا لَہٗ عَلٰی ھٰذَا الْوَضْعِ وَ اِلَّا لَکَانَ الْمُقَدَّمُ عَلٰی ھٰذَا الْوَضْعِ مُسْتَلْزِمًا لِلنَّقِیْضَیْنِ وَ اِنَّہٗ مُحَالٌ فَعَلٰی بَعْضِ الْاَوْضَاعِ لَا یَکُوْنُ التَّالِیْ لَازِمًا لِلْمُقَدَّمِ فَلَا یَصْدُقُ التَّالِیْ لَازِمٌ لِلْمُقَدَّمِ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَوْضَاعِ وَ ھُوَ مَفْھُوْمُ الْکُلِّیَّۃِ عَلٰی ذٰلِکَ التَّقْدِیْرِ وَ اَمَّا فِی الْاِنْفِصَالِ فَلِاَنَّ مِنَ الْاَوْضَاعِ مَا لَا یُعَانِدُ التَّالِیْ لِلْمُقَدَّمِ مَعَہٗ کَصِدْقِ الطَّرَفَیْنِ فَاِنَّ التَّالِیْ عَلٰی ھٰذَا الْوَضْعِ لَازِمٌ لِلْمُقَدَّمِ فَیَکُوْنُ نَقِیْضُ التَّالِیْ مُعَانِدًا لِلْمُقَدَّمِ فَلَوْ کَانَ الْمُقَدَّمُ مُعَانِدًا لِلتَّالِیْ عَلٰی ھٰذَا الْوَضْعِ لَزِمَ مُعَانَدَۃُ الشَّیْءِ لِلنَّقِیْضَیْنِ وَ اِنَّہٗ مُحَالٌ فَعَلٰی بَعْضِ الْاَوْضَاعِ لَا یُعَانِدُ التَّالِیْ لِلْمُقَدَّمِ فَلَا یَصْدُقُ اَنَّ التَّالِیْ مُعَانِدٌ لِلْمُقَدَّمِ عَلٰی سَائِرِ الْاَوْضَاعِ الْمُعْتَبَرَۃِ۔

ترجمہ: اور بلاشبہ ماتن نے اوضاع میں ممکنۃ الاجتماع ہونے کا اعتبار کیا ہے، اس لئے کہ اگر تمام اوضاع کا مطلقاً اعتبار کیا جائے خواہ ان کا اجتماع ممکن ہو یا نہ ہو تو کوئی شرطیہ کلیہ صادق نہ ہوگا، بہر حال اتصال کی صورت میں تو اس لئے کہ بعض اوضاع ایسی بھی ہوتی ہیں جن کے ساتھ تالی مقدم کے لئے لازم نہیں ہوگی، جیسے عدم تالی یا عدم لزوم تالی اس لئے کہ مقدم کو جب ان دونوں وضعوں میں کسی ایک وضع پر فرض کیا جائے تو وہ عدم تالی یا عدم لزوم تالی کو مستلزم ہوگا، پس تالی مقدم کے لئے اس وضع پر لازم نہیں ہوسکتی، ورنہ مقدم اس وضع پر نقیضین کو مستلزم ہوگا، اور یہ محال ہے اس لئے بعض اوضاع پر تالی مقدم کے لئے لازم نہ ہوگی، لہٰذا یہ صادق نہ ہوگا کہ تالی مقدم کے لئے تمام اوضاع پر لازم ہے، اور یہی کلیہ کا مفہوم ہے اس تقدیر پر اور بہر حال انفصال میں تو اس لئے کہ بعض اوضاع ایسی بھی ہوں گی جن کے ساتھ تالی مقدم کے معاند و منافی نہ ہوگی، جیسے طرفین کا صدق اس لئے کہ تالی اس وضع پر مقدم کے لئے لازم ہے تو تالی کی نقیض مقدم کے منافی ہوگی، پس اگر اس وضع پر مقدم تالی کے منافی ہو تو شئ کا نقیضین کے منافی ہونا لازم آئے گا، اور یہ محال ہے، پس بعض اوضاع پر تالی مقدم منافی نہیں ہوگی، تو یہ صادق نہ ہوگا کہ تالی مقدم کے تمام اوضاع معتبرہ پر منافی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے "اوضاع" کے ساتھ امکان کی قید کا فائدہ بیان کیا ہے، چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ ماتن نے اوضاع کے ساتھ امکان کی قید لگا کر یہ بتلایا کہ اوضاع میں وہ اوضاع معتبر ہیں جن کا اجتماع مقدم کے ساتھ ممکن ہو، کیونکہ اگر اوضاع کے ساتھ یہ قید ملحوظ نہ ہو بلکہ علی الاطلاق تمام اوضاع مراد ہوں، خواہ وہ ممکن الاجتماع ہوں یا نہ ہوں، تو پھر کوئی شرطیہ کلیہ صادق نہ ہوگا، نہ متصلہ اور نہ منفصلہ، متصلہ تو اس لئے صادق نہ ہوگا کہ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ تالی مقدم کے تمام اوضاع پر لازم ہے، لیکن یہ نہیں ہوسکتا اس لئے کہ بعض اوضاع مفروضہ ایسی بھی ہوسکتی ہیں جن میں تالی مقدم کو لازم نہ ہو، تو جب بعض اوضاع میں تالی مقدم کو لازم نہ ہوگی، تو متصلہ لزومیہ کلیہ صادق نہ ہوگا، جیسے مقدم کی اوضاع مفروضہ میں سے "عدم تالی" اور "عدم لزوم تالی" یہ دو وضعیں ہیں۔ جب ان دونوں وضعوں میں سے کسی ایک پر مقدم کو فرض کیا جائے تو مقدم ان میں عدم تالی یا عدم لزوم تالی کو مستلزم ہوگا اور اس خاص تقدیر پر تالی مقدم کو لازم نہ ہوگی، کیونکہ اگر اس خاص وضع یعنی عدم تالی یا عدم لزوم تالی کی صورت میں مقدم کے لئے تالی کو بھی ثابت کیا جائے تو اس سے یہ خرابی لازم آئے گی کہ مقدم اس خاص وضع پر نقیضین کو مستلزم ہوگا، پہلی وضع یعنی عدم تالی کی صورت میں اس طرح کہ مقدم عدم تالی کو مستلزم ہے، اب اگر وہ لزوم تالی کو بھی مستلزم ہو، تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ مقدم اس خاص تقدیر پر نقیضین یعنی عدم تالی اور لزوم تالی دونوں کو مستلزم ہو، یہ محال ہے، اور وضع ثانی یعنی عدم لزوم تالی کی صورت میں اس طرح کہ اگر لزوم تالی کو بھی مستلزم ہو جائے تو اس وقت یہ لازم آئے گا کہ مقدم اس خاص وضع پر نقیضین یعنی عدم لزوم تالی اور لزوم تالی کا ملزوم ہے، اور یہ محال ہے اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ تالی بعض اوضاع پر مقدم کو لازم نہیں ہوتی، لہٰذا یہ ثابت نہ ہوسکا کہ متصلہ لزومیہ میں تالی مقدم کے تمام اوضاع پر لازم ہے، تو ماتن نے اوضاع کے ساتھ امکان کی قید لگا کر اس قسم کی فرضی اوضاع کو خارج کر دیا۔

اسی طرح اگر اوضاع کو مطلق رکھا جائے تو پھر کوئی منفصلہ بھی صادق نہ ہوگا، اس لئے کہ منفصلہ کی صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تالی مقدم کے معاند ہو تمام اوضاع پر، لیکن یہ نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ بعض فرضی اوضاع ایسی ممکن ہیں کہ جن میں تالی مقدم کے معاند ہو، تو جب بعض اوضاع پر تالی مقدم کے معاند نہیں ہوگی تو منفصلہ کلیہ بھی صادق نہیں ہوگا، جیسے اگر طرفین کے

صدق کی وضع فرض کرلی جائے تو اس تقدیر پر تالی مقدم کے لئے لازم ہوگی معاند نہیں ہوگی، اور تالی کی نقیض مقدم کے معاند ہوگی، تو اب اگر اس خاص وضع پر مقدم بھی تالی کے معاند ہو جائے، تو اس سے لازم آئیگا کہ شئ یعنی مقدم نقیضین یعنی لزوم تالی (جو کہ فرضی صورت ہے) اور نقیض تالی کے معاند ومنافی ہو اور یہ محال ہے، تو معلوم ہوا کہ بعض اوضاع ایسی ہوسکتی ہیں کہ جن میں تالی مقدم کے معاند نہیں ہوتی، لہٰذا یہ ثابت نہ ہوسکا کہ ''منفصلہ میں تالی مقدم کے معاند ہوتی ہے، تمام اوضاع پر'' چنانچہ ماتن نے اوضاع کے ساتھ امکان کی قید لگادی تا کہ اس قسم کی فرضی صورتیں شرطیہ کلیہ میں شامل ہی نہ ہوسکیں، نہ متصلہ میں اور نہ منفصلہ میں، اس سے امکان کی قید کا فائدہ بھی ثابت ہوگیا۔

وَ اِنَّمَا خُصَّ هٰذَا التَّفْسِيْرُ بِالْمُتَّصِلَةِ اللُّزُوْمِيَّةِ وَ الْمُنْفَصِلَةِ الْعِنَادِيَّةِ لِاَنَّ الْاَوْضَاعَ الْمُعْتَبَرَةَ فِي الْاِتِّفَاقِيَّةِ لَيْسَتْ هِيَ الْاَوْضَاعُ الْمُمْكِنَةُ الْاِجْتِمَاعُ مُطْلَقًا بَلِ الْاَوْضَاعُ الْكَائِنَةُ بِحَسْبِ نَفْسِ الْاَمْرِ لِاَنَّهٗ لَوْ لَا ذٰلِكَ لَمْ تَصْدُقِ الْاِتِّفَاقِيَّةُ الْكُلِّيَّةُ اِذْ لَيْسَ بَيْنَ طَرَفَيْهَا عَلَاقَةٌ تُوْجِبُ صِدْقَ التَّالِيْ عَلٰى تَقْدِيْرِ صِدْقِ الْمُقَدَّمِ فَيُمْكِنُ اِجْتِمَاعُ عَدَمِ التَّالِيْ مَعَ الْمُقَدَّمِ وَ اِلَّا لَكَانَ بَيْنَهُمَا مُلَازَمَةٌ وَ التَّالِيْ لَيْسَ مُتَحَقِّقًا عَلٰى تَقْدِيْرِ صِدْقِ الْمُقَدَّمِ عَلٰى هٰذَا الْوَضْعِ فَعَلٰى بَعْضِ الْاَوْضَاعِ الْمُمْكِنَةِ الْاِجْتِمَاعِ مَعَ وَضْعِ الْمُقَدَّمِ لَا يَكُوْنُ التَّالِيْ صَادِقًا عَلٰى تَقْدِيْرِ صِدْقِ الْمُقَدَّمِ فَلَا يَكُوْنُ التَّالِيْ صَادِقًا عَلٰى تَقْدِيْرِ صِدْقِ الْمُقَدَّمِ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَوْضَاعِ الْمُمْكِنَةِ الْاِجْتِمَاعِ مَعَ الْمُقَدَّمِ فَلَا يَصْدُقُ الْكُلِّيَّةُ الْاِتِّفَاقِيَّةُ.

ترجمہ: اور اس تفسیر کو صرف متصلہ لزومیہ اور منفصلہ عنادیہ کے ساتھ خاص کیا، اس لئے کہ جو اوضاع اتفاقیہ میں معتبر ہیں وہ مطلق اوضاع ممکنۃ الاجتماع نہیں ہیں، بلکہ وہ اوضاع ہیں جو نفس الامر کے اعتبار سے ہوں، اس لئے کہ اگر ایسا نہ ہو تو اتفاقیہ کلیہ صادق نہ ہوگا، کیونکہ اس کی طرفین کے درمیان کوئی ایسا علاقہ نہیں ہوتا جو مقدم کے صدق کی تقدیر پر تالی کے صدق کو واجب کرے، لہٰذا مقدم کے ساتھ عدم تالی کا اجتماع ممکن ہوگا، ورنہ تو طرفین کے درمیان ملازمت ہو جائے گی، حالانکہ اس وضع پر تالی مقدم کے صدق کی تقدیر پر متحقق نہیں ہے، پس بعض ان اوضاع پر جن کا مقدم کی وضع کے ساتھ اجتماع ممکن ہے، تالی مقدم کے صدق کی تقدیر پر صادق نہ ہوگی، گویا تالی مقدم کے صدق کی تقدیر پر ان تمام اوضاع پر صادق نہ ہوگی، جن کا اجتماع مقدم کے ساتھ ممکن ہے، اس لئے کلیہ اتفاقیہ صادق نہ ہوگا۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے یہ بتلایا ہے کہ یہ ساری گفتگو متصلہ لزومیہ اور منفصلہ عنادیہ کے بارے میں تھی، لیکن شرطیہ اتفاقیہ کے کلی ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اوضاع جن کا اجتماع مقدم کے ساتھ ممکن ہے، وہ نفس الامر کے اعتبار سے ہوں، صرف ان اوضاع کا ممکنۃ الاجتماع ہونا کافی نہیں ہے، کیونکہ اگر ایسا نہ ہو، بلکہ اس میں تمام اوضاع ممکنۃ الاجتماع علی الاطلاق معتبر ہوں خواہ وہ نفس الامر کے مطابق ہوں یا نہ ہوں، تو پھر اتفاقیہ کلیہ صادق نہ ہوگا، اس لئے کہ اتفاقیہ میں تالی کا صدق مقدم کے صدق کی تقدیر پر ہوتا ہے، بغیر کسی ایسے علاقہ کے جو اس صدق کو واجب کرے، تو جب اتفاقیہ کی طرفین میں کوئی ایسا علاقہ نہیں ہوتا جو مقدم کے صدق کی تقدیر پر تالی کے صدق کو واجب کرے، تو پھر اس میں امکان ضرور ہے کہ مقدم کے ساتھ عدم تالی کا اجتماع ہو جائے، کیونکہ اگر یہ اجتماع ممکن نہ ہو تو پھر مقدم اور تالی کے درمیان علاقۂ ملازمت ہوگی، اور مقدم کے صدق کی تقدیر پر اس خاص وضع پر تالی صادق نہ ہوگی، حالانکہ اتفاقیہ میں تالی کا

صدق مقدم کے صدق کی تقدیر پر ہوتا ہے، تو بعض ان اوضاع پر جن کا اجتماع مقدم کے ساتھ ممکن ہیں، ان میں تالی مقدم کے صدق کی تقدیر پر صادق نہیں ہے، گویا تالی مقدم کے صدق کی تقدیر پر ان تمام اوضاع پر جن کا اجتماع مقدم کے ساتھ ممکن ہیں صادق نہ ہوئی، لہٰذا اتفاقیہ کلیہ بھی اسی خاص وضع پر صادق نہ ہوگا، لیکن شارح نے بتلا دیا کہ ان اوضاع کے ممکنۃ الاجتماع ہونے کے ساتھ ساتھ ان کا نفس الامر کے لحاظ سے بھی ہونا اتفاقیہ کے کلی ہونے کے لئے ضروری ہے، تاکہ اس قسم کی فرضی صورتیں نکل جائیں۔

وَ اِذَا عَرَفْتَ مَفْهُوْمَ الْكُلِّيَّةِ فَكَذٰلِكَ جُزْئِيَّةُ الْمُتَّصِلَةِ وَ الْمُنْفَصِلَةِ لَيْسَتْ بِجُزْئِيَّةِ الْمُقَدَّمِ وَالتَّالِيْ بَلْ بِجُزْئِيَّةِ الْاَزْمَانِ وَ الْاَحْوَالِ حَتّٰى يَكُوْنَ الْحُكْمُ بِالْاِتِّصَالِ وَالْاِنْفِصَالِ فِيْ بَعْضِ الْاَزْمَانِ وَ عَلٰى بَعْضِ الْاَوْضَاعِ الْمَذْكُوْرَةِ كَقَوْلِنَا قَدْ يَكُوْنُ اِذَا كَانَ الشَّيْءُ حَيَوَانًا كَانَ اِنْسَانًا فَاِنَّ الْحُكْمَ بِلُزُوْمِ الْاِنْسَانِيَّةِ لِلْحَيَوَانِ اِنَّمَا هُوَ عَلٰى وَضْعِ كَوْنِهٖ نَاطِقًا وَ كَقَوْلِنَا قَدْ يَكُوْنُ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ هٰذَا الشَّيْءُ نَامِيًا اَوْ جَمَادًا فَاِنَّ الْعِنَادَ بَيْنَهُمَا اِنَّمَا يَكُوْنَ عَلٰى وَضْعِ كَوْنِهٖ مِنَ الْعُنْصُرِيَّاتِ.

ترجمہ: اور جب آپ کلیہ کا مفہوم جان چکے، تو اسی طرح متصلہ اور منفصلہ کا جزئیہ ہونا مقدم اور تالی کے جزئیہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ ازمان اور احوال کے جزئی ہونے کی وجہ سے ہے، یہاں تک کہ اتصال اور انفصال کا حکم بعض ازمان اور بعض اوضاع مذکورہ پر ہوگا، جیسے ہمارا قول قد یکون اذا کان الشیٔ حیوانا کان انسانًا، اس لئے کہ انسانیت کے لزوم کا حکم حیوان کے لئے حیوان ناطق ہونے کی وضع پر ہے، اور جیسے ہمارا قول قد یکون اما ان یکون ھذا الشیٔ نامیا او جمادًا، اس لئے کہ ان دونوں کے درمیان عناد (کا حکم) شیٔ کے عنصریات میں سے ہونے کی تقدیر پر ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے متصلہ اور منفصلہ کے جزئیہ ہونے کا ضابطہ بیان کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ متصلہ اور منفصلہ کا جزئیہ ہونے کا دارومدار مقدم اور تالی کے جزئی ہونے پر نہیں ہے، بلکہ ازمان واحوال کے جزئی ہونے پر ہے، چنانچہ اگر اتصال کا حکم بعض ازمان اور بعض احوال میں ہو تو وہ متصلہ جزئیہ ہوگا، جیسے قد یکون اذا کان الشیٔ حیوانا کان انسانًا، یہ متصلہ جزئیہ ہے، اس لئے کہ اس میں حیوان کے لیے انسان ہونے کا ثبوت تمام احوال وازمان میں نہیں ہے، بلکہ بعض ان ازمان اور احوال میں ہے جبکہ وہ ناطق ہو، اسی طرح اگر انفصال کا حکم بعض ان ازمان اور احوال میں ہو تو وہ منفصلہ عنادیہ جزئیہ ہوگا، جیسے قد یکون اما ان یکون ھذا الشیٔ نامیا او جمادًا، دیکھئے مثال مذکور میں نامی اور جماد کے درمیان عناد شیٔ کے تمام ازمان واحوال پر نہیں تھے بلکہ اس وقت ہے جب وہ شیٔ عنصریات میں سے ہو، کیونکہ جماد کا اطلاق عنصریات پر ہوتا ہے، نہ کہ فلکیات پر۔

وَ اَمَّا خُصُوْصِيَّةُ الشَّرْطِيَّةِ فَبِتَعَيُّنِ بَعْضِ الْاَزْمَانِ وَ الْاَحْوَالِ كَقَوْلِنَا اِنْ جِئْتَنِيْ الْيَوْمَ اَكْرَمْتُكَ وَ اَمَّا اِهْمَالُهَا فَبِاِهْمَالِ الْاَزْمَانِ وَ الْاَحْوَالِ وَ بِالْجُمْلَةِ الْاَوْضَاعُ وَ الْاَزْمِنَةُ فِي الشَّرْطِيَّةِ بِمَنْزِلَةِ الْاَفْرَادِ فِي الْحَمْلِيَّةِ فَكَمَا اَنَّ الْحُكْمَ فِيْهَا اِنْ كَانَ عَلٰى فَرْدٍ مُعَيَّنٍ فَهِيَ مَخْصُوْصَةٌ وَ اِنْ لَمْ يَكُنْ فَاِنْ بُيِّنَ كَمِّيَّةُ الْحُكْمِ بِاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ الْاَفْرَادِ اَوْ عَلٰى بَعْضِهَا فَهِيَ الْمَحْصُوْرَةُ وَ اِلَّا فَهِيَ الْمُهْمَلَةُ كَذٰلِكَ الشَّرْطِيَّةُ اِنْ كَانَ الْحُكْمُ بِالْاِتِّصَالِ اَوِ الْاِنْفِصَالِ فِيْهَا عَلٰى وَضْعٍ مُعَيَّنٍ فَهِيَ مَخْصُوْصَةٌ وَ اِلَّا فَاِنْ بُيِّنَ كَمِّيَّةُ الْحُكْمِ بِاَنَّهٗ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَوْضَاعِ اَوْ بَعْضِهَا فَهِيَ مَحْصُوْرَةٌ وَ اِلَّا فَمُهْمَلَةٌ.

ترجمہ: اور بہر حال شرطیہ کا مخصوصہ ہونا تو بعض ازمان اور احوال کی تعیین سے ہوتا ہے، جیسے ہمارا قول إن جئتني اليوم اكرمتک اور بہر حال اس کا مہملہ ہونا تو ازمان واحوال کو مطلق رکھنے سے ہوتا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ شرطیہ میں اوضاع وازمان حملیہ میں افراد کے درجہ میں ہیں، تو جس طرح حملیہ میں حکم اگر فرد معین پر ہو تو وہ مخصوصہ ہوتا ہے اور اگر (حکم فرد معین پر) نہ ہو تو اگر حکم کی مقدار بیان کردی جائے کہ کل افراد پر ہے یا بعض افراد پر تو وہ محصورہ ہوتا ہے ورنہ تو وہ مہملہ ہوتا ہے، اسی طرح شرطیہ میں! گر اتصال یا انفصال کا حکم وضع معین پر ہو تو وہ مخصوصہ ہوگا، اور اگر وضع معین پر نہ ہو، پس اگر اس میں حکم کی مقدار بیان کردی جائے کہ وہ تمام اوضاع پر ہے یا بعض پر تو وہ محصورہ ہوگا ورنہ مہملہ۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے احوال وازمان کے اعتبار سے شرطیہ کی قسموں کا تذکرہ کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ اس اعتبار سے شرطیہ کی تین قسمیں ہیں: ا- مخصوصہ۔ ۲- محصورہ۔ ۳- مہملہ۔ ان میں سے ہر ایک کی تعریف سنیے۔

شرطیہ مخصوصہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں اتصال یا انفصال کا حکم شئ خاص زمانے میں کسی خاص ہیئت پر کسی خاص شخص کے حال پر ہو جیسے ان جئتني اليوم فاكرمتک (اگر تو آج میرے پاس آئے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا) دیکھئے اس مثال میں اکرام متکلم کا اتصال مخاطب کے ساتھ خاص زمانے میں، اور حال متشخص پر ہو رہا ہے، اور وہ آج کا دن ہے، جس کا مقدم کے ساتھ جمع ہونا ممکن ہے، یہ مثال تو حکم اتصالی کی ہے، اب حکم انفصالی کی مثال سنیے، مثلاً اما ان تطلع اليوم الشمس واما ان لاتكون مضيئة (یا تو سورج نکلے گا یا روشن نہ ہوگا) دیکھئے مثال مذکور میں حکم انفصالی یعنی سورج کا نکلنا اور روشن نہ ہونا، ایک معین زمانہ یعنی الیوم پر ہے، اور اس کا مقدم کے ساتھ جمع ہونا ممکن ہے، لہٰذا یہ قضیہ شرطیہ شخصیہ ہے۔

شرطیہ محصورہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں حکم مقدم کے تمام احوال وازمان پر یا بعض احوال وازمان پر ہو، اگر تمام اوضاع وازمان پر ہو تو اس کا نام محصورہ کلیہ ہے۔ جیسے كلما كانت الشمس طالعة كان النهار موجودًا، دیکھئے اس مثال میں دن موجود ہونے کا حکم کسی خاص وضع وزمانہ پر نہیں ہے، بلکہ مقدم کے تمام ازمان واحوال پر ہے، جس پر لفظ "كلما" دلالت کر رہا ہے، یعنی جس زمانے میں اور جس احوال واوضاع میں سورج نکلے گا، تو دن ضرور موجود ہوگا، اور اگر حکم مقدم کے بعض احوال ازمان پر ہو تو اس کا نام محصورہ جزئیہ ہے، جیسے قد يكون إذا كان الشيء حيوانًا كان انسانًا، (کبھی ایسا ہوتا ہے کوئی چیز حیوان ہو تو انسان ہو) دیکھئے اس مثال میں شئ پر انسان ہونے کا حکم مقدم کے تمام احوال وازمان پر نہیں ہے، اس لئے کہ تمام احوال و ازمان میں شئ انسان نہیں ہوتی بلکہ بعض تقادیر پر ہے، جس پر موجبہ جزئیہ کا سور لفظ "قد" دلالت کر رہا ہے، یعنی وہ بعض حالتیں اور بعض زمانے جو مقدم کے ساتھ جمع ہوسکتے ہیں، جب کبھی ان میں شئ حیوان ہوگی تو انسان ہوگی۔

شرطیہ مہملہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں حکم مقدم پر مطلق اوضاع وازمان کے لحاظ سے ہو ازمان واحوال کو ذکر نہ کیا جائے، نہ تمام کو اور نہ ہی بعض کو تو اس کا نام شرطیہ مہملہ ہے، جیسے "ان كان زيد انسانا كان حيوانًا" جبکہ شئ انسان ہوگی تو حیوان بھی ہوگی، دیکھئے اس مثال میں احوال اور ازمان کا بالکل ہی ذکر نہیں کیا گیا ہے کہ حیوان ہونے کا حکم تمام احوال وازمان میں ہے یا بعض احوال وازمان میں، لہٰذا یہ قضیہ شرطیہ مہملہ ہے۔

شارح کہتے ہیں کہ خلاصہ کلام یہ ہے کہ شرطیہ میں اوضاع وازمان بالکل ویسے ہی ہیں، جس طرح حملیہ میں افراد، تو جس

طرح حملیہ میں اگر فرد معین پر حکم ہوتو وہ حملیہ مخصوصہ ہوتا ہے، اور اگر فرد معین پر حکم نہ ہو بلکہ حکم کلی پر ہوتو پھر اس کی دوصورتیں ہیں یا تو اس میں افراد کی مقدار بیان کی گئی ہوگی کہ حکم کل افراد پر ہے یا بعض پر، یا بیان نہیں ہوگی، اگر مقدار بیان ہوتو وہ حملیہ محصورہ ہے ورنہ مہملہ، اسی طرح شرطیہ میں اگر اتصال یا انفصال کا حکم معین وضع پر ہوتو وہ شرطیہ مخصوصہ ہے، اور اگر معین وضع پر نہ ہوتو یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو حکم کی مقدار بیان ہوگی کہ وہ تمام اوضاع پر ہے، یا بعض پر، یا حکم کی مقدار بیان نہ ہوگی، اگر ہوتو وہ محصورہ ہے ورنہ شرطیہ مہملہ۔

وَ سُوْرُ الْمُوْجَبَةِ الْكُلِّيَّةِ فِي الْمُتَّصِلَةِ كُلَّمَا وَ مَهْمَا وَ مَتٰى كَقَوْلِنَا كُلَّمَا اَوْ مَهْمَا اَوْ مَتٰى كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ وَ فِي الْمُنْفَصِلَةِ دَائِمًا كَقَوْلِنَا دَائِمًا اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ الشَّمْسُ طَالِعَةً اَوْ لَا يَكُوْنُ النَّهَارُ مَوْجُوْدًا وَ سُوْرُ السَّالِبَةِ الْكُلِّيَّةِ فِيْهِمَا لَيْسَ اَلْبَتَّةَ اَمَّا فِي الْمُتَّصِلَةِ فَكَقَوْلِنَا لَيْسَ اَلْبَتَّةَ اِذَا كَانَ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَاللَّيْلُ مَوْجُوْدٌ وَاَمَّا فِي الْمُنْفَصِلَةِ فَكَقَوْلِنَا لَيْسَ اَلْبَتَّةَ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ الشَّمْسُ طَالِعَةً وَ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ النَّهَارُ مَوْجُوْدًا وَ سُوْرُ الْمُوْجَبَةِ الْجُزْئِيَّةِ فِيْهِمَا قَدْ يَكُوْنُ كَقَوْلِنَا قَدْ يَكُوْنُ اِذَا كَانَ الشَّمْسُ طَالِعَةً كَانَ النَّهَارُ مَوْجُوْدًا وَ قَدْ يَكُوْنُ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ الشَّمْسُ طَالِعَةً اَوْ يَكُوْنَ اللَّيْلُ مَوْجُوْدًا وَ سُوْرُ السَّالِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ فِيْهِمَا قَدْ لَا يَكُوْنُ كَقَوْلِنَا قَدْ لَايَكُوْنُ اِذَا كَانَ الشَّمْسُ طَالِعَةً كَانَ اللَّيْلُ مَوْجُوْدًا وَ قَدْ لَا يَكُوْنُ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ الشَّمْسُ طَالِعَةً وَ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ النَّهَارُ مَوْجُوْدًا وَ بِاِدْخَالِ حَرْفِ السَّلْبِ عَلٰى سُوْرِ الْاِيْجَابِ الْكُلِّيِّ كَلَيْسَ كُلَّمَا وَ لَيْسَ مَهْمَا وَ لَيْسَ مَتٰى فِي الْمُتَّصِلَةِ وَ لَيْسَ دَائِمًا فِي الْمُنْفَصِلَةِ لِاَنَّا اِذَا قُلْنَا كُلَّمَا كَانَ كَذَا كَانَ مَفْهُوْمُهُ الاِيْجَابَ الْكُلِّيَّ فَاِذَا قُلْنَا لَيْسَ كُلَّمَا يَكُوْنُ مَعْنَاهُ رَفْعُ الْاِيْجَابِ الْكُلِّيِّ لَا مُحَالَةَ وَ اِذَا ارْتَفَعَ الْاِيْجَابُ الْكُلِّيُّ تَحَقَّقَ السَّلْبُ الْجُزْئِيُّ عَلٰى مَا حَقَّقْتُهُ فِيْمَا سَبَقَ وَ هٰكَذَا فِي الْبَوَاقِيْ وَ اِطْلَاقُ لَفْظَةِ لَوْ وَ اِنْ وَ اِذَا فِي الْاِتِّصَالِ وَ اِمَّا وَ اَوْ فِي الْاِنْفِصَالِ لِلْاِهْمَالِ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ وَ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ الشَّمْسُ طَالِعَةً وَ اِمَّا اَنْ لَا يَكُوْنَ النَّهَارُ مَوْجُوْدًا۔

ترجمہ: اور موجبہ کلیہ کا سور متصلہ میں ''كلما، مهما، اور متى'' ہے، جیسے ہمارا قول ''كلما او مهما او متى كانت الشمس طالعة فالنهار موجودٌ'' (جب بھی سورج نکلے گا تو دن موجود ہوگا) اور منفصلہ میں دائما ہے، جیسے ہمارا قول دائما إما ان يكون الشمس طالعة او لايكون النهار موجودٌ، (ہمیشہ یا تو سورج نکلے گا یا دن موجود نہ ہوگا) اور سالبہ کلیہ کا سوران دونوں میں ليس البتة ہے، بہر حال متصلہ میں تو جیسے ہمارا قول ''ليس البتة إذا كان الشمس طالعة فالليل موجود'' (یقیناً ایسا نہیں کہ جب سورج نکلا ہو تو رات موجود ہو) اور بہر حال منفصلہ میں تو جیسے ہمارا قول ليس البتة إما ان يكون الشمس طالعة و اما ان يكون النهار موجودًا (یقیناً ایسا نہیں کہ یا تو سورج نکلا ہوا ہوگا، یا دن موجود ہوگا) اور موجبہ جزئیہ کا سوران دونوں میں قد يكون ہے جیسے ہمارا قول قد يكون إذا كانت الشمس طالعة كان النهار موجودًا، (کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب سوج نکلا ہوا ہوتو دن موجود ہوتا ہے) یا قد يكون إما ان يكون الشمس طالعة او يكون الليل موجودًا، (کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یا سورج نکلا ہے یا رات موجود ہے) اور سالبہ جزئیہ کا سوران دونوں میں قد لايكون ہے، جیسے ہمارا قول قد لايكون اذا كانت الشمس

طالعة كان الليل موجودًا ،(کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ جب سورج نکلا ہوا ہے تو رات موجود ہو)اور قد لايكون إما ان يكون الشمس طالعة و إما ان يكون النهار موجودًا (کبھی ایسا نہیں ہوتا یا تو سورج نکلا ہوا ہے یا دن موجود ہے)اور ایجاب کلی کے سور پر حرف سلب کے داخل کرنے کے ساتھ جیسے لیس کلما، لیس مهما اور لیس متی متصلہ میں،اور لیس دئما منفصلہ میں،اس لئے کہ جب ہم یہ کہیں کہ کلما کان کذا،تو اس کا مفہوم ایجاب کلی ہے،پس جب ہم کہیں لیس کلما ،تو اس کے معنی لامحالہ رفع ایجاب کلی کے ہوں گے،اور جب ایجاب کلی مرتفع ہوگیا،تو سلب جزئی متحقق ہوگیا،جیسا کہ میں نے اس کو پہلے ثابت کردیا ہے،اسی طرح باقی میں،اور لفظ"لـو ، ان، اور إذا" کا مطلق ہونا متصلہ میں اور إما اور أو (کا مطلق ہونا)منفصلہ میں،مہملہ کے لئے ہے،جیسے ہمارا قول إن كانت الشمس طالعة فالنهار موجود، و إما ان يكون الشمس طالعة و إما أن لايكون النهار موجودًا۔

تشریح: اس سے پہلے یہ ذکر کیا جا رہا تھا کہ جس طرح افراد کے اعتبار سے حملیہ کی چند قسمیں ہیں،یعنی مخصوصہ،محصورہ اور مہملہ وغیرہ اس طرح شرطیہ کی بھی اوضاع ازمان کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں:۱-شرطیہ مخصوصہ ۲-شرطیہ محصورہ ۳-شرطیہ مہملہ،لیکن چونکہ محصورہ اور مہملہ ہونا قضیہ میں سور کے ذکر کرنے اور نہ کرنے پر موقوف ہے، نیز جس طرح حملیہ کے لئے اسوار ہوتے ہیں،جن کے ذریعہ افراد کی مقدار اور کلیت اور بعضیت کے اعتبار سے بیان کی جاتی ہے اسی طرح تقادیر کی مقدار کلیت اور بعضیت کے اعتبار سے بیان کرنے کے لئے قضیہ شرطیہ میں سور کا استعمال کیا جاتا ہے، چنانچہ یہاں سے شارح شرطیات کے اسوار کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ موجب کلیہ کا سور متصلہ میں تین لفظ ہیں ۱-كلما ۲-مهما ۳-متی ،اور منفصلہ موجبہ کا سور "دائما" ہے،اور سالبہ خواہ متصلہ ہو یا منفصلہ دونوں کا سور "ليس البتة" ہے،اور موجبہ جزئیہ خواہ متصلہ ہو یا منفصلہ دونوں کا سور"قد يكون" ہے اور سالبہ جزئیہ کا سور متصلہ و منفصلہ دونوں میں "قد لايكون" ہے،اسی طرح جب متصلہ موجبہ کلیہ اور منفصلہ موجبہ کلیہ کے سور پر حرف سلب داخل کردیا جائے اور یوں کہا جائے ليس كلما، ليس متى، ليس مهما، ليس دائما ،تو وہ بھی سالبہ جزئیہ کا سور بن جاتا ہے،جیسے ليس مهما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود، یہ تو متصلہ کی مثال ہے۔اب منفصلہ کی مثال لیجئے،جیسے ليس دائما إما ان يكون هذا العدد زوجًا او فردًا ،دلیل یہ ہے کہ جب كلما كان كذا کہا جائے تو اس کا مفہوم ایجاب کلی ہے،اور جب اس پر لفظ لیس داخل کردیا جائے تو اسکے معنی ہو جائیں گے ایجاب کلی کا رفع ،اور جب ایجاب کلی مرتفع ہو جائے گی تو لامحالہ سلب جزئی بھی ضرور متحقق ہو جائے گا،لہٰذا موجبہ کلیہ کے سور پر حرف سلب داخل کردیا جائے تو وہ بھی سالبہ جزئیہ کا سور بن جائے گا۔

شارح فرماتے ہیں کہ جب لـو ، ان اور إذا کو کلیہ اور جزئیہ کے سور کے بغیر لایا جائے تو وہ قضیہ متصلہ بن جائے گا۔جیسے لو، إن، إذا كانت الشمس طالعة فالنهار موجود ،اور قضیہ میں إما اور او کو استعمال کیا جائے تو وہ قضیہ منفصلہ مہملہ بن جائے گا،جیسے إما ان يكون الشمس طالعة و إما ان لايكون النهار موجودًا۔

قال وَ الشَّرْطِيَّةُ قَدْ تَتَرَكَّبُ مِنْ حَمْلِيَّتَيْنِ وَ مِنْ مُتَّصِلَتَيْنِ وَ مِنْ مُنْفَصِلَتَيْنِ وَ مِنْ حَمْلِيَّةٍ وَ مُتَّصِلَةٍ وَ مِنْ حَمْلِيَّةٍ وَ مُنْفَصِلَةٍ وَ مِنْ مُتَّصِلَةٍ وَ مُنْفَصِلَةٍ وَ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْ هٰذِهِ الثَّلٰثَةِ الْاَخِيْرَةِ فِيْ الْمُتَّصِلَةِ تَنْقَسِمُ اِلٰى قِسْمَيْنِ لِامْتِيَازِ مُقَدَّمِهَا عَنْ تَالِيْهَا بِالطَّبْعِ بِخِلَافِ الْمُنْفَصِلَةِ فَاِنَّ مُقَدَّمَهَا اِنَّمَا تَتَمَيَّزُ عَنْ تَالِيْهَا بِالْوَضْعِ فَقَطْ فَاَقْسَامُ الْمُتَّصِلَاتِ تِسْعَةٌ وَ الْمُنْفَصِلَاتِ سِتَّةٌ وَ اَمَّا الْاَمْثِلَةُ فَعَلَيْكَ

بِالْاِسْتِخْرَاجِ عَنْ نَفْسِکَ. **اَقُوْلُ** لَمَّا كَانَتِ الشَّرْطِيَّةُ مُرَكَّبَةً مِنْ قَضِيَّتَيْنِ وَ الْقَضِيَّةُ اِمَّا حَمْلِيَّةٌ اَوْ مُتَّصِلَةٌ اَوْ مُنْفَصِلَةٌ كَانَ تَرْكِيْبُهَا اِمَّا مِنْ حَمْلِيَّتَيْنِ اَوْ مُتَّصِلَتَيْنِ اَوْ مُنْفَصِلَتَيْنِ اَوْ مِنْ حَمْلِيَّةٍ وَ مُتَّصِلَةٍ اَوْ حَمْلِيَّةٍ وَ مُنْفَصِلَةٍ اَوْ مُنْفَصِلَةٍ وَ مُتَّصِلَةٍ لَا تَزِيْدُ عَلٰى هٰذِهِ الْاَقْسَامِ لٰكِنْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الْاَقْسَامِ الثَّلٰثَةِ الْاَخِيْرَةِ تَنْقَسِمُ فِي الْمُتَّصِلَةِ اِلٰى قِسْمَيْنِ لِاَنَّ مُقَدَّمَ الْمُتَّصِلَةِ مُتَمَيِّزٌ عَنْ تَالِيْهَا بِحَسْبِ الطَّبْعِ اَيْ بِحَسْبِ الْمَفْهُوْمَاتِ فَاِنَّ مَفْهُوْمَ الْمُقَدَّمِ فِيْهَا الْمَلْزُوْمُ وَ مَفْهُوْمَ التَّالِي اللَّازِمُ وَ يَحْتَمِلُ اَنْ يَكُوْنَ الشَّيْءُ مَلْزُوْمًا لِلْاٰخَرِ وَ لَا يَكُوْنُ لَازِمًا لَهٗ فَالْمُقَدَّمُ فِي الْمُتَّصِلَةِ مُتَعَيَّنٌ بِاَنْ يَكُوْنَ مُقَدَّمًا وَ التَّالِيْ مُتَعَيَّنٌ بِاَنْ يَكُوْنَ تَالِيًا بِخِلَافِ الْمُنْفَصِلَةِ فَاِنَّ مَفْهُوْمَ التَّالِيْ فِيْهَا الْمُعَانِدُ وَ مَفْهُوْمَ الْمُقَدَّمِ الْمُعَانِدُ وَ الْمُعَانِدُ لَا بُدَّ اَنْ يَكُوْنَ مُعَانِدًا اَيْضًا لِاَنَّ عِنَادَ اَحَدِ الشَّيْئَيْنِ لِلْاٰخَرِ فِيْ قُوَّةِ عِنَادِ الْاٰخَرِ اِيَّاهُ فَحَالُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ جُزْئَيْهَا عِنْدَ الْاٰخَرِ حَالٌ وَاحِدَةٌ وَ اِنَّمَا عُرِضَ لِاَحَدِهِمَا اَنْ يَكُوْنَ مُقَدَّمًا وَ لِلْاٰخَرِ اَنْ يَكُوْنَ تَالِيًا بِمُجَرَّدِ الْوَضْعِ لَا الطَّبْعِ فَفَرْقٌ مَا بَيْنَ الْمُتَّصِلَةِ الْمُرَكَّبَةِ مِنَ الْحَمْلِيَّةِ وَ الْمُتَّصِلَةِ وَ الْمُقَدَّمُ فِيْهَا الْحَمْلِيَّةُ وَ بَيْنَهُمَا وَ الْمُقَدَّمُ فِيْهَا الْمُتَّصِلَةُ بِخِلَافِ الْمُنْفَصِلَةِ الْمُرَكَّبَةِ مِنْهُمَا فَلَا فَرْقَ بَيْنَهُمَا اِذَا كَانَ الْمُقَدَّمُ فِيْهَا الْحَمْلِيَّةُ اَوِ الْمُتَّصِلَةُ وَ لِذٰلِكَ فِي الْمُرَكَّبَةِ مِنَ الْحَمْلِيَّةِ وَ الْمُنْفَصِلَةِ وَ مِنَ الْمُتَّصِلَةِ وَ الْمُنْفَصِلَةِ فَلَا جَرَمَ اِنْقَسَمَتِ الْاَقْسَامُ الثَّلٰثَةُ فِي الْمُتَّصِلَةِ اِلَى الْقِسْمَيْنِ دُوْنَ الْمُنْفَصِلَةِ فَاَقْسَامُ الْمُتَّصِلَاتِ تِسْعَةٌ وَ اَقْسَامُ الْمُنْفَصِلَاتِ سِتَّةٌ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: اور شرطیہ کبھی مرکب ہوتا ہے، دوحملیوں سے اور دو متصلوں سے اور دو منفصلوں سے، اور ایک حملیہ اور متصلہ سے، ایک حملیہ اور منفصلہ سے، اور متصلہ و منفصلہ سے، اور متصلہ میں آخری تینوں قسموں میں سے ہر ایک دو قسموں کی طرف منقسم ہوتی ہے، کیونکہ اس کا مقدم تالی سے بالطبع ممتاز ہوتا ہے، برخلاف منفصلہ کے کہ اس کا مقدم تالی سے صرف بالوضع ہی ممتاز ہوتا ہے، پس متصلات کی نو قسمیں ہیں، اور منفصلات کی چھ قسمیں اور مثالوں کا نکالنا تجھ پر ضروری ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب شرطیہ دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے، اور قضیہ یا حملیہ ہے یا متصلہ یا منفصلہ، تو اس کی ترکیب یا تو دو حملیہ سے ہوگی، یا دو متصلہ سے یا دو منفصلہ سے یا حملیہ اور متصلہ سے یا حملیہ اور منفصلہ سے یا متصلہ اور منفصلہ سے، ان اقسام پر کوئی قسم زائد نہیں ہو سکتی، لیکن متصلہ میں آخری تینوں اقسام میں سے ہر ایک دو قسموں کی طرف منقسم ہوتی ہے، اس لئے کہ متصلہ کا مقدم اس کی تالی سے طبع یعنی مفہوم کے لحاظ سے ممتاز ہوتا ہے، اس لئے کہ مقدم کا مفہوم اس میں ملزوم ہے، اور تالی کا مفہوم لازم ہے اور اس کا احتمال ہے کہ ایک شئ دوسرے کے لئے ملزوم ہو اور اس کے لئے لازم نہ ہو، پس متصلہ میں مقدم، مقدم ہونے کی وجہ سے متعین ہے، اور تالی، تالی ہونے کی وجہ سے متعین ہے، بخلاف منفصلہ کے کیونکہ اس میں تالی کا مفہوم معاند (بالکسر) ہے اور مقدم کا مفہوم معاند (بالفتح) ہے، اور معاند (بالفتح) کے لئے معاند (بالکسر) کا ہونا بھی ضروری ہے، اس لئے کہ دو شئ میں سے ایک کا دوسرے کے لئے معاند ہونا اس کے ساتھ دوسرے کے معاند ہونے کی قوت میں ہوتا ہے، تو اس کے دونوں جزء میں سے ہر ایک کا حال دوسرے کے اعتبار سے حال واحد ہے، اور ان میں سے ایک کا مقدم ہونا اور دوسرے کا تالی ہونا محض وضع کے اعتبار سے عارض

ہے، نہ کہ طبع کے اعتبار سے، پس فرق ہے اس متصلہ کے درمیان جو مرکب ہو حملیہ اور متصلہ سے اور اس میں مقدم حملیہ ہو، اور اس متصلہ کے درمیان جس میں مقدم متصلہ ہو بخلاف اس منفصلہ کے جو حملیہ اور متصلہ سے مرکب ہو، پس کوئی فرق نہیں ہے ان دونوں کے درمیان جب کہ اس میں مقدم حملیہ یا متصلہ ہو، اور اسی طرح سے وہ قضیہ میں جو مرکب ہو حملیہ اور منفصلہ سے اور متصلہ و منفصلہ سے، پس لامحالہ متصلہ میں اقسام ثلثہ دو قسموں کی طرف منقسم ہوگئیں نہ کہ منفصلہ میں، لہٰذا متصلات کی نو قسمیں ہوں گی، اور منفصلات کی اقسام چھ ہوں گی۔

تشریح: اس عبارت میں ماتن نے قضیہ شرطیہ کی ترکیب کے اعتبار سے اقسام بیان کیے ہیں، چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ قضیہ شرطیہ دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے، اور قضیہ یا تو حملیہ ہوگا، یا متصلہ یا منفصلہ، لہٰذا شرطیہ کی ترکیب یا تو دو حملیہ سے یا دو متصلہ سے یا دو منفصلہ سے یا ایک حملیہ اور ایک متصلہ سے یا ایک متصلہ اور ایک منفصلہ سے ہوگی، بس یہی اس کی ترکیب کی صورتیں ہیں، اور اگر اس کے علاوہ ہوں بھی تو وہ انہیں میں داخل ہیں، لیکن شرطیہ متصلہ میں تین صورتیں اور نکلتی ہیں، جو آخری تین اقسام میں سے ہر ایک کو دو قسموں کی طرف منقسم کرنے سے حاصل ہوتی ہیں۔ ۱-مقدم متصلہ اور تالی حملیہ ہو۔ ۲-مقدم منفصلہ اور تالی حملیہ ہو۔ ۳-مقدم متفصلہ اور تالی حملیہ ہو۔ یہ تین قسمیں آخری تین یعنی حملیہ و متصلہ، حملیہ و منفصلہ، متصلہ و منفصلہ، قسموں کے عکسِ لغوی سے حاصل ہوتی ہیں، یہ صرف متصلہ میں ہوں گی، منفصلہ میں نہیں ہوسکتیں، متصلہ میں اس لئے ہوسکتی ہیں، کہ متصلہ میں مقدم اور تالی دونوں مفہوم کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں، مقدم کا مفہوم ملزوم ہوتا ہے، اور تالی کا مفہوم لازم ہوتا ہے، اور یہ ممکن ہے کہ ایک شئ دوسری شئ کی ملزوم ہو، اور اس کا لازم نہ ہو، تو متصلہ میں مقدم، مقدم ہونے کی وجہ سے اور تالی تالی ہونے کی وجہ سے متعین ہوتی ہے، اس لئے آخری تین قسموں کے عکس لغوی سے جو تین حاصل ہوتی ہیں، ان کا اعتبار صرف متصلہ میں ہوگا، منفصلہ میں ان کا اعتبار نہیں ہوگا، کیونکہ منفصلہ کے مقدم اور تالی کے درمیان مفہوم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہوتا، صرف ذکر میں اتنا امتیاز ہوتا ہے کہ جس کو پہلے ذکر کیا جائے اس کو مقدم اور جس کو بعد میں ذکر کیا جائے اس کو تالی کہتے ہیں، لیکن معنیٰ اور مفہوم کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ کیونکہ منفصلہ میں معاندت کا حکم ہوتا ہے، اور معاندت باب مفاعلت سے ہے جس کی خاصیت مشارکت ہے، لہٰذا منفصلہ کے مقدم اور تالی میں سے ہر ایک معانِد (اسم فاعل) بھی ہے، اور ہر ایک معانَد (اسم مفعول) بھی ہے، کیونکہ جو معانِد (اسم فاعل) ہو وہ معانَد (اسم مفعول) بھی ضرور ہوتا ہے، اور اس کے برعکس بھی، اس لئے آخری تین قسموں کے عکس لغوی سے جو مزید تین قسمیں حاصل ہوتی ہیں وہ منفصلہ میں جاری نہیں ہوسکتیں۔

الغرض متصلہ کے مقدم اور تالی میں معنیٰ اور مفہوم کے اعتبار سے چونکہ فرق ہے اس لئے وہ آخری تین قسموں میں سے ہر ایک مقدم کو تالی کی جگہ اور تالی کو مقدم کی جگہ رکھنے سے متصلہ کی مزید تین قسمیں اور نکل آتی ہیں، اس لئے اس کی نو قسمیں ہیں، اور منفصلہ کے مقدم اور تالی میں چونکہ معنیٰ اور مفہوم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہوتا، بس پہلے جو مذکور ہو، اس کو مقدم اور بعد میں جو مذکور ہو اسکو تالی بنادیا جاتا ہے اس لئے مزید تین قسموں کا اعتبار منفصلہ میں نہیں کیا جاسکتا، لہٰذا منفصلہ کی چھ ہی قسمیں ہوں گی، ان میں سے ہر ایک کو شارح نے مثال سے سمجھایا ہے، چنانچہ اگلی عبارت کے ترجمہ میں ان امثلہ کو ملاحظہ فرمائیں۔

اَمَّا اَمْثِلَةُ الْمُتَّصِلَاتِ فَالْاَوَّلُ مِنَ الْحَمْلِيَّتَيْنِ كَقَوْلِكَ اِنْ كَانَ الشَّيْءُ اِنْسَانًا فَهُوَ حَيَوَانٌ وَالثَّانِي مِنَ مُتَّصِلَتَيْنِ كَقَوْلِنَا كُلَّمَا اِنْ كَانَ الشَّيْءُ اِنْسَانًا فَهُوَ حَيَوَانٌ فَكُلَّمَا لَمْ يَكُنِ الشَّيْءُ حَيَوَانًا لَمْ يَكُنْ

اِنْسَانًا وَ الثَّالِثُ مِنْ مُنْفَصِلَتَيْنِ كَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَ دَائِمًا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ هٰذَا الْعَدَدُ زَوْجًا اَوْ فَرْدًا فَدَائِمًا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ مُنْقَسِمًا بِمُتَسَاوِيَيْنِ اَوْ غَيْرَ مُنْقَسِمٍ وَ الرَّابِعُ مِنْ حَمْلِيَّةٍ وَ مُتَّصِلَةٍ وَ الْمُقَدَّمُ فِيْهَا الْحَمْلِيَّةُ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَ طُلُوْعُ الشَّمْسِ عِلَّةً لِوُجُوْدِ النَّهَارِ فَكُلَّمَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ وَ الْخَامِسُ عَكْسُهُ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَ كُلَّمَا كَانَ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ فَطُلُوْعُ الشَّمْسِ مَلْزُوْمٌ لِوُجُوْدِ النَّهَارِ وَ السَّادِسُ مِنْ حَمْلِيَّةٍ وَ مُنْفَصِلَةٍ وَ الْمُقَدَّمُ فِيْهَا الْحَمْلِيَّةُ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَ هٰذَا عَدَدًا فَهُوَ دَائِمًا اِمَّا زَوْجٌ اَوْ فَرْدٌ وَ السَّابِعُ بِالْعَكْسِ كَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَ هٰذَا اِمَّا زَوْجًا اَوْ فَرْدًا كَانَ هٰذَا عَدَدًا وَ الثَّامِنُ مِنْ مُتَّصِلَةٍ وَ مُنْفَصِلَةٍ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَ كُلَّمَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ فَدَائِمًا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ الشَّمْسُ طَالِعَةً وَ اِمَّا اَنْ لَا يَكُوْنَ النَّهَارُ مَوْجُوْدًا وَ التَّاسِعُ عَكْسُ ذٰلِكَ كَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَ دَائِمًا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ الشَّمْسُ طَالِعَةً وَ اِمَّا اَنْ لَا يَكُوْنَ النَّهَارُ مَوْجُوْدًا فَكُلَّمَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ وَ اَمَّا اَمْثِلَةُ الْمُنْفَصِلَاتِ فَالْاَوَّلُ مِنْ حَمْلِيَّتَيْنِ كَقَوْلِنَا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ الْعَدَدُ زَوْجًا اَوْ فَرْدًا وَ الثَّانِيْ مِنْ مُتَّصِلَتَيْنِ كَقَوْلِنَا دَائِمًا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ اِنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ وَ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ اِنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً لَمْ يَكُنِ النَّهَارُ مَوْجُوْدًا وَ الثَّالِثُ مِنْ مُنْفَصِلَتَيْنِ كَقَوْلِنَا دَائِمًا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ هٰذَا الْعَدَدُ زَوْجًا اَوْ فَرْدًا وَ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ هٰذَا الْعَدَدُ لَا زَوْجًا اَوْ لَا فَرْدًا وَ الرَّابِعُ مِنْ حَمْلِيَّةٍ وَ مُتَّصِلَةٍ كَقَوْلِنَا دَائِمًا اِمَّا اَنْ لَا يَكُوْنَ طُلُوْعُ الشَّمْسِ عِلَّةً لِوُجُوْدِ النَّهَارِ وَ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ كُلَّمَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً كَانَ النَّهَارُ مَوْجُوْدًا وَ الْخَامِسُ مِنْ حَمْلِيَّةٍ وَ مُنْفَصِلَةٍ كَقَوْلِنَا دَائِمًا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ هٰذَا الشَّيْءُ لَيْسَ عَدَدًا وَ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ اِمَّا زَوْجًا اَوْ فَرْدًا وَالسَّادِسُ مِنْ مُتَّصِلَةٍ وَ مُنْفَصِلَةٍ كَقَوْلِنَا دَائِمًا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ كُلَّمَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ وَ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ الشَّمْسُ طَالِعَةً وَ اِمَّا اَنْ لَا يَكُوْنَ النَّهَارُ مَوْجُوْدًا.

ترجمہ: بہر حال متصلات کی مثالیں، تو پہلی: دو حملیہ سے (مرکب ہونے کی ہے) جیسے آپ کا قول کلما کان الشئ إنسانًا فهو حيوانٌ، (جب بھی شئ انسان ہوگی تو حیوان بھی ہوگی) اور دوسری مثال: دو متصلہ سے (مرکب ہونے کی ہے) جیسے ہمارا قول کلما إن كان الشئ انسانًا فهو حيوانٌ، (اگر شئ انسان ہوگی تو حیوان ہوگی) كلما لم يكن الشئ حيوانًا لم يكن انسانًا (جب شئ حیوان نہ ہوگی تو وہ انسان بھی نہ ہوگی) اور تیسری مثال: دو منفصلہ سے (مرکب ہونے کی ہے) جیسے ہمارا قول كلما كان دائمًا إما أن يكون هٰذا العدد زوجًا او فردًا، فدائمًا إما ان يكون منقسمًا بمتساويين او غير منقسم (ہمیشہ یا تو یہ عدد زوج ہوگا یا فرد، پس ہمیشہ یا تو یہ عدد برابر تقسیم ہوگا یا تقسیم نہیں ہوگا) اور چوتھی مثال: ایک حملیہ اور ایک متصلہ سے (مرکب ہونے کی ہے) اور مقدم اس میں حملیہ ہو، جیسے ہمارا قول، إن كان طلوع الشمس علة لوجود النهار فكلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجودٌ (اگر سورج کا نکلنا دن کے موجود ہونے کی علت ہو تو جب بھی سورج نکلے گا تو دن موجود ہوگا) اور پانچویں قسم اس کا برعکس ہے، جیسے ہمارا قول ان كان كلما كان الشمس طالعة فالنهار موجود فطلوع

الشمس ملزوم لوجود النهار، (اگر سورج نکلے گا تو دن موجود ہوگا، پس سورج کا نکلنا وجود نہار کا ملزوم ہے) اور چھٹی مثال: ایک حملیہ اور ایک منفصلہ سے (مرکب ہونے کی ہے) اور مقدم اس میں حملیہ ہو جیسے ہمارا قول إن كان هذا عددٌ فهو دائمًا إما زوجٌ او فردٌ (اگر یہ عدد ہو تو وہ ہمیشہ یا تو زوج ہوگا یا فرد) اور ساتویں مثال: اس کے برعکس کی ہے، جیسے ہمارا قول كلما كان هذا إما زوجًا او فردًا، كان هذا عددًا، (جب یہ یا تو زوج ہے یا فرد ہے تو یہ عدد ہوگا) اور آٹھویں مثال: ایک متصلہ اور ایک منفصلہ سے (مرکب ہونے کی ہے) جیسے ہمارا قول إن كان كلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود فدائمًا إما ان يكون الشمس طالعة و إما ان لايكون النهار موجودًا، (جب بھی سوج نکلا ہوا ہوگا تو دن موجود ہوگا، ہمیشہ یا تو سورج نکلا ہوا ہوگا یا دن موجود نہ ہوگا) اور نویں مثال: اس کے عکس کی ہے جیسے ہمارا قول كلما كان دائمًا إما ان يكون الشمس طالعة و اما ان لايكون النهار موجودًا فكلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجودٌ۔

اور بہر حال منفصلات کی مثالیں تو پہلی: دو حملیہ سے (مرکب ہونے کی ہے) جیسے ہمارا قول إما ان يكون العدد زوجًا او فردًا، اور دوسری مثال: دو متصلہ سے (مرکب ہونے کی ہے) جیسے ہمارا قول دائما إما ان يكون إن كانت الشمس طالعة فالنهار موجود و إما ان يكون إن كانت الشمس طالعة لم يكن النهار موجودًا، اور تیسری مثال: دو منفصلہ سے (مرکب ہونے کی ہے) جیسے ہمارا قول دائما اما ان يكون هذا العدد زوجًا او فردًا واما ان يكون هذا العدد زوجًا او لافردًا، اور چوتھی مثال: حملیہ اور متصلہ سے (مرکب ہونے کی ہے) جیسے ہمارا قول دائما إما ان لايكون طلوع الشمس علة لوجود النهار واما ان يكون كلما كانت الشمس طالعة كان النهار موجودًا، اور پانچویں مثال: ایک حملیہ اور ایک منفصلہ سے (مرکب ہونے کی ہے) جیسے ہمارا قول دائما إما ان يكون هذا الشئ ليس عددًا و اما ان يكون إما زوجًا او فردًا، اور چھٹی مثال: ایک متصلہ اور ایک منفصلہ سے (مرکب ہونے کی ہے) جیسے ہمارا قول دائما إما ان يكون كلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجودٌ و إما ان يكون الشمس طالعة و اما ان لايكون النهار موجودًا۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے متصلات اور منفصلات کے اقسام کی مثالیں بیان کی ہیں، جو واضح ہیں لہٰذا طوالت کے پیش نظر تشریح نہیں کی جا رہی ہے۔

قَالَ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ فِيْ اَحْكَامِ الْقَضَايَا وَ فِيْهِ اَرْبَعَةُ مَبَاحِثَ اَلْبَحْثُ الاَوَّلُ فِيْ التَّنَاقُضِ وَ حَدُّوْهُ بِاَنَّهُ اِخْتِلاَفُ قَضِيَّتَيْنِ بِالْاِيْجَابِ وَ السَّلْبِ بِحَيْثُ يَقْتَضِيْ لِذَاتِهٖ اَنْ يَكُوْنَ اِحْدٰهُمَا صَادِقَةً وَ الْاُخْرٰى كَاذِبَةً. **اَقُوْلُ** لَمَّا فَرَغَ مِنْ تَعْرِيْفِ الْقَضِيَّةِ وَ اَقْسَامِهَا شَرَعَ فِيْ لَوَاحِقِهَا وَ اَحْكَامِهَا وَ ابْتَدَأَ مِنْهَا بِالتَّنَاقُضِ لِتَوَقُّفِ مَعْرِفَةِ غَيْرِهٖ مِنَ الْاَحْكَامِ عَلَيْهِ وَ هُوَ اِخْتِلاَفُ قَضِيَّتَيْنِ بِالْاِيْجَابِ وَ السَّلْبِ بِحَيْثُ يَقْتَضِيْ لِذَاتِهٖ صِدْقُ اِحْدٰهُمَا كِذْبَ الْاُخْرٰى كَقَوْلِنَا زَيْدٌ اِنْسَانٌ وَ زَيْدٌ لَيْسَ بِاِنْسَانٍ فَاِنَّهُمَا مُخْتَلِفَانِ بِالْاِيْجَابِ وَالسَّلْبِ اِخْتِلاَفًا يَقْتَضِيْ لِذَاتِهٖ اَنْ يَكُوْنَ الاُوْلٰى صَادِقَةً وَ الْاُخْرٰى كَاذِبَةً فَالْاِخْتِلاَفُ جِنْسٌ بَعِيْدٌ لِاَنَّهٗ قَدْ يَكُوْنُ بَيْنَ قَضِيَّتَيْنِ وَ قَدْ يَكُوْنُ بَيْنَ مُفْرَدَيْنِ كَالسَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ وَ

قَدْ يَكُوْنُ بَيْنَ قَضِيَّةٍ وَ مُفْرَدٍ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ قَائِمٌ وَ عَمْرٌو بِلاَ اِسْنَادِ شَيْءٍ اِلىٰ عَمْرٍو وَ قَوْلُهٗ قَضِيَّتَيْنِ يُخْرِجُ غَيْرَ الْقَضِيَّتَيْنِ وَ اِخْتِلاَفُ قَضِيَّتَيْنِ اِمَّا بِالْاِيْجَابِ وَ السَّلْبِ وَاِمَّا بِغَيْرِهِمَا كَاِخْتِلاَفِهِمَا بِاَنْ يَكُوْنَ اِحْدٰهُمَا حَمْلِيَّةً وَالْاُخْرٰى شَرْطِيَّةً اَوْ مُتَّصِلَةً وَ مُنْفَصِلَةً اَوْ مَعْدُوْلَةً وَ مُحَصَّلَةً فَقَوْلُهٗ بِالْاِيْجَابِ وَ السَّلْبِ اَخْرَجَ الْاِخْتِلاَفَ بِغَيْرِ الْاِيْجَابِ وَ السَّلْبِ وَ الْاِخْتِلاَفُ بِالْاِيْجَابِ وَالسَّلْبِ قَدْ يَكُوْنُ بِحَيْثُ يَقْتَضِيْ اَنْ يَكُوْنَ اِحْدٰهُمَا صَادِقَةً وَ الْاُخْرٰى كَاذِبَةً وَ قَدْ يَكُوْنُ بِحَيْثُ لاَ يَقْتَضِيْ ذٰلِكَ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ سَاكِنٌ وَ زَيْدٌ لَيْسَ بِمُتَحَرِّكٍ فَاِنَّهُمَا قَضِيَّتَانِ مُخْتَلِفَتَانِ اِيْجَابًا وَ سَلْبًا لٰكِنَّ اِخْتِلاَفَهُمَا لاَ يَقْتَضِيْ صِدْقَ اِحْدٰهُمَا وَ كِذْبَ الْاُخْرٰى بَلْ هُمَا صَادِقَتَانِ فَقَيَّدَ بِقَوْلِهٖ بِحَيْثُ يَقْتَضِيْ لِيُخْرِجَ الْاِخْتِلاَفَ الْغَيْرَ الْمُقْتَضِيْ.

ترجمه: ماتن نے کہا: تیسری فصل قضایا کے احکام (کے بیان) میں ہے، اور اس میں چار بحثیں ہیں، پہلی بحث تناقض (کے بیان) میں ہے، اور اس کی تعریف مناطقہ نے یہ کی ہے کہ دو قضیوں کا ایجاب اور سلب میں اس طرح مختلف ہونا کہ وہ اپنی ذات کی وجہ سے اس بات کا تقاضا کرے کہ ان میں سے ایک صادق ہے اور دوسرا کاذب۔ میں کہتا ہوں، جب ماتن قضیہ کی تعریف اور اس کی اقسام سے فارغ ہو چکے تو اس کے لواحق اور احکام کو شروع کر رہے ہین، اور ان میں سے تناقض سے ابتدا کی ہے، اس کے علاوہ احکام کی معرفت اس پر موقوف ہونے کی وجہ سے۔ اور وہ دو قضیوں کا ایجاب اور سلب میں اس طرح مختلف ہونا ہے کہ وہ ان میں سے ایک لذاتہٖ صادق ہونے اور دوسرے کے کاذب ہونے کا تقاضا کرے، جیسے ہمارا قول "زید انسان" ہے اور زید انسان نہیں ہے" پس بے شک یہ دونوں ایجاب اور سلب میں مختلف ہیں، اور ایسا اختلاف کہ وہ لذاتہٖ اس بات کا تقاضا کرے کہ پہلا صادق اور دوسرا کاذب ہو، پس (لفظ) اختلاف جنس بعید ہے، اس لئے کہ یہ کبھی دو قضیوں میں ہوتا ہے اور کبھی دو مفردوں میں ہوتا ہے، جیسے آسمان اور زمین، اور کبھی ایک قضیہ اور ایک مفرد میں ہوتا ہے، جیسے ہمارا قول زیدٌ قائم وعمرو عمرو کی طرف کسی چیز کی نسبت کئے بغیر، تو ماتن کا قول "قضیتین" غیر قضیتین کو نکال دیتا ہے، اور دو قضیوں کا اختلاف یا تو ایجاب وسلب میں ہوگا یا اسکے علاوہ میں جیسے ان دونوں کا مختلف ہونا بایں طور کہ ان میں سے ایک حملیہ ہو اور دوسرا شرطیہ یا متصلہ اور منفصلہ یا معدولہ اور محصلہ، لہٰذا ماتن کے قول "بالایجاب والسلب" نے ایجاب اور سلب کے علاوہ میں اختلاف کو نکال دیا، اور ایجاب وسلب کا اختلاف کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ وہ ان میں سے ایک کے صادق اور دوسرا کاذب ہو، اور کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ وہ اس کا تقاضا نہیں کرتا، جیسے ہمارا قول زید ساکن وزید لیس بمتحرک پس یہ دونوں دو قضیے ہیں مختلف ہیں، ایجاب اور سلب میں لیکن ان دونوں کا اختلاف ان میں سے ایک کے صادق ہونے اور دوسرے کے کاذب ہونے کا تقاضا نہیں کرتا ہے، بلکہ وہ دونوں صادق ہیں، پس ماتن نے اپنے قول "بحیث یقتضی" کی قید لگائی تا کہ اختلاف غیر مقتضی نکل جائے۔

تشریح: ماتن نے فرمایا کہ تیسری فصل قضایا کے احکام سے متعلق ہے، اور اس فصل میں چار بحثیں ہیں، پہلی بحث تناقض کے بیان میں ہے، دوسری بحث عکس مستوی کے بیان میں، تیسری عکس نقیض میں اور چوتھی تلازم شرطیات کے بیان میں، اس کو اس طرح سمجھئے کہ جب کوئی قضیہ صادق ہوتا ہے تو اس پر چار آثار مرتب ہوتے ہیں ان کو احکام کہا جاتا ہے، چار احکام یہ ہیں: ۱- نقیض کا کاذب

ہونا۔۲۔عکسِ مستوی کا صادق ہونا۔۳۔عکسِ نقیض کا صادق ہونا۔۴۔اور بعض قضایا کے لئے بعض کا لازم ہونا۔لہٰذا فصل ثالث میں ان چار احکام سے متعلق بحثیں ہوں گی۔

شارح فرماتے ہیں کہ ماتن جب قضیہ اور اس کی اقسام کے بیان سے فارغ ہو گئے تو اب اس کے لواحق اور احکام کو شروع کر رہے ہیں، اور "لواحق" سے مراد وہ قضایا ہیں جن کو نقیض، عکسِ نقیض، اور لازم شرطیہ کہا جاتا ہے، اور احکام سے مراد ان کے معانی مصدریہ ہیں، یعنی دو قضیوں کے درمیان تناقض، تعاکس، اور تلازم کا ہونا، لیکن ان میں سے ماتن نے سب سے پہلے تناقض کو بیان کیا ہے، اس لئے کہ عکسِ مستوی، عکسِ نقیض اور تلازم کے دلائل کو پہچاننا قضایا کی نقیض کے علم پر موقوف ہے، تو اس اعتبار سے تناقض موقوف علیہ ہوا اور اس کے علاوہ موقوف ہوئے اور موقوف علیہ موقوف پر مقدم ہوتا ہے اس لئے ماتن نے تناقض کو دیگر مباحث پر مقدم کیا ہے، اب تناقض کی لغوی اور اصطلاحی تعریف ملاحظہ فرمائیں۔

تناقض کے لغوی معنیٰ: تناقض، باب تفاعل کا مصدر ہے، نقض سے ماخوذ ہے نقض کے لغوی معنیٰ ہیں، کھولنا، پھر اس کو اس معنیٰ سے منتقل کر کے مطلقاً ابطال کے معنیٰ میں استعمال کیا جانے لگا، اور چونکہ تناقض، باب تفاعل کا مصدر ہے، اور اس کی خاصیت اشتراک ہے، لہٰذا جن دو قضیوں میں تناقض ہوگا ان میں سے ہر ایک ابطال میں شریک ہوگا، ہر ایک دوسرے کے ابطال کو چاہے گا۔

تناقض کی اصطلاحی تعریف: اصطلاحِ منطق میں تناقض نام ہے، دو قضیوں کا ایجاب اور سلب میں اس طرح مختلف ہونا کہ یہ اختلاف بالذات اس بات کا تقاضا کرے کہ اگر ان میں سے ایک سچا ہو تو دوسرا جھوٹا ہو، یا پہلا جھوٹا ہو تو دوسرا سچا ہو، مطلب یہ ہے کہ ایک قضیہ موجبہ اور ایک قضیہ سالبہ ہو، اور یہ ایجاب وسلب کا اختلاف بذاتِ خود اس بات کا تقاضا کرے اگر ان میں سے ایک سچا ہوگا تو دوسرا یقیناً جھوٹا ہوگا، جیسے زید انسانٌ اور زید لیس بانسان دیکھئے یہاں دو قضیے ہیں، ایک موجبہ اور دوسرا سالبہ اور یہ اختلاف بذاتِ خود اور بلا واسطہ اس بات کا تقاضا کر رہا ہے کہ اگر ایک سچا ہے تو دوسرے کا جھوٹا ہونا ضروری ہے، اور اگر پہلا جھوٹا ہے تو دوسرے کا سچا ہونا ضروری ہے، ایسا نہیں ہوسکتا کہ دونوں ہی سچ ہوں یا دونوں ہی جھوٹ ہوں، کیونکہ اگر دونوں سچ ہو جائیں تو اس صورت میں اجتماعِ نقیضین لازم آئے گا جو کہ محال ہے، اور اگر دونوں ہی جھوٹ ہو جائیں تو ارتفاعِ نقیضین لازم آئے گا، اور یہ بھی محال ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ لامحالہ ان دونوں میں سے ایک صادق اور ایک کاذب ہے۔

فوائد قیود: جب آپ کو تناقض کی تعریف معلوم ہوگئی تو اب اس کی تعریف کے اندر جتنی قیدیں ہیں، ان کے فائدے بھی سن لیجئے، نیز یہ بات بھی ذہن نشیں رکھیں کہ ہر تعریف اسی وقت جامع و مانع یا حدّ تام ہوتی ہے، جبکہ وہ جنس اور فصل سے مرکب ہو، تناقض کی تعریف بھی جنس اور فصل سے مرکب ہے، لہٰذا تناقض کی تعریف حدّ تام کہلائے گی، کیونکہ حد تام اس تعریف کو کہتے ہیں جو جنس اور فصل سے مرکب ہو، اب رہا یہ سوال کہ کونسا لفظ جنس کے درجہ میں ہے اور کونسا فصل کے درجہ میں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تناقض کی تعریف میں لفظ "اختلاف" جنس ہے، شارح نے کہا ہے کہ وہ جنس بعید ہے، جنس بعید کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس کے کئی جواب واقع ہوسکتے ہیں، اور یہاں بھی چونکہ اختلاف کی تین صورتیں ہیں، اس لئے شارح نے اس کو جنس بعید کہا ہے، یہ اختلاف تین طرح کا ہوسکتا ہے۔

۱- یہ اختلاف کبھی دو قضیوں کے درمیان ہوتا ہے، جیسے زید انسان ہے، زید انسان نہیں ہے۔

۲- اور کبھی دو مفردوں کے درمیان ہوتا ہے جیسے آسمان وزمین، ظفر اور

۳- اور کبھی ایک قضیہ اور ایک مفرد کے درمیان ہوتا ہے، جیسے زید قائم وعمر۔

الغرض لفظ اختلاف جنس ہے جو اختلاف کی تینوں قسموں کو شامل ہے، اور "قضیتین" دوسری قید ہے، اور یہ فصل کے درجہ میں ہے، اس سے تناقض فی المفردین اور تناقض فی المفرد والقضیہ، تناقض کی تعریف سے خارج ہو کر تناقض صرف دو قضیوں کے درمیان خاص ہو گیا، اس لئے کہ تناقض فی المفردین اور تناقض فی المفرد والقضیہ سے قیاس کی بحث میں کوئی واسطہ نہیں پڑتا، اس لئے مناطقہ ان دونوں سے بالکل ہی بحث نہیں کرتے۔ اور تناقض کی تعریف میں "بالایجاب والسلب" تیسری قید ہے جو فصل ثانی کے درجہ میں ہے، اس سے وہ اختلاف تناقض سے خارج ہو گیا جو دو قضیوں کے درمیان شرطیہ اور حملیہ ہونے کے اعتبار سے ہو، یعنی ایک حملیہ اور ایک شرطیہ ہو، اسی طرح وہ اختلاف بھی خارج ہو گیا جو اتصال اور انفصال کے اعتبار سے ہو، یعنی ایک متصلہ اور ایک منفصلہ ہو، اسی طرح ان دو قضیوں کا اختلاف بھی خارج ہو گیا جن میں ایک معدولہ اور دوسرا غیر معدولہ ہو، کیونکہ ان صورتوں کا اختلاف معتبر نہیں ہوتا، اختلاف صرف ایجاب اور سلب کے اعتبار سے معتبر ہوتا ہے۔

اور تناقض کی تعری میں "بحیث یقتضی" چوتھی قید ہے اس یہ فصل ثالث کے درجہ میں ہے جو اختلاف کی اس صورت کو تناقض کی تعریف سے نکال دیا جو ایک کے صادق اور دوسرے کے کاذب ہونے کا تقاضا نہیں کرتا، مثلاً جب کہا جائے، زید ساکن اور زید لیس بمتحرک، یہ دونوں قضیے اگرچہ آپس میں ایجاب وسلب کے اعتبار سے مختلف ہیں، لیکن یہ اختلاف ایسا نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے ایک کے صادق ہونے کا اور دوسرے کے کاذب ہونے کا تقاضا کرے بلکہ یہ دونوں صادق ہیں، کیونکہ جو ساکن ہوگا وہ متحرک بھی نہیں ہوگا۔ اور کبھی دونوں کاذب بھی ہوتے ہیں، تو جب ایجاب اور سلب کے لحاظ سے اختلاف کی کئی صورتیں ہیں تو ماتن نے "بحیث یقتضی" کی قید لگا کر یہ بتلا دیا کہ تناقض کی تعریف میں وہ اختلاف معتبر ہے، ان میں سے ایک کے صادق اور ے کے کاذب ہونے کا تقاضا کرے، اور اس اختلاف کو خارج کر دیا جو ایسا تقاضا نہیں کرتا۔

وَ الْاِخْتِلَافُ الْمُقْتَضِی اِمَّا اَنْ یَکُوْنَ مُقْتَضِیًا لِذَاتِهٖ وَ صُوْرَتِهٖ وَ اِمَّا اَنْ لَا یَکُوْنَ کَذٰلِکَ بَلْ بِوَاسِطَةٍ اَوْ بِخُصُوْصِ الْمَادَّةِ اَمَّا الْوَاسِطَةُ فَکَمَا فِی اِیْجَابِ قَضِیَّةٍ وَ سَلْبِ لَازِمِهَا الْمُسَاوِی کَقَوْلِنَا زَیْدٌ اِنْسَانٌ وَ زَیْدٌ لَیْسَ بِنَاطِقٍ فَاِنَّ الْاِخْتِلَافَ بَیْنَهُمَا اِنَّمَا یَقْتَضِی صِدْقَ اَحَدِهِمَا وَ کِذْبَ الْاُخْرٰی اَمَّا لِاَنَّ قَوْلَنَا زَیْدٌ لَیْسَ بِنَاطِقٍ فِی قُوَّةِ قَوْلِنَا زَیْدٌ لَیْسَ بِاِنْسَانٍ وَ اَمَّا لِاَنَّ قَوْلَنَا زَیْدٌ اِنْسَانٌ فِی قُوَّةِ قَوْلِنَا زَیْدٌ نَاطِقٌ وَ اَمَّا خُصُوْصُ الْمَادَّةِ فَکَمَا فِی قَوْلِنَا کُلُّ اِنْسَانٍ حَیَوَانٌ وَ لَا شَیْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِحَیَوَانٍ وَ قَوْلِنَا بَعْضُ الْاِنْسَانِ حَیَوَانٌ وَ بَعْضُ الْاِنْسَانِ لَیْسَ بِحَیَوَانٍ فَاِنَّ اخْتِلَافَهُمَا بِالْاِیْجَابِ وَ السَّلْبِ یَقْتَضِی صِدْقَ اَحَدِهِمَا وَ کِذْبَ الْاُخْرٰی لَا بِصُوْرَتِهٖ وَ هِیَ کَوْنُهُمَا کُلِّیَتَیْنِ اَوْ جُزْئِیَّتَیْنِ بَلْ بِخُصُوْصِ الْمَادَّةِ وَ اِلَّا لَزِمَ ذٰلِکَ فِی کُلِّ کُلِّیَّتَیْنِ وَ جُزْئِیَّتَیْنِ مُخْتَلِفَتَیْنِ بِالْاِیْجَابِ وَ السَّلْبِ وَ لَیْسَ کَذٰلِکَ فَاِنَّ قَوْلَنَا کُلُّ حَیَوَانٍ اِنْسَانٌ وَ لَا شَیْءَ مِنَ الْحَیَوَانِ بِاِنْسَانٍ کُلِّیَّتَانِ مُخْتَلِفَتَانِ اِیْجَابًا وَ سَلْبًا وَ اخْتِلَافُهُمَا لَا یَقْتَضِی صِدْقَ اَحَدِهِمَا وَ کِذْبَ الْاُخْرٰی بَلْ هُمَا کَاذِبَتَانِ وَ کَذٰلِکَ قَوْلُنَا بَعْضُ الْحَیَوَانِ اِنْسَانٌ وَ بَعْضُ الْحَیَوَانِ لَیْسَ بِاِنْسَانٍ جُزْئِیَّتَانِ مُخْتَلِفَتَانِ بِالْاِیْجَابِ اَوِ السَّلْبِ وَ لَیْسَ اَحَدُهُمَا صَادِقَةً وَ الْاُخْرٰی کَاذِبَةً بَلْ هُمَا صَادِقَتَانِ بِخِلَافِ قَوْلِنَا بَعْضُ الْحَیَوَانِ اِنْسَانٌ وَ لَا شَیْءَ مِنَ الْحَیَوَانِ بِاِنْسَانٍ فَاِنَّ

اِخْتِلافُهُمَا يَقْتَضِيْ لِذَاتِهٖ وَ صُوْرَتَهٗ اَنْ يَكُوْنَ اِحْدٰهُمَا صَادِقَةً وَ الاُخْرٰى كَاذِبَةً حَتّٰى اَنَّ الْاِخْتِلَافَ بِالْاِيْجَابِ وَالسَّلْبِ بَيْنَ كُلِّ قَضِيَّةٍ كُلِّيَّةٍ وَ جُزْئِيَّةٍ يَقْتَضِيْ ذٰلِكَ.

ترجمہ: اور اختلاف مقتضی یا تو اپنی ذات اور صورت کی وجہ سے تقاضا کرتا ہے، اور یا اس طرح نہ ہو، بلکہ واسطہ یا مادّہ کی خصوصیت کی وجہ سے ہو، بہر حال واسطہ تو جیسے کہ قضیہ کے ایجاب اور اس کے لازم مساوی کے سلب میں ہوتا ہے، جیسے ہمارا قول زید انسان ہے، اور زید ناطق نہیں ہے، اس لئے کہ ان دونوں کے درمیان اختلاف جوان میں سے ایک کے صدق اور دوسرے کے کذب کا تقاضا کرتا ہے، وہ یا تو اس لئے ہے کہ ہمارا قول زید لیس بناطق، ہمارے قول زید لیس بانسان کی قوت میں ہے، یا اس لئے کہ ہمارا قول زید انسان ہمارے قول زید ناطق کی قوت میں ہے، اور بہر حال مادہ کا خصوص تو جیسے ہمارا قول کل انسان حیوانٌ اور لاشیئ من الانسان بحیوان اور ہمارا قول بعض الانسان حیوان اور بعض الحیوان لیس بانسان میں ہے کیونکہ ان دونوں کا ایجاب وسلب کے لحاظ سے اختلاف ان میں سے ایک کے صدق اور دوسرے کے کذب کو چاہتا ہے، وہ اسکی صورت یعنی ان دونوں کے کلی یا جزئی ہونے کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ مادّہ کی خصوصیت کی وجہ سے ہے، ورنہ یہ ہر ایسی دو کلیوں اور جو جزئیوں میں ضروری ہوگا جو ایجاب اور سلب میں مختلف ہوں، حالانکہ ایسا نہیں ہے، اس لئے کہ ہمارا قول کل حیوان انسانٌ اور لاشیئ من الحیوان بانسان دو کلی ہیں، ایجاب اور سلب کے اعتبار سے مختلف ہیں، اور ان دونوں کا اختلاف ان میں سے ایک کے صدق اور دوسرے کے کذب کا تقاضا نہیں کرتا ہے بلکہ یہ دونوں کاذب ہیں، اور اسی طرح ہمارا قول "بعض الحیوان انسانٌ اور بعض الحیوان لیس بانسان دونوں جزئی ہیں، اور ایجاب وسلب کے اعتبار سے دونوں مختلف ہیں، حالانکہ ان میں سے ایک صادق اور دوسرا کاذب نہیں ہے، بلکہ دونوں صادق ہیں، بخلاف ہمارے قول بعض الحیوان انسان و لاشیئ من الحیوان بانسان کے، اس لئے کہ ان دونوں کا اختلاف اپنی ذات اور صورت کی وجہ سے ان میں سے ایک صادق اور دوسرے کے کاذب ہونے کا تقاضا کرتا ہے، یہاں تک کہ ایجاب اور سلب کا اختلاف ہر قضیہ کلیہ اور جزئیہ کے درمیان اس بات کا تقاضا کرتا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے تناقض کی تعریف میں ذکر کردہ قیود میں سے پانچویں قید کا فائدہ بیان کیا ہے، چنانچہ ماتن نے لذاتہ کا اضافہ کر کے تناقض کی تعریف سے اختلاف بالواسطہ اور اختلاف بخصوص المادہ کو نکال دیا ہے، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ وہ اختلاف جو ایک قضیہ کے صدق اور دوسرے کے کذب کا تقاضا کرتا ہے اس کی تین صورتیں ہیں۔

۱- یہ اختلاف اپنی ذات اور صورت کی وجہ سے ایک کے صدق اور دوسرے کے کذب کا تقاضا کرے، جیسے زیدٌ قائمٌ اور زیدٌ لیس بقائم دیکھئے ان دونوں قضیوں میں ذاتی اختلاف ہے ان کا موضوع بھی ایک ہے اور محمول بھی ایک اور ایجاب وسلب کے اعتبار سے اختلاف بھی موجود ہے لہٰذا ان میں تناقض ہے اور تناقض کے پائے جانے کے لئے یہ ''ذاتی اختلاف'' ہی معتبر ہوتا ہے۔

۲- یہ اختلاف شئی کے لازم مساوی کے واسطہ سے ایک کے صدق اور دوسرے کے کذب کا تقاضا کرے، اس کی صورت یہ ہے کہ ایک قضیہ میں ایجاب ہو اور دوسرے میں اس کے لازم مساوی کا سلب ہو جیسے زیدٌ انسانٌ اور زیدٌ لیس بناطقٍ، دیکھئے اس

مثال میں دو قضیے ایسے ہیں کہ ان میں سے پہلے قضیہ میں ایجاب ہے اور دوسرے میں شئی یعنی انسان کے لازم مساوی یعنی ناطق کا سلب ہے اور ان دونوں قضیوں کے درمیان ایسا اختلاف بھی موجود ہے جو ایک کے صدق اور دوسرے کے کذب کا تقاضا کرتا ہے لیکن یہ لذاتہ اختلاف نہیں ہے، بلکہ لازم کے مساوی کے واسطہ سے ہے، کیونکہ انسان اور ناطق دونوں مساوی ہیں، اس لئے ناطق کی نفی سے انسان کی نفی ہوگی، اور انسان کی نفی سے ناطق کی نفی ہوگی، شارح فرماتے ہیں کہ زید انسان اور زید لیس بناطق یہ دونوں قضیے ہیں ان میں سے دوسرا قضیہ زید لیس بانسان کی قوت میں ہے، یا یوں کہہ لیجئے کہ ان میں سے پہلا قضیہ یعنی زید انسان زید ناطق کی قوت میں ہے، تو گویا معنی کے لحاظ سے یہ دو قضیے اس طرح ہو گئے، زید انسان اور زید لیس بانسان، یا زید ناطق اور زید لیس بناطق الغرض یہاں چونکہ یہ اختلاف امر مساوی یعنی ناطق کے واسطہ سے اس بات کا تقاضا کرتا رہا ہے کہ ان میں سے ایک قضیہ صادق ہو اور دوسرا کاذب ہو، اس لئے اس کو بالواسطہ کہا، لیکن تناقض کے تحقق کے لئے یہ اختلاف معتبر نہیں ہے، بلکہ بالذات اختلاف معتبر ہے، اسی وجہ سے یہ تناقض بھی تناقض کی تعریف سے خارج ہو گیا۔

۳۔ یہ اختلاف ''خصوص مادّہ'' کی وجہ سے ایک کے صدق اور دوسرے کے کذب کا تقاضا کرے، ''خصوص مادہ'' کا مطلب دونوں قضیوں میں محمول موضوع سے اعم ہو، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے، جیسے کل انسان حیوان (موجبہ) اور لاشئ من الانسان بحیوان (سالبہ) اور بعض الانسان حیوان (موجبہ) اور بعض الانسان لیس بحیوان (سالبہ) دیکھئے ان تمام قضایا میں ایجاب اور سلب کا اختلاف موجود ہے یہ اختلاف ان میں سے ایک کے صادق اور دوسرے کے کاذب ہونے کا تقاضا بھی کر رہا ہے، لیکن یہ تقاضا دونوں کی ذات اور صورت یعنی کلی اور جزئی ہونے کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ خصوصیت مادہ کی وجہ سے ہے، یعنی اس وجہ سے کہ ان تمام قضایا میں موضوع اعم ہے، دلیل یہ ہے کہ اگر یہ کہا جائے ان قضایا کا اختلاف ان کے کلی اور جزئی ہونے کی وجہ سے ایک کے صادق اور دوسرے کے کاذب ہونے کا تقاضا کر رہا ہے تو پھر اس سے یہ لازم آئے گا کہ ہر دو کلی اور ہر دو جزئی جو ایجاب اور سلب کے اعتبار سے مختلف ہوں، تو ان کے درمیان تناقض ہو، یعنی ان کا یہ اختلاف ایک کے صدق اور دوسرے کے کذب کا تقاضا کرے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، اس لئے کہ کبھی دونوں قضیہ کلیہ کاذب ہوتے ہیں جیسے کل حیوان انسانٌ و لاشئ من الحیوان بانسانٍ، دیکھئے یہ دو قضیہ کلیہ ہیں اور ایجاب اور سلب کا اختلاف بھی ان میں موجود ہے، لیکن یہ اختلاف ان میں سے ایک کے صدق اور دوسرے کے کذب کا تقاضا نہیں کر رہا ہے، بلکہ یہ دونوں کلیہ کاذب ہیں، اس لئے پہلے قضیہ میں کہا گیا ہے کہ سارے حیوان انسان ہیں، جو کہ کاذب ہے ورنہ تو بیل گدھا، خچر وغیرہ کا انسان ہونا لازم آئے گا، اور دوسرے قضیہ میں کہا گیا ہے کہ کوئی بھی حیوان انسان نہیں ہے، یہ بھی کاذب ہے، اس لئے کہ زید، عمر، بکر وغیرہ انسان ہیں اور انسان کے لئے حیوان کا ہونا ضروری ہے، لہٰذا لاشئ من الحیوان بانسانٍ کاذب ہے، اسی طرح کبھی دو قضیہ جزئیہ صادق ہوتے ہیں، جیسے بعض الحیوان انسانٌ، اور بعض الحیوان لیس بانسانٍ دیکھئے یہ دونوں قضیہ جزئیہ ہیں اور دونوں ایجاب وسلب میں مختلف ہیں، لیکن اس کے باوجود ان میں سے ایک صادق اور ایک کاذب نہیں ہے، بلکہ دونوں ہی صادق ہیں، تو معلوم ہوا کہ دو قضیوں کا ایجاب اور سلب میں مختلف ہونا محض دونوں کے کلیہ یا جزئیہ ہونے کی وجہ سے ایک کے صدق اور دوسرے کے کذب کا تقاضا نہیں کر رہا ہے، بلکہ خصوصیت مادہ کی وجہ سے یہ اختلاف اس بات کا تقاضا کر رہا ہے کہ ایک صادق اور دوسرا کاذب ہو، لیکن خصوصیت مادہ کا یہ اختلاف

بھی تناقض کے تحقق کے لئے معتبر نہیں ہے، اس لئے ماتن نے تناقض کی تعریف میں "لذاتہ" کی قید لگا کر اختلاف بالواسطہ اور اختلاف بخصوص المادہ دونوں کو تناقض سے خارج کر دیا۔

البتہ دو قضیوں میں کیت یعنی کلیت اور جزئیت کے اعتبار سے اختلاف ہو، تو پھر ان میں تناقض ہوگا، جیسے بعض الحیوان انسان اور لاشئ من الحیوان بانسانٍ دیکھئے یہ دو قضیہ ہیں ان میں ایک جزئیہ اور دوسرا کلیہ ہے، اور ایجاب اور سلب میں بھی مختلف ہیں اور یہ اختلاف اپنی ذات کی وجہ سے ایک کے صدق او دوسرے کے کذب کا تقاضا کر رہا ہے، لہٰذا ان میں تناقض ہے۔ شارح فرماتے ہیں کہ ہر وہ اختلاف جو ایجاب اور سلب کے اعتبار سے ایک کلیہ اور جزئیہ کے درمیان ہو وہ اس بات کا تقاضا کر رہا ہے، کہ ان میں سے ایک صادق اور دوسرا کاذب ہو، اسی کا نام تناقض ہے۔

قَالَ وَ لَا يَتَحَقَّقُ التَّنَاقُضُ فِيْ الْمَخْصُوْصَتَيْنِ اِلَّا عِنْدَ اِتِّحَادِ الْمَوْضُوْعِ وَ يَنْدَرِجُ فِيْهِ وَحْدَةُ الشَّرْطِ وَ الْجُزْءِ وَ الْكُلِّ وَ عِنْدَ اِتِّحَادِ الْمَحْمُوْلِ وَ يَنْدَرِجُ فِيْهِ وَحْدَةُ الزَّمَانِ وَ الْمَكَانِ وَ الْاِضَافَةِ وَ الْقُوَّةِ وَ الْفِعْلِ وَ فِيْ الْمَحْصُوْرَتَيْنِ لَا بُدَّ مَعَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِخْتِلَافِ بِالْكَمِّيَّةِ لِصِدْقِ الْجُزْئِيَّتَيْنِ وَ كِذْبِ الْكُلِّيَّتَيْنِ فِيْ كُلِّ مَادَّةٍ يَكُوْنُ فِيْهَا الْمَوْضُوْعُ اَعَمَّ مِنَ الْمَحْمُوْلِ وَ لَابُدَّ فِيْ الْمُوَجَّهَتَيْنِ مَعَ ذٰلِكَ مِنْ اِخْتِلَافِ الْجِهَةِ لِصِدْقِ الْمُمْكِنَتَيْنِ وَ كِذْبِ الضَّرُوْرِيَّتَيْنِ فِيْ مَادَّةِ الْاِمْكَانِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: اور دو مخصوصہ میں تناقض متحقق نہیں ہوتا، مگر اتحادِ موضوع کے وقت، اور اس میں وحدتِ شرط، جزء اور کل داخل ہے، اور محمول کے اتحاد کے وقت اور اس میں وحدت زمان و مکان، اضافت، قوت اور فعل داخل ہے، اور دو محصورہ میں اس اختلاف کے ساتھ ساتھ کیت کے اعتبار سے بھی اختلاف ضروری ہے، دو جزئیہ کے صادق ہونے کی وجہ سے اور دو کلیہ کے کاذب ہونے کی وجہ سے ہر اس مادہ میں جہاں موضوع محمول سے اعم ہو، اور دو موجبہ میں اس کے ساتھ ساتھ جہت کا مختلف ہونا بھی ضروری ہے، امکان کے مادہ میں دو ممکنہ کے صادق ہونے اور دو ضروریہ کے کاذب ہونے کی وجہ سے۔

تشریح: ماتنؒ نے متاخرین مناطقہ کے نظریہ کے مطابق کہا ہے کہ دو قضیہ مخصوصہ میں تناقض کے لئے صرف دو وحدتیں مستقل شرط ہیں یعنی موضوع اور محمول کا ایک ہونا اور باقی ان ہی دو میں داخل ہے، وحدتِ شرط، جزء اور کل وحدتِ موضوع میں داخل ہے، اور حدتِ زمان و مکان، اضافت اور قوت و فعل وحدتِ محمول میں داخل ہے، اور دو قضیہ محصورہ میں تناقض کے تحقق کے لئے ان شرطوں کے علاوہ ایک اور شرط کا ہونا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ کلیت اور جزئیت کے اعتبار سے دونوں قضیے مختلف ہوں، اگر ایک قضیہ کلیہ ہو تو دوسرے کا جزئیہ ہونا ہے، دلیل یہ ہے کہ اگر دونوں جزئیہ ہو جائیں تو تناقض نہیں ہوگا، اس لئے کہ دو جزئیہ کبھی صادق ہوتے ہیں، جیسے بعض الحیوان انسانٌ اور بعض الحیوان لیس بانسان، اور دو کلیہ کبھی کاذب ہوتے ہیں، جیسے کل حیوان انسان ولا شئ من الحیوان بانسان، یہ دو جزئیہ کا صادق ہونا اور دو کلیوں کا کاذب ہونا ہر اس مادہ میں ہوگا جہاں موضوع محمول سے اعم ہو، اور دو قضیہ موجہہ میں ان شرائط کے علاوہ ایک شرط اور ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ دونوں قضیوں کی جہت مختلف ہو، اس لئے کہ اگر جہت مختلف نہ ہوگی، تو امکان کے مادہ میں دو ممکنہ صادق ہو جائیں گے، اور دو ضروریہ کاذب ہو جائیں گے، جس کی وجہ سے تناقض کا تحقق نہ ہوگا، اس کی مزید تشریح اقول کی تشریح کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

اقول اَلْقَضِیَّتَانِ الْمُخْتَلِفَتَانِ بِالْاِیْجَابِ وَ السَّلْبِ اِمَّا مَخْصُوْصَتَانِ اَوْ مَحْصُوْرَتَانِ لِاَنَّ الْمُهْمَلَةَ لِکَوْنِهِمَا فِیْ قُوَّةِ الْجُزْئِیَّةِ مِنَ الْمَحْصُوْرَاتِ فِی الْحَقِیْقَةِ فَاِنْ کَانَتَا مَخْصُوْصَتَیْنِ فَالتَّنَاقُضُ لَا یَتَحَقَّقُ بَیْنَهُمَا اِلَّا بَعْدَ تَحَقُّقِ ثَمَانِیْ وُحْدَاتٍ فَالْاُوْلٰی وَحْدَةُ الْمَوْضُوْعِ اِذْ لَوِ اخْتَلَفَ الْمَوْضُوْعُ فِیْهِمَا لَمْ تَتَنَاقَضَا لِجَوَازِ صِدْقِهِمَا وَ کِذْبِهِمَا مَعًا کَقَوْلِنَا زَیْدٌ قَائِمٌ وَ عَمْرٌو لَیْسَ بِقَائِمٍ اَلثَّانِیَةُ وَحْدَةُ الْمَحْمُوْلِ فَاِنَّهٗ لَا تَنَاقُضَ عِنْدَ اخْتِلَافِ الْمَحْمُوْلِ کَقَوْلِنَا زَیْدٌ قَائِمٌ وَ زَیْدٌ لَیْسَ بِضَاحِکٍ اَلثَّالِثَةُ وَحْدَةُ الشَّرْطِ لِعَدَمِ التَّنَاقُضِ عِنْدَ اخْتِلَافِ الشَّرْطِ کَقَوْلِنَا الْجِسْمُ مُفَرِّقٌ لِلْبَصَرِ اَیْ بِشَرْطِ کَوْنِهٖ اَبْیَضَ وَ الْجِسْمُ لَیْسَ بِمُفَرِّقٍ لِلْبَصَرِ اَیْ بِشَرْطِ کَوْنِهٖ اَسْوَدَ اَلرَّابِعَةُ وَحْدَةُ الْکُلِّ وَ الْجُزْءِ فَاِنَّهٗ اِذَا اخْتَلَفَ الْکُلُّ وَالْجُزْءُ لَمْ تَتَنَاقَضَا کَقَوْلِنَا الزَّنْجِیُّ اَسْوَدُ اَیْ بَعْضُهٗ وَالزَّنْجِیُّ لَیْسَ بِاَسْوَدَ اَیْ کُلُّهٗ اَلْخَامِسَةُ وَحْدَةُ الزَّمَانِ اِذْ لَا تَنَاقُضَ اِذَا اخْتَلَفَ الزَّمَانُ کَقَوْلِنَا زَیْدٌ نَائِمٌ اَیْ لَیْلًا وَ زَیْدٌ لَیْسَ بِنَائِمٍ اَیْ نَهَارًا اَلسَّادِسَةُ وَحْدَةُ الْمَکَانِ لِعَدَمِ التَّنَاقُضِ عِنْدَ اخْتِلَافِ الْمَکَانِ کَقَوْلِنَا زَیْدٌ جَالِسٌ اَیْ فِی الدَّارِ وَ زَیْدٌ لَیْسَ بِجَالِسٍ اَیْ فِی السُّوْقِ اَلسَّابِعَةُ وَحْدَةُ الْاِضَافَةِ فَاِنَّهٗ اِذَا اخْتَلَفَ الْاِضَافَةُ لَمْ یَتَحَقَّقِ التَّنَاقُضُ کَقَوْلِنَا زَیْدٌ اَبٌ اَیْ لِعَمْرٍو وَ زَیْدٌ لَیْسَ بِاَبٍ اَیْ لِبَکْرٍ اَلثَّامِنَةُ وَحْدَةُ الْقُوَّةِ وَالْفِعْلِ فَاِنَّ النِّسْبَةَ اِذَا کَانَتْ فِیْ اِحْدَی الْقَضِیَّتَیْنِ بِالْفِعْلِ وَ فِی الْاُخْرٰی بِالْقُوَّةِ لَمْ تَتَنَاقَضَا کَقَوْلِنَا الْخَمْرُ فِی الدَّنِّ مُسْکِرٌ اَیْ بِالْقُوَّةِ وَ الْخَمْرُ فِی الدَّنِّ لَیْسَ بِمُسْکِرٍ اَیْ بِالْفِعْلِ فَهٰذِهٖ ثَمَانِیَةُ شُرُوْطٍ ذَکَرَهَا الْقُدَمَاءُ لِتَحَقُّقِ التَّنَاقُضِ۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں دو قضیے جو ایجاب اور سلب میں مختلف ہوں، یا تو دونوں مخصوصہ ہوں گے یا محصورہ، کیونکہ مہملہ جزئیہ کی قوت میں ہونے کی وجہ سے درحقیقت محصورات میں سے ہے، پس اگر دونوں مخصوصہ ہوں تو ان دونوں کے درمیان آٹھ وحدتوں کے متحقق ہونے کے بعد ہی تناقض متحقق ہوگا، پہلی وحدت، وحدتِ موضوع ہے اس لئے کہ اگر موضوع ان ہی دونوں میں مختلف ہو تو دونوں متناقض نہیں ہوں گے، کیونکہ ان دونوں کا صدق اور کذب ایک ساتھ جائز ہے، جیسے ہمارا قول زید قائم اور عمرو لیس بقائم، دوسری وحدت، وحدتِ محمول ہے، اس لئے کہ محمول کے مختلف ہونے کے وقت تناقض نہیں ہوتا، جیسے ہمارا قول زید قائم اور زید لیس بضاحک تیسری وحدت، وحدتِ شرط ہے، کیونکہ شرط کے مختلف ہونے کے وقت تناقض نہیں ہوتا، جیسے ہمارا قول الجسم مفرق للبصر، یعنی اس کے سفید ہونے کی شرط کے ساتھ اور الجسم لیس بمفرق للبصر، یعنی اس کے کالا ہونے کی شرط کے ساتھ، چوتھی وحدت، وحدتِ کل اور جزء ہے، اس لئے کہ جب کل اور جزء مختلف ہوں تو وہ متناقض نہ ہوں گے، جیسے ہمارا قول، حبشی کالا ہے، یعنی اس کا بعض اور حبشی کالا نہیں ہے، یعنی اس کا کل، پانچویں وحدت، وحدتِ زمان ہے اس لئے کہ تناقض نہیں ہوتا جب زمانہ مختلف ہو، جیسے ہمارا قول زید نائم ای لیلاً، اور زید لیس بنائم ای نهاراً، چھٹی وحدت، وحدتِ مکان ہے، اس لئے کہ مکان کے مختلف ہونے کی صورت میں تناقض نہیں ہوتا، جیسے ہمارا قول زید بیٹھا ہے، یعنی گھر میں اور زید بیٹھا نہیں ہے یعنی بازار میں، ساتویں وحدت، وحدتِ اضافت ہے، اس لئے کہ جب اضافت مختلف ہو تو تناقض متحقق نہ ہوگا، جیسے ہمارا قول، زید باپ ہے، عمر کا اور زید باپ نہیں ہے یعنی بکر کا۔ آٹھویں وحدت، وحدتِ قوت و فعل ہے، اس لئے کہ دو قضیوں میں سے ایک میں جب نسبت بالفعل ہو

اور دوسرے میں بالقوہ تو دونوں متناقض نہ ہوں گے، جیسے ہمارا قول، شراب منکا میں نشہ آور ہے، یعنی بالقوہ، اور شراب منکا میں نشہ آور نہیں ہے، یعنی بالفعل، پس یہ آٹھ شرطیں ہیں جن کو متقدمین نے تناقض کے تحقق کے لئے ذکر کیا ہے۔

تشریح: یہاں سے دو قضیہ کے درمیان تناقض کے تحقق کے لئے شرطیں بیان کی جارہی ہیں، اس سے پہلے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ قضیہ کی چار قسمیں ہیں: ۱-شخصیہ مخصوصہ ۔۲-طبعیہ ۔۳-محصورہ ۔۴-مہملہ۔ لیکن ماتن نے صرف قضیہ مخصوصہ اور محصورہ کے شرائط تناقض بیان کئے ہیں، قضیہ مہملہ اور طبعیہ کے تناقض کو بیان نہیں کیا ہے، شارح اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ مہملہ چونکہ قضیہ جزئیہ کے درجہ میں ہے، اس لئے وہ محصورات میں داخل ہے، اور رہی بات طبعیہ کے نظر انداز کرنے کی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دو قضیوں کے درمیان تناقض ممکن ہو، ان کا متعارف ہونا ضروری ہے، اور طبعیہ چونکہ متعارف نہیں ہے، اس لئے یہ اس سے خارج ہے، نیز نہ اس سے قیاسات مرکب ہوتے ہیں اور نہ فن منطق میں اس سے بحث ہوتی ہے، البتہ بعض مناطقہ نے اس کو مخصوصہ میں داخل کیا ہے، اس لئے اس کو الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں، اب رہ گئے دو، (۱) مخصوصہ (۲) محصورہ، تو ان میں سے دو قضیے مخصوصہ کے درمیان تناقض کے تحقق کے لئے آٹھ شرطوں کا ہونا ضروری ہے، جن کو بعض نے اس شعر میں ضبط کیا ہے۔

در تناقض ہشت وحدت شرط داں — وحدتِ موضوع و محمول و مکاں
وحدتِ شرط و اضافت جزء و کل — قوت و فعل است در آخر زماں

یعنی تناقض میں آٹھ شرطوں کا ہونا ضروری ہے:

۱- دونوں قضیہ میں موضوع ایک ہو۔۲- دونوں قضیہ میں محمول ایک ہو۔۳- دونوں قضیوں کی جگہ ایک ہو۔۴- دونوں قضیوں کی شرط ایک ہو۔۵- دونوں قضیوں کی اضافت یعنی نسبت ایک ہو۔۶- دونوں قضیوں میں جزء وکل کا اختلاف نہ ہو۔۷- دونوں قضیے قوت وفعل کے اعتبار سے ایک ہوں۔۸- دونوں قضیوں کا زمانہ ایک ہو۔

ان شرائط میں سے اگر کوئی ایک شرط مفقود ہو گئی تو تناقض کا تحقق نہ ہوگا، اس لئے کہ اذا فات الشرط فات المشروط، مشہور ضابطہ ہے، یعنی جب شرط نہ پائی جائے تو مشروط بھی نہیں پایا جائے گا۔ چنانچہ اب تناقض کے نہ پائے جانے کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

۱- پہلی شرط یہ تھی کہ دونوں قضیوں کا موضوع ایک ہو، پس اگر دونوں کا موضوع ایک نہ ہو تو تناقض نہ ہوگا، بلکہ وہ دونوں صادق بھی ہو سکتے ہیں، اور دونوں کاذب بھی ہو سکتے ہیں، جیسے زید قائم اور عمرو لیس بقائم دیکھئے اس مثال میں دونوں قضیوں کا موضوع ایک نہیں ہے، بلکہ پہلے کا موضوع زید ہے اور دوسرے کا موضوع عمرو ہے، لہٰذا ان میں تناقض نہیں ہے۔

۲- دوسری شرط یہ ہے کہ دونوں کا محمول ایک ہو، لہٰذا زید قائم اور زید لیس بضاحک، میں تناقض نہیں ہوگا، کیونکہ مثال مذکور میں دونوں قضیوں کا محمول ایک نہیں ہے، پہلے قضیہ کا محمول قائم ہے، اور دوسرے قضیہ کا محمول ضاحک ہے۔

۳- تیسری شرط یہ ہے کہ دونوں قضیوں میں شرط ایک ہو، پس اگر دونوں قضیے کے شرائط مختلف ہوں تو تناقض نہیں ہوگا، شرط کے مختلف ہونے کی دو صورتیں ہیں، اول یہ ہے کہ ایک قضیہ کسی شرط کے ساتھ مشروط ہے اور دوسرا مطلقہ ہے، کسی شرط کے ساتھ مشروط نہیں ہے، اور اختلاف شرط کی ثانی صورت یہ ہے کہ ایک قضیہ میں جو شرط ہے دوسرے قضیہ میں اس کے خلاف دوسری شرط ہے، ان دونوں صورتوں میں تناقض نہیں ہوگا، نیز یہ بات ذہن نشیں رہے کہ شرط سے مراد "قید" ہے، اس میں حال، تمیز، آلہ اور مفعول لہ

سب داخل ہیں، تو جو قید پہلے قضیہ میں ہو وہی قید دوسرے قضیہ میں بھی ہو، شرط میں اختلاف ہونے کی صورت میں تناقض نہیں ہوگا، جیسے جسم بنیائی کو خیرہ کردیتا ہے، بشرطیکہ وہ جسم سفید ہو، اور جسم بینائی کو خیرہ نہیں کرتا بشرطیکہ وہ کالا ہو، مثال مذکور میں تناقض نہیں ہے کیونکہ دونوں شرط ایک نہیں ہے، ایک میں ''سفید'' کی شرط ہے، اور ایک میں ''سیاہ'' کی شرط ہے۔

۴- چوتھی شرط یہ ہے کہ دونوں قضیوں میں حکم جزء وکل کے اعتبار سے ایک ہو، یعنی دونوں قضیوں میں حکم یا تو جزء پر ہو یا کل پر، پس اگر دونوں مختلف ہوں تو ان میں تناقض نہیں ہوگا، جیسے حبشی کالا ہے، یعنی اس کا بعض، اور حبشی کالا نہیں ہے، یعنی اس کا کل، ان میں تناقض نہیں ہے، اس لئے کہ ایک میں جزء اور دوسرے میں کل پر حکم ہے، حالانکہ تناقض کے لئے ان میں اتحاد ضروری ہے۔

۵- پانچویں شرط یہ ہے کہ دونوں میں زمانہ کے اعتبار سے اتحاد ہو، اس لئے کہ اگر زمانہ کے اعتبار سے اتحاد نہ ہو، بلکہ اختلاف ہو تو پھر تناقض نہیں ہوگا، یا تو دونوں صادق ہوں گے، یا دونوں کاذب ہوں گے، جیسے زید رات کو سوتا ہے، اور زید دن کو نہیں سوتا۔ ان دونوں میں تناقض نہیں ہے، کیونکہ یہاں دونوں کا زمانہ اور وقت ایک نہیں ہے، پہلے کا زمانہ رات ہے اور دوسرے کا زمانہ دن ہے۔

۶- چھٹی شرط یہ ہے کہ دونوں میں مکان اور جگہ متحد ہو، اگر مکان میں اختلاف ہوا تو پھر تناقض نہ ہوگا، جیسے زید گھر میں بیٹھا ہے، اور زید بازار میں نہیں بیٹھا، اس مثال میں دونوں قضیوں میں جگہ ایک نہیں ہے، پہلے قضیے میں جگہ گھر ہے، اور دوسرے میں بازار ہے۔

۷- ساتویں شرط یہ ہے کہ دونوں قضیوں میں موضوع اور محمول کے درمیان اضافت یعنی نسبت کی حیثیت ایک ہو، پس اگر دونوں نسبت مختلف ہوں تو ان میں تناقض نہ ہوگا، جیسے زید عمرو کا باپ ہے اور زید بکر کا باپ نہیں ہے، چونکہ دونوں قضیوں میں اضافت ایک نہیں ہے، اس لئے ان میں تناقض نہیں ہے۔

۸- آٹھویں شرط یہ ہے کہ دونوں قضیوں میں حکم قوت وفعل کے اعتبار سے ایک ہو، اگر ایک میں بالقوہ حکم ہے تو دوسرے میں بھی بالقوہ حکم ہو، تب تناقض ثابت ہوگا، اگر ایک میں بالفعل حکم ہے تو دوسرے میں بھی بالفعل حکم ہو، تب تناقض ہوگا، اگر ایک میں حکم بالفعل ہو اور دوسرے میں بالقوہ یا اس کے برعکس، تو پھر تناقض نہیں ہوگا، جیسے شراب مٹکا میں بالقوہ نشہ آور ہے، اور شراب مٹکا میں بالفعل نشہ آور نہیں ہے، ان میں تناقض نہیں ہے، اس لئے کہ قوت وفعل کے اعتبار سے دونوں قضیوں میں اتحاد نہیں ہے، حالانکہ تناقض کے لئے یہ ضروری ہے۔ بالقوہ کا مطلب یہ ہے کہ اس میں صلاحیت اور استعداد موجود ہو، اگرچہ فی الحال وہ واقع نہیں ہے، اور بالفعل کا مطلب، یہ ہے کہ وہ اس وقت ہی موجود ہے۔

شارح کہتے ہیں کہ یہ آٹھ شرطیں ہیں، جن کو متقدمین مناطقہ نے دو قضیہ مخصوصہ میں تناقض کے تحقق کیلئے شرط قرار دیا ہے۔

وَ رَدَّهَا الْمُتَاَخِّرُوْنَ اِلٰی وَحْدَتَیْنِ وَحْدَةِ الْمَوْضُوْعِ وَ وَحْدَةِ الْمَحْمُوْلِ فَاِنَّ وَحْدَةَ الْمَوْضُوْعِ یَنْدَرِجُ فِیْهَا وَحْدَةُ الشَّرْطِ وَ وَحْدَةُ الْكُلِّ وَ الْجُزْءِ اَمَّا اِنْدِرَاجُ وَحْدَةِ الشَّرْطِ فَلِاَنَّ الْمَوْضُوْعَ فِیْ قَوْلِنَا الْجِسْمُ مُفَرِّقٌ لِلْبَصَرِ هُوَ الْجِسْمُ لَا مُطْلَقًا بَلْ بِشَرْطِ كَوْنِهٖ اَبْيَضَ وَ الْمَوْضُوْعُ فِیْ قَوْلِنَا الْجِسْمُ لَيْسَ بِمُفَرِّقٍ لِلْبَصَرِ هُوَ الْجِسْمُ بِشَرْطِ كَوْنِهٖ اَسْوَدَ فَاِخْتِلَافُ الشَّرْطِ يَسْتَتْبِعُ اِخْتِلَافَ الْمَوْضُوْعِ فَلَوْ اتَّحَدَ الْمَوْضُوْعُ اِتَّحَدَ الشَّرْطُ اَمَّا اِنْدِرَاجُ وَحْدَةِ الْكُلِّ وَ الْجُزْءِ فَلِاَنَّ الْمَوْضُوْعَ فِیْ قَوْلِنَا الزَّنْجِیُّ اَسْوَدُ بَعْضُ الزَّنْجِیِّ وَ فِیْ قَوْلِنَا الزَّنْجِیُّ لَيْسَ بِاَسْوَدَ كُلُّ الزَّنْجِیِّ وَ هُمَا مُخْتَلِفَانِ

وَ وَحْدَةُ الْمَحْمُوْلِ يَنْدَرِجُ فِيْهَا الْوُحَدَاتُ الْبَاقِيَةُ اَمَّا اِنْدِرَاجُ وَحْدَةِ الزَّمَانِ فَلِاَنَّ الْمَحمُوْلَ فِي قَوْلِنَا زيدٌ نائمٌ النَّائمُ لَيلاً وَ فِي قَولِنَا زَيدٌ لَيسَ بِنَائِمٍ النَّائمُ نهارًا فاختِلاَفُ الزَّمانِ يَسْتَدْعِي اِخْتِلاَفَ الْمَحْمُولِ وَ اَمَّا اِنْدِرَاجُ وَحدةِ المكانِ والاِضَافَةِ وَ الْقُوَّةِ وَ الفِعْلِ فَعلىٰ ذٰلِکَ الْقِيَاسِ.

ترجمہ: اور متاخرین نے صرف ان کو دو وحدتوں یعنی وحدت موضوع اور وحدتِ محمول کی طرف لوٹا دیا، اس لئے کہ وحدتِ موضوع میں وحدتِ شرط، وحدتِ کل و جزء داخل ہیں، بہر حال وحدتِ شرط کا داخل ہونا تو اس لئے ہے کہ ہمارے قول الجسم مفرق للبصر، میں موضوع مطلق جسم نہیں ہے، بلکہ اس کے سفید ہونے کی شرط کے ساتھ، اور ہمارے قول الجسم لیس بمفرق للبصر، میں بھی موضوع جسم ہے اس کے سیاہ ہونے کی شرط کے ساتھ، پس شرط کا اختلاف موضوع کے اختلاف کے تابع ہے، پس اگر موضوع متحد ہو تو شرط بھی متحد ہوگی، بہر حال وحدتِ کل اور جزء کا داخل ہونا تو اس لئے ہے کہ ہمارے قول الزنجی اسود میں موضوع زنجی بعض ہے، اور ہمارے قول الزنجی لیس باسود میں موضوع زنجی کا کل ہے، اور یہ دونوں مختلف ہیں، اور وحدتِ محمول میں باقی وحدات داخل نہیں، بہر حال وحدتِ زمان کا داخل ہونا تو اس لئے کہ ہمارے قول زید نائمٌ میں محمول النائم لیلاً ہے، اور ہمارے قول زید لیس بنائم میں محمول النائم نہارًا ، ہے، پس زمانہ کا اختلاف محمول کے اختلاف کا تقاضا کرتا ہے، اور بہر حال وحدتِ مکان، اضافت اور قوت و فعل کا داخل ہونا تو اسی قیاس پر ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ متاخرین مناطقہ نے ان آٹھ وحدتوں کو صرف دو وحدتوں میں داخل کر دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ تناقض کے لئے وحدت موضوع اور وحدتِ محمول ضروری ہے، ان دونوں میں باقی تمام وحدات داخل ہیں، چنانچہ وحدتِ موضوع میں وحدتِ شرط وحدتِ کل اور جزء، داخل ہے۔ وحدتِ موضوع میں وحدتِ شرط اس طرح داخل ہے کہ جب شرط مختلف ہو تو موضوع بھی مختلف ہو جاتا ہے، اور اگر موضوع متحد ہو تو شرط بھی ایک رہتی ہے، جیسے جسم بینائی کو خیرہ کر دیتا ہے، بشرطیکہ وہ سفید ہو، اور جسم بینائی کو خیرہ نہیں کرتا، بشرطیکہ وہ سیاہ ہو، اب یہاں چونکہ شرط میں اختلاف ہے اس لئے موضوع بھی مختلف ہو گیا، تو معلوم ہوا کہ اگر موضوع متحد ہو تو شرط بھی متحد ہوگی، اس لئے وحدتِ موضوع میں وحدتِ شرط داخل ہے، اور وحدتِ موضوع میں وحدتِ کل اور جزء اس طرح داخل ہے کہ مثلاً الزنجی اسود، میں موضوع بعض زنجی ہے، اور الزنجی لیس باسود میں موضوع کل زنجی ہے، ان دونوں قضیوں میں کل اور جزء میں اختلاف پایا گیا، اور یہ اختلاف موضوع کے اختلاف کا تقاضا کرتا ہے، لیکن اگر موضوع میں اتحاد ہو تو کل اور جزء میں بھی اتحاد ہوگا، لہٰذا وحدتِ کل اور جزء وحدتِ موضوع میں داخل ہے۔

اور باقی وحدات، یعنی وحدتِ زمان، مکان، اضافت اور وحدتِ قوت و فعل "وحدتِ محمول" میں داخل ہیں، وحدتِ زمان وحدتِ محمول میں اس طرح داخل ہے کہ مثلاً زید نائمٌ میں محمول النائم لیلاً ہے، اور زید لیس بنائم میں محمول النائم نہارًا ہے، اس میں اختلاف زمان سے محمول میں اختلاف آ گیا ہے، لیکن اگر محمول میں اتحاد ہو تو زمان میں بھی اتحاد ہوگا، لہٰذا وحدتِ زمان، وحدتِ محمول میں داخل ہے، اور وحدتِ مکان اس طرح داخل ہے کہ مثلاً زید جالسٌ فی الدار میں محمول جالس فی الدار ہے، اور زید لیس بجالس فی السوق میں محمول جالس فی السوق ہے، اس میں مکان کے مختلف ہونے سے محمول مختلف ہو گیا،

یعنی اگر محمول میں اتحاد ہو تو مکان میں بھی اتحاد ہوگا، اس لئے یہ کہا کہ وحدت مکان وحدت محمول میں داخل ہے، اور وحدتِ اضافت وحدتِ محمول میں اس طرح داخل ہے مثلاً زید عمرو کا باپ ہے، اس میں ''عمرو کا باپ'' محمول ہے، اور زید بکر کا باپ نہیں ہے، اس میں ''بکر کا باپ'' محمول ہے، دیکھئے اس میں اضافت کے اختلاف کی وجہ سے محمول میں اختلاف ہوگیا ہے، لیکن اگر محمول میں اتحاد ہو تو اضافت میں بھی ضرور اتحاد ہوگا اس لئے متاخرین نے یہ کہا کہ وحدتِ اضافت وحدتِ محمول میں داخل ہے، اور وحدتِ قوت وفعل وحدتِ محمول میں اس طرح داخل ہے کہ مثلاً سب انسان کاتب ہیں، اس میں محمول کا حکم بالقوہ ہے، اور سب انسان کاتب نہیں ہیں، اس میں محمول کا حکم بالفعل ہے، دیکھئے مثال مذکور میں قوت وفعل کے اختلاف سے محمول میں اختلاف واقع ہوگیا، لیکن اگر محمول میں اتحاد ہو تو قوت وفعل میں بھی ضرور اتحاد ہوگا، اس لئے یہ کہا کہ وحدتِ محمول میں وحدتِ قوت وفعل داخل ہے۔

وَ رَدَّهَا الفَارَابِیُّ اِلیٰ وَحْدَةٍ وَاحِدَةٍ وَ هِی وحدةُ النِّسبَةِ الحُکْمِیَّةِ حَتّٰی یَکُونَ السَّلبُ وارِدًا عَلیٰ النِّسْبَةِ الَّتِی وَرَدَ عَلَیهَا الایْجَابُ وَ عِنْدَ ذٰلِکَ یَتَحَقَّقُ التَّنَاقُضُ جَزْمًا وَ اِنَّمَا کَانَتْ مَرْدُوْدَةً اِلیٰ تِلکَ الوحدَةِ لِاَنَّہٗ اِذا اختلَفَ شَیٌٔ مِنَ الاُمُورِ الثَّمانِیَةِ اِخْتَلَفَتِ النِّسبةُ ضَرورَةً اَنَّ نِسْبَةَ المَحْمُوْلِ اِلیٰ اَحَدِ الاَمْرَیْنِ مُغَایَرَةٌ لِنِسْبَتِہٖ اِلیٰ الاٰخَرِ وَ نِسْبَةُ اَحَدِ الاَمْرَیْنِ اِلیٰ شَیْءٍ مُغَایَرَةٌ لِنِسْبَةِ الاٰخَرِ اِلَیہِ وَ نِسْبَةُ اَحَدِ الاَمْرَیْنِ اِلیٰ الاٰخَرِ بِشَرْطٍ مُغَایَرَةٍ لِنِسْبَةِ اِلَیہِ بِشَرْطٍ اُخَر وَ عَلیٰ هٰذا فَمَتیٰ اتَّحَدَتِ النِّسبَةُ اِتَّحَدَ الکُلُّ۔

ترجمہ: اور فارابی نے ان تمام کو ایک وحدت کی طرف لوٹا دیا۔ اور وہ نسبت حکمیہ کی وحدت ہے، یہاں تک کہ اس نسبت پر سلب وارد ہوگا جس پر ایجاب وارد ہوا ہے، اور اس وقت یقیناً تناقض متحقق ہوگا، اور یہ ایک وحدت کی طرف اس لئے لوٹائی گئی ہے کہ جب آٹھ امور میں سے کوئی ایک شیٔ مختلف ہوگی تو نسبت بھی مختلف ہوگی، اس بات کے یقینی ہونے کی وجہ سے کہ محمول کی نسبت امرین میں سے کسی ایک کی طرف اس کی دوسرے امر کی طرف نسبت کے مغایر ہے، اور دو امروں میں سے ایک کی نسبت کسی شیٔ کی طرف اس کی طرف دوسرے کی نسبت کے مغایر ہے، اور احد الامرین کی نسبت کسی کی طرف کسی شرط کے ساتھ اس کی طرف دوسری شرط کے ساتھ اس کی نسبت کے مغایر ہے، اس لئے جب جب نسبت متحد ہوگی تو تمام امور متحد ہوں گے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ شیخ فارابی نے ان تمام وحدتوں کو صرف ایک وحدت میں داخل مانا ہے، اور وہ نسبت حکمیہ کی وحدت ہے، کہ قضیہ میں جو نسبت ایجابیہ ہے اس پر سلب داخل کردیا جائے تو تناقض متحقق ہوجاتا ہے، اس لئے کہ جب امور ثمانیہ میں سے کسی امرین اختلاف ہوگا تو اس کی وجہ سے نسبت حکمیہ میں ضرور اختلاف ہوگا، اور وحدتِ نسبت نہیں پائی جائے گی جیسے زید قائم اور عمرو لیس بقائم، دیکھئے ان دونوں میں وحدتِ موضوع میں اختلاف ہے، تو جو نسبت پہلے قضیہ میں ہے، وہ نسبت دوسرے قضیہ میں نہیں رہی بلکہ اس میں بھی اختلاف ہوگیا، کیونکہ ایک شیٔ کی نسبت امرین متغایرین میں سے ایک کی طرف اور ہوتی ہے، اور دوسرے امر کو متغایر کی طرف، اور جیسے مثال مذکور میں قیام کی نسبت جو زید کی طرف ہے یہ اس نسبت کے مغایر ہے جو نسبت عمرو کی طرف ہے، اور امرین میں سے ایک کی نسبت ایک شیٔ کی طرف اس نسبت کے مغایر ہوتی ہے، جو اسی شیٔ کی طرف دوسرے امر کی نسبت ہو، جیسے زید جالس اور زید لیس بقائم دیکھئے ان دونوں قضیوں میں سے ایک میں جلوس کی

نسبت ہے اور دوسرے میں قیام کی نسبت ہے، تو معلوم ہوا کہ محمول کے مختلف ہونے سے نسبت بھی مختلف ہو جاتی ہے، اور دو امروں میں سے ایک کی نسبت دوسرے کی طرف ایک شرط کے ساتھ اس نسبت کے مغایر ہوتی ہے، جو دوسری شرط کے ساتھ اس امر کی طرف ہو، تو جب شرط اور جزء وکل کے مختلف ہونے سے موضوع میں اختلاف ہوگا تو نسبت بھی مختلف ہو جائے گی، اور جب زمان و مکان، اضافت اور قوت وفعل کے اختلاف کی وجہ سے محمول میں اختلاف ہوگا تو تب بھی نسبت مختلف ہو جائے گی، اور وحدتِ نسبت نہیں پائی جائے گی، تو معلوم ہوا کہ اگر نسبت میں اتحاد ہو تو تمام شرطیں بھی پائی جاتی ہیں، لیکن اگر کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو وحدتِ نسبت میں بھی اختلاف واقع ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے معلم ثانی شیخ ابو نصر فارابی نے وحداتِ ثمانیہ کو صرف ایک وحدت یعنی وحدتِ نسبت میں داخل مانا ہے، یہ ساری تفصیلات دو قضیہ مخصوصہ کے تناقض کے بارے میں ہیں۔

وَ اِنْ كَانَتِ الْقَضِيَّتَانِ مَحْصُوْرَتَيْنِ فَلَابُدَّ مَعَ ذٰلِكَ اَیْ مَعَ اِتِّحَادِهِمَا فِی الْاُمُوْرِ الثَّمَانِيَةِ مِنْ اِخْتِلَافِهِمَا فِی الْكَمِّ اَیْ فِی الْكُلِّيَّةِ وَ الْجُزْئِيَّةِ فَاِنَّهُمَا لَوْ كَانَتَا كُلِّيَّتَيْنِ اَوْ جُزْئِيَّتَيْنِ لَمْ تَتَنَاقَضَا لِجَوَازِ كِذْبِ الْكُلِّيَّتَيْنِ وَ صِدْقِ الْجُزْئِيَّتَيْنِ فِی كُلِّ مَادَّةٍ يَكُوْنُ الْمَوْضُوْعُ فِيْهَا اَعَمَّ مِنَ الْمَحْمُوْلِ كَقَوْلِنَا كُلُّ حَيَوَانٍ اِنْسَانٌ وَ لَاشَیْءَ مِنَ الْحَيَوَانِ بِاِنْسَانٍ فَاِنَّهُمَا كَاذِبَتَانِ وَ كَقَوْلِنَا بَعْضُ الْحَيَوَانِ اِنْسَانٌ وَ بَعْضُ الْحَيَوَانِ لَيْسَ بِاِنْسَانٍ فَاِنَّهُمَا صَادِقَتَانِ.

ترجمہ: اور اگر دو قضیہ محصورہ ہوں تو اس کے ساتھ ساتھ یعنی امور ثمانیہ میں ان دونوں کے متحد ہونے کے ساتھ ساتھ ان دونوں کا کم یعنی کلیت اور جزئیت میں مختلف ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ اگر وہ دونوں کلیہ ہوں یا دونوں جزئیہ ہوں تو دونوں متناقض نہ ہوں گے، کیونکہ دو کلیوں کا کاذب ہونا اور دو جزئیوں کا صادق ہونا ممکن ہے، ہر اس مادہ میں جس میں موضوع محمول سے اعم ہو، جیسے ہمارا قول **کل حیوان انسان** اور **لاشیء من الحیوان بانسان** پس بے شک یہ دونوں کاذب ہیں، اور جیسے ہمارا قول **بعضُ الحیوان انسانٌ** اور **بعض الحیوان لیس بانسانٍ** پس بیشک یہ دونوں صادق ہیں۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ دو قضیہ محصورہ میں تناقض کے تحقق کے لئے مذکورہ آٹھ شرطوں کے ساتھ ساتھ ایک نویں شرط بھی ضروری ہے، اور وہ یہ ہے کہ دونوں قضیے کمیت یعنی کلیت اور جزئیت میں مختلف ہوں، یعنی اگر پہلا قضیہ کلیہ ہے تو دوسرا جزئیہ ہو، اور اگر پہلا قضیہ جزئیہ ہے تو دوسرا کلیہ ہو۔ دو محصورہ میں اس شرط کی زیادتی اس لئے کی گئی ہے کہ ہر وہ مادّے جس میں موضوع اعم ہو اور محمول اس سے اخص ہو، اور دونوں قضیے کلیہ ہوں تو دونوں کاذب ہو جاتے ہیں، لہٰذا تناقض متحقق نہ ہو سکے گا، مثلاً **کل حیوان انسان** اور **لاشیء من الحیوان بانسان** دیکھئے یہ دونوں قضیے محصورہ ہیں اور دونوں میں موضوع حیوان ہے جو محمول یعنی انسان سے اعم ہے، اور کمیت یعنی کلیت اور جزئیت میں اختلاف کی شرط نہیں پائی جا رہی ہے، کیونکہ دونوں کلیہ ہیں، لہٰذا یہ دونوں قضیے کاذب ہوں گے، اس لئے کہ ہر حیوان کا انسان ہونا غلط ہے، ورنہ تو گدھا، بیل، بھینس وغیرہ کو بھی انسان کہنا پڑے گا۔ اور یہ بھی غلط ہے کہ کوئی حیوان انسان نہ ہو، لہٰذا معلوم ہوا کہ دونوں قضیوں کا کلیت اور جزئیت کے اعتبار سے مختلف ہونا ضروری ہے [illegible] اس مادہ میں صادق ہوں گے جہاں

موضوع اعم اور محمول اخص ہو، جیسے بعض الحیوان انسان اور بعض الحیوان لیس بانسان دیکھئے یہ دونوں قضیے بھی محصورہ ہیں اور کلیت اور جزئیت میں دونوں مختلف نہیں ہیں، اور موضوع دونوں میں اعم ہے، اور یہ دونوں قضیے سچے ہیں اس لئے کہ یہ بھی صحیح ہے کہ بعض حیوان انسان ہیں، اور یہ بھی صحیح ہے کہ بعض حیوان انسان نہیں ہیں، جیسے بیل، بکری، بھینس وغیرہ، تو چونکہ کمیت کے اختلاف کے بغیر بعض مادوں میں تناقض متحقق نہیں ہوسکتا، اس لئے دو قضیہ محصورہ میں تناقض کے تحقق کے لئے دونوں کا کلیت اور جزئیت میں مختلف ہونا بھی ضروری ہے۔

فَاِنْ قُلْتَ الجُزْئِيَّتَانِ اِنَّمَا تَتَصَادَقَانِ لِاِخْتِلَافِ الْمَوْضُوْعِ لَا لِاِتِّحَادِ الْكَمِّيَّةِ فَاِنَّ الْبَعْضَ الْمَحْكُوْمَ عَلَيْهِ بِالْاِنْسَانِيَّةِ غَيْرُ الْبَعْضِ الْمَحْكُوْمِ عَلَيْهِ بِسَبَبِ الْاِنْسَانِيَّةِ فَنَقُوْلُ النَّظْرُ فِي جَمِيْعِ الْاَحْكَامِ اِنَّمَا هُوَ اِلىٰ مَفْهُوْمِ الْقَضِيَّةِ وَ لَمَّا لُوْحِظَ مَفْهُوْمُ الْجُزْئِيَّتَيْنِ وَهُوَ الْاِيْجَابُ لِبَعْضِ الْاَفْرَادِ وَ السَّلْبُ عَنِ الْبَعْضِ لَمْ تَتَنَاقَضَا وَ اَمَّا تَعْيِيْنُ الْمَوْضُوْعِ فَاَمْرٌ خَارِجٌ عَنِ الْمَفْهُوْمِ فَاِنْ قُلْتَ اَلَيْسَ اعْتَبَرُوْا وَحْدَةَ الْمَوْضُوْعِ فَمَا الْحَاجَةُ اِلىٰ اِعْتِبَارِ شَرْطٍ اٰخَرَ فِي الْمَحْصُوْرَاتِ قُلْتُ الْمُرَادُ بِالْمَوْضُوْعِ الْمَوْضُوْعُ فِي الذِّكْرِ لَا ذَاتُ الْمَوْضُوْعِ وَ اِلَّا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْكُلِّيَّةِ وَالْجُزْئِيَّةِ تَنَاقُضٌ فَاِنَّ ذَاتَ الْمَوْضُوْعِ فِي الْكُلِّيَّةِ جَمِيْعُ الْاَفْرَادِ وَ فِي الْجُزْئِيَّةِ بَعْضُهَا وَ هُمَا مُخْتَلِفَانِ هٰذَا كُلُّهُ اِذَا لَمْ يَكُنِ الْقَضِيَّتَانِ مُوَجَّهَتَيْنِ وَ اَمَّا اِذَا كَانَتَا مُوَجَّهَتَيْنِ فَلَا بُدَّ مَعَ تِلْكَ الشَّرَائِطِ مِنْ شَرْطٍ اٰخَرَ فِي الْكُلِّ اَيْ فِي الْمَخْصُوْصَاتِ وَ الْمَحْصُوْرَاتِ وَهُوَ الْاِخْتِلَافُ فِي الْجِهَةِ لِاَنَّهُمَا لَوِ اتَّحَدَتَا فِي الْجِهَةِ لَمْ تَتَنَاقَضَا لِكِذْبِ الضَّرُوْرِيَّتَيْنِ فِي مَادَّةِ الْاِمْكَانِ كَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ كَاتِبٌ بِالضَّرُوْرَةِ وَ لَا شَيْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِكَاتِبٍ اَيْ بِالضَّرُوْرَةِ فَاِنَّهُمَا يَكْذِبَانِ لِاَنَّ اِيْجَابَ الْكِتَابَةِ لِشَيْءٍ مِنْ اَفْرَادِ الْاِنْسَانِ لَيْسَ بِضَرُوْرِيٍّ وَلَا سَلْبُهَا عَنْهُ وَ صِدْقِ الْمُمْكِنَتَيْنِ فِيْهَا كَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ كَاتِبٌ بِالْاِمْكَانِ وَ لَيْسَ كُلُّ اِنْسَانٍ كَاتِبًا بِالْاِمْكَانِ فَقَدْ بَانَ اَنَّ اِخْتِلَافَ الْجِهَةِ لَا بُدَّ مِنْهُ فِي الْمُوَجَّهَاتِ.

ترجمہ: اور اگر تو اعتراض کرے کہ دونوں جزئیہ اختلاف موضوع کی وجہ سے صادق ہیں نہ کہ کمیت کے اتحاد کی وجہ سے، اس لئے کہ بعض وہ افراد جن پر انسانیت کا حکم لگایا گیا ہے، ان بعض افراد کے غیر ہیں جن پر انسانیت کے سلب کا حکم لگایا گیا ہے؟ تو ہم جواب دیں گے کہ تمام احکام میں قضیہ کے مفہوم ہی کی طرف نظر ہوتی ہے، اور جب جزئیہ کے مفہوم کا لحاظ کیا جائے، جو بعض افراد کے لئے ایجاب اور بعض سے سلب ہے، تو یہ دونوں متناقض نہیں رہتے۔ اور بہرحال موضوع کی تعیین تو وہ مفہوم سے ایک امر خارج ہے۔ پس اگر کوئی اعتراض کرے کہ کیا مناطقہ نے وحدتِ موضوع کا اعتبار نہیں کیا؟ تو پھر محصورات میں شرط آخر کے اعتبار کی کیا ضرورت؟ تو میں جواب دوں گا کہ موضوع سے مراد ذکر کے اعتبار سے موضوع ہے نہ کہ ذات موضوع، ورنہ تو کلیہ اور جزئیہ کے درمیان بھی تناقض نہ رہے گا، کیونکہ کلیہ میں ذاتِ موضوع تمام افراد ہیں اور جزئیہ میں بعض افراد اور یہ دونوں مختلف ہیں، یہ تمام کے تمام اس وقت ہیں جب کہ دونوں قضیے موجہہ نہ ہوں، اور بہرحال جب دونوں موجہہ ہوں تو ان شرائط کے ساتھ ساتھ تمام میں یعنی مخصوصات اور محصورات سب میں ایک دوسری شرط کا بھی ہونا ضروری ہے، اور وہ جہت میں اختلاف ہے، اس لئے کہ اگر دونوں

قضیے جہت میں متحد ہوں تو وہ متناقض نہ ہوں گے، مادۂ امکان میں دوضروریہ کے کاذب ہونے کی وجہ سے، جیسے ہمارا قول کل انسان کاتبٌ بالضرورۃ اور لاشیٔ من الانسان بکاتبٍ ای بالضرورۃ پس بیشک یہ دونوں کاذب ہیں، اس لئے کہ انسان کے افراد میں سے کسی کے لئے نہ کتابت کا ایجاب ضروری ہے اور نہ اسکا سلب اس سے، اور اس میں دوممکنہ کے صادق ہونے کی وجہ سے، جیسے ہمارا قول کل انسان کاتب بالامکان ولیس کل انسانِ کاتبًا بالامکان، پس یہ بات ظاہر ہوگئی کہ موجہات میں جہت کا اختلاف بھی ضروری ہے۔

تشریح: اس سے پہلے یہ کہا گیا تھا کہ بعض مادوں میں چونکہ دو جزئیہ صادق ہوتے ہیں اس لئے تناقض کے تحقق کے لئے دونوں قضیوں کا کمیت یعنی کلیت اور جزئیت کے اعتبار سے مختلف ہونا ضروری ہے، اس پر معترض کہتا ہے کہ دو جزئیات جو صادق ہورہی ہیں، یہ کمیت کے اتحاد کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ موضوع کے اختلاف کی وجہ سے ہے، دلیل یہ ہے کہ جزئیتین یعنی بعض الحیوان انسانٌ اور بعض الحیوان لیس بانسان میں حیوان کے جن افراد پر انسانیت کے ثبوت کا حکم ہے انہیں پر انسانیت کی نفی کا حکم نہیں ہے، بلکہ وہ دوسرے افراد پر ہے جو سابقہ افراد کا غیر ہیں، تو معلوم ہوا کہ جزئیتین کا صدق کمیت کے اتحاد کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ موضوع کے اختلاف کی وجہ سے ہے، لہٰذا دو قضیوں میں تناقض کے متحقق ہونے کے لئے کمیت کے اعتبار سے اختلاف کو شرط قرار دینا صحیح نہیں؟

شارح نے فنقول الخ سے اس اعتراض کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ تمام احکام میں قضیہ کے مفہوم کا اعتبار ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب دو جزئیہ کے مفہوم کا لحاظ کیا جائے جو بعض افراد کے لئے ایجاب اور بعض سے سلب ہے تو پھر دونوں متناقض نہیں رہتے، اس لئے ان میں تناقض کے تحقق کے لئے ایک شرط کا اضافہ ضروری ہے، اور وہ "اختلاف کمیت" ہے، احکام میں قضیہ کے خارجی امر کا اعتبار نہیں ہوتا، اور جو آپ نے اعتراض میں موجبہ جزئیہ اور سالبہ جزئیہ کے افراد میں تعیین اور تفریق کی ہے کہ موجبہ جزئیہ میں جن افراد کے لئے حکم ثابت ہورہا ہے یہ اور ہیں اور سالبہ جزئیہ میں جن افراد سے حکم کی نفی ہورہی ہے، یہ اور افراد ہیں، یہ ایک خارجی امر ہے، اس کا اعتبار یہاں تناقض کے لئے نہیں ہوسکتا، ورنہ تو لازم آئے گا کہ جزئیات کا تناقض خارجی امر کے اعتبار کرنے کی وجہ سے ہورہا ہے، جو صحیح نہیں ہے، لہٰذا اختلاف کمیت کا اعتبار کیا جائے گا، کیونکہ کمیت قضایا کے مفہومات میں داخل ہے، اس کے بغیر تناقض کا تحقق نہیں ہوسکتا، اس لئے دو قضیہ محصورہ میں تناقض کے تحقق کے لئے اختلافِ کمیت کا اعتبار ضروری ہے۔

فان قلت ألیس اعتبروا وحدۃ الموضوع الخ اس عبارت میں شارح نے ایک دوسرا اعتراض ذکر کیا ہے کہ وہ یہ ہے کہ معترض کہتا ہے کہ تناقض میں وحدتِ موضوع کو شرط قرار دیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ دو قضیہ کے موضوع کلیت اور جزئیت میں مختلف نہ ہوں، بلکہ متحد ہوں، تو پھر محصورات میں اختلاف کمیت کو کیوں شرط قرار دیا گیا ہے؟

شارح نے قلتُ الخ سے اس کا جواب دیا ہے، حاصلِ جواب یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں، ایک سے موضوع فی الذکر اور ایک سے ذاتِ موضوع اور ان دونوں کے درمیان فرق نہ کرنے کی وجہ سے آپ نے یہ اعتراض کردیا، حالانکہ ان کے درمیان فرق ہے، اور تناقض کے لئے جس موضوع کی وحدت شرط قرار دیا ہے اس سے مراد موضوع فی الذکر اور عنوان موضوع ہے، نہ کہ ذاتِ موضوع، دلیل یہ ہے کہ اگر اس سے ذاتِ موضوع مراد لی جائے تو پھر کلیہ اور جزئیہ کے درمیان کوئی تناقض نہیں رہے گا، اس لئے کہ ان دونوں میں ذاتِ موضوع مختلف ہوتی ہے، قضیہ کلیہ میں ذاتِ موضوع تمام افراد ہوتے ہیں اور جزئیہ میں بعض افراد ہوتے ہیں،

گویا اس صورت میں وحدتِ موضوع کی شرط جو کہ تناقض کے تحقق کے لئے ضروری ہے، نہیں پائی گئی، لہٰذا پھر کلیہ اور جزئیہ کے درمیان کوئی تناقض نہ ہونا چاہئے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، اس لئے وحدتِ موضوع سے مراد موضوع فی الذکر اور عنوانِ موضوع ہے، نہ کہ ذاتِ موضوع، جب بات ایسی ہے تو پھر محصورات میں تناقض کے لئے اختلاف کمیت کی شرط بھی ضروری ہے۔

دو قضیہ موجہہ میں تناقض کے لئے اختلافِ جہت کی شرط بھی ضروری ہے

شارح فرماتے ہیں کہ تناقض کے تحقق کے لئے اب تک جن شرائط کا ذکر کیا گیا یہ اس وقت ہے جب دونوں قضیے موجہہ نہ ہوں، بلکہ مخصوصہ اور محصورہ ہوں، لیکن اگر دونوں قضیے موجہات میں سے ہوں، تو ان میں تناقض کے تحقق کے لئے مذکورہ نو شرطوں کے علاوہ ایک اور شرط ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ دونوں قضیے جہت میں ایک دوسرے سے مختلف ہوں، اگر موجہہ میں جہت کے اندر اختلاف نہ ہو تو تناقض نہ ہوگا، دلیل یہ ہے کہ امکان کے مادّہ میں دو ضرور یہ کاذب ہو جاتے ہیں، حالانکہ تناقض میں ایک قضیہ صادق اور دوسرا کاذب ہوتا ہے، جیسے کل انسان کاتبٌ بالضرورۃ، اور لاشیٔ من الانسان بکاتبٍ بالضرورۃ، دیکھئے یہ دونوں قضیے موجہہ ہیں اور یہ دونوں امکان کے مادّے ہیں، لیکن دونوں کی جہت میں چونکہ اختلاف نہیں ہے بلکہ دونوں قضیہ میں جہت ایک ہے، یعنی بالضرورۃ اس لئے یہ دونوں کاذب ہوگئے، اس لئے کہ پہلے قضیہ میں کہا گیا ہے کہ ہر انسان کا کاتب ہونا ضروری ہے حالانکہ یہ غلط ہے، اور دوسرے قضیہ میں کہا گیا ہے کہ کسی بھی انسان کا کاتب نہ ہونا ضروری ہے، حالانکہ یہ بھی غلط ہے، کیونکہ نہ ہی ہر انسان کا کاتب ہونا ضروری ہے اور نہ کسی انسان کا کاتب نہ ہونا ضروری ہے، بلکہ دونوں ممکن ہیں۔ اسی طرح امکان کے مادّہ میں دو ممکنہ صادق ہو جاتے ہیں، جیسے کل انسان کاتب بالامکان العام، و لاشیٔ من الانسان بکاتبٍ بالامکان العام، دیکھئے یہ دونوں قضیے مادّۂ امکان میں ہیں اور دونوں کی جہت مختلف نہیں ہے بلکہ دونوں میں جہت امکان عام کی ہے، اس لئے یہ دونوں صادق ہوگئے اس لئے کہ پہلے قضیے میں کہا گیا ہے کہ ہر انسان کا کاتب ہونا ممکن ہے، اور دوسرے قضیہ میں کہا گیا ہے کہ ہر انسان کا کاتب نہ ہونا ممکن ہے، اور یہ دونوں باتیں سچ ہیں اور صحیح ہیں۔ تو چونکہ ان میں اختلافِ جہت کی شرط نہیں پائی گئی اس لئے تناقض نہیں ہے، اگر ان دونوں صورتوں میں جہتیں مختلف ہوتیں، تو ایک قضیہ صادق اور ایک کاذب ہوتا، یعنی ان میں تناقض ہوتا، پس معلوم ہوا کہ دو قضیہ موجہہ میں مذکورہ نو شرطوں کے ساتھ ساتھ دسویں شرط یعنی اختلافِ جہت کا ہونا ضروری ہے۔

قَالَ فَنَقِيضُ الضَّرُورِيَّةِ المُطلقَةِ المُمْكِنَةِ العَامَّةِ لِاَنَّ سَلْبَ الضَّرُورَةِ مَعَ الضَّرُورَةِ مِمَّا يَتَنَاقَضَانِ جَزْمًا وَ نَقِيضُ الدَّائِمَةِ المُطلقَةِ المُطلقَةُ العامَّةُ لِاَنَّ السَّلبَ فِي كُلِ الاَوْقَاتِ يُنَافِيهِ الاِيْجَابُ فِي الْبَعْضِ وَ بِالْعَكْسِ وَ نَقِيضُ المَشْرُوْطَةِ العَامَّةِ الحِيْنِيَّةُ المُمْكِنَةُ اَعْنِي الَّتِي حُكِمَ فِيْهَا بِرَفْعِ الضَّرُوْرَةِ بِحَسبِ الوَصْفِ عَنِ الجَانِبِ المُخَالِفِ كَقَوْلِنَا كُلُّ مَن بِهٖ ذاتُ الجَنْبِ يُمْكِنُ اَنْ يَسْعَلَ فِي بعضِ اَوْقَاتِ كونِهٖ مَجنُوبًا وَ نقِيضُ العُرفِيَّةِ العَامَّة الحِيْنِيَّةُ المُطْلَقَةُ اَعْنِي الَّتِي حُكِمَ فِيْهَا بِثُبُوْتِ الْمَحْمُولِ لِلمَوْضُوْعِ اَوْ سَلْبِهٖ عَنْهُ فِي بَعْضِ اَحْيَانِ وَصْفِ المَوْضُوْعِ وَمِثَالُهَا مَا مَرَّ **اَقُوْلُ** اِعْلَمْ اَوَّلاً اَنَّ نَقِيضَ كُلِّ شَيْءٍ رَفْعُهٗ وَ هٰذا القَدْرُ كَافٍ فِي اخذِ النَّقِيْضِ لِقَضِيَّةٍ قَضِيَّةٌ حَتّٰى اَنَّ كُلَّ قَضِيَّةٍ يَكُونُ نَقِيضُهَا رَفْعُ تِلْكَ الْقَضِيَّةِ فَاِذَا قُلْنَا كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ بِالضَّرُوْرَةِ فَنَقِيضُهَا اَنَّهُ لَيْسَ كَذٰلِكَ

وَ کَکَ فِی سَائِرِ الْقَضَایَا لٰکِنْ اِذَا رُفِعَ الْقَضِیَّۃُ فَرُبَمَا یَکُوْنُ نَفْسُ رَفْعِهَا قَضِیَّۃً لَهَا مَفْهُوْمٌ مُحَصَّلٌ مُعَیَّنٌ عِنْدَ الْعَقْلِ مِنَ الْقَضَایَا الْمُعْتَبَرَۃِ وَ رُبَمَا لَمْ یَکُنْ رَفْعُهَا قَضِیَّۃً لَهَا مَفْهُوْمٌ مُحَصَّلٌ عِنْدَ الْعَقْلِ مِنَ الْقَضَایَا بَلْ یَکُوْنُ لِرَفْعِهَا لَازِمٌ مُسَاوٍ لَهُ مَفْهُوْمٌ مُحَصَّلٌ عِنْدَ الْعَقْلِ فَاَخَذَ ذٰلِکَ اللَّازِمَ الْمُسَاوِیَ فَاَطْلَقَ اِسْمَ النَّقِیْضِ عَلَیْهِ تَجَوُّزًا فَحَصَلَ لِنَقَائِضِ الْقَضَایَا مَفْهُوْمَاتٌ مُحَصَّلَۃٌ عِنْدَ الْعَقْلِ وَ اِنَّمَا حَصَلَتْ تِلْکَ الْمَفْهُوْمَاتُ وَ لَمْ یَکْتَفِ بِالْقَدْرِ الْاِجْمَالِیِّ فِی اَخْذِ النَّقِیْضِ لِیَسْهُلَ اِسْتِعْمَالُهَا فِی الْاَحْکَامِ فَالْمُرَادُ بِالنَّقِیْضِ فِی هٰذَا الْفَصْلِ اَحَدُ الْاَمْرَیْنِ اَمَّا نَفْسُ النَّقِیْضِ اَوْ لَازِمُهُ الْمُسَاوِیْ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: پس ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہے، اس لئے کہ سلب ضرورت، ضرورت کے ساتھ ان چیزوں میں سے ہے جو یقیناً دونوں متناقض ہیں، اور دائمہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہے، اس لئے کہ تمام اوقات میں سلب کے بعض اوقات میں ایجاب منافی ہے، اور اس کے برعکس، اور مشروطہ عامہ کی نقیض حینیہ ممکنہ ہے، یعنی وہ قضیہ جس میں جانب مخالف سے ضرورت وصفیہ کے رفع کا حکم لگایا گیا ہو، جیسے ہر وہ شخص جس کو نمونیہ ہو، نمونیہ ہونے کی حالت میں بعض اوقات میں کھانسنا ممکن ہے، اور عرفیہ عامہ کی نقیض حینیہ مطلقہ ہے، یعنی وہ قضیہ جس میں موضوع کے لئے محمول کے ثبوت کا یا موضوع سے محمول کی نفی کا حکم لگایا گیا ہو وصفِ موضوع کے بعض اوقات میں، اور اس کی مثال وہی ہے جو گزر ری۔ میں کہتا ہوں: اولاً آپ جان لیجئے کہ ہر شئی کی نقیض اس کا رفع ہے، اور ہر ہر قضیہ کی نقیض اخذ کرنے میں اتنی بات کافی ہے، یہاں تک کہ ہر قضیہ کی نقیض اس قضیہ کا رفع ہے، پس جب ہم کہیں کل انسان حیوان بالضرورۃ تو اس کی نقیض انه لیس کذلک، ہوگی، اسی طرح باقی قضایا میں ہوگا، لیکن جب قضیہ کا رفع کیا جائے تو بسا اوقات اس کا نفسِ رفع ہی ایسا قضیہ ہوتا ہے، جس کے لئے عقل کے نزدیک قضایا معتبرہ سے مفہوم محصل معین ہوتا ہے، اور بسا اوقات اس کا رفع ایسا قضیہ نہیں ہوتا جس کے لئے عقل کے نزدیک قضایا سے مفہوم محصل ہوتا ہے۔ بلکہ اس کے رفع کے لئے ایسا لازم مساوی ہوتا ہے جس کے لئے عقل کے نزدیک مفہوم محصل ہوتا ہے۔ پس اس لازم مساوی کو لیکر اس پر مجازاً نقیض کا اطلاق کر دیا گیا، چنانچہ عقل کے نزدیک قضایا کی نقیضوں کے لئے مفہومات محصلہ حاصل کر لیے جاتے ہیں، اور بلاشبہ مفہومات حاصل کیے گئے ہیں اور نقیض کے لینے میں قدر اجمالی پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے، تاکہ احکام میں اس کا استعمال آسان ہو جائے، پس اس فصل میں نقیض سے احد الامرین مراد ہے یا تو نفسِ نقیض یا اس کا لازم مساوی۔

تشریح: یہاں سے ماتن نے موجہات بسیطہ کے نقائض کو بیان کیا ہے، لیکن شارح قضایا بسیطہ موجہہ کی نقیض بیان کرنے سے پہلے نقیض کی تعریف اور اس کے متعلق کچھ باتیں ذکر کر رہے ہیں۔

نقیض: ہر چیز کی نقیض یہ ہے کہ اس کا رفع کر دیا جائے اور اس کو اٹھا دیا جائے، یہ نقیض کا بہت اجمالی خاکہ ہے، شارح فرماتے ہیں کہ کسی بھی قضیہ کی نقیض نکالنے کے لیے یہ اجمالی خاکہ ہی کافی ہے کہ ہر قضیہ کی نقیض اس کا رفع ہے، چنانچہ جب ہم کہیں کہ ہر انسان ضروری طور پر حیوان ہے، تو اس کی نقیض یہ ہوگی کہ ایسا نہیں ہے۔ جب یہ بات ہے تو پھر اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ جب نقیض کے نکالنے میں اجمالی مقدمہ کافی ہے تو پھر موجہات کے نقائض کی تفصیل کیوں بیان کی جاتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نقائض کو تفصیل سے اس وجہ سے بیان کیا ہے کہ جب قضیہ کا رفع کیا جائے تو اس نقیض کی دو صورتیں ہیں۔

۱- کبھی تو اس قضیہ کے نفسِ رفع ہی سے ایسا قضیہ حاصل ہو جاتا ہے جو عقل کے پاس ایک معین مفہوم ہوتا ہے، جو مناطقہ کے نزدیک معتبر ہوتا ہے۔ اور حقیقۃً اس کو پہلے قضیہ کی نقیض کہا جاتا ہے۔

۲- کبھی نفسِ رفع سے ایسا قضیہ حاصل نہیں ہوتا، بلکہ وہ قضیہ نفسِ رفع کے لئے لازم مساوی ہوتا ہے، جس کا عقل کے پاس ایک مفہوم حاصل ہوتا ہے، تو اس لازم مساوی پر بھی مجازاً نقیض کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔ اور اخذِ نقیض میں اجمال پر اکتفاء نہیں کیا گیا، تا کہ ان نقائض کو قضایا کے احکام یعنی عکس مستوی، عکسِ نقیض اور قیاسات کی دلیل خلف میں اس کا استعمال کرنا آسان ہو، اور کوئی پریشانی نہ ہو۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس فصل میں نقیض سے مراد دو امروں میں سے کوئی ایک ہے،

۱- نفسِ نقیض ۔۲- نقیض کا لازم مساوی۔ نفس نقیض جیسے ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہے، اور نقیض کا لازم مساوی جیسے دائمہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہے۔

وَ اِذَا عَرَفْتَ هٰذَا فَنَقُوْلُ نَقِيْضُ الضَّرُوْرِيَّةِ الْمُطْلَقَةِ الْمُمْكِنَةُ الْعَامَّةُ لِاَنَّ الْاِمْكَانَ الْعَامَّ هُوَ سَلْبُ الضَّرُوْرَةِ عَنِ الْجَانِبِ الْمُخَالِفِ لِلْحُكْمِ وَ لَا خِفَاءَ فِيْ اَنَّ اِثْبَاتَ الضَّرُوْرَةِ فِي الْجَانِبِ الْمُخَالِفِ وَ سَلْبَهَا فِيْ ذٰلِكَ الْجَانِبِ مِمَّا يَتَنَاقَضَانِ فَضَرُوْرَةُ الْاِيْجَابِ نَقِيْضُهَا سَلْبُ ضَرُوْرَةِ الْاِيْجَابِ وَ سَلْبُ ضَرُوْرَةِ الْاِيْجَابِ هُوَ بِعَيْنِهٖ اِمْكَانٌ عَامٌّ سَالِبٌ وَ ضَرُوْرَةِ السَّلْبِ نَقِيْضُهَا سَلْبُ ضَرُوْرَةِ السَّلْبِ وَ هُوَ بِعَيْنِهٖ اِمْكَانٌ عَامٌّ مُوْجَبٌ وَ كَذٰلِكَ اِمْكَانُ الْاِيْجَابِ نَقِيْضُهٗ سَلْبُ اِمْكَانِ الْاِيْجَابِ اَيْ سَلْبُ سَلْبِ الضَّرُوْرَةِ السَّلْبِ الَّذِيْ هُوَ بِعَيْنِهٖ ضَرُوْرَةُ السَّلْبِ وَ اِمْكَانُ السَّلْبِ نَقِيْضُهٗ سَلْبُ اِمْكَانِ السَّلْبِ اَيْ سَلْبُ سَلْبِ ضَرُوْرَةِ الْاِيْجَابِ الَّذِيْ هُوَ بِعَيْنِهٖ ضَرُوْرَةُ الْاِيْجَابِ.

ترجمہ: اور جب آپ یہ جان چکے تو ہم کہتے ہیں کہ ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہے، اس لئے کہ امکان عام وہ حکم کی جانب مخالف سے ضرورت کا سلب ہے، اور اس میں کوئی خفاء نہیں ہے کہ جانب مخالف میں ضرورت کا اثبات اور اسی جانب میں ضرورت کا سلب دونوں متناقض ہیں، پس ضرورۃ الایجاب کی نقیض سلب ضرورۃ الایجاب ہے، اور سلب ضرورۃ الایجاب بعینہٖ ممکنہ عامہ سالبہ ہے، اور ضرورۃ السلب کی نقیض سلب ضرورۃ السلب ہے اور یہ بعینہٖ ممکنہ عامہ موجبہ ہے، اور اسی طرح ''امکان الایجاب'' کی نقیض، امکانِ ایجاب کا سلب ہے، یعنی سلب سلب ضرورۃ السلب ہے، جو بعینہٖ ضرورۃ السلب ہے، اور سلب کے امکان کی نقیض سلب کے امکان کا سلب ہے یعنی سلب سلب ضرورۃ الایجاب جو بعینہٖ ضرورۃ الایجاب ہے۔

تشریح: شارح کہتے ہیں کہ جب نقیض کے سلسلے میں آپ کو تفصیلی بات معلوم ہوگئی تو اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہے، اس لئے کہ ضروریہ مطلقہ میں جانب مخالف کے اندر ضرورت کو ثابت کیا جاتا ہے، اور ممکنہ عامہ میں جانب مخالف سے ضرورت کی نفی کی جاتی ہے، اور یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ جب ایک قضیہ میں ایک جانب کے اندر ضرورت کو ثابت کیا جائے اور دوسرے قضیہ میں اسی جانب سے ضرورت کی نفی کی جائے تو لامحالہ ایک صادق اور دوسرا کاذب ہوگا اور اسی کا نام تناقض ہے، شارح نے ایجاب اور سلب دونوں اعتبار سے نقائض بیان کیے ہیں۔ چنانچہ کہا ہے کہ ضروریہ مطلقہ موجبہ کی نقیض ممکنہ عامہ سالبہ ہے، اور

ضروریہ مطلقہ سالبہ کی نقیض ممکنہ عامہ موجبہ ہے، لیکن شارح نے اس کو اصطلاحی الفاظ میں بیان کیا ہے، ان اصطلاحات کی تشریح سنیے!

۱- ضرورة الايجاب، اس سے ضروریہ مطلقہ موجبہ مراد ہے۔

۲- سلب ضرورة الايجاب، اس سے ممکنہ عامہ سالبہ مراد ہے۔

۳- سلب الضرورة، اس سے ضروریہ مطلقہ سالبہ مراد ہے۔

۴- سلب ضرورة السلب، اس سے ممکنہ عامہ موجبہ مراد ہے۔

یعنی ضروریہ مطلقہ موجبہ ثبوت کے ضروری ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور ضرورة الايجاب کا یہی مفہوم ہے، اور سالبہ ممکنہ عامہ اسی ثبوت کے سلب ضرورت پر دلالت کرتا ہے، اور سلب ضرورة الایجاب کا مفہوم بھی یہی ہے، اسی لئے شارح نے کہا کہ ضرورة الايجاب کی نقیض سلب ضرورة الايجاب ہے، اور ضروریہ مطلقہ سالبہ سلب کے ضروری ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور ضرورة السلب کا بعینہٖ یہی مفہوم ہے، اور موجبہ ممکنہ عامہ سلب کے ضروری نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور سلب ضرورة السلب کا بعینہٖ یہی مفہوم ہے، اور ضرورة السلب اور سلب ضرورة السلب کے درمیان تناقض ہے اسی لئے شارح نے کہا، کہ ضرورة السلب کی نقیض سلب ضرورة السلب ہے، یہ تفصیل شارح نے ضروریہ مطلقہ کے اعتبار سے بیان کی ہے، اب اسی کی مزید وضاحت کے لئے ممکنہ عامہ کے اعتبار سے بیان کر رہے ہیں، اور اس میں بھی ایجاب اور سلب دونوں اعتبار سے نقائض بیان کی ہیں چنانچہ فرمایا ہے کہ ممکنہ عامہ موجبہ کی نقیض ضروریہ مطلقہ سالبہ ہے، اور ممکنہ عامہ سالبہ کی نقیض ضروریہ مطلقہ موجبہ ہے۔ شارح نے اس کو بھی اصطلاحی الفاظ کے پیرائے میں بیان کیا ہے، جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱- سلب ضرورة السلب، اس سے ممکنہ عامہ موجبہ مراد ہے۔

۲- سلب سلب ضرورة السلب، اس سے ضروریہ مطلقہ سالبہ مراد ہے۔

۳- سلب ضرروة الايجاب، اس سے ممکنہ عامہ سالبہ مراد ہے۔

۴- سلب سلب ضرورة الايجاب، اس سے ضروریہ مطلقہ موجبہ مراد ہے۔

یعنی ممکنہ عامہ موجبہ میں جانب مخالف سے ضرورت کے سلب کا حکم ہوتا ہے، اور یہی سلب ضرورة السلب کا مفہوم ہے، اور ضروریہ مطلقہ سالبہ میں سلب کے ضروری ہونے کا حکم ہوتا ہے، اور یہی سلب سلب ضرورة السلب کا مفہوم ہے، اسی لئے شارح نے کہا کہ امکان ایجاب یعنی سلب ضرورة السلب کی نقیض سلب امکان ایجاب یعنی سلب سلب ضرورة السلب ہے۔ اور امکان السلب یعنی ممکنہ عامہ سالبہ میں ثبوت کے ضروری نہ ہونے کا حکم ہوتا ہے، اور یہی سلب ضرورة الايجاب کا مفہوم ہے، اور ضروریہ مطلقہ موجبہ میں ثبوت کے ضروری ہونے کا حکم ہوتا ہے اور یہی سلب امکن السلب یعنی سلب سلب ضرورة الايجاب کا مفہوم ہے، اسی لئے شارح نے کہا کہ سلب امکان السلب کی نقیض ضرورة الايجاب ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ امکان ایجاب یعنی ممکنہ عامہ موجبہ کی نقیض سلب امکان یعنی سلب سلب ضرورة السلب ہے اور اسی کا نام ضروریہ مطلقہ سالبہ ہے، اور امکان السلب یعنی ممکنہ عامہ سالبہ کی نقیض سلب امکان السلب یعنی سلب سلب ضرورة الايجاب ہے، یہی ضروریہ مطلقہ موجبہ ہے۔

وَ نَقِيضُ الدَّائِمَةِ الْمُطْلَقَةِ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ لِاَنَّ السَّلْبَ فِي كُلِّ الْاَوْقَاتِ يُنَافِيهِ الْاِيْجَابُ فِي

الْبَعضِ وَ بِالعَكْسِ اَى الايجابُ فِى كُلِّ الاَوْقَاتِ يُنَافِيهِ السَّلبُ فِى الْبَعْضِ وَ اِنَّما قالَ يُنافِيهِ بِخِلافِ مَا قَالَ فِى الضَّرُورِيَّةِ لِاَنَّ اِطلاق الايجاب لايُنَاقِضُ دَوَامَ السَّلْبِ بَل يُلازِمُ نَقِيضَهُ فَاِنَّ دوامَ السَّلبِ نَقِيضُهُ رَفْعُ دَوامِ السَّلْبِ وَ يَلْزَمُهُ اِطْلَاقُ الايجابِ لِاَنَّهُ اِذا لَمْ يَكُنِ المَحمُولُ دائمَ السَّلبِ لَكانَ اِمَّا دائمَ الايجابِ اَوْ ثابتًا فِى بَعْضِ الاَوْقَاتِ دُونَ بَعْضٍ وَ اَيًّا مَا كَانَ يَتَحَقَّقُ اِطلاقُ الايجابِ وَ كَذٰلِكَ دَوامُ الايجابِ يُنَاقِضُهُ رَفْعُ دَوَامِ الايجابِ وَ اِذَا ارْتَفَعَ دَوامُ الايجاب فَاِمَّا اَنْ يَدُوْمَ السَّلْبُ اَوْ يَتحَقَّقَ السَّلبُ فِى بَعْضِ الاَوْقَاتِ دُونَ بَعْضٍ وَ عَلىٰ كِلاَ التَّقدِيرَيْنِ فَاِطلاقُ السَّلبِ لازِمٌ جَزمًا وَ هٰكَذَا البَيَانُ فِى اَنَّ نَقِيضَ المُطلَقَةِ العَامَّةِ الدَّائِمَةُ المُطلَقَةُ فَاِنَّهُ اِذا لَمْ يَكُنِ الايجابُ فِى الْجُمْلَةِ يَلْزَمُ السَّلْبُ دَائِمًا وَ اِذَا لَمْ يَكُنِ السَّلْبُ فِى الْجُمْلَةِ يَلْزَمُ الْاِيجَابَ دَائِمًا.

ترجمہ: اور دائمہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہے اس لئے کہ تمام اوقات میں سلب کے منافی ایجاب فی البعض ہے اور اس کے برعکس یعنی تمام اوقات میں ایجاب کے منافی سلب فی البعض ہے، اور ماتن نے "ینافیه" کہا بخلاف اس کے جو ضروریہ میں کہا ہے اس لئے کہ ایجاب کا اطلاق دوام السلب کے مناقض نہیں ہے، بلکہ اس کی نقیض کو لازم ہے، اس لئے کہ دوام السلب کی نقیض، رفع دوام السلب ہے، اور اس کو اطلاق ایجاب لازم ہے، اس لئے کہ جب محمول دائم السلب نہ ہو تو یا دائم الایجاب ہوگا یا بعض اوقات میں ثابت ہوگا، اور بعض میں نہ ہوگا، اور جونسی بھی صورت ہو، اطلاق ایجاب متحقق ہوگا اور اسی طرح دوام الایجاب کے مناقض رفع دوام الایجاب ہے، اور جب دوام ایجاب مرتفع ہوگیا تو یا تو سلب دائمی ہوگا یا سلب بعض اوقات میں متحقق ہوگا، اور بعض میں نہ ہوگا۔ اور بہر دو صورت اطلاقِ سلب یقیناً لازم ہے، اور اسی طرح اس میں بیان ہے کہ مطلقہ عامہ کی نقیض دائمہ مطلقہ ہے اس لئے کہ جب ایجاب فی الجملہ نہ ہو تو سلب دائماً لازم ہوگا اور جب سلب فی الجملہ نہ ہو تو ایجاب دائماً لازم ہوگا۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے دائمہ مطلقہ کی نقیض بیان کی ہے، چنانچہ فرمایا کہ دائمہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہے، اس لئے کہ مطلقہ میں دوام کو ثابت کیا جاتا ہے اور مطلقہ عامہ میں دوام کی نفی کی جاتی ہے، اور ظاہر ہے کہ دوام اور سلب دوام ایک دوسرے کی نقیض ہیں، لہٰذا دائمہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہوگی، شارح نے اسی کو اس انداز سے بیان کیا ہے، کہ دائمہ مطلقہ سالبہ میں تمام اوقات میں موضوع سے محمول کی نفی ہوتی ہے اور مطلقہ عامہ موجبہ میں بعض اوقات میں موضوع کے لئے محمول کا ثبوت ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ تمام اوقات میں سلب اور بعض اوقات میں ثبوت میں منافات ہے، اسی طرح اس کے برعکس ہے، یعنی تمام اوقات میں ایجاب جو دائمہ مطلقہ موجبہ میں ہوتا ہے، اور بعض اوقات میں سلب جو مطلقہ عامہ سالبہ میں ہوتا ہے، ان میں منافات ہے، لہٰذا دائمہ مطلقہ موجبہ کی نقیض مطلقہ عامہ سالبہ اور دائمہ مطلقہ سالبہ کی نقیض مطلقہ عامہ موجبہ ہے۔

وانما قال ینافیه الخ اس عبارت میں منافی اور مناقض کے درمیان فرق بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرمایا ہے کہ ماتن نے ضروریہ مطلقہ کی نقیض کے موقع پر "یتناقضان" کہا ہے اور یہاں دائمہ مطلقہ کی نقیض کے بیان میں "ینافیه" کہا ہے، دراصل اس سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ صریح ہے اور قضایا معتبرہ میں سے ہے، اس لئے وہاں "یتناقضان" کہا ہے، لیکن دائمہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ صریح نہیں ہے، بلکہ یہ اس کو لازم ہے، مجازاً اس کو نقیض کہا جاتا ہے، اس اجمال کی تفصیل

یہ ہے کہ دائمہ مطلقہ سالبہ میں دوام السلب ہوتا ہے، یعنی موضوع سے محمول دائمی طور پر مسلوب ہوتا ہے، اور دوام السلب کی نقیض "رفع دوام السلب" ہے مطلقہ عامہ موجبہ اس کی نقیض نہیں ہے بلکہ اس کی نقیض کو لازم ہے، اس لئے کہ رفع دوام السلب کا مطلب یہ ہے کہ محمول موضوع سے دائم السلب نہیں تو پھر وہ یا تو دائم الایجاب ہوگا یا بعض اوقات میں ثابت ہوگا اور بعض اوقات میں ثابت نہ ہوگا، جونسی بھی صورت ہو مطلقہ عامہ موجبہ بہر حال متحقق ہو جائے گا، وہ اس طرح کہ جب محمول دائمی طور پر ثابت ہوگا تو اس میں مطلقہ عامہ موجبہ بھی پایا جائے گا اس لئے کہ دوام اطلاق سے اعلیٰ ہے، اور اعلیٰ میں ادنیٰ پایا جاتا ہے، اور اگر بعض اوقات میں موضوع کے لئے محمول ثابت ہو اور بعض اوقات میں ثابت نہ ہو، تو اس میں مطلقہ عامہ موجبہ کا پایا جانا بالکل ظاہر ہے، اس طرح دائمہ مطلقہ میں "دوام ایجاب" ہوتا ہے، تو اس کی نقیض "رفع دوام الایجاب" ہوگی، مطلقہ عامہ سالبہ اس کی نقیض نہیں ہے، بلکہ اس کی نقیض یعنی رفع دوام الایجاب کو لازم ہے، اور دوام ایجاب کے رفع کی دو صورتیں ہیں (۱) محمول ہمیشہ مسلوب ہو، (۲) بعض اوقات میں محمول مسلوب ہو، اور بعض اوقات میں محمول مسلوب نہ ہو، ان دونوں میں جونسی بھی صورت ہو مطلقہ عامہ سالبہ ضرور متحقق ہو جائے گا، اس لئے کہ مطلقہ عامہ میں جہت اطلاق کی ہوتی ہے، اور دائمہ مطلقہ میں دوام کی جہت ہوتی ہے، اور دوام اطلاق سے اعلیٰ ہے، اور اعلیٰ میں ادنیٰ پایا جاتا ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ رفع دوام الایجاب جو دوام ایجاب کی نقیض ہے اور رفع دوام السلب جو دوام سلب کی نقیض ہے، ان کے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے نفس الامر میں کوئی قضیہ نہیں ہے، لیکن چونکہ ان نقائض کو مطلقہ عامہ لازم ہے، اس لئے مطلقہ عامہ کو مجازاً دائمہ مطلقہ کی نقیض کہہ دیا جاتا ہے، نقیض کا یہ بیان دائمہ مطلقہ کی جہت سے تھا۔

اب ھکذا البیان الخ سے شارح مطلقہ عامہ کی جہت سے نقیض کو بیان کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ مطلقہ عامہ موجبہ کی نقیض دائمہ مطلقہ سالبہ ہے، اس لئے کہ مطلقہ عامہ موجبہ میں ایجاب فی الجملہ ہوتا ہے، تو ایجاب فی الجملہ کی نقیض رفع اطلاق الایجاب ہوگی، اور رفع اطلاق الایجاب کا مفہوم وہ فی الجملہ ثابت نہیں ہے، اور جب وہ فی الجملہ ثابت نہیں ہے تو پھر دوام السلب اس کو لازم ہوگا، یہی دائمہ مطلقہ سالبہ ہے، اور مطلقہ عامہ سالبہ کی نقیض دائمہ مطلقہ موجبہ ہے اس لئے کہ جب سلب فی الجملہ نہ ہو، تو دوام الایجاب اس کو لازم ہوگا، اور دائمی طور پر ایجاب کا ہونا ہی دائمہ مطلقہ موجبہ ہے، لہٰذا مطلقہ عامہ سالبہ کی نقیض دائمہ مطلقہ موجبہ ہے، اور مطلقہ عامہ موجبہ کی نقیض دائمہ مطلقہ سالبہ ہے۔

وَ نَقِيضُ الْمَشْرُوطَةِ الْعَامَّةِ الْحِينِيَّةُ الْمُمْكِنَةُ وَ هِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِسَلْبِ الضَّرُورَةِ بِحَسْبِ الْوَصْفِ مِنَ الْجَانِبِ الْمُخَالِفِ كَقَوْلِنَا كُلُّ مَنْ بِهِ ذَاتُ الْجَنْبِ يُمْكِنُ أَنْ يَسْعَلَ فِي بَعْضِ اَوْقَاتِ كَوْنِهِ مَجْنُوبًا وَ ذٰلِكَ لِاَنَّ نِسْبَتَهَا اِلَى الْمَشْرُوطَةِ الْعَامَّةِ كَنِسْبَةِ الْمُمْكِنَةِ الْعَامَّةِ اِلَى الضَّرُورِيَّةِ الْمُطْلَقَةِ فَكَمَا اَنَّ الضَّرُورَةَ بِحَسْبِ الذَّاتِ تَنَاقِضُ سَلْبَ الضَّرُورَةِ بِحَسْبِ الذَّاتِ كَذٰلِكَ الضَّرُورَةُ بِحَسْبِ الْوَصْفِ تَنَاقِضُ سَلْبَ الضَّرُورَةِ بِحَسْبِ الْوَصْفِ.

ترجمہ: اور مشروطہ عامہ کی نقیض حینیہ ممکنہ ہے اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس میں جانب مخالف سے ضرورۃ وصفیہ کے سلب کا حکم لگایا گیا ہو، جیسے ہمارا قول ہر وہ شخص جس کو نمونیہ ہو نمونیہ ہونے کی حالت میں بعض اوقات کھانسنا ممکن ہے، اور یہ اس لئے کہ اس کی نسبت مشروطہ عامہ کی طرف ایسی ہے کہ جیسے ممکنہ عامہ کی نسبت ضروریہ مطلقہ کی طرف، تو جس

طرح ضرورۃ ذاتیہ سلب ضرورۃ ذاتیہ کے مناقض ہے، اسی طرح ضرورۃ وصفیہ سلب ضرورۃ وصفیہ کے مناقض ہوگی۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے مشروطہ عامہ کی نقیض بیان کی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ مشروطہ عامہ کی نقیض حینیہ ممکنہ ہے، حینیہ ممکنہ اگرچہ موجہہ بسیطہ ہے، لیکن مشہور ومعتبر نہیں ہے، اس کا اعتبار مشروطہ عامہ کی نقیض میں ضرورت کی بناء پر کیا گیا ہے، اور چونکہ موجہات کی بحث میں اس کا تذکرہ نہیں کیا گیا ہے، اس لئے شارح نے یہاں اس کی تعریف بھی بیان کی ہے، کہ حینیہ ممکنہ وہ قضیہ بسیطہ ہے جس میں جانب مخالف سے ضرورۃ وصفیہ کے سلب کا حکم لگایا گیا ہو، جیسے ہر وہ شخص جس کو نمونیہ ہو، نمونیہ کی حالت میں کسی وقت اس کا کھانسنا ممکن ہے، دیکھئے اس قضیہ میں حکم کی جانب مخالف یعنی نہ کھانسنا ضروری نہیں ہے، ممکن ہے کہ کھانسی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کھانسی نہ ہو۔

شارح فرماتے ہیں کہ مشروطہ عامہ کی نقیض حینیہ ممکنہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہے، تو جس طرح ضرورۃ ذاتیہ یعنی ضروریہ مطلقہ ضرورۃ ذاتیہ کے سلب یعنی ممکنہ عامہ کے مناقض ہے اسی طرح ضرورۃ وصفیہ یعنی مشروطہ عامہ ضرورۃ وصفیہ کے سلب یعنی ممکنہ عامہ کے مناقض ہے اور جس طرح ممکنہ عامہ ضروریہ مطلقہ کی نقیض صریح ہے اسی طرح حینیہ ممکنہ مشروطہ عامہ کی نقیض صریح ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ مشروطہ عامہ موجبہ کی نقیض حینیہ ممکنہ سالبہ آتی ہے، اس لئے کہ مشروطہ عامہ موجبہ میں بحسب الوصف ایجاب کے ضروری ہونے کا حکم ہوتا ہے، تو اس کی نقیض کو رفع ضرورۃ الایجاب بحسب الوصف ہوگی، جس کا مطلب یہ ہے کہ ایجاب بحسب الوصف ضروری نہیں ہے، جب ایجاب ضروری نہیں، تو یا سلب ضروری ہوگا یا بعض افراد میں سلب اور بعض افراد میں ایجاب ہوگا، جونسی بھی صورت ہو، ہر حال میں حینیہ ممکنہ سالبہ ضرور صادق ہوگا، اور اگر مشروطہ عامہ سالبہ ہو تو اس کی نقیض حینیہ ممکنہ موجبہ ہوگی۔ کیونکہ مشروطہ عامہ سالبہ میں بحسب الوصف سلب کے ضروری نہ ہونے کا حکم ہوتا ہے، تو حینیہ ممکنہ موجبہ میں بحسب الوصف ایجاب کے ضروری ہونے کا حکم ہوتا ہے، تو جب سلب بحسب الوصف ضروری نہ ہو، تو ایجاب بحسب الوصف ضروری ہوگا، یا بعض میں ایجاب اور بعض میں سلب ہوگا، جونسی بھی صورت ہو، بہرحال حینیہ ممکنہ موجبہ ضرور صادق ہوگا۔

نقیض کی یہ تقریر مشروطہ کی جہت سے تھی، اور حینیہ ممکنہ کی جہت سے نقیض کی تقریر یہ ہے کہ حینیہ ممکنہ موجبہ کی نقیض مشروطہ عامہ سالبہ ہے، کیونکہ حینیہ ممکنہ موجبہ میں امکان ایجاب بحسب الوصف یعنی بحسب الوصف سلب ضرورۃ السلب کا حکم ہوتا ہے، اور یہ قاعدہ ہے کہ جب دو نفی جمع ہو جائیں تو دو نفی ملکر مثبت ہو جاتی ہیں، لہٰذا "ضرورۃ بحسب الوصف" باقی رہ گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ جس میں بحسب الوصف سلب ضروری ہے اور یہ بعینہٖ مشروطہ عامہ سالبہ ہے، اور اگر حینیہ ممکنہ سالبہ ہو تو اس کی نقیض مشروطہ عامہ موجبہ ہوگی، اس لئے کہ حینیہ ممکنہ سالبہ میں امکان السلب بحسب الوصف یعنی سلب ضرورۃ الایجاب بحسب الوصف کا حکم ہوتا ہے، تو اس کی نقیض ہوگی سلب امکان السلب بحسب الوصف یعنی سلب سلب ضرورۃ الایجاب بحسب الوصف، قاعدہ مذکورہ کے پیش نظر یہاں بھی دونوں سلب ملکر اثبات کا فائدہ دیگا، تو ضرورۃ الایجاب بحسب الوصف باقی رہ گیا اور یہ بعینہٖ مشروطہ عامہ موجبہ ہے۔

وَ نَقِيضُ الْعُرْفِيَّةِ الْعَامَّةِ الْحِينِيَّةُ الْمُطْلَقَةُ وَ هِيَ الَّتِي يُحْكَمُ فِيهَا بِالثُّبُوتِ اَوِ السَّلْبِ بِالْفِعْلِ فِي بَعْضِ اَوْقَاتِ وَصْفِ الْمَوْضُوعِ وَ مِثَالُهَا مَامَرَّ مِنْ قَوْلِنَا كُلُّ مَنْ بِهِ ذَاتُ الْجَنْبِ يَسْعَلُ بِالْفِعْلِ فِي بَعْضِ

اَوْقَاتِ كَوْنِهٖ مَجْنُوْبًا وَ نِسْبَتُهَا اِلَى الْعُرْفِيَّةِ الْعَامَّةِ كَنِسْبَةِ الْمُطْلَقَةِ اِلَى الدَّائِمَةِ فَكَمَا اَنَّ الدَّوَامَ بِحَسْبِ الذَّاتِ يُنَافِي الْاِطْلَاقَ بِحَسْبِهَا كَذٰلِكَ الدَّوَامُ بِحَسْبِ الْوَصْفِ يُنَافِي الْاِطْلَاقَ بِحَسْبِهٖ.

ترجمہ: اور عرفیہ عامہ کی نقیض حینیہ مطلقہ ہے، اور وہ وہ (قضیہ) ہے جس میں موضوع کے وصف کے بعض اوقات میں بالفعل ثبوت یا سلب کا حکم لگایا گیا ہو، اور اس کی مثال وہ ہے جو ہمارے قول، ہر وہ شخص جس کو نمونیہ ہو تو نمونیہ ہونے کے بعض اوقات میں اس کا بالفعل کھانسنا ممکن ہے، اور اس کی نسبت عرفیہ عامہ کی طرف ایسی ہی ہے جیسے اس کی مطلقہ عامہ کی نسبت دائمہ مطلقہ کی طرف تو جس طرح دوام بحسب الذات اطلاق بحسب الذات کے منافی ہے تو اسی طرح دوام بحسب الوصف اطلاق بحسب الوصف کے منافی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے عرفیہ عامہ کی نقیض بیان کی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ عرفیہ عامہ کی نقیض حینیہ مطلقہ ہے، اور حینیہ مطلقہ بھی اگرچہ موجہات میں سے ہے، لیکن یہ قضایا معتبرہ میں سے نہیں ہے، اس کا اعتبار یہاں صرف عرفیہ عامہ کی نقیض میں ضرورت کی بناء پر کیا گیا ہے، اور چونکہ ماقبل میں اس کی تعریف نہیں بیان کی گئی ہے اس لئے شارح نے یہاں اس کی تعریف بھی ذکر کی ہے، کہ حینیہ مطلقہ وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں وصفِ موضوع کے بعض اوقات میں موضوع کے لئے ثبوت محمول یا موضوع سے سلب محمول کا بالفعل حکم لگایا گیا ہو، جیسے جو شخص نمونیہ میں مبتلا ہو تو اس کے لئے نمونیہ کے بعض اوقات میں بالفعل کھانسنا بھی ممکن ہے، اور نہ کھانسنا بھی ممکن ہے۔ شارح فرماتے ہیں کہ حینیہ مطلقہ کی نسبت عرفیہ عامہ کی طرف ایسی ہی ہے جیسا کہ مطلقہ عامہ کی نسبت دائمہ مطلقہ کی طرف ہے تو جس طرح دوام بحسب الذات یعنی دائمہ مطلقہ اطلاق بحسب الذات یعنی مطلقہ عامہ کے منافی ہے اسی طرح دوام بحسب الوصف یعنی عرفیہ عامہ اطلاق بحسب الوصف یعنی حینیہ مطلقہ کے منافی ہے، اور جس طرح مطلقہ عامہ دائمہ مطلقہ کی نقیض صریح نہیں ہے، اسی طرح حینیہ مطلقہ عرفیہ عامہ کی نقیض صریح نہیں ہے، بلکہ اس کی نقیض رفع کو لازم ہے اور اس کے مساوی ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ عرفیہ عامہ موجبہ کی نقیض حینیہ مطلقہ سالبہ آتی ہے، کیونکہ عرفیہ عامہ موجبہ میں دوام الایجاب بحسب الوصف کا حکم ہوتا ہے، تو دوام الایجاب بحسب الوصف کی نقیض رفع دوام الایجاب بحسب الوصف ہوگی، یعنی بحسب الوصف موضوع کے لئے محمول کا ثبوت دائمی نہیں ہے، اور جب محمول کا ثبوت موضوع کے لئے دائمی نہیں ہے تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں یا تو موضوع سے محمول بحسب الوصف دائمی طور پر مسلوب ہوگا، یا بعض اوقات میں ثابت اور بعض اوقات میں مسلوب ہوگا جس صورت کو بھی اختیار کیا جائے حینیہ مطلقہ سالبہ ہر حال میں صادق ہوگا، اور اگر عرفیہ عامہ سالبہ ہو تو اس کی نقیض حینیہ مطلقہ موجبہ آتی ہے، کیونکہ عرفیہ عامہ سالبہ میں دوام السلب بحسب الوصف کا حکم ہوتا ہے، یعنی دائمی طور پر محمول موضوع سے بحسب الوصف مسلوب ہوتا ہے، تو دوام السلب بحسب الوصف کی نقیض، رفع دوام السلب بحسب الوصف ہوگی، یعنی محمول دائم السلب نہیں ہے تو اب اس کی دو صورتیں ہیں یا تو محمول دائم الایجاب ہوگا یا بعض اوقات میں ثابت ہوگا اور بعض اوقات میں ثابت نہ ہوگا، جونسی بھی صورت ہو، حینیہ مطلقہ موجبہ بہرحال صادق ہوگا۔

اور حینیہ مطلقہ کی جہت سے نقیض کی تقریر یہ ہوگی کہ حینیہ مطلقہ موجبہ کی نقیض عرفیہ عامہ سالبہ ہے، کیونکہ حینیہ مطلقہ موجبہ میں

اطلاق الایجاب بحسب الوصف کا حکم ہوتا ہے، تو اس کی نقیض رفع اطلاق الایجاب بحسب الوصف ہوگی، یعنی اس میں فی الجملہ ایجاب نہیں، جب فی الجملہ ایجاب نہیں تو دوام السلب بحسب الوصف ہوگا، اور یہ بعینہٖ عرفیہ عامہ سالبہ ہے، اور حینیہ مطلقہ سالبہ کی نقیض عرفیہ عامہ موجبہ ہے، اس لئے کہ حینیہ مطلقہ سالبہ میں اطلاق السلب بحسب الوصف کا حکم ہوتا ہے، تو اس کی نقیض رفع اطلاق السلب بحسب الوصف ہوگی، یعنی محمول بحسب الوصف فی الجملہ مسلوب نہیں، اور جب محمول بحسب الوصف فی الجملہ مسلوب نہیں، تو وہ بحسب الوصف دائم الایجاب ہوگا، اور یہ بعینہٖ عرفیہ عامہ موجبہ ہے۔

فائدہ: ماتن وشارح نے بسائط میں سے وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کی نقیضیں بیان نہیں کیں، دو وجہ سے، ایک وجہ تو یہ ہے کہ آئندہ مباحث میں ان کی نقیضوں سے کوئی غرض وابستہ نہیں ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب دوسرے تمام قضایا بسیطہ کی نقیضیں بیان کی جا چکیں تو اس سے التزامی طور پر ان کی نقائض بھی سمجھی جا سکتی ہیں۔

نقشہ نقائضِ موجہات بسیطہ

نمبر شمار	اصل قضیہ	مثال	نقیض قضیہ	
۱	موجبہ کلیہ ضروریہ مطلقہ	کل انسان حیوان بالضرورة	سالبہ جزئیہ ممکنہ عامہ	بعض الان لیس بحیوان بالامکان العام
۲	سالبہ کلیہ ضروریہ مطلقہ	لاشیٔ من الانسان بحجر بالضرورة	موجبہ جزئیہ ممکنہ عامہ	بعض الانسان حجر بالامکان العام
۳	موجبہ کلیہ دائمہ مطلقہ	کل انسان حیوان بالدوام	سالبہ جزئیہ مطلقہ عامہ	بعض الانسان لیس بحیوان بالفعل
۴	سالبہ کلیہ دائمہ مطلقہ	لاشیٔ من الانسان بحجر بالدوام	موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ	بعض الانسان حجر بالفعل
۵	موجبہ کلیہ مشروطہ عامہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورة مادام کاتبًا	سالبہ جزئیہ حینیہ مطلقہ	بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالامکان حین ھو کاتب
۶	سالبہ کلیہ مشروطہ عامہ	لاشیٔ من الانسان بساکن الاصابع بالضرورة مادام کاتبًا	موجبہ جزئیہ حینیہ ممکنہ	بعض الکاتب بساکن الاصابع بالامکان حین ھو کاتب
۷	موجبہ کلیہ عرفیہ عامہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبًا	سالبہ جزئیہ حینیہ مطلقہ	بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالفعل حین ھو کاتب
۸	سالبہ کلیہ عرفیہ عامہ	لاشیٔ من الکاتب بساکن الاصابع بالدوام مادام کاتبًا	موجبہ جزئیہ حینیہ مطلقہ	بعض الکاتب بساکن الاصابع بالفعل حین ھو کاتبٌ

قَالَ وَ اَمَّا الْمُرَكَّبَاتُ فَاِنْ كَانَتْ كُلِّيَّةً فَنَقِيْضُهَا اَحَدُ نَقِيْضَي جُزْئَيْهَا وَ ذٰلِكَ جَلِيٌّ بَعْدَ الْاِحَاطَةِ بِحَقَائِقِ الْمُرَكَّبَاتِ وَ نَقَائِضِ الْبَسَائِطِ فَاِنَّكَ اِذَا تَحَقَّقْتَ اَنَّ الْوُجُوْدِيَّةَ اللَّادَائِمَةَ تَرْكِيْبُهَا مِنْ مُطْلَقَتَيْنِ عَامَّتَيْنِ اِحْدٰهُمَا مُوْجِبَةٌ وَ الْاُخْرٰى سَالِبَةٌ وَ اَنَّ نَقِيْضَ الْمُطْلَقَةِ هُوَ الدَّائِمَةُ تَحَقَّقْتَ اَنَّ نَقِيْضَهَا اِمَّا الدَّائِمَةُ الْمُخَالِفَةُ اَوِ الدَّائِمَةُ الْمُوَافِقَةُ. **اَقُوْلُ** الْقَضِيَّةُ الْمُرَكَّبَةُ عِبَارَةٌ عَنْ مَجْمُوْعِ قَضِيَّتَيْنِ مُخْتَلِفَتَيْنِ بِالْاِيْجَابِ وَالسَّلْبِ فَنَقِيْضُهَا رَفْعُ ذٰلِكَ الْمَجْمُوْعِ لٰكِنْ رَفْعَ الْمَجْمُوْعِ اِنَّمَا يَكُوْنُ بِرَفْعِ اَحَدِ جُزْئَيْهِ لَا عَلَى التَّعْيِيْنِ فَاِنَّ جُزْئَيْهِ اِذَا تَحَقَّقَا تَحَقَّقَ الْمَجْمُوْعُ وَ رَفْعُ اَحَدِ الْجُزْئَيْنِ هُوَ اَحَدُ نَقِيْضَيِ الْجُزْئَيْنِ لَا عَلَى التَّعْيِيْنِ فَيَكُوْنُ لَازِمًا مُسَاوِيًا لِنَقِيْضِ الْمُرَكَّبَةِ وَ هُوَ الْمَفْهُوْمُ الْمُرَدَّدُ بَيْنَ نَقِيْضَيِ الْجُزْئَيْنِ لِاَنَّ اَحَدَ النَّقِيْضَيْنِ مَفْهُوْمٌ مُرَدَّدٌ بَيْنَهُمَا فَيُقَالُ اِمَّا هٰذَا النَّقِيْضُ وَ اِمَّا ذٰلِكَ النَّقِيْضُ وَ بِالْحَقِيْقَةِ هُوَ مُنْفَصِلَةٌ مَانِعَةُ الْخُلُوِّ مُرَكَّبَةٌ مِنْ نَقِيْضَيِ الْجُزْئَيْنِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: اور بہر حال مرکبات پس اگر وہ کلیہ ہوں تو ان کی نقیض ان کے دونوں جزؤں کی نقیضوں میں سے ایک ہوگی، اور یہ مرکبات کی حقائق اور بسائط کی نقائض کا احاطہ کر لینے کے بعد بالکل واضح ہے، اس لئے کہ جب تو یہ معلوم کر چکا کہ وجودیہ لادائمہ کی ترکیب دو مطلقہ عامہ سے ہوتی ہے، ان میں سے ایک موجبہ ہوتا ہے اور دوسرا سالبہ اور یہ مطلقہ کی نقیض دائمہ ہے تو یہ بات بھی آپ جان گئے کہ اس کی نقیض یا دائمہ مخالفہ ہے یا دائمہ موافقہ۔ میں کہتا ہوں: قضیہ مرکبہ ایسے دو قضیوں کے مجموعہ کا نام ہے جو ایجاب اور سلب کے اعتبار سے مختلف ہوں، تو اس کی نقیض اس مجموعہ کا رفع ہوگی، لیکن اگر مجموعہ کا رفع اس کے دو جزؤں میں سے ایک کے لاعلی التعیین رفع سے ہوگا، اس لئے کہ جب اس کے دونوں جزء متحقق ہوں گے تو مجموعہ متحقق ہوگا، اور جزئین میں سے ایک کا رفع وہ جزئین کی دو نقیضوں میں سے ایک ہے، لہٰذا وہ مرکبہ کی نقیض کے لئے لازم مساوی ہوگا، یہی جزئین کی نقیضوں کے درمیان مفہوم مردّد ہے، اس لئے کہ وہ نقیضوں میں سے ایک ان دونوں کے درمیان مفہوم مردّد ہے، چنانچہ إما هذا النقيض و إما ذلك النقيض کہا جائے گا، وہ حقیقت میں منفصلہ مانعۃ الخلو ہے جو جزئین کی نقیض سے مرکب ہے۔

تشریح: اس سے پہلے بسائط کی نقیض بیان کی جارہی تھی، اب یہاں سے موجہات مرکبات کی نقائض بیان کی جارہی ہیں، چونکہ مرکبات میں کلیہ اور جزئیہ کے نقائض کا طریقہ الگ الگ ہے اس لئے ماتن نے پہلے کلیات کی نقائض بیان کی ہیں، چونکہ قضیہ مرکبہ ایسے دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے، جو ایجاب اور سلب کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں، اگر قضیہ مرکبہ موجبہ ہو تو پہلا قضیہ جو صراحۃً مذکور ہوتا ہے، موجبہ ہوگا، اور دوسرا قضیہ جو اشارۃً مذکور ہوتا ہے، سالبہ ہوگا، اور آپ کو یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ہر شئ کی نقیض اس کا رفع ہے لہٰذا قضیہ مرکبہ کی نقیض ان دونوں قضیوں کے مجموعہ کے رفع سے ہوگی، اور اس رفع کی دو صورتیں ہیں: ۱- دونوں جزؤں کا رفع ہو۔ ۲- بغیر کسی تعیین کے کسی بھی جزء کا رفع ہو، چونکہ منطق کے قواعد عام اور کلی ہوا کرتے ہیں، اس لئے مرکبات کی نقیض میں پہلی شق کو لیا گیا ہے، وہ یہ کہ دونوں بسیطہ قضیوں کی نقیض کو حاصل کیا جاتا ہے، اور ان دونوں کی نقیضوں سے منفصلہ مانعۃ الخلو مرکب کیا جاتا ہے، اور اس میں کوئی پوشیدگی اور خفاء نہیں کہ قضیہ مرکبہ کی نقیض اس کے دونوں جزؤں کی نقیضوں میں سے کوئی ایک ہوتی

ہے، لیکن ان دونوں نقیضوں کو حرف تردید "إما" یا "او" کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے، اور ان سے قضیہ منصلہ مانعۃ الخلو مرکب کر کے یوں کہا جاتا ہے، إما هٰذا و اما ذٰلک، چنانچہ شارح کی عبارت "وهو المفهوم المردد بينهما" کا بھی یہی مطلب ہے، اور مرکب کا صریح نقیض تو "انه ليس كذلك" ہے اور جزئین دو نقیضوں میں سے کوئی ایک لاعلی التعیین یعنی منفصلہ مانعۃ الخلو اصل نقض کا لازم مساوی ہے، اسی وجہ سے مجازاً اس کو نقیض کہا جاتا ہے۔

فَيَكُوْنُ طَرِيْقُ اَخْذِ نَقِيْضِ المُرَكَّبَةِ اَنْ تُحَلِّلَ اِلىٰ بَسِيْطِهَا وَ يُؤخَذُ لِكُلٍّ مِنْهُمَا نَقِيْضٌ وَ تُرَكَّبُ مُنْفَصِلَةٌ مَانِعَةُ الخُلُوِّ مِنَ النَّقِيْضَيْنِ فَهِيَ مُسَاوِيَةٌ لِنَقِيْضِهَا لِاَنَّهٗ مَتىٰ صَدَقَ الاَصْلُ كَذَبَتِ المُنْفَصِلَةُ لِاَنَّهٗ مَتىٰ صَدَقَ الاَصْلُ صَدَقَ جُزْءَاهُ وَمَتىٰ صَدَقَ الجُزْءَ انِ كَذَبَ نَقِيْضَاهُمَا فَتَكْذِبُ المُنْفَصِلَةُ المَانِعَةُ الخُلُوِّ لِكِذْبِ جُزْئَيْهَا وَ مَتىٰ كَذَبَ الاَصْلُ صَدَقَتِ المُنْفَصِلَةُ لِاَنَّهٗ مَتىٰ كَذَبَ الاصلُ فلاَ بُدَّ ان يَكْذِبَ احَدُ جُزْئَيهِ وَ متىٰ كذبَ احدُ جُزْئيهِ صدق نَقِيْضُهٗ فتَصْدُقُ المُنفصلَةُ لِصِدْقِ احدِ جُزْئَيهَا وَ ذٰلِكَ اى طَرِيْقُ اخذِ نَقِيضِ المُرَكَّبةِ جلىٌّ بعدَ الاِحاطَةِ بِحقَائِقِ المُرَكَّباتِ وَ نَقَائِضِ البَسائِطِ فَاِنَّكَ اِذا تَحقَّقتَ اَنَّ الوُجُودِيَّةَ اللَّادائِمَةَ مُرَكَّبةٌ مِنْ مُطْلَقَتَيْنِ عَامَّتَيْنِ اُولٰهُمَا مُوافَقَةٌ لِلاَصْلِ فِي الكَيْفِ وَ اُخْرٰهُمَا مُخالِفَةٌ لَهٗ فِي الكَيْفِ وَ تَحَقَّقْتُ اَنَّ نَقِيْضَ المُطْلَقَةِ العَامَّةِ المُوافِقَةِ الدائِمَةُ المُخالِفَةُ وَ نَقِيْضَ المُطلَقَةِ العَامَّةِ المُخالِفَةِ الدَّائِمَةُ المُوافِقَةُ عَلِمتَ اَنَّ نَقِيضَ الوُجُودِيَّةِ اللَّادائِمَةِ اِمَّا الدَّائمةُ المُخالِفَةُ اَوِ الدَّائمَةُ المُوافِقَةُ فاذا قُلنا كُلُّ انسان ضاحِكٌ بالفِعلِ لاَ دائِمًا يَكُونُ نَقِيضُهٗ اَنَّهٗ لَيسَ كَذٰلِكَ بَلْ اِمَّا لَيْسَ بعضُ الاِنسانِ ضَاحِكًا دائمًا او بعضُ الاِنسان ضَاحِكٌ دائِمًا فَقَوْلُنا لَيسَ كَكَ وَ هُوَ رفعُ المَجمُوْعِ وَ نَقِيضُهُ الصَّرِيحُ وَ قَوْلُنا بَل اِمَّا كَذَا وَ اِمَّا كَذَا المُنْفَصِلَةُ المُساوِيَةُ لِلنَّقِيضِ وَ عَلىٰ هٰذا القِيَاسِ فِي سَائِرِ المُرَكَّباتِ.

ترجمہ: پس مرکبہ کی نقیض بنانے کا طریقہ یہ ہوگا کہ اس کے دونوں بسیطہ کو الگ الگ کر دیا جائے، اور ان میں سے ہر ایک کی نقیض لیکر دونوں نقیضوں سے منفصلہ مانعۃ الخلو بنایا جائے، تو یہ اس مرکبہ کی نقیض کے مساوی ہوگا، اس لئے کہ جب اصل صادق ہوگا تو منفصلہ کاذب ہوگا، کیونکہ جب اصل صادق ہوگا تو اس کے جزئین بھی صادق ہوں گے، اور جب جزئین صادق ہوں گے تو ان کی نقیضین کاذب ہوں گی، تو اس کے جزئین کے کاذب ہونے کی وجہ سے منفصلہ مانعۃ الخلو کاذب ہوگا، اور جب اصل کاذب ہوگا تو منفصلہ صادق ہوگا، اس لئے کہ جب اصل کاذب ہے تو اس کے دو جزؤں میں سے ایک کا کاذب ہونا ضروری ہے، اور جب اس کے دو جزؤں میں سے ایک کاذب ہے تو اس کی نقیض صادق ہوگی، پس اس کے دو جزؤں میں سے ایک کے صادق ہونے کی وجہ سے منفصلہ صادق ہوگا۔ اور یہ یعنی مرکبہ کی نقیض بنانے کا طریقہ مرکبات کی حقائق اور بسائط کی نقائض کا احاطہ کر لینے کے بعد بالکل واضح ہے، اس لئے کہ جب آپ یہ معلوم کر چکے ہیں کہ وجودیہ لادائمہ دو مطلقہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے، ان میں سے پہلا کیف میں اصل کے موافق ہوتا ہے اور ان میں سے دوسرا کیف میں اس کے مخالف ہوتا ہے، اور آپ یہ بھی معلوم کر چکے ہیں کہ مطلقہ عامہ موافقہ کی نقیض دائمہ مخالفہ ہے، اور مطلقہ عامہ مخالفہ کی نقیض دائمہ موافقہ ہے، تو آپ (اس سے) جان چکے ہوں گے کہ

وجودیہ لا دائمہ کی نقیض یا دائمہ مخالفہ ہوگی یا دائمہ موافقہ، تو جب ہم کہیں کل انسان ضاحکم بالفعل لا دائما تو اس کی نقیض انہ لیس کذلک، بل إما لیس بعض الانسان ضاحکًا دائمًا اور بعض الانسان ضاحک دائمًا ہوگی پس ہمارا قول لیس کذلک، جو مجموعہ کا رفع ہے یہ اس کی صریح نقیض ہے اور ہمارا قول بل إما کذا او إما کذا، منفصلہ ہے جو نقیض کے مساوی ہے اور اسی قیاس پر ہے باقی مرکبات میں۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے مرکبہ کی نقیض بنانے کا قاعدہ اور ضابطہ بیان کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ موجہات مرکبہ کی نقیض بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ مرکبہ کے دونوں جزء یعنی دونوں بسیطہ قضیے علیٰحدہ علیٰحدہ کر کے ہر ایک کی نقیض اس طریقہ کے مطابق نکالی جائے، جو بسائط کی نقائض نکالنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے، پھر ان دونوں نقیضوں کے درمیان حرف تردید یعنی حرف انفصال إما اور او داخل کر کے منفصلہ مانعۃ الخلو بنالیا جائے تو مرکبہ کی نقیض بن جائے گی۔ چنانچہ "مفهوم مردد بینهما" کا یہی مطلب ہے، مثال کے طور پر آپ کو قضیہ مشروطہ خاصہ یعنی کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا لا دائمًا کی نقیض نکالنی ہے تو آپ اس کے دونوں اجزاء کو پہلے الگ الگ کر لیجئے اور یہ اس طرح کیجئے کل کاتب متحرک الاصابع بالفعل، اب ان دونوں کی نقیض نکالئے، مثال مذکور میں چونکہ پہلا قضیہ مشروطہ عامہ موجبہ کلیہ ہے لہٰذا اس کی نقیض حینیہ ممکنہ سالبہ جزئیہ ہوگی، یعنی بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالامکان حین هو کاتب اور دوسرا قضیہ چونکہ مطلقہ عامہ سالبہ ہے، اس لئے اس کی نقیض دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ ہوگی یعنی بعض الکاتب متحرک الاصابع بالدوام، اب ان دونوں نقیضوں میں حرف تردید یعنی حروف انفصال (إما یا او) داخل کر کے منفصلہ مانعۃ الخلو بنا کر یوں کہا جائے إما بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالامکان حین هو کاتبٌ و إما بعض الکاتب متحرک الاصابع بالدوام یہ منفصلہ مانعۃ الخلو قضیہ موجہہ مشروطہ خاصہ موجبہ کلیہ کی نقیض ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ مرکبہ کلیہ کی نقیض اس منفصلہ کے دو جزؤں میں سے کوئی ایک جزء ضرور ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں ہی جزء ہوں، کیونکہ منفصلہ مانعۃ الخلو میں دونوں جزء کا جمع ہونا ممتنع نہیں ہے، بلکہ دونوں کا مرتفع ہونا ممتنع ہے، اور شارح نے جو یہ کہا ہے کہ منفصلہ مانعۃ الخلو قضیہ مرکبہ کی اصل نقیض "انہ لیس کذلک" کو لازم ہے اور اس کے مساوی ہے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اصل قضیہ صادق ہوگا تو اس کے جزئین بھی صادق ہوں گے، اور جب اس کے جزئین صادق ہوں گے تو اصل قضیہ مرکبہ کی نقیض کاذب ہوگی، اور اصل مرکبہ کے جزئین کی نقیضین سے جو منفصلہ مانعۃ الخلو بنایا گیا ہے وہ کاذب ہوگا، اور جب اصل مرکبہ کاذب ہوگا تو مرکبہ کے دونوں جزؤں میں سے ایک جزء ضرور کاذب ہوگا، اور جب اس کا ایک جزء کاذب ہوگا تو مرکبہ کی نقیض صادق ہوگی اور جزئین کی نقیضین سے جو منفصلہ مانعۃ الخلو بنایا گیا ہے وہ بھی صادق ہوگا، تو جہاں مرکبہ کی نقیض صادق ہو وہاں منفصلہ بھی صادق، اور جہاں مرکبہ کی نقیض کاذب تو منفصلہ بھی کاذب اور جہاں منفصلہ صادق وہاں مرکبہ کی نقیض بھی صادق، اور جہاں منفصلہ کاذب وہاں مرکبہ کی نقیض بھی کاذب ہوتی ہے، اس اعتبار سے گویا مرکبہ کی اصل نقیض اور منفصلہ مانعۃ الخلو میں مساوات ہے، اسی لئے شارح نے فهی مساویة لنقیضها کہا فافهم و تدبر و تفکر۔

ماتن و شارح فرماتے ہیں کہ مرکبات کی حقائق یعنی مرکبات کے اجزاء اور بسائط کی نقائض کا احاطہ کر لینے کے بعد کسی بھی مرکبہ کی نقیض نکالنا بہت واضح ہے، مثال کے طور پر یہ معلوم ہے کہ وجودیہ لا دائمہ دو مطلقہ عامہ سے مرکبہ ہوتا ہے، جن میں پہلا کیف

یعنی ایجاب وسلب کے اعتبار سے اصل مرکبہ کے موافق ہوتا ہے، اور دوسرا قضیہ کیف یعنی ایجاب وسلب میں اصل مرکبہ کے مخالف ہوتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ مطلقہ عامہ جو کیف میں اصل مرکبہ کے موافق ہوتا ہے، اس کی نقیض دائمہ مخالفہ ہوتی ہے، یعنی وہ دائمہ مطلقہ جو کیف میں اصل قضیہ کے مخالف ہوتا ہے، اور وہ مطلقہ عامہ جو کیف میں اصل کے مخالف ہوتا ہے اس کی نقیض دائمہ موافقہ آتی ہے، یعنی وہ دائمہ مطلقہ جو اصل قضیہ کے موافق ہوتا ہے۔ لہٰذا دائمہ مخالفہ اور دائمہ موافقہ سے جو مفہوم مردد حاصل ہوگا، وہ اس وجودیہ لا دائمہ کی نقیض ہوگا یعنی **إما الدائمہ المخالفة او الدائمة الموافقة**، مثال کے طور پر **کل انسان ضاحک بالفعل لا دائما** یہ وجودیہ لا دائمہ کی نقیض ہے، اس کی نقیض صریح ہے، **انہ لیس کذلک**، اور **بل إما لیس بعض الانیان ضاحک بالدوام** اور **بعض الانسان ضاحک بالدوام**، یہ منفصلہ مانعۃ الخلو ہے، جو **انہ لیس کذلک** کو لازم ہے، اور اس کے مساوی ہے، شارح کہتے ہیں کہ اسی طریقہ کے مطابق باقی مرکبات کی نقیض نکال لیجئے۔

چنانچہ عرفیہ خاصہ یعنی **کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبًا لا دائمًا**، کی نقیض حینیہ مطلقہ مخالفہ اور دائمیہ مطلقہ موافقہ ہوگی، یعنی **إما بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالفعل حین ھو کاتبٌ وإما بعض الکاتب متحرک الاصابع بالدوام**، اور مشروطہ خاصہ موجبہ کی نقیض حینیہ ممکنہ سالبہ اور دائمہ مطلقہ موجبہ ہوگی، اور مشروطہ خاصہ سالبہ کی نقیض حینیہ ممکنہ موجبہ اور دائمہ مطلقہ سالبہ ہوگی، اور وجودیہ لا دائمہ موجبہ کی نقیض دائمہ مطلقہ سالبہ اور دائمہ موجبہ ہوگی، اور اس کے برعکس یعنی وجودیہ لا دائمہ سالبہ کی نقیض دائمہ مطلقہ موجبہ اور دائمہ مطلقہ سالبہ ہوگی، اور وقتیہ موجبہ کی نقیض وقتیہ ممکنہ سالبہ اور دائمہ مطلقہ موجبہ ہوگی، اور وقتیہ سالبہ کی نقیض وقتیہ ممکنہ موجبہ اور دائمہ مطلقہ سالبہ ہوگی، اور منتشرہ موجبہ کی نقیض منتشرہ ممکنہ سالبہ اور دائمہ مطلقہ موجبہ ہوگی، اور منتشرہ سالبہ کی نقیض منتشرہ ممکنہ موجبہ اور دائمہ مطلقہ سالبہ ہوگی، اور وجودیہ لاضروریہ موجبہ کی نقیض دائمہ مطلقہ سالبہ اور اور ضروریہ مطلقہ موجبہ ہوگی، اور وجودیہ لاضروریہ سالبہ کی نقیض دائمہ موجبہ اور ضروریہ مطلقہ سالبہ ہوگی، اور ممکنہ خاصہ موجبہ کی نقیض ضروریہ مطلقہ سالبہ اور ضروریہ مطلقہ موجبہ ہوگی، اور ممکنہ خاصہ سالبہ کی نقیض ضروریہ مطلقہ موجبہ اور ضروریہ مطلقہ سالبہ ہوگی، مزید وضاحت کے پیشِ نظر مرکبات کلیہ کی نقائض کا نقشہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

مرکبات کلیہ کی نقائض کا نقشہ

نمبر شمار	قضایا مرکبہ	مثالیں	نقائض قضایا مرکبہ	مثالیں
۱	موجبہ کلیہ مشروطہ خاصہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورة مادام کاتبًا لا دائمًا	منفصلہ مانعۃ الخلو	اما بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالامکان حین ھو کاتب و إما بعض الکاتب متحرک الاصابع بالدوام
۲	سالبہ کلیہ مشروطہ خاصہ	لاشئ من الکاتب بسکان الاصابع بالضرورة مادام کاتبًا لا دائمًا	منفصلہ مانعۃ الخلو	إما بعض الکاتب ساکن الاصابع بالامکان حین ھو کاتب و إما بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالدوام

۳	موجبہ کلیہ عرفیہ خاصہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبا لادائمًا	منفصلہ مانعۃ الخلو	إما بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالفعل حین هو کاتب و إما بعض الکاتب متحرک الاصابع بالدوام
۴	سالبہ کلیہ عرفیہ خاصہ	لاشیٔ من الکاتب بساکن الاصابع بالدوام مادام کاتبا لادائمًا	منفصلہ مانعۃ الخلو	إما بعض الکاتب ساکن الاصابع بالفعل حین هو کا کاتب وإما بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالدوام
۵	موجبہ کلیہ وقتیہ	کل قمر منخسف بالضرورة وقت الحیلولة لادائمًا	منفصلہ مانعۃ الخلو	إما بعض القمر لیس بمنخسف بالامکان وقت الحیلولة و إما بعض القمر منخسف بالدوام
٦	سالبہ کلیہ وقتیہ	لاشیٔ من القمر بمنخسف بالضرورة وقت التربیع لا دائمًا	منفصلہ مانعۃ الخلو	إما بعض القمر منصسف بالامکان وقت التربیع و إما بعض القمر لیس بمنخسف بالدوام
۷	موجبہ کلیہ منتشرہ	کل إنسان متنفس بالضرورة وقتا ما لادائما	منفصلہ مانعۃ الخلو	إما بعض الانسان لیس بمتنفس بالامکان وقتا ما و إما بعض الانسان متنفس بالدوام
۸	سالبہ کلیہ منتشرہ	لاشیٔ من الانسان بمتنفس بالضرورة وقتا ما لادائمًا	منفصلہ مانعۃ الخلو	إما بعض الانسان متنفس بالامکان وقتا ما و إما بعض الانسان لیس بمتنفس بالدوام
۹	موجبہ کلیہ وجودیہ لاضروریہ	کل انسان ضاحک بالفعل لا بالضرورة	منفصلہ مانعۃ الخلو	إما بعض الانسان لیس بضاحک بالدوام و إما بعض الانسان لیس بضاحک بالضرروة
۱۰	سالبہ کلیہ وجودیہ لاضروریہ	لاشیٔ من الانسان بضاحک بالفعل لابالضرورة	منفصلہ مانعۃ الخلو	إما بعض الانسان ضاحک بالدوام و إما بعض الانسان لیس بضاحک بالضرورة
۱۱	موجبہ کلیہ وجودیہ لادائمہ	کل انسان ضاحک بالفعل لادائمًا	منفصلہ مانعۃ الخلو	إما بعض الانسان لیس بضاحک بالدوام و إما بعض الانسان ضاحک بالدوام
۱۲	سالبہ کلیہ وجودیہ لادائمہ	لاشیٔ من الانسان بضاحک بالفعل لا بالضرورة	منفصلہ مانعۃ الخلو	إما بعض الانسان ضاحک بالدوام و إما بعض الانسان لیس بضاحک بالدوام

۱۳	موجبہ کلیہ ممکنہ خاصہ	کل انسان کاتب بالامکان الخاص	منفصلہ مانعۃ الخلو	إما بعض الانسان ليس بكاتب بالضرورة و إما بعض الانسان كاتب بالضرورة
۱۴	سالبہ کلیہ ممکنہ خاصہ	لاشیٔ من الانسان بکاتب بالامکان الخاص	منفصلہ مانعۃ الخلو	إما بعض الانسان كاتب بالضرورة و إما بعض الانسان ليس بكاتب بالضرورة

قَالَ وَ اِنْ كَانَتْ جُزْئِيَّةً فَلاَ يَكْفِي فِي نَقِيْضِهَا مَا ذَكَرْنَا لِاَنَّهٗ يَكْذِبُ بعضُ الْجِسْمِ حَيَوَانٌ لاَ دَائِمًا مَعَ كِذْبِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ نَقِيْضَيْ جُزْئِيَّيْهَا بَلِ الْحَقُّ فِي نَقِيْضِهَا اَنْ يُرَدَّدَ بَيْنَ نَقِيْضَي الْجُزْئِيَّيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ وَاحِدٍ اَیْ كُلِّ وَاحِدٍ وَاحِدٍ لاَ يَخْلُوْ عَنْ نَقِيْضَيْهِمَا فَيُقَالُ كُلُّ وَاحِدٍ وَاحِدٍ مِنْ اَفْرَادِ الْجِسْمِ اِمَّا حَيَوَانٌ دَائِمًا اَوْ لَيْسَ بِحَيَوَانٍ دَائِمًا **اَقُوْلُ** مَا مَرَّ كَانَ حُكْمُ الْمُرَكَّبَاتِ الْكُلِّيَّةِ وَ اَمَّا الْمُرَكَّبَاتُ الْجُزْئِيَّةُ فَلاَ يَكْفِيْ فِي نَقِيْضِهَا مَا ذَكَرْنَاهُ مِنَ الْمَفْهُوْمِ الْمُرَدَّدِ بَيْنَ نَقِيْضَي الْجُزْئَيْنِ لِجَوَازِ كِذْبِ الْمُرَكَّبَةِ الْجُزْئِيَّةِ مَعَ كِذْبِ الْمَفْهُوْمِ الْمُرَدَّدِ فَاِنَّ مِنَ الْجَائِزِ اَنْ يَكُوْنَ الْمَحْمُوْلُ ثَابِتًا دائمًا لِبعضِ اَفْرَادِ الْمَوْضُوْعِ وَ مَسْلُوْبًا دائمًا عَنِ الافرادِ الْبَاقِيَةِ فَتَكْذِبُ الْجُزْئِيَّةُ اللَّادائمةُ لِاَنَّ مَفْهُوْمَهَا اَنَّ بعضَ افْرادِ الْمَوْضُوْعِ يَكُوْنُ بِحَيْثُ يَثْبُتُ لَهُ الْمَحْمُوْلُ تارةً وَ يسلُبُ عنهُ اُخرىٰ و لاَ فردَ مِنْ افرادِ الْمَوْضُوْعِ فِي تلكَ الْمَادَّةِ كَذٰلكَ وَ يكذِبُ ايضًا كُلُّ واحدٍ مِنْ نَقِيْضَي جُزْئِيَّيْهَا اَیْ كُلِّيَّتَيْنِ اَمَّا الْكُلِّيَّةُ الْمُوْجبةُ فَلِدوامِ سَلبِ الْمَحْمُوْلِ عَنْ بعضِ الافرادِ وَ اَمَّا الْكُلِّيَّةُ السَّالبةُ فَلِدَوامِ ايجَابِ الْمَحْمُوْلِ لِبعضَ الافرادِ كَقَوْلِنَا بَعضُ الجسمِ حَيَوَانٌ لاَ دَائِمًا فَاِنَّ الْحَيَوَانَ ثَابِتٌ لِبَعضِ اَفْرادِ الْجِسْمِ دَائِمًا وَ مَسْلُوبٌ عَنْ اَفْرادِهِ الباقِيَةِ دائمًا فتِلْكَ الْجُزْئِيَّةُ كَاذِبَةٌ مَعَ كِذْبِ قَوْلِنَا كُلُّ جِسْمٍ حَيَوَانٌ دَائِمًا وَ لاَ شَيْءَ مِنَ الْجِسْمِ بِحَيوانٍ دَائِمًا.

ترجمہ: ماتن نے کہا: اور اگر جزئیہ ہو تو اس کی نقیض میں وہ (طریقہ) کافی نہیں ہے جو ہم نے ذکر کیا، اس لئے کہ بعض الجسم حیوان لا دائمًا اس کے جزئین کے نقیضین میں سے ہر ایک کے کاذب ہونے کے ساتھ کاذب ہو جاتا ہے، بلکہ اس کی صحیح نقیض یہ ہے کہ ہر ہر فرد کے لئے جزئین کی نقیضین کے درمیان تردید کی جائے یعنی ہر ہر فرد واحد ان کی نقیض سے خالی نہیں پس یوں کہا جائے گا کل واحدٍ واحدٍ من افرادِ الجسم إما حیوان دائمًا او لیس بحیوان دائمًا (جسم کے افراد میں سے ہر ہر فرد یا تو ہمیشہ حیوان ہے یا ہمیشہ حیوان نہیں ہے)

میں کہتا ہوں جو (طریقہ گزرا) وہ مرکبات کلیہ کا حکم تھا، اور بہر حال مرکبات جزئیہ تو اس کی نقیض کے درمیان وہ جو ہم نے ذکر کیا یعنی جزئین کی نقیضین کے درمیان مفہوم مردد کافی نہیں ہے، کیونکہ مفہوم مرڈد کے کاذب ہونے کے ساتھ مرکبہ جزئیہ کا کاذب ہونا ممکن ہے، اس لئے کہ یہ بات ممکن ہے کہ موضوع کے بعض افراد کے لئے محمول ثابت ہو اور باقی افراد سے ہمیشہ مسلوب ہو، پس جزئیہ لادائمہ کاذب ہوگا، کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ موضوع کے بعض افراد اس حیثیت سے ہیں کہ ان کے لئے محمول کبھی ثابت ہوتا ہے اور کبھی ان سے مسلوب ہوتا ہے، اور اس مادہ میں موضوع کے افراد میں سے

کوئی فرد ایسا نہیں ہے، اور اس کے جزئین کی نقیضین میں سے ہر ایک یعنی دونوں کلیہ بھی کاذب ہو جاتے ہیں، بہر حال موجبہ کلیہ تو بعض افراد سے محمول کے سلب کے دائمی ہونے کی وجہ سے اور بہر حال سالبہ کلیہ تو بعض افراد کے لیے محمول کے ایجاب کے دائمی ہونے کی وجہ سے جیسے ہمارا قول **بعض الجسم حیوان لا دائمًا**، اس لئے کہ حیوان جسم کے بعض افراد کے لئے دائمی طور پر ثابت ہے، اور اس کے باقی افراد سے دائمی طور پر مسلوب ہے، پس یہ جزئیہ کاذب ہے، ہمارے قول **کل جسم حیوان دائمًا و لاشیٔ من الجسم بحیوانٍ دائمًا** کے کاذب ہونے کے ساتھ۔

تشریح: اس سے پہلے ماتن نے مرکبات کلیہ کی نقائض نکالنے کا طریقہ بیان کیا تھا اب یہاں سے مرکبات جزئیہ کی نقائض نکالنے کا طریقہ بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ مرکبات کلیہ کی نقائض کے نکالنے کا جو طریقہ ماسبق میں گزرا ہے وہ طریقہ مرکبات جزئیہ کی نقائض نکالنے کے لئے کافی نہیں ہے، ماسبق میں یہ طریقہ گزرا ہے کہ مرکبات کلیہ کی نقیض اس کے جزئین کے نقیضین کے درمیان مفہوم مردد سے مانعۃ الخلو مرکب کر کے حاصل کی جاتی ہے، یہ طریقہ مرکبات جزئیہ کی نقیض میں جاری نہیں ہو سکتا، دلیل یہ ہے کہ اگر مرکبات جزئیہ کی نقیض اسی طریقہ سے نکالی جائے جس طریقہ سے مرکبات کلیہ کی نقیض نکالی جاتی ہے، تو اس وقت مرکبات جزئیہ کے درمیان کوئی تناقض نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہ بات ممکن ہے کہ اصل مرکبہ جزئیہ کاذب ہو اور تردید کے ذریعہ جو اس کی نقیض حاصل کی جائے وہ بھی کاذب ہو تو اصل اور نقیض دونوں کاذب ہو جائیں گے، حالانکہ تناقض کے لئے ایک کا صادق ہونا اور دوسرے کا کاذب ہونا ضروری ہے، اب اس کو مثال سے سمجھئے، مثلاً وجودیہ لا دائمہ جزئیہ دو مطلقہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے، اور مطلقہ عامہ کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ محمول کا حکم موضوع کے لئے کبھی ثابت ہوتا ہے اور کبھی ثابت نہیں ہوتا۔ تو وجودیہ لا دائمہ جزئیہ جو دو مطلقہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ موضوع کے بعض افراد سے محمول کبھی ثابت ہوتا ہے اور کبھی مسلوب ہوتا ہے، لیکن اگر ایسا مادّہ ہو جہاں موضوع کے بعض افراد کے لئے محمول دائمی طور پر ثابت ہو اور باقی بعض افراد سے دائمی طور پر مسلوب ہو تو وہاں جزئیہ لا دائمہ کا مفہوم صادق نہیں ہوگا، اور جزئیہ لا دائمہ کاذب ہوگا اور جب اصل کاذب ہے تو اس کے جزئین کی نقیضین بھی کاذب ہوں گی، جیسے **بعض الجسم حیوان بالفعل لا دائمًا** یہ وجودیہ لا دائمہ جزئیہ موجبہ ہے، اس کے دونوں جزء مطلقہ عامہ ہیں یعنی **بعض الجسم حیوان بالفعل و بعض الجسم لیس بحیوان بالفعل** اور یہ دونوں کاذب ہیں، اس لئے کہ ایک جسم جو حیوان ہو تو وہ دائمی طور پر حیوان ہی ہوتا ہے اور جو جسم حیوان نہ ہو وہ دائمی طور پر حیوان نہیں ہوتا، اس میں بالفعل کی بات نہیں ہوتی، کہ کبھی وہ حیوان ہو اور کبھی حیوان نہ ہو اس لئے یہ مرکبہ وجودیہ لا دائمہ جزئیہ کاذب ہے، اب اگر اس کی نقیض اس طریقہ سے نکالی جائے جس طریقہ سے مرکبات کلیہ کی نقیض نکالی جاتی ہے یعنی مفہوم مردّد کے ذریعہ تو اصل تو پہلے سا کاذب ہے ہی، اس کی نقیض کے دونوں جزء بھی کاذب ہوں گے، وہ اس طرح سے کہ اصل قضیہ جزئیہ لا دائمہ کا پہلا جزء مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ ہے، اس کی نقیض دائمہ مطلقہ سالبہ ہوگی، یعنی **لاشیٔ من الجسم بحیوان بالدوام**، یہ نقیض کاذب ہے، اس لئے کہ اس قضیہ کا مطلب یہ ہے کہ جسم کے تمام افراد سے حیوانیت مسلوب ہے، حالانکہ جسم کے تمام افراد سے حیوانیت مسلوب نہیں ہے، بلکہ بعض سے مسلوب ہے جیسے کتاب، کاپی، قلم وغیرہ اور بعض افراد کے لئے دائمی طور پر ثابت ہے جیسے انسان، بقر، جاموس وغیرہ۔ اور مرکبہ جزئیہ وجودیہ لا دائمہ کا دوسرا جزء مطلقہ عامہ سالبہ ہے یعنی **بعض الجسم لیس بحیوانٍ بالفعل**، اس کی نقیض دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ ہوگی، یعنی

کل جسم حیوان بالدوام، اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دائمی طور پر ہر جسم حیوان ہے، اور یہ کاذب ہے، اس لئے کہ بعض اجسام سے حیوانیت دائمی طور پر مسلوب ہے، جیسے پتھر، درخت وغیرہ۔ چنانچہ جب دونوں جزؤں کی نقیض کاذب ہو تو دونوں جزؤں کے نقیض کے درمیان تردید یعنی إما لاشئ من الجسم بحیوان بالدوام و إما کل جسم حیوان بالدوام بھی یقینی طور پر کاذب ہوگی، اور جب اصل اور نقیض دونوں کاذب ہوگئے تو تناقض نہیں ہوا، کیونکہ تناقض کے لئے ایک کا صادق اور دوسرے کا کاذب ہونا ضروری ہے، اگر اصل قضیہ صادق ہے تو نقیض کا کاذب ہونا ضروری ہے اور اگر نقیض صادق ہے تو اصل قضیہ کا کاذب ہونا ضروری ہے، اور یہاں تو اصل اور نقیض دونوں کاذب ہیں تو معلوم ہوا کہ مرکبات کلیہ کی نقیض نکالنے کا جو طریقہ ہے وہ طریقہ مرکبات جزئیہ کی نقیض نکالنے میں جاری نہیں کیا جاسکتا بلکہ مرکبات جزئیہ کی نقیض نکالنے کے طریقہ اس سے مختلف اور جدا ہے، جس کو شارح نے بل الحق فی نقیضها الخ سے بیان کیا ہے۔

تنبیہ: شارح کا قول ''فان من الجائز الخ'' یہ وجہ ان قضایا میں جاری ہوسکتی ہے جو لا دوام سے مرکب ہوں، لیکن وہ قضایا جو لاضرورۃ پر مشتمل ہوں تو ان میں وجہ یہ ہوگی کہ ممکن ہے کہ محمول کا ثبوت بعض افراد کے لئے ضروری ہو اور بعض افراد سے اس کا سلب ضروری ہو، تو ایسی صورت میں جزئیہ لاضروریہ، کلیتین ضروریتین، دائمہ اور ضروریہ سب کاذب ہوں گے، یہاں اگر شارح ''من الجائز ان یکون المحمول ثابتا دائمًا الخ'' کے بجائے یوں کہتے ''لجواز ان یکون المحمول ثابتًا لبعض افراد الموضوع بالضرورۃ ومسلوبًا عن بعض افراد الموضوع بالضرورۃ'' تو یہ انداز بیان تمام قضایا کو شامل ہوجاتا۔

بَلِ الحَقُّ فِی نَقِیْضِهَا اَنْ یُرَدَّدَ بَیْنَ نَقِیْضَیِ الجُزْئَیْنِ لِکُلِّ وَاحِدٍ وَاحِدٍ لِاَنَّا اِذا قُلنا بعضُ ج ب لاَ دائِمًا کانَ معناہُ اَنَّ بعضَ ج بِحَیْثُ یثبُتُ لَہٗ ب فِی وقتٍ وَلاَ یَثبُتُ لَہٗ ب فِی وقتٍ اٰخرَ فَنَقِیْضُہٗ اَنَّہٗ لَیسَ کَذٰلِکَ وَ اِذَا لَمْ یَکُنْ بعضُ اَفرادِ ج بحَیْثُ یکُونُ ب فِی وقتٍ ولاَ یَکُونُ ب فِی وقتٍ اٰخرَ یَکُونُ کُلُّ وَاحِدٍ وَاحِدٍ مِنَ اَفرادِ ج اِمَّا ب دَائِمًا اَوْ لَیسَ ب دَائِمًا وَهُوَ التَّردِیدُ بَیْنَ نَقِیْضَیِ الجُزْئَیْنِ لِکُلِّ وَاحِدٍ وَاحِدٍ اَی کُلُّ وَاحِدٍ وَاحِدٍ لاَ یَخلُوْ عَنْ نَقِیْضَیْهِمَا فَیُقَالُ فِی تِلکَ المَادَّۃِ کُلُّ جسمٍ اِمَّا حَیَوَانٌ دَائِمًا اَوْ لَیسَ بِحَیَوَانٍ دَائِمًا وَ یشتمِلُ عَلٰی ثَلٰثِ مَفهُوماتٍ لاَنَّ کُلَّ وَاحِدٍ وَاحِدٍ مِن افرَادِ المَوضُوعِ لاَیَخلُوْ اِمَّا اَنْ یثبُتَ لَہُ المَحمُوْلُ دَائِمًا اَوْ لاَیَثبُتُ لَہٗ دَائِمًا وَ اِذَا لَمْ یَثبُتْ لَہٗ فَلاَیَخلُوْ اِمَّا اَنْ یکُونَ مَسلُوْبًا عَنْ کُلِّ وَاحِدٍ دَائِمًا اَوْ مَسلُوْبًا عَنِ البَعْضِ دَائِمًا وَ ثَابِتًا لِلْبَعْضِ دَائِمًا فَالجُزْءُ الثَّانِی مُشتمِلٌ عَلٰی مَفهُوْمَیْنِ فَلَوْ رُکِّبَتْ مُنفصِلَۃٌ مَانِعَۃُ الخُلُوِّ مِن هٰذِهِ المَفهُومَاتِ الثَّلٰثِ لَکَانَتْ مُساوِیَۃً اَیضًا لِنَقِیضِهَا کَقَوْلِنَا اِمَّا کُلُّ ج ب دَائِمًا اَوْ لاَ شَیْءَ مِنْ ج ب دَائِمًا اَوْ بعضُ ج ب دَائِمًا اَوْ بعضُ ج لَیسَ ب دَائِمًا فَهُوَ طَرِیقٌ ثانٍ فِی اَخذِ النَّقِیْضِ.

ترجمہ: بلکہ اس کی نقیض میں حق یہ ہے کہ ہر ہر فرد کے لئے جزئین کی نقیضین کے درمیان تردید کی جائے، اس لئے کہ جب ہم یہ کہیں ''بعض ج ب لا دائمًا'' تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ بعض ''ج'' ایسے ہیں کہ اس کے لئے ''ب'' ایک وقت میں ثابت ہے اور دوسرے وقت میں ''ب'' اس کے لئے ثابت نہیں، تو اس کی نقیض انہ لیس کذلک ہوگی، تو

جب "ج" کے بعض افراد ایسے نہیں کہ ایک وقت میں "ب" ہوں اور دوسرے وقت میں "ب" نہ ہوں تو "ج" کے افراد میں سے ہر ہر فرد یا "ب دائما" ہوگا، یا "لیس ب دائما" ہوگا، اور یہی ہر ہر فرد کے لئے جزئین کی نقیضین کے درمیان تردید ہے، یعنی ہر ہر فرد ان کی نقیض سے خالی نہیں، چنانچہ اس مادّہ میں کہا جائے گا کل جسم إما حیوان دائمًا اور لیس بحیوان دائمًا اور یہ تین مفہومات پر مشتمل ہے، کیونکہ موضوع کے افراد میں سے ہر ہر فرد اس سے خالی نہیں کہ اس کے لئے محمول یا دائمی طور پر ثابت ہوگا یا دائمی طور پر اس کے لئے ثابت نہیں ہوگا، اور جب اس کے لئے ثابت نہ ہو تو پھر خالی نہیں یا تو ہر ہر واحد سے دائمی طور پر مسلوب ہوگا یا بعض سے دائمی طور پر مسلوب ہوگا اور بعض کے لئے دائمی طور پر ثابت ہوگا، پس دوسرا جزء دو مفہوموں پر مشتمل ہے، پس اگر ان تینوں مفہومات سے منفصلہ مانعۃ الخلو مرکب کیا جائے تو وہ بھی اس کی نقیض کے مساوی ہوگا جیسے ہمارا قول إما کل ج ب دائمًا، یا لاشيء من ج ب دائمًا یا بعض ج ب دائمًا یا بعض ج لیس ب دائمًا پس یہ نقیض نکالنے کے سلسلے میں دوسرا طریقہ ہے۔

تشریح: اس سے پہلے بالتفصیل یہ بات بتائی گئی کہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض نکالنے کے لئے مرکبہ کلیہ کی نقیض نکالنے کا طریقہ جاری نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کا طریقہ الگ ہے اب یہاں سے شارح مرکبہ جزئیہ کی نقیض نکالنے کا صحیح طریقہ بیان کر رہے ہیں، اور اس کے دو طریقے بیان کر رہے ہیں، پہلا طریقہ یہ ہے کہ پہلے موجبہ مرکبہ جزئیہ پر کلیہ کا سور بڑھا کر اس کو کلیہ بنا لیا جائے۔ اور یہ جزئیہ کی نقیض کلیہ آتی ہے، پھر مرکبہ کا جو جزء موجبہ ہے اس کے محمول کی نقیض بنائی جائے اور جو جزء سالبہ ہے اس کے محمول کی جہت بعینہٖ بنائی جائے، پھر محمولوں کی دونوں نقیضوں کے درمیان حروف انفصال داخل کر کے قضیہ حملیہ مرددۃ المحمول بنا لیا جائے، تو مرکب کے لئے نقیض صریح حاصل ہو جائے گی، کیونکہ جب مثلاً بعض ج ب لادائمًا کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ "ج" کے بعض افراد کے لئے کبھی "ب" ثابت ہوتی ہے اور کبھی ثابت نہیں ہوتی، تو اس کی نقیض "انہ لیس کذلک" ہوگی، تو جب "ج" کے بعض افراد ایک وقت میں "ب" ہوتے ہیں، اور دوسرے وقت میں "ب" نہیں ہوتے، تو "ج" کے افراد میں سے ہر ہر فرد یا دائما "ب" ہوگا، یا دائما "لیس ب" ہوگا۔ چنانچہ عبارت اس طرح ہو جائے گی۔ کل واحد واحد من افراد ج إما ب دائمًا او لیس ب دائمًا اب ان دونوں میں سے کوئی ایک "ج" کے افراد کے لئے ثابت ہوگا، یہی وہ بات ہے جس کو شارح نے اس طرح بیان کیا کہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض نکالنے کا طریقہ یہ ہے مرکبہ جزئیہ پر کلیہ کا سور یعنی کل افرادی بڑھا دیا جائے، اور اس کے دونوں جزؤں کی نقیضوں کے محمولوں پر حرف تردید یعنی إما اور او داخل کر دیا جائے تو مرکبہ جزئیہ کی نقیض بن جائے گی، مثلاً بعض الجسم حیوان بالفعل لادائمًا مرکبہ جزئیہ وجودیہ لادائمہ ہے، اس کا پہلا جزء موجبہ یعنی بعض الجسم حیوانٌ بالفعل ہے، اور دوسرا جزء سالبہ یعنی بعض الجسم لیس بحیوان بالفعل ہے، لہٰذا اس کی نقیض یہ ہوگی، کل جسم إما حیوان دائمًا او لیس بحیوان دائمًا اور چونکہ اصل قضیہ کے دونوں جزؤں کی جہت بالفعل ہے، اس لئے اس کی نقیض میں دائما کی جہت ہر ایک محمول کے ساتھ موجود ہے۔

ویشتمل الخ اس عبارت میں شارح مرکبہ جزئیہ کی نقیض کے درمیان مانعۃ الخلو اور کل واحد واحد کے لئے تردید کے درمیان فرق بیان کرتے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض نکالنے کا جو طریقہ بیان کیا گیا ہے، اگر اس طریقہ کے مطابق نقیض نکالی جائے تو وہ نقیض تین مفہومات پر مشتمل ہوگی، مثلاً نقیض یہ ہے، کل جسم إما حیوان دائمًا او لیس بحیوان دائمًا، دیکھئے

یہ نقیض تین مفہوم پر مشتمل ہے: ۱-موضوع یعنی جسم کے ہر ہر فرد کے لئے محمول یعنی حیوانیت دائمی طور پر ثابت ہے۔ ۲-اور دوسرا جزء یعنی او لیس بحیوان دائمًا، دو مفہوم پر مشتمل ہے۔ ۱-موضوع کے تمام افراد سے محمول دائمی طور پر مسلوب ہے۔ ۲-موضوع کے بعض افراد کے لئے محمول دائمی طور پر ثابت ہے، یا دائمی طور پر محمول بعض افراد سے مسلوب ہوگا، تو یہ تین مفہوم ہو گئے۔

اور اگر مرکبہ کلیہ کی نقیض نکالنے کے طریقہ کے مطابق مرکبہ جزئیہ کی نقیض نکال کر نقیضین کے درمیان حرف تردید داخل کر کے یوں کہا جاتا، إما لاشیء من الجسم بحیوان دائمًا او کل جسم حیوان دائمًا، تو یہ یعنی جزئین کی نقیضوں کے درمیان منفصلہ مانعۃ الخلو صرف دو مفہوم پر مشتمل ہوتا۔ ۱-موضوع کے تمام افراد سے محمول دائمًا مسلوب ہے۔ ۲-موضوع کے تمام افراد کے لئے محمول دائمًا ثابت ہے۔

فلو رکبت منفصلة مانعة الخلو الخ اس عبارت سے شارح مرکبہ جزئیہ کی نقیض نکالنے کا ایک دوسرا طریقہ بیان کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض جو تین مفہومات پر مشتمل ہے اگر ان تین مفہومات سے منفصلہ مانعۃ الخلو بنایا جائے اور یوں کہا جائے إما کل جسم حیوان دائما او لاشیء من الجسم بحیوان دائما اور بعض الجسم حیوان دائمًا و بعض الجسم لیس بحیوان دائمًا تو یہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض کے مساوی ہوگا، اور نقیض صریح کو لازم ہوگا، واضح رہے کہ دونوں طریقوں میں فرق ہے پہلا طریقہ نقیض صریح کا ہے اور دوسرا طریقہ نقیض صریح کا نہیں، بلکہ نقیض صریح کا لازم اور اس کے مساوی ہونے کا ہے۔

فَإِنْ قُلْتَ كَمَا أَنَّ الْمُرَكَّبَةَ الْكُلِّيَّةَ عِبَارَةٌ عَنْ مَجْمُوْعِ قَضِيَّتَيْنِ فَكَذٰلِكَ الْمُرَكَّبَةُ الْجُزْئِيَّةُ وَ رَفْعُ الْمَجْمُوْعِ إِنَّمَا هُوَ بِرَفْعِ أَحَدِ الْجُزْئَيْنِ أَيْ أَحَدِ نَقِيْضَيِ الْجُزْئَيْنِ الَّذِيْ هُوَ الْمَفْهُوْمُ الْمُرَدَّدُ فَكَمَا يَكْفِيْ فِي نَقِيْضِ الْكُلِّيَّةِ فَلْيَكْفِ نَقِيْضُ الْجُزْئِيَّةِ وَ إِلَّا فَمَا الْفَرْقُ قُلْتُ مَفْهُوْمُ الْكُلِّيَّةِ الْمُرَكَّبَةِ هُوَ بِعَيْنِهِ مَفْهُوْمُ الْكُلِّيَّتَيْنِ الْمُخْتَلِفَتَيْنِ بِالْإِيْجَابِ وَالسَّلْبِ فَإِذَا أُخِذَا نَقِيْضَاهُمَا يَكُوْنُ أَحَدُ نَقِيْضَيْهِمَا مُسَاوِيًا لِنَقِيْضِهَا وَ أَمَّا مَفْهُوْمُ الْجُزْئِيَّةِ الْمُرَكَّبَةِ فَهُوَ لَيْسَ مَفْهُوْمَ الْجُزْئِيَّتَيْنِ الْمُخْتَلِفَتَيْنِ إِيْجَابًا وَ سَلْبًا لِأَنَّ مَوْضُوْعَ الْإِيْجَابِ فِي الْمُرَكَّبَةِ الْكُلِّيَّةِ بِعَيْنِهِ مَوْضُوْعُ السَّلْبِ وَ مَوْضُوْعُ الْجُزْئِيَّةِ الْمُوْجِبَةِ لَا يَجِبُ أَنْ يَكُوْنَ مَوْضُوْعَ الْجُزْئِيَّةِ السَّالِبَةِ لِجَوَازِ تَغَايُرِهِمَا بَلْ مَفْهُوْمُ الْجُزْئِيَّتَيْنِ أَعَمُّ مِنْ مَفْهُوْمِ الْمُرَكَّبَةِ الْجُزْئِيَّةِ لِأَنَّهُ مَتٰى صَدَقَتِ الْجُزْئِيَّتَانِ الْمُخْتَلِفَتَانِ بِالْإِيْجَابِ وَالسَّلْبِ مَعَ اتِّحَادِ الْمَوْضُوْعِ صَدَقَتِ الْجُزْئِيَّتَانِ الْمُخْتَلِفَتَانِ بِالْإِيْجَابِ وَ السَّلْبِ مُطْلَقًا بِدُوْنِ الْعَكْسِ فَيَكُوْنُ أَحَدُ نَقِيْضَيْهِمَا أَخَصَّ مِنْ نَقِيْضِ مَفْهُوْمِ الْجُزْئِيَّةِ لِأَنَّ نَقِيْضَ الْأَعَمِّ أَخَصُّ مِنْ نَقِيْضِ الْأَخَصِّ فَلَا يَكُوْنُ مُسَاوِيًا لِنَقِيْضِهِ وَ لِهٰذَا جَازَ اجْتِمَاعُ الْمُرَكَّبَةِ الْجُزْئِيَّةِ مَعَ إِحْدَى الْكُلِّيَّتَيْنِ عَلَى الْكِذْبِ فَإِنَّ إِحْدَى الْكُلِّيَّتَيْنِ لَمَّا كَانَتْ أَخَصَّ مِنْ نَقِيْضِ الْمُرَكَّبَةِ الْجُزْئِيَّةِ وَ الْأَخَصُّ يَجُوْزُ أَنْ يَكْذِبَ بِدُوْنِ الْأَعَمِّ فَرُبَمَا يَصْدُقُ نَقِيْضُ الْمُرَكَّبَةِ الْجُزْئِيَّةِ وَ لَا يَصْدُقُ إِحْدَى الْكُلِّيَّتَيْنِ وَ ح تَجْتَمِعَانِ عَلَى الْكِذْبِ كَمَا فِي الْمِثَالِ الْمَضْرُوْبِ فَإِنَّ قَوْلَنَا بَعْضُ الْجِسْمِ حَيَوَانٌ لَا دَائِمًا كَاذِبٌ فَيَصْدُقُ نَقِيْضُهُ مَعَ كِذْبِ إِحْدَى الْكُلِّيَّتَيْنِ الْأَخَصِّ مِنْ نَقِيْضِهِ.

ترجمہ: پس اگر تو اعتراض کرے کہ جس طرح مرکبہ کلیہ دو قضیوں کے مجموعہ کا نام ہے اسی طرح مرکبہ جزئیہ (بھی)

تو ہے، اور مجموعہ کا رفع جزئین میں سے ایک کے رفع سے ہو جاتا ہے، یعنی جزئین کی نقیضین میں سے ایک کے رفع سے جو مفہوم مردد ہے، تو جیسے کلیہ کی نقیض میں کافی ہے اسی طرح جزئیہ کی نقیض میں کافی ہونا چاہئے، ورنہ تو پھر کیا فرق ہے؟ میں جواب دوں گا کہ مرکبہ کلیہ کا مفہوم بعینہٖ ان دونوں کلیوں کا مفہوم ہوتا ہے، جو ایجاب اور سلب میں مختلف ہوں اس لئے جب ان کی نقیضین لی جائیں گی تو ان کی نقیضین میں سے ایک اس کی نقیض کے مساوی ہوگا، اور بہر حال مرکبہ جزئیہ کا مفہوم تو وہ ان دو جزئیہ کا مفہوم نہیں ہے جو ایجاب اور سلب میں مختلف ہوں، اس لئے کہ موجبہ کا موضوع مرکبہ کلیہ میں بعینہٖ سالبہ کا موضوع ہوتا ہے، اور موجبہ جزئیہ کے لیے ضروری نہیں ہے، کہ وہ سالبہ کا موضوع ہو، کیونکہ ان دونوں کا متغایر ہونا ممکن ہے، بلکہ دو جزئیہ کا مفہوم مرکبہ جزئیہ کے مفہوم سے اعم ہے، اس لئے کہ جب وہ دو جزئیہ صادق ہوں، جو موضوع کے متحد ہونے کے ساتھ ایجاب اور سلب میں مختلف ہوں، تو وہ دو جزئیہ بھی صادق ہوں گی، جو مطلقاً ایجاب وسلب میں مختلف ہوں، عکس کے بغیر۔ پس ان کی نقیضین میں سے ایک جزئیہ کے مفہوم کی نقیض سے اخص ہوگی، اس لئے کہ اعم کی نقیض اخص کی نقیض سے اخص ہوتی ہے، تو اس کی نقیض کے مساوی نہ ہوگی، اور اسی وجہ سے دو کلیوں میں سے ایک کے ساتھ مرکبہ جزئیہ کا کذب پر جمع ہونا جائز ہے، اس لئے کہ دو کلیوں میں سے ایک جب مرکبہ جزئیہ کی نقیض سے اخص ہے، اور اخص کا اعم کے بغیر کاذب ہونا جائز ہے، تو بسا اوقات مرکبہ جزئیہ کی نقیض صادق ہوگی اور دو کلیوں میں سے ایک صادق نہ ہوگا اور اس وقت دونوں کذب پر جمع ہو جائیں گے جیسا کہ مثال مضروبہ میں ہے، کیونکہ ہمارا قول بعض الجسم حیوان لا دائمًا کاذب ہے، تو اس کی نقیض صادق ہوگی، دو کلیوں میں سے ایک کے کذب کے ساتھ جو اس کی نقیض سے اخص ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے ایک اعتراض ذکر کر کے پھر اس کا جواب دیا ہے۔ معترض کہتا ہے کہ آپ نے مرکبات کلیہ اور مرکبات جزئیہ کی نقیض نکالنے میں جو فرق بیان کیا ہے یہ صحیح نہیں؟ کیونکہ مرکبہ کلیہ جس طرح دو قضیوں کے مجموعہ سے مرکب ہوتا ہے، اسی طرح مرکبہ جزئیہ بھی دو قضیوں کے مجموعہ سے مرکب ہوتا ہے، اور یہ بات آپ کو معلوم ہی ہے کہ جزئین میں سے ایک کے رفع سے مجموعہ کا رفع ہو جاتا ہے، یعنی دو جزؤں میں سے ایک کے رفع سے مجموعہ کی نقیض حاصل ہو جاتی ہے، اور یہی مفہوم مردّد بطور مانعۃ الخلو ہے، جب ترکیب کے اعتبار سے دونوں مساوی ہیں کہ دونوں ہی دو قضیوں سے مرکب ہوتے ہیں، تو جس طرح مرکبہ کلیہ کی نقیض اس کے دونوں جزؤں کی نقیض کے درمیان تردید سے حاصل ہو جاتی ہے اسی طرح مرکبہ جزئیہ کی نقیض بھی اس کے دونوں جزؤں کی نقیض کے درمیان تردید سے حاصل ہونی چاہئے۔ اور آپ نے کہا ہے کہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض نکالنے میں یہ طریقہ کافی نہیں ہے تو ایسا کیوں؟ آخر ان دونوں میں کیا فرق؟

شارح نے قلت الخ سے اس اعتراض کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ مرکبہ کلیہ کا مفہوم اور اس کے جزئین یعنی کلیتین (موجبہ کلیہ وسالبہ کلیہ) کا مفہوم تحلیل کے بعد بھی بالکل متحد ہے، دلیل یہ ہے کہ جس طرح مرکبہ کلیہ میں موضوع کے تمام افراد پر حکم ہوتا ہے اسی طرح اس کے دونوں جزؤں میں بھی موضوع کے تمام افراد پر حکم ہوتا ہے، گویا مرکبہ کلیہ میں اور تحلیل کے بعد اس کے دونوں جزؤں میں تساوی کی نسبت ہے، اور دونوں آپس میں متساویان ہیں، اس لئے مرکبہ کلیہ کی نقیض اور اس کے دونوں جزؤں میں

سے ایک کی نقیض میں بھی تساوی کی نسبت ہوگی، کیونکہ ایسی دو کلیہ جو آپس میں مساوی ہوں ان کی نقیض میں بھی تساوی کی نسبت ہوتی ہے، تو مرکبہ کلیہ کی نقیض اس کے دونوں جزء یعنی دونوں کلیوں کی نقیض کو بطریق تردید لینے سے حاصل ہو جائے گی، اور مرکبہ جزئیہ میں یہ طریقہ کافی نہیں ہوگا، اس لئے کہ مرکبہ جزئیہ کے مفہوم میں اور تحلیل کے بعد اس کے دونوں جزؤں کے مفہوم میں اتحاد نہیں ہے، دلیل یہ ہے کہ مرکبہ جزئیہ میں جن بعض افراد پر ثبوت کا حکم ہوتا ہے، بعینہ ان ہی بعض افراد پر سلب کا حکم ہوتا ہے، گویا مرکبہ جزئیہ کے مفہوم میں اتحاد ہوتا ہے، اور اس کا ہونا اس میں ضروری ہے، لیکن تحلیل کے بعد اس کے جزئین میں سے جو دو قضیے یعنی موجبہ جزئیہ اور سالبہ جزئیہ حاصل ہوتے ہیں ان کا مفہوم مرکبہ جزئیہ کے مفہوم سے اعم ہوتا ہے، ان کے موضوع میں عموم ہوتا ہے۔ چنانچہ ان کے موجبہ میں موضوع سے جو افراد مراد ہوتے ہیں بعینہ انہی افراد کا سالبہ میں ہونا ضروری نہیں ہے، خواہ وہی افراد ہوں یا ان کے علاوہ ہوں، دونوں کو عام ہے، کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے، کہ ایک جزئیہ کے بعض افراد دوسرے جزئیہ کے بعض افراد کے مغایر ہوں، جیسے "بعض ج ب بالفعل لا دائمًا" یہ مرکبہ جزئیہ ہے، اور بغیر تحلیل کے ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ "ج" کے بعض افراد کے لئے "ب" بالفعل ثابت ہے، اور "ج" کے انہیں بعض افراد سے "ب" بالفعل مسلوب ہے، لیکن جب اس مرکبہ جزئیہ کی تحلیل کر دی جائے اور یوں کہا جائے "بعض ج ب بالفعل و بعض ج لیس ب بالفعل" تو اس کا مطلب یہ ہو جاتا ہے کہ "ج" کے بعض افراد کے لئے بالفعل "ب" ثابت ہے اور بعض افراد سے مطلقاً "ج" بالفعل مسلوب ہے، خواہ یہ سلب انہی بعض افراد سے ہوں جن کے لئے "ب" کے ثبوت کا حکم لگایا گیا ہے، یا ان کے علاوہ ہو، ان میں عموم اور اطلاق ہے، معلوم ہوا کہ مرکبہ جزئیہ اخص ہے اس میں موضوع متحد ہوتا ہے اور تحلیل کے بعد اس کے جزئین کا مفہوم اعم ہوتا ہے، گویا ان میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، مرکبہ جزئیہ کا مفہوم اخص ہے اور اس کے دونوں جزؤں کا مفہوم ہے، جہاں مرکبہ جزئیہ صادق ہوگا وہاں جزئین بھی صادق ہوں گے، لیکن جہاں جزئین صادق ہوں گے وہاں مرکبہ جزئیہ کا صادق ہونا ضروری نہیں ہے، کیونکہ اعم کے صادق ہونے سے اخص کا صادق ہونا ضروری نہیں ہے، جب مرکبہ جزئیہ اور جزئین کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، تو ان کی نقیض کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوگی، البتہ اصل میں جو کلی اعم ہے وہ نقیض میں اخص ہوگی، تو جزئین کی نقیض میں ایک نقیض مرکبہ جزئیہ کے مفہوم کی نقیض سے اخص ہوگی تو جزئین میں سے ایک کی نقیض مرکبہ جزئیہ کے مفہوم کی نقیض کے مساوی نہ ہوئی، اس لئے مرکبہ جزئیہ کی نقیض نکالنے کے لئے مرکبہ کلیہ کی نقیض نکالنے کی طرح جزئیتین کی نقیضوں کے درمیان حرف تردید داخل کرنا کافی نہیں ہے، شارح کہتے ہیں کہ چونکہ دو نقیضوں میں سے ایک مرکبہ جزئیہ کا مفہوم کی نقیض مساوی نہیں ہے، بلکہ ان کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے اس لئے مرکبہ جزئیہ کا دو کلیوں یعنی دو نقیضوں میں سے ایک کے ساتھ کذب پر جمع ہونا جائز ہے، دلیل یہ ہے کہ دو کلیوں میں سے ایک یعنی جزئیتین کی نقیضوں میں سے ایک مرکبہ جزئیہ کی نقیض سے اخص ہے، اور اخص کا اعم کے بغیر کاذب ہونا جائز ہے، تو جب مرکبہ جزئیہ کی نقیض صادق ہوگی اور جزئیتین کی نقیضوں میں سے ایک صادق نہ ہو بلکہ کاذب ہو تو اس وقت مرکبہ جزئیہ کی نقیض اور جزئیتین کی نقیضوں میں سے ایک، دونوں کاذب ہوں گے جیسا کہ ذکر کردہ مثال "بعض الجسم حیوان بالفعل لا دائمًا" مرکبہ جزئیہ وجودیہ لا دائمہ ہے کاذب ہے، اور دو کلیوں یعنی دو نقیضوں میں سے ایک جو مرکبہ جزئیہ کی نقیض سے اخص ہے وہ بھی کاذب ہے، یعنی "إما لاشئ من الجسم بحیوان دائما و إما کل جسم حیوان دائمًا" دیکھئے مرکبہ جزئیہ اور جزئیتین کی نقیضین میں سے جو

مرکبہ جزئیہ کی نقیض سے اخص ہے دونوں کاذب ہیں، لیکن مرکبہ جزئیہ کی نقیض یعنی ''کل جسم إما لیس بحیوان دائمًا او حیوان دائمًا'' صادق ہے، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جزئیتین کی نقیضوں کو بطریق تردید لینا مرکبہ جزئیہ کی نقیض حاصل ہونے کے لئے کافی نہیں ہے، اس لئے کہ اگر دونوں نقیضوں کے درمیان تردید کی جائے تو دونوں جزؤں کی نقیض دو کلیے ہوں گے اور ان کے مفہوم مرددہ اور اصل قضیہ مرکبہ جزئیہ دونوں کذب میں جمع ہوجاتے ہیں، جیسے ''بعض الحیوان انسان بالفعل لادائمًا'' دیکھئے یہ اصل قضیہ ہے اور یہ کاذب ہے، اور اس کے دونوں جزؤں کی نقیضوں کے درمیان تردید کر کے یوں کہا جائے ''إما لاشیء من الحیوان بانسان دائمًا او کل حیوان انسان دائمًا'' تو یہ بھی کاذب ہیں، حالانکہ تناقض کا تقاضا یہ ہے کہ اگر اصل قضیہ صادق ہے تو نقیض کاذب ہو اور اصل قضیہ کاذب ہے تو نقیض صادق ہو اور یہاں دونوں کاذب ہیں تو معلوم ہوا کہ مرکبہ کلیہ کی نقیض نکالنے کا طریقہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض نکالنے کے لئے کافی نہیں ہے، جب یہ طریقہ کافی نہیں ہے تو ان دونوں میں فرق کا ہونا واضح اور ظاہر ہے۔

مزید افادہ کے لئے مرکبات جزئیہ کی نقیضوں کا ایک نقشہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

مرکبات جزئیہ کی نقیضوں کا نقشہ

نمبر شمار	قضایا مرکبہ جزئیہ	مثالیں	نقیض	مثالیں
۱	موجبہ جزئیہ مشروطہ خاصہ	بعض الکاتب متحرک الاصابع بالضرورة مادام کاتبا لادائمًا	قضیہ حملیہ کلیہ مرددۃ المحمول	کل کاتب إما لیس بمتحرک الاصابع بالامکان خین هو کابت او متحرک الاصابع دئمًا
۲	سالبہ جزئیہ مشروطہ خاصہ	بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالضرورة مادام کاتبًا لادائمًا	//	کل کاتب إما ساکن الاصابع بالامکان جین هو کاتب او لیس بساکن الاصابع دائمًا
۳	موجبہ جزئیہ عرفیہ خاصہ	بعض الکاتب متحرک الاصابع دائمًا مادام کاتبًا لادائمًا	//	کل کاتب إما لیس بمتحرک الاصابع بالفعل حین هو کاتب او متحرک الاصابع دائمًا
۴	سالبہ جزئیہ عرفیہ خاصہ	بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع دائمًا مادام کاتبًا لادائمًا	//	کل کاتب إما ساکن الاصابع بالفعل حین هو کاتب او لیس بساکن الاصابع دائمًا
۵	موجبہ جزئیہ وقتیہ	بعض القمر منخسف بالضرورة وقت الحیلولة لادائمًا	//	کل قمر إما لیس بمنخسف بالامکان وقت التربیع اور لیس بمنخسف دائمًا

٦	سالبہ جزئیہ وقتیہ	بعض القمر ليس بمنخسفٍ بالضرورة وقت التربيع لا دائمًا	//	کل قمر إما منخسف بالامکان وقت التربيع او ليس بمنخسفٍ دائمًا
۷	موجبہ جزئیہ منتشرہ	بعض الانسان متنفس بالضرورة وقتا ما لا دائمًا	//	کل إنسان إما ليس بمتنفسٍ بالامکان وقتًا مّا او متنفس دائمًا
۸	سالبہ جزئیہ منتشرہ	بعض الانسان ليس بمتنفس بالضرورة وقتا ما لا دائمًا	//	کل إنسان إما متنفسٌ بالامکان وقتامّا او ليس بمتنفسٌ دائمًا
۹	موجبہ جزئیہ وجودیہ لاضروریہ	بعض الانسان ضاحک بالفعل لا بالضرورة	//	کل إنسان إما ليس بضاحک دائمًا او ضاحک بالضرورة
۱۰	سالبہ جزئیہ وجودیہ لاضروریہ	بعض الانسان ليس بضاحک بالفعل لا بالضرورة	//	کل انسان إما ضاحک دائمًا او ليس بضاحک بالضرورة
۱۱	موجبہ جزئیہ وجودیہ لادائمہ	بعض الانسان ضاحک بالفعل لادائمًا	//	کل إنسانٍ إما ليس بضاحک دائمًا اوٖ ضاحک دائمًا
۱۲	سالبہ جزئیہ وجودیہ لادائمہ	بعض الانسان ليس بضاحک بالفعل لادائمًا	//	کل انسانٍ إما ضاحک دائمًا او ليس بضاحک دائمًا
۱۳	موجبہ جزئیہ	بعض الانسان کاتب بالامکان الخاص	//	کل إنسان إما ليس بکاتب بالضرورة او کاتب بالضرورة
۱۴	سالبہ جزئیہ ممکنہ خاصہ	بعض الانسان ليس بکاتب بالامکان الخاص	//	کل انسانٍ إما کاتبٍ بالضرورة او ليس بکاتب بالضرورة.

قَالَ وَ اَمَّا الشَّرطِيَّةُ فَنَقِيضُ الكُلِّيَّةِ مِنْهَا الجُزئِيَّةُ الموافِقَةُ لَهَا فِي الجِنْسِ وَالنَّوعِ وَالمُخالِفَةِ فِي الكَيْفِ وَالكَمِّ وَ بِالعَكْسِ اَقُولُ اَمَّا الشَّرطِيَّاتُ فَنَقِيضُ الكُلِّيَّةِ مِنْهَا الجُزئِيَّةُ المُخالِفَةُ لَهَا فِي الكَيْفِ المُوافِقَةَ لَهَا فِي الجِنْسِ اَى فِي الاِتِّصَالِ وَ الاِنْفِصَالِ وَالنَّوعِ اَىْ فِي اللُّزُومِ وَ العِنادِ وَ الاِتِّفاقِ وَ بِالعَكْسِ فَنَقِيضُ المُوجَبَةِ الكُلِّيَّةِ اللُّزُومِيَّةِ السَّالِبَةُ الجُزئِيَّةُ اللُّزُومِيَّةُ وَالعِنادِيَّةِ الكُلِّيَّةِ العِنادِيَّةُ الجُزئِيَّةُ وِالاِتِّفاقِيَّةِ الكُلِّيَّةِ الاِتِّفاقِيَّةُ الجُزئِيَّةُ وَ هٰكَذَا فِي بَوَاقِي الشَّرطِيَّاتِ فَاِذَا قُلْنَا كُلَّمَا كَانَ اَ بَ فَجَ دَ لُزُومِيَّةٌ كَانَ نَقِيضُهُ لَيسَ كُلَّمَا كَانَ اَ بَ فَجَ دَ لُزُومِيَّةٌ وَ اِذَا قُلْنَا دَائِمًا اِمَّا اَنْ يَكُونَ اَ بَ اَوْ جَ دَ حَقِيقِيَّةٌ فَنَقِيضُهُ لَيسَ دَائِمًا اِمَّا اَنْ يَكُونَ اَ بَ اَوْ جَ دَ حَقِيقِيَّةٌ وَ عَلٰى هٰذَا القِيَاسِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: اور بہرحال شرطیات تو اس کی کلیہ کی نقیض جزئیہ ہوگی، جو جنس اور نوع میں اس کے موافق ہوگی،

اور کیف وکم میں مخالف ہوگی، اور اس کے برعکس۔ میں کہتا ہوں بہرحال شرطیات تو ان میں سے کلیہ کی نقیض ایسا جزئیہ ہوگی جو کیف میں اس کلیہ کے مخاف اور جنس یعنی اتصال وانفصال میں اور نوع یعنی لزوم وعناد اور اتفاق میں اس کے موافق ہوگا، اور اس کے برعکس۔ چنانچہ موجبہ کلیہ لزومیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہوگی، اور عنادیہ کلیہ کی نقیض عنادیہ جزئیہ اور اتفاقیہ کلیہ کی نقیض اتفاقیہ جزئیہ ہوگی، اور اسی طرح باقی شرطیات میں، تو جب ہم لزومیہ کہیں تو ''کلما کان ا ب فج د'' تو اس کی نقیض ''لیس کلما کان ا ب فج د'' لزومیہ ہوگی، اور جب ہم حقیقیہ بولیں ''دائمًا إما ان یکون ا ب فج د'' تو اس کی نقیض حقیقیہ (یعنی) ''لیس دائمًا إما ان یکون ا ب او ج د'' ہوگی، اور اسی پر باقی کو قیاس کرلو۔

تشریح: جب مصنفؒ دو حملیہ کے درمیان تناقض کے بیان سے فارغ ہوگئے تو اب اس قال میں قضیہ شرطیہ کی نقیض کا طریقہ اور اس کی شرطیں بیان کررہے ہیں شارح کہتے ہیں کہ قضیہ شرطیہ کلیہ کی نقیض ایسا شرطیہ جزئیہ ہوگی جو کیف میں اس کلیہ کے موافق اور نوع میں اس کلیہ کے مخالف ہوگا۔

شارح کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ قضیہ شرطیہ کلیہ کی نقیض شرطیہ جزئیہ آتی ہے، اور شرطیہ جزئیہ کی نقیض شرطیہ کلیہ آتی ہے مگر اس کے لئے چار شرطیں ہیں:

۱- جنس میں دونوں قضیے موافق ہوں یعنی اگر اصل قضیہ متصلہ ہو تو اس کی نقیض بھی متصلہ ہوگی، اور اگر اصل قضیہ منفصلہ ہو تو اس کی نقیض بھی منفصلہ ہوگی۔

۲- دونوں قضیے نوع میں موافق ہوں یعنی اگر اصل قضیہ لزومیہ یا عنادیہ یا اتفاقیہ ہو تو اس کی نقیض بھی لزومیہ یا عنادیہ یا اتفاقیہ ہوگی۔

۳- کیف یعنی ایجاب وسلب میں دونوں مخالف ہوں، اگر اصل قضیہ شرطیہ موجبہ ہے تو اس کی نقیض سالبہ ہوگی، اور اگر اصل قضیہ شرطیہ سالبہ ہے تو اس کی نقیض موجبہ ہوگی۔

۴- کم یعنی کلیت اور جزئیت میں دونوں مخالف ہوں، اگر اصل قضیہ کلیہ ہے تو اس کی نقیض جزئیہ ہوگی، اور اگر اصل قضیہ جزئیہ ہو تو اس کی نقیض کلیہ ہوگی۔

لہٰذا متصلہ لزومیہ موجبہ کلیہ کی نقیض متصلہ لزومیہ سالبہ جزئیہ ہوگی، جیسے ''کلما کان أ ب فج د'' متصلہ لزومیہ موجبہ کلیہ ہے، اس کی نقیض ''لیس کلما کان ا ب فج د'' ہوگی، جو متصلہ لزومیہ سالبہ جزئیہ ہے، اس مثال کو آپ معروف ومشہور مثال میں سمجھیں، کلما کانت الشمس طالعة فالنهار موجودا' دیکھئے یہ قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ موجبہ ہے لہٰذا اس کی نقیض آئے گی، ''لیس کلما کان الشمس طالعة فالنهار موجودا'' اور یہ شرطیہ متصلہ لزومیہ سالبہ جزئیہ ہے۔ اور اگر اصل قضیہ شرطیہ عنادیہ موجبہ کلیہ ہو تو اس کی نقیض عنادیہ سالبہ جزئیہ ہوگی، جیسے ''دائمًا إما ان یکون ا ب او ج د'' اس کی نقیض ''لیس دائمًا إما ان یکون ا ب او ج د'' ہوگی۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ ''دائمًا إما ان یکون هذا العدد زوجًا او فردًا' دیکھو یہ منفصلہ عنادیہ موجبہ کلیہ ہے لہٰذا اس کی نقیض منفصلہ عنادیہ سالبہ جزئیہ ہوگی، یعنی ''لیس دائمًا إما ان یکون هذا العدد زوجًا او فردًا''۔

اور اگر اصل قضیہ منفصلہ حقیقیہ موجبہ کلیہ ہو تو اس کی نقیض منفصلہ حقیقیہ سالبہ جزئیہ ہوگی، اور اگر اصل قضیہ اتفاقیہ موجبہ کلیہ ہو تو اس کی نقیض اتفاقیہ سالبہ جزئیہ ہوگی۔ شارح کہتے ہیں کہ باقی شرطیات کو اسی پر قیاس کرلیجئے۔ مزید افادہ کے لئے ذیل میں شرطیات کی نقیضوں کا نقشہ درج کیا جاتا ہے۔

شرطیات کی نقیضوں کا نقشہ

نمبر شمار	اصل قضیہ	مثالیں	نقیض	مثالیں
۱	موجبہ کلیہ متصلہ لزومیہ	كلما كانت الشمس طالعة كان النهار موجودًا	سالبہ جزئیہ متصلہ لزومیہ	قد لايكون اذا كانت الشمس طالعة كان النهار موجودًا .
۲	سالبہ کلیہ متصلہ لزومیہ	ليس البتة إذا كانت الشمس طالعة فالليل موجود	موجبہ جزئیہ متصلہ لزومیہ	قد يكون إذا كانت الشمس طالعة فالليل موجود
۳	موجبہ کلیہ متصلہ اتفاقیہ	كلما إذا كان الانسان ناطقًا فالحمار ناهق	موجبہ جزئیہ متصلہ اتفاقیہ	قد لايكون إذا كان الانسان ناطقًا فالحمار ناهق
۴	سالبہ کلیہ متصلہ لزومیہ	ليس البتة كلما كان الانسان ناطقًا فكان الفرس ناهقًا	سالبہ جزئیہ متصلہ اتفاقیہ	قديكون إذا كان الانسان ناطقًا كان الفرس ناهقًا
۵	موجبہ کلیہ منفصلہ حقیقیہ عنادیہ	دائمًا إما ان يكون العدد زوجًا او فردًا	سالبہ جزئیہ منفصلہ حقیقیہ عنادیہ	قد لايكون إما ان يكون العدد زوجًا اور فردًا
۶	سالبہ کلیہ منفصلہ حقیقیہ عنادیہ	ليس البتة إما ان يكون هذا العدد زوجًا او منقسمًا بمتساويين	موجبہ جزئیہ منفصلہ حقیقیہ عنادیہ	قد يكون إما ان يكون هذا العدد زوجًا او منقسمًا بمتساويين
۷	موجبہ کلیہ منفصلہ مانعۃ الجمع عنادیہ	دائمًا ان يكون هذا الشئ شجرًا او حجرًا	سالبہ جزئیہ منفصلہ مانعۃ الجمع عنادیہ	قد لايكون إما ان يكون هذا الشئ شجرًا او حجرًا
۸	سالبہ کلیہ منفصلہ مانعۃ الجمع عنادیہ	ليس البتة إما ان يكون هذا الغنم حيوانًا او اسودَ	موجبہ جزئیہ منفصلہ مانعۃ الجمع عنادیہ	قد يكون إما ان يكون هذا الغنم حيوانًا او اسود
۹	موجبہ کلیہ منفصلہ مانعۃ الخلو عنادیہ	دائمًا إما ان يكون زيد فى البحر او لايغرق	سالبہ جزئیہ منفصلہ مانعۃ الخلو	قد لايكون إما ان يكون زيدٌ فى البحر او لايغرق
۱۰	سالبہ کلیہ منفصلہ مانعۃ الخلو عنادیہ	ليس البتة إما ان يكون هذا الشئ انسانًا او فرسًا	موجبہ جزئیہ منفصلہ مانعۃ الخلو	قديكون إما ان يكون هذا الشئ انسانًا او فرسًا
۱۱	موجبہ کلیہ منفصلہ حقیقیہ اتفاقیہ	دائمًا إما ان كيون زيدٌ عالمًا او اسودَ	سالبہ جزئیہ منفصلہ حقیقیہ اتفاقیہ	قد لايكون إما ان يكون زيدٌ عالمًا او اسود

۱۲	سالبہ کلیہ منفصلہ حقیقیہ اتفاقیہ	لیس البتة إما ان یکون زید عالمًا او مُهندسًا	موجبہ جزئیہ منفصلہ حقیقیہ اتفاقیہ	قد یکون إما ان یکون زیدٌ عالمًا او مهندسًا
۱۳	موجبہ کلیہ منفصلہ مانعۃ الجمع اتفاقیہ	دائمًا إما ان یکون زیدٌ قاریًا او مفتیًا	سالبہ جزئیہ منفصلہ حقیقیہ اتفاقیہ	قد لایکون إما أن یکون زید قاریًا او مفتیًا
۱۴	سالبہ جزئیہ منفصلہ مانعۃ الجمع اتفاقیہ	لیس البتة إما ان یکون خالدٌ کاتبًا او اسود	موجبہ جزئیہ منفصلہ مانعۃ الجمع اتفاقیہ	قد یکون إما ان یکون خالد کاتبًا او اسود
۱۵	موجبہ کلیہ منفصلہ مانعۃ الخلو اتفاقیہ	دائمًا إما ان یکون هٰذا الشیٔ انسانًا او کاتبًا	سالبہ جزئیہ منفصلہ مانعۃ الخلو اتفاقیہ	قدلایکون إما ان یکون هٰذا الشیٔ انسانًا او کاتبًا
۱۶	سالبہ کلیہ منفصلہ مانعۃ الخلو اتفاقیہ	لیس البتة إما ان یکون هٰذا الشیٔ ثوبًا او ابیض	موجبہ جزئیہ منفصلہ مانعۃ الخلو اتفاقیہ	قد یکون إما ان یکون هٰذا الشیٔ ثوبًا او ابیض

قَالَ البَحثُ الثَّانِیُ فِی العَکسِ المُستَوِیُ وَهُوَ عِبارَةٌ عَنْ جَعلِ الجُزْءِ الاَوَّلِ مِنَ القَضِیَّةِ ثَانِیًا وَ الثَّانِی اَوَّلاً مَعَ بَقَاءِ الصِّدْقِ وَ الْکَیْفِ بِحَالِهَا **اَقُوْلُ** مِنْ اَحْکَامِ القَضَایَا العَکسُ المُستَوِی وَهُوَ عِبارَةٌ عَنْ جَعْلِ الجُزْءِ الاَوَّلِ مِنَ القَضِیَّةِ ثَانِیًا وَ الجُزْءُ الثَّانِی اَوَّلاً مَعَ بَقَاءِ الصِّدْقِ وَ الْکَیْفِ بِحَالِهِمَا کَمَا اِذَا اَرَدْنَا عَکسَ قَوْلِنَا کُلُّ اِنْسان حیوَانٌ بَدَّلْنَا جُزْئِیَّةً قُلْنَا بَعضُ الحَیَوانِ اِنْسانٌ اَوْ عَکسُ قَوْلِنَا لاَ شَیْءَ مِنَ الاِنْسَانِ بِحَجَرٍ قُلْنَا لاَ شَیْءَ مِنَ الحَجَرِ بِاِنْسَانٍ فَالمُرادُ بِالجُزْءِ الاَوَّلِ وَ الثَّانِیُ الجُزْءَ انِ فِی الذِّکرِ لاَ فِی الحَقِیْقَةِ فَاِنَّ الجُزْءَ الاَوَّلَ وَ الثَّانِیَ مِنَ القَضِیَّةِ فِی الحَقِیْقَةِ هُوَ ذاتُ المَوْضُوْعِ وَ وَصْفُ المَحمُوْلِ وَ بِالعکسِ لاَ یَصِیرُ ذاتُ الموضُوْعِ مَحمُوْلاً وَ وَصْفُ المَحمُوْلِ مَوضُوْعًا بَلْ مَوضُوْعُ العَکسِ هُوَ ذاتُ المَحمُوْلِ فِی الاَصْلِ وَ محمُوْلُهُ هُوَ وَصْفُ المَوْضُوْعِ فَالتَّبدِیْلُ لَیسَ اِلاَّ فِی الجُزْئَیْنِ فِی الذِّکرِ اَی فِی الوَصْفِ العُنْوَانِیْ وَ وَصْفُ المحمُوْلِ لاَ فِی الجُزْئَیْنِ الحَقِیْقِیَّیْنِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا دوسری بحث عکس مستوی (کے بیان) میں ہے، اور وہ قضیہ کے پہلے جزء کو دوسرا اور دوسرے کو پہلا بنانے کا نام ہے، صدق وکیف کے اپنے حال پر باقی رہنے کے ساتھ۔ میں کہتا ہوں کہ قضایا کے احکام میں سے عکس مستوی ہے، اور وہ قضیہ کے جزء اول کو دوسرا اور دوسرے جزء اول کر دینے کا نام ہے صدق وکیف کے اپنے حال پر باقی رہنے کے ساتھ، مثال کے طور پر جب ہم اپنے قول ''کل انسان حیوان'' کا عکس کرنا چاہیں تو اس کے جزئین کو بدل دیں گے، (اور یوں) کہیں گے، ''بعض الحیوان انسان'' یا ہمارے قول ''لاشیٔ من الانسان بحجر'' کے عکس میں ''لاشیٔ من الحجر بانسان'' (کہیں گے) تو جزء اول اور جزء ثانی سے مراد جو ذکر میں جزئین ہیں نہ کہ حقیقت میں، کیوں کہ حقیقت میں قضیہ کا جزء اول اور جزء ثانی ذاتِ موضوع اور وصفِ محمول ہیں، اور عکس کی وجہ سے ذاتِ

موضوع محمول اور وصفِ محمول موضوع نہیں ہو جاتے، بلکہ عکس کا موضوع اصل میں ذاتِ محمول ہے، اور اس کا محمول وصفِ موضوع ہے، پس تبدیلی صرف جزئین میں ذکر یعنی وصفِ عنوانی اور وصفِ محمول میں ہے نہ کہ حقیقی جزئین میں۔

تشریح: جب ماتن تناقض کی بحث سے فارغ ہو چکے تو اب عکس کی بحث کو شروع کر رہے ہیں۔ عکس کے لغوی معنیٰ ہیں الٹ پھیر کرنا یعنی کسی چیز کے اول کو آخر اور آخر کو اول کی طرف پھیر دینے کا نام عکس ہے، خواہ یہ قضیہ میں ہو یا غیر قضیہ میں۔

عکس کی قسمیں: یہ بات ذہن نشین رہے کہ عکس کی دو قسمیں ہیں: ۱- عکس مستوی۔ ۲- عکس نقیض۔ اور عکس نقیض سے عکس مستوی چونکہ زیادہ آسان اور سہل ہے، آسان و سہل اس وجہ سے ہے کہ عکسِ مستوی صرف طرفین کی تبدیلی ہوتی ہے، اور عکسِ نقیض میں طرفین کی نقیضوں میں تبدیلی ہوتی ہے، اس آسانی کا خیال رکھتے ہوئے صاحبِ کتاب نے عکس مستوی کو عکس نقیض پر مقدم کیا ہے، مستوی کے معنیٰ ہیں برابر، کہا جاتا ہے، استوی الشیئان، دونوں چیزیں برابر ہوئیں، اس عکس کو عکسِ مستوی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ سچا ہونے میں اصل قضیہ کے برابر اور مطابق ہوتا ہے، نیز عکسِ نقیض سے احتراز کے لئے اس کا نام عکسِ مستوی رکھا، عکس مستوی کو عکسِ مستقیم بھی کہا جاتا ہے، مستقیم کے لغوی معنیٰ ہیں سیدھا سادھا، چونکہ عکس مستوی سیدھا سادھا ہوتا ہے، اس مناسبت سے اس کو عکس مستقیم کہتے ہیں۔

عکس مستوی کی تعریف: اصطلاح منطق میں قضیہ کے پہلے جزء کو دوسرے جزء کی جگہ اور دوسرے جزء کو پہلے جزء کی جگہ رکھ دینا عکسِ مستوی کہلاتا ہے۔

لیکن عکس مستوی کے لئے دو شرطیں ہیں: ۱- بقاءِ صدق۔ ۲- بقاءِ کیف، جیسے "کل انسان حیوان" یہ موجبہ کلیہ ہے اس کا عکس مستوی موجبہ جزئیہ ہوگا، یعنی "بعض الحیوان انسان" اور "لاشیئ من الانسان بحجرٍ" کا عکس مستوی "لاشیئ من الحجر بانسانٍ" آئے گا، صدق و کیف کی بقاء کی تشریح شارح آگے کریں گے۔

عکس اجزاءِ ذکریہ میں ہوتا ہے

فالمراد بالجزء الاوّل الخ اس عبارت میں شارح نے ایک سوالِ مقدر کا جواب دیا ہے، سوال یہ ہوتا ہے کہ عکس مستوی کی تعریف میں آپ نے جو یہ کہا ہے کہ قضیہ کے جزء اول کو ثانی اور ثانی کو اول کر دیا جائے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قضیہ کے جزء اوّل کو جزء ثانی سے تبدیل کرتے ہیں، اور جزء ثانی کو جزء اول سے بدل دیتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ قضیہ کا ایک جزء ذاتِ موضوع ہوتا ہے اور دوسرا جزء وصفِ محمول ہوتا ہے، اور ذات کو وصف سے اور وصف کو ذات سے تبدیل نہیں کر سکتے، لہٰذا عکس کی یہ تعریف صحیح نہیں؟ تو شارح نے اس عبارت سے اس کا جواب دیا ہے، کہ تعریف میں جزئین سے اس قضیہ کے حقیقی اجزاء مراد نہیں ہیں بلکہ اجزاءِ ذکریہ مراد ہیں اور یہ بھی دو ہیں۔ ۱- وصفِ موضوع اور ذاتِ محمول، چنانچہ عکس میں ذاتِ محمول قضیہ کا موضوع ہوتی ہے، اور وصفِ موضوع قضیہ کا محمول ہو جاتا ہے، اور تبدیل سے مراد یہ ہے کہ ذکر میں موضوع کو محمول اور محمول کو موضوع بنا دیا جائے، یہ مراد نہیں کہ ذاتِ موضوع کو وصفِ محمول بنا دیا جائے، اور وصفِ محمول کو ذاتِ موضوع بنا دیا جائے، لہٰذا عکس کی تعریف صحیح ہے، اس پر کسی قسم کا سوال وارد نہیں کیا جا سکتا۔

لایُقَالُ فَعَلٰی هٰذَا یَلْزَمُ اَنْ یَکُوْنَ لِلْمُنْفَصِلَةِ عَکْسٌ لِاَنَّ جُزْئَیْهَا مُتَمَیِّزَانِ فِی الذِّکْرِ وَالْوَضْعِ وَ اِنْ لَمْ یَتَمَیَّزَا بِحَسْبِ الطَّبْعِ فَاِذَا تُبُدِّلَ اَحَدُهُمَا بِالْاٰخَرِ یَکُوْنُ عَکْسًا لَهَا لَصَدَقَ التَّعْرِیْفُ عَلَیْهِ لٰکِنَّهُمْ

صَرَّحُوْا بِاَنَّهَا لَا عَكْسَ لَهَا لِاَنَّا نَقُوْلُ لَا نم اَنَّ الْمُنْفَصِلَةَ لَا عَكْسَ لَهَا فَاِنَّ الْمَفْهُوْمَ مِنْ قَوْلِنَا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ الْعَدَدُ زَوْجًا اَوْ فَرْدًا الْحُكْمُ عَلٰى زَوْجِيَّةِ الْعَدَدِ بِمُعَانَدَةِ الْفَرْدِيَّةِ وَ مِنْ قَوْلِنَا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ الْعَدَدُ فَرْدًا اَوْ زَوْجًا الْحُكْمُ عَلٰى فَرْدِيَّةِ الْعَدَدِ بِمُعَانَدَةِ الزَّوْجِيَّةِ وَ لَا شَكَّ اَنَّ الْمَفْهُوْمَ مِنْ مُعَانَدَةِ هٰذَا لِذَاكَ غَيْرُ الْمَفْهُوْمِ مِنْ مُعَانَدَةِ ذَاكَ لِهٰذَا فَيَكُوْنُ لِلْمُنْفَصِلَةِ اَيْضًا عَكْسٌ مُغَايِرٌ لَهَا فِي الْمَفْهُوْمِ اِلَّا اَنَّهُ لَمَّا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ فَائِدَةٌ لَمْ يَعْتَبِرُوْهُ فَكَاَنَّهُمْ مَا عَنَوْا بِقَوْلِهِمْ لَا عَكْسَ لِلْمُنْفَصِلَاتِ اِلَّا ذَاكَ.

ترجمہ: اس پر اعتراض نہ کیا جائے کہ اس پر تو یہ لازم آتا ہے کہ منفصلہ کا بھی عکس ہو کیوں کہ اس کے دونوں جزء ذکر اور وضع میں ممتاز ہوتے ہیں، اگر چہ بحسب الطبع ممتاز نہیں ہوتے، لہٰذا جب ایک جزء کو دوسرے جزء سے بدل دیا جائے گا تو اس کا عکس بھی ہو جائے گا، کیوں کہ اس پر تعریف صادق ہے، لیکن مناطقہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ منفصلہ کا عکس نہیں آتا؟ کیوں کہ ہم جواب دیں گے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ منفصلہ کا عکس نہیں آتا۔ اس لئے کہ ہمارے قول 'إما أن يكون العدد زوجًا او فردًا کا مفہوم عدد کی زوجیت پر فردیت کی معاندت کا حکم ہے، اور ہمارے قول إما ان يكون العدد فردًا او زوجًا (کا مفہوم) عدد فردیت پر زوجیت کی معاندت کا حکم ہے، اور اس میں شک نہیں کہ پہلے قضیہ میں (جو دو قضیے ہیں ان میں سے) ایک کا دوسرے کے معاند ہونے کا مفہوم اس مفہوم کا غیر ہے، جو دوسرے قضیہ میں ایک قضیہ کا دوسرے کے معاند ہونے کا ہے، تو منفصلہ کا بھی ایسا عکس نکلا جو مفہوم میں منفصلہ کے مغایر ہے، مگر اس عکس میں چونکہ کوئی فائدہ نہیں ہے، اس لئے انہوں نے اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا، گویا مناطقہ نے اپنے قول لاعكس للمنفصلات، سے اسی کا ہی ارادہ کیا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے ایک اعتراض بیان کر کے پھر لانا نقول سے اس کا جواب دیا ہے، معترض کہتا ہے کہ اگر جزئین سے اجزاء ذکریہ مراد ہوں، تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ منفصلہ کا بھی عکس ہو، اس لئے کہ منفصلہ کے دونوں جزء ذکر اور وضع کے لحاظ سے ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں، کہ ایک کو مقدم اور دوسرے کو تالی بنا دیا جاتا ہے، گو طبع کے لحاظ سے ممتاز نہیں ہوتے۔ لیکن ذکر میں ضرور ممتاز ہوتے ہیں، جب منفصلہ کے جزئین میں ذکر اور وضع کے اعتبار سے امتیاز پایا جاتا ہے، تو منفصلہ کے جزئین میں تبدیلی کرنے سے جو قضیہ حاصل ہوگا، اس پر عکس مستوی کی تعریف صادق آئے گی، حالانکہ مناطقہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ منفصلہ کا عکس نہیں آتا، معلوم ہوا کہ عکس کی تعریف میں اجزاء سے اجزاء ذکریہ مراد لینا صحیح نہیں؟

شارح لانا نقول سے اس کا جواب دے رہے ہیں کہ یہاں اجزاء سے اجزاء ذکریہ ہی مراد ہے اور آپ کا یہ کہنا کہ مناطقہ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ منفصلہ کا عکس نہیں آتا، ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے، اس لئے کہ قاعدہ کے لحاظ سے اس کا بھی عکس آتا ہے، دلیل یہ ہے کہ منفصلہ میں معاندت کا حکم ہوتا ہے، جس میں پہلا جزء معانَد (اسم مفعول) اور دوسرا جزء معانِد (اسم فاعل) ہوتا ہے اور جب جزئین میں تبدیلی کر دی جائے تو معاند یعنی اسم مفعول معاند یعنی اسم فاعل ہو جائے گا، اور معانِد یعنی اسم فاعل مُعاند یعنی اسم مفعول ہو جائے گا، جیسے إما أن يكون هٰذا العدد زوجًا او فردًا دیکھئے یہ قضیہ منفصلہ ہے اس میں پہلا قضیہ مُعانَد (اسم مفعول) ہے اور دوسرا قضیہ مُعانِد (اسم فاعل) ہے، اس میں معین عدد کے زوج ہونے پر فرد ہونے کی معاندت کا حکم ہے، اور اگر اس کا عکس

کریں تو یوں کہا جائے گا، إما ان یکون ھٰذا العدد فردًا او زوجًا اس میں پہلا قضیہ معانَد (اسم مفعول) ہے، حالانکہ عکس سے پہلے یہی قضیہ معانِد (اسم فاعل) تھا، اور دوسرا قضیہ معانِد (اسم فاعل) ہے، حالانکہ عکس سے پہلے معانَد (اسم مفعول) تھا، اس میں عدد معین کے فرد ہونے پر زوج ہونے کی معاندت کا حکم ہے، جب اس معاندت کا حکم اول معاندت کے مغایر ہے، تو دونوں میں تغایر بالکل ظاہر ہے، تو اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ منفصلہ کا بھی عکس آتا ہے جو مفہوم میں منفصلہ کے مغایر ہوتا ہے، چونکہ اس کے عکس میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا، بلکہ دونوں مفہوموں کا حاصل ایک ہی نکلتا ہے، اس لئے اس عکس کا کوئی اعتبار نہیں ہے، لہٰذا مناطقہ کے قول "لاعکس للمنفصلات" میں مطلقاً عکس کی نفی مقصود نہیں ہے بلکہ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ منفصلہ کا فائدہ مند عکس نہیں آتا۔

وَ اِنَّمَا قَالَ جُعِلَ الجُزءُ الاَوَّلُ مِنَ القَضِيَّةِ ثَانِيًا وَ الثَّانِي اوّلاً لا تَبْدِيْلُ المَوضُوعِ بِالمَحمُوْلِ كَمَا ذَكَرَ بَعضُهُمْ لِيَشتَمِلَ عَكْسَ الحَملِيَّاتِ وَ الشَّرطِيَّاتِ وَ لَيْسَ المُرادُ بِبَقاءِ الصِّدقِ انَّ العَكسَ وَ الاَصلَ يَكُونَانِ صَادِقَينِ فِي الوَاقِعِ بَلِ المُرادُ اَنَّ الاَصلَ يَكُونُ بِحَيثُ لَوْ فُرِضَ صِدْقُهُ لَزِمَ صِدقُ العَكسِ وَ اِنَّمَا اعتَبَرُوا اللُّزُومَ فِي الصِّدقِ لِاَنَّ العَكسَ لازِمٌ مِن لَوازِمِ القَضِيَّةِ وَ يستَحِيلُ صِدقُ المَلزُومِ بِدُونِ صِدقِ اللاَّزِمِ وَ لَمْ يعتَبِرُوا بَقَاءَ الكِذْبِ اِذْ لَمْ يَلزَمْ مِنْ كِذْبِ المَلزُومِ كِذبَ اللاَّزِمِ فَاِنَّ قَولَنَا كُلُّ حيَوانٍ اِنسَانٌ كَاذِبٌ مَعَ صِدقِ عَكسِهٖ وَ هُوَ قَولُنَا بعضُ الاِنسَانِ حَيَوانٌ وَ المُرادُ بِبَقَاءِ الكَيفِ اَنَّ الاَصلَ لَوْ كَانَ مُوجِبًا كَانَ العَكسُ اَيضًا مُوجِبًا وَ اِنْ كانَ سالِبًا فَسالِبًا وَاِنَّما وَقَعَ الاِصطِلاحُ عَلَيهِ لِاَنَّهُمْ تَتَبَّعُوا القَضَايَا فَلَمْ يَجِدُوهَا فِي الاَكثَرِ بَعدَ التَّبدِيلِ صَادقةً لازِمَةً اِلاَّ مُوافِقَةً لَهَا فِي الكَيفِ.

ترجمہ: اور ماتن نے "جعل الجزء الاوّل من القضیۃ ثانیا والثانی اوّلاً" کہا "تبدیل الموضوع بالمحمول" نہیں (کہا) جیسا کہ بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے، تاکہ حملیات اور شرطیات دونوں کے عکس کو شامل ہو جائے، اور بقاء صدق سے یہ مراد نہیں کہ عکس اور اصل دونوں واقع میں صادق ہوں گے، بلکہ مراد یہ ہے کہ اصل قضیہ اس حیثیت کا ہو کہ اگر اس کا صدق فرض کرلیا جائے تو عکس کا صدق لازم ہو، اور لزوم فی الصدق کا اعتبار اس لیے کیا ہے کہ عکس قضیہ کے لوازم میں سے ایک لازم ہے، اور ملزوم کا صدق لازم کے صدق کے بغیر محال ہے، اور مناطقہ نے "بقاء کذب" کا اعتبار اس لئے نہیں کیا کہ ملزوم کے کذب سے لازم کا کذب ضروری نہیں، کیوں کہ ہمارا قول کل حیوان انسان کاذب ہے اس کے عکس کے صادق ہونے کے ساتھ اور وہ ہمارا قول بعض الانسان حیوانٌ ہے اور بقاء کیف سے مراد یہ ہے کہ اصل اگر موجبہ ہو تو عکس بھی موجبہ ہوگا، اور اگر سالبہ ہو تو سالبہ ہوگا، اور اس پر اصطلاح اس لئے قائم ہوئی ہے کہ مناطقہ نے قضایا کا تتبع کیا تو یہی پایا کہ اکثر و بیشتر قضایا میں تبدیل کے بعد وہ صادق لازم اس وقت ہوتا ہے، جب ایجاب و سلب میں اس کے موافق ہو۔

تشریح: ماتن نے جو دیگر مناطقہ کی ذکر کردہ عکس کی تعریف سے عدول کیا ہے، اور عکس کی تعریف "جعل الجزء الاوّل ثانیا" سے کی ہے، شارح اس عبارت میں عدول کی وجہ بیان کر رہے ہیں، بعض مناطقہ نے عکس کی تعریف یوں کی ہے، "تبدیل الموضوع بالمحمول" شارح کہتے ہیں کہ یہ تعریف حملیات کے عکس کے ساتھ خاص ہیں، شرطیات کے عکس پر یہ تعریف

جاری نہیں ہوتی، دلیل یہ ہے کہ موضوع اور محمول حملیہ ہی کے اجزاء کو کہتے ہیں، اسی وجہ سے ماتن نے اس تعریف سے عدول کیا ہے، اور اس تعریف یعنی "جعل الجزء الاوّل ثانیًا" کو پسند کیا ہے، تا کہ یہ تعریف حملیات اور شرطیات دونوں کے عکس کو شامل رہے۔

عکس کی تعریف میں بقاء صدق کا مطلب

ولیس المراد ببقاء الصدق الخ سے شارح نے ایک وہم کا ازالہ فرمایا ہے، وہم یہ ہوتا ہے کہ ماتن نے عکس مستوی میں جو "مع بقـاء الصدق" ذکر کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عکس اور اصل قضیہ دونوں کا نفس الامر اور واقع میں صادق ہونا ضروری ہے، حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں، نیز یہ تعریف قضایا کاذبہ کے عکوس کو شامل نہیں ہے؟ شارح نے مذکورہ عبارت میں صراحت کردی کہ یہاں صدق سے نفس الامر اور واقع میں صادق ہونا مراد نہیں ہے بلکہ مطلق صادق ہونا مراد ہے، خواہ وہ نفس الامر میں صادق ہو یا اس کے صدق کو فرض کرلیا جائے، دونوں صورتوں میں بقاء صدق کا مفہوم حاصل ہو جائے گا، اور مطلب یہ ہے کہ اگر اصل قضیہ صادق ہو، یا اس کو صادق مان لیا جائے تو عکس کے بعد جو نیا قضیہ حاصل ہوا ہے وہ بھی کسی مادّہ کی تخصیص کے بغیر ضرور صادق ہو یا اس کو بھی ضرور صادق مان لینا پڑے۔ اب اس کو مثال سے سمجھئے، دیکھئے کـل انسـان حجرٌ حملیہ موجبہ کاذبہ ہے، لیکن اگر اس کو صادق مان لیا جائے تو اس کے عکس یعنی بعض الحجر انسانٌ کو ضرور صادق ماننا پڑے گا۔

عکس مستوی کی تعریف میں ماتن نے لزوم فی الصدق کا اعتبار کیا ہے، کہ اگر اصل قضیہ صادق ہو یا اسکو صادق مان لیا جائے تو عکس بھی ضرور صادق ہو یا اس کو صادق ماننا پڑے۔ ماتن نے اس کا اعتبار اس وجہ سے کیا ہے کہ عکس کے لوازم میں سے ایک لازم خاص ہے، اور چونکہ ملزوم کا صدق لازم کے صدق کے بغیر محال اور ناممکن ہے، اس لئے عکس میں "بـقـاء صـدق" کی شرط ضروری ہے، اور مناطقہ نے عکس مستوی کی تعریف میں "بـقـاء کـذب" کا اعتبار نہیں کیا کہ اگر اصل کاذب ہو تو عکس بھی ضرور کاذب ہو، دلیل یہ ہے کہ ملزوم یعنی اصل قضیہ کے کاذب ہونے سے لازم یعنی عکس مستوی کا کاذب ہونا ضروری نہیں، ایسا ہوسکتا ہے کہ ملزوم یعنی اصل قضیہ تو صادق نہ ہو، لیکن لازم یعنی عکس مستوی صادق ہو، مثلاً کـل حیـوان انسـانٌ دیکھئے یہ قضیہ کاذب ہے، لیکن اس کا عکس یعنی بـعـض الانـسـان حیـوان، صادق ہے، دوسرے انسانوں سے قطع نظر کہ وہ حیوان ہیں یا نہیں، اسی وجہ سے عکس کی تعریف میں "مع بقاء الکذب" کا اعتبار نہیں کیا گیا۔

عکس کی تعریف میں بقاء کذب کا مطلب

عکس مستوی کی تعریف میں "مع بقاء الکیف" کی شرط لگائی گئی ہے، کہ اگر اصل قضیہ موجبہ ہوگا تو عکس بھی موجبہ ہوگا، اور اگر اصل قضیہ سالبہ ہوگا تو عکس بھی سالبہ ہوگا۔ واضح رہے کہ یہ مناطقہ کے یہاں ایک اصطلاح ہے کوئی اتفاقی اصطلاح نہیں ہے، بلکہ اس کی ایک وجہ اور دلیل موجود ہے، وہ یہ کہ جب مناطقہ نے قضایا میں غور وخوض اور جستجو کی تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اگر قضیہ کا عکس اصل قضیہ کے ساتھ کیف میں موافق نہ ہوگا، تو اکثر مادّوں میں اصل کے ساتھ صادق نہ ہوگا، اس لئے انہوں نے لـلاکـثـر حـکـم الـکـل کے ضابطہ کے پیش نظر یہ حکم لگا دیا کہ ہر قضیہ کا عکس اصل قضیہ کے ساتھ کیف میں موافق ہونا ضروری ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ اکثر مادّوں کی قید کیوں لگائی گئی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض مادّوں میں عکس اصل قضیہ کے ساتھ اس وقت بھی صادق ہو جاتا ہے،

جب وہ کیف میں اصل کے مخالف ہو، اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب محمول موضوع سے اعم ہو، جیسے بعض الحیوان لیس بانسانٍ یہ صادق ہے، اس کا عکس موجبہ کلیہ کل انسان حیوانٌ بھی صادق ہے۔

قال وَ اَمَّا السَّوالِبُ فَاِنْ کَانَتْ کُلِّیَّۃً فَسَبعٌ مِنھَا وَھِیَ الوَقْتِیَّتَانِ وَالوُجُودِیَّتَانِ وَ المُمْکِنَتَانِ وَالمُطْلَقَۃُ العَامَّۃُ لاَ تَنْعَکِسُ لاِمْتِنَاعِ العَکْسِ فِی اَخَصِّھَا وَ ھِیَ الوَقْتِیَّۃُ لِصِدقِ قَولِنَا بِالضَّرُورَۃِ لاَ شَیْءَ مِنَ القَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ وَقْتَ التَّرْبِیْعِ لاَ دَائِمًا وَ کِذْبِ قَوْلِنَا بَعْضُ الْمُنْخَسِفِ لَیْسَ بِقَمَرٍ بِالاِمْکَانِ العَامِّ الَّذِیْ ھُوَ اَعَمُّ الجِھَاتِ لاَنَّ کُلَّ مُنْخَسِفٍ فَھُوَ قَمَرٌ بِالضَّرُوْرَۃِ وَ اِذَا لَمْ یَنعَکِسِ الاَخَصُّ لَمْ یَنْعَکِسِ الاَعَمُّ اِذْ لَوِ انْعَکَسَ الاَعَمُّ لاَنْعَکَسَ الاَخَصُّ لِاَنَّ لاَزِمَ الاَعَمِّ لاَزِمُ الاَخَصِّ ضَرُوْرَۃً. **اقول** قَدْ جَرَتِ العَادَۃُ بِتَقدِیْمِ عکسِ السَّوالِبِ لاَنَّ منھا مَا ینعَکِسُ کُلِّیَّۃً وَ الکُلِّیُّ اِنْ کَانَ سَلْبًا یَکُوْنُ اَشْرَفَ مِنَ الجُزْئِیِّ وَ اِنْ کَانَ ایجَابًا لِاَنَّہٗ اَفیَدُ فِی العُلُوْمِ وَ اَضْبَطُ فَالسَّوالِبُ اِمَّا کُلِّیَّۃٌ وَ اِمَّا جُزئِیَّۃٌ فَاِنْ کَانَتْ کُلِّیَّۃً فَسَبْعٌ مِنْھَا وَھِیَ الوَقْتِیَّتَانِ وَ الوُجُوْدِیَّتَانِ وَ المُمْکِنَتَانِ وَ المُطْلَقَۃُ العَامَّۃُ لاَ تَنْعَکِسُ لاَنَّ اَخَصَّھَا وَ ھِیَ الوَقْتِیَّۃُ لاَ تَنْعَکِسُ وَ مَتٰی لَمْ یَنْعَکِسِ الاَخَصُّ لَمْ یَنْعَکِسِ الاَعَمُّ اَمَّا اَنَّ الوَقْتِیَّۃَ لاَ تَنعَکِسُ فَلِصِدْقِ قَوْلِنَا لاَ شَیْءَ مِنَ القَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ بِالضَّرُوْرَۃِ وَقْتَ التَّربِیعِ لاَ دَائِمًا مَعَ کِذْبِ قَوْلِنَا بَعْضُ المُنْخَسِفِ لَیْسَ بِقَمَرٍ بِالاِمْکَانِ العَامِّ الَّذِی ھُوَ اَعَمُّ الجِھَاتِ لِاَنَّ کُلَّ مُنْخَسِفٍ فَھُوَ قَمَرٌ بِالضَّرُوْرَۃِ وَ اَمَّا اَنَّہٗ مَتٰی لَمْ یَنْعَکِسِ الاَخَصُّ لَمْ یَنْعَکِسِ الاَعَمُّ فَلِاَنَّہٗ لَوِ انْعَکَسَ الاَعَمُّ لاَنْعَکَسَ الاَخَصُّ لِاَنَّ العَکْسَ لاَزِمُ الاَعَمِّ وَ الاَعَمُّ لاَزِمُ الاَخَصِّ وَ لاَزِمُ اللاَّزِمِ لاَزِمٌ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: اور بہرحال سوالب پس اگر وہ کلیہ ہوں تو ان میں سے سات قضیے اور وہ وقتیتین، وجودیتین، ممکنتین اور مطلقہ عامہ ہیں، منعکس نہیں ہوتے، اس لئے کہ ان کے اخص میں اور وہ وقتیہ ہے عکس محال ہے، کیوں کہ ہمارا قول ''بالضرورۃ لاشئ من القمر بمنخسف وقت التربیع لادائمًا'' ،صادق ہے اور ہمارا قول ''بعض المنخسف لیس بقمر بالامکان العام'' جو کہ اعم الجہات ہے، کاذب ہے، اس لئے کہ منخسف بالضرورۃ قمر ہے، اور جب اخص منعکس ہوگا تو اعم بھی منعکس نہ ہوگا، اس لئے کہ اگر اعم منعکس ہوگا تو اخص بھی منعکس ہوگا، اس لئے کہ اعم کا لازم اخص لازم ہے یقیناً۔ میں کہتا ہوں تحقیق کہ سوالب کے عکس کو مقدم کرنے کی عادت جاری ہے، اس لئے کہ ان میں سے بعض سوالب کا عکس کلیہ آتا ہے، اور کلی اگرچہ سلب ہو، جزئی سے اشرف ہے (جزئی) اگرچہ ایجاب ہو، اس لئے کہ وہ علوم میں افید اور اضبط ہے۔ تو سوالب یا تو کلیہ ہوں گے یا جزئیہ، پس اگر وہ کلیہ ہوں تو ان میں سے سات یعنی وقتیتین، وجودیتین، ممکنتین اور مطلقہ عامہ منعکس نہیں ہوتے، اس لئے کہ ان کا جو اخص ہے یعنی وقتیہ وہ منعکس نہیں ہوتا، جب اخص منعکس نہ ہو تو اعم بھی منعکس نہ ہوگا، بہرحال یہ کہ وقتیہ منعکس نہیں ہوتا، تو اس لئے کہ ہمارا قول ''لاشئ من القمر بمنخسف بالضرورۃ وقت التربیع لادائمًا'' صادق ہے، ہمارے قول بعض المنخسف لیس بقمر بالامکان العام جو کہ تمام جہات سے اعم ہے، کے کاذب ہونے کے ساتھ، اس لئے کہ ہر منخسف بالضرورۃ قمر ہے، اور بہرحال یہ کہ جب اخص منعکس نہ ہو تو اعم بھی منعکس نہ ہوگا، تو اس لئے کہ اگر اعم منعکس ہو تو

اخص منعکس ہوگا اس لئے کہ عکس اعم کا لازم ہے، اور اعم اخص کا لازم ہے، اور لازم کا لازم، لازم ہوتا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح عکس سوالب کو مقدم کرنے کی وجہ بیان کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ اکثر مناطقہ کی یہ عادت ہے کہ عکس کے بیان کے موقع پر قضایا سوالبہ کے عکس کو موجبات کے عکس پر مقدم کرتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ سالبہ کلیہ کا عکس مستوی سالبہ کلیہ آتا ہے، اور موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ نہیں آتا، بلکہ ہمیشہ جزئیہ آتا ہے، اور چونکہ کلیہ کلیہ ہونے کی حیثیت سے جزئیہ پر مقدم ہوتا ہے، خواہ کلیہ سالبہ ہو یا موجبہ، نیز علوم میں چونکہ کلیات ہی سے بحث ہوتی ہے، نہ کہ جزئیات سے اور کلیہ جزئیہ کے مقابلہ میں زیادہ مفید اور اضبط ہے، مفید تو اس لئے ہے کہ وہ شکل اول کا کبریٰ ہوسکتی ہے، اور اضبط اس لئے ہے کہ اس میں موضوع کے تمام افراد کے لئے حکم ثابت ہوتا ہے۔ جب ایسی بات ہے تو کلیہ جزئیہ سے اشرف ہوا، جزئیہ خواہ موجبہ ہی کیوں نہ ہو، اور اشرف غیر اشرف پر مقدم ہوتا ہے، اس لئے عکس سوالب کو عکسِ موجبات پر اکثر مناطقہ مقدم کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ کل موجہات پندرہ ہیں، جیسا کہ میں شروع میں بیان کر چکا ہوں، اور وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ سے چونکہ متقدمین مناطقہ بحث نہیں کرتے اس لئے اب موجہات کی تعداد ان کے نزدیک تیرہ رہ جاتی ہے، جن میں سے چھ بسائط ہیں اور سات مرکبات، اور موجہات میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں: ۱-موجبہ۔ ۲-سالبہ۔

اور سوالب کلیہ میں سے سات قضایا ایسے ہیں کہ جن کا عکس بالکل نہیں آتا اور وہ سات قضایا یہ ہیں: ۱- وقتیہ مطلقہ۔ ۲-وقتیہ۔ ۳-وجودیہ لاضروریہ۔ ۴-وجودیہ لادائمہ۔ ۵-ممکنہ عامہ۔ ۶-ممکنہ خاصہ۔ ۷-مطلقہ عامہ۔ مذکورہ سات میں سے تین یعنی وقتیہ مطلقہ، ممکنہ عامہ اور مطلقہ عامہ، بسائط میں سے ہیں، اور باقی چار مرکبات میں سے ہیں، ان سب کا عکس مستوی نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ ان تمام قضایا سے وقتیہ اخص ہے اور باقی تمام اعم ہیں، لیکن اس وقتیہ کا عکس مستوی صادق نہیں ہوتا، تو جب وقتیہ منعکس نہیں ہوتا جو کہ تمام قضایا سے اخص ہے، تو اعم بھی منعکس نہ ہوگا۔

اب رہا یہ سوال کہ وقتیہ کا عکس کیوں نہیں آتا آخر کیا وجہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا عکس مستوی اس لئے نہیں آتا کہ بعض مادّوں میں اصل وقتیہ تو صادق ہوتا ہے، لیکن اس کا عکس کاذب ہوتا ہے، حالانکہ عکس کی تعریف میں "مع بقاء الصدق" کی شرط لگائی گئی ہے، یعنی اگر اصل قضیہ صادق ہو یا اس کو صادق فرض کر لیا جائے تو عکس مستوی بھی صادق ہو، یا اس کو صادق مان لیا جائے۔

اور اصل وقتیہ بعض مادّوں میں تو صادق ہوتا ہے لیکن اس کا عکس کاذب ہوتا ہے، جیسے بالضرورة لاشئ من القمر بمنخسف وقت التربیع لادائمًا دیکھئے یہ قضیہ وقتیہ ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ جب تک چاند چوتھے برج میں ہوگا، اسے گرہن نہیں ہوگا، یہ بالکل صادق ہے، اس کے صادق ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں، لیکن اس کا عکس مستوی ممکنہ عامہ کاذب ہے، یعنی بعض المنخسف لیس بقمر بالامکان العام کہ بعض وہ اشیاء جو انخساف کے ساتھ متصف ہیں، وہ چاند نہیں، یہ کاذب ہے، دلیل یہ ہے کہ اس کی نقیض کل منخسف فھو قمر بالضرورة صادق ہے کہ ہر منخسف ضروری طور پر چاند ہوتا ہے، تو جب وقتیہ جو کہ تمام قضایا سے اخص ہے، اس کا عکس مستوی صادق نہیں، تو پھر کوئی عکس بھی صادق نہ ہوگا۔

دوسری بات شارح نے یہ بیان کی ہے کہ جب اخص منعکس نہ ہو تو اعم بھی منعکس نہیں ہوگا، کیوں کہ اگر اعم منعکس ہو تو اخص بھی منعکس ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قضیہ کے لوازم میں سے ایک لازم عکس مستوی بھی ہے، لہٰذا جو قضایا اعم ہیں ان کو بھی عکس

لازم ہوگا، اور اعم اخص کو لازم ہوتا ہے، لہٰذا جو چیز اعم کو لازم ہوگی، وہ اعم کے واسطہ سے اخص کو بھی لازم ہوگی، کیوں کہ لازم کا لازم، لازم ہوتا ہے، اور ابھی اوپر یہ بات بھی معلوم ہو چکی کہ اخص کے لئے عکس نہیں ہوتا، لہٰذا باقی جو اعم ہیں، ان کے لئے بھی عکس نہ ہوگا۔

وَ اعْلَمْ اَنَّ معنیٰ اِنْعِکاسِ الْقَضِیَّۃِ اَنَّہٗ یلزَمُھَا العَکْسُ لُزُومًا کُلِّیًّا فَلاَ یَتَبَیَّنُ ذٰلِکَ بِصِدقِ العَکْسِ مَعَھَا فِی مَادَّۃٍ وَاحِدَۃٍ بَلْ تَحْتَاجُ اِلیٰ بُرھانٍ یَنْطَبِقُ عَلیٰ جَمِیعِ المَوادِّ وَ مَعْنَی عَدَمِ اِنْعِکَاسِھَا اَنَّہٗ لَیْسَ یَلْزَمُھَا العَکسُ لُزُومًا کُلِّیًّا فَیَتَّضِحُ ذٰلِکَ بَالتَّخَلُّفِ فِی مادَّۃٍ وَاحِدَۃٍ فَاِنَّہٗ لَو لَزِمَھَا لُزُومًا کُلِیًّا لَم یَتَخَلَّفْ فِی شَیْءٍ مِنَ المَوادِّ فَلِھٰذَا اِکتَفیٰ فِی بَیانِ عَدَمِ الاِنْعِکاسِ بِمَادَّۃٍ وَاحِدَۃٍ دُونَ الاِنْعِکاسِ.

ترجمہ: اور جان لیجئے کہ قضیہ منعکس ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ عکس اس کو لزوم کلی کے طور پر لازم ہے، پس یہ قضیہ کے ساتھ ایک مادّہ میں عکس کے صادق ہونے سے ظاہر نہ ہوگا، بلکہ ایسی دلیل کا محتاج ہوگا جو تمام مادّوں پر منطبق ہو۔ اور قضیہ کے منعکس نہ ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ عکس اس کو لزوم کلی کے طور پر لازم نہیں ہے، یہ ایک مادّہ میں تخلف کی وجہ سے واضح ہو جائے گا، اس لئے کہ وہ اگر اس کو لزوم کلی کے طور پر لازم ہوتا تو کسی مادّہ میں بھی تخلف نہ ہوتا، پس اسی وجہ سے ماتن نے منعکس نہ ہونے کے بیان میں ایک مادّہ پر اکتفاء کیا ہے، نہ کہ منعکس ہونے کے بیان میں۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے ایک اعتراض کا جواب دیا ہے۔ معترض کہتا ہے کہ جناب آپ نے وقتیہ کے بارے میں منعکس نہ ہونے کا حکم لگایا ہے، اور دلیل میں آپ نے صرف ایک مثال پیش کی ہے، کہ جس میں اصل قضیہ تو صادق ہے لیکن اس کا عکس مستوی کاذب ہے، اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ وقتیہ کا عکس چونکہ صادق نہیں ہے اس لئے اس کا عکس نہیں آتا، صرف ایک مادّہ میں اصل قضیہ کے صادق ہونے اور اس کے عکس کے کاذب ہونے کی وجہ سے آپ نے کلی حکم لگا دیا کہ اس کا عکس آتا ہی نہیں۔ حالانکہ صرف ایک مادّہ میں منعکس نہ ہونے سے یہ لازم نہیں یتا کہ اس کے تمام مادّوں میں انعکاس نہیں ہے، ایسا ہو سکتا ہے کہ اس مادّہ کے علاوہ بقیہ دوسرے مادّوں میں عکس صادق ہو، لہٰذا آپ کا کلی حکم لگانا کہ وقتیہ منعکس نہیں ہوتا، صحیح نہیں؟

شارح نے مذکورہ عبارت سے اس اعتراض کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ اس مقام میں دو چیزیں ہیں:

۱۔ منعکس ہونا۔ ۲۔ منعکس نہ ہونا۔ ان دونوں کے مفہوم اور معنیٰ میں فرق ہے، دونوں کا مفہوم اور معنیٰ ایک نہیں ہے، جب یہ کہا جائے کہ فلاں قضیہ کا عکس آتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس قضیہ کو لزوم کلی کے ساتھ وہ عکس لازم ہے۔ صرف اس کے ایک مادّہ میں عکس کے صادق ہونے سے اس کا لزوم کلی کے طور پر منعکس ہونا ثابت نہیں ہوتا، بلکہ اس قضیہ کے تمام مادّوں میں اس عکس کا صادق ہونا ضروری ہے، جہاں بھی وہ قضیہ صادق ہو وہاں اس کے عکس کا صادق ہونا ضروری ہے، صرف اتنی بات کہہ دینا کافی نہیں کہ اس قضیہ کو عکس لازم ہے، بلکہ اس کو ثابت کرنے کے لئے ایک قاعدہ کلیہ اور دلیل کا پیش کرنا ضروری ہے، جو قاعدہ کلیہ اس قضیہ کے تمام مادّوں پر صادق ہو، اور جب یہ کہا جائے کہ فلاں قضیہ کا عکس نہیں آتا تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس قضیہ کو لزوم کلی کے طور پر عکس لازم نہیں ہے، اس عدم انعکاس کو ثابت کرنے کے لئے بہت سے مادّوں کی ضرورت نہیں پڑتی۔ صرف ایک مادّہ میں عکس کے صادق نہ ہونے کی وجہ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اس قضیہ کا عکس نہیں آتا۔ جب ایک ایسی مثال پیش کر دینا کافی ہے کہ جہاں اصل قضیہ تو صادق ہو لیکن اس کا عکس کاذب ہو، تو ماتن نے عدمِ انعکاس کے موقع پر صرف ایک مادّہ کے بیان پر اکتفاء کیا ہے،

اور پھر یہ حکم لگادیا کہ وقتیہ کا عکس نہیں آتا لیکن انعکاس کے موقع پر صرف ایک مثال کا پیش کرنا کافی نہیں ہے اس لئے اگر کسی قضیہ کا عکس ثابت کرنا ہوتو اس کے لئے ایک مادہ کافی نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے دلائل و براہین کی ضرورت پڑتی ہے، جس سے وہ تمام مادّوں پر منطبق ہوسکے، اور وقتیہ میں چونکہ انعکاس کی نفی ہے نہ کہ ثبوت کی اس لئے اس میں دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہیں، صرف ایک مادہ سے ہی وہ ثابت ہوجاتا ہے۔

قَالَ اَمَّا الضَّرُورِيَّةُ وَ الدَّائمةُ المُطلَقتانِ فَتَنعَكِسَانِ دَائمةً كُلِّيَّةً لِاَنَّهُ اِذا صدق بالضَّرُورَةِ اَوْ دائمًا لاَ شَيْءَ مِنْ ج بَ فَيصدُقُ دائِمًا لاَ شَيْءَ مِنْ بَ ج وَ اِلاَّ فبعضُ بَ ج بالاِطلاقِ العَامِ وَهُوَ مَعَ الاَصْلِ يُنْتِجُ بعضُ بَ لَيسَ بَ بالضَّرُورَةِ فِي الضَّرُورِيَّةِ وَ دائِمًا فِي الدَّائِمَةِ وَ هُو مُح اَقُولُ مِنَ السَّوالِبِ الكُلِّيَةِ الضَّرُورِيَّةُ المُطلَقَةُ وَ الدَّائِمَةُ المُطلقَةُ وَهُمَا تَنعَكِسَانِ سَالِبَةً دائِمَةً كُلِّيَّةً لِاَنَّهُ اِذا صَدَقَ بالضَّرُورَةِ اَوْ دَائمًا لاَ شَيْءَ مِنْ ج بَ وَجَبَ اَنْ يَصدُقَ دَائمًا لاَ شَيْءَ مِنْ بَ ج وَ اِلاَّ لَصَدَقَ نَقِيضُهُ وَ هُوَ بعضُ بَ ج بالاِطْلاَقِ العَامِ وَ يَنضَمُّ اِلىٰ الاَصْلِ هٰكَذا بعضُ بَ ج بالاِطلاقِ وَلاَ شَيْءَ مِنْ ج بَ بالضَّرُورَةِ اَوْ دائِمًا يُنتَجُ بعضُ بَ لَيسَ بَ بالضَّرُورَةِ فِي الضَّرُورِيَّةِ وَ بالدَّوامِ فِي الدَّائِمَةِ وَ هُوَ مُح وهٰذَا المُحالُ لَيسَ بلازِمٍ مِنْ تَرْكِيبِ المُقَدِّمَتَيْنِ لِصِحَّتِهِ وَلاَ مِنَ الاَصْلِ لِاَنَّهُ مَفْرُوضُ الصِدقِ فَتَعَيَّنَ اَن يَكُونَ لاَزِمًا مِنْ نَقِيضِ العَكْسِ فَيَكُونُ مُح فَيَكُونُ العَكْسُ حَقًّا لاَ يُقَالُ لاَ نُم كِذْبَ قَوْلِنَا بَعْضُ بَ لَيسَ بَ لِجَوازِ اَنْ يَكُونَ المَوضُوعُ مَعْدُومًا فَيصدُقُ سَلْبُهُ عَنْ نَفْسِهِ لِاَنَّا نَقُولُ صِدقُ السَّالِبَةِ اِمَّا لِعَدَمِ مَوْضُوعِهَا اَوْ لِوُجُودِهِ مَعَ عَدَمِ المَحمُولِ عَنهُ لٰكِنَّ الاَوَّلَ هٰهُنا مُنْتَفٍ لِوُجُودِ بَعْضِ بَ حَيْثُ فُرِضَ صِدقُ نَقِيضِ العَكْسِ فَلَوْ صَدَقَ ذٰلِكَ السَّلْبُ لَمْ يَكُنْ اِلاَّ لِعَدَمِ المَحْمُولِ وَ هُوَ مُح.

ترجمہ: ماتن نے کہا: اور بہر حال ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ تو یہ دونوں دائمہ کلیہ ہو کر منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورة یا دائمًا لا شیٔ من ج ب بالاطلاق العام صادق ہوگا تو دائما لاشیٔ من ج ب صادق ہوگا ورنہ تو بعض ب ج بالاطلاق العام صادق ہوگا، اور اصل کے ساتھ بعض ب لیس ب بالضرورة کا ضروریہ میں اور دائماً کا دائمہ میں نتیجہ دےگا اور یہ محال ہے۔ میں کہتا ہوں کہ سوالب کلیہ میں سے ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ یہ دونوں سالبہ دائمہ کلیہ ہو کر منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورة یا دائمًا لا شیٔ من ج ب صادق ہوگا تو دائما لاشیٔ من ب ج کا صادق ہونا ضروری ہے، ورنہ تو اس کی نقیض صادق ہوگی، اور وہ بعض ب ج بالاطلاق العام ہے، اور یہ اصل کے ساتھ ملکر اس طرح ہوگا بعض ب ج بالاطلاق و لاشیٔ من ج ب بالضرورة او دائمًا تو ضروریہ میں بعض ب لیس ب بالضرورة کا نتیجہ دےگا، اور دائمہ میں بالدوام کا اور یہ محال ہے، اور یہ محال دونوں مقدموں کی ترکیب سے لازم نہیں آیا اس لئے کہ وہ صحیح ہے اور نہ ہی اصل سے اس لئے کہ وہ مفروض الصدق ہے، پس متعین ہوگیا کہ یہ عکس نقیض سے لازم آیا، پس یہ محال ہے لہٰذا عکس صحیح ہے، اعتراض نہ کیا جائے کہ ہم اپنے قول بعض ب لیس ب کے کذب کو تسلیم نہیں کرتے، کیوں کہ ممکن ہے کہ موضوع معدوم ہو تو اس کا

سلب عن نفسہ صادق ہوگا۔ اس لئے کہ ہم جواب دیں گے کہ سالبہ کا صدق یا تو اس کے موضوع کے معدوم ہونے کی وجہ سے ہے، یا اس کے موجود ہونے کی وجہ سے ہے، اس سے محمول کے معدولہ ہونے کے ساتھ۔ لیکن پہلا یہاں منتفی ہے اس لئے کہ بعض "ب" موجود ہے، جب عکسِ نقیض کے صدق کو فرض کیا جائے، پس وہ سلب صادق ہوگا، تو یہ عدم محمول ہی کی وجہ سے ہوگا، اور یہ محال ہے۔

تشریح: اس سے پہلے ماتن نے یہ بیان کیا کہ قضیہ موجہ سالبہ میں سات سوالب کا عکس نہیں آتا اب یہاں سے ان قضایا سالبہ کو بیان کر رہے ہیں جن کا عکس آتا ہے۔ اور یہ چھ ہیں: ۱-ضروریہ مطلقہ۔ ۲-دائمہ مطلقہ۔ ۳-مشروطہ عامہ۔ ۴-عرفیہ عامہ۔ ۵-مشروطہ خاصہ۔ ۶-عرفیہ خاصہ۔

ماتن وشارح فرماتے ہیں کہ ضروریہ مطلقہ سالبہ اور دائمہ مطلقہ سالبہ کا عکس دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ آتا ہے، جیسے **بالضرورۃ لاشیٔ من ج ب اور دائمًا لاشیٔ من ج ب**، دیکھئے یہ دونوں قضیے سالبہ کلیہ ہیں ان میں سے پہلا قضیہ ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ ہے، اور دوسرا دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ ہے، ان دونوں کا عکس دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ آئے گا، یعنی **لاشیٔ من ب ج**، اس کو ایک واضح مثال سے سمجھئے، جیسے **بالضرورۃ یا دائمًا لا شیٔ من الانسان بحجرٍ** ان کا عکس ہوگا **بالضرورۃ یا دائمًا لاشیٔ من الحجر بانسانٍ**، دیکھئے یہاں اصل قضیہ میں انسان موضوع اور حجر محمول تھا اس کے عکس میں انسان کو محمول اور حجر کو موضوع بنا دیا اور دونوں شرطیں بھی پائی جا رہی ہیں، یعنی اصل قضیہ جس طرح صادق ہے، اسی طرح اس کا عکس بھی صادق ہے، اور اصل قضیہ جس طرح سالبہ ہے، اس کا عکس بھی سالبہ ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ اور دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ، دونوں کا عکس دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ ہوتا ہے، یہ ایک دعویٰ ہے جس کو ماتن وشارح نے دلیلِ خلف سے ثابت کیا ہے۔ خُلف خلافِ مفروض کا مخفف ہے، ایسی دلیل جو خلاف مفروض کو مستلزم ہو، جس میں مدعی اپنے مدعا کو عکس کی نقیض کو باطل کر کے ثابت کرتا ہے۔ اسی کو دلیل خلف کہا جاتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ عکس کی نقیض کو اصل کے ساتھ ملا کر شکل اول سے نتیجہ نکالا جاتا ہے، نقیض کو صغریٰ اور اصل قضیہ کو کبریٰ بنایا جاتا ہے، یہ نتیجہ محال پر مشتمل ہوتا ہے، کیوں کہ وہ **سلب الشیٔ عن نفسہ** کو مستلزم ہوتا ہے، جو خود محال ہے۔ دلیل خلف کی وضاحت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جناب آپ نے جو دعویٰ کیا کہ ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ اور دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ کا عکس دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ آتا ہے، میں اس کو نہیں مانتا، تو اس سے کہا جائے گا کہ اگر آپ اس کو نہیں مانتے تو اس کی نقیض موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ آپ کو ماننی پڑے گی، اس لئے کہ اگر آپ اس کی نقیض کو بھی نہیں مانیں گے تو ارتفاع نقیض لازم آئے گا، جو کہ باطل ومحال ہے، لہٰذا اس سے یہ بات ثابت ہوگی کہ اگر آپ عکس کو نہیں مانیں گے تو نقیض کو ماننی پڑے گی۔ پھر ہم اس نقیض کو اصل قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل اول بنائیں گے، جس میں نقیض کو صغریٰ اور اصل قضیہ کو کبریٰ بنائیں گے اور اس طرح کہیں گے **بعض ب ج بالاطلاع العام و لاشیٔ من ج ب دائمًا**، اب حد اوسط یعنی "ج" کو گرا دیں گے تو نتیجہ نکلے گا **بعض ب لیس ب دائمًا**، اور یہ خلاف مفروض ہے، جو بالکل باطل ہے، اس لئے کہ یہاں "ب" کی نفی خود "ب" سے ہو رہی ہے جو **سلب الشیٔ عن نفسہ** کو مستلزم ہے، اور یہ محال ہے، یہ محال کیوں پیدا ہوا، اس کا منشاء کیا ہے؟ اس میں تین احتمال ہیں۔ ۱-یا تو شکل اول یعنی مقدمتین کی ترکیب کی وجہ سے محال پیدا ہوا ہے۔ ۲-یا اصل قضیہ کی وجہ سے۔ ۳-یا عکس نقیض کی وجہ سے، اس کا منشا مقدمتین کی ترکیب تو ہو نہیں سکتا،

کیوں کہ ترتیب مقدمتین صحیح ہے اس میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ اور اصل قضیہ بھی اس کا منشا نہیں ہوسکتا، کیوں کہ وہ مفروض الصدق ہے، تو لامحالہ یہ محال عکس کی نقیض کی وجہ سے لازم آیا ہے، لہٰذا نقیض باطل ہے اور عکس صحیح ہے، گویا یہ ثابت ہوگیا کہ ضروریہ مطلقہ سالبہ اور دائمہ مطلقہ سالبہ کا عکس دائمہ مطلقہ سالبہ درست ہے۔

لایقال لانم الخ اس عبارت سے شارح نے ایک اعتراض کا جواب دیا ہے، معترض کہتا ہے کہ جناب آپ نے جو کہا کہ بعض ب لیس ب بالاطلاق العام، محال ہے، کیوں کہ اس میں سلب الشیٔ عن نفسہ لازم آرہا ہے، جو خود محال ہے، ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے، اس لئے کہ بعض ب لیس ب یہ سالبہ ہے، اور یہ بات گزر چکی ہے کہ سالبہ کے تحقق کے لئے موضوع کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے، خواہ موضوع موجود ہو یا موجود نہ ہو، دونوں صورتوں میں سالبہ ثابت ہوجاتا ہے۔ تو ایسا ہوسکتا ہے کہ یہاں جو آپ نے مثال پیش کی ہے، اس میں جو "ب" کی نفی خود "ب" سے ہو رہی ہے، تو یہ ممکن ہے کہ یہاں موضوع معدوم ہو اور محمول موضوع کے معدوم ہونے کی وجہ سے سلب ہو رہا ہو، اس اعتبار سے بعض ب لیس ب صادق ہے، لہٰذا آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ وہ کاذب اور باطل ہے؟

لانا نقول سے شارح نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے۔ حاصل جواب یہ ہے کہ سالبہ کا صادق ہونا دو طرح سے ہوسکتا ہے، ایک تو اس صورت میں جب کہ اس کا موضوع معدوم ہو تو صادق ہوتا ہے، یا موضوع موجود ہوتا ہے، اور محمول کے سلب ہونے کی وجہ سے صادق ہوتا ہے، اور اس مثال میں یعنی بعض ب لیس ب دائما میں پہلی صورت مراد نہیں کہ سالبہ کا صدق موضوع معدوم سے ہو، کیوں کہ عکس کی نقیض موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ یعنی بعض ج ب بالاطلاق العام کو صادق فرض کرلیا گیا ہے، اور یہ بات آپ کو معلوم ہی ہے کہ موجبہ کے صادق ہونے کے لئے خارج میں موضوع کا موجود ہونا ضروری ہے، وجودِ موضوع کے بغیر موجبہ کا تحقق نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ "ب" معدوم نہیں بلکہ موجود ہے، اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ شکل اول کے نتیجہ یعنی بعض ب لیس ب میں جو "ب" موضوع ہے، یہ وہی "ب" ہے جو عکس کی نقیض یعنی موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ میں تھی، جب یہ "ب" وہی "ب" ہے تو خارج میں معدوم نہ ہوئی، بلکہ موجود ہوئی۔ اس کے پیشِ نظر ہم نے کہا کہ مذکورہ مثال میں پہلی صورت مراد نہیں ہے، بلکہ دوسری صورت یعنی سالبہ میں موضوع موجود ہو اور محمول سلب ہو رہا ہو، مراد ہے، اس کی روشنی میں بعض ب لیس ب بالفعل محال ہے، کیوں کہ ایک شئ اپنے آپ سے سلب ہو رہی ہے، اور سلب الشیٔ عن نفسہ چونکہ محال ہے، کیوں کہ یہاں سالبہ کا موضوع "ب" موجود ہے، معدوم نہیں ہے، پھر سا "ب" سے "ب" کو سلب کیا جارہا ہے، اور سلب الشیٔ عن نفسہ چونکہ محال ہے، اس لئے جو چیز محال کو مستلزم ہو وہ بھی باطل ہے، لہٰذا بعض ب لیس ب بالفعل بھی باطل ہے۔ اور یہ بطلان چونکہ نقیض کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، اس لئے عکس کی نقیض باطل ہے، اور عکس ہی صحیح ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ ذَهَبَ اِلیٰ اِنْعِكَاسِ السَّالِبَةِ الضَّرُوْرِيَّةِ كَنَفْسِهَا وَ هُوَ فَاسِدٌ لِجَوَازِ اِمْكَانِ صِفَةٍ لِنَوعَيْنِ تَثْبُتُ لِاَحَدِهِمَا فَقَطْ بِالْفِعْلِ دُوْنَ الْاٰخَرِ فَيَكُوْنُ النَّوْعُ الْاٰخَرُ مَسْلُوْبًا عَمَّا لَهٗ تِلْكَ الصِّفَةُ بِالْفِعْلِ بِالضَّرُوْرَةِ مَعَ اِمْكَانِ ثُبُوْتِ الصِّفَةِ لَهٗ فَلَا يَصْدُقُ سَلْبُهَا عَنْهُ بِالضَّرُوْرَةِ كَمَا اَنَّ مَرْكُوْبَ زَيْدٍ يَكُوْنُ مُمْكِنًا لِلْفَرَسِ وَالْحِمَارِ وَ ثَابِتًا لِلْفَرَسِ بِالْفِعْلِ دُوْنَ الْحِمَارِ فَيَصْدُقُ لَا شَيْءَ مِنْ مَرْكُوْبِ زَيْدٍ بِحِمَارٍ بِالضَّرُوْرَةِ وَ لَا يَصْدُقُ لَا شَيْءَ مِنَ الْحِمَارِ بِمَرْكُوْبِ زَيْدٍ بِالضَّرُوْرَةِ لِصِدْقِ نَقِيْضِهٖ وَ هُوَ بَعْضُ الْحِمَارِ مَرْكُوْبُ زَيْدٍ بِالْاِمْكَانِ.

ترجمہ: بعض لوگ اس طرف گئے ہیں کہ سالبہ ضروریہ کا عکس سالبہ ضروریہ کی طرح ہے، اور یہ فاسد ہے، کیوں کہ صفت کا دو نوع کے لئے ہونا ممکن ہے، جن میں سے ایک کے لئے صرف بالفعل ثابت ہو، نہ کہ دوسرے کے لئے تو دوسری نوع اس نوع سے ضرور مسلوب ہوگی، جس کے لئے بالفعل صفت ثابت ہے، اس کے لئے صفت کے ثبوت کے امکان کے ساتھ لہٰذا اس نوع سے صفت کا سلب بالضرورہ صادق نہ ہوگا، جیسے **مرکوب زید،** فرس اور حمار دونوں کے لئے ممکن ہے، لیکن فرس کے لئے بالفعل ثابت ہے نہ کہ حمار کے لئے، تو **لاشئ من مرکوب زیدٍ بحمارٍ بالضرورۃ** صادق ہوگا، اور **لاشئ من الحمار بمرکوب زیدٍ بالضرورۃ** صادق نہ ہوگا، اس لئے کہ اس کی نقیض یعنی **بعض الحمار مرکوب زید بالامکان** صادق ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے سالبہ ضروریہ کے عکس کے سلسلہ میں بعض حضرات کے نظریہ کو فاسد قرار دیا ہے۔ بعض حضرات کا نظریہ یہ ہے کہ سالبہ ضروریہ کا عکس مستوی سالبہ ضروریہ آتا ہے، جیسے **لاشئ من الانسان بحجرٍ بالضرورۃ** یہ ضروریہ مطلقہ سالبہ ہے اور صادق ہے اور اس کا عکس **لاشئ من الحجر بانسان بالضرورۃ** بھی صادق ہے، لہٰذا ضروریہ سالبہ کا عکس، سالبہ ضروریہ آتا ہے۔ شارح کہتے ہیں کہ یہ نظریہ فاسد ہے، درست نہیں ہے، دلیل یہ ہے کہ ممکن ہے ایک صفت دو نوع کے لئے ثابت ہو، جن میں سے ایک کے لئے بالفعل ثابت ہو، اور دوسری نوع کے لئے بالفعل ثابت نہ ہو، بلکہ بالامکان ثابت ہو، تو جس نوع کے لئے صفت بالفعل ثابت ہے اس سے دوسری نوع ضرور مسلوب ہوگی، اور چونکہ صفت کا ثبوت اس دوسری نوع کے لئے بھی ممکن ہے اس لئے اس نوع سے صفت کا سلب بالضرورۃ صادق نہ ہوگا، یعنی وہ صفت اگر چہ بالفعل دوسری نوع کے لئے ثابت نہیں ہے، لیکن صفت کا ثبوت ممکن ضرور ہے۔ اس لئے اس کا سلب دوسری نوع سے بالضرورۃ صادق نہ ہوگا، مثال کے طور پر فرس اور حمار دونوں زید کی سواری بن سکتے ہیں، یہ صفت رکوب دونوں نوعوں کے لئے ثابت ہے، لیکن اگر زید کی سواری بالفعل فرس ہو، حمار نہ ہو تو یوں کہنا صحیح ہوگا **لاشئ من مرکوب زید بحمار بالضرورۃ** کہ بالفعل گدھا زید کی سواری نہیں ہے، یہ قضیہ صادق ہے، اس لئے کہ بالفعل اس کی سواری فرس ہے، جب بالفعل زید کی سواری فرس ہے تو دوسری نوع ضروری طور پر اس سے خارج ہوگئی کہ زید بالفعل گدھے پر سوار نہیں ہے۔ ہاں اس پر زید کا سوار ہونا ممکن ہے، محال نہیں ہے، یہ قضیہ آپ نے دیکھا کہ صادق ہے، لیکن اس کا عکس اگر سالبہ ضروریہ ہی نکال کر یوں کہا جائے **لاشئ من الحمار بمرکوب زیدٍ بالضرورۃ** تو یہ صادق نہ ہوگا، کیوں کہ اس کی نقیض **بعض الحمار مرکوب زیدٍ بالامکان** صادق ہے، جب اس کی نقیض صادق ہے تو معلوم ہوا کہ اس کا عکس کاذب ہے، کیوں کہ دونوں نہ تو جمع ہو سکتے ہیں، اور نہ مرتفع ہو سکتے ہیں، اگر دونوں جمع ہو جائیں تو اجتماع نقیضین لازم آئے گا، اور یہ محال ہے، اور اگر دونوں مرتفع ہو جائیں تو ارتفاع نقیضین لازم آئے گا؛ اور یہ بھی محال ہے، اور عکس مستوی کا یہ کذب اس وجہ سے لازم آرہا ہے کہ سالبہ ضروریہ کا عکس مستوی سالبہ ضروریہ نکالا گیا ہے۔ لہٰذا سالبہ ضروریہ کا عکس سالبہ ضروریہ آنا باطل ہے، اور سالبہ ضروریہ کا عکس مستوی سالبہ ضروریہ چونکہ عکس کی نفی پر مشتمل تھا اس لئے ایک مادہ سے ہی تخلف کا اثبات کافی ہے کہ جس میں سالبہ ضروریہ کا عکس جب سالبہ ضروریہ نکالا گیا تو وہ کاذب ہوگیا، جس سے یہ ثابت ہوگیا کہ سالبہ ضروریہ کا عکس سالبہ ضروریہ نہیں آتا، بلکہ دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ آتا ہے جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

قَالَ وَامَّا الْمَشْرُوطَةُ وَ الْعُرْفِيَّةُ الْعَامَّتَانِ فَتَنْعَكِسَانِ عُرْفِيَّةً عَامَّةً كُلِّيَّةً لِاَنَّهُ اِذَا صدق بِالضَّرُورَةِ اَوْ دائِمًا لاَ شَيْءَ مِنْ جَ بَ مَا دامَ جَ فَدائِمًا لاَ شَيْءَ مِنْ بَ جَ مَادامَ بَ وَ اِلاَّ فَبعضُ بَ جَ حِينَ هُو بَ

وَهُوَ مَعَ الاَصْلِ يُنتِجُ بعضُ بَ لَيسَ بَ حِينَ هُوَ بَ وَ هُوَ مُحٰ وَ اَمَّا الشَّرطِيَّةُ وَ العُرفِيَّةُ الخَاصَّتَانِ فَتنعَكِسَانِ عُرُفِيَّةً عَامَّةً لاَ دَائِمَةً فِي البَعْضِ اَمَّا العُرُفِيَّةُ العَامَّةُ فَلِكَوِنِهَا لاَزِمَةً لِلعَامَّتَينِ وَ اَمَّا اللاَّدَوَامُ فِي البَعْضِ فَلِاَنَّهُ لَوْ كَذَبَ بَعضُ بَ جَ بِالاِطلاَقِ العَامِ لَصَدقَ لاَ شَيْءَ مِنْ بَ جَ دَائِمًا فتنعَكِسُ اِلىٰ لاَ شَيْءَ مِنْ جَ بَ دَائِمًا وَ قَدْ كَانَ كُلُّ جَ بَ بِالْفِعْلِ هٰذَا خُلْفٌ. **اَقُولُ** السَّالِبَةُ الكُلِّيَةُ المَشْرُوطَةُ وَ العُرُفِيَّةُ العَامَّتَانِ تَنعَكِسَانِ عُرُفِيَّةً عَامَّةً كُلِيَّةً لِاَنَّهُ مَتىٰ صدق بِالضَّرورَةِ اَوْ دائِمًا لاَ شَيْءَ مِنْ جَ بَ مَادامَ جَ صدق دائِمًا لاَ شَيْءَ مِنْ بَ جَ مَادامَ بَ وَاِلاَّ فبعضُ بَ جَ حِينَ هُو بَ لِاَنَّهُ نقِيضُهُ وَ نَضُمُّهُ مَعَ الاَصْلِ بِاَنْ نَقُوْلَ بعضُ بَ جَ حِينَ هُو بَ وَ بِالضَّرُورَةِ اَوْ دَائِمًا لاَ شَيْءَ مِنْ جَ بَ مَا دامَ جَ فَيُنتِجُ بَعضُ بَ لَيسَ بَ حِينَ هُوَ بَ وَ انَّهُ مُحٰ وَ هُوَ نَاشٍ مِنْ نَقِيضِ العَكْسِ فَالعَكْسُ حَقٌّ وَ مِنهُمْ مَن زَعَمَ اَنَّ المَشرُوطَةَ العَامَّةَ تَنعَكِسُ كَنَفْسِهَا وَ هُوَ بَطٰلٌ لِاَنَّ المَشرُوطَةَ العَامَّةَ هِيَ الَّتِي لِوَصْفِ المَوضُوعِ فِيهَا دَخَلٌ فِي تَحَقُّقِ الضَّرُورَةِ عَلىٰ مَا سَبَقَ فَيكُوْنُ مَفهُومُ السَّالِبَةِ المَشرُوطَةِ العَامَّةِ مُنَافَاةُ وَصْفِ المَحمُولِ لِمَجمُوعِ وَصفِ المَوضُوعِ وَ ذَاتِهِ وَمَفهُومُ عَكسِهَا مُنَافَاةُ وصْفِ المَوضُوعِ لِمجمُوعِ وصفِ المَحمُولِ وَ ذاتِهِ وَ مِنَ البَيِّنِ اَنَّ الاَوَّلَ لاَيَستَلزِمُ الثَّانِي

ترجمہ: ماتن نے کہا: بہر حال مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ تو یہ دونوں عرفیہ عامہ کلیہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورۃ یا دائمًا لاشیٔ من ج ب مادام ج صادق ہوگا تو اس کا عکس دائمًا لاشیٔ من ب ج مادام ب (صادق ہوگا) ورنہ تو بعض ب ج حین ھو ب (صادق ہوگا) اور یہ اصل کے ساتھ بعض ب لیس ب حین ھو ب کا نتیجہ دے گا، اور یہ محال ہے، اور بہر حال مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ تو یہ دونوں عرفیہ عامہ لادائمہ فی البعض کی طرف منعکس ہوں گے، بہر حال عرفیہ عامہ تو اس لئے کہ یہ عامتین کو لازم ہے، اور بہر حال لادوام فی البعض تو اس لئے کہ اگر بعض ب ج بالاطلاق العام کاذب ہو تو لاشیٔ من ب ج دائمًا صادق ہوگا، جو لاشیٔ من ج ب دائمًا کی طرف منعکس ہوگا، اور حالانکہ کل ج ب بالفعل تھا، (اور) یہ خلاف مفروض ہے۔
میں کہتا ہوں کہ سالبہ کلیہ مشروطہ عامہ اور سالبہ کلیہ عرفیہ عامہ، عرفیہ عامہ کلیہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ جب بالضرورۃ یا دائمًا لاشیٔ من ج ب مادام ج صادق ہوگا تو دائمًا لاشیٔ من ب ج مادام ب بھی صادق ہوگا، ورنہ تو بعض ب ج حین ھو ب صادق ہوگا، اس لئے کہ یہ اس کی نقیض ہے، اور ہم اس کو اصل کے ساتھ ملا کر اس طرح کہیں گے بعض ب ج حین ھو ب و بالضرورۃ یا دائمًا لاشیٔ من ج ب مادام ج تو بعض ب لیس ب حین ھو ب کا نتیجہ دے گا اور یہ محال ہے۔ اور یہ عکس کی نقیض سے پیدا ہوا ہے لہٰذا عکس حق ہے۔ اور ان میں سے بعض نے یہ سمجھا ہے کہ مشروطہ عامہ کنفسھا منعکس ہوتا ہے، اور یہ باطل ہے، اس لئے کہ مشروطہ عامہ وہ (قضیہ) ہے جس میں وصفِ موضوع کے لئے ضرورت کے تحقق میں دخل ہو، جیسا کہ گزرا، تو سالبہ مشروطہ عامہ کا مفہوم وصفِ موضوع اور ذاتِ موضوع کے مجموعہ کے لئے وصفِ محمول کی منافات ہوگی، اور اس کے عکس کا مفہوم وصفِ محمول اور ذاتِ محمول کے مجموعہ کے لئے وصفِ موضوع کی منافات ہوگی، اور یہ بات واضح ہے کہ اول ثانی کو مستلزم نہیں ہے۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے سالبہ کلیہ عرفیہ عامہ، سالبہ کلیہ مشروطہ عامہ، سالبہ کلیہ عرفیہ خاصہ، سالبہ کلیہ مشروطہ خاصہ کا عکس مستوی بیان کیا ہے۔ شارح فرماتے ہیں کہ سالبہ کلیہ عرفیہ عامہ اور سالبہ کلیہ مشروطہ عامہ کا عکس مستوی عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ آتا ہے، جیسے بالضرورۃ یادائمًا لاشیٔ من ج ب مادام ج دیکھئے یہ دونوں قضیہ صادق ہیں اور ان دونوں کا عکس مستوی دائمًا لاشیٔ من ب ج مادام ب بھی صادق ہے، شارح نے اس کو بھی دلیل خلف سے ثابت کیا ہے، جس کی تقریر یہ ہے کہ اگر کوئی اس عکس کو نہ مانے تو اس کی نقیض بعض ب ج حین ھو ب کو ماننا پڑے گا ورنہ تو ارتفاع نقیضین لازم آئے گا، جو کہ محال ہے، پھر ہم اس نقیض اور اصل قضیہ سے شکل اول بنائیں گے، اور اس طرح کہیں گے بعض ب ج حین ھو ب و بالضرورۃ او دائمًا لاشیٔ من جب ب مادام ج، حداوسط یعنی "ج" کو گرادینے کے بعد نتیجہ نکلے گا، بعض ب لیس ب حین ھو ب اور یہ محال ہے، یہ امر محال نہ تو شکل اول کی وجہ سے پیدا ہوا، نہ ہی اصل قضیہ کی وجہ سے بلکہ یہ نقیض سے پیدا ہوا ہے، اس لئے نا قض باطل ہے، اور ان دونوں کا عکس عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ صادق ہے۔

ومنھم من زعم الخ اس عبارت میں شارح نے بعض حضرات مناطقہ کے قول کو باطل قرار دیا ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ مشروطہ عامہ کا عکس مشروطہ عامہ آتا ہے، شارح کہتے ہیں کہ یہ کہنا فاسد اور باطل ہے، اس لئے کہ مشروطہ عامہ کی دو تعریف کی گئی ہیں۔ ایک تعریف یہ ہے کہ جس میں ضرورت کو وصفِ موضوع کے تحقق میں دخل ہو، اس تعریف کے لحاظ سے اگر مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ کا عکس مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ نکالا جائے تو وہ صحیح نہیں ہوتا، کیوں کہ اس تعریف کے لحاظ سے مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ کا مطلب یہ ہو جاتا ہے کہ وصفِ محمول وصفِ موضوع اور ذاتِ موضوع دونوں کے منافی ہے، جیسے لاشیٔ من الکاتب بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبًا، اس میں وصفِ محمول یعنی ساکن الاصابع وصفِ موضوع یعنی کاتب اور ذاتِ موضوع یعنی افراد کاتب، دونوں کے منافی ہے۔ اب اگر اسکا عکس بھی مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ نکالا جائے تو پھر اسکا مطلب یہ ہو جائے گا کہ وصفِ موضوع وصفِ محمول اور ذاتِ محمول دونوں کے منافی ہے، چنانچہ یہ قضیہ یوں ہو جائے گا، لاشیٔ من ساکن الاصابع بکاتب مادام کاتبًا اس میں وصفِ محمول (جو کہ اصل میں وصفِ موضوع تھا) وصفِ موضوع (جو کہ اصل میں وصفِ محمول تھا) اور ذاتِ موضوع (جو کہ اصل میں ذاتِ محمول تھا) دونوں کے منافی ہے، اور ظاہر ہے کہ اول ثانی کو لازم نہیں، حالانکہ عکس لازم ہوتا ہے، تو معلوم ہوا کہ مشروطہ عامہ کا عکس مشروطہ عامہ درست نہیں ہے، لہٰذا بعض مناطقہ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ کا عکس مستوی مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ آتا ہے، ہاں اگر مشروطہ عامہ کی دوسری تعریف کو لیا جائے، جس میں ضرورت بشرط الوصف کا حکم ہوتا ہے تو اس تعریف کے اعتبار سے مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ کا عکس مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ ہی آتا ہے، کیوں کہ اس میں وصفِ محمول اور وصفِ موضوع میں منافات ہوتی ہے، لہٰذا ایک دوسرے کو مستلزم ہو جائے گا۔

وَ اَمَّا الْمَشْرُوْطَةُ وَ الْعُرْفِيَّةُ الْخَاصَّتَانِ فَتَنْعَكِسَانِ عُرْفِيَّةً عَامَّةً مُقَيَّدَةً بِاللَّادَوَامِ فِي الْبَعْضِ فَاِنَّهٗ اِذَا صَدَقَ بِالضَّرُوْرَةِ اَوْ دَائِمًا لَا شَيْءَ مِنْ جَ بَ مَادَامَ جَ لَادَائِمًا فَلْيَصْدُقْ دَائِمًا لَاشَيْءَ مِنْ بَ جَ مَادَامَ بَ لَا دَائِمًا فِي الْبَعْضِ اَيْ بَعْضِ بَ جَ بِالْفِعْلِ فَاِنَّ اللَّادَوَامَ فِي الْقَضَايَا الْكُلِّيَّةِ مُطْلَقَةٌ عَامَّةٌ كُلِّيَّةٌ عَلٰى مَا عَرَفْتَ وَ اِذَا قُيِّدَ بِالْبَعْضِ يَكُوْنُ مُطْلَقَةً عَامَّةً جُزْئِيَّةً اَمَّا صِدْقُ الْعُرْفِيَّةِ الْعَامَّةِ وَ هِيَ لَا شَيْءَ مِنْ بَ جَ مَادَامَ بَ فَلِاَنَّهَا لَازِمَةٌ لِلْعَامَّتَيْنِ وَ لَازِمُ الْعَامِّ لَازِمُ الْخَاصِّ وَ اَمَّا صِدْقُ اللَّادَوَامِ فِي الْبَعْضِ فَلِاَنَّهٗ لَوْ لَمْ

يَصْدُقُ بعضُ بَ جَ بِالفِعْلِ لَصَدَقَ لاَ شَيْءَ مِنْ بَ جَ دَائِمًا وَ تَنْعَكِسُ اِلَىٰ لاَ شَيْءَ مِنْ جَ بَ دَائِمًا وَ قَدْ كَانَ بِحُكْمِ لاَ دوامَ الاَصْلِ كُلُّ جَ بَ بِالفِعْلِ هٰذَا خُلْفٌ وَ اِنَّمَا لاَ تَنْعَكِسَانِ اِلَى العُرفِيَّةِ العَامَّةِ المُقَيَّدَةِ بِاللَّادَوَامِ فِي الْكُلِّ لِاَنَّهُ يَصْدُقُ لاَ شَيْءَ مِنَ الكَاتِبِ بِسَاكِنِ الاَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِبًا لاَ دَائِمًا وَ يَكْذِبُ لاَ شَيْءَ مِنَ السَّاكِنِ بِكَاتِبٍ مَادَامَ سَاكِنًا لاَ دَائِمًا لِكِذْبِ اللَّادَوَامِ وَ هُوَ كُلُّ سَاكِنٍ كَاتِبٌ بِالاِطْلاَقِ العَامِّ لِصِدْقِ بعضِ السَّاكِنِ لَيْسَ بِكَاتِبٍ دَائِمًا لِاَنَّ مِنَ السَّاكِنِ مَاهُوَ سَاكِنٌ دَائِمًا كَالاَرْضِ.

ترجمہ: اور بہرحال مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ تو یہ دونوں عرفیہ عامہ مقید بالدوام فی البعض کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورۃ یادائما لاشئ من ج ب مادام ج لادائماصادق ہوگاتو دائما لاشئ من ب ج مادام ب لادائما فی البعض یعنی بعض ب ج بالفعل بھی صادق ہوگا، اس لئے کہ لادوام قضایا کلیہ میں مطلقہ عامہ کلیہ ہوتا ہے، جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا، اور جب بعض کے ساتھ مقید کر دیا گیا تو مطلقہ عامہ جزئیہ ہوگا، اور بہرحال عرفیہ عامہ یعنی لاشئ من ب ج مادام ب کا صدق تو اس لئے ہے کہ یہ عامتین کو لازم ہے، اور عام کا لازم خاص کا لازم ہوتا ہے، اور بہرحال لادوام فی البعض کا صادق ہونا تو اس لئے ہے کہ اگر بعض ب ج بالفعل صادق نہ ہوتو لاشئ من ب ج دائما صادق ہوگا، اور لاشئ من ج ب دائما کی طرف منعکس ہوگا، حالانکہ اصل قضیہ کا لادوام کل ج ب بالفعل تھا یہ خلاف مفروض ہے، اور یہ دونوں عرفیہ عامہ مقید باللا دوام فی الکل کی طرف منعکس نہیں ہوئے، اس لئے کہ لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبا لادائما صادق ہے، اور لاشئ من الساکن بکاتب مادام ساکنا لادائما کاذب ہے، لادوام کے کاذب ہونے کی وجہ سے، اور وہ کل ساکن کاتب بالاطلاق العام ہے، اس لئے کہ بعض الساکن لیس بکاتب دائماصادق ہے؛ اس لئے کہ ساکن کے بعض (افراد) ایسے ہیں جو دائمی طور پر ساکن ہیں، جیسے زمین۔

تشریح: اس عبارت میں شارحؒ نے مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کا عکس مستوی بیان کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ سالبہ کلیہ مشروطہ خاصہ اور سالبہ کلیہ عرفیہ خاصہ کا عکس مستوی عرفیہ عامہ سالبہ اور جزئیہ مطلقہ عامہ آتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ سالبہ کلیہ مشروطہ خاصہ اور سالبہ کلیہ عرفیہ خاصہ چونکہ مرکبات میں سے ہیں اور مرکبات دو جزؤں سے بنتے ہیں، اس لئے مشروطہ خاصہ کے عکس کے بھی دو جزء ہوں گے۔ پہلا جزء عرفیہ عامہ ہے اور دوسرا جزء موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ ہے، جیسے بالضرورۃ لاشئ من ج ب مادام ج لادائما یہ مشروطہ خاصہ سالبہ کلیہ ہے، لہٰذا اس کے پہلے جزء کا عکس عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ اور دوسرے جزء کا عکس مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ آئے گا، چنانچہ اس کا عکس اس طرح ہوگا لاشئ من ب ج مادام ب لادائما فی البعض یعنی بعض ب ج بالفعل، عرفیہ خاصہ سالبہ کلیہ کی مثال بعینہ اسی طرح ہے صرف اتنا فرق ہے کہ اس میں جہت "دوام" کی ہوتی ہے۔ لادوام سے قضایا کلیہ میں مطلقہ عامہ کلیہ مراد ہوتا ہے، اور جب لادوام کے ساتھ "فی البعض" کی قید لگادی جائے تو اس سے مطلقہ عامہ جزئیہ مراد ہوتا ہے۔ ان دونوں کے عکس میں دو باتیں ہیں۔ یہ تو یہ پہلے جزء کا عکس عرفیہ عامہ کیوں آتا ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ عرفیہ عامہ عامتین کو لازم ہے، اور عامتین خاصتین کو لازم ہے، اور خاصتین عامتین سے اخص ہیں، اور عامتین اعم ہیں، تو چونکہ عام کا لازم وہ خاص کا لازم ہوتا ہے اس لئے جو چیز عامتین کو لازم ہوگی یعنی عکس وہ خاصتین کو بھی لازم ہوگی، اور عامتین کو عرفیہ عامہ لازم ہے، اس لئے عامتین کے واسطہ سے خاصتین کا عکس بھی عرفیہ عامہ آئے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ لا دوام فی البعض سے موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ مراد ہوتا ہے، اور وہ بعض ب ج بالفعل ہے، اگر کوئی شخص اس عکس کو نہ مانے تو اس کی نقیض دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ کو ماننی پڑے گی، اور وہ ہے لاشیٔ من ج ب دائمًا، پھر اس نقیض کا عکس نکالا جائے، کیوں کہ عکس قضیہ کو لازم ہوتا ہے، اور دائمہ مطلقہ کا عکس دائمہ مطلقہ ہی آتا ہے، لہٰذا اس کا عکس لاشیٔ من ج ب دائمًا ہوگا، حالانکہ لا دوام جو اصل تھا اس میں کل ج ب بالفعل تھا، یہ خرابی عکس نہ ماننے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے، اس لئے یہ بات متعین ہوگئی کہ عکس صادق ہے، اور اس کی نقیض باطل ہے، اور یہ خلاف مفروض ہے، اس امر محال کو شکل بنا کر بھی ثابت کیا جا سکتا ہے۔

وإنما لانتعكسان الخ اس عبارت میں شارح نے ایک اعتراض کا جواب دیا ہے۔ معترض کہتا ہے کہ عکس کے دوسرے جزء کو آپ نے "لادوام فی البعض" کے ساتھ مقید کیا ہے، "فی الکل" کے ساتھ کیوں مقید نہیں کیا، کہ خاصتین کا عکس عرفیہ عامہ اور لادوام فی الکل یعنی مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ آتا ہے، آخر فی البعض کی قید کا کیا فائدہ ہے؟

حاصلِ جواب یہ ہے کہ اگر "کل" کی قید لگائی جائے تو پھر اس کا عکس صادق نہیں ہوتا کاذب ہو جاتا ہے، حالانکہ عکس میں صدق ضروری ہے، جیسے لاشیٔ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبًا لادائمًا ای کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل، یہ صادق ہے اب اگر اس کے عکس کے دوسرے جزء میں "کل" کا اعتبار کیا جائے تو پھر وہ کاذب ہو جاتا ہے، ای لاشیٔ من ساکن الاصابع بکاتب مادام ساکنا لادائمًا ای کل ساکن کاتب بالاطلاق العام، اس دوسرے جزء میں "کل" کا اعتبار کر کے عکس نکالا گیا ہے، اس لئے یہ کاذب ہے، دلیل یہ ہے کہ اس کی نقیض دائمہ مطلقہ سالبہ جزئیہ صادق ہے، اور وہ ہے بعض الساکن لیس بکاتب دائمًا، یہ صادق ہے، کیوں کہ حقیقت ہے کہ بعض ساکن دائمی طور پر کاتب نہیں ہے، جیسے زمین ساکن ہے، لیکن وہ دائمی طور پر کاتب نہیں ہے، جب نقیض صادق ہے تو یقیناً اس کا عکس کاذب ہوگا اور عکس کا یہ کذب اس لئے لازم آرہا ہے کہ عکس کے دوسرے جزء میں "لادوام فی الکل" کا اعتبار کیا گیا ہے، اور جب لا دوام فی البعض کا اعتبار کیا جائے تو یہ خرابی لازم نہیں آتی، اس لئے کہ اس حقیقت کے پیشِ نظر عکس کے دوسرے جزء کو لا دوام فی البعض کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ یہی اس قید کا فائدہ ہے، فافہم۔

نقشہ عکس موجہات سوالب کلیہ

نمبر شمار	اصل قضیہ	مثالیں	عکس قضیہ	مثالیں
۱	ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	بالضرورۃ او دائمًا لاشیٔ من الانسان بحجر	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	دائمًا لاشیٔ من الحجر بانسان
۲	مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ	بالضرورۃ او دائمًا لاشیٔ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبًا	عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ	دائمًا لاشیٔ من ساکن الاصابع بکاتب مادام ساکنًا
۳	مشروطہ خاصہ سالبہ کلیہ یا عرفیہ خاصہ	بالضرورۃ او دائمًا لاشیٔ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبًا لادائمًا	عرفیہ عامہ لادائمہ فی البعض	دائمًا لاشیٔ من ساکن الاصابع بکاتب مادام ساکنًا وبعض متحرک الاصابع کاتب بالفعل

قال وَ اِنْ كَانَتْ جُزْئِيَّةً فَالْمَشْرُوطَةُ وَ الْعُرْفِيَّةُ الْخَاصَّتَانِ تَنْعَكِسَانِ عُرْفِيَّةً خَاصَّةً لِاَنَّهُ اِذَا صَدَقَ بِالضَّرُوْرَةِ اَوْ دَائِمًا بعضُ جَ لَيْسَ بَ مَادامَ جَ لَادَائِمًا صدق دائِمًا لَيْسَ بعضُ بَ جَ مَادامَ لاَ دائِمًا لِاَنَّا نفرِضُ ذاتَ الْمَوضُوْعِ وَ هُوَ جَ دَ فَدَ جَ بِالْفِعْلِ وَ دَ بَ ايضـ بِحُكمِ اللَّادَوامِ وَ لَيسَ دَ جَ مَادامَ بَ وَ اِلَّا لَكَانَ دَ جَ حِيْنَ هُوَ بَ فَيَكُوْنُ بَ حِيْنَ هُوَ جَ وَقَدْ كَانَ لَيْسَ بَ مَادامَ جَ هٰذَا خُلْفٌ وَ اِذَا صَدَقَ جَ وَ بَ عَلَيْهِ وَ تَنَافَيَا فِيْهِ صَدَقَ بَعْضُ بَ لَيْسَ جَ مَادامَ بَ لاَ دائِمًا وَ هُوَ المطـ وَ اَمَّا الْبَوَاقِيُ فَلاتَنْعَكِسُ لِاَنَّهُ يَصْدُقُ بِالضَّرُوْرَةِ بعضُ الحيَوَانِ لَيسَ بِانْسَانٍ وَ بِالضَّرُوْرَةِ لَيْسَ بعضُ الْقَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ وَقْتَ التَّرْبِيعِ لَادَائِمًا مَعَ كِذْبِ عَكْسِهَا بِالامكانِ الْعَامِّ الَّذِىْ هُوَ اَعَمُّ الْجِهَاتِ لٰكِنَّ الضَّرُوْرِيَّةَ اَخَصُّ الْبَسَائِطِ وَ الْوَقْتِيَّةُ اَخَصُّ الْمُرَكَّبَاتِ الْبَاقِيَةِ وَمَتٰى لَمْ تَنْعَكِسَا لَمْ يَنْعَكِسْ شَئٌ مِنْهَا لِمَا عَرَفْتَ اَنَّ اِنْعِكَاسَ الْعَامِّ مُسْتَلْزِمٌ لِاِنْعِكَاسِ الْخَاصِّ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: اور اگر جزئیہ ہو تو مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ، عرفیہ خاصہ یک طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورۃ یا دائمًا بعض ج لیس ب مادام ج لادائمًا صادق ہوگا تو دائمًا لیس بعض ب ج مادام ب لادائمًا (بھی) صادق ہوگا، کیوں کہ ہم ذاتِ موضوع کو جو 'ج' ہے "د" فرض کرتے ہیں، پس "د ج" ہے بالفعل اور "د ب" بھی ہے بحکم لادوام اور "د ج" نہیں ہے جب تک کہ وہ "ب" ہے، ورنہ تو "د ج" ہوگا "ب" ہونے کے وقت، پس وہ "ج" ہونے کے وقت "ب" ہوگا، حالانکہ وہ "لیس ب مادام ج" تھا، یہ خلاف مفروض ہے، اور جب "ج" اور "ب د" پر صادق ہوئے اور دونوں صدق میں متنافی بھی ہیں تو بعض ب لیس ج مادام ب لادائمًا پر صادق ہوگا، اور یہی مطلوب ہے، اور بہر حال باقی جزئیات تو وہ منعکس نہیں ہوتے، اس لئے کہ بالضرورۃ بعض الحیوان لیس بانسان اور بالضرورۃ لیس بعض القمر بمنخسف وقت التربیع لادائمًا صادق ہے، ان کے عکس بالامکان العام کے کاذب ہونے کے ساتھ جو اعم الجہات ہے، لیکن ضروریہ بسائط سے اور وقتیہ باقی مرکبات سے اخص ہے اور جب یہی دو منعکس نہیں ہوئے تو ان میں سے کوئی بھی منعکس نہیں ہوگا، کیوں کہ آپ یہ جان چکے ہیں کہ عام کا انعکاس خاص کے انعکاس کو مستلزم ہوتا ہے۔

تشریح: جب ماتنؒ سوالب کلیہ کے عکس کے بیان سے فارغ ہو گئے تو اب سوالب جزئیہ کا عکس بیان کر رہے ہیں، چونکہ سوالب جزئیہ میں سے صرف دو قضیہ کا عکس آتا ہے اور بقیہ گیارہ قضایا کا عکس نہیں آتا، اس لئے اولاً ماتنؒ دو قضیہ سالبہ جزئیہ کا عکس بیان کر کے بقیہ سوالب کے عکس کی نفی ثابت کریں گے، چنانچہ ماتن فرماتے ہیں، کہ سوالب جزئیہ میں سے صرف مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کا عکس آتا ہے، اور ان دونوں کا عکس عرفیہ خاصہ آتا ہے، جیسے بالضرورۃ یا دائمًا لیس بعض ج ب مادام ج لادائمًا ای بعض ج ب بالفعل، یہ اصل دو قضیے ہیں، ان کا عکس عرفیہ خاصہ جزئیہ صادق ہے، اور وہ یہ ہے بالضرورۃ یا دائمًا لیس بعض ب ج مادام ب لادائمًا ای بعض ب ج بالفعل، اس کو مذکورہ مثال سے ایک آسان اور واضح مثال سے سمجھئے جیسے بالضرورۃ یا بالدوام بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع مادام کاتبًا لادائمًا دیکھئے یہ دونوں قضیے صادق ہیں، اس کا عکس بالدوام بعض ساکن الاصابع لیس بکاتب مادام ساکن الاصابع لادائمًا ہوگا، اور یہ بھی صادق ہے۔

ماتن دلیل افتراض سے ثابت کررہے ہیں کہ مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کا عکس مستوی عرفیہ خاصہ آتا ہے، اولاً عکس کے دوسرے جزء بعض ساکن الاصابع کاتب بالفعل کو ثابت کررہے ہیں، دلیلِ افتراض کا حاصل یہ ہے کہ موضوع کی ذات کو ایک معین چیز فرض کیا جائے اور پھر اس پر وصفِ محمول اور وصفِ موضوع دونوں کا حمل کیا جائے تا کہ عکس کا مفہوم حاصل ہو جائے، مثال کے طور پر ہم یہاں اس بعض کو جو "ج" ہے، لیکن ب مادام ج لادائماً نہیں ہے، "د" فرض کرتے ہیں، تو یہ "د" "ج" بالفعل ہے، دلیل یہ ہے کہ ذاتِ موضوع پر وصفِ عنوانی بالفعل صادق ہوتا ہے، اور "د" بحکم لادوام "ب" ہوگا، اور چونکہ مشروطہ خاصہ سالبہ اور عرفیہ خاصہ سالبہ میں لادائماً سے موجبہ مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے، اس لئے اس ذاتِ معین پر محمول بھی بالفعل صادق ہوگا، اور اس ذاتِ معین پر وصف موضوع اور وصف محمول کی منافات بھی ثابت کی جائے گی، پس عکس ثابت ہو جائے گا، جیسا کہ شارح نے اس کو مفصلاً بیان کیا ہے۔

اَقُوْلُ قَدْ عَرَفْتَ اَنَّ السَّوَالِبَ الْكُلِّيَّةَ سَبْعٌ مِنْهَا لَا تَنْعَكِسُ وَ سِتٌّ مِنْهَا تَنْعَكِسُ فَالسَّوَالِبُ الْجُزْئِيَّةُ لَا تَنْعَكِسُ اِلَّا الْمَشْرُوْطَةُ وَالْعُرْفِيَّةُ الْخَاصَّتَانِ فَاِنَّهُمَا تَنْعَكِسَانِ عُرْفِيَّةً خَاصَّةً لِاَنَّهٗ اِذَا صَدَقَ بِالضَّرُوْرَةِ اَوْ دَائِمًا لَيْسَ بعضُ ج ب، مَادامَ ج لَا دَائِمًا صَدَقَ دَائِمًا لَيْسَ بعضُ ب ج مَادامَ ب لَا دَائِمًا لِاَنَّا نَفْرِضُ ذٰلِكَ الْبَعْضَ الَّذِىْ هُوَ ج دَ وَ لَيْسَ بَ مَادامَ ج لَادَائِمًا دَ فَدَ ج بِالْفِعْلِ وَ هُوَ ظَاهِرٌ وَدَ بَ بِحُكْمِ اللَّادَوَامِ وَ دَ لَيْسَ ج مَادامَ بَ وَ اِلَّا لَكَانَ دَ ج فِىْ بعضِ اَوْقَاتِ كَوْنِهٖ ب فَيَكُوْنُ بَ فِىْ بعضِ اَوْقَاتِ كَوْنِهٖ ج لِاَنَّ الْوَصْفَيْنِ اِذَا تَقَارَنَا عَلٰى ذَاتٍ يَثْبُتُ كُلٌّ مِنْهُمَا فِىْ وَقْتِ الْاٰخَرِ وَ قَدْ كَانَ دَ لَيْسَ بَ مَادامَ ج هٰذَا خُلْفٌ وَ اِذْ قَدْ صَدَقَ ج وَ بَ عَلٰى دَ وَ تَنَافَيَا فِيْهِ اَىْ مَتٰى كَانَ ج لَمْ يَكُنْ بَ وَ مَتٰى كَانَ بَ لَمْ يَكُنْ ج صَدَقَ بَعْضُ بَ لَيْسَ ج مَادامَ بَ لَادَائِمًا فَاِنَّهٗ لَمَّا صَدَقَ عَلٰى دَ بَ وَ صَدَقَ لَيْسَ ج مَادامَ بَ صَدَقَ بعضُ بَ لَيْسَ ج مَادامَ بَ وَهُوَ الْجُزْءُ الْاَوَّلُ مِنَ الْعَكْسِ وَ لَمَّا صَدَقَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ ج وَ بَ صَدَقَ عَلَيْهِ بَعْضُ بَ ج بِالْفِعْلِ وَهُوَ لَادَوَامُ الْعَكْسِ فَيَصْدُقُ الْعَكْسُ بِجُزْئَيْهِ مَعًا.

ترجمہ: میں کہتا ہوں: تحقیق کہ آپ جان چکے ہیں کہ سوالب کلیہ میں سے سات منعکس نہیں ہوتے، اور ان میں سے چھ منعکس ہوتے ہیں، اور سوالب جزئیہ منعکس نہیں ہوتے سوائے مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے کیوں کہ یہ دونوں عرفیہ خاصہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورۃ یا دائمًا لیس بعض ب ج مادام ج لادائمًا صادق ہوگا تو دائمًا لیس بعض ب ج مادام ب لادائمًا صادق ہوگا، اس لئے کہ ہم اس بعض کو جو "ج د" اور لیس ب مادام ج لادائمًا ہے، "د" فرض کرتے ہیں، پس "د ج" ہے بالفعل جو ظاہر ہے اور "د ب" بھی ہے، بحکم لادوام اور "د ج" نہیں ہے جب تک کہ وہ "ب" ہے ورنہ تو "د ج" ہوگا "ب" ہونے کے بعض اوقات میں، تو وہ "ب" بھی ہوگا اپنے "ج" ہونے کے بعض اوقات میں، اس لئے کہ جب دو وصف ایک ذات کے ساتھ متقارن ہوں تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کے وقت ثابت ہوتا ہے حالانکہ "د لیس ب مادام ج" تھا، اور یہ خلاف مفروض ہے۔ اور جب "ج" اور "ب" دونوں "د" پر صادق ہوئے اور صدق میں دونوں متنافی بھی ہوئے

یعنی جب "د ج" ہوگا تو "ب" نہ ہوگا اور جب "ب" ہوگا تو "ج" نہ ہوگا تو بعض ب لیس ج مادم ب لادائما صادق ہوگا، کیوں کہ جب "د" پر "ب" صادق ہے اور یہ بھی صادق ہے کہ د لیس ج مادام ب ہے تو بعض ب لیس ج مادام ب صادق ہوگا اور یہی عکس کا پہلا جزء ہے، اور جب "د" پر "ج" اور "ب" دونوں صادق ہیں تو اس پر بعض ب ج بالفعل صادق ہوگا اور یہی عکس کا لادوام ہے پس عکس اپنے دونوں جزؤں کے ساتھ صادق ہوگا۔

تشــــریــــح: شارح ماقبل کی یاددہانی کرار ہے ہیں کہ یہ بات آپ کو معلوم ہو چکی ہے کہ سوالب کلیہ میں سے سات قضایا کا عکس نہیں آتا: ۱-وقتیہ مطلقہ ۲-وقتیہ ۳-وجودیہ لاضروریہ ۴-وجودیہ لادائمہ ۵-ممکنہ عامہ ۶-ممکنہ خاصہ ۷-مطلقہ عامہ۔ صرف چھ قضایا کا عکس آتا ہے۔ ۱-ضروریہ مطلقہ ۲-دائمہ مطلقہ ۳-مشروطہ عامہ ۴-عرفیہ عامہ ۵-مشروطہ عامہ ۶-مشروطہ خاصہ۔ ان میں سے ہر ایک کو مفصلاً بیان کیا جا چکا۔ اب یہاں سے مرکبات سالبہ جزئیہ کا عکس مستوی بیان کیا جارہا ہے، لیکن سوالب جزئیہ میں سے صرف مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کا عکس آتا ہے، چنانچہ ان دونوں کا عکس مستوی عرفیہ خاصہ آتا ہے جیسے بالضرورة لیس بعض ج ب مادام ج لادائما دیکھئے یہ قضیہ مشروطہ خاصہ سالبہ جزئیہ ہے، یہ صادق ہے اور اس کا عکس عرفیہ خاصہ یعنی بالضرورة لیس بعض ب ج مادام ب لادائما بھی صادق ہے، عرفیہ خاصہ کی بعینہ یہی مثال ہے صرف اتنا فرق ہے کہ اس میں جہت "دوام" کی ہوتی ہے، اس مثال کو ایک واضح مثال میں سمجھئے، جیسے بالضرورة بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع مادام کاتبًا لادائمًا ای بعض الکاتب ساکن الاصابع بالفعل، دیکھئے یہ قضیہ سالبہ جزئیہ مشروطہ خاصہ ہے، اور یہ صادق ہے، اس کا عکس عرفیہ خاصہ یعنی بعض ساکن الاصابع لیس بکاتب مادام ساکن الاصابع لادائمًا ای بعض ساکن الاصابع کاتب بالفعل صادق ہے، اس عکس کو شارح نے دلیل افتراض سے ثابت کیا ہے، اولاً عکس کے دوسرے جزء بعض ساکن الاصابع کاتب بالفعل کو ثابت کیا ہے، دلیل افتراض کا مطلب یہ ہے کہ ذاتِ موضوع کو ایک معین چیز فرض کرلیا جائے اور پھر اس پر وصفِ محمول اور وصفِ موضوع دونوں کا حمل کیا جائے، تاکہ عکس کا مفہوم حاصل ہو جائے، مثلاً ہم یہاں اس بعض کو جو "ج" ہے لیکن ب مادام ج لادائمًا نہیں ہے، "د" فرض کرتے ہیں تو یہ "د ج" بالفعل ہے، کیوں کہ ذاتِ موضوع پر وصف عنوانی بالفعل صادق ہوتا ہے، اور "د" بحکم لادوام "ب" ہوگا۔ چنانچہ مثال مذکور میں یوں ہوگا۔ زید کاتب بالفعل، وزید ساکن الاصابع بالفعل نتیجہ آئے گا، بعض الکاتب ساکن الاصابع بالفعل، یہی عکس کا دوسرا جزء ہے، اور عکس کا پہلا جزء بعض د لیس ج مادام ب ہے، اور صادق ہے، دلیل یہ ہے کہ اگر اس عکس کو کوئی نہ مانے تو اس کی نقیض د ج فی بعض اوقات کونہ ب کا صادق ماننا پڑے گا، اور "د ب فی بعض اوقات کونہ ج" کا صادق ہونا بھی لازم آئے گا، اس لئے کہ ایک ذات پر جب دو وصف متقارن ہو جائیں تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کے وقت میں فی الجملہ ثابت ہوتا ہے، لہٰذا "ج" کے بعض اوقات میں "د ب" بھی ہوگا، اور "ب" کے بعض اوقات میں وہ "ج" بھی ہوگا، یہ نقیض کاذب ہے کیوں کہ یہ اصل قضیہ "دلیس مادام ج" کے منافی ہے جو خلاف مفروض ہے، اس لئے نقیض باطل ہے، اور عکس صادق ہے، اور جب موضوع کے بعض افراد پر مثلاً "د" پر "ج اور ب" دونوں صادق ہوئے یعنی وصفِ موضوع اور وصفِ محمول دونوں صادق ہوئے اور صدق میں دونوں متنافی بھی ہیں کہ جب د ج ہوگا تو ب نہ ہوگا اور جب وہ ب ہوگا تو ج نہ ہوگا، تو عکس کا پہلا جزء یعنی بعض ب لیس ج مادام ب لادائمًا صادق ہوگیا۔ شارح مزید وضاحت کے لئے

کہتے ہیں کہ جب "د کا ب" ہونا اور اس کا لیس ج مادام ب ہونا ثابت ہو گیا تو بعض ب لیس ج مادام ب بھی صادق ہوگا، یہی عکس کا پہلا جزء ہے اور جب "د" پر "ج اور ب" دونوں صادق ہیں تو بعض ب ج بالفعل بھی صادق ہوگا، یہی عکس کا دوسرا جزء ہے، جس کی طرف عکس کے لادوام سے اشارہ ہوتا ہے، تو عکس اپنے دونوں جزؤں کے ساتھ صادق ہو گیا۔

وَاَمَّا السَّوَالِبُ الْجُزْئِيَّةُ الْبَاقِيَةُ فَلاَ تَنْعَكِسُ لِاَنَّهَا اِمَّا السَّوَالِبُ الاَرْبَعُ الَّتِى هِىَ الدَّائِمَتَان وَ الْعَامَّتَان وَ اَمَّا السَّوَالِبُ السَّبْعُ الْمَذْكُورَةُ وَ اَخَصُّ الاَرْبَعِ الضَّرُوْرِيَّةُ وَ اَخَصُّ السَّبْعِ الْوَقْتِيَّةُ وَ شَىْءٌ مِنْهُمَا لاَيَنْعَكِسُ اَمَّا الضَّرُوْرِيَّةُ فَلِصِدْقِ قَوْلِنَا بَعضُ الحَيوان لَيسَ بِاِنْسَان بِالضَّرُوْرَةِ مَعَ كِذْبِ بَعْضِ الاِنْسَان لَيْسَ بِحَيَوَانٍ بِالاِمْكَانِ العَامِّ اِذْ كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ بِالضَّرُوْرَةِ وَ اَمَّا الْوَقْتِيَّةُ فَلِصِدْقِ بَعْضِ الْقَمَرِ لَيْسَ بِمُنْخَسِفٍ وَقْتَ التَّرْبِيْعِ لاَدَائِمًا وَ كِذْبِ بعضِ الْمُنْخَسِفِ لَيْسَ بِقَمَرٍ بِالاِمْكَانِ الْعَامِّ لِاَنَّ مُنْخَسِفَ قَمَرٍ بِالضَّرُوْرَةِ وَاِذَا لَمْ يَنْعَكِسِ الاَخَصُّ لَمْ يَنْعَكِسِ الاَعَمُّ لِاَنَّ اِنْعِكَاسَ الاَعَمِّ مُسْتَلْزِمٌ لِاِنْعِكَاسِ الاَخَصِّ لاَيُقَالُ قَدْ تَبَيَّنَ اَنَّ السَّوَالِبَ السَّبْعَ الْكُلِّيَّةَ لاَتَنْعَكِسُ وَ يَلْزَمُ مِنْ ذٰلِكَ عَدَمُ اِنْعِكَاسِ جُزْئِيَّاتِهَا لِاَنَّ الْكُلِّيَّةَ اَخَصُّ مِنَ الْجُزْئِيَّةِ وَ عَدَمُ اِنْعِكَاسِ الاَخَصِّ مَلْزُوْمٌ لِعَدَمِ اِنْعِكَاسِ الاَعَمِّ فَكَانَ فِى ذٰلِكَ كِفَايَةٌ فَلاَحَاجَةَ اِلىٰ هٰذَا التَّطْوِيْلِ لِاَنَّا نَقُوْلُ هٰذَا طَرِيقٌ اٰخَرُ لِبَيَانِ عَدَمِ اِنْعِكَاسِ الْجُزْئِيَّاتِ وَ تَعْيِيْنُ الطَّرِيْقِ لَيْسَ مِنْ دَابِ الْمُنَاظَرَةِ.

ترجمہ: اور بہرحال باقی سوالب جزئیہ تو وہ منعکس نہیں ہوتے، اس لئے کہ وہ یا تو سوالب اربعہ ہوں گے جو دائمتین اور عامتین ہیں، یا مذکورہ سات سوالب ہوں گے، اور سوالب اربعہ میں اخص ضروریہ ہے، اور سات سوالب میں اخص وقتیہ ہے، اور ان دونوں میں سے کوئی منعکس نہیں ہوتا، بہرحال ضروریہ تو اس لئے کہ ہمارا قول بعض الحیوان لیس بانسان بالضرورۃ صادق ہے، بعض الانسان لیس بحیوان بالامکان العام کے کاذب ہونے کے ساتھ، اس لئے کہ ہر انسان ضروری طور پر حیوان ہے، اور بہرحال وقتیہ تو اس لئے کہ بعض القمر لیس بمنخسف وقت التربیع لادائما صادق ہے، بعض المنخسف لیس بقمر بالامکان العام کے کاذب ہونے کے ساتھ۔ کیوں کہ ہر منخسف ضروری طور پر قمر ہے، اور جب اخص منعکس نہ ہو تو اعم بھی منعکس نہ ہوگا، کیوں کہ اعم کا انعکاس اخص کے انعکاس کو مستلزم ہوتا ہے۔ اعتراض نہ کیا جائے کہ یہ ظاہر ہو چکا کہ سات سوالب کلیہ منعکس نہیں ہوتے، اور اس سے ان کے جزئیات کا منعکس نہ ہونا لازم آتا ہے، کیوں کہ کلیہ جزئیہ سے اخص ہے اور اخص کا منعکس نہ ہونا اعم کے منعکس نہ ہونے کے لئے ملزوم ہوتا ہے، تو اتنا کافی تھا اس تطویل کی ضرورت نہیں تھی؟ کیوں کہ ہم جواب دیں گے کہ یہ جزئیات کے منعکس نہ ہونے کا دوسرا طریقہ ہے اور کسی ایک طریق کو متعین کرنا مناظرہ کے طریق میں سے نہیں ہے۔

تشریح: اس سے پہلے ان سوالب جزئیہ کا بیان تھا جن کا عکس مستوی آتا ہے، اب یہاں سے شارح ان سوالب جزئیہ کو بیان کر رہے ہیں جن کا عکس نہیں آتا۔ چنانچہ فرماتے ہیں سوالب اربعہ یعنی ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کا عکس نہیں آتا، کیوں کہ ان چاروں میں سب سے اخص ضروریہ مطلقہ ہے، اور اس کے علاوہ بقیہ ضروریہ سے اعم ہیں، اس اخص کا عکس ممکنہ عامہ جو اعم

انجہات ہے وہ کاذب ہے۔جیسے بالضرورۃ بعض الحیوان لیس بانسان۔ دیکھئے یہ قضیہ ضروریہ مطلقہ ہے اور صادق ہے، اس کا عکس ممکنہ عامہ بعض الانسان لیس بحیوان بالامکان العام کاذب ہے، کیوں کہ اس کی نقیض ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ یعنی کل انسان حیوان بالضرورۃ صادق ہے، جب نقیض صادق ہے، تو لامحالہ اس کا عکس کاذب ہوگا، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جب ان میں سے اخص منعکس نہیں ہوتے تو اعم بھی منعکس نہیں ہوں گے، کیوں کہ اعم کا انعکاس اخص کے انعکاس کو مستلزم ہوتا ہے، اس لئے یہ کہا کہ سوالب میں سے چار قضایا کا عکس نہیں آتا۔

اور مذکورہ سات سوالب کلیہ یعنی وقتیہ مطلقہ، وقتیہ، وجودیہ لاضروریہ، وجودیہ لادائمہ، ممکنہ عامہ، ممکنہ خاصہ اور مطلقہ عامہ سالبہ کا عکس بھی نہیں آتا۔ کیوں کہ ان ساتوں میں سب سے اخص وقتیہ ہے، اس کا عکس صادق نہیں بلکہ کاذب آتا ہے۔ تو جب اخص کا عکس صادق نہیں تو اس سے جو اعم ہیں ان کا عکس بھی صادق نہ ہوگا، جیسے بعض القمر لیس بمنخسف وقت التربیع لادائمًا، دیکھئے یہ قضیہ وقتیہ ہے اور صادق ہے، لیکن اس کا عکس بعض المنخسف لیس بقمر بالامکان العام کاذب ہے۔ کیوں کہ اس عکس کی نقیض ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ کل منخسف قمر بالضرورۃ صادق ہے، جب نقیض صادق ہے، تو معلوم ہوا کہ عکس کاذب ہے، تو جب اخص کا عکس صادق نہیں تو باقی اعم کا عکس بھی صادق نہ ہوگا، اس لئے کہ اعم کا عکس اخص کے عکس کو مستلزم ہوتا ہے۔

لایقال الخ سے شارح نے ایک اعتراض ذکر کیا ہے پھر لانا نقول الخ سے اس کا جواب بھی دیا ہے، معترض کہتا ہے کہ سابق میں یہ بات گزر چکی ہے کہ سات سوالب کلیہ کا عکس نہیں آتا، تو اس کے ضمن میں سوالب جزئیہ کے عکس کی بھی نفی ہوگئی، کیوں کہ کلیہ اخص ہے، اور جزئیہ اعم ہے، جب اخص منعکس نہیں ہوتا تو اعم بھی منعکس نہیں ہوگا، کیوں کہ اخص کا عدم انعکاس اعم کے عدم انعکاس کو مستلزم ہوتا ہے، لہٰذا اتنا کہہ دینا کافی تھا لمبی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں تھی؟ تو پھر اتنی لمبی تفصیل کیوں کی گئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے جو کہا وہ درست ہے، سوالب کلیہ کے عکس کی نفی سے التزامی طور پر سوالب جزئیہ کے عکس کی نفی ہو جاتی ہے، لیکن یہاں سوالب جزئیہ کو بیان کیا ہے، وہ دوسرے طریقہ سے بیان کیا گیا ہے، کیوں کہ ایک ہی چیز کو مختلف طریقوں سے بیان کرنا مناظرہ کے طریق میں سے ہے۔ اور اس کو مناظرہ میں بہت اچھا تصور کیا جاتا ہے، کسی ایک طریق ہی کو متعین کرنا طریقہ مناظرہ نہیں ہے۔

قَالَ وَ اَمَّا الْمُوْجَبَةُ كُلِّيَّةً كَانَتْ اَوْ جُزْئِيَّةً فَلَا تَنْعَكِسُ كُلِّيَّةً اَصْلًا لِاِحْتِمَالِ كَوْنِ الْمَحْمُوْلِ اَعَمَّ مِنَ الْمَوْضُوْعِ كَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ وَ اَمَّا فِي الْجِهَةِ فَالضَّرُوْرِيَّةُ وَ الدَّائِمَةُ وَ الْعَامَّتَانِ تَنْعَكِسُ حِيْنِيَّةً مُطْلَقَةً لِاَنَّهُ اِذَا صَدَقَ كُلُّ ج بِاِحْدَى الْجِهَاتِ الْاَرْبَعِ الْمَذْكُوْرَةِ فَبَعْضُ ب ج حِيْنَ هُوَ ب وَ اِلَّا فَلَا شَيْءَ مِنْ ب ج مَادَامَ ب وَ هُوَ مَعَ الْاَصْلِ يُنْتِجُ لَا شَيْءَ مِنْ ج ج بِالضَّرُوْرَةِ اَوْ دَائِمًا فِي الضَّرُوْرِيَّةِ وَ الدَّائِمَةِ وَ مَادَامَ ج فِي الْعَامَّتَيْنِ وَ هُوَ مُحَالٌ وَ اَمَّا الْخَاصَّتَانِ فَتَنْعَكِسَانِ حِيْنِيَّةً مُطْلَقَةً مُقَيَّدَةً بِاللَّادَوَامِ اَمَّا الْحِيْنِيَّةُ الْمُطْلَقَةُ فَلِكَوْنِهَا لَازِمَةً لِعَامَّتِهَا وَ اَمَّا قَيْدُ اللَّادَوَامِ فِي الْاَصْلِ الْكُلِّيِّ فَلِاَنَّهُ لَوْ كَذَبَ بَعْضُ ب لَيْسَ ج بِالْفِعْلِ لَصَدَقَ كُلُّ ب ج دَائِمًا فَنَضُمُّهُ اِلَى الْجُزْءِ الْاَوَّلِ مِنَ الْاَصْلِ وَ هُوَ قَوْلُنَا بِالضَّرُوْرَةِ اَوْ دَائِمًا كُلُّ ج ب مَادَامَ ج يُنْتِجُ كُلُّ ب ب دَائِمًا وَ نَضُمُّهُ اِلَى الْجُزْءِ الثَّانِيْ اَيْضًا وَ هُوَ قَوْلُنَا لَا شَيْءَ مِنْ ج ب بِالْاِطْلَاقِ الْعَامِّ يُنْتِجُ لَا شَيْءَ مِنْ ب ب بِالْاِطْلَاقِ الْعَامِّ فَيَلْزَمُ اِجْتِمَاعُ النَّقِيْضَيْنِ وَ هُوَ مُحَالٌ وَ اَمَّا فِي الْجُزْئِيِّ فَنَفْرِضُ الْمَوْضُوْعَ وَ هُوَ لَيْسَ ج بِالْفِعْلِ وَ

إِلَّا لَكَانَ ج دَائِمًا فَبَ دَائِمًا لِدَوَامِ البَاءِ بِدَوَامِ الجِيْمِ لٰكِنَّ اللَّازِمَ بَاطِلٌ لِنَفْيِهِ الاَصْلَ بِاللَّادَوَامِ وَ اَمَّا الوَقْتِيَّتَانِ وَ الوُجُوْدِيَّتَانِ وَ المُطْلَقَةُ العَامَّةُ فَتَنْعَكِسُ مُطْلَقَةً عَامَّةً لِاَنَّهُ اِذَا صَدَقَ كُلُّ ج ب بِاِحْدَى الجِهَاتِ الخَمْسِ المَذْكُوْرَةِ فَبَعْضُ بَ ج بِالاِطْلَاقِ العَامِ وَ اِلَّا لَصَدَقَ لَا شَيْءَ مِنْ ب ج دَائِمًا وَ هُوَ مَعَ الاَصْلِ يُنْتِجُ لَا شَيْءَ مِنْ ج ج دَائِمًا وَ هُوَ مُحَالٌ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: اور بہرحال موجبہ کلیہ ہو یا جزئیہ تو وہ کلیہ کی طرف بالکل منعکس نہیں ہوتا کیوں کہ یہ احتمال ہے کہ محمول موضوع سے اعم ہو، جیسے ہمارا قول کل انسان حیوان اور بہرحال جہت میں، تو ضروریہ، دائمہ اور عامتین حینیہ مطلقہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب کل ج ب مذکورہ چار جہات میں سے کسی جہت کے ساتھ صادق ہوگا، تو بعض ب ج حین ھو ب صادق ہوگا ورنہ تو لاشیٔ من ب ج مادام ب صادق ہوگا، اور یہ اصل کے ساتھ لاشیٔ من ج ج بالضرورۃ کا نتیجہ دے گا، ضروریہ میں، یا دائما کا دائمہ میں، اور مادام ج کا عامتین میں اور یہ محال ہے، اور بہرحال خاصتین تو یہ دونوں حینیہ مطلقہ مقید باللا دوام کی طرف منعکس ہوتے ہیں، بہرحال حینیہ مطلقہ تو اس لئے کہ یہ ان کے عامہ کو لازم ہے، اور بہرحال اصل کلی میں لا دوام کی قید تو اس لئے کہ اگر بعض ب لیس ج بالفعل کاذب ہوگا تو کل ب ج دائما صادق ہوگا، پھر ہم اس کو اصل کے جزء اول یعنی اپنے قول بالضرورۃ یا دائما کل ج ب مادم ج کے ساتھ ملائیں گے تو یہ کل ب ج دائما نتیجہ دے گا، پس اجتماع نقیضین لازم آئے گا، اور یہ محال ہے، اور بہرحال جزئی میں تو اس لئے کہ ہم موضوع کو "د" فرض کرتے ہیں جو لیس ج بالفعل ہے، ورنہ تو وہ دائما ج ہوگا پس "ب" بھی ہوگا دائما کیوں کہ باء کا دوام جیم کے دوام کی وجہ سے ہے، لیکن لازم باطل ہے اس سے اصل باللادوام کی نفی کی وجہ سے۔ اور بہرحال وقتیین اور وجودیتین اور مطلقہ عامہ پس یہ مطلقہ عامہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب کل ج ب مذکورہ پانچ جہات میں سے کسی جہت کے ساتھ صادق ہوگا تو بعض ب ج بالاطلاق العام (بھی صادق ہوگا) ورنہ تو لاشیٔ من ج ب دائما صادق ہوگا جو اصل کے ساتھ لاشیٔ لاشیٔ من ج ج دائما نتیجہ دے گا اور یہ محال ہے۔

تشریح: عبارت ماتن کی شرح شارح کی عبارت کی تشریح میں ملاحظہ فرمائیں یہاں اتنی بات ذہن نشیں کر لیجئے اس نسخہ کے سطر ۱۸ میں و إلاّ لصدق ہے، بعض نسخوں میں و لا یصدق لکھا ہے، جو صحیح نہیں ہے۔

اَقُوْلُ مَا مَرَّ كَانَ حُكْمَ السَّوَالِبِ وَ اَمَّا المُوْجِبَاتُ فَهِيَ لَا تَنْعَكِسُ فِي الكَمِّ كُلِّيَّةً سَوَاءٌ كَانَتْ كُلِّيَّةً اَوْ جُزْئِيَّةً لِجَوَازِ اَنْ يَكُوْنَ المَحْمُوْلُ فِيْهَا اَعَمَّ مِنَ المَوْضُوْعِ وَ اِمْتِنَاعِ حَمْلِ الخَاصِّ عَلٰى كُلِّ اَفْرَادِ العَامِّ كَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ وَ عَكْسُهُ كُلِّيًّا كَاذِبٌ وَ اَمَّا فِي الجِهَةِ فَالضَّرُوْرِيَّةُ وَ الدَّائِمَةُ وَ العَامَّتَانِ تَنْعَكِسُ حِيْنِيَّةً مُطْلَقَةً بِالخُلْفِ فَاِنَّهُ اِذَا صَدَقَ كُلُّ ج ب اَوْ بَعْضُهُ ب بِاِحْدَى الجِهَاتِ الاَرْبَعِ اَيْ بِالضَّرُوْرَةِ اَوْ دَائِمًا اَوْ مَادَامَ ج وَجَبَ اَنْ يَصْدُقَ بَعْضُ ب ج حِيْنَ هُوَ ب وَ اِلَّا لَصَدَقَ نَقِيْضُهُ وَ هُوَ لَا شَيْءَ مِنْ ب ج مَادَامَ ب وَهُوَ مَعَ الاَصْلِ يُنْتِجُ لَا شَيْءَ مِنْ ج ج بِالضَّرُوْرَةِ اَوْ دَائِمًا اِنْ كَانَ الاَصْلُ

ضَرُوْرِيًا اَوْ دائِـمًا اَوْ مَادامَ جَ اِنْ كَانَ اِحْدَى العَامَّتَيْنِ وَ هُوَ مُح وَ لَيْسَ لِاَحَدٍ اَنْ يَمْتَنِعَ اِسْتِحَالَتَهُ بِنَاءً عَلَىٰ جَوازِ سَلْبِ الشَّيْءِ عَنْ نَفْسِهِ عِنْدَ عَدَمِهِ لِاَنَّ الْاَصْلَ مُوْجِبٌ فَيَكُوْنُ جَ مَوْجُوْدًا.

ترجمه: میں کہتا ہوں کہ اب تک جوگزرا وہ سوالب کا حکم تھا، اور بہرحال موجبات تو کمیت میں کلیہ منعکس نہیں ہوتے خواہ کلیہ ہوں یا جزئیہ، اس لئے کہ اس میں محمول کا موضوع سے اعم ہونا اور عام کے تمام افراد پر خاص کے حمل کا ممتنع ہونا ممکن ہے، جیسے کل انسان اور اس کا عکس کلی کاذب ہے اور بہرحال جہت میں تو ضروریہ دائمہ، اور عامتین حینیہ مطلقہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں دلیل خلف کے ساتھ، کیوں کہ جب کل ج ب یا بعض ج ب جہات اربعہ میں سے کسی جہت یعنی "بالضرورة یا دائما یا مادام ج" کے ساتھ صادق ہوگا، تو "بعض ب ج حین هو ب" کا صادق ہونا ضروری ہے، ورنہ اس کی نقیض یعنی "لاشیء من ب ج مادام ب" صادق ہوگی، اور یہ اصل کے ساتھ "لاشیء من ج ج بالضرورة یا دائما" کا نتیجہ دے گا، اگر اصل ضروری یا دائمی ہو یا "مادام ج" کا اگر عامتین میں سے کوئی ایک ہو اور یہ محال ہے، اور کسی کو اس کے محال ہونے کے منع کرنے کی گنجائش نہیں اس بناء پر کہ عدم شیٔ کے وقت سلب الشیٔ عن نفسہ جائز ہے، اس لئے کہ اصل موجب ہے تو "ج" (یقیناً) موجود ہوگا۔

تشریح: موجبات کا عکس: شارح فرماتے ہیں کہ اب تک قضایا سوالب کے عکس کا بیان تھا اب یہاں سے موجبات کے عکس کو بیان کیا جارہا ہے، تو سنئے کہ موجبات خواہ کلیہ ہوں یا جزئیہ ہر ایک کا عکس جزئی ہی آتا ہے، کلی نہیں آتا، دلیل یہ ہے کہ اگر موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ آئے تو اس کو ہر مادّہ میں صادق ہونا چاہئے، کیوں کہ قضیہ کا عکس ہر مادّے میں اصل کو لازم ہوتا ہے، حالانکہ جن مادوں میں محمول موضوع سے اعم ہو اور موضوع اخص ہو ان میں عکس کلی صادق نہیں ہوتا، کیوں کہ عکس کے بعد موضوع عام ہوجاتا ہے، اور محمول خاص اور عام کے تمام افراد پر خاص کا حمل ممتنع اور محال ہے، جیسے "کل انسان حیوانٌ" یہ اصل قضیہ موجبہ کلیہ ہے، صادق ہے لیکن اس کا عکس کلی یعنی "کل حیوان انسانٌ" کاذب ہے صادق نہیں ہے، اور جب ایک مادّہ میں کلی کاذب ہوگئی تو کلیت کی نفی ثابت ہوگئی، لہٰذا یہ ثابت ہوگیا کہ موجبات کا عکس جزئی آتا ہے، کلی نہیں آتا۔

موجبات موجہہ کا عکس

شارح کہتے ہیں کہ اگر موجبات موجہہ ہوں تو ان میں سے ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ، ان چاروں کا عکس حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ آتا ہے، اس عکس کے ثابت کرنے کی تین دلیلیں ہیں، لیکن ان میں سے چونکہ دلیل خلف آسان ہے اسی لئے شارح نے اس عکس کو دلیل خلف سے ثابت کرنے پر اکتفاء کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ "کل ج ب بالضرورة، یا دائما، یا مادام ج" صادق ہے، اس کا عکس حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ "بعض ب ج حین هو ب" صادق ہے، اگر کوئی شخص کہے کہ میں اس عکس کے صدق کو نہیں مانتا تو اس سے کہا جائے گا کہ اگر آپ اس عکس کے صدق کو نہیں مانتے تو آپ کو اس کی نقیض عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ یعنی "لاشیء من ب ج مادام ب" ماننی پڑے گی۔ پھر ہم اس نقیض کو اصل قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل اول بنائیں گے، اصل کو صغریٰ اور نقیض کو کبریٰ بنا کر اس طرح کہیں گے، "کل ج ب بالضرورة و لاشیء من ب ج مادام ب" تو نتیجہ

آئے گا، "لاشیٔ من ج ج بالضرورۃ" اور یہ محال ہے، کیوں کہ اس میں سلب الشیٔ عن نفسہ لازم آرہا ہے جو محال ہے؛ لہٰذا نقیض باطل ہے، اور ان چاروں قضایا کا عکس حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ صادق ہے۔

ولیس لاحد ان یمنع الخ اس عبارت میں شارح نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے، سائل کہتا ہے کہ جناب آپ نے سلب الشیٔ عن نفسہ کے محال ہونے کی وجہ سے نقیض کے محال ہونے کو جو ثابت کیا ہے اور جو لاشیٔ من ج ج بالضرورۃ نتیجہ آیا ہے، ہم اس کو نہیں مانتے، اس سے نقیض کا محال ہونا ثابت نہیں ہوتا، کیوں کہ یہاں یہ ممکن ہے کہ "ج" کا سلب، ذاتِ موضوع یعنی "ج" کے ان افراد سے ہو رہا ہو، جو معدوم ہوں، کیوں کہ سالبہ کے تحقق کے لئے وجودِ موضوع کا تحقق ضروری نہیں ہے، گویا سلب الشیٔ عن نفسہ ثابت نہ ہوا، تو نقیض کا محال ہونا بھی ثابت نہ ہوا؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ یہ "ج" وہی ہے جو اصل قضیہ کل "ج ب" میں ہے، اور موجبہ میں موضوع کا خارج میں پایا جانا ضروری ہے، تو یہ ثابت ہو گیا کہ یہ "ج" خارج میں موجود ہے، پھر یہی "ج" نتیجہ کا موضوع واقع ہو رہی ہے، جو "ج" موجبہ کلیہ میں موضوع واقع ہوئی تھی، اس لئے یہ "ج" خارج میں موجود ہے، جب یہ بات ہے تو نتیجہ میں ایک شیٔ کو اپنے آپ سے سلب کیا جا رہا ہے، اسی کا نام سلب الشیٔ عن نفسہ ہے، جو محال ہے، اور یہ محال چونکہ نقیض کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، اس لئے نقیض باطل ہے، اور عکس صادق ہے۔

وَ اَمَّا الْخَاصَّتَانِ فَتَنْعَ[illegible]ـانِ حِیْنِیَّةً مُطْلَقَةً لاَ دَائِمَةً فَاِنَّهُ اِذَا صَدَقَ بِالضَّرُوْرَةِ اَوْ دَائِمًا كُلُّ جَ بَ اَوْ بَعْضُهُ بَ مَادَامَ جَ لاَدَائِمًا صَدَقَ بعضُ بَ جَ حِيْنَ هُوَ بَ لاَ دَائِمًا اَمَّا الْحِيْنِيَّةُ الْمُطْلَقَةُ وَ هِيَ بَعْضُ بَ جَ حِيْنَ هُوَ بَ فَلِكَوْنِهَا لاَزِمَةً لِعَامَّتَيْهِمَا وَ اَمَّا اللَّادَوَامُ وَ هُوَ بَعْضُ لَيْسَ جَ بِالاِطْلاَقِ الْعَامِّ فَلِاَنَّهُ لَوْ كَذَبَ لَصَدَقَ كُلُّ بَ جَ دَائِمًا وَ نَضُمُّهُ اِلَى الْجُزْءِ الْاَوَّلِ مِنَ الْاَصْلِ هٰكَذَا كُلُّ بَ جَ دَائِمًا وَ بِالضَّرُوْرَةِ اَوْ دَائِمًا كُلُّ جَ بَ مَادَامَ جَ لِيُنْتِجَ بَ بَ دَائِمًا وَ نَضُمُّهُ اِلَى الْجُزْءِ الثَّانِيْ الَّذِيْ هُوَ اللَّادَوَامُ وَ نَقُوْلُ كُلُّ بَ جَ دَائِمًا وَ لاَ شَيْءَ مِنْ جَ بَ بِالاِطْلاَقِ الْعَامِّ لِيُنْتِجَ لاَ شَيْءَ مِنْ بَ بَ بِالاِطْلاَقِ فَلَوْ صَدَقَ كُلُّ بَ جَ دَائِمًا لَزِمَ صِدْقُ كُلِّ بَ بَ دَائِمًا وَ لاَ شَيْءَ مِنْ بَ بَ بِالاِطْلاَقِ وَ اَنَّهُ اِجْتِمَاعُ النَّقِيْضَيْنِ وَ هُوَ مُحَ.

ترجمہ: اور بہر حال خا[illegible] دونوں حینیہ مطلقہ لا دائمہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورۃ یا دائمًا کل ج ب یا بعض ج ب مادم ج لا دائمًا صادق ہوگا تو بعض ب ج حین ھو ب لا دائمًا بھی صادق ہوگا، بہر حال حینیہ مطلقہ یعنی بعض ب ج حین ھو ب اس لئے کہ وہ ان کے عامتین کو لازم ہے، اور بہر حال لا دوام [illegible] لیس ج بالاطلاق العام تو اس لئے کہ اگر یہ کاذب ہو تو کل ب ج دائمًا صادق ہوگا، اور ہم اس کو اصل کے جزء اول کے ساتھ ملائیں گے، (اور) اس طرح (کہیں گے) کل ب ج دائمًا وبالضرورہ یا دائمًا کل ج ب مادام تو نتیجہ دے گا کل ب ب دائمًا اور ہم اس کو اس جزء ثانی کے ساتھ ملائیں گے جو لا دوام ہے اور کہیں گے کل ب ج دائمًا و لاشیٔ من ج ب بالاطلاق العام تو نتیجہ دے گا لاشیٔ من ب ب بالاطلاق۔ پس اگر کل ب ج دائمًا صادق ہو تو کل ب ب دائمًا اور لاشیٔ من ب ب بالاطلاق کا صادق ہونا لازم آئے گا، اور یہ اجتماع نقیضین ہے جو محال ہے۔

تشریح: مشروطہ خاصہ موجبہ و عرفیہ خاصہ موجبہ کاعکس ۔شارح کہتے ہیں کہ مشروطہ خاصہ موجبہ وعرفیہ خاصہ موجبہ کا عکس مستوی حینیہ مطلقہ لا دائمہ آتا ہے، اسے بھی ماتن نے دلیلِ خلف سے ثابت کیا ہے، جیسے بالضرورۃ یا دائمًا کل ج ب مادام ج لادائمًا یہ دونوں صادق ہیں، ان کی نقیض حینیہ مطلقہ موجبہ جزیہ یعنی بعض ب ج حین هو ب لا دائمًا صادق ہے، حینیہ مطلقہ اس لئے صادق ہے کہ یہ عامتین کو لازم ہے اور عامتین خاصتین کو لازم ہے، لہٰذا جو چیز عامتین کو لازم ہوگی وہ خاصتین کو بھی لازم ہوگی، تو حینیہ مطلقہ بھی خاصتین کو لازم ہوگا۔ اور عامتین کا عکس چونکہ حینیہ مطلقہ آتا ہے، اس لئے خاصتین کا عکس بھی حینیہ مطلقہ آئے گا، اور لادوام کا ثبوت یہ ہے کہ اگر عکس کا جزءثانی بعض ب لیس ج بالفعل صادق نہ ہوتو اس کی نقیض دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ صادق ہوگی، یعنی کل ب ج دائما اگر یہ بھی صادق نہ ہوتو ارتفاع نقیضین لازم آئے گا جو محال ہے، معلوم ہوا کہ نقیض صادق ہے، پھر ہم اس نقیض کو اصل قضیہ کے جزء کے ساتھ ملائیں گے، اور شکل اوّل ترتیب دے کر اس طرح کہیں گے، کل ب ج دائمًا و بالضرورۃ او دائمًا کل ج ب مادام ج تو نتیجہ آئے گا، کل ب ب دائمًا پھر ہم اس نتیجہ کو محفوظ رکھیں گے پھر اس نقیض کو اصل کے جزءثانی کے ساتھ ملا کر شکل اول ترتیب دیں گے اور اس طرح کہیں گے، کل ب ج دائمًا و لاشیٔ من ج ب بالاطلاق العام تو نتیجہ آئیگا لاشیٔ من ب ب بالاطلاق، اور یہ نتیجہ سابقہ نتیجہ کے منافی ہے، تو اگر نقیض کو صادق مانا جائے تو دونوں نتیجہ بھی صادق ہوں گے جس سے اجتماعِ نقیضین لازم آئیگا جو محال ہے، یہ محال چونکہ نقیض سے پیدا ہو رہا ہے، اس لئے نقیض باطل ہے، اور عکس صادق ہے۔

هٰذَا اِذَا كَانَ الاَصْلُ كُلِّيًا وَ اَمَّا اِذَا كَانَ جُزْئِيًّا فَلاَ يَتِمُّ فِيهِ هٰذَا البَيَانُ لِاَنَّ جُزْئَيْهِ جُزْئِيَّتَانِ وَ الجُزْئِيَّةُ لاَ تَنْتِجُ فِي كُبْرىٰ الشَّكْلِ الاَوَّلِ عَلىٰ مَا سَتَسْمَعُهُ فَلاَبُدَّ فِيهِ مِنْ طَرِيقٍ اٰخَرَ وَ هُوَ الْاِفْتِرَاضُ بِاَنْ يُفْرَضَ الذَّاتُ الَّتِيْ صَدَقَ عَلَيْهَا ج وَ ب مَادَامَ ج لاَدَائِمًا دَ فَدَ ب وَ دَ ج وَ هُوَ ظَاهِرٌ وَ دَ لَيْسَ ج بِالْفِعْلِ وَ اِلاَّ لَكَانَ دَائِمًا فَيَكُوْنُ ب دَائِمًا لِاَنَّا حَكَمْنَا فِي الاَصْلِ اَنَّهُ ب مَادَامَ ج وَ قَدْ كَانَ دَ ب لاَ دَائِمًا هٰذَا خُلْفٌ وَ اِذَا صَدَقَ عَلَيْهِ اَنَّهُ ب وَ لَيْسَ ج بِالفِعْلِ صَدَقَ بَعْضُ ب لَيْسَ ج بِالفِعْلِ وَ هُوَ مَفْهُومُ لاَ دَوَامَ العَكْسِ وَ لَوْ اَجْرىٰ هٰذَا الطَّرِيْقَ فِي الاَصْلِ الكُلِّيِّ اَوِ اقْتُصِرَ عَلَى البَيَانِ فِي الاَصْلِ الجُزْئِيِّ لَتَمَّ وَ كَفيٰ عَلىٰ مَا لاَيَخْفىٰ وَ الوَقْتِيَّتَانِ وَ الوُجُوْدِيَّتَانِ وَ المُطْلَقَةُ العَامَّةُ تَنعَكِسُ مُطْلَقَةً عَامَّةً لِاَنَّهُ اِذَا صَدَقَ كُلُّ جَ بَ بِاِحْدىٰ الجِهَاتِ الخَمْسِ فَبَعْضُ بَ جَ بِالاِطْلاَقِ العَامِّ وَ اِلاَّ فَلاَشَيْءَ مِنْ بَ جَ دَائِمًا وَ هُوَ مَعَ الاَصْلِ يُنْتِجُ لاَ شَيْءَ مِنْ جَ جَ دَائِمًا وَ هُوَ مُحَالٌ.

ترجمہ: یہ اس وقت ہے جب اصل کلی ہو اور جب جزئی ہو تو اس میں یہ بیان تام نہ ہوگا، اس لئے کہ اس کے دونوں جزء جزئیہ ہیں، اور جزئیہ شکل اول کے کبریٰ میں نتیجہ نہیں دیتا۔ جیسا کہ عنقریب آپ اس کو سنیں گے، اس لئے اس میں دوسرا طریق ضروری ہے، اور وہ افتراض ہے بایں طور کہ اس ذات کو جس پر ''ج اور ب مادام ج لا دائمًا'' صادق ہو، ''د'' فرض کیا جائے، پس ''د ب'' بھی ہے، اور ''د ج'' بھی، اور یہ ظاہر ہے اور ''د لیس ج بالفعل''ہے، ورنہ تو ''ج'' ہوگا دائماً پس ''ب'' بھی ہوگا، اس لئے کہ ہم نے اصل میں اس کے ''ب مادام ج'' ہونے کا حکم لگایا ہے، حالانکہ ''د ب لا دائمًا'' تھا یہ خلاف مفروض ہے، اور جب اس پر یہ صادق ہے کہ وہ ''ب اور لیس ج بالفعل''

ہے تو بعض ب لیس ج بالفعل صادق ہوگا، اور یہی عکس کے لادوام کا مفہوم ہے، اور اگر اصل کلی میں اس طریق کو جاری کیا جاتا اور اصل جزئی میں بیان پر اکتفاء کیا جاتا تب بھی تام اور کافی ہوتا، جیسا کہ مخفی نہیں ہے، اور وقتیتین، وجودیتین اور مطلقہ عامہ، مطلقہ عامہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب "کل ج ب" پانچ جہات میں سے کسی جہت کے ساتھ صادق ہوگا تو "بعض ب ج بالاطلاق العام" (بھی) صادق ہوگا، ورنہ تو "لاشیٔ من ب ج دائمًا" (صادق ہوگا) اور یہ اصل کے ساتھ نتیجہ دے گا، "لاشیٔ من ج ج دائمًا" جو محال ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ خاصتین کے عکس کا اثبات دلیل خلف سے اس وقت ثابت کیا جا سکتا ہے، جب کہ قضیہ کلیہ ہو۔ دلیل یہ ہے کہ کلیہ ہونے کی وجہ سے وہ شکل اول کا کبریٰ بن سکتا ہے، اور اگر اصل قضیہ جزئیہ ہو تو اس کے عکس کو ثابت کرنے کے لئے دلیل خلف جاری نہیں ہوسکتی، کیوں کہ وہ جزئیہ ہونے کی وجہ سے شکل اوّل کا کبریٰ نہیں بن سکتا۔ اور عکس کی نقیض کی نقیض سالبہ ہونے کی وجہ سے صغریٰ واقع نہیں ہوسکتی اس لئے موجہات جزئیہ کا عکس ثابت کرنے کے لئے دلیل افتراض کی ضرورت ہے، چنانچہ مشروطہ خاصہ موجبہ جزئیہ اور عرفیہ خاصہ موجبہ جزئیہ، کا عکس دلیل افتراض سے حینیہ مطلقہ آتا ہے۔ جیسے بالضرورۃ یا بالدوام بعض ج ب مادام ج لادائمًا ای بعض ج لیس ب بالفعل یہ اصل قضیے ہیں، ان دونوں کا عکس حینیہ مطلقہ لادائمہ موجبہ جزئیہ آئے گا، یعنی بعض ب ج حین ھو ب لادائمًا ای بعض ب لیس ج بالفعل اور یہ عکس صادق ہے، اب ہم دلیلِ افتراض سے اس کو ثابت کریں گے، بایں طور کہ ہم ایک ذاتِ موضوع جس پر "ج ب مادام ج لادائمًا" صادق آئے، کو "د" فرض کریں گے، لہٰذا "د" "ب" ہوگا، اور "د، ج" بھی ہوگا، یہ شکل ثالث ہے، جب حد اوسط "د" کو گرادیا، تو نتیجہ آیا بعض ب ج، یہی عکس کا پہلا جزء ہے، اور دوسرا قضیہ بعض ج لیس بالفعل تھا، اس کا عکس ہوگا، بعض د(ب) لیس ج بالفعل، اگر کسی کو یہ عکس تسلیم نہیں، تو اس کو اس کی نقیض دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ تسلیم کرنی ہوگی، اور وہ ہوگی د ب دائمًا اور جب د ب دائمًا ہے تو د ج دائمًا بھی ہوگی اس لئے کہ اصل قضیہ میں حکم یہ تھا کہ "د" یعنی ج ب مادام ج ہوگا، اس کی نقیض سے خلاف مفروض لازم آتا ہے، کیوں کہ اصل قضیہ میں "د" یعنی "ج" کے "ب" ہونے کا حکم لادائماً ہے، جب کہ اس کی نقیض سے "د" کا دائماً "ب" ہونا لازم آرہا ہے، اس لئے نقیض باطل ہے اور عکس صادق ہے، مزید وضاحت کے لئے شارح کہتے ہیں کہ جب "د" "ب" ہے اور بالفعل لیس ج بھی ہے، تو بعض ب لیس ج بالفعل صادق آگیا، یہی عکس کا دوسرا جزء ہے، جس کی طرف عکس کے لادوام سے اشارہ تھا۔

ولو جری هذا الطریق الخ اس عبارت میں شارح نے ایک وہم کا ازالہ فرمایا ہے، وہم یہ ہوتا ہے کہ ماتن نے دلیل خلف کو اصل کلی کے ساتھ خاص کیا ہے اور دلیل افتراض کو اصل جزئی کے ساتھ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک طریق دونوں اصلوں میں سے ہر ایک کے مطلوب کے ثابت کرنے کیلئے کافی نہیں؟ تو شارح نے اس وہم کو دور کیا ہے کہ ماتن کا مقصود یہ نہیں ہے کہ دلیل افتراض کو اصل کلی میں جاری نہیں کیا جاسکتا بلکہ ماتن صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اصل جزئی کا عکس ثابت کرنے کیلئے دلیل افتراض کی ضرورت ہے، لہٰذا اصل جزئی میں جس طرح دلیلِ افتراض جاری ہوتی ہے، اسی طرح اصل کلی میں بھی جاری ہوسکتی ہے، چنانچہ اگر اصل کلی میں دلیل افتراض کو جاری کیا جائے اور اصل جزئی میں صرف بیان پر اکتفاء کیا جائے تو اس سے بھی مطلوب حاصل ہوجاتا ہے۔

وقتیین، وجودیتین اور مطلقہ عامہ موجبہ کا عکس

شارح فرماتے ہیں کہ وقتیہ مطلقہ موجبہ، وقتیہ موجبہ، وجودیہ لاضروریہ موجبہ، وجودیہ لا دائمہ موجبہ اور مطلقہ عامہ موجبہ کا عکس مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ آتا ہے، جیسے کل ج ب بالفعل اس کا عکس بعض ب ج بالاطلاق العام آئے گا، اگر کوئی اس کو تسلیم نہ کرے تو اس کو اس کی نقیض دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ تسلیم کرنی پڑے گی، یعنی لاشیٔ من ب ج دائمًا، اب اس نقیض کو اصل کے ساتھ ملائیں گے، اصل کو صغریٰ اور نقیض کو کبریٰ بنائیں گے، چنانچہ شکل اول کی ترتیب اس طرح ہوگی، کل ج ب باحدی الجہات، ولاشیٔ من ب ج دائمًا نتیجہ آئے گا، لاشیٔ من ج ج دائمًا، جو سلب الشیٔ عن نفسہ کو مستلزم ہے، اور سلب الشیٔ عن نفسہ محال ہے، اور یہ محال نقیض کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، لہٰذا نقیض باطل ہے، اور اصل عکس صادق ہے۔

موجہات موجبہ کلیہ وجزئیہ کے عکس کا نقشہ

نمبر شمار	اصل قضیہ	مثالیں	عکس	مثالیں
۱	ضروریہ مطلقہ	کل انسان او بعض الانسان حیوان بالضرورۃ	موجبہ جزئیہ حینیہ مطلقہ	بعض الحیوان انسان بالفعل حین ھو حیوان
۲	دائمہ مطلقہ	کل انسان او بعض الانسان حیوان دائمًا	//	//
۳	مشروطہ عامہ	کل انسان او بعض الانسان حیوان بالضرورۃ مادام انسانًا	//	//
۴	عرفیہ عامہ	کل کاتب او بعض الکاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبًا	//	بعض متحرک الاصابع کاتب بالفعل حین ھو متحرک الاصابع
۵	مشروطہ خاصہ	کل کاتب او بعض الکاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبًا لا دائمًا	موجبہ جزئیہ حینیہ مطلقہ لا دائمہ	بعض متحرک الاصابع کاتب بالفعل حین ھو متحرک الاصابع لادائمًا
۶	عرفیہ خاصہ	کل کاتب او بعض الکاتب متحرک الاصابع دائمًا مادام کاتبًا لادائمًا	//	بعض متحرک الاصابع کاتب بالفعل حین ھو متحرک الاصابع لادائمًا
۷	وقتیہ	کل قمر او بعض القمر منخسف بالضرورۃ وقت الحیلولۃ لا دائمًا	موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ	بعض المنخسف قمر بالفعل

۸	منتشرہ	کل انسان او بعض الانسان متنفس بالضرورة وقتاما لادائمًا	//	بعض المتنفس انسان بالفعل
۹	وجودیہ لاضروریہ	کل انسان او بعض الانسان ضاحک بالفعل لا بالضرورة	//	بعض الضاحک انسان بالفعل
۱۰	وجودیہ لادائمہ	کل انسان او بعض الانسان ضاحک بالفعل لادائمًا	//	// //
۱۱	مطلقہ عامہ	کل انسان او بعض الانسان ضاحک بالفعل	//	// //

قَالَ وَ اِنْ شِئْتَ عَكَسْتَ نَقِيْضَ الْعَكْسِ فِي الْمُوْجِبَاتِ لِيَصْدُقَ نَقِيْضُ الاَصْلِ اَوْ الاَخَصُّ مِنْهُ **اَقُوْلُ** لِلْقَوْمِ فِيْ بيان عُكُوْسِ الْقَضَايَا ثَلٰثُ طُرُقِ الْخُلْفُ وَ هُوَ ضَمُّ نَقِيْضِ الْعَكْسِ مَعَ الاَصْلِ لِيُنْتِجَ مُحَالاً وَ الافْتِرَاضُ وَ هُوَ فَرْضُ ذَاتِ الْمَوْضُوْعِ شَيْئًا مُعَيَّنًا وَ حَمْلُ وَصْفِي الْمَوْضُوْعِ وَ الْمَحْمُوْلِ عَلَيْهِ لِيَحْصُلَ مَفْهُوْمُ الْعَكْسِ وَ هُوَ لاَ يَجْرِيْ اِلاَّ فِي الْمُوْجِبَاتِ وَ السَّوَالِبِ الْمُرَكَّبَةِ لِوُجُوْدِ الْمَوْضُوْعِ فِيْهَا بِخِلاَفِ الْخُلْفِ فَاِنَّهُ يَعُمُّ الْجَمِيْعَ وَ الثَّالِثُ طَرِيْقُ الْعَكْسِ وَ هُوَ اَنْ يُعْكَسَ نَقِيْضُ الْعَكْسِ لِيَحْصُلَ مَايُنَافِي الاَصْلَ فَلَمَّا نَبَّهَ فِيْمَا سَبَقَ عَلَى الطَّرِيْقَيْنِ الاَوَّلَيْنِ حَاوَلَ التَّنْبِيْهَ عَلٰى هٰذَا الطَّرِيْقِ اَيْضًا فَلَكَ اَنْ تَعْكِسَ نَقِيْضَ الْعَكْسِ فِي الْمُوْجِبَاتِ لِيَصْدُقَ نَقِيْضُ الاَصْلِ وَ الاَخَصُّ مِنْهُ فَاِنَّ الاَصْلَ اِذَا كَانَ كُلِّيًّا وَ نَقِيْضُ عَكْسِهِ سَلْبًا كُلِّيًّا اِنْعَكَسَ النَّقِيْضُ كَنَفْسِهِ فِي الْكَمِّ كُلِّيًّا وَ هُوَ اَخَصُّ مِنْ نَقِيْضِ الاَصْلِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور اگر تو چاہے تو موجبات میں عکس کی نقیض کا عکس کرے تا کہ اصل کی نقیض یا اس سے بھی اخص صادق آئے۔ میں کہتا ہوں کہ قضایا کے عکوس کے بیان میں قوم کے تین طریقے ہیں، خلف اور وہ عکس کی نقیض کو اصل کے ساتھ ملانا ہے تا کہ محال کا نتیجہ دے، اور افتراض اور وہ ذاتِ موضوع کو معین شئ فرض کرنا، اور اس پر وصفِ موضوع و وصف محمول کو محمول کرنا ہے تا کہ عکس کا مفہوم حاصل ہو جائے اور یہ صرف موجبات اور سوالب مرکبہ میں جاری ہوتا ہے، کیوں کہ ان میں موضوع موجود ہوتا ہے، بخلاف خلف کے کہ وہ سب کو عام ہے، اور سوم طریق عکس ہے، اور وہ یہ ہے کہ عکس کی نقیض کا عکس کر دیا جائے تا کہ اصل کے منافی نتیجہ حاصل ہو، پس ماتن نے جب سابق میں پہلے دو طریقوں پر متنبہ کیا تو اس طریق (سوم) پر بھی تنبیہ کرنا چاہتے ہیں تو آپ کے لئے جائز ہے کہ موجبات میں عکس کی نقیض کا عکس کریں تا کہ اصل کی نقیض یا اس سے بھی اخص صادق آئے، اس لئے کہ اصل جب کلی ہو اور اس کے عکس کی نقیض سالبہ کلیہ ہو تو نقیض کمیت میں اپنے مثل یعنی کلی ہی کی جانب منعکس ہوگی، اور وہ اصل کی نقیض سے اخص ہے۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے یہ بیان کیا ہے کہ عکس کو ثابت کرنے کے تین طریقے ہیں، چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ مناطقہ کا یہ طریقہ ہے کہ وہ عکس کو ثابت کرنے کے لئے تین طریقوں سے استدلال کرتے ہیں: ۱- دلیلِ خلف ۲- دلیلِ افتراض ۳- طریق عکس۔

شارح نے اوّلاً طرق ثلاثہ میں سے ہر ایک کی تعریف بیان کی ہے پھر کہا ہے کہ جب ماتن موجہات کا عکس دلیلِ خلف اور دلیل افتراض سے ثابت کر چکے تو اب یہاں سے طریق عکس کو بیان کر رہے ہیں، طرق ثلاثہ میں سے ہر ایک کی تعریف وتشریح ملاحظہ فرمائیں:

دلیل خلف: یہ وہ دلیل ہوتی ہے جس سے مدعی اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے عکس کی نقیض کا بطلان ثابت کرتا ہے، جس کی صورت یہ ہوتی ہے، کہ اوّلاً عکس کی نقیض نکالی جاتی ہے، پھر اس نقیض کو اصل قضیہ کے ساتھ ملا کر نتیجہ نکالا جاتا ہے، یہ نتیجہ سلب الشیٔ عن نفسہٖ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے محال ہوتا ہے، اس امر محال کا منشا چونکہ عکس کی نقیض ہے اس لئے عکس کی نقیض باطل ہے، اور عکس صحیح ہے، یہ دلیل محصورات ثلاثہ، حملیہ وشرطیہ اور تمام موجہات موجبہ وسالبہ میں جاری ہوتی ہے، اس کی مثالیں ماسبق میں گزر چکی ہیں طوالت کے خوف سے اعادہ سے گریز کیا جا رہا ہے۔

دلیل افتراض: یہ وہ دلیل ہے جس میں ذاتِ موضوع ایک معین چیز فرض کی جاتی ہے، اور پھر اس پر وصفِ محمول اور وصفِ موضوع دونوں کو محمول کیا جاتا ہے، تا کہ عکس کا مفہوم حاصل ہو جائے، اس کی مثالیں بھی ماقبل میں گزر چکی ہیں، یہ دلیل صرف موجبات اور سوالب مرکبات میں جاری ہوتی ہے، سوالب بسیطہ میں جاری نہیں ہوتی، اس لئے کہ دلیل افتراض کے لیے موضوع کا خارج میں موجود ہونا ضروری ہے اور سالبہ بسیطہ میں موضوع سے محمول کی نفی کا حکم ہوتا ہے، لہٰذا جس چیز کو ذاتِ موضوع فرض کیا جائے اس پر وصف محمول صادق نہ ہوگا، اور سوالب مرکبہ میں بھی اگر چہ اصل قضیہ کا پہلا جزء سالبہ ہوتا ہے مگر دوسرا اجزء جس کی طرف لادوام سے اشارہ ہوتا ہے، وہ چونکہ موجبہ ہوتا ہے، اس لئے اس میں ذاتِ مفروضہ پر وصفِ محمول صادق ہوگا۔

طریق عکس: یہ وہ طریق ہے جس میں عکس کی نقیض کا عکس کیا جاتا ہے، تا کہ اصل کے منافی حاصل ہو جائے، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ پہلے عکس کی نقیض نکالی جاتی ہے، پھر اس نقیض کا عکس نکالا جاتا ہے، یہ عکس اگر اصل قضیہ کے خلاف اور منافی آئے تو معلوم ہو جائے گا کہ اصل قضیہ کا عکس درست ہے، اور نقیض کا عکس درست نہیں ہے، چنانچہ آپ اس کو مثال سے سمجھئے، مثلاً **کل انسان حیوانٌ** یہ قضیہ موجبہ کلیہ ہے صادق ہے، تو اس کا عکس **بعض الحیوان انسان** بھی صادق ہوگا، اب اگر کوئی شخص اس عکس کو صادق نہ مانے تو اس کی نقیض **لاشیٔ من الحیوان بانسانٍ** کو صادق ماننی پڑے گی، پھر ہم اس قضیہ کا عکس نکالیں گے، اور اس کا عکس ہوگا، **لاشیٔ من الانسان بحیوانٍ**، اور یہ عکس اصل قضیہ یعنی **کل انسان حیوان** کے منافی ہے، لہٰذا عکس کی نقیض اور اس نقیض کا عکس دونوں باطل ہیں اور اصل قضیہ کا عکس موجبہ جزئیہ **بعض الحیوان انسان** صادق ہے۔

یہ تیسرا طریقہ بھی موجبات کے ساتھ خاص ہے، موجبات خواہ کلیہ ہوں یا جزئیہ، چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ جب موجبات میں آپ عکس کی نقیض کا عکس نکالیں تو یہ عکس یا تو بعینہٖ اصل قضیہ کی نقیض ہوگی یا اس نقیض سے اخص ہوگا کیوں کہ اگر اصل قضیہ موجبہ کلیہ ہو تو اس کا عکس موجبہ جزئیہ ہوگا، اور موجبہ جزئیہ کی نقیض سالبہ کلیہ ہوگی، اور سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ ہی آتا ہے، تو موجبہ جزئیہ کی نقیض یعنی سالبہ کلیہ کا عکس یعنی سالبہ کلیہ اصل قضیہ یعنی موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ سے کمیت کے اعتبار سے اخص ہے، اب اس کو مثال سے سمجھئے جیسے **کل انسان حیوان** یہ اصل قضیہ ہے اس کا عکس ہے **بعض الحیوان بانسانٍ** اس کی نقیض ہوئی **لاشیٔ من الحیوان بانسانٍ**، اس کا عکس ہوگا **لاشیٔ من الانسان بحیوانٍ** اصل قضیہ کی نقیض ہوگی **بعض الانسان لیس بحیوانٍ**، تو دیکھئے یہاں موجبہ جزئیہ کی نقیض کا عکس اصل قضیہ کی نقیض سے اخص ہے۔

وَ اِنْ كَانَ جُزْئِيًّا فَاِنْ كَانَ مُطْلَقَةً عَامَّةً اِنْعَكَسَ نَقِيْضُ عَكْسِهَا اِلىٰ مَا يُنَاقِضُهَا لِاَنَّ نَقِيْضَ عَكْسِهَا سَالِبَةٌ كُلِّيَّةٌ دَائِمَةٌ وَ هِيَ تَنْعَكِسُ كَنَفْسِهَا اِلىٰ نَقِيْضِهَا وَ اِنْ كَانَ اِحْدَى الْقَضَايَا الْبَاقِيَةِ اِنْعَكَسَ نَقِيْضُ عُكُوْسِهَا اِلىٰ مَا هُوَ اَخَصُّ مِنْ نَقَائِضِهَا اَمَّا فِي الدَّائِمَتَيْنِ وَ الْعَامَّتَيْنِ وَ الْخَاصَّتَيْنِ فَلِاَنَّ نَقِيْضَ عُكُوْسِهَا سَالِبَةٌ عُرْفِيَّةٌ عَامَّةٌ وَ هِيَ تَنْعَكِسُ اِلَى الْعُرْفِيَّةِ الْعَامَّةِ الَّتِيْ هِيَ اَخَصُّ مِنْ نَقَائِضِهَا وَ اَمَّا فِي الْوَقْتِيَّتَيْنِ وَ الْوُجُوْدِيَّتَيْنِ فَلِاَنَّ نَقِيْضَ عُكُوْسِهَا سَالِبَةٌ دَائِمَةٌ وَ عَكْسُهَا اَخَصُّ مِنْ نَقَائِضِهَا مَثَلاً اِذَا صَدَقَ بَعْضُ ج ب بِالْاِطْلَاقِ صَدَقَ بَعْضُ ب ج بِالْاِطْلَاقِ وَ اِلَّا فَلَا شَيْءَ مِنْ ب ج دَائِمًا وَ تَنْعَكِسُ اِلىٰ لَا شَيْءَ مِنْ ج ب دَائِمًا وَ هُوَ نَقِيْضُ بَعْضُ ج ب بِالْاِطْلَاقِ فَيَلْزَمُ اِجْتِمَاعُ النَّقِيْضَيْنِ وَ اِذَا صَدَقَ بَعْضُ ج ب بِالضَّرُوْرَةِ فَبَعْضُ ب ج حِيْنَ هُوَ ب وَ اِلَّا فَلَا شَيْءَ مِنْ ب ج مَادَامَ ب دَائِمًا فَلَا شَيْءَ مِنْ ج ب مَادَامَ ج وَهُوَ اَخَصُّ مِنْ نَقِيْضِ بَعْضُ ج ب بِالضَّرُوْرَةِ اَعْنِيْ قَوْلَنَا لَا شَيْءَ مِنْ ج ب بِالْاِمْكَانِ وَ عَلىٰ هٰذَا الْقِيَاسِ وَ اِنَّمَا خُصِّصَ هٰذَا الطَّرِيْقُ بِالْمُوْجِبَاتِ بِاَنَّ بَيَانَ اِنْعِكَاسِ السَّوَالِبِ بِهٖ مَوْقُوْفٌ عَلىٰ عُكُوْسِ الْمُوْجِبَاتِ كَمَا تَوَقَّفَ بَيَانُ اِنْعِكَاسِهَا عَلىٰ عُكُوْسِ السَّوَالِبِ فَلَمَّا قَدَّمَهَا اَمْكَنَهٗ اَنْ يُبَيِّنَ بِهٖ عُكُوْسَ الْمُوْجِبَاتِ بِخِلَافِ السَّوَالِبِ.

ترجمہ: اور اگر (اصل) جزئی ہو پس اگر وہ مطلقہ عامہ ہو تو اس کے عکس کی نقیض مطلقہ عامہ کے مناقض کی طرف منعکس ہوگی، اس لئے کہ اس کے عکس کی نقیض سالبہ کلیہ دائمہ ہے، اور وہ اس کی نقیض کی طرف اپنی ہی طرح منعکس ہوتا ہے، اور اگر باقی قضایا میں سے کوئی قضیہ ہو تو ان کے عکس کی نقیض خود ان کے نقائض سے اخص کی طرف منعکس ہوگی، بہر حال دائمتین، عامتین اور خاصتین میں تو اس لئے کہ ان کے عکوس کی نقیض سالبہ عرفیہ عامہ ہے، اور وہ عرفیہ عامہ ہی کی طرف منعکس ہوتا ہے، جو ان کے نقائض سے اخص ہے، اور بہر حال وقتیین اور وجودیتین تو اس لئے کہ ان کے عکوس کی نقیض سالبہ دائمہ ہے اور اس کا عکس ان کی نقائض سے اخص ہے۔ مثال کے طور پر جب بعض ج ب بالاطلاق صادق ہوگا تو بعض ب ج بالاطلاق (بھی) صحیح ہوگا، ورنہ تو لاشئ من ب ج دائمًا صادق ہوگا، اور یہ لاشئ من ج ب دائمًا کی طرف منعکس ہوگا، اور وہ بعض ج ب بالاطلاق کی نقیض ہے، پس اجتماع نقیضین لازم آئے گا، اور جب بعض ج ب بالضرورۃ صادق ہوگا تو بعض ب ج حین ھو ب (بھی صادق ہوگا) ورنہ تو لاشئ من ب ج مادام ب دائمًا (صادق ہوگا) پس لاشئ من ج ب مادام ج (بھی صادق ہوگا) جو بعض ج ب بالضرورۃ کی نقیض یعنی ہمارے قول لاشئ من ج ب بالامکان سے اخص ہے، اور باقی بھی اسی پر قیاس کر لو۔ اور اس طریق کو موجبات کے ساتھ خاص کیا ہے، اس لئے کہ اس طریق سے سوالب کے عکس کا بیان موجبات کے عکوس پر موقوف ہے، جس طرح موجبات کے انعکاس کا بیان سوالب کے عکوس پر موقوف ہے، اور جب ماتن نے سوالب کے عکوس کو پہلے بیان کر دیا تو اب اس طریق سے صرف موجبات کے عکوس کو بیان کرنا ممکن ہے، بخلاف سوالب کے (کہ ان کا عکس اس طریق سے بیان کرنا ممکن نہیں)

تشریح: اس عبارت میں طریق ثالث کو موجبہ جزئیہ کے عکس کو ثابت کرنے میں جاری کرر ہے ہیں، چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ اگر اصل قضیہ موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ ہو تو وہاں پر عکس کی نقیض کا عکس بعینہ اصل قضیہ کی نقیض ہوگا، وہ اس طرح کہ مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ کا عکس مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ آتا ہے، اور اس کی نقیض دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ آئے گی، کیوں کہ مطلقہ عامہ کی نقیض دائمہ مطلقہ آتی ہے، پھر اس نقیض کا عکس نکالا تو وہ بھی دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ ہی ہے، کیوں کہ دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ کا عکس دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ ہی آتا ہے، اب یہ عکس کی نقیض کا عکس بعینہ اصل قضیہ مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ کی نقیض ہے، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے، جیسے **بعض الکاتب متحرک الاصابع بالاطلاق العام** دیکھئے یہ قضیہ مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ ہے، اس کا عکس بھی یہی آئے گا، اور وہ ہوگا، **بعض متحرک الاصابع کاتب بالاطلاق العام،** پھر اس عکس کی نقیض نکالی جائے گی اور وہ ہوگی دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ یعنی **لاشیٔ من متحرک الاصابع بکاتب بالدوام،** پھر اس نقیض کا عکس نکالا جائے گا اور وہ دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ ہی ہوگا، اس لئے سوالب کلیہ میں دائمہ مطلقہ کا عکس دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ ہی آتا ہے، اور وہ ہوگا، **لاشیٔ من الکاتب بمتحرک الاصابع بالدوام،** اب یہ عکس اصل قضیہ مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ **بعض الکاتب متحرک الاصابع بالاطلاق العام** کی بعینہ نقیض ہے، لہٰذا اجتماع نقیضین لازم آگیا، اور اصل قضیہ چونکہ مفروض الصدق ہے اس لئے یہ سب باطل ہے، اور اصل قضیہ کا عکس درست ہے، اور اگر مادہ ہو موجبہ جزئیہ کا اور قضیہ مطلقہ عامہ کے علاوہ باقی قضایا میں سے ہو تو وہاں پر قضایا کے عکوس کی نقیض کا عکس اصل قضیہ کی نقیض سے اخص ہوتا ہے، چنانچہ ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، عرفیہ عامہ، مشروطہ عامہ، مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے عکس کی نقیض سالبہ عرفیہ عامہ ہے، کیوں کہ پہلے چار قضایا کا حینیہ مطلقہ ہے تو اس کی نقیض عرفیہ عامہ ہوگی، اور مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے جزء اول کا عکس بھی حینیہ مطلقہ لا دائمہ ہے تو اس کے جزء اول کی نقیض بھی عرفیہ عامہ ہوگی، اور عرفیہ عامہ کا عکس عرفیہ عامہ ہی آتا ہے، لہٰذا یہ عکس یعنی عرفیہ عامہ سالبہ اصل ان چھ قضایا کی نقیضوں سے اخص ہے، کیوں کہ ضروریہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہے، اور عرفیہ عامہ ممکنہ عامہ سے اخص ہے اور دائمہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہے، اور عرفیہ عامہ مطلقہ عامہ سے اخص ہے، اور مشروطہ عامہ کی نقیض حینیہ ممکنہ ہے، اور عرفیہ عامہ حینیہ ممکنہ سے اخص ہے، اور مشروطہ خاصہ کے جزء اول کی نقیض حینیہ ممکنہ ہے اور عرفیہ خاصہ کے جزء اول کی نقیض حینیہ مطلقہ ہے، اور عرفیہ عامہ ان دونوں سے اخص ہے، تو یہ عکس کی نقیض کا عکس یعنی عرفیہ عامہ اصل قضایا کی نقائض سے اخص ہے، اور اصل قضایا کی نقائض جو مفہوم مردد کے ذریعہ سے نکالی جاتی ہے، اعم ہیں، اور جب اصل قضیہ کی نقیض کاذب ہے، تو یہ عرفیہ عامہ جو اس کے عکس کی نقیضوں کا عکس ہے کاذب ہوگا، کیوں کہ اعم کے کاذب ہونے سے اخص کا کاذب ہونا لازم ہے، اس لئے قضیہ کا اصل عکس ہی درست ہے۔

اور وقتیہ مطلقہ، وجودیہ لاضروریہ اور وجودیہ لا دائمہ کے عکوس کی نقائض کے عکوس بھی ان کے اصل قضایا کی نقائض سے اخص ہوتے ہیں، کیوں کہ مذکورہ قضایا کا عکس مطلقہ عامہ آتا ہے، اور مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ کی نقیض سالبہ کلیہ دائمہ آتی ہے، اور سالبہ کلیہ دائمہ کا عکس سالبہ کلیہ دائمہ ہی آتا ہے، اب یہ عکس یعنی سالبہ دائمہ کلیہ ان قضایا کی نقائض سے اخص ہے، اور وہ نقائض اس سے اعم ہیں۔

مثلاً اذا صدق الخ سے شارح اس صورت کی مثال پیش کرر ہے ہیں جس میں اصل قضیہ موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ ہو تو وہاں عکس کی نقیض کا عکس بعینہ اصل قضیہ کی نقیض ہوتا ہے، اور جس کی وجہ سے اجتماع نقیضین لازم آتا ہے، جیسے **بعض ج ب بالاطلاق،** یہ موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ ہے، صادق ہے، اور اس کا عکس بھی چونکہ مطلقہ عامہ ہی آتا ہے، لہٰذا اس کا عکس **بعض ب ج بالاطلاق**

صادق ہوگا، اگر اس کو صادق نہ مانا جائے تو اس کی نقیض سالبہ کلیہ دائمہ مطلقہ لاشیٔ من ج ب دائمًا صادق ہوگی، اور پھر اس نقیض کا عکس لاشیٔ من ج ب دائمًا آئے گا، اس لئے سالبہ کلیہ دائمہ کا عکس سالبہ کلیہ دائمہ ہی آتا ہے، اب یہ عکس یعنی لاشیٔ من ج ب دائمًا بعینہ اصل قضیہ مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ بعض ج ب بالاطلاق کی نقیض ہے لہٰذا دو نقیض جمع ہو گئے اور اجتماع نقیضین محال ہے، اور محال باطل ہوتا ہے، اس لئے یہ سب باطل ہے، اور اصل عکس ہی درست ہے، کیوں کہ یہ محال اصل عکس نہ ماننے کی وجہ سے لازم آرہا ہے۔

واذا صدق بعض ج ب بالضرورة الخ اس عبارت میں شارح نے دوسری مثال پیش کی ہے، اور یہ ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ کی مثال ہے، جس میں عکس کی نقیض کا عکس اصل قضیہ کی نقیض سے اخص ہوتا ہے، جیسے بعض ج ب بالضرورة یہ ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ ہے، اور یہ صادق ہے، اس کا عکس حینیہ مطلقہ ہے اور وہ بعض ب ج حین هو ب ہے اور یہ بھی صادق ہے، اگر کوئی اس کو صادق نہ مانے تو اس کی نقیض عرفیہ عامہ سالبہ یعنی لاشیٔ من ب ج مادام ب دائمًا کو صادق ماننی ہوگی، پھر اس نقیض کا عکس نکالا جائے گا اور وہ ہوگا لاشیٔ من ج ب مادام ج اب یہ عکس یعنی لاشیٔ من ج ب مادام ج اصل قضیہ یعنی ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ بعض ج ب بالضرورة کی نقیض ممکنہ عامہ سالبہ یعنی لاشیٔ من ج ب بالامکان العام سے اخص ہے۔ اور یہ عکس چونکہ اصل قضیہ کے خلاف ہے، اس لئے اصل قضیہ کا عکس صادق ہے، اس کی نقیض اور اس نقیض کا عکس دونوں باطل ہیں۔

وعلیٰ هٰذا القیاس الخ اس عبارت سے شارح یہ کہنا چاہتے ہیں کہ دو قضیہ کی جو مثالیں میں نے پیش کی ہیں، اسی پر قیاس کرتے ہوئے بقیہ قضایا کی مثالیں آپ نکال لیجئے۔

إنما خصص هٰذا الطریق بالموجبات الخ اس عبارت میں شارح نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مصنف نے موجبات ہی کے عکس کو ثابت کرنے کے لئے طریق عکس کیوں جاری کیا ہے، سوالب کے عکس کو ثابت کرنے کے لئے طریق عکس کیوں نہیں جاری کیا آخر کیا وجہ ہے؟ تو شارح جواب دیتے ہیں کہ طریقِ عکس کو جو موجبات کے ساتھ خاص کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ سوالب اور موجبات دونوں کے عکوس کو بطریقِ عکس ثابت کرنا ممکن نہیں ہے، کیوں کہ دور لازم آتا ہے، اس لئے کہ اس طریقہ سے سوالب کے انعکاس کا اثبات موجبات کے عکوس پر موقوف ہے، اور موجبات کے انعکاس کا بیان سوالب کے عکوس پر موقوف ہے، اس لئے ان میں سے ایک کے عکوس کو ثابت کرنے کے لئے دوسرے کے عکوس کی معرفت دوسرے طریق سے ضروری ہے، اور ماتن چونکہ سوالب کے عکوس کو مقدم کر چکے ہیں، اور ان کو بطریق خلف اور بطریق افتراض ثابت کر چکے ہیں، اس لئے موجبات کے عکوس کو بطریقِ عکس ثابت کرنا ممکن ہوگا، بخلاف سوالب کے عکوس کے کہ ان کا اثبات بطریقِ عکس ممکن نہیں ہے۔

قال وَ اَمَّا الْمُمْكِنَتَانِ فَحَالُهُمَا فِي الْاِنْعِكَاسِ وَ عَدَمِهٖ غَيْرُ مَعْلُوْمٍ لِتَوَقُّفِ الْبُرْهَانِ الْمَذْكُوْرِ لِلْاِنْعِكَاسِ فِيْهِمَا عَلَى انْعِكَاسِ السَّالِبَةِ الضَّرُوْرِيَّةِ كَنَفْسِهَا اَوْ عَلٰى اِنْتَاجِ الصُّغْرَى الْمُمْكِنَةِ مَعَ الْكُبْرَى الضَّرُوْرِيَّةِ فِي الشَّكْلِ الْاَوَّلِ وَ الثَّالِثِ الَّذِيْنَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا غَيْرُ مُتَحَقِّقٍ وَ لِعَدَمِ الظَّفْرِ بِدَلِيْلٍ يُوْجِبُ الْاِنْعِكَاسَ وَ عَدَمَهٗ. **اَقُوْلُ** قُدَمَاءُ الْمَنْطِقِيِّيْنَ ذَهَبُوْا اِلَى انْعِكَاسِ الْمُمْكِنَتَيْنِ مُمْكِنَةً عَامَّةً وَ اسْتَدَلُّوْا عَلَيْهِ بِوُجُوْهٍ اَخَذُهَا الْخُلْفُ لِاَنَّهٗ اِذَا صَدَقَ بَعْضُ جَ بَ بِالْاِمْكَانِ صَدَقَ بَعْضُ بَ جَ بِالْاِمْكَانِ الْعَامِّ وَ اِلَّا فَلَا شَيْءَ مِنْ بَ جَ بِالضَّرُوْرَةِ وَ نَضُمُّهٗ مَعَ الْاَصْلِ وَ نَقُوْلُ بَعْضُ جَ بَ

بِالاِمْكَانِ وَ لَاشَيْءَ مِنْ بَ جَ بِالضَّرُوْرَةِ يُنْتِجُ بعضُ جَ لَيْسَ جَ بِالضَّرُوْرَةِ وَ اَنَّهُ مُح وَ ثَانِيُهَا الاِفْتِرَاضُ وَ هُوَ اَنْ يُفْرَضَ ذَاتُ جَ وَ بَ دَ فَدَ بَ بِالاِمْكَانِ وَ دَ جَ فَبعضُ بَ جَ بِالاِمْكَانِ وَ هُوَ المط وَ ثَالِثُهَا طَرِيْقُ العَكْسِ فَاِنَّهُ لَوْ كَذَبَ بَعضُ بَ جَ بِالاِمْكَانِ لَصَدَقَ لَاشَيْءَ مِنْ بَ جَ بِالضَّرُوْرَةِ فَيَنْعَكِسُ اِلٰى لَاشَيْءَ مِنْ جَ بَ بِالضَّرُوْرَةِ وَ قَدْ كَانَ بَعضُ جَ بَ بِالاِمْكَانِ فَيجتَمِعُ النَّقِيْضَانِ وَ هٰذِهِ الدَّلَائِلُ لَاتَتِمُّ اَمَّا الاَوَّلَانِ فَلِتَوَقُّفِهِمَا عَلٰى اِنْتَاجِ الصُّغرٰى المُمْكِنَةِ فِي الشَّكْلِ الاَوَّلِ وَ الثَّالِثِ وَ سَتَعْرِفُ اَنَّهَا عَقِيْمَةٌ وَ اَمَّا الثَّالِثُ فَلِتَوَقُّفِهٖ عَلٰى اِنْعِكَاسِ السَّالِبَةِ الضَّرُوْرِيَّةِ كَنَفْسِهَا وَ قَدْ تَبَيَّنَ اَنَّهَا لَاتَنْعَكِسُ اِلَّا دَائِمَةً فَلَمَّا لَمْ تَتِمَّ هٰذِهِ الدَّلَائِلُ وَ لَمْ يَظْفَرِ المُصَ بِدَلِيْلٍ يَدُلُّ عَلَى الاِنْعِكَاسِ وَ لَا عَلٰى عَدَمِهٖ تَوَقَّفَ فِيْهِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور بہر حال ممکنتین تو ان دونوں کا حال منعکس ہونے اور منعکس نہ ہونے میں معلوم نہیں ہے، اس لئے کہ وہ دلیل جو ان دونوں کے منعکس ہونے کے لئے مذکور ہے، سالبہ ضروریہ کے کنفسھا منعکس ہونے پر یا شکل اوّل و ثالث میں کبریٰ ضروریہ کے ساتھ صغریٰ ممکنہ کے منتج ہونے پر موقوف ہے، ان دونوں میں سے ہر ایک غیر محقق ہے، اور ایسی دلیل پر کامیاب نہ ہونے کی وجہ سے جو انعکاس اور عدم انعکاس کی موجب ہو۔ میں کہتا ہوں کہ متقدمین مناطقہ ممکنتین کے ممکنہ عامہ کی طرف منعکس ہونے کی جانب گئے ہیں، اور اس پر انہوں نے (تین) طریقوں سے استدلال کیا ہے، ان میں سے ایک خلف ہے، اس لئے کہ جب بعض ج ب بالامکان صادق ہوگا تو بعض ب ج بالامکان العام (بھی) صادق ہوگا، ورنہ تو لاشئ من ب ج بالضرورۃ (صادق ہوگا) اور ہم اس کو اصل کے ساتھ ملائیں گے اور کہیں گے، بعض ج ب بالامکان و لاشئ من ب ج بالضرورۃ نتیجہ دے گا، بعض ج لیس ج بالضرورۃ اور یہ محال ہے۔ اور ان میں سے دوسرا (طریق) افتراض ہے، اور وہ یہ ہے کہ ذاتِ "ج" اور "ب" کو "د" فرض کیا جائے پس د ب ہے بالامکان اور د ج بھی ہے تو بعض ب ج بالامکان ہوگا، اور یہی مطلوب ہے۔ اور ان میں سے تیسرا (طریق) طریق عکس ہے، اس لئے کہ اگر بعض ب ج بالامکان کاذب ہو تو لاشئ من ب ج بالضرورۃ صادق ہوگا، جو لاشئ من ج ب بالضرورۃ کی طرف منعکس ہوگا، حالانکہ بعض ج ب الامکان تھا، پس نقیضین کا اجتماع ہوگا، اور یہ دلیلیں تام نہیں ہیں، بہر حال پہلی دو تو اس لئے کہ یہ دونوں شکل اول و ثالث میں صغریٰ ممکنہ کے منتج ہونے پر موقوف ہیں، اور عنقریب آپ جان لیں گے کہ یہ عقیمہ ہے، اور بہر حال تیسری دلیل تو اس لئے کہ یہ سالبہ ضروریہ کے کنفسھا منعکس ہونے پر موقوف ہے، حالانکہ یہ واضح ہو چکا ہے کہ وہ دائمہ کی طرف منعکس ہوتا ہے، پس جب یہ دلیلیں تام نہیں ہیں، اور ماتن کسی ایسی دلیل پر کامیاب نہیں ہو سکے جو انعکاس پر دال ہو اور نہ (ہی ایسی دلیل پر کامیاب ہو سکے جو) عدم انعکاس پر (دال ہو) اس لئے انہوں نے توقف کیا ہے۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے ممکنہ عام اور ممکنہ خاصہ کے منعکس ہونے یا نہ ہونے کے سلسلے میں لاعلمی کا اظہار کیا ہے، اور ماتن نے اس کی دو وجہ بیان کی ہیں، پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ان کے عکس کے بارے میں جو دلیل بیان کی جاتی ہے وہ یا تو سالبہ ضروریہ کے سالبہ ضروریہ منعکس ہونے پر موقوف ہوتی ہے، یا شکل اوّل اور ثالث میں صغریٰ کا ممکنہ اور کبریٰ کا ضروریہ ہونا لازم آتا ہے، اور یہ دونوں

چیزیں غیر محقق ہیں۔ ماتن نے دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ مجھے کوئی ایسی دلیل نہیں ملی جو ان کے انعکاس یا عدم انعکاس کو ثابت کرے، اس لئے ماتن نے اس سلسلے میں توقف فرمایا ہے۔ لیکن شارح نے تفصیل سے اس بحث کو ذکر کیا ہے، دراصل ممکنہ عامہ و ممکنہ خاصہ کے منعکس ہونے یا منعکس نہ ہونے کے سلسلے میں مناطقہ کے درمیان اختلاف ہے، ایک مذہب متاخرین کا ہے جو شیخ بوعلی سینا کا ہے وہ یہ ہے کہ ان دونوں کا عکس نہیں آتا، علامہ تفتازانی نے اسی کو اختیار کیا ہے، دوسرا مذہب معلم ثانی ابوالنصر فارابی کا ہے، جس کو متقدمین مناطقہ نے اختیار کیا ہے، وہ یہ ہے کہ ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کا عکس ممکنہ عامہ آتا ہے، متقدمین نے اسی کو تین دلیلوں سے ثابت کیا ہے: ۱- دلیلِ خلف ۔۲- دلیل افتراض ۔۳- دلیل طریقِ عکس۔

دلیل خلف کی تقریر یہ ہے کہ بعض ج ب بالامکان اصل قضیہ ہے اور صادق ہے، اس کا عکس ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ آئے گا، اور وہ بعض ب ج بالامکان ہوگا، اگر کسی کو یہ عکس تسلیم نہیں تو اس کی نقیض ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ لاشیء من ب ج بالضرورۃ صادق ہوگی، پھر اس نقیض کو اصل قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل اوّل بنائیں گے، اصل کو صغریٰ اور نقیض کو کبریٰ بنا کر اس طرح کہیں گے، بعض ج ب بالامکان و لاشیء من ب ج بالضرورۃ نتیجہ ہوگا، لاشیء من ج ج بالضرورۃ یا بعض ج لیس ج بالضرورۃ اور سلب الشئ عن نفسہ ہونے کی وجہ سے محال ہے، اور یہ محال عکس کو نہ ماننے اور نقیض کو ماننے کی وجہ سے ہے، اس لئے نقیض باطل ہے، اور اصل عکس صحیح ہے۔

دلیل افتراض: کی وضاحت یہ ہے کہ بعض ج ب بالامکان کا عکس بعض ب ج بالامکان العام ہے، اور اگر کسی کو یہ تسلیم نہ ہو، تو ہم اس کو دلیل افتراض سے ثابت کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ بعض ج ب بالامکان میں ہم ذاتِ موضوع کو "د" فرض کرتے ہیں، اور پھر اس پر وصف محمول اور وصف موضوع کو محمول کرتے ہیں، جس سے شکل ثالث مرتب ہو جائے گی، چنانچہ یوں ہوگا، د ب بالامکان اور د ج بالامکان، نتیجہ آئے گا، بعض ب ج بالامکان، یہ بعینہ اصل قضیہ بعض ج ب بالامکان کا عکس ہے اور یہی مطلوب ہے۔

طریق عکس: کی تقریر یہ ہے کہ بعض ج ب بالامکان کا عکس بعض ب ج بالامکان ہے اور صادق ہے، اگر کوئی اس کے صدق کو تسلیم نہ کرے تو اس کی نقیض سالبہ ضروریہ مطلقہ سالبہ لاشیء من ب ج بالضرورۃ کو صادق ماننی پڑے گی، اور اس کا عکس لاشیء من ج ب بالضرورۃ ہے، یہ عکس اصل قضیہ بعض ج ب بالامکان کے مخالف اور متناقض ہے، جس سے اجتماع نقیضین لازم آرہا ہے جو محال ہے، یہ محال نقیض کی وجہ سے پیدا ہوا ہے لہٰذا نقیض باطل اصل قضیہ کا عکس صحیح ہے۔

متاخرین چونکہ اس بات کے قائل ہیں کہ ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کا عکس نہیں آتا ہے، اس لئے وہ ان تین دلیلوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ناقص اور ناتمام ہیں، پہلی دو دلیلیں تو اس لئے ناقص ہیں کہ یہ شکل اوّل اور شکل ثالث میں صغریٰ ممکنہ منتج ہونے پر موقوف ہیں۔ اور اشکال کی شرائط کی بحث میں آپ کو یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ صغریٰ ممکنہ شکل اول اور ثالث میں عقیم ہوتی ہے، یعنی نتیجہ نہیں دیتی۔ اور تیسری دلیل اس لئے ناقص ہے کہ یہ سالبہ ضروریہ کے کنفسھا یعنی سالبہ ضروریہ منعکس ہونے پر موقوف ہے، اور سالبہ ضروریہ کا عکس سالبہ دائمہ آتا ہے نہ کہ سالبہ ضروریہ جب یہ دلائل ناقص ہیں اور ماتن کو کوئی ایسی دلیل مل نہ سکی جو ان کے منعکس ہونے یا نہ ہونے کو ثابت کرے، اس لئے ماتن نے ان کے عکس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا۔

وَاعۡلَمۡ اَنَّہٗ اِذَا اعۡتَبَرۡنَا الۡمَوۡضُوۡعَ بِالۡفِعۡلِ كَمَا هُوَ مَذۡهَبُ الشَّيۡخِ ظَهَرَ عَدَمُ اِنۡعِكَاسِ الۡمُمۡكِنَةِ لِاَنَّ مَفۡهُوۡمَ الۡاَصۡلِ اَنَّ مَا هُوَ جَ بِالۡفِعۡلِ بَ بِالۡاِمۡكَانِ وَ مَفۡهُوۡمُ الۡعَكۡسِ اَنَّ مَا هُوَ بَ بِالۡفِعۡلِ جَ بِالۡاِمۡكَانِ وَ يَجُوۡزُ اَنۡ يَكُوۡنَ بَ بِالۡاِمۡكَانِ وَ اَنۡ لَا يَخۡرُجَ مِنَ الۡقُوَّةِ اِلَى الۡفِعۡلِ اَصۡلًا فَلَا يَصۡدُقُ الۡعَكۡسُ وَ مِمَّا يَصۡدُقُهُ الۡمِثَالُ الۡمَذۡكُوۡرُ فِي السَّالِبَةِ الضَّرُوۡرِيَّةِ فَاِنَّهٗ يَصۡدُقُ كُلُّ حِمَارٍ مَرۡكُوۡبُ زَيۡدٍ بِالۡاِمۡكَانِ وَ يَكۡذِبُ بَعۡضُ مَا هُوَ مَرۡكُوۡبُ زَيۡدٍ بِالۡفِعۡلِ حِمَارٌ بِالۡاِمۡكَانِ لِاَنَّ كُلَّ مَا هُوَ مَرۡكُوۡبُ زَيۡدٍ بِالۡفِعۡلِ فَرَسٌ بِالضَّرُوۡرَةِ وَ لَا شَيۡءَ مِنَ الۡفَرَسِ بِحِمَارٍ بِالضَّرُوۡرَةِ فَلَا شَيۡءَ مِمَّا هُوَ مَرۡكُوۡبُ زَيۡدٍ بِالۡفِعۡلِ بِحِمَارٍ بِالضَّرُوۡرَةِ وَ اَمَّا اِذَا اعۡتَبَرۡنَاهُ بِالۡاِمۡكَانِ كَمَا هُوَ مَذۡهَبُ الۡفَارَابِيِّ تَنۡعَكِسُ الۡمُمۡكِنَةُ كَنَفۡسِهَا لِاَنَّ مَفۡهُوۡمَهَا اَنَّ مَا هُوَ جَ بِالۡاِمۡكَانِ فَهُوَ بَ بِالۡاِمۡكَانِ فَمَا هُوَ بَ بِالۡاِمۡكَانِ جَ بِالۡاِمۡكَانِ لَا مُحَالَةَ وَ يَتَّضِحُ لَكَ مِنۡ هٰذِهِ الۡمَبَاحِثِ اَنَّ اِنۡعِكَاسَ السَّالِبَةِ الضَّرُوۡرِيَّةِ كَنَفۡسِهَا مُسۡتَلۡزِمَةٌ لِاِنۡعِكَاسِ الۡمُوۡجَبَةِ الۡمُمۡكِنَةِ كَنَفۡسِهَا وَ بِالۡعَكۡسِ وَ كُلُّ ذٰلِكَ بِطَرِيۡقِ الۡعَكۡسِ.

ترجمہ: اور جان لیجئے کہ جب ہم موضوع کا بالفعل اعتبار کریں جیسا کہ یہ شیخ کا مذہب ہے تو ممکنہ عامہ کا منعکس نہ ہونا ظاہر ہے، اس لئے کہ اصل کا مفہوم یہ ہوگا کہ جو "ج" بالفعل ہے وہ "ب" بالامکان ہے، اور عکس کا مفہوم یہ ہوگا کہ جو "ب" بالفعل ہے، وہ "ج" بالامکان ہے، اور یہ ممکن ہے کہ "ب" بالامکان ہو اور قوت سے فعلیت کی طرف بالکل نہ آئے تو عکس صادق نہ ہوگا، اس کی تصدیق وہ مثال کرتی ہے جو سالبہ ضروریہ میں ذکر کی گئی ہے، اس لئے کہ کل حمار مرکوبُ زیدٍ بالامکان صادق ہے، اور بعض ماھو مرکوب زید بالفعل حمار بالامکان کاذب ہے، اس لئے کہ زید کی جو سواری بالفعل ہے، وہ فرس ہے بالضرورۃ اور فرس کوئی فرد حمار نہیں ہے بالضرورۃ، لہٰذا زید کی کوئی سواری بالفعل حمار نہ ہوگی بالضرورۃ۔ اور جب ہم موضوع کا بالامکان اعتبار کریں جیسا کہ یہ فارابی کا مذہب ہے تو ممکنہ عامہ کنفسھا منعکس ہوگا، اس لئے کہ اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ جو "ج" بالامکان ہے وہ "ب" بالامکان ہے، پس جو "ب" بالامکان ہوگا وہ یقیناً "ج" بالامکان ہوگا، اور ان مباحث سے آپ کے سامنے یہ بات واضح ہوگئی کہ سالبہ ضروریہ کا کنفسھا منعکس ہونا موجبہ ممکنہ کے کنفسھا منعکس ہونے کو مستلزم ہے، اور اس کے برعکس اور یہ تمام بطریق عکس ہیں۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے شیخ بوعلی بن سینا اور ابوالنصر فارابی کا ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کے عکس کے بارے میں اختلاف بیان کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ موضوع کے افراد پر موضوع کے وصفِ عنوانی کے بالفعل یا بالامکان صادق ہونے کے سلسلہ میں اختلاف ہے، شیخ بوعلی بن سینا کا مذہب یہ ہے کہ موضوع کے افراد پر وصفِ عنوانی کا صادق ہونا بالفعل ہوتا ہے، اور فارابی کا مذہب یہ ہے کہ وصفِ عنوانی کا صادق ہونا افرادِ موضوع پر بالامکان ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ افراد جو عنوانِ موضوع میں اس وقت داخل نہیں ہیں، بعد میں ان کا داخل ہونا ممکن ہے، فارابی کے نزدیک وہ افراد بھی عنوان موضوع میں داخل ہوں گے اور شیخ کے نزدیک یہ داخل نہیں ہوں گے، بلکہ ان کے نزدیک عنوانِ موضوع میں صرف وہی افراد داخل ہوں گے جو عنوان موضوع کے ساتھ بالفعل متصف ہیں۔ شیخ اور

فارابی دونوں اس بات میں متفق ہیں کہ جتنے افراد اس وقت عنوانِ موضوع کے ساتھ متصف ہیں وہ سب اس میں داخل ہیں، اور اس میں بھی اتفاق ہے کہ جتنے افراد اس وقت موجود نہیں، لیکن جب موجود ہوں گے تو اس عنوانِ موضوع کے ساتھ متصف ہوں گے، تو یہ افراد بھی عنوان موضوع میں بالاتفاق داخل ہیں، اختلاف صرف ان افراد میں ہے کہ جو اس قوت تک عنوانِ موضوع کے ساتھ متصف نہیں ہوئے، اور نہ ہی ہوں گے بلکہ ان کے متصف ہونے کا صرف امکان ہی امکان ہے، یہ افراد شیخ کے نزدیک داخل نہیں اور فارابی کے نزدیک داخل ہیں، لہٰذا بعض ج ب کے معنیٰ شیخ کے نزدیک یہ ہوں گے کہ وہ ذات جس پر وصفِ "ج" بالفعل صادق ہے "ب" ہے، اور فارابی کے نزدیک اس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ وہ ذات جس پر وصفِ "ج" بالامکان صادق ہے وہ "ب" ہے، تو کل اسود کاتبٌ میں یہ حکم شیخ کے نزدیک رومیوں کو شامل نہ ہوگا، کیوں کہ ان پر وصفِ اسود بالفعل صادق نہیں ہے۔ اور فارابی کے نزدیک ان کو یہ حکم شامل ہوگا کیوں کہ ان پر وصفِ اسود بالامکان صادق ہے، اگر چہ بالفعل وہ اسود نہیں ہیں، تو اب اگر ہم شیخ کے مذہب کے مطابق اس کا اعتبار کریں کہ ذاتِ موضوع پر وصفِ عنوانی کا صدق بالفعل ہے، تو ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کا عکس ممکنہ عامہ نہیں ہوسکتا، کیوں کہ اس میں محمول کا صدق بالامکان ہوتا ہے، اور عکس میں محمول موضوع ہو جائے گا، تو وصفِ محمول کا صدق بالفعل ہونا چاہئے، حالانکہ یہ ممکن ہے کہ وصفِ محمول جو بالامکان ہے وہ بالفعل نہ ہو اس لئے عکس صادق نہ ہوگا۔ چنانچہ اصل قضیہ بعض ج ب کا مفہوم شیخ کے مذہب کے مطابق یہ ہوگا کہ جو ذات کہ بالفعل "ج" ہے وہ "ب" ہے بالامکان، اور اس کے عکس بعض ب ج کا مفہوم یہ ہوگا کہ جو ذات کہ بالفعل "ب" ہے وہ "ج" ہے بالامکان، یہ عکس صادق نہیں کیوں کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک چیز بالامکان "ب" تو ہو لیکن قوت سے فعلیت کی طرف منتقل نہ ہوسکے، یعنی بالامکان سے بالفعل نہ ہوسکے، لہٰذا عکس صادق نہ ہوگا، مثلاً زید کا گدھے پر سوار ہونا ممکن ہے لیکن بالفعل وہ فرس پر سوار ہوتا ہے، تو کل حمار مرکوب زید بالامکان صادق ہوگا کہ ہر گدھے کا زید کی سواری بننا ممکن ہے، لیکن اس کا عکس بعض مرکوب زید بالفعل حمار بالامکان صادق نہ ہوگا، اس لئے کہ اس کی نقیض لاشیٔ ممّا ہو مرکوب زید بحمار بالضرورۃ صادق ہے، کیوں کہ زید کی سواری تو بالفعل گھوڑا ہے اس کا بالامکان حمار ہونا کیسے ہوسکتا ہے، دونوں میں تضاد ہے، اور جب ان کے عکس میں ممکنہ عامہ بھی صادق نہ ہوسکا تو پھر کوئی قضیہ بھی صادق نہ ہوگا، کیوں کہ ممکنہ عامہ تمام قضایا سے اعم ہے، جب عکس میں اعم ہی صادق نہیں تو اخص کیسے صادق ہوسکتا ہے، اور اعم کا کذب اخص کے کذب کو مستلزم ہوتا ہے، اس لئے شیخ کے نزدیک ممکنہ عامہ وممکنہ خاصہ منعکس نہیں ہوتے، اور اگر فارابی کے مذہب کے مطابق اس کا اعتبار کریں کہ ذاتِ موضوع پر وصفِ عنوانی کا صدق بالامکان ہے، تو ممکنہ عامہ کے عکس میں ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ یقیناً صادق ہوگا کیوں کہ اس قول کے مطابق ممکنہ عامہ میں وصف ووصفِ محمول دونوں کا صدق بالامکان ہوگا، لہٰذا جب اصل قضیہ صادق ہوگا، تو عکس بھی صادق ہوگا، اسی طرح سالبہ ضروریہ بھی کنفسہا منعکس ہوگا، اسی طرح شکلِ اول وثالث میں صغریٰ ممکنہ منتج بھی ہوگا۔ رہا وہ اعتراض جو مرکوب زید والی فرضی مثال سے ہو رہا تھا وہ بھی ختم ہو جائے گا، کیوں کہ اس مثال میں عکس کی نقیض لاشیٔ من مرکوب زید بحمار بالضرورۃ صادق نہ ہوگی، لہٰذا عکس صادق ہوگا۔

دونوں مذہبوں کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ کے مذہب پر نہ ممکنہ عامہ کا عکس ہے اور نہ سالبہ ضروریہ کنفسہا منعکس ہوتا ہے، اور نہ صغریٰ ممکنہ منتج ہوسکتا ہے، اور فارابی کے مذہب پر یہ تینوں چیزیں یقیناً ثابت ہیں، جب یہ بات ہے تو اب سوال یہ ہوتا ہے کہ پھر ماتن

کے توقف کا کیا مطلب؟ ماتن کو تو حتمی طور پر یہ حکم لگانا چاہئے تھا کہ ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کا عکس ممکنہ عامہ ہے، بالخصوص جب ماتن نے قضایا کی مباحث میں فارابی کے مذہب کو ہی اختیار کیا ہے اسی لئے محشی کہتے ہیں کہ میر سید شریف کہتے ہیں کہ ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کے عکس کے بارے میں ماتن کا توقف فرمانا حاصل ہے۔

ویتضح لک من هٰذه المباحث الخ سے شارح فرماتے ہیں کہ گزشتہ تقریر سے آپ کے سامنے یہ بات کھل کر آ گئی کہ سالبہ ضروریہ کا عکس سالبہ ضروریہ، ممکنہ عامہ کے ممکنہ عامہ عکس آنے کو مستلزم ہوتا ہے، بطریق عکس، جس کی تفصیل یہ ہے کہ سالبہ ضروریہ کا عکس سالبہ ضروریہ آتا ہے، اگر عکس تسلیم نہیں تو اس کی نقیض ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ صادق ہوگی، اور پھر اس نقیض کا عکس موجبہ جزئیہ ممکنہ عامہ نکالا جائے گا، یہ عکس یعنی ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ کاذب ہوگا، کیوں کہ اصل تو مفروض الصدق ہے، جب یہ عکس کاذب ہے، تو لامحالہ ہمارا دعویٰ کہ سالبہ ضروریہ کا عکس سالبہ ضروریہ آتا ہے، صادق ہوگا، اسی طرح ممکنہ عامہ کا عکس ممکنہ عامہ سالبہ ضروریہ کے سالبہ ضروریہ منعکس ہونے کو مستلزم ہے، وہ اس طرح کہ ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ کا عکس آتا ہے ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ، اگر یہ عکس تسلیم نہیں تو اس کی نقیض سالبہ ضروریہ صادق ہوگی، پھر اس کا عکس نکالا جائے گا، اور وہ سالبہ ضروریہ ہی آتا ہے، اب یہ عکس کاذب ہوگا کیوں کہ اصل تو مفروض الصدق ہے، تو لامحالہ نقیض کا یہ عکس کاذب ہوگا۔

قال وَ اَمَّا الشَّرْطِيَّةُ فَالْمُتَّصِلَةُ الْمُوْجَبَةُ تَنْعَكِسُ جُزْئِيَّةً مُوْجَبَةً وَ السَّالِبَةُ الْكُلِّيَّةُ سَالِبَةً كُلِّيَّةً اِذْ لَوْ صَدَقَ نَقِيْضُ الْعَكْسِ لَا تَنْظِمُ مَعَ الْاَصْلِ قِيَاسًا مُنْتِجًا لِلْمُحَالِ وَ اَمَّا السَّالِبَةُ الْجُزْئِيَّةُ فَلَا تَنْعَكِسُ لِصِدْقِ قَوْلِنَا قَدْ لَا يَكُوْنُ اِذَا كَانَ هٰذَا حَيَوَانًا فَهُوَ اِنْسَانٌ مَعَ كِذْبِ الْعَكْسِ وَ اَمَّا الْمُنْفَصِلَةُ فَلَا يَتَصَوَّرُ فِيْهَا الْعَكْسُ لِعَدَمِ الْاِمْتِيَازِ بَيْنَ جُزْئَيْهَا بِالطَّبْعِ **اَقُوْلُ** الشَّرْطِيَّاتُ الْمُتَّصِلَةُ اِذَا كَانَتْ مُوْجَبَةً سَوَاءٌ كَانَتْ مُوْجَبَةً كُلِّيَّةً اَوْ جُزْئِيَّةً تَنْعَكِسُ مُوْجَبَةً جُزْئِيَّةً وَ اِنْ كَانَتْ سَالِبَةً كُلِّيَّةً تَنْعَكِسُ سَالِبَةً كُلِّيَّةً بِالْخُلْفِ فَاِنَّهٗ لَوْ صَدَقَ نَقِيْضُ الْعَكْسِ لَانْتَظَمَ مَعَ الْاَصْلِ قِيَاسًا مُنْتِجًا لِلْمُحَالِ اَمَّا اِذَا كَانَتْ مُوْجَبَةً فَلِاَنَّهٗ اِذَا صَدَقَ كُلَّمَا كَانَ اَوْ قَدْ يَكُوْنُ اِذَا كَانَ اَ بَ فَجَ دَ وَجَبَ اَنْ يَصْدُقَ قَدْ يَكُوْنُ اِذَا كَانَ جَ دَ فَاَ بَ وَ اِلَّا فَلَيْسَ اَلْبَتَّةَ اِذَا كَانَ جَ دَ فَاَبَ وَ يَنْتَظِمُ مَعَ الْاَصْلِ هٰكَذَا قَدْ يَكُوْنُ اِذَا كَانَ اَبَ فَجَ دَ وَ لَيْسَ اَلْبَتَّةَ اِذَا كَانَ جَ دَ فَاَ بَ يُنْتِجُ قَدْ لَا يَكُوْنُ اِذَا كَانَ اَبَ فَاَبَ وَ هُوَ مُحَالٌ ضَرُوْرَةَ صِدْقِ قَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَ اَ بَ فَاَبَ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور بہرحال شرطیہ تو متصلہ موجبہ، موجبہ جزئیہ کی طرف منعکس ہوتا ہے، اور سالبہ کلیہ سالبہ کلیہ کی طرف منعکس ہوتا ہے، اس لئے کہ اگر عکس کی نقیض صادق ہو تو اصل کے ساتھ محال نتیجہ دینے والے قیاس کو شامل ہوگا، اور بہرحال سالبہ جزئیہ تو یہ منعکس نہیں ہوتا، اس لئے کہ ہمارا قول قد لایکون إذا هٰذا حیوانٌ فهو انسانٌ صادق ہے، عکس کے کاذب ہونے کے ساتھ، اور بہرحال منفصلہ تو اس میں عکس متصور ہی نہیں ہوتا، اس لئے کہ اس کے جزئین کے درمیان بالطبع امتیاز نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ شرطیات متصلہ جب موجبہ ہوں خواہ موجبہ کلیہ ہوں یا جزئیہ، موجبہ جزئیہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اور اگر سالبہ کلیہ ہوں تو سالبہ کلیہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں۔ دلیل خلف کے ذریعہ، کیوں کہ اگر عکس کی نقیض صادق ہو تو یہ اصل کے ساتھ محال نتیجہ دینے والے قیاس کو شامل ہوگا، اور بہرحال جب کہ

موجبہ ہوں تو اس لئے کہ جب کلما کان أ وقد یکون إذا کان أ ب فج د صادق ہو تو قد یکون إذا کان ج د فأب کا صادق ہونا ضروری ہے، ورنہ تو لیس البتة إذا کان ج د فأ ب (صادق ہوگا) جو اصل کے ساتھ اس طرح مرتب ہوگا، قد یکون إذا أب فج د ولیس البتة إذا کان ج د فأ ب نتیجہ دے گا، قد لایکون إذا کان أ ب فأ ب اور یہ محال ہے، ہمارے قول کلما کان أب فأب کے صدق کے یقینی ہونے کی وجہ سے۔

تشریح: جب ماتنؒ قضایا حملیہ کے عکوس کے بیان سے فارغ ہوگئے تو اس قال میں شرطیات کے عکوس کو ذکر کر رہے ہیں، اور چونکہ شرطیات میں موجبہ کا بکثرت علوم میں استعمال ہوتا ہے اس لئے ماتن نے شرطیات موجبہ کے عکس کو پہلے بیان کیا ہے، چنانچہ ماتن نے فرمایا ہے کہ شرطیات متصلہ موجبہ خواہ وہ موجبہ کلیہ ہوں یا موجبہ جزئیہ ان کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے۔ دلیلِ خلف سے، اور سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ آتا ہے، دلیلِ خلف سے، کیوں کہ اگر یہ عکس صادق نہ ہو تو اس کی نقیض صادق ہوگی، پھر اس کو اصل کے ساتھ ملا کر قیاس بنایا جائے گا، جس سے محال نتیجہ حاصل ہوتا ہے، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اگر شرطیات متصلہ موجبہ ہوں خواہ کلیہ ہوں یا جزئیہ، ہر صورت میں ان کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے، اگر یہ عکس تسلیم نہیں، تو اس کی نقیض سالبہ کلیہ صادق ہوگی، ورنہ تو ارتفاع نقیضین لازم آتا ہے، پھر اس نقیض کو اصل کے ساتھ ملا کر شکل ترتیب دی جائے گی جس سے محال نتیجہ حاصل ہوگا، جیسے کلما کان یا قد یکون إذا کان أ ب فج د کا عکس موجبہ جزئیہ قد یکون إذا ج د فأ ب صادق ہے، اگر اس عکس کو صادق تسلیم نہ کریں تو اس کو اس کی نقیض سالبہ کلیہ لیس البتة إذا کان ج د فأ ب صادق ماننی پڑے گی، ورنہ تو ارتفاع نقیضین لازم آئے گا جو محال ہے، پھر ہم اس نقیض کو اصل قضیہ موجبہ کے ساتھ ملائیں گے، اصل کو صغریٰ اور نقیض کو کبریٰ بنا کر یوں کہیں گے کلما کان او قد یکون إذال کان أ ب فج د، ولیس ابتة إذا کان ج د فأ ب، تو نتیجہ ہوگا، قد لایکون إذا کان أب فأ ب اور یہ محال ہے، کیوں کہ اس کی نقیض موجبہ کلیہ کلما کان أب فأ ب صادق ہے، اور یہ محال چونکہ نقیض کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، اس لئے نقیض باطل ہے اور اصل عکس موجبہ جزئیہ صادق ہے، اور صحیح ہے۔

وَ اَمَّا اِذَا كَانَتْ سَالِبَةً فَلِاَنَّهُ اِذَا صَدَقَ قَوْلُنَا لَيْسَ الْبَتَّةَ اِذَا كَانَ اَ بَ فَجَ دَ وَجَبَ اَنْ يَصْدُقَ فَلَيْسَ الْبَتَّةَ اِذَا كَانَ جَ دَ فَاَبَ وَ اِلَّا فَقَدْ يَكُوْنُ اِذَا كَانَ جَ دَ فَاَبَ وَ هُوَ مَعَ الْاَصْلِ يُنْتِجُ قَدْ لَا يَكُوْنُ اِذَا كَانَ جَ دَ فَجَ دَ هٰذَا خُلْفٌ وَ اِنَّمَا لَمْ يَنْعَكِسِ الْمُوْجَبَةُ الْكُلِّيَّةُ كُلِّيَّةً لِجَوَازِ اَنْ يَكُوْنَ التَّالِيْ اَعَمَّ مِنَ الْمُقَدَّمِ وَ امْتِنَاعِ اسْتِلْزَامِ الْعَامِّ لِلْخَاصِّ كُلِّيَّةً كَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَ الشَّيْءُ اِنْسَانًا كَانَ حَيَوَانًا وَ عَكْسُهٗ كُلِّيًا كَاذِبٌ وَ اَمَّا السَّالِبَةُ الْجُزْئِيَّةُ فَلَا تَنْعَكِسُ لِصِدْقِ قَوْلِنَا قَدْ لَايَكُوْنُ اِذَا كَانَ هٰذَا حَيَوَانًا فَهُوَ اِنْسَانٌ مَعَ كِذْبِ قَوْلِنَا قَدْ لَايَكُوْنُ اِذَا كَانَ هٰذَا اِنْسَانًا كَانَ حَيَوَانًا لِاَنَّهٗ كُلَّمَا كَانَ هٰذَا اِنْسَانًا كَانَ حَيَوَانًا هٰذَا اِذَا كَانَتِ الْمُتَّصِلَةُ لُزُوْمِيَّةً اَمَّا اِذَا كَانَتْ اِتِّفَاقِيَّةً فَاِنْ كَانَتْ اِتِّفَاقِيَّةً خَاصَّةً لَمْ يُفْسِدْ عَكْسُهَا لِاَنَّ مَعْنَاهَا مُوَافَقَةٌ صَادِقَةٌ لِصَادِقٍ فَكَمَا اَنَّ هٰذَ الصَّادِقَ يُوَافِقُ ذٰلِكَ الصَّادِقَ كَذٰلِكَ يُوَافِقُ ذٰلِكَ هٰذَا فَلَا فَائِدَةَ فِيْهِ وَ اِنْ كَانَتْ عَامَّةً لَمْ تَنْعَكِسْ لِجَوَازِ مُوَافَقَةِ الصَّادِقِ لِلتَّقْدِيْرِ بِدُوْنِ الْعَكْسِ حَيْثُ لَا يَكُوْنُ التَّقْدِيْرُ صَادِقًا وَ اَمَّا الْمُنْفَصِلَاتُ فَلَا يُتَصَوَّرُ فِيْهَا الْعَكْسُ لِعَدَمِ اِمْتِيَازِ جُزْئَيْهَا بِحَسْبِ الطَّبْعِ وَ قَدْ عَرَفْتَ ذٰلِكَ فِيْ صَدْرِ الْبَحْثِ.

ترجمہ: اور بہر حال جب کہ سالبہ ہوں تو اس لئے کہ جب ہمارا قول لیس البتة إذا کان أ فج د صادق ہوگا تو لیس البتة إذا کان ج د فأ ب کا صادق ہونا ضروری ہے، ورنہ تو قدیکون إذا کان ج د فأ ب (صادق ہوگا) اور یہ اصل کے ساتھ نتیجہ دے گا، قد لایکون إذا کان ج د فج د، یہ خلاف مفروض ہے، اور موجبہ کلیہ، موجبہ کلیہ منعکس نہیں ہوتے، اس لئے کہ تالی کا مقدم سے اعم ہونا اور عام کا خاص کو کلیۃً مستلزم ہونے کا ممتنع ہونا ممکن ہے، جیسے ہمارا قول کلما کان الشئ إنسانًا کان حیوانًا اور اس کا عکس کلی کاذب ہے، اور بہر حال سالبہ جزئیہ تو یہ منعکس نہیں ہوتا اس لئے کہ ہمارا قول قد لایکون إذا کان ھٰذا حیوانًا فھو انسانٌ صادق ہے، ہمارے قول قد لایکون إذا کان ھٰذا انسانٌ کا ن حیوانًا کے کاذب ہونے کے ساتھ۔ اس لئے کہ کلما کان ھٰذا إنسانًا کان حیوانًا (صادق ہے) یہ اس وقت ہے جب کہ متصلہ لزومیہ ہو، بہر حال جب کہ اتفاقیہ ہو پس اگر اتفاقیہ خاصہ ہو تو اس کا عکس مفید نہیں، اس لئے کہ اس کے معنیٰ موافقت صادقہ لصادق ہے، پس جس طرح یہ صادق اس صادق کے موافق ہے اسی طرح وہ اس کے، پس اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور اگر عامہ ہو تو منعکس نہیں ہوتا، اس لئے کہ ممکن ہے کہ عکس کے بغیر تقدیر کے صادق موافق ہو، جہاں تقدیر صادق نہ ہو، اور بہر حال منفصلات تو اس میں عکس متصور ہی نہیں ہوتا، کیوں کہ طبع کے لحاظ سے اس کے دونوں جزء ممتاز نہیں ہوتے، اور تحقیق کہ اس کو بحث کے شروع میں جان چکے ہیں۔

تشریح: شارح فرماتے ہیں کہ اگر شرطیہ متصلہ سالبہ کلیہ ہو تو اس کا عکس سالبہ کلیہ ہی آتا ہے، دلیل خلف سے، جس کی تقریر یہ ہے کہ لیس البتة غذا کان أ ب فج د یہ شرطیہ متصلہ سالبہ کلیہ صادق ہے اس کا عکس لیس البتة إذا کان ج د فأ ب ہے اور یہ بھی صادق ہے، اگر کوئی شخص اس کو تسلیم نہ کرے تو اس کو اس کی نقیض موجبہ جزئیہ تسلیم کرنا پڑے گی، اور وہ یہ ہوگی، قد یکون إذا کان ج د فـــا ب پھر ہم اس نقیض کو اصل قضیہ کے ساتھ ملائیں گے، نقیض کو شکل کا صغریٰ اور اصل قضیہ سالبہ کو کبریٰ بنائیں گے اور اس طرح کہیں گے، قد یکون إذا کان ج د فأ ب، ولیس البتة إذا کان أب فج د نتیجہ آئے گا قد لایکون إذا کان ج د فج د، اور یہ محال ہے، کیوں کہ یہ سلب الشئ عن نفسہ کو مستلزم ہے، جو باطل ہے، لہٰذا نقیض کاذب اور باطل ہے، اور عکس صادق ہے۔

وانما لم تنعکس الموجبة الکلیة الخ اس عبارت میں شارح نے موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ نہ آنے کی وجہ بیان کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ نہیں آتا، اس لئے کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ جس میں تالی اعم ہو اور مقدم اخص ہو، تو اب اگر اس کا موجبہ کلیہ ہی نکالا جائے تو پھر مقدم اعم اور تالی اخص ہو جائے گی، اور یہ ممتنع و محال ہے، جیسے کلما کان الشئ انسانٌ کان حیـــوانٌ دیکھئے اصل قضیہ ہے اس میں مقدم اخص اور تالی اعم ہے، اس میں انسان تالی یعنی حیوان کو مستلزم ہے، یہ بالکل صحیح ہے۔ لیکن اگر اس کا عکس بھی موجبہ کلیہ ہی نکالا جائے تو پھر مقدم اعم اور تالی اخص ہو جائے گی، چنانچہ اس طرح ہو جائے گا، کلما کان الشئ حیوانا کان انسانًا اور یہ کاذب ہے، کیوں کہ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ مقدم یعنی حیوان تالی یعنی انسان کو مستلزم ہو، حالانکہ نفس الامر میں ایسا نہیں ہے۔ جو چیز حیوان ہو اس کا انسان ہونا ضروری نہیں ہے، ورنہ تو بیل گدھے وغیرہ کا انسان ہونا لازم آئے گا، تو جب اس قسم کے قضایا میں موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ لانے میں اعم کا اخص کو مستلزم ہونا لازم آتا ہے، اس لئے مناطقہ نے کہا ہے کہ موجبہ کلہ کا عکس موجبہ کلیہ نہیں آتا بلکہ موجبہ جزئیہ آتا ہے۔

سالبہ جزئیہ کا عکس نہیں آتا، کیوں کہ قد لایکون اذا کان ھٰذا حیوانًا فھون انسانٌ صادق ہے، لیکن اس کا عکس قد لایکون إذا کان ھذا انسانًا کان حیوانًا کاذب ہے، کیوں کہ اس کی نقیض کلما کان ھٰذا انسانٌ کان حیوانًا صادق ہے، اور جب ایک مادہ میں تخلف ثابت ہوگیا تو جزئیہ کے منعکس نہ ہونے کا حکم صحیح اور ثابت ہوگیا۔

شارح کہتے ہیں کہ یہ ساری تفصیلات متصلہ لزومیہ سے متعلق ہیں، لیکن اگر شرطیہ اتفاقیہ ہو اور شرطیہ اتفاقیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱- اتفاقیہ خاصہ جس میں مقدم و تالی دونوں صادق ہوتے ہیں۔ ۲- اتفاقیہ عامہ جس میں صرف تالی کا صادق ہونا ضروری ہوتا ہے، مقدم خواہ صادق ہو یا کاذب، تو اگر اتفاقیہ خاصہ ہو تو اس کا عکس نہیں آتا، اس لئے کہ اس کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے۔ کیوں کہ اس میں مقدم اور تالی دونوں کے صدق کا حکم ہوتا ہے، تو مطلب ہو جائے گا کہ ایک صادق دوسرے صادق کے موافق ہے، اگر اس کا عکس کیا جائے تو پھر بھی اس کا مفہوم یہی ہوگا کہ وہ صادق اس صادق کے موافق ہے، اس عکس کی وجہ سے حکم میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، حالانکہ عکس کا اصل کے مغایر ہونا ضروری ہوتا ہے، لہٰذا اس کے عکس میں کوئی فائدہ نہیں ہے، مثال کے طور پر اگر إن کان الانسان ناطقًا فالحمار ناھق کا عکس کیا جائے تو ان کان الحمار ناھقًا فالانسان ناطق ہوگا، جس میں معنیٰ کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے اس کے عکس سے کوئی فائدہ نہیں ہے، اور اگر اتفاقیہ عامہ ہو تو اس کا عکس نہیں آتا کیوں کہ وہ اگر مقدم کاذب اور تالی صادق سے مرکب ہو تو صادق چونکہ ہر تقدیر پر اور ہر صورت پر صادق ہوتا ہے، اس لئے جب اس کا عکس کیا جائے گا تو مقدم کاذب "تالی" اور تالی صادق "مقدم" ہو جائے گا، گویا عکس سے پہلے جو چیز صدق کی تقدیر پر تھی وہ عکس کے بعد کاذب ہو جائے گی، اور صادق کی تقدیر پر کاذب کا صادق ہونا چونکہ محال ہے، اس لئے اس کا عکس نہیں آتا، جیسے إن کان الحمار فرسًا فالانسان ناطق اتفاقیہ عامہ صادقہ ہے، کیوں کہ انسان کا ناطق ہونا ہر تقدیر پر صادق ہے، لیکن اس کا عکس ان کان الانسان ناطقًا فالحمار فرسٌ کسی تقدیر پر صادق نہیں ہے، کیوں کہ حمار کا فرس ہونا محال ہے، لہٰذا اتفاقیہ کا عکس نہیں آتا۔

اور اگر شرطیات منفصلہ ہوں تو ان میں عکس کا تصور ہی نہیں ہے، کیوں کہ ان کے دونوں جزؤں میں طبعًا کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ ہاں صرف وضع کے لحاظ سے امتیاز ہوتا ہے، کہ اوّل کو مقدم اور ثانی کو تالی بنا دیتے ہیں، جب ایسی بات ہے تو اتفاقیہ خاصہ کی طرح ان کے عکس میں بھی حکم کے اعتبار سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا، اس لئے مناطقہ نے یہ کہا کہ ان میں عکس متصور نہیں ہے، رہی بات منفصلات کے دونوں جزؤں کا طبع کے لحاظ سے ممتاز نہ ہونا اور وضع کے لحاظ سے ممتاز ہونا، تو اس کی بحث پہلے گزر چکی ہے۔[1]

قَالَ البَحثُ الثَّالِثُ فِی عَکسِ النَّقِیضِ وَ ھُوَ عِبَارَۃٌ عَن جَعلِ الجُزءِ الاَوَّلِ مِنَ القَضِیَّۃِ نَقِیضَ الثَّانِی وَ الثَّانِی عَینَ الاَوَّلِ مَعَ مُخَالَفَۃِ الاَصلِ فِی الکَیفِ وَ مُوافَقَتِہٖ فِی الصِّدقِ **اَقُولُ** قَالَ قُدَمَاءُ المَنطِقِیِّینَ عَکسُ النَّقِیضِ ھُوَ جَعلُ نَقِیضِ الجُزءِ الثَّانِی جُزءً اَوَّلاً وَ نَقِیضَ الجُزءِ الاَوَّلِ ثَانِیًا مَعَ بَقَاءِ الکَیفِ وَ الصِّدقِ بِحَالِھِمَا فَاِذَا قُلنَا کُلُّ اِنسَانٍ حَیَوَانٌ کَانَ عَکسُہٗ کُلُّ مَالَیسَ بِحَیَوَانٍ لَیسَ بِاِنسَانٍ وَ حُکمُ المُوجِبَاتِ فِیہِ حُکمُ السَّوَالِبِ فِی العَکسِ المُستَوِیْ وَ بِالعَکسِ حَتّٰی اَنَّ المُوجِبَۃَ الکُلِّیَّۃَ تَنعَکِسُ کَنَفسِھَا فَاِذَا صَدَقَ قَولُنَا کُلُّ ج ب اِنعَکَسَ اِلیٰ قَولِنَا کُلُّ مَا لَیسَ ب لَیسَ ج وَ اِلاَّ فَبَعضُ مَا لَیسَ ب ج وَ تَنعَکِسُ بِالعَکسِ المُستَوِیْ اِلیٰ قَولِنَا بَعضُ ج لَیسَ ب وَ قَد کَانَ کُلُّ ج ب ھٰذَا خُلفٌ وَ یَنضَمُّ

[1] ھذا کلہ ماخوذ من تیسیر القطبی الذی جمعہ و رتبہ المولوی محمد طارق من تقریرات الشیخ مفتی خالد المدرس السابق بدار العلوم کراتشی۔

اِلیٰ الاَصلِ ھٰکذا بَعضُ مَا لَیسَ بَ جَ وَ کُلُّ جَ بَ یُنتِجُ بَعضُ مَا لَیسَ بَ بَ وَاِنَّہٗ مُحَالٌ وَ المُوجِبَۃُ الجُزئِیَّۃُ لاَ تَنعَکِسُ لِصِدقِ قَولِنَا بَعضُ الحَیوَانِ لاَ اِنسَانٌ وَ کِذبِ قَولِنَا بَعضُ الاِنسَانِ لاَ حَیوَانٌ۔

ترجمہ: ماتن نے کہا! تیسری بحث عکسِ نقیض (کے بیان) میں ہے، اور قضیہ کے جزءاوّل ثانی کی نقیض، اور ثانی کو اوّل کا عین کردینے کا نام ہے، کیف میں اصل کی مخالفت اور صدق میں اس کی موافقت کے ساتھ۔ میں کہتا ہوں کہ قدماء مناطقہ نے کہا ہے کہ عکس نقیض وہ جزءثانی کی نقیض کو جزءاوّل اور جزءاوّل کی نقیض کو ثانی کردینا ہے کیف اور صدق کے اپنے حال پر باقی رہنے کے ساتھ۔ پس جب ہم کل انسان حیوان کہیں تو اس کا عکس کل ما لیس بحیوان لیس بانسان ہوگا، اور اس میں موجبات کا حکم عکس مستوی میں سوالب کے حکم کی طرح ہے اور اس کے برعکس، یہاں تک کہ موجبہ کلیہ کنفسہا منعکس ہوتا ہے، پس جب ہمارا قول کل ج ب صادق ہوگا، تو یہ ہمارے قول کل ما لیس ب لیس ج کی طرف منعکس ہوگا، ورنہ تو بعض ما لیس ب ج (صادق) ہوگا، اور یہ عکس مستوی کی صورت میں ہمارے قول بعض لیس ب کی طرف منعکس ہوگا، حالانکہ کل ج ب صادق تھا، اور یہ خلاف مفروض ہے، اور اصل کے ساتھ ملکر یہ اس طرح (ہوگا) بعض مالیس ب ج و کل مالیس ج ب نتیجہ دے گا بعض ما لیس ب ب اور یہ محال ہے، اور موجبہ جزئیہ منعکس نہیں ہوتا کیوں کہ ہمارا قول بعض الحیوان لا انسان صادق ہے، اور ہمارا قول بعض الانسان لاحیوان کاذب ہے۔

تشریح: اس سے پہلے آپ کو یہ بتلایا گیا تھا کہ عکس کی دو قسمیں ہیں، (۱) عکس مستوی (۲) عکس نقیض۔ اور قضیہ کے لئے یہ دونوں عکس لازم ہیں یعنی جب کوئی قضیہ صادق ہوگا تو اس کا عکس مستوی اور عکس نقیض بھی صادق ہوگا، جب ماتن عکس مستوی کے بیان سے فارغ ہوگئے تو اب عکسِ نقیض کا بیان شرورع کررہے ہیں، عکس نقیض مرکب اضافی ہے، اس کے معنیٰ ہیں، نقیض کو پلٹنا، ہرشیٔ کی نقیض اس کا رفع یعنی اٹھانا ہے، انسان کی نقیض لاانسان ہے، اور لاانسان کی نقیض لا لاانسان ہے، یعنی انسان ہے، کیوں کہ نفی کی نفی اثبات ہوتی ہے۔ عکس نقیض کی تعریف میں متقدمین اور متاخرین کا اختلاف ہے ماتن نے متاخرین کی تعریف کو اختیار کیا ہے، جس کی تشریح عنقریب کی جائے گی۔

محشی فرماتے ہیں کہ علامہ سید شریف نے کہا ہے کہ علوم میں عکس نقیض چونکہ زیادہ متقدمین ہی کے طریقہ پر مستعمل ہے اس لئے اکثر مصنفین نے اس کی تشریح کی ہے، اس لئے شارح نے بھی اسی کو مقدم کیا ہے۔

متقدمین کے نزدیک عکس نقیض کی تعریف یہ ہے کہ قضیہ کے پہلے جزء کی نقیض کو دوسرا جزء اور دوسرے جزء کی نقیض کو پہلا جزء بنادیا جائے، دوشرطوں کے ساتھ، پہلی شرط یہ ہے کہ اگر اصل قضیہ سچا ہو یا سچا مانا گیا ہو تو عکس نقیض بھی سچا ہونا چاہئے یا سچا مانا جاسکے، دوسری شرط یہ ہے کہ اگر اصل قضیہ موجبہ ہو تو عکس نقیض بھی موجبہ ہونا چاہئے، اور اگر اصل قضیہ سالبہ ہو تو عکس نقیض بھی سالبہ ہونا چاہئے۔ شارح نے ان دونوں شرطوں کو مع بقاء الکیف و الصدق سے بیان کیا ہے، اب مثال ملاحظہ فرمائیں، جیسے کل انسان حیوانٌ دیکھئے یہ قضیہ موجبہ کلیہ ہے جس میں انسان موضوع اور حیوان محمول ہے، پہلے ان دونوں کی نقیض نکالی جائے انسان کی نقیض لاانسان اور حیوان کی نقیض لاحیوان ہوگی، اب کل انسانِ حیوان کا عکس نقیض اس طرح نکالا جائے گا، کہ موضوع

یعنی انسان کی نقیض لاانسان کو محمول یعنی حیوان کی جگہ رکھا جائے گا، اور محمول یعنی حیوان کی نقیض لاحیوان کو موضوع یعنی انسان کی جگہ رکھا جائے گا، اور اس طرح کہا جائے گا، کل لاحیوان لاانسان دیکھئے اس مثال میں جزء اوّل کی نقیض کو جزء ثانی اور جزء ثانی کی نقیض کو جزء اوّل کر دیا گیا ہے اور جس طرح اصل قضیہ سچا ہے اور موجبہ ہے اسی طرح اس کا عکسِ نقیض بھی سچا اور موجبہ ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ کل انسان حیوانٌ کا عکسِ نقیض کل لاحیوان لاانسانٌ صحیح ہے۔

شارح نے موجبات اور سوالب کے عکسِ نقیض کو بیان کرنے سے قبل ایک ضابطہ بیان کیا ہے اس لئے اس ضابطہ کی تشریح کی جاتی ہے، تاکہ موجبات اور سوالب کے عکسِ نقیض نکالنے میں آپ کو سہولت ہو۔ چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ عکسِ نقیض میں موجبات کا وہی حکم ہے جو عکس مستوی میں سالبات کا تھا۔ یعنی جس طرح سالبہ کلیہ کا عکس مستوی سالبہ کلیہ آتا ہے، اسی طرح موجبہ کلیہ کا عکسِ نقیض موجبہ کلیہ آئے گا، اور جس طرح سالبہ جزئیہ کا عکس مستوی نہیں آتا، اسی طرح موجبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض بھی نہیں آئے گا۔ اور جس طرح موجبہ خواہ کلیہ ہو یا جزئیہ اس کا عکس مستوی موجبہ جزئی ہی آتا ہے اسی طرح سالبہ خواہ کلیہ ہو یا جزئیہ اس کا عکسِ نقیض سالبہ جزئیہ آئے گا۔

نیز یہ بات بھی ذہن نشیں کرلیں کہ جس طرح عکس مستوی میں سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ آنے کی وجہ سے اس کو مقدم کیا گیا تھا اسی طرح عکسِ نقیض میں چونکہ موجبہ کلیہ کا عکسِ نقیض موجبہ کلیہ ہی آتا ہے اس لئے شارح نے موجبہ کے عکس کی نقیض کو مقدم کیا ہے۔

موجبہ کلیہ کا عکسِ نقیض موجبہ کلیہ آتا ہے

شارح کہتے ہیں کہ جب عکسِ نقیض میں موجبات کا وہی حکم ہے جو عکس مستوی میں سالبات کا حکم تھا، تو یہی وجہ ہے کہ موجبہ کلیہ کا عکسِ نقیض موجبہ کلیہ آتا ہے، جیسے ''کل ج ب'' یہ موجبہ کلیہ ہے، اس کا عکسِ نقیض کل مالیس ب لیس ج ہوگا، اور شرط بھی پائی جارہی ہے، کہ اصل قضیہ سچا ہے اور عکسِ نقیض بھی سچا ہے، اسی طرح اصل قضیہ موجبہ ہے اور عکسِ نقیض بھی موجبہ ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ موجبہ کلیہ کا عکسِ نقیض موجبہ کلیہ آنا صحیح ہے۔ شارح نے اس کو دلیل خلف سے ثابت کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کل ج ب کا عکسِ نقیض کل مالیس ب لیس ج تسلیم نہ کرے تو ہم اس سے کہیں گے کہ اگر آپ اس کو نہیں مانتے تو آپ کو اس کی نقیض بعض مالیس ب ج کو صادق ماننی پڑے گی، ورنہ تو ارتفاع نقیضین لازم آئے گا جو محال ہے، پھر ہم اس نقیض کو اصل قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل اوّل بنا کر دیکھیں گے کہ کوئی محال تو لازم نہیں آتا؟ اگر محال لازم آتا ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ نقیض کی نقیض باطل ہے، اور عکسِ نقیض صحیح ہے، چنانچہ ہم عکسِ نقیض کی نقیض کو صغریٰ اور اصل قضیہ کو کبریٰ بنا کر یوں کہیں گے بعض مالیس ب ج، و کل ج ب، حد اوسط کو گرا دیا تو نتیجہ آیا بعض مالیس ب ب، اور یہ محال ہے، اور یہ محال چونکہ عکسِ نقیض کی نقیض کی وجہ سے آیا ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ نقیض کاذب اور باطل ہے، اور عکسِ نقیض صادق اور صحیح ہے۔

موجبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض نہیں آتا

موجبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض قطعاً آتا ہی نہیں، نہ موجبہ جزئیہ آتا ہے اور نہ موجبہ کلیہ، کیوں کہ موجبہ جزئیہ میں عکسِ نقیض کی شرط نہیں پائی جارہی ہے۔ اور شرط اس وجہ سے نہیں پائی جارہی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ موجبہ جزئیہ ہی میں موضوع اعم ہو اور محمول خاص ہو،

تو ایسی صورت میں نہ اس کا عکس نقیض موجبہ جزئیہ آ سکتا ہے، اور نہ موجبہ کلیہ اگر عکس نقیض نکالا جائے تو وہ صادق نہیں ہوگا، حالانکہ عکس نقیض میں اصل اور عکسِ نقیض دونوں کا صادق ہونا ضروری ہے، پس شرط نہیں پائی گئی، جیسے بعض الحیوان لاانسان یہ موجبہ جزئیہ حملیہ ہے، اور صادق ہے، اس کا موضوع حیوان ہے، جو محمول یعنی انسان سے اعم ہے، اب اگر اس کا عکسِ نقیض نکالا جائے تو اس طرح ہو جائے گا، بعض الانسان لاحیوانٌ تو یہ صادق نہ ہوگا، اس لئے کہ بعض انسان کا حیوان نہ ہونا خلاف اصل ہے کیوں کہ تمام انسان کا حیوان ہونا ضروری ہے، کوئی بھی انسان حیوانیت سے خالی نہیں، لہٰذا یہاں اصل قضیہ بعض الحیوان لاانسان تو صادق ہے، مگر اس کا عکسِ نقیض بعض الانسان لاحیوان صادق نہیں ہے بلکہ کاذب ہے، لہٰذا موجبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض نہیں آتا۔

وَ السَّالِبَةُ كُلِّيَّةً كَانَتْ اَوْ جُزْئِيَّةً تَنْعَكِسُ اِلٰى سَالِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ فَاِذَا قُلْنَا لَا شَيْءَ مِنْ جَ بَ اَوْ لَيْسَ بَعْضُ جَ بَ فَلْيَصْدُقْ لَيْسَ بَعْضُ مَا لَيْسَ بَ لَيْسَ جَ وَ اِلَّا فَكُلُّ مَا لَيْسَ بَ لَيْسَ جَ وَ تَنْعَكِسُ بِعَكْسِ النَّقِيْضِ اِلٰى قَوْلِنَا كُلُّ جَ بَ وَ قَدْ كَانَ لَاشَيْءَ اَوْ لَيْسَ بَعْضُ جَ بَ هٰذَا خُلْفٌ وَهٰكَذَا الشَّرْطِيَّةُ الْمُتَّصِلَةُ الْمُوْجِبَةُ الْكُلِّيَّةُ تَنْعَكِسُ كَنَفْسِهَا لِاَنَّهٗ اِذَا صَدَقَ كُلَّمَا كَانَ اَ بَ فَجَ دَ فَكُلَّمَا لَمْ يَكُنْ جَ دَ لَمْ يَكُنْ اَ بَ لِاَنَّ اِنْتِفَاءَ اللَّازِمِ يَسْتَلْزِمُ اِنْتِفَاءَ الْمَلْزُوْمِ وَ اِلَّا لَجَازَ اِنْتِفَاءُ اللَّازِمِ مَعَ بَقَاءِ الْمَلْزُوْمِ وَ هُوَ مِمَّا يَهْدِمُ الْمُلَازَمَةَ بَيْنَهُمَا وَ الْمُوْجِبَةُ الْجُزْئِيَّةُ لَاتَنْعَكِسُ لِصِدْقِ قَوْلِنَا قَدْ يَكُوْنُ اِذَا كَانَ الشَّيْءُ حَيَوَانًا كَانَ لَا اِنْسَانًا اَوْ كِذْبُ قَوْلِنَا قَدْ يَكُوْنُ اِذَا كَانَ الشَّيْءُ اِنْسَانًا لَمْ يَكُنْ حَيَوَانًا وَ السَّالِبَتَانِ تَنْعَكِسَانِ اِلٰى سَالِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ لِاَنَّهٗ اِذَا صَدَقَ لَيْسَ اَلْبَتَّةَ اَوْ قَدْ لَايَكُوْنُ اِذَا كَانَ اَبَ فَجَ دَ فَقَدْ لَايَكُوْنُ اِذَا لَمْ يَكُنْ جَ دَ لَمْ يَكُنْ اَبَ وَ اِلَّا فَكُلَّمَا لَمْ يَكُنْ جَ دَ لَمْ يَكُنْ اَ بَ وَ تَنْعَكِسُ اِلٰى كُلَّمَا كَانَ اَبَ كَانَ جَ دَ وَ قَدْ كَانَ لَيْسَ الْبَتَّةَ اَوْ قَدْ لَايَكُوْنُ اِذَا كَانَ اَ بَ فَجَ دَ هٰذَا خُلْفٌ.

ترجمہ: اور سالبہ کلیہ ہو یا جزئیہ، سالبہ جزئیہ کی طرف منعکس ہوتا ہے، پس جب ہم لاشیء من ج ب یا لیس بعض ج ب کہیں تو (اس کا عکسِ نقیض) لیس بعض ما لیس ب لیس ج صادق ہونا چاہئے ورنہ تو کل مالیس ب لیس ج (صادق ہوگا) اور یہ عکسِ نقیض کی صورت میں ہمارے قول کل ج ب کی طرف منعکس ہوگا، حالانکہ لاشیء یا لیس بعض ج ب تھا اور یہ خلاف مفروض ہے۔ اور اسی طرح شرطیہ متصلہ موجبہ کلیہ کنفسہا منعکس ہوتا ہے، اس لئے کہ جب کلما کان أب فج د صادق ہوگا تو کلما لم یکن ج د لم یکن أ ب (بھی صادق ہوگا) اس لئے کہ لازم کا انتفاء ملزوم کے انتفاء کو مستلزم ہوتا ہے، ورنہ تو ملزوم کے بقاء کے ساتھ لازم کا انتفاء جائز ہوگا، اور اس سے ان دونوں کے درمیان ملازمت ہی منہدم ہو جائے گی، اور موجبہ جزئیہ منعکس نہیں ہوتا کیوں کہ ہمارا قول قد یکون إذا کان الشئ حیوانًا کان لاانسانًا صادق ہے، اور ہمارا قول قد یکون إذا کان الشئ إنسانًا لم یکن حیوانًا کاذب ہے، اور دونوں سالبہ، سالبہ جزئیہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب لیس البتة یا قد لایکون إذا کان أ ب فج د (صادق ہوگا) تو قد لایکون إذا لم یکن ج د لم یکن أ ب (بھی صادق ہوگا) ورنہ تو کلما لم یکن ج د لم یکن أب (صادق ہوگا) اور یہ منعکس ہوگا کلما کان أب کان ج د کی طرف حالانکہ (اصل قضیہ) لیس البتة یا قد لایکون إذا کان أب فج د تھا، اور یہ خلاف مفروض ہے۔

تشریح: شارح فرماتے ہیں کہ سالبہ خواہ کلیہ ہو یا جزئیہ اس کا عکسِ نقیض سالبہ جزئیہ آتا ہے، جیسے **لاشئ من ج ب** یہ سالبہ کلیہ ہے، اور صادق ہے، لہٰذا اس کا عکسِ نقیض سالبہ جزئیہ آئے گا، یعنی **لیس بعض ما لیس ب لیس ج** دیکھئے مثال مذکور میں اصل قضیہ بھی صادق ہے اور عکسِ نقیض بھی صادق ہے، اسی طرح اصل قضیہ سالبہ ہے اس کا عکسِ نقیض بھی سالبہ ہے، لہٰذا بقاءِ صدق او ربقاء کیف کی شرط پائی گئی اور سالبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض سالبہ جزئیہ صحیح ہوا۔ شارح نے اس کو طریقِ عکس سے ثابت کیا ہے، طریقِ عکس کی تقریر ماسبق میں گزر چکی ہے، کہ سب سے پہلے عکسِ نقیض کی نقیض نکالی جائے پھر اس نقیض کا عکس نکالا جائے، یہ عکس اگر اصل قضیہ کے خلاف آئے تو معلوم ہو جائے گا کہ اصل قضیہ کا عکس درست ہے اور عکسِ نقیض کی نقیض کا عکس درست نہیں ہے، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے، **لاشئ من ج ب** صادق ہے، اس کا عکسِ نقیض **لیس بعض ما لیس ب لیس ج** بھی صادق ہوگا، اس لئے کہ یہ اگر صادق نہ ہو تو اس کی نقیض **کل مالیس ب لیس ج** صادق ہوگی، اور اس کا عکسِ نقیض **کل ج ب** ہے، حالانکہ اصل قضیہ **لاشئ من ج ب** ہے، اور چونکہ اصل مفروض الصدق ہے، اور یہ عکسِ نقیض کا عکس اصل قضیہ کے منافی ہے لہٰذا عکس کی نقیض کی نقیض اور اس کا عکس دونوں باطل ہیں، اور اصل قضیہ کا عکسِ نقیض سالبہ جزئیہ **لیس بعض ما لیس ب لیس ج** صادق ہے۔

سالبہ جزئیہ کی مثال لیکر بعینہ یہی تقریر اس پر جاری کردیں جس سے سالبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض سالبہ جزئیہ صادق ہو جائے گا، اور عکسِ نقیض کی نقیض کا عکس باطل اور محال ہوگا۔

شرطیات کا عکسِ نقیض

شرطیہ متصلہ موجبہ کلیہ کا عکسِ نقیض متصلہ موجبہ کلیہ آتا ہے، مثلاً جب **کلما کان أ ب فج د** صادق ہوگا تو اس کا عکسِ نقیض **کلما لم یکن ج د لم یکن أ ب** بھی صادق ہوگا، دلیل یہ ہے کہ شرطیہ متصلہ میں مقدم ملزوم ہوتا ہے، اور تالی لازم، اور ملزوم لازم کے بغیر محقق نہیں ہو سکتا، لہٰذا لازم کے انتفاء سے ملزوم کا انتفاء ضروری ہوگا، اور یہی عکسِ نقیض کا مفہوم ہے، اور جب تالی کی نقیض کو مقدم کیا جائے گا تو لازم کا انتفاء مقدم ہونے کی وجہ سے ملزوم ہوگا اور مقدم کی نقیض تالی ہو کر ملزوم کا انتفاء لازم ہو جائے گا، تو عکسِ نقیض صادق ہو جائے گا۔ اور اگر لازم کا صرف انتفاء ہو اور ملزوم کا انتفاء نہ ہو تو لزوم ہی باطل ہو جائے گا، حالانکہ اصل قضیہ کے مسلم الصدق ہونے کی وجہ سے لزوم مسلم ہے۔

اور شرطیہ موجبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض آتا ہی نہیں، کیوں کہ اس کے عکسِ نقیض میں بقاءِ صدق کی شرط نہیں پائی جارہی ہے، حالانکہ عکسِ نقیض میں بقاء صدق کی شرط ضروری ہے، اور شرط اس وجہ سے نہیں پائی جارہی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ کوئی ایسا مادّہ ہو جہاں موضوع اعم ہو اور محمول اخص ہو تو وہاں اصل قضیہ تو صادق ہوگا لیکن اس کا نقیض صادق نہ ہوگا۔ چنانچہ آپ اس کو مثال سے سمجھئے، مثلاً **قدیکون إذا کان الشئ حیوانًا کان لا انسانًا**، دیکھئے اس قضیہ میں موضوع اعم ہے اور محمول خاص ہے اور یہ قضیہ صادق ہے، لیکن اس کا عکسِ نقیض **إذا کان الشئ إنسانًا لم یکن حیوانًا** کاذب ہے، اس لئے کہ اس قضیہ سے یہ لازم آرہا ہے کہ کوئی بھی انسان حیوان نہیں ہے، حالانکہ انسان کے لئے حیوانیت کا ہونا ضروری ہے۔

اور شرطیہ سالبہ خواہ کلیہ ہو یا جزئیہ ان کا عکسِ نقیض سالبہ جزئیہ آتا ہے۔ شارح نے ان کے عکسِ نقیض طریقِ عکس سے ثابت کیا ہے، چنانچہ کہتے ہیں کہ دیکھو اصل قضیہ **لیس البتة إذا کان أ ب فج د** اور **قد لایکون إذا کان أ ب فج د**، یہ

دونوں قضیے صادق ہیں، اس کا عکسِ نقیض قد لایکون إذا لم یکن ج د لم یکن اب بھی صادق ہے، اور اگر آپ اس کو صادق نہیں مانتے تو اس کی نقیض کلما لم یکن ج د لم یکن اب کو ماننی پڑے گی، پھر ہم اس کا عکس نکالیں گے اور وہ ہوگا کلما کان اب کان ج د اور یہ عکس اصل قضیہ کے عکس نقیض کے خلاف اور منافی ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ اصل قضیہ کا عکس نقیض صادق ہے، اور اس کا عکسِ نقیض اور عکس دونوں باطل ہیں۔

وَ قَالَ الْمُتَأَخِّرُونَ لانُسَلِّمُ أَنَّهُ لَو لَمْ يَصْدُقِ العَكْسُ لَصَدَقَ بَعضُ مَا لَيْسَ بَ جَ غَايَةَ مَا فِي البَابِ أَنَّهُ يَلْزَمُ مِنهُ صِدقُ قَولِنَا لَيسَ بَعضُ مَا لَيسَ بَ لَيْسَ جَ لكِنَّهُ لايَلْزَمُ مِنْهُ صِدْقُ بَعضِ مَا لَيْسَ بَ جَ لِأَنَّ السَّالِبَةَ المَعدُولَةَ أَعَمُّ مِنَ المُوجِبَةِ المُحَصَّلَةِ وَ صِدقُ الأَعَمِّ لايَسْتَلْزِمُ صِدْقَ الأَخَصِّ فَلَمَّا مَنَعُوا تِلْكَ الطَّرِيقَةَ غَيَّرُوا التَّعْرِيفَ إِلىٰ مَا عَرَّفَ بِهِ المص وَ هُوَ جَعلُ الجُزْءِ الأَوَّلِ مِنَ القَضِيَّةِ نَقِيضَ الثَّانِي وَ الثَّانِيْ عَينَ الأَوَّلِ مَعَ مُخَالَفَةِ الأَصْلِ فِي الكَيْفِ وَ مُوَافَقَتِهِ فِي الصِّدقِ فَالمُرَادُ بِالقَضِيَّةِ هٰهُنَا هِيَ الَّتِي تَحْصُلُ بَعدَ هٰذَا التَّبْدِيلِ بِخِلَافِ القَضِيَّةِ المَذْكُورَةِ فِي تَعرِيفِ العَكسِ المُستَوِيْ فَإِنَّهَا هِيَ الأَصْلُ يَعْنِي نَاخُذُ الجُزْءَ الثَّانِيْ مِنَ الأَصْلِ وَنَجعَلُ الجُزْءَ الأَوَّلَ نَقِيضًا لَهُ وَ نَاخُذُ الجُزْءَ الأَوَّلَ مِنَ الأَصْلِ وَ نَجْعَلُ الجُزْءَ الثَّانِيْ عَيْنَهُ فَإِذَا حَاوَلْنَا عَكْسَ قَولِنَا كُلُّ إِنسَانٍ حَيَوَانٌ أَخَذْنَا الحَيوَانَ وَ جَعَلْنَا الجُزْءَ الأَوَّلَ نَقِيضَهُ أَيِ اللَّاحَيَوَانَ وَ أَخَذْنَا الإِنْسَانَ وَ جَعَلْنَا الجُزْءَ الثَّانِيَ عَيْنَهُ فَيَحْصُلُ لَا شَيْءَ مِمَّا لَيْسَ حَيَوَانًا بِإِنْسَانٍ وَ هِيَ القَضِيَّةُ المط مِنَ العَكْسِ وَ الأَوْضَحُ أَنْ يُقَالَ إِنَّهُ جَعلُ نَقِيضِ الجُزْءِ الثَّانِي مِنَ الأَصْلِ أَوَّلاً وَ عَيْنِ الجُزْءِ الأَوَّلِ ثَانِيًا مَعَ المُخَالَفَةِ فِي الكَيفِ وَ المُوَافَقَةِ فِي الصِّدْقِ.

ترجمہ: اور متاخرین نے کہا ہے کہ ہم یہ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ اگر عکس صادق نہ ہو تو بعض ما لیس ب ج صادق ہوگا، زیادہ سے زیادہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہمارا قول لیس بعض ما لیس ب لیس ج صادق ہے لیکن اس سے بعض ما لیس ب ج کا صادق ہونا لازم نہیں آتا، اس لئے کہ سالبہ معدولہ موجبہ محصلہ سے اعم ہے، اور اعم کا صدق اخص کے صدق کو مستلزم نہیں پس جب متاخرین نے اس طریقہ کو منع کر دیا تو انہوں نے تعریف کو بدل دیا جس سے ماتن نے تعریف کی ہے، اور قضیہ کے جزء اوّل کو ثانی کی نقیض اور ثانی کو اوّل کا عین کر دینا ہے، کیف میں اصل کی مخالفت کے ساتھ اور صدق میں اس کی موافقت کے ساتھ۔ پس یہاں قضیہ سے مراد وہ قضیہ ہے جو اس تبدیلی کے بعد حاصل ہو بخلاف اس قضیہ کے جو عکس مستوی کی تعریف میں ذکر کیا گیا ہے، کیوں کہ وہ اصل ہے یعنی ہم اصل کے جزء ثانی کو لیں گے اور جزء اوّل کو اس کی نقیض بنادیں گے اور اصل کے جزء اوّل کو لیں گے اور دوسرے جزء کو اس کا عین بنادیں گے۔ پس جب اپنے قول کل انسان حیوان کا عکس کرنا چاہیں تو ہم حیوان اور جزء اوّل کو اس کی نقیض یعنی لا حیوان بنائیں گے اور ہم انسان کو لیں گے اور جزء ثانی کو اس کا عین بنادیں گے، پس لاشیٔ مما لیس حیوانًا بانسان حاصل ہو جائے گا، اور یہی قضیہ عکس سے مطلوب ہے، اور زیادہ واضح یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ وہ اصل کے جزء ثانی کی نقیض کو اوّل اور جزء اوّل کے عین کو ثانی کر دینا ہے، کیف میں مخالفت کے ساتھ اور صدق میں موافقت کے ساتھ۔

تشریح: اس سے پہلے شارح متقدمین کے بیان کردہ عکسِ نقیض کی تعریف اور احکام بیان کررہے تھے اب یہاں سے متاخرین کے بیان کردہ عکس نقیض کی تعریف بیان کررہے ہیں، لیکن اس سے پہلے شارح متقدمین کے طریقہ کے تبدیل کی وجہ بیان کررہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ متاخرین کا کہنا ہے کہ جس دلیل سے متقدمین نے عکسِ نقیض ثابت کیا وہ طریقہ جاری نہیں ہوسکتا، دلیل یہ ہے کہ متقدمین کی ذکر کردہ تعریف کے مطابق قضیہ کا عکسِ نقیض موجبہ معدولہ ہے، اس کو نہ ماننے کی صورت میں اس کی نقیض سالبہ معدولۃ المحمول لازم آئے گی، جو موجبہ محصلہ کو مستلزم نہیں ہے، کیوں کہ سالبہ معدولۃ المحمول موجبہ محصلہ سے اعم ہوتا ہے، یعنی خواہ موضوع خارج میں موجود ہو یا موجود نہ ہو، دونوں صورت میں وہ صادق ہوگا، اور موجبہ محصلہ کے صادق ہونے کے لئے موضوع کا خارج میں موجود ہونا ضروری ہے، اور عام کے صادق ہونے سے خاص کا صادق ہونا ضروری نہیں ہے، اور دلیل کا جاری ہونا موجبہ محصلہ کے لزوم پر موقوف ہے۔ لہٰذا دلیل جاری نہیں ہوگی اور متقدمین کا عکسِ نقیض ثابت نہیں ہوگا۔ شارح نے اس کو مثال سے سمجھایا ہے، کہ دیکھئے متقدمین نے جو کہا ہے کہ اصل قضیہ کل ج ب کا عکسِ نقیض کل مالیس ب لیس ج ہے، اگر اس کو کوئی نہ مانے تو اس کی عکسِ نقیض بعض مالیس ب ج کو ماننی پڑے گی، ورنہ تو ارتفاع نقیضین لازم آئے گا، پھر ہم اس نقیض کا عکس مستوی نکالیں گے اور وہ ہوگا، بعض مالیس ج ب جو اصل قضیہ کل ج ب کے منافی ہے، پس اس پر متاخرین نے منع وارد کیا کہ یہ ہمیں تسلیم نہیں کہ اگر کل مالیس ب لیس ج صادق نہ ہو تو بعض مالیس ب ج صادق ہوگا۔ دلیل یہ ہے کہ یہ موجبہ کلیہ کی نقیض نہیں ہے، اس کی نقیض سالبہ جزئیہ ہے، یعنی بعض مالیس ب لیس ج اور یہ پہلے سے اعم ہے، اس لئے کہ سالبہ جزئیہ موجبہ جزئیہ سے اعم ہوتا ہے، پس اعم کے صادق ہونے سے خاص کا صادق ہونا ضروری نہیں کہ محال لازم آئے، دوسری بات یہ ہے کہ سالبہ جزئیہ کا عکس مستوی نہیں آتا ہے۔ لہٰذا آپ نے طریق عکس سے جو اپنے مدعا کو ثابت کیا ہے، صحیح نہیں۔ اور نہ ہی آپ اپنے مدعا کو دلیل خلف سے ثابت کر سکتے ہیں، کیوں کہ سالبہ جزئیہ شکل اوّل کا کبریٰ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی کیوں کہ شکل اوّل کے کبریٰ کا کلیہ ہونا ضروری ہے، اور صغریٰ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی کیوں کہ صغریٰ کا موجبہ ہونا ضروری ہے اور آپ نے جو نقیض نکالی ہے وہ سالبہ جزئیہ ہے، لیکن متقدمین کی طرف سے میر سید شریف نے متاخرین کے اشکال کا جواب دیا ہے کہ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ نقیض نام ہے رفع شئ کا لہٰذا عکس نقیض سے جو قضیہ حاصل ہوگا یعنی کل مالیس ب لیس ج وہ موجبہ معدولۃ الطرفین نہ ہوگا، بلکہ موجبہ سالبۃ الطرفین ہوگا، اور اس کو نہ ماننے کی صورت میں لیس بعض مالیس ب لیس ج سالبہ سالبۃ الطرفین صادق ہوگا۔ اور سالبہ سالبۃ الطرفین موجبہ محصلہ کو مستلزم ہو جائے گا اور دلیل تام ہوگی۔ دلیل یہ ہے کہ سالبہ معدولۃ المحمول اگرچہ موجبہ محصلہ سے اعم ہے لیکن سالبہ سالبۃ المحمول اس سے عام نہیں بلکہ اس کے مساوی ہے۔ یہ جواب تو متقدمین کی تعریف کے مطابق متاخرین کی جانب سے منع کا تھا، اور متاخرین نے متقدمین کی تعریف پر نقض وارد کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ متقدمین کا قاعدہ ان موجبہ قضیوں میں جن میں محمول کے مفہومات عامہ ہیں، جاری نہیں ہوتا اور اس لئے ان کا قاعدہ ان سالبہ قضیوں میں صحیح نہیں کہ جن کے موضوع مفہومات شاملہ ہیں جیسے لاشئ من اللاشئ بانسان صادق ہے۔ راس کا عکس لاشئ من اللا انسان شئ کاذب ہے، بہرحال متاخرین نے ان منع اور نقض کے اعتراض کو محقق جان کر تعریف میں تبدیلی کر دیا اور دوسرے انداز میں عکس نقیض کی تعریف کی ہے۔

متاخرین کے نزدیک عکسِ نقیض کی تعریف یہ ہے کہ قضیہ کے دوسرے جزء کی نقیض کو اوّل جزء بنا دیا جائے اور جزء اوّل کو

بعینہٖ لیکر دوسرا جزء بنا دیا جائے بشرطیکہ صدق اپنے حال پر باقی رہے یعنی اگر اصل قضیہ سچا ہو یا سچا مانا گیا ہو تو عکس نقیض بھی سچا ہو یا سچا مانا جا سکے، اور کیف بدل جائے، یعنی اگر اصل موجبہ ہو تو عکسِ نقیض سالبہ ہو، چنانچہ مثال ملاحظہ فرمایئے، جیسے کل انسان حیوان دیکھئے یہ قضیہ موجبہ کلیہ ہے، اس میں پہلا جزء انسان ہے، اور دوسرا جزء حیوان ہے، لہٰذا دوسرے جزء کی نقیض بنا کر اس کو پہلا جزء بنا دیا جائے اور پہلے جزء کو جوں کا توں دوسرا جزء کر دیا جائے اور اس طرح کہا جائے، لاشیٔ من اللاحیوان بانسانٌ۔

فالمراد بالقضیة الخ اس عبارت سے شارح نے بیان کیا ہے کہ عکس نقیض میں قضیہ سے وہ قضیہ مراد نہیں ہے جو عکس مستوی میں مراد ہوتا ہے، چونکہ عکسِ مستوی کی تعریف میں قضیہ سے اصل قضیہ مراد ہے، اس وجہ سے عکسِ نقیض کی تعریف میں بھی ذہن اس طرف جاتا ہے کہ قضیہ سے اصل قضیہ مراد ہے، اور اس صورت میں عکسِ نقیض کی تعریف صحیح نہیں ہوگی، اس لئے شارح نے یہ بتلا دیا کہ عکسِ نقیض کی مصنف کی تعریف میں قضیہ سے مراد وہ قضیہ ہے جو تبدیلی کے بعد حاصل ہوگا تو تعریف کا حاصل یہ ہوگا کہ اصل قضیہ کا جزء ثانی یعنی محمول کی نقیض کو عکسِ نقیض کا جزء اوّل یعنی موضوع بنا دیا جائے، اور اصل قضیہ کا جزء اوّل کو بعینہٖ عکس نقیض کا جزء ثانی یعنی محمول بنا دیا جائے، کیفیت یعنی ایجاب اور سلب میں اصل قضیہ اور عکسِ نقیض مخالف ہوں اور صدق میں اصل قضیہ اور عکسِ نقیض دونوں موافق ہوں۔ جیسا کہ مثال سے میں نے آپ کو سمجھایا ہے۔

والاوضح ان یقال الخ اس عبارت میں شارح نے عکسِ نقیض کی ایسی تعریف کی ہے جو ماتن کی تعریف سے زیادہ واضح اور ظاہر ہے، ماتن کی ذکر کردہ تعریف میں چونکہ تبادر کے خلاف ہونے کی وجہ سے تنبیہ کرنے کی ضرورت پڑی اس لئے شارح نے ایک ایسی تعریف کی ہے جس سے مقصود واضح ہو جاتا ہے، اور وہ تعریف یہ ہے، اصل قضیہ کے جزء ثانی کی نقیض کو موضوع بنا دیا جائے اور اصل قضیہ کے جزء اوّل کو بعینہٖ محمول بنا دیا جائے بشرطیکہ کیف میں اصل اور عکس نقیض دونوں مخالف ہوں، اور صدق میں دونوں موافق ہوں تو عکسِ نقیض حاصل ہو جائے گا، جیسا کہ اس کی مثال گزر چکی۔

قَالَ وَ اَمَّا الْمُوجِبَاتُ فَاِنْ كَانَتْ كُلِّيَّةً فَسَبْعٌ مِنْهَا وَ هِيَ الَّتِيْ لَا تَنْعَكِسُ سَوَالِبُهَا بِالْعَكْسِ الْمُسْتَوِي لِاَنَّهُ يَصْدُقُ بِالضَّرُورَةِ كُلُّ قَمَرٍ فَهُوَ لَيْسَ بِمُنْخَسِفٍ وَقْتَ التَّرْبِيعِ لَادَائِمًا دُوْنَ عَكْسِهٖ لِمَا عَرَفْتَ وَ تَنْعَكِسُ الضَّرُورِيَّةُ وَ الدَّائِمَةُ كُلِّيَّةً لِاَنَّهُ اِذَا صَدَقَ بِالضَّرُورَةِ اَوْ دَائِمًا كُلُّ ج ب فَدَائِمًا لَا شَيْءَ مِمَّا لَيْسَ بَ جَ وَ اِلَّا فَبَعْضُ مَا لَيْسَ بَ فَهُوَ جَ بِالْفِعْلِ وَ هُوَ مَعَ الْاَصْلِ يُنْتِجُ بَعْضُ مَالَيْسَ بَ فَهُوَ بَ بِالضَّرُورَةِ فِي الضَّرُورِيَّةِ وَ دَائِمًا فِي الدَّائِمَةِ وَ هُوَ مُحَالٌ وَ اَمَّا الْمَشْرُوطَةُ وَ الْعُرْفِيَّةُ الْعَامَّتَانِ فَتَنْعَكِسَانِ عُرْفِيَّةً عَامَّةً كُلِّيَّةً لِاَنَّهُ اِذَا صَدَقَ بِالضَّرُورَةِ اَوْ دَائِمًا كُلُّ جَ بَ مَادَامَ جَ فَدَائِمًا لَا شَيْءَ مِمَّا لَيْسَ بَ جَ مَادَامَ لَيْسَ بَ وَ اِلَّا فَبَعْضُ مَا لَيْسَ بَ فَهُوَ جَ حِيْنَ هُوَ لَيْسَ بَ وَ هُوَ مَعَ الْاَصْلِ يُنْتِجُ بَعْضُ مَالَيْسَ بَ فَهُوَ بَ حِيْنَ هُوَ لَيْسَ بَ وَ هُوَ مُحَالٌ وَ اَمَّا الْخَاصَّتَانِ فَتَنْعَكِسَانِ عُرْفِيَّةً عَامَّةً لَادَائِمَةً فِي الْبَعْضِ اَمَّا الْعُرْفِيَّةُ الْعَامَّةُ فَلِاسْتِلْزَامِ الْعَامَّتَيْنِ اِيَّاهَا وَ اَمَّا اللَّادَوَامُ فِي الْبَعْضِ فَلِاَنَّهُ يَصْدُقُ بَعْضُ مَالَيْسَ بَ فَهُوَ جَ بِالْاِطْلَاقِ الْعَامِّ وَ اِلَّا فَلَا شَيْءَ مِمَّا لَيْسَ بَ جَ دَائِمًا فَتَنْعَكِسُ اِلٰى لَا شَيْءَ مِنْ جَ لَيْسَ بَ دَائِمًا وَ قَدْ كَانَ لَا شَيْءَ مِنْ جَ بَ بِالْفِعْلِ بِحُكْمِ اللَّادَوَامِ وَ يَلْزَمُهُ كُلُّ جَ فَهُوَ لَيْسَ بَ بِالْفِعْلِ لِوُجُودِ الْمَوْضُوعِ هٰذَا خُلْفٌ۔

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور بہر حال موجبات پس اگر کلیہ ہوں تو ان میں سے سات منعکس نہیں ہوتے، اور وہ وہی ہیں جن کے سوالب عکس مستوی میں منعکس نہیں ہوتے، اس لئے کہ بالضرورۃ کل قمر فھو لیس بمنخسف وقت التربیع لا دائمًا صادق ہے نہ کہ اس کا عکس اس وجہ سے جو تو جان چکا ہے۔ اور ضروریہ دائمہ، دائمہ کلیہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورۃ یا دائمًا کل ج ب صادق ہوگا، تو دائمًا لاشئ مما لیس ب ج (بھی صادق ہوگا) ورنہ تو بعض مالیس ب فھو ج بالفعل (صادق ہوگا) اور یہ اصل کے ساتھ بعض مالیس ب فھو ب بالضرورۃ نتیجہ دے گا، ضروریہ میں اور دائمًا، دائمہ میں اور یہ محال ہے، اور بہر حال مشروطہ اور عرفیہ عامہ تو یہ دونوں عرفیہ عامہ کلیہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورۃ یا دائمًا کل ج ب مادام ج صادق ہے تو دائمًا لاشئ مما لیس ب ۔ مادام لیس ب (بھی صادق ہوگا) ورنہ تو بعض مالیس ب فھو ج حین ھو لیس ب (صادق ہوگا) اور یہ اصل کے ساتھ نتیجہ دے گا، بعض مالیس ب فھو ب حین ھو لیس ب اور یہ محال ہے۔ اور بہر حال خاصتین تو یہ دونوں عرفیہ عامہ لا دائمہ فی البعض کی طرف منعکس ہوتے ہیں، بہر حال عرفیہ عامہ تو اس لئے کہ عامتین اس کو مستلزم ہیں، اور بہر حال لا دوام فی البعض تو اس لئے کہ بعض مالیس ب فھو ج بالاطلاق العام صادق ہے، ورنہ تو لاشئ مما لیس ب ج دائمًا (صادق ہوگا) پس یہ لاشئ من ج لیس ب دائمًا کی طرف منعکس ہوگا، حالانکہ وہ بحکم لا دوام لاشئ من ج ب بالفعل تھا، اور اس کو وجودِ موضوع کی وجہ سے کل ج فھو لیس ب بالفعل لازم ہے (اور) یہ خلاف مفروض ہے۔

تشریح: جب ماتن عکسِ نقیض کی تعریف سے فارغ ہو گئے تو اب موجہات کے عکسِ نقیض کی تفصیل بیان کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ قضایا موجہہ موجبہ میں سے سات قضیے ایسے ہیں جن کا عکسِ نقیض نہیں آتا، صرف چھ قضایا موجبہ موجہہ کا عکسِ نقیض آتا ہے، وہ قضایا جن کا عکسِ نقیض نہیں آتا وہ یہ ہیں: ۱- وقتیہ۔ ۲- منتشرہ۔ ۳- وجودیہ لاضروریہ۔ ۴- وجودیہ لا دائمہ۔ ۵- ممکنہ عامہ۔ ۶- ممکنہ خاصہ۔ ۷- مطلقہ عامہ اور جن کا عکس نقیض آتا ہے وہ یہ ہیں: ۱- ضروریہ مطلقہ۔ ۲- دائمہ مطلقہ۔ ۳- مشروطہ عامہ۔ ۴- عرفیہ عامہ۔ ۵- مشروطہ خاصہ۔ ۶- عرفیہ خاصہ۔ چنانچہ ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ دونوں کا عکسِ نقیض دائمہ مطلقہ آتا ہے، اور مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کا عکسِ نقیض عرفیہ عامہ آتا ہے، اور مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کا عکسِ نقیض عرفیہ عامہ لا دائمہ فی البعض آتا ہے، تفصیل شارح کی عبارت کی تشریح میں ملاحظہ فرمائیں۔

اَقُولُ عَلیٰ رَأیِ الْمُتأخِّرِینَ حُکمُ المُوجباتِ فِیهِ حُکمُ السَّوالِبِ فِی العَکسِ المُستَوِیْ بِدُونِ العَکسِ فَالمُوجباتُ اِنْ کَانَتْ کُلِّیَّةً فَالسَّبعُ الَّتِیْ لاَ تَنعَکِسُ سَوالِبُهَا بِالعَکسِ المُستَوِیْ لاَ تَنعَکِسُ بِعَکسِ النَّقِیضِ لِاَنَّ الوَقتِیَّةَ اَخَصُّهَا وَ هِیَ لاَتَنعَکِسُ لِصِدقِ قَولِنَا بِالضَّرُورَةِ کُلُّ قَمَرٍ فَهُوَ لَیسَ بِمُنخَسِفٍ وَقتَ التَّربِیعِ لاَ دائِمًا مَعَ کِذبِ عَکسِهٖ وَ هُوَ لَیسَ بَعضُ المُنخَسِفِ بِقَمَرٍ بِالاِمکَانِ العَامّ لِمَا عَرَفتَ اَنَّ کُلَّ مُنخَسِفٍ قَمرٌ بِالضَّرُورَةِ وَ اِذَا لَم تَنعَکِسِ الوَقتِیَّةُ لَم یَنعَکِسْ شَیْءٌ مِنَ السَّبعِ لِاَنَّ عَدَمَ اِنعِکَاسِ الاَخَصِّ یَستَلزِمُ عَدَمَ اِنعِکَاسِ الاَعَمِّ لِمَا مَرَّ غَیرَ مَرَّةٍ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ متاخرین کی رائے پر موجبات کا حکم عکسِ نقیض میں عکس مستوی میں سوالب کے حکم کی طرح ہے، بغیر اس کے عکس کے پس موجبات اگر کلیہ ہوں تو وہ سات قضایا جن کے سوالب عکس مستوی میں منعکس نہیں ہوتے وہ عکسِ نقیض میں منعکس نہ ہوں گے، اس لئے ان میں وقتیہ سب سے اخص ہے، اور وہ منعکس نہیں ہوتا، کیوں کہ ہمارا قول بالضرورة كل قمر فهو ليس بمنخسف وقت التربيع لا دائمًا صادق ہے، اس کے عکس کے کاذب ہونے کے ساتھ اور وہ ليس بعض المنخسف بقمر بالامكان العام ہے، کیوں کہ تو جان چکا ہے کہ ہر منخسف بالضرورة قمر ہے، اور جب وقتیہ منعکس نہیں ہوتا تو سات میں سے کوئی منعکس نہ ہوگا، اس لئے کہ اخص کا منعکس نہ ہونا اعم کے منعکس نہ ہونے کے مستلزم ہے جیسا کہ کئی مرتبہ گزر چکا۔

تشریح: شارح فرماتے ہیں کہ ماتن نے چونکہ متاخرین کے قول کے مطابق عکسِ نقیض کے احکام بیان کئے ہیں، اس لئے اب یہاں سے متاخرین کے قول کے مطابق عکسِ نقیض کے احکام کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے، چنانچہ متاخرین نے ان کے احکام بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ عکسِ نقیض قضایا موجبہ موجبہ کا وہی حکم ہے جو عکس مستوی میں قضایا موجبہ سالبہ کا حکم ہے، اور قضایا موجہات سالبات میں سات یعنی وقتیہ، منتشرہ، وجودیہ لاضروریہ، وجودیہ لادائمہ، ممکنہ عامہ، ممکنہ خاصہ اور مطلقہ عامہ کا عکس مستوی نہیں آتا ہے، لہٰذا مذکورہ قضایا موجہات موجبات کا عکسِ نقیض نہیں آئے گا، دلیل یہ ہے کہ ان سات قضایا میں وقتیہ سب سے اخص ہے، اور وہ اس کے عکسِ نقیض میں عکسِ نقیض کی شرط نہیں پائی جا رہی ہے، یعنی عکسِ نقیض کے لئے یہ شرط تھی کہ اگر اصل قضیہ صادق ہو تو اس کا عکسِ نقیض بھی صادق ہونا ضروری ہے، اور وقتیہ کا عکسِ نقیض صادق نہیں بلکہ کاذب ہے چنانچہ مثال سے سمجھئے، مثلاً بالضرورة كل قمر فهو ليس بمنخسف وقت التربيع لا دائمًا دیکھئے یہ قضیہ وقتیہ موجبہ کلیہ ہے، اور صادق ہے، لیکن اس کا عکس ليس بعض المنخسف بقمرٍ بالامكان العام صادق نہیں، کاذب ہے، اس لئے کہ اس سے پہلے مفصلاً بتایا جا چکا ہے کہ ہر منخسف ضروری طور پر قمر ہے، اور جب وقتیہ منعکس نہیں ہوتا تو باقی قضایا بھی منعکس نہیں ہوں گے، دلیل یہ ہے کہ عکس قضیہ کے لئے لازم ہے، اور خاص عام کے لئے لازم ہے، اور لازم کا لازم، لازم ہوتا ہے، اور وقتیہ خاص ہے اور بقیہ قضایا اعم ہیں اور خاص یعنی وقتیہ کا منعکس نہ ہونا اعم یعنی باقی قضایا کے منعکس نہ ہونے کو لازم ہوگا، اور دلیل سے یہ بات کئی بار ثابت کی جا چکی ہے کہ وقتیہ منعکس نہیں ہوتا تو باقی قضایا بھی منعکس نہ ہوں گے۔

وَ الضَّرُورِيَّةُ وَ الدَّائِمَةُ تَنْعَكِسَانِ دائِمَةً كُلِّيَّةً لِاَنَّهُ اِذَا صَدَقَ بِالضَّرُورَةِ اَوْ دَائِمًا كُلُّ جَ بَ فَدائِمًا لَا شَيْءَ مِمَّا لَيْسَ بَ جَ وَ اِلَّا فَبَعْضُ مَالَيْسَ بَ جَ بِالْفِعْلِ وَ نَضُمُّهُ اِلَى الْاَصْلِ وَ نَقُوْلُ بَعْضُ مَا لَيْسَ بَ جَ بِالْفِعْلِ وَ بِالضَّرُورَةِ اَوْ دائِمًا كُلُّ جَ بَ يُنْتِجُ بَعْضُ مَالَيْسَ بَ فَهُوَ بَ بِالضَّرُورَةِ اِنْ كَانَ الْاَصْلُ ضَرُورِيًّا اَوْ دَائِمًا اِنْ كَانَ دائِمًا وَ اِنَّهُ مُحَ وَ الضَّرُورِيَّةُ لَا تَنْعَكِسُ كَنَفْسِهَا لِاَنَّهُ يَصْدُقُ فِي الْمِثَالِ الْمَذْكُوْرِ بِالضَّرُورَةِ كُلُّ مَرْكُوْبِ زَيْدٍ فَرَسٌ مَعَ كِذْبِ لَاشَيْءَ مِمَّا لَيْسَ بِفَرَسٍ مَرْكُوْبُ زَيْدٍ بِالضَّرُورَةِ لِصِدْقِ قَوْلِنَا بَعْضُ مَالَيْسَ بِفَرَسٍ مَرْكُوْبُ زَيْدٍ بِالْاِمْكَانِ الْعَامِّ وَهُوَ الْحِمَارُ وَ الْمَشْرُوْطَةُ وَالْعُرْفِيَّةُ الْعَامَّتَانِ تَنْعَكِسَانِ عُرْفِيَّةً عَامَّةً كُلِّيَّةً لِاَنَّا اِذَا قُلْنَا بِالضَّرُورَةِ اَوْ دَائِمًا كُلُّ جَ بَ مَادَامَ جَ فَدَائِمًا لَا شَيْءَ مَا لَيْسَ بَ جَ مَادَامَ لَيْسَ بَ وَ اِلَّا فَبَعْضُ مَا لَيْسَ بَ جَ حِيْنَ هُوَ لَيْسَ بَ وَ نَضُمُّهُ اِلَى

الاَصْلِ هٰكَذَا بَعْضُ مَالَيْسَ بَ جَ حِيْنَ هُوَ لَيْسَ بَ وَ بِالضَّرُوْرَةِ اَوْ دَائِمًا كُلُّ جَ بَ مَادامَ جَ يُنْتِجُ بعضُ مَالَيْسَ بَ بَ حِيْنَ هُوَ لَيسَ بَ وَ اِنَّهُ خُلْفٌ. وَ المَشْرُوْطَةُ وَ العُرْفِيَّةُ الخَاصَّتَانِ تَنْعَكِسَانِ عُرْفِيَّةً عَامَّةً لَادائِمًا فِي البَعْضِ فَاِنَّهُ اِذَا صَدَقَ بِالضَّرُوْرَةِ اَوْ دائِمًا كُلُّ جَ بَ مَادامَ جَ لَادَائِمًا فَدائِمًا لَاشَيْءَ مِمَّا لَيْسَ بَ جَ مَادامَ لَيْسَ بَ لَادائِمًا فِي البَعْضِ اَمَّا صِدْقُ قَوْلِنَا لَاشَيْءَ مِمَّا لَيْسَ بَ جَ مَادامَ لَيْسَ بَ فَلِاَنَّهُ لَازِمُ العَامَّتَيْنِ وَلَازِمُ العَامِّ لَازِمٌ لِلخَاصِّ وَ اَمَّا اللَّادَوامُ فِي البَعْضِ اَىْ بَعْضُ مَالَيْسَ بَ جَ بِالاِطْلَاقِ العَامِّ فَلِاَنَّهُ لَوْلَاهُ لَصَدَقَ قَوْلُنَا لَاشَيْءَ مِمَّا لَيسَ بَ جَ دائِمًا فَتَنْعَكِسُ اِلىٰ قَوْلِنَا لَاشَيْءَ مِنْ جَ لَيْسَ بَ دَائِمًا وَ قَدْ كَانَ بِحُكْمِ لَادَوامَ الاَصْلُ وَلَاشَيْءَ مِنْ جَ بَ بِالفِعْلِ المُسْتَلْزِمُ لِقَوْلِنَا كُلُّ جَ فَهُوَ لَيْسَ بَ بِالْفِعْلِ لِاِسْتِلْزَامِ السَّالِبَةِ البَسِيْطَةِ المُوجِبَةَ المَعْدُولَةَ المَحْمُوْلِ عِنْدَ وُجُوْدِ المَوْضُوْعِ الَّذِىْ هُوَ مُحَقَّقٌ هٰهُنَا بِسَبَبِ اِيْجَابِ الاَصْلِ لٰكِنَّ كُلَّ جَ هُوَ لَيْسَ بَ بِالفِعْلِ صَادِقٌ لِصِدْقِ مَلْزُوْمِهٖ فَيَكْذِبُ لَاشَيْءَ مِنْ جَ لَيْسَ بَ دَائِمًا فَيَكُوْنُ اللَّادَوامُ فِي البَعْضِ حَقًّا.

ترجمہ: اورضروریہ اوردائمہ یہ دونوں دائمہ کلیہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورۃ یا دائمًا کل ج ب صادق ہوگا تو دائمًا لاشئ مما لیس ب ج (بھی صادق ہوگا) ورنہ تو بعض مالیس ب ج بالفعل صادق ہوگا اور ہم اس کو اصل کے ساتھ ملائیں گے اور کہیں گے بعض مالیس ب ج بالفعل و بالضرورۃ او دائمًا کل ج ب نتیجہ دے گا، بعض مالیس ب فھو ب بالضرورۃ اگر اصل ضروری ہو یا دائمًا اگر اصل دائمی ہو اور یہ محال ہے اورضروریہ کنفسھا منعکس نہیں ہوتا اس لئے کہ مثال مذکور بالضرورۃ کل مرکوب زید فرس صادق ہے، لاشئ مما لیس بفرس مرکوب زید بالضرورۃ کے کاذب ہونے کے ساتھ کیوں کہ ہمارا قول بعض مالیس بفرس مرکوب زید بالامکان العام صادق ہے اور وہ حمار ہے، اور مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ عرفیہ عامہ کلیہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں اس لئے جب ہم بالضرورۃ یا لادائمًا کل ج ب مادام ج کہیں تو دائمًا لاشئ مالیس ب ج مادام لیس ب (اس کا عکس نقیض ہوگا اور وہ صادق ہے) ورنہ تو بعض مالیس ب ج حین ھو لیس ب (صادق ہوگا) اور ہم اس کو اصل کے ساتھ ملا کر اس طرح (کہیں گے) بعض مالیس ب ج حین ھو لیس ب و بالضرورۃ او دائمًا کل ج ب مادام ج نتیجہ دے گا بعض مالیس ب ب حین ھو لیس ب اور یہ خلاف مفروض ہے۔ اور مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ، عرفیہ عامہ لادائمًا فی البعض کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورۃ یا دائمًا کل ج ب مادام ج لادائمًا صادق ہوگا تو دائمًا لاشئ مما لیس ب ج مادام لیس ب لادائمًا فی البعض (بھی صادق ہوگا) بہرحال ہمارے قول لاشئ مما لیس ب ج مادام لیس ب کا تو صادق ہونا تو اس لئے کہ یہ عامتین کو لازم ہے، اور عام کا لازم خاص کا لازم ہے، اور بہرحال لادوام فی البعض یعنی بعض مالیس ب ج بالاطلاق العام (کا صادق ہونا) تو اس لئے کہ اگر یہ نہ ہو تو ہمارا قول لاشئ ممالیس ب ج دائمًا صادق ہوگا، پس یہ منعکس ہوگا ہمارے قول لاشئ من ج لیس ب دائمًا کی طرف حالانکہ بحکم لادوام اصل لاشئ من ج ب بالفعل تھا جو ہمارے قول کل ج فھو لیس ب بالفعل کو مستلزم

ہے، کیوں کہ سالبہ بسیطہ موجبہ معدولۃ المحمول کو مستلزم ہوتا ہے وجودِ موضوع کے وقت جو یہاں محقق ہے اصل کے موجبہ ہونے کے سبب سے، لیکن کل ج ھو لیس ب بالفعل صادق ہے، کیوں کہ اس کا ملزوم صادق ہے، تو لاشئ من ج لیس ب دائمًا کاذب ہوگا، پس لا دوام فی البعض حق (صادق) ہوگا۔

تشریح: اس سے پہلے شارح ان قضایا موجہہ موجبہ کو بیان کررہے تھے جن کا عکسِ نقیض نہیں آتا اب یہاں سے ان قضایا موجہہ موجبہ کو بیان کررہے ہیں جن کا عکسِ نقیض آتا ہے۔

ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کا عکسِ نقیض دائمہ مطلقہ آتا ہے

شارح فرماتے ہیں کہ ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ کا عکسِ نقیض دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ آتا ہے، جیسے بالضرورۃ یا دائمًا کل ج ب دونوں قضیے صادق ہیں، ان کا عکسِ نقیض ہے دائمًا لاشئ مما لیس ب ج اور یہ بھی صادق ہے، اگر کوئی اس کو تسلیم نہ کرے تو ہم اس سے کہیں گے کہ آپ کو اس کی نقیض بعض مالیس ب ج بالفعل کو تسلیم کرنا پڑے گی، ورنہ تو ارتفاع نقیضین لازم آئے گا جو محال ہے، پھر ہم اس قضیہ کو اصل قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل اوّل بنائیں گے، اور نقیض کو صغریٰ اور اصل قضیہ کو کبریٰ بنا کر اس طرح کہیں گے، بعض ما لیس ب ج بالفعل، و بالضرورۃ یا دائمًا کل ج ب، حد اوسط "ج" کو گرانے کے بعد نتیجہ آئے گا، بعض ما لیس ب فھو ب بالضرورۃ اگر اصل قضیہ ضروریہ مطلقہ ہو، اور بعض مالیس ب فھو ب دائمًا اگر اصل قضیہ دائمہ مطلقہ ہو، اور یہ نتیجہ محال ہے، اور یہ چونکہ ہمارا دعویٰ کہ ضروریہ موجبہ اور دائمہ کلیہ کا عکسِ نقیض سالبہ کلیہ دائمہ مطلقہ آتا ہے، نہ ماننے کی وجہ سے لازم آیا، اس لئے نقیض باطل اور ہمارا دعویٰ صحیح ہے۔

ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ کا عکسِ نقیض ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ نہیں آتا

شارح فرماتے ہیں کہ ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ کا عکسِ نقیض ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ نہیں آتا۔ دلیل یہ ہے کہ روبکہ فرض کو کہ زید بالفعل صرف گھوڑے کی سواری کرتا ہے، تو اس اعتبار سے بالضرورۃ کل مرکوب زیدٍ فرس صادق ہوگا اس کا عکسِ نقیض لاشئ مما لیس بفرس مرکوب زید بالضرورۃ کاذب ہوگا، اس لے کہ اس کی نقیض بعض مالیس بفرس مرکوب زید بالامکان العام صادق ہے، اور بعض مرکوب حمار ہے، اور جب اصل اور نقیض میں سے ایک صادق ہو تو دوسرا یقینی طور پر کاذب ہوگا، کیوں کہ اگر دونوں صادق ہو جائیں تو اجتماع نقیضین لازم آئے گا جو کہ محال ہے، اور یہاں نقیض کو صادق مان لیا گیا ہے، لہٰذا لاشئ مما لیس بفرس مرکوب زید بالضرورۃ کاذب ہوگا، پس معلوم ہوا کہ ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ کا عکسِ نقیض ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ نہیں آسکتا۔

مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کا عکسِ نقیض عرفیہ عامہ آتا ہے

والمشروطۃ والعرفیۃ العامتان الخ سے شارح فرماتے ہیں کہ مشروطہ عامہ موجبہ کلیہ اور عرفیہ عامہ موجبہ کلیہ کا عکسِ نقیض عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ آتا ہے، جیسے بالضرورۃ یا دائمًا کل ج ب مادام ج دیکھئے یہ دونوں قضیے صادق ہیں، ان کا عکسِ نقیض ہے لاشئ مما لیس ب ج مادام لیس ب اور یہ بھی صادق ہے، اور اگر کوئی اس کو نہ مانے تو ہم اس سے کہیں گے کہ اس کی نقیض بعض مالیس ب ج حین ھو لیس ب آپ کو ماننی پڑے گی، ورنہ تو ارتفاعِ نقیضین لازم آئے گا جو محال ہے، پھر ہم اس نقیض کو اصل

قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل بنائیں گے، نقیض صغریٰ اور اصل قضیہ کبریٰ بنا کر اس طرح کہیں گے بعض مالیس ب حین هو لیس ب و بالضرورة یا دائمًا کل ج ب مادام ج حدِ اوسط یعنی "ج" کو گرانے کے بعد نتیجہ آئے گا، بعض مالیس ب ب حین هو لیس ب اور یہ نتیجہ محال ہے، اور یہ محال نقیض کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، لہٰذا نقیض باطل اور اصل قضیہ کا عکسِ نقیض درست ہے۔

مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کا عکسِ نقیض

والمشروطة والعرفية الخاصتان الخ سے شارح فرماتے ہیں کہ مشروطہ خاصہ موجبہ کلیہ اور عرفیہ خاصہ موجبہ کلیہ کا عکسِ نقیض عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ لادوام فی البعض آتا ہے، جیسے بالضرورة کل ج ب مادام ج لادائمًا (کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورة مادام کاتبًا لادائمًا) دیکھئے یہ قضیہ مشروطہ خاصہ موجبہ کلیہ ہے اور صادق ہے، اس کا عکسِ نقیض ہے، دائمًا لاشئ مما لیس ب ج مادام لیس ب لادائمًا فی البعض ای بعض مالیس ب ج بالاطلاق العام (دائمًا لاشئ من لیس بمتحرک الاصابع بکاتب مادام لیس متحرک کاللاصابع لادائمًا فیٔ البعض) ہے اور یہ بھی صادق ہے۔

چونکہ مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں اصل اور ان کا عکسِ نقیض دونوں مرکبہ ہیں، لہٰذا ان میں دو دو جزء ہیں، اصل قضیہ کے جزء اول عکسِ نقیض عرفیہ عامہ سالبہ آئے گا، اور اصل قضیہ کے جزء ثانی کا عکسِ نقیض لادوام فی البعض یعنی مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ آئے گا، شارح عکس کے دونوں جزء کو الگ الگ ثابت کرتے ہیں۔

اما صدق قولنا لاشئ مما لیس الخ اس عبارت سے عکس کے جزء اول کو ثابت کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں مشروطہ خاصہ کے جزء اول کا عکسِ نقیض لاشئ مما لیس ب ج مادام لیس ب تو اس لئے صادق ہے کہ عرفیہ عامہ عامتین کو لازم ہے، یعنی جہاں عرفیہ عامہ صادق ہوگا وہاں مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ دونوں صادق ہوں گے، اور خاصتین کے مقابلہ میں عامتین عام ہے، اور عام کا لازم خاص کا لازم ہوتا ہے، کیوں کہ قاعدہ ہے کہ لازم کا لازم، لازم ہوتا ہے، لہٰذا مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے جزء اول کا عکسِ نقیض عرفیہ عامہ صادق ہوگا۔

وأما اللادوام فی البعض الخ سے جزء ثانی کے عکسِ نقیض کو ثابت کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ لادوام سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے، اور جزء اول چونکہ موجبہ ہے لہٰذا لادوام سے سالبہ کلیہ کی طرف اشارہ ہوگا، یعنی لاشئ من ج ب بالفعل اور اس کا عکسِ نقیض ہوگا بعض مالیس ب ج بالفعل.

فلانه لولاه الخ سے شارح کہہ رہے ہیں کہ اگر اس کو نہیں مانتے تو ہم اس کی نقیض لاشئ مما لیس ب ج دائمًا کو ماننی پڑے گی، پھر ہم اس کا عکس مستوی نکالیں گے اور وہ ہوگا کہ لاشئ من ج لیس ب دائمًا حالانکہ بحکمِ لادوام اصل قضیہ لاشئ من ج ب بالفعل تھا، اور عکس اصل قضیہ کے منافی ہے، کیوں کہ لادوام اصل سے سالبہ بسیطہ مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہے، یعنی لاشئ من ج ب بالفعل جو کل ج فهو لیس ب بالفعل کو مستلزم ہے، دلیل یہ ہے کہ سالبہ بسیطہ وجودِ موضوع کے وقت موجبہ معدولة المحمول کو مستلزم ہوا کرتا ہے، اور موضوع یہاں محقق ہے اس لئے کہ اصل موجبہ ہے، لیکن چونکہ کل ج هو لیس ب بالفعل (کل کاتب فهو لامتحرک الاصابع بالفعل) صادق ہے، کیوں کہ اس کا ملزوم صادق ہے، تو نقیض اور عکس مستوی دونوں کاذب ہوں گے اور لادوام فی البعض حق اور صادق ہوگا۔

قَالَ اِنْ كَانَتْ جُزْئِيَّةً فَالخَاصَّتَانِ تَنْعَكِسَانِ عُرْفِيَّةً خَاصَّةً لِاَنَّهُ اِذَا صَدَقَ بِالضَّرُورَةِ اَوْ دَائِمًا بَعْضُ جَ بَ مَادَامَ ج لَادَائِمًا وَجَبَ اَنْ يَصْدُقَ بَعْضُ مَالَيْسَ بَ لَيْسَ جَ مَادَامَ لَيْسَ بَ لَادَائِمًا لِاَنَّا نَفْرِضُ ذَاتَ المَوْضُوْعِ وَ هُوَ جَ دَ فَدَ لَيْسَ بَ بِالفِعْلِ لِلَادَوامِ ثُبُوْتُ الْبَاءِ لَهُ وَ لَيْسَ جَ مَادَامَ لَيْسَ بَ وَ اِلَّا لَكَانَ جَ حِيْنَ هُوَ لَيْسَ بَ فَلَيْسَ بَ حِيْنَ هُوَ جَ وَ قَدْ كَانَ بَ مَادَامَ جَ هَف وَ دَ جَ بِالفِعْلِ وَ هُوَ ظَاهِرٌ فَبَعْضُ مَالَيْسَ بَ لَيْسَ جَ مَادَامَ لَيْسَ بَ لَادَائِمًا وَ هُوَ المَطْلُوْبُ وَ اَمَّا البَوَاقِيْ فَلاَ تَنْعَكِسُ لِصِدقِ قَوْلِنَا بَعضُ الحَيَوانِ لَيْسَ بِاِنْسَانٍ بِالضَّرُوْرَةِ المُطْلَقَةِ وَ بَعْضُ القَمَرِ هُوَ لَيْسَ بِمُنْخَسِفٍ بِالضَّرُورَةِ الوَقْتِيَّةِ دُوْنَ عَكْسِهَا بِاَعَمِّ الجِهَاتِ وَ مَتىٰ لَمْ تَنْعَكِسَا لَمْ يَنْعَكِسْ شَيْءٌ مِنْهَا لِمَا عَرَفْتَ فِي العَكْسِ المُسْتَوِىْ.

ترجمہ: ماتن نے کہا اگر (موجہات جزئیہ) ہوں، تو خاصتین عرفیہ خاصہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورة یا دائمًا بعض ج ب مادام ج لادائمًا صادق ہوگا، تو بعض ما لیس ب لیس ج ما دام لیس ب لا دائمًا (بھی صادق ہوگا) اس لئے کہ ہم ذات موضوع یعنی ج کو "د" فرض کرتے ہیں تو د لیس ب بالفعل ہوگا اس کے لئے باء کے ثبوت کے لادوام کی وجہ سے اور لیس ج ما دام لیس ب ہوگا ورنہ تو د، ج ہوگا، لیس ب ہونے کے وقت، پس لیس ب ہوگا ج ہونے کے وقت حالانکہ وہ ب ما دام ج تھا (اور) یہ خلافِ مفروض ہے۔ اور د ج بالفعل بھی ہوگا اور یہ ظاہر ہے، پس بعض ما لیس ب لیس ج ما دام لیس ب لا دائمًا ہوگا اور یہ مطلوب ہے، اور بہر حال باقی تو وہ منعکس نہیں ہوتے اس لئے کہ ہمارا قول بعض الحیوان لیس بانسان بالضرورة المطلقة اور بعض القمر ھو لیس بمنخسف بالضرورة الوقتیة صادق ہے نہ ان کا عکس جہات کے اعم ہونے کی وجہ سے اور جب یہ دونوں منعکس نہیں ہوتے تو ان میں سے کوئی بھی منعکس نہ ہوگا اس وجہ سے جو تو عکس مستوی میں جان چکا۔

تشریح: جب ماتنؒ قضایا موجبہ کلیہ کے عکس نقیض کو بیان کر چکے تو اب یہاں سے موجبہ جزئیہ کے عکس نقیض کو بیان کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ قضایا موجہہ موجبہ جزئیہ میں سے صرف دو قضیوں کا عکسِ نقیض آتا ہے۔ (۱) مشروطہ خاصہ (۲) عرفیہ خاصہ، ان کے علاوہ گیارہ قضایا موجہہ موجبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض بالکل نہیں آتا۔ ماتن نے اس مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے عکسِ نقیض کو دلیل افتراض سے ثابت کیا ہے، اس کی تشریح شارح کی عبارت کی تشریح میں ملاحظہ فرمائیں:

فائدہ: قولہ هف، یہ هٰذا خلف کا مخفف ہے، اور خلف خلافِ مفروض کا مخفف ہے۔

اَقُوْلُ الخَاصَّتَانِ مِنَ المُوجِبَاتِ الجُزْئِيَّةِ تَنْعَكِسَانِ عُرْفِيَّةً خَاصَّةً لِاَنَّهُ اِذَا صَدَقَ بِالضَّرُورَةِ اَوْ دَائِمًا بَعْضُ جَ بَ مَادَامَ جَ لَادَائِمًا فَبَعْضُ مَالَيسَ بَ لَيْسَ جَ مَادَامَ لَيْسَ بَ لَا دَائِمًا لِاَنَّا نَفْرِضُ ذَاتَ المَوْضُوعِ وَ هُوَ جَ دَ فَدَ لَيْسَ بَ بِالفِعْلِ بِحُكْمِ لَادَوامِ الاَصْلُ وَ دَ لَيْسَ جَ مَادَامَ لَيْسَ بَ وَ اِلَّا لَكَانَ جَ فِي بَعضِ اَوْقَاتِ كَوْنِهٖ لَيْسَ بَ فَهُوَ لَيْسَ بَ فِي بَعْضِ اَوْقَاتِ كَوْنِهٖ جَ وَ قَدْ كَانَ بَ فِي جَمِيْعِ اَوْقَاتِ كَوْنِهٖ جَ هٰذَا خُلْفٌ وَ دَ جَ بِالفِعْلِ وَ هُوَ ظ وَ اِذَا صَدَقَ عَلىٰ ذَاتِهٖ لَيْسَ بَ وَ اَنَّهُ لَيْسَ

جَ مَادامَ لَيُسَ بَ فَبعضُ مَالَيُسَ بَ لَيُسَ جَ مادامَ لَيُسَ بَ وَ هُوَ الجُزْءُ الاَوَّلُ مِنَ العَكُسِ وَ اِذَا صَدَقَ عَلَيهِ اَنَّهُ جَ بِالفِعلِ فَبَعُضُ مَالَيُسَ بَ جَ بِالفِعلِ وَ هُوَ مَفُهُومُ اللّادوامِ فَيصدُقُ العَكُسُ بِجُزُئَيهِ وَ هُوَ المَط.

ترجمه: میں کہتا ہوں کہ موجبات جزئیہ میں سے خاصتین عرفیہ خاصہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورة یادائمًا بعض ج ب مادام ج لادائمًا صادق ہوگا، توبعض ما لیس ب لیس ج مادام لیس ب (بھی صادق ہوگا) اس لئے کہ ہم ذاتِ موضوع یعنی ج کو "د" فرض کرتے ہیں، تو "د" بحلکم لادوام اصل لیس ب بالفعل ہوگا، اور د لیس ج مادام لیس ب ہوگا، ورنہ تو د ج ہوگالیس ب ہونے کے بعض اوقات میں پس وہ لیس ب ہوگا "ج" ہونے کے بعض اوقات میں حالانکہ وہ ج ہونے کے تمام اوقات میں ب تھا، یہ خلاف مفروض ہے، اور د ج ہوگا بالفعل اور یہ ظاہر ہے، اور جب "د" پر یہ صادق ہوا کہ وہ لیس ج مادام لیس ب ہے تو بعض مالیس ب لیس ج مادام لیس ہوگا، اور یہی عکس کا پہلا جزء ہے اور جب اس پر یہ صادق ہے کہ وہ ج بالفعل ہے تو بعض مالیس ب ج بالفعل ہوگا، اور یہی لا دوام کا مفہوم ہے، پس عکس اپنے دونوں جزؤں کے ساتھ صادق ہوگا، اور یہی مطلوب ہے۔

تشریح: شارح کہتے ہیں کہ قضایا موجبہ جزئیہ میں سے صرف دو ہی قضیوں کا عکس آتا ہے، اور وہ دو قضیے یہ ہیں: ۱-مشروطہ خاصہ ۲-عرفیہ خاصہ، ان دونوں کا عکسِ نقیض عرفیہ خاصہ سالبہ جزئیہ آتا ہے، اور اس کا عکسِ نقیض کو ثابت کرنے کے لئے ماتن نے دلیل افتراض جاری کیا ہے، جس کی تقریر یہ ہے کہ بالضرورة بعض ج ب مادام ج لادائمًا دیکھئے یہ قضیہ مشروطہ خاصہ موجبہ جزئیہ ہے، اور صادق ہے، اس کا عکسِ نقیض ہوگا بعض مالیس لیس ب لیس ج مادام لیس ب لادائمًا ہم اصل قضیہ کے ذاتِ موضوع یعنی "ج" کو "د" فرض کرتے ہیں اور لا دوام سے چونکہ مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے، تو اصل قضیہ کے لا دوام سے "د" لیس ب بالفعل ہوگا، اور یہ صادق ہوگا، اور اس کی نقیض د لیس ج مادام لیس ب بھی صادق ہوگی، اور اگر یہ صادق نہ ہو تو اس کی نقیض د ج فی بعض اوقات کونہ لیس ب صادق ہوگی اور اس کا عکس ہوگا د لیس ب فی بعض اوقات کونہ ج اور یہ عکس اصل قضیہ کے منافی ہے کیوں کہ اصل قضیہ یہ تھا کہ د ج کے تمام اوقات میں ب ہے، اور یہ قضیہ مفروض الصدق ہے لہٰذا نقیض اوّل عکس دونوں کاذب ہیں اور اصل قضیہ کا عکسِ نقیض د لیس ج مادام لیس ب صادق ہے، اور وصفِ عنوانی کی وجہ سے د ج بالفعل بھی صادق ہے، اور جب "د" پر لیس ب اور لیس ج مادام لیس ب صادق آیا، تو قضیہ بعض ما لیس ب لیس ج مادام لیس ب بھی صادق ہوگا، اور یہ عکس نقیض کا پہلا جزء ہے اور جب وصف عنوانی کی وجہ سے د پر ج بالفعل صادق ہے تو قضیہ بعض مالیس ب ج بالفعل بھی صادق ہوگا، اور یہ لا دوام کا مفہوم ہے، لہٰذا عکسِ نقیض کا دونوں جزء صادق ہوگیا، جو مطلوب ہے، تو معلوم ہوا کہ مشروطہ خاصہ موجبہ جزئیہ اور عرفیہ خاصہ موجبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض سالبہ جزئیہ عرفیہ خاصہ آئے گا۔

وَ اَمَّا المُوجَباتُ الجُزئِيَّةُ البَاقِيَةُ فَلا تَنعَكِسُ لِاَنَّ الوَقتِيَّةَ اَخَصُّ السَّبعِ وَ الضَّرُورِيَّةَ اَخَصُّ الاَربَعِ الَّتِي هِيَ الدَّائِمَتَانِ وَالعَامَّتَانِ وَ هُمَا لاتَنعَكِسَانِ اَمَّا الضَّرُورِيَّةُ فَلِصِدقِ قَولِنَا بِالضَّرُورَةِ بَعضُ

الحَیَوانِ هُوَ لَیسَ بِاِنسَانٍ بِدُونِ عَکسِہٖ وَهُوَ بَعضُ الاِنسَانِ لَیسَ بِحَیَوانٍ بِالاِمکَانِ العَامِّ لِصِدقِ قَولِنَا کُلُّ اِنسَانٍ حَیَوانٌ بِالضَّرُورَةِ وَ اَمَّا الوَقتِیَّةُ فَلِاَنَّهٗ یَصدُقُ بَعضُ القَمَرِ هُوَ لَیسَ بِمُنخَسِفٍ وَقتَ التَّربِیعِ لَادَائِمًا مَعَ کِذبِ بَعضِ المُنخَسِفِ لَیسَ بِقَمَرٍ بِالاِمکَانِ العَامِّ لِاَنَّ کُلَّ مُنخَسِفٍ قَمَرٌ بِالضَّرُورَةِ وَ مَتیٰ لَم تَنعَکِسَا لَم یَنعَکِس شَیئٌ مِنَ المُوجَبَاتِ الجُزئِیَّةِ لِمَا عَرَفتَ مِرَارًا.

ترجمہ: اور بہر حال باقی موجبہ جزئیہ تو وہ منعکس نہیں ہوتے، اس لئے کہ وقتیہ ساتوں سے اخص ہے، اور ضروریہ چار یعنی دائمتین اور عامتین سے اخص ہے، اور یہ دونوں منعکس نہیں ہوتے، بہر حال ضروریہ تو اس لئے کہ ہمارا قول بالضرورۃ بعض الحیوان ہو لیس بانسان صادق ہے، اس کے عکس کے بغیر، اور وہ بعض الانسان لیس بحیوان بالامکان العام ہے، کیوں کہ ہمارا قول کل انسان حیوان بالضرورۃ صادق ہے، اور بہر حال وقتیہ تو اس لئے کہ بعض القمر لیس بمنخسف وقت التربیع لادائمًا صادق ہے، بعض المنخسف لیس بقمر بالامکان العام کے کاذب ہونے کے ساتھ اس لئے کہ ہر منخسف بالضرورۃ قمر ہے، اور جب یہ دونوں منعکس نہیں ہوتے تو موجبات جزئیہ میں سے کوئی (بھی) منعکس نہ ہوگا، اس وجہ سے جو تم کئی بار جان چکے ہو۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے موجبات جزئیہ میں سے مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے علاوہ کے عکس نقیض نہ آنے کی وجہ بیان کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں موجبہ مرکبہ میں سب سے اخص وقتیہ ہے، موجہہ بسیطہ میں سب سے اخص ضروریہ مطلقہ ہے، اور ضروریہ مطلقہ اور وقتیہ دونوں کا عکسِ نقیض نہیں آتا، اور اخص کا منعکس نہ ہونا اعم کے منعکس نہ ہونے کو مستلزم ہے، لہٰذا مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کے علاوہ کسی بھی قضیہ موجبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض نہیں آئے گا۔ شارح نے ضروریہ اور وقتیہ کے منعکس نہ ہونے کو مثال سے سمجھایا ہے، چنانچہ مثال دی ہے کہ دیکھو بالضرورۃ بعض ہو لیس بانسان ضروریہ مطلقہ ہے اور صادق ہے، لیکن اس کا عکسِ نقیض بعض الانسان لیس بحیوان بالامکان العام صادق نہیں ہے، دلیل یہ ہے کہ اس کی نقیض کل انسان حیوان بالضرورۃ صادق ہے اور جب نقیض صادق ہے تو اصل یعنی موجبہ جزئیہ ضروریہ کا عکس نقیض ضرور کاذب ہوگا، ورنہ تو اجتماع نقیضین لازم آئے گا جو محال ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ لاضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض نہیں آئے گا، اور وقتیہ کا عکس نقیض بھی اسی وجہ سے نہیں آتا ہے کہ اس کے عکس نقیض میں بقاء صدق کی شرط نہیں پائی جارہی ہے، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے، مثلاً بعض القمر ہو لیس بمنخسف وقت التربیع لادائمًا دیکھئے یہ قضیہ وقتیہ موجبہ جزئیہ ہے اور صادق ہے، لیکن اس کا عکس نقیض بعض المنخسف لیس بقمر بالامکان العام کاذب ہے اس لئے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض منخسف قمر نہیں ہے، حالانکہ ہر منخسف ضروری طور پر قمر ہے۔ اور جب یہی دونوں یعنی ضروریہ مطلقہ اور وقتیہ ہی کا عکس نقیض نہیں آتا ہے تو بقیہ کا کیسے آسکتا ہے، کیوں کہ یہ دونوں سب سے اخص ہیں اور اخص کا عدم انعکاس اعم کے عدم انعکاس کو لازم ہے، شارح نے لما عرفت مرارًا سے اسی دلیل کی طرف اشارہ کیا ہے۔

قَالَ وَ اَمَّا السَّوَالِبُ کُلِّیَّةً کَانَت اَو جُزئِیَّةً فَلَا تَنعَکِسُ کُلِّیَّةً لِاِحتِمَالِ کَونِ نَقِیضِ المَحمُولِ اَعَمَّ مِنَ المَوضُوعِ وَ تَنعَکِسُ الخَاصَّتَانِ حِینِیَّةً مُطلَقَةً لِاَنَّهٗ اِذَا صَدَقَ بِالضَّرُورَةِ اَو دَائِمًا لَا شَیئَ مِن ج ب مَادَامَ ج لَادَائِمًا نَفرِضُ المَوضُوعَ د فَهُوَ لَیسَ ب بِالفِعلِ وَ د ج فِی بَعضِ اَوقَاتِ کَونِهٖ لَیسَ ب

لِاَنَّہٗ لَیْسَ بَ فِی جَمِیعِ اَوْقَاتِ کَوْنِہٖ جَ فَبَعْضُ مَالَیْسَ بَ فَھُوَ جَ فِی بَعْضِ احیَانٍ لَیْسَ بَ وَ ھُوَ الْمُدَّعیٰ وَ اَمَّا الْوَقْتِیَّتَانِ وَ الْوُجُوْدِیَّتَانِ فَتَنْعَکِسُ مُطْلَقَۃً عَامَّۃً لِاَنَّہٗ اِذَا صَدَقَ لَاشَیْءَ مِنْ جَ بَ بِاِحْدیٰ ھٰذِہِ الْجِھَاتِ نَفْرِضُ الْمَوْضُوْعَ دَ فَھُوَ لَیْسَ بَ وَ جَ بِالْفِعْلِ لِوُجُوْدِ الْمَوْضُوْعِ فَبَعْضُ مَالَیْسَ بَ فَھُوَ جَ بِالْفِعْلِ وَ ھُوَ الْمَطْلُوْبُ وَ ھٰکَذَا بَیِّنْ عُکُوْسَ جُزْئِیَّاتِھَا.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور بہر حال سوالب کلیہ ہوں یا جزئیہ تو وہ کلیہ منعکس نہیں ہوتے کیوں کہ محمول کی نقیض کا موضوع سے اعم ہونے کا احتمال ہے، اور خاصتین حینیہ مطلقہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورۃ یا دائما لاشئ من ج ب مادام ج لا دائما صادق ہوگا تو ہم موضوع کو "د" فرض کریں گے، پس وہ لیس ب بالفعل ہے، اور د ج فی بعض اوقات کونہ لیس ب ہے، اس لئے کہ وہ لیس ب فی جمیع اوقات کونہ ج تھا، پس بعض ما لیس ب فھو ج فی بعض احیان لیس ب ہوگا، اور یہ مدعا ہے، اور بہر حال وقتیتین اور وجودیتین تو یہ منعکس ہوتے ہیں مطلقہ عامہ کی طرف اس لئے کہ جب لاشئ من ج ب ان جہات میں سے کسی جہت کے ساتھ صادق ہوگا، تو ہم موضوع کو د فرض کریں گے، پس وہ لیس ب ہے، اور ج بالفعل ہے، وجودِ موضوع کی وجہ سے پس بعض ما لیس ب فھو ج بالفعل ہوگا، اور یہی مطلوب ہے اور اسی طرح آپ انکے جزئیات کے عکوس کو بیان کیجئے۔

تشریح: اس سے پہلے ماتنؒ موجبات کے عکسِ نقیض کو بیان کر رہے تھے اب یہاں سے سوالب کے عکسِ نقیض کو بیان کر رہے ہیں، اور اس سے پہلے آپ کو یہ بتلایا گیا تھا کہ عکسِ نقیض میں سوالب کا وہی حکم ہے جو حکم عکسِ مستوی میں موجبات کا تھا، تو جس طرح موجبہ کا عکسِ مستوی کلیہ نہیں آتا بلکہ ہمیشہ جزئیہ ہی آتا ہے، اسی طرح سوالب کا عکسِ نقیض کلیہ نہیں آئے گا۔ دلیل شرح میں آرہی ہے۔

اَقُوْلُ وَ اَمَّا السَّوَالِبُ فَکُلِّیَّۃً کَانَتْ اَوْ جُزْئِیَّۃً لَمْ تَنْعَکِسْ کُلِّیَّۃً لِاِحْتِمَالِ اَنْ یَکُوْنَ نَقِیْضُ الْمَحْمُوْلِ اَعَمَّ مِنَ الْمَوْضُوْعِ وَ اِمْتِنَاعِ اِیْجَابِ الْاَخَصِّ لِکُلِّ اَفْرَادِ الْاَعَمِّ کَقَوْلِنَا لَاشَیْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِحَجَرٍ فَمَا لَیْسَ بِحَجَرٍ اَعَمُّ مِنَ الْاِنْسَانِ فَامْتَنَعَ اَنْ تَنْعَکِسَ اِلیٰ کُلِّ مَالَیْسَ بِحَجَرٍ اِنْسَانٌ وَ تَنْعَکِسُ الْخَاصَّتَانِ حِیْنِیَّۃً مُطْلَقَۃً لِاَنَّہٗ اِذَا صَدَقَ بِالضَّرُوْرَۃِ اَوْ دَائِمًا لَاشَیْءَ مِنْ جَ بَ اَوْ لَیْسَ بَعْضُہٗ بَ مَادَامَ جَ لَا دَائِمًا فَلْیَصْدُقْ بَعْضُ مَا لَیْسَ بَ جَ حِیْنَ ھُوَ لَیْسَ بَ لِاَنَّ ذَاتَ الْمَوْضُوْعِ مَوْجُوْدَۃٌ لِدَلَالَۃِ اللَّادَوَامِ عَلَیْہِ فَلْنَفْرِضْہُ دَ فَدَ لَیْسَ بَ وَ ھُوَ مَفْھُوْمُ الْجُزْءِ الْاَوَّلِ وَ دَ جَ فِی بَعْضِ اَوْقَاتِ کَوْنِہٖ لَیْسَ بَ لِاَنَّہٗ کَانَ لَیْسَ بَ فِی جَمِیْعِ اَوْقَاتِ کَوْنِہٖ جَ وَ اِذَا صَدَقَ عَلیٰ دَ اَنَّہٗ لَیْسَ بَ وَ اَنَّہٗ جَ فِی بَعْضِ اَوْقَاتِ کَوْنِہٖ لَیْسَ بَ فَبَعْضُ مَالَیْسَ بَ جَ حِیْنَ ھُوَ لَیْسَ بَ وَھُوَ الْمُدَّعیٰ ھٰذَا مَا فِی الْکِتَابِ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں: اور بہر حال سوالب تو وہ کلیہ ہوں یا جزئیہ، کلیہ منعکس نہیں ہوتے کیوں کہ محمول کی نقیض کا موضوع سے عام ہونے کا اور اعم کے ہر ہر فرد کے لئے اثبات اخص کے ممتنع ہونا کا احتمال ہے، جیسے ہمارا قول لاشئ من الانسان بحجر پس مالیس بحجر انسانؒ سے اعم ہے، پس اس کا کل مالیس بحجر انسانؒ کی طرف منعکس ہونا ممتنع ہے، اور خاصتین حینیہ مطلقہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب بالضرورۃ یا دائما

لاشئ من ج ب یا لیس بعض ج ب مادام ج لادائمًا صادق ہوگا، تو بعض مالیس ب ج حین ھو لیس ب صادق ہونا چاہئے، اس لئے کہ ذاتِ موضوع موجود ہے لادوام کے اس پر دلالت کرنے کی وجہ سے، پس ہم اس کو "د" فرض کرتے ہیں تو د لیس ب ہے، اور جزءِ اوّل کا مفہوم ہے اور د ج فی بعض اوقات کونہ لیس ب ہے، اس لئے کہ وہ لیس ب فی جمیع اوقات کونہ ج تھا اور جب "د" پر یہ صادق آیا کہ وہ لیس ب ہے، اور یہ صادق آیا کہ وہ ج فی بعض اوقات کونہ لیس ب ہے، تو بعض مالیس ب ج حین ھو لیس ب ہوگا، اور یہی مدعا ہے، یہ تو وہ ہے جو کتاب میں ہے۔

تشریح: شارح کہتے ہیں کہ سوالب خواہ کلیہ ہوں یا جزئیہ ان کا عکس نقیض جزئیہ ہی آتا ہے، کلیہ نہیں آتا کیوں کہ اگر اس کا عکس نقیض لایا جائے تو پھر عکسِ نقیض میں بقاءِ صدق کی شرط فوت ہو جاتی ہے، اور شرط اس وجہ سے فوت ہوتی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ موضوع سے محمول کی نقیض اعم ہو تو وہاں اصل قضیہ تو صادق ہوگا، لیکن عکسِ نقیض صادق نہ ہوگی اور چونکہ اخص کا اعم کے ہر ہر فرد کے لئے ثابت ہونا ممتنع ہے اس لئے سالبہ کلیہ کا عکسِ نقیض سالبہ کلیہ نہیں ہوگا، بلکہ کاذب ہوگا، حالانکہ عکسِ نقیض کا صادق ہونا ضروری ہے، جیسے لاشئ من الانسان بحجر دیکھئے یہ اصل قضیہ ہے اور صادق ہے لیکن اس کا عکسِ نقیض صادق نہیں ہے، کیوں کہ اس قضیہ میں موضوع یعنی انسان اخص ہے اور محمول حجر کی نقیض مالیس بحجر ہے، جو اعم ہے اور جب اس کو موضوع بنادیا جائے گا تو اس طرح ہو جائے گا، کل مالیس بحجر انسان جس سے خاص اعم کے ہر ہر فرد کے لئے ثابت ہوگا، حالانکہ خاص کا عام کے ہر ہر فرد کے لئے ثابت ہونا ممتنع ہے، ورنہ تو بیل، گدھا، بستر، چارپائی ہر ایک کا انسان ہونا لازم آئے گا کیوں کہ یہ سب کے سب مالیس بحجر ہیں، حالانکہ ان سب کا انسان ہونا ممتنع اور محال ہے، معلوم ہوا کہ سالبہ کلیہ کا عکسِ نقیض سالبہ کلیہ نہیں آسکتا۔

مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ سالبہ کلیہ وجزئیہ کا عکسِ نقیض

شارح فرماتے ہیں کہ مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ سالبہ کلیہ کا عکسِ نقیض حینیہ مطلقہ موجبہ آتا ہے، اور ماتن نے اس کو دلیل افتراض سے ثابت کیا ہے، اس لئے کہ اصل قضیہ کا جزءِ اوّل اگرچہ سالبہ ہے جو موضوع کے موجود ہونے کا تقاضا نہیں کرتا ہے، لیکن دوسرے جزء یعنی لادوام ذاتی سے موجبہ مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہے اور موجبہ موضوع کے وجود کا تقاضا کرتا ہے، لہٰذا جہاں مشروطہ خاصہ یا عرفیہ خاصہ صادق ہوگا تو وہاں موضوع موجود ہوگا تو اس موضوع کو ذاتِ معین فرض کیا جائے گا، پس اس پر محمول کی نفی اور موضوع ثبوت دونوں صادق ہوں گے اور عکسِ نقیض حینیہ مطلقہ صادق ہوگا، دلیل افتراض اس طرح جاری کی جائے گی۔ مثلاً بالضرورۃ لاشئ من ج ب مادام ج لادائمًا (بالضرورۃ لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبًا لادائمًا) دیکھئے یہ قضیہ مشروطہ خاصہ سالبہ کلیہ ہے، اور صادق ہے، اور اس کا عکسِ نقیض موجبہ جزئیہ حینیہ مطلقہ آئے گا، اور وہ ہے بعض مالیس ب ج حین ھو لیس ب (بعض مالیس بساکن الاصابع کاتب حین ھو لیس بساکن الاصابع) اور یہ بھی صادق ہے اور ہم اس کو دلیل افتراض سے ثابت کریں گے بایں طور کہ ذاتِ موضوع یعنی "ج" کو "د" فرض کریں گے تو لیس ب ہوگا اور جزءِ اوّل کا یہی مفہوم ہے اور "د، ب" نہ ہونے کے بعض اوقات میں "د" بھی ہوگا، اس لئے کہ وہ ج ہونے کے تمام اوقات میں لیس ب تھا، اور جب اس مفروضہ ذاتِ معین یعنی "د" پر لیس ب اور ج فی بعض اوقات کونہ لیس

ب دونوں صادق آئے تو بعض مالیس ب ج حین ھو لیس ب ہوگا، اور یہی مدعا ہے، لہٰذا مشروطہ خاصہ سالبہ کا عکسِ نقیض حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ صادق ہے۔

ھذا ما فی الکتاب شارح اس عبارت سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ماتن نے جو خاصتین کا عکس نقیض حینیہ مطلقہ قرار دیا ہے، تقریر سابق اس کے مطابق ہے لیکن ہم اس سے متفق نہیں، متفق نہ ہونے کی وجہ شارح نے والصواب سے بیان کیا ہے، جس کی تشریح عنقریب آرہی ہے۔

فائدہ: ماتن وشارح نے سالبہ کلیہ کے کلیہ منعکس نہ ہونے کی جو دلیل بیان کی ہے کہ ہوسکتا ہے محمول کی نقیض موضوع سے اعم ہو تو اس وقت عکسِ نقیض صادق نہ ہوگا، بلکہ کاذب ہوگا، حالانکہ عکسِ نقیض کا صادق ہونا ضروری ہے۔ تو اسی دلیل پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب محمول کی نقیض موضوع سے اعم نہ ہو بلکہ اخص یا مساوی ہو تو عکسِ نقیض موجبہ کلیہ صادق ہونا چاہئے کیوں کہ عکس کے بعد اخص یا مساوی موضوع ہوجائے گا، اور اخص یا مساوی پر اعم کا کلیۃً صدق صحیح ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عکسِ نقیض چونکہ قضیہ کو لازم ہوتا ہے، اس لئے بعض مادّوں میں صدق کافی نہیں، اور ایک مادہ میں عدم صادق سے لزوم باطل ہوجائے گا، لہٰذا سالبہ کلیہ عکسِ نقیض کی صورت میں بھی موجبہ کلیہ نہیں آئے گا۔

وَ الصَّوابُ اَنَّهُمَا تَنْعَكِسَانِ حِينِيَّةً لاَ دَائِمَةً اَمَّا الحِينِيَّةُ فَلِمَا ذَكَرْنَا وَ اَمَّا اللَّادَوامُ فَلِاَنَّهُ يَصْدُقُ عَلىٰ د اَنَّهُ لَيسَ ج بِالفِعْلِ وَ اِلاَّ لَكَانَ ج دائِمًا فَيَكُو لَيسَ ب دَائِمًا لِدَوامِ سَلْبِ البَاءِ بِدَوامِ الجِيمِ وَ قَدْ كَانَ لاَ دائِمًا هٰذَا خُلْفٌ وَ اِذَا صَدَقَ عَلىَ دَ اَنَّهُ لَيسَ دَ وَ اَنَّهُ لَيسَ ج بِالفِعْلِ صَدَقَ بَعضُ مَالَيْسَ بَ لَيسَ ج بِالفِعْلِ وَ هُوَ مَفهُومُ اللَّادَوامِ وَ اَمَّا الوَقْتِيَّتَانِ وَالوُجُودِيَّتَانِ فَتَنْعَكِسَانِ مُطْلَقَةً عَامَّةً لِاَنَّهُ اِذَا صَدَقَ لاَ شَيْءَ مِنْ ج ب اَوْ لَيسَ بعضُهُ ب لاَدائِمًا بِاِحدىٰ هٰذِهِ الجِهاتِ وَجَبَ اَنْ يَصْدُقَ بَعضُ مَالَيسَ بَ ج بِالاِطْلاَقِ العَامِّ لِاَنَّا نفرِضُ المَوْضُوعَ دَ فَدَ لَيسَ بَ وَ هُوَ مَفهُومُ الجُزْءِ الاَوَّلِ وَ دَ جَ بِالفِعْلِ بِحُكْمِ اللَّادَوامِ فَبعضُ مَا لَيسَ ب ج بِالاِطْلاَقِ وَ هُوَ المَطْلُوبُ وَ اَنَّمَا لَمْ يَتَعَدَّ قَيْدُ اللَّادَوامِ وَ اللَّاضَرُورَةِ اِلَى العَكسِ لِجَوازِ اَنْ يَكُونَ ج ضَرُورِيًّا لَهُ فَلاَ يَصْدُقُ دَ لَيسَ ج بِالاِمْكَانِ كَقَولِنَا لَيسَ بعضُ الاِنْسَانِ بِلاَ كَاتِبٍ لاَ بِالضَّرُورَةِ مَعَ كِذْبِ بَعضِ الكَاتِبِ اِنْسَانٌ لاَ بِالضَّرُورَةِ لِاَنَّ كُلَّ كَاتِبٍ اِنْسَانٌ بِالضَّرُورَةِ.

ترجمہ: اور درست یہ ہے کہ دونوں حینیہ لا دائمہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، بہر حال حینیہ تو اس وجہ سے جو ہم نے ذکر کی اور بہر حال لا دوام تو اس لئے کہ "د" پر لیس ج بالفعل ہونا صادق ہے ورنہ تو د ج دائمًا ہوگا، پس وہ لیس ب دائمًا بھی ہوگا، دوام جیم کے ساتھ سلب باء کے دوام کی وجہ سے حالانکہ وہ (لیس ب) لادائمًا تھا، یہ خلافِ مفروض ہے اور جب "د" پر یہ صادق ہے کہ وہ لیس ج بالفعل ہے تو مالیس ب لیس ج بالفعل صادق ہوگا، اور یہی لا دوام کا مفہوم ہے۔ اور بہر حال وقتیتین اور وجودیتین تو یہ دونوں مطلقہ عامہ کی طرف منعکس ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب لاشی من ج ب یا لیس بعض ج ب لادائمًا ان جہات میں سے کسی جہت کے ساتھ صادق ہوگا، تو

بعض مالیس ب ج بالاطلاق العام کا صادق ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ ہم موضوع کو "د" فرض کرتے ہیں، پس د لیس ب ہے، اور یہی جزء اوّل کا مفہوم ہے، اور د ج بالفعل ہے، بحکم لا دوام، پس بعض مالیس ب ج بالاطلاق ہوگا، اور یہی مطلوب ہے، اور لا دوام اور لا ضرورۃ کی قید عکس کی طرف متعدی نہیں ہوتی اس لئے کہ "د" کے لئے "ج" کا ضروری ہونا ممکن ہے، پس د لیس ج بالامکان صادق نہ ہوگا، جیسے ہمارا قول لیس بعض الانسان بلاکاتب لا بالضرورۃ (صادق ہے) اس کا عکسِ نقیض بعض الکاتب إنسان لا بالضرورۃ کاذب ہے اس لئے کہ ہر کاتب انسان ہے بالضرورۃ۔

تشریح: والصواب الخ سے شارح یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ مشروطہ خاصہ سالبہ اور عرفیہ خاصہ سالبہ کا عکسِ نقیض ماتن نے اگر چہ حینیہ مطلقہ قرار دیا ہے، مگر یہ صحیح اور درست نہیں ہے، درست یہ ہے کہ ان کا عکسِ نقیض حینیہ لا دائمہ ہے، حینیہ لا دائمہ چونکہ مرکبہ ہے اس میں دو جزء ہیں، حینیہ مطلقہ کو تو ماتن نے ثابت کر دیا ہے لہٰذا اس کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں، دوسرا جزء لا دوام ہے جس سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہے، شارح اس کو دلیل خلف سے ثابت کر رہے ہیں، کہ اگر آپ عکسِ نقیض مطلقہ عامہ کو تسلیم نہیں کرتے تو آپ کو اس کی نقیض دائمہ مطلقہ تسلیم کرنی پڑے گی، حالانکہ یہ نقیض لا دوام اصل کے منافی کو مستلزم ہوگی، اور چونکہ لا دوام اصل مفروض الصدق ہے لہٰذا نقیض سے خلافِ مفروض لازم آئے گا، جو باطل ہے، لہٰذا نقیض باطل ہو جائے گی، اور مطلقہ عامہ جو مطلوب ہے ثابت ہو جائے گا۔ شارح کی عبارت کو اب حل کیجئے، شارح کہتے ہیں کہ لا دائمہ یعنی د لیس ج بالفعل صادق ہے اگر کوئی اس کو صادق نہ مانے تو اس کو اس کی نقیض د ج دائمًا کو صادق ماننا ہوگی، تو دلیس ب دائمًا بھی ہوگا، کیوں کہ جب دائمی طور پر وہ ج ہے تو دائمی طور پر "ب" کا سلب ہوگا، اور حالانکہ وہ لیس ب لا دائمًا تھا۔ اور یہاں لیس ب دائمًا ہونا لازم آ رہا ہے، جو خلافِ مفروض ہے، اور جب "د" پر لیس د اور لیس ج بالفعل صادق ہے تو بعض مالیس ابس ج بالفعل صادق ہوگا، اور یہی لا دوام کا مفہوم ہے، لہٰذا خاصتین کا عکسِ نقیض حینیہ لا دائمہ آئے گا۔

وقتیین اور وجودیتین کا عکسِ نقیض

شارح فرماتے ہیں کہ وقتیہ، منتشرہ، وجودیہ لا ضروریہ، وجودیہ لا دائمہ ان چاروں قضایا کا عکسِ نقیض مطلقہ عامہ آتا ہے، اور اس کو دلیل افتراض سے ثابت کرتے ہیں، یعنی جب موضوع کو ذاتِ معین فرض کیا جائے گا تو اس پر سلب محمول صادق آئے گا، جو عکسِ نقیض کا جزء اوّل ہے، اور چونکہ وصفِ عنوانی کا صدق بالفعل ہوتا ہے لہٰذا اس پر موضوع بالفعل صادق ہوگا، یہ عکسِ نقیض کا جزء ثانی ہے، پس عکسِ نقیض کا دونوں جزء ثابت ہو گیا اور یہی مطلوب ہے، اس کو مثال سے سمجھئے، لاشیء من ج ب بالفعل لا دائمًا (لاشیء من الکاتب بساکن الاصابع بالفعل لا دائمًا) دیکھئے یہ قضیہ وجودیہ لا دائمہ ہے اور صادق ہے، اس کا عکسِ نقیض ہے بعض مالیس ب ج بالاطلاق العام (بعض مالیس بساکن الاصابع کاتب بالاطلاق العام) اور یہ بھی صادق ہے، تم اس کو دلیل افتراض سے ثابت کر سکتے ہو، چنانچہ ہم ذات موضوع کو "د" فرض کرتے ہیں تو د لیس ب ہے، اور یہی جزء اوّل کا مفہوم ہے، اور د ج بالفعل ہے، کیوں کہ لا دوام سے مطلقہ عامہ موجبہ کی طرف اشارہ ہوگا، پس بعض مالیس ب ج بالاطلاق صادق ہوگا، یہی ہمارا مطلوب و مقصود ہے؟ لہٰذا معلوم ہوا کہ وقتیین اور وجودیتین کا عکس نقیض مطلقہ عامہ آتا ہے۔

وإنما لم يتعد قيد اللادوام الخ اس عبارت سے شارح نے ایک اشکال کا جواب دیا ہے، اشکال یہ ہوتا ہے کہ جب وقتیین اور وجودیتین چاروں قضیے مرکبہ ہیں تو ان کا عکس نقیض مطلقہ عامہ کیوں آتا ہے جو بسیطہ ہو، دوسرا جزء جو لادوام یا لاضرورۃ ہے ان کا عکسِ نقیض کیوں نہیں آتا تاکہ عکسِ نقیض بھی مرکبہ ہو؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ ممکن ہے کہ وصفِ عنوانی بعض مادوں میں ضروری ہوتو ایسے ماڈوں میں سلب موضوع بالامکان صادق نہیں ہوسکتا، لہٰذا عکسِ نقیض میں ممکنہ عامہ صادق نہ ہوگا، اور جب ممکنہ جو اعم القضایا ہے صادق نہ ہوگا، تو کوئی عکسِ نقیض صادق نہ ہوگا، مثلاً ليس بعض الانسان بلا كاتب لا بالضرورة وجودیہ لاضروریہ ہے اور صادق ہے، لیکن اس کا عکسِ نقیض بعض الكاتب انسان لا بالضرورة کاذب ہے کیوں کہ اس کا قضیہ سے لازم آرہا ہے کہ بعض کا انسان ہونا ضروری نہیں ہے حالانکہ ہر کاتب کا انسان ہونا ضروری ہے، انسان کے علاوہ بیل، گدھا وغیرہ کاتب نہیں ہوسکتے، تو چونکہ جزء ثانی کا عکسِ نقیض لانے کی وجہ سے عکسِ نقیض کا کاذب ہونا لازم آرہا ہے، حالانکہ عکسِ نقیض کا صادق ہونا ضروری ہے، لہٰذا جزءِ ثانی کا عکسِ نقیض نہیں آئے گا۔ اور جب جزءِ ثانی کا عکسِ نقیض نہیں آئے گا تو مذکورہ چاروں مرکبہ کا عکسِ نقیض بسیطہ یعنی مطلقہ عامہ موجبہ آئے گا۔ فافهم و تدبر و تفكر۔

قَالَ وَ اَمَّا بَوَاقِي السَّوَالِبِ وَ الشَّرْطِيَّاتِ مُوجَبَةً كَانَتْ اَوْ سَالِبَةً فَغَيْرُ مَعْلُومَةِ الانْعِكَاسِ لِعَدَمِ الظَّفْرِ بِالبُرهَانِ **اَقُولُ** مِنَ النَّاسِ مَنْ ذَهَبَ اِلَى اِنْعِكَاسِ السَّوَالِبِ البَاقِيَةِ وَ الشَّرطِيَّاتِ اَمَّا اِنْعِكَاسُ الفِعْلِيَّاتِ مِنْهَا فَلِاَنَّهُ اِذَا صَدَقَ لاَ شَيْءَ مِنْ جَ بَ بِالاِطْلاَقِ العَامِّ فَبعضُ مَا لَيْسَ بَ جَ بِالاِطْلاَقِ العَامِّ وَ اِلَّا فَلاَ شَيْءَ مِمَّا لَيْسَ بَ جَ دائِمًا فَلاَ شَيْءَ مِنْ جَ لَيسَ بَ دَائِمًا وَيَلزَمُهُ كُلُّ جَ بَ دائِمًا وَ قَدْ كَانَ لاَ شَيْءَ مِنْ بَ جَ بِالاِطْلاَقِ هٰذَا خُلْفٌ وَ اَمَّا اِنْعِكَاسُ المُمْكِنَتَيْنِ فَلِاَنَّا اِذَا قُلْنَا لاَ شَيْءَ مِنْ جَ بَ بِالاِمْكَانِ الخَاصِّ فَبعضُ مَا لَيْسَ بَ جَ بِالاِمْكَانِ العَامِّ وَ اِلَّا فَلاَ شَيْءَ مِمَّا لَيْسَ بَ جَ بِالضَّرُورَةِ فَلاَ شَيْءَ مِنْ جَ لَيْسَ بَ بِالضَّرُورَةِ وَ يَلزَمُهُ كُلُّ جَ بَ بِالضَّرُورَةِ وَ هُوَ يُنَافِي الاَصْلَ وَ اَمَّا اِنْعِكَاسُ الشَّرْطِيَّةِ المُوْجَبَةِ فَلِاَنَّهُ اِذَا صَدَقَ كُلَّمَا كَانَ اَ بَ فَجَ دَ فَلَيسَ اَلْبَتَّةَ اِذَا لَمْ يَكُنْ جَ دَ كَانَ اَ بَ وَ اِلَّا فَقَدْ يَكُونُ اِذَا لَمْ يَكُنْ جَ دَ كَانَ اَ بَ وَ هُوَ مَعَ الاَصْلِ يُنْتِجُ قَدْ يَكُونُ اِذَا لَمْ يَكُنْ جَ دَ فَجَ دَ وَ اَنَّهُ مُحَالٌ اَوْ يَنعَكِسُ بِالعَكْسِ المُسْتَوِيْ اِلٰى قَولِنَا قَدْ يَكُونُ اِذَا كَانَ اَ بَ لَمْ يَكُنْ جَ دَ فَيَكُونُ اَ بَ مَلزُومًا لِلنَّقِيْضَيْنِ وَ اَمَّا اِنعِكَاسُ الشَّرْطِيَّةِ السَّالِبَةِ فَلِاَنَّهُ اِذَا قُلْنَا لَيسَ اَلْبَتَّةَ اِذ كَانَ اَ بَ فَجَ دَ فَقَدْ يَكُونُ اِذَا لَمْ يَكُنْ جَ دَ فَاَ بَ وَ اِلَّا فَلَيْسَ اَلْبَتَّةَ اِذَا لَمْ يَكُنْ جَ دَ فَاَ بَ فَقَدْ لاَ يَكُونُ اِذَا كَانَ اَ بَ لَمْ يَكُنْ جَ دَ وَ يَلزَمُهُ قَدْ يَكُونُ اِذَا كَانَ اَ بَ فَجَ دَ وَهُوَ يُنَاقِضُ الاَصْلَ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور بہر حال باقی سوالب اور شرطیات موجبہ ہوں یا سالبہ وہ سب غیر معلوم الانعکاس ہیں۔ برہان و دلیل پر کامیاب نہ ہونے کی وجہ سے، میں کہتا ہوں کہ بعض لوگ سوالب باقیہ اور شرطیات کے انعکاس کی طرف گئے ہیں۔ بہر حال ان میں سے فعلیات کا منعکس ہونا تو اس لئے کہ جب لاشیء من ج ب بالاطلاق العام صادق ہوگا تو بعض ما ليس ب ج بالاطلاق العام (بھی صادق ہوگا) ورنہ تو لاشیء مما ليس ب ج دائمًا

(صادق ہوگا) پس لاشیء من ج لیس ب دائمًا ہوگا، جس کو کل ج ب دائمًا لازم ہے، حالانکہ وہ لاشیء من ب ج بالاطلاق تھا، اور یہ خلافِ مفروض ہے۔ اور بہر حال ممکنتین کا منعکس ہونا تو اس لئے کہ جب ہم کہیں لاشیء من ج ب بالامکان الخاص، تو بعض ما لیس ب ج بالامکان العام ہوگا، ورنہ تو لاشیء مما لیس ب ج بالضرورۃ ہوگا، پس لاشیء من ج لیس ب بالضرورۃ ہوگا، اور اس کو کل ج ب بالضرورۃ لازم ہے، اور یہ اصل کے منافی ہے اور بہر حال شرطیہ موجبہ کا منعکس ہونا تو اس لئے کہ جب کلما کان أب فج د صادق ہوگا، تو لیس البتۃ إذا لم یکن ج د کان أب (صادق ہوگا) ورنہ تو قد یکون إذا لم یکن ج د کان أب (صادق ہوگا) اور یہ اصل کے ساتھ نتیجہ دے گا، قد یکون إذا لم یکن ج د فج د، اور یہ محال ہے، یا عکسِ مستوی کی صورت میں ہمارے قول قد یکون إذا کان أب لم یکن ج د کی طرف منعکس ہوگا، پس أب ملزوم نقیضین ہوگا، اور بہر حال شرطیہ سالبہ کا منعکس ہونا تو اس لئے کہ جب ہم کہیں لیس البتۃ إذا کان أب فج د تو قد یکون إذا لم یکن ج د فأب ہوگا، ورنہ تو لیس البتۃ إذا لم یکن ج د فأب ہوگا، پس قد لایکون إذا کان إب لم یکن ج د ہوگا، اور اس کو قد یکون إذا کان أب فج د لازم ہے، اور یہ اصل کے مناقض ہے۔

تشریح: ماتن نے سوالب موجہہ میں سے صرف چھ مرکبات یعنی مشروطہ خاصہ، عرفیہ خاصہ، وقتیہ، منتشرہ، وجودیہ لاضروریہ اور وجودیہ لادائمہ کا عکسِ نقیض بیان کیا ہے، ان کے علاوہ بقیہ یعنی ممکنہ خاصہ اور چھ سالبہ بسیطہ، ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ اور مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ کا عکسِ نقیض بیان نہیں کیا ہے، اسی طرح شرطیات کا بھی عکسِ نقیض بیان نہیں کیا، ان سب کے متعلق ماتن فرماتے ہیں کہ یہ تمام خواہ موجبہ ہوں یا سالبہ ان کے عکسِ نقیض کا مجھے علم نہیں ہے کیوں کہ اس کے عکسِ نقیض آنے کے سلسلے میں مجھے کوئی ایسی دلیل نہ مل سکی جو ان کے عکسِ نقیض کو ثابت کرے، اس لئے ممکنہ خاصہ کے علاوہ چھ سالبہ بسیطہ ہیں جن کے صادق ہونے کے لئے خارج میں موضوع کا تحقق ضروری نہیں ہے، جب ایسی بات ہے تو ذاتِ موضوع فرض کر کے اس کو کوئی وصف ثابت نہیں کیا جا سکتا، پس اس پر دلیل افتراض جاری نہیں ہو سکتی، اور کوئی دوسری دلیل مثبت معلوم نہیں اور بعض لوگوں نے اس کا عدم انعکاس نقیض لازم آنے کی وجہ سے ثابت کیا ہے، شارح فرماتے ہیں کہ بعض مناطقہ کے نزدیک ان سب کا عکسِ نقیض آتا ہے، جس کو انہوں نے دلائل سے ثابت کیا ہے۔ چنانچہ شارح نے ان کے قول کے مطابق ان سب کا عکسِ نقیض اور عکسِ نقیض کے اثبات کی دلیل بیان کی ہے، پھر ان حضرات کے پیش کردہ دلائل کو ناقص قرار دے کر ماتن کے قول کو محقق کیا ہے۔

فعلیات کا عکسِ نقیض

أما انعکاس الفعلیات الخ فعلیات سے مراد، مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ اور مطلقہ عامہ ہیں، شارح نے مطلقہ عامہ کا عکسِ نقیض دلیل سے ثابت کیا ہے، اور اس کے انعکاس سے پانچ قضایا فعلیہ میں انعکاس ثابت ہو جائے گا کیوں کہ عکس قضیہ کے لئے لازم ہوتا ہے، اور عام خاص کے لئے لازم ہوتا ہے، اور چونکہ لازم کا لازم، لازم ہوتا ہے، اس لئے بقیہ کے لئے بھی عکس ثابت ہو جائے گا۔ اور مطلقہ عامہ تمام قضایا میں اعم ہے اور جب اس کا عکسِ نقیض ثابت ہو جائے گا تو بقیہ قضیہ کا عکسِ نقیض بھی ثابت ہو جائے گا۔ چنانچہ شارح کہتے ہیں کہ بعض مناطقہ کے نزدیک مطلقہ عامہ سالبہ کا عکسِ نقیض مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ آتا ہے، اور انہوں نے اس کو

دلیل عکس سے ثابت کیا ہے، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے، لاشئ من ج ب بالاطلاق العام، دیکھئے یہ قضیہ مطلقہ عامہ سالبہ ہے اور صادق ہے، اس کا عکسِ نقیض مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ ہے اور وہ ہے بعض ما لیس ب ج بالاطلاق العام، اگر کوئی اس کو تسلیم نہ کرے تو اس کی نقیض لاشئ مما لیس ب ج دائمًا کو تسلیم کرنی پڑے گی، اور پھر اس کا عکس نکالا جائے گا اور وہ ہوگا، لاشئ من ج لیس ب دائمًا اور اس کو کل ج ب دائمًا لازم ہے، اور یہ نقیض کا جو عکس نکالا گیا ہے یہ عکس اصل قضیہ لاشئ من ج ب بالاطلاق کے منافی ہے، اور چونکہ اصل قضیہ مفروض الصدق ہے، اس لئے یہ عکس خلاف مفروض ہوگا، لہٰذا نقیض اور عکس دونوں باطل ہوں گے اور اصل قضیہ کا عکسِ نقیض صادق ہوگا۔

ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کا عکسِ نقیض

ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کا عکسِ نقیض ممکنہ عامہ آتا ہے اور اس کو دلیل عکس سے ثابت کیا ہے، وہ اس طرح کہ اگر عکس نقیض ممکنہ عامہ صادق نہ ہو تو اس کی نقیض ضروریہ مطلقہ صادق ہوگی، لہٰذا اس کی نقیض کا عکس بھی صادق ہونا چاہئے، حالانکہ یہ عکس موجبہ ضروریہ کو مستلزم ہے جو اصل قضیہ کے منافی ہے لہٰذا نقیض اور اس کا عکس دونوں کاذب ہوں گے اور عکسِ نقیض ممکنہ عامہ جو مدعا ہے صادق ہوگا۔
اس کو مثال سے سمجھئے جیسے لاشئ من ج ب بالامکان الخاص (لاشئ من الانسان بضاحک بالامکان الخاص) دیکھئے یہ قضیہ ممکنہ خاصہ سالبہ ہے جو صادق ہے اس کا عکسِ نقیض ہے بعض ما لیس ب ج بالامکان العام اور صادق ہے، اگر کوئی اس کو صادق نہ مانے تو اس کی نقیض لاشئ مما لیس ب ج بالضرورۃ اس کو صادق ماننی پڑے گی پھر اس نقیض کا عکس نکالا جائے گا اور وہ ہوگا لاشئ من ج لیس ب بالضرورۃ اور یہ عکس موجبہ ضروریہ کل ج ب بالضرورۃ کو مستلزم ہے، جو اصل قضیہ لاشئ من ج ب بالامکان الخاص کے منافی ہے لہٰذا یہ عکس اور نقیض دونوں باطل ہوں گے اور اصل قضیہ کا عکسِ نقیض ممکنہ عامہ صادق ہوگا۔

شرطیہ موجبہ کا عکسِ نقیض

شرطیہ متصلہ موجبہ کلیہ کا عکسِ نقیض شرطیہ متصلہ سالبہ کلیہ آتا ہے اور اس عکسِ نقیض کو دلیلِ خلف اور دلیل عکس سے ثابت کیا ہے، اوّلاً دلیل خلف جاری کی جاتی ہے، بغور سنیں، اس کی تقریر یہ ہے کہ جب کلما کان أ ب فج د یہ شرطیہ کلیہ موجبہ ہے، اس کا عکسِ نقیض ہے لیس البتة إذا لم یکن ج د کان أ ب، اگر یہ عکسِ نقیض صادق نہ ہوگا تو اس کی نقیض قد یکون إذا لم یکن ج د کان أ ب، پھر ہم اس نقیض کو اصل قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل ترتیب دیں گے، اور نقیض کو صغریٰ اور اصل قضیہ کو کبریٰ بنا کر اس طرح کہیں گے، قد یکون إذا لم یکن ج د کان أ ب و کلما کان أ ب فج د نتیجہ ہوگا، قد یکون إذا لم یکن ج د فج د اور یہ نتیجہ محال ہے، لہٰذا عکس نقیض صادق ہے، اور نقیض باطل ہے، اور دلیل عکس کی تقریر یہ ہوگی کہ نقیض کا عکسِ مستوی نکالا جائے گا، اور وہ ہوگا، قد یکون إذا کان أ ب لم یکن ج د، اور مقدم چونکہ ملزوم ہوتا ہے، لہٰذا أ ب نقیضین کا ملزوم ہوگا اور نقیضین کا ملزوم ہونا محال ہے، لہٰذا یہ عکس باطل ہے، اور عکسِ نقیض صادق اور درست ہے۔

شرطیہ متصلہ سالبہ کلیہ کا عکسِ نقیض

شرطیہ متصلہ سالبہ کلیہ کا عکسِ نقیض شرطیہ متصلہ موجبہ جزئیہ آتا ہے، شارح نے اس کو دلیلِ عکس سے ثابت کیا ہے، اس کی

اللاحی جماد یا محمول کا (جزء) ہو، جیسے الجماد لا عالمٌ، یا ایک ساتھ دونوں کا (جزء) ہو تو قضیہ کا نام معدولہ رکھا جاتا ہے، موجبہ ہو یا سالبہ، اور اگر ان دونوں میں سے کسی کا بھی جزء نہ ہو تو اس کا نام محصلہ رکھا جاتا ہے، اگر موجبہ ہو، اور بسیطہ (نام رکھا جاتا ہے، اگر قضیہ) سالبہ ہو۔

تشریح: یہاں سے ماتن نے تیسری بحث شروع کی ہے، اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ قضیہ حملیہ میں حرف سلب کبھی قضیہ کا جزء ہوتا ہے، اور کبھی جزء نہیں ہوتا، تو حرف سلب کے قضیہ کا جزء ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) معدولہ (۲) غیر معدولہ، اگر حرف سلب قضیہ کا جزء ہو تو وہ معدولہ ہے، اور جزء نہ ہو تو وہ غیر معدولہ ہے، پھر حرف سلب یا تو موضوع کا جزء ہوگا یا محمول کا یا دونوں کا اگر حرف سلب موضوع کا جزء ہو تو اس کو معدولۃ الموضوع کہتے ہیں، اور اگر محمول کا جزء ہو تو اس کو معدولۃ المحمول کہتے ہیں، اور اگر موضوع و محمول دونوں کا جزء ہو تو اس کو معدولۃ الطرفین کہتے ہیں، پھر قضیہ معدولہ کی مذکورہ تینوں قسموں میں سے ہر ایک یا تو موجبہ ہوگا یا سالبہ، پس قضیہ معدولہ کی کل چھ قسمیں ہوگئیں، اور اگر حرف سلب موضوع یا محمول میں سے کسی کا بھی جزء نہ ہو تو اگر قضیہ موجبہ ہو تو اس کو محصلہ کہتے ہیں، اگر سالبہ ہو تو اس کو بسیطہ کہتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی تشریح مع مثال '' اقول '' کی تشریح میں ملاحظہ فرمائیں۔

اَقُوْلُ اَلْقَضِيَّةُ اِمَّا مَعْدُوْلَةٌ اَوْ مُحَصَّلَةٌ لِاَنَّ حَرْفَ السَّلْبِ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ جُزْءَ الشَّيْءِ مِنَ الْمَوْضُوْعِ اَوِ الْمَحْمُوْلِ اَوْ لَا يَكُوْنَ فَاِنْ كَانَ جُزْءَ الشَّيْءِ فَاِمَّا مِنَ الْمَوْضُوْعِ كَقَوْلِنَا اَللَّاحَيُّ جَمَادٌ اَوْ مِنَ الْمَحْمُوْلِ كَقَوْلِنَا الْجَمَادُ لَا عَالِمٌ اَوْ مِنْهُمَا جَمِيْعًا كَقَوْلِنَا اَللَّاحَيُّ لَا عَالِمٌ سُمِّيَتِ الْقَضِيَّةُ مَعْدُوْلَةً مُوْجِبَةً كَانَتْ اَوْ سَالِبَةً اَمَّا الْاُوْلٰى فَمَعْدُوْلَةُ الْمَوْضُوْعِ وَ اَمَّا الثَّانِيَةُ فَمَعْدُوْلَةُ الْمَحْمُوْلِ وَ اَمَّا الثَّالِثَةُ فَمَعْدُوْلَةُ الطَّرَفَيْنِ وَاِنَّمَا سُمِّيَتْ مَعْدُوْلَةً لِاَنَّ حَرْفَ السَّلْبِ كَلَيْسَ وَ غَيْرَ وَ لَا اِنَّمَا وُضِعَتْ فِي الْاَصْلِ لِلسَّلْبِ وَ الرَّفْعِ فَاِذَا جُعِلَ مَعَ غَيْرِهٖ كَشَيْءٍ وَاحِدٍ يَثْبُتُ لَهٗ شَيْءٌ اَوْ هُوَ لِشَيْءٍ اٰخَرَ اَوْ يُسْلَبُ عَنْهُ اَوْ هُوَ عَنْ شَيْءٍ اٰخَرَ فَقَدْ عَدَلَ بِهٖ عَنْ مَوْضُوْعِهِ الْاَصْلِيِّ اِلٰى غَيْرِهٖ وَ اِنَّمَا اَوْرَدَ لِلْاُوْلٰى وَالثَّانِيَةِ مِثَالًا دُوْنَ الثَّالِثَةِ لِاَنَّهٗ قَدْ عُلِمَ مِنَ الْمِثَالِ الْاَوَّلِ الْمَوْضُوْعُ الْمَعْدُوْلُ وَ مِنَ الْمِثَالِ الثَّانِيْ اَلْمَحْمُوْلُ الْمَعْدُوْلُ فَقَدْ عُلِمَ مِثَالُ مَعْدُوْلَةِ الطَّرَفَيْنِ بِجَمِيْعِهَا مَعًا.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ قضیہ یا تو معدولہ ہوگا یا محصلہ، اس لئے کہ حرف سلب یا تو موضوع یا محمول میں سے کسی کا جزء ہوگا یا نہیں ہوگا، پس اگر کسی کا جزء ہو یا تو موضوع کا (جزء ہوگا) جیسے ہمارا قول اللاحی جماد (بے جان جماد ہے) یا محمول کا (جزء ہوگا) جیسے ہمارا قول الجماد لاعالم (جماد غیر عالم ہے) یا ساتھ ساتھ دونوں کا (جزء ہوگا) جیسے ہمارا قول اللاحی لا عالمٌ (بے جان غیر عالم ہے) تو قضیہ کا نام معدولہ رکھا جاتا ہے، خواہ موجبہ ہو یا سالبہ بہرحال اول تو وہ معدولۃ الموضوع ہے، اور بہرحال دوم تو وہ معدولۃ المحمول ہے اور بہرحال سوم تو وہ معدولۃ الطرفین ہے، اور معدولہ نام اس لئے رکھا گیا کہ حرف سلب جیسے ''لیس غیر اور لا اصل میں سلب اور رفع کے لئے وضع کیے گئے ہیں، پس جب اس کو غیر کے ساتھ ملا کر شیٔ واحد کے مثل قرار دیکر اس کے لئے کسی شیٔ کو یا خود اس کو کسی دوسری شیٔ کے لئے ثابت کیا جاتا ہے یا اس سے کسی شیٔ کو یا خود اس کو دوسری شیٔ سے سلب کیا جاتا ہے، تو وہ اس کی وجہ سے اپنے موضوع اصلی

سے اس غیر کی طرف عدول کیا جاتا ہے، اور بلاشبہ ماتن نے پہلے اور دوسرے قضیہ کی مثال بیان کی ہے، نہ کہ تیسری کی، اس لئے کہ پہلی مثال سے موضوع کا معدول ہونا اور دوسری مثال سے محمول کا معدول ہونا معلوم ہوگیا اور ان دونوں کے ملانے سے معدولۃ الطرفین کی مثال (بھی) معلوم ہوگئی۔

تشریح: شارح کہتے ہیں کہ قضیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱- معدولہ۔ ۲- غیر معدولہ، پھر معدولہ کی چھ قسمیں ہیں، اور غیر معدولہ کی دو قسمیں ہیں، متن کی تشریح کے ذیل میں اجمالی طور پر میں نے ان کو بیان کردیا ہے لہٰذا معدولہ کے اقسام ستہ میں سے ہر ایک کی تعریف اور مثال یہاں ذکر کی جاتی ہے، اگلی عبارت میں غیر معدولہ کی اقسام ذکر کی جائیں گی۔

قضیہ موجبہ معدولۃ الموضوع: وہ قضیہ موجبہ ہے جس میں حرف نفی موضوع کا جزء ہو، جیسے اللاحی جماد (بے جان جماد ہے) دیکھئے اس مثال میں "حی" موضوع ہے اور "لا" حرف نفی اس کا جزء بن رہا ہے، اور حرف نفی کے جزء بننے کا مطلب یہ ہے کہ یہ قضیہ حرف نفی پر مشتمل ہونے کے باوجود موجبہ ہی رہے گا، سالبہ نہیں بنے گا، اور ترجمہ کیا جائے گا کہ غیر جاندار جماد ہے۔ یہ ترجمہ نہیں کیا جائے گا، کہ نہیں ہے جاندار جماد، لہٰذا معلوم ہوا کہ اس قضیہ میں "حی" سے جماد کی نفی نہیں کی جارہی ہے، بلکہ "لاحی" پر جماد کا حمل ہو رہا ہے، لہٰذا یہ قضیہ معدولۃ الموضوع موجبہ کہلائے گا۔

قضیہ موجبہ معدولۃ المحمول: وہ قضیہ موجبہ ہے جس میں حرف سلب محمول کا جزء ہو جیسے زیدٌ لاعالمٌ، دیکھئے اس مثال میں "لا" حرف نفی عالم کا جزء بن رہا ہے، اور عالم محمول ہے، لہٰذا یہ قضیہ موجبہ معدولۃ المحمول کہلائے گا۔

قضیہ موجبہ معدولۃ الطرفین: وہ قضیہ موجبہ ہے جس میں حرف سلب موضوع اور محمول دونوں کا جزء ہو، جیسے اللاحی لا عالمٌ دیکھئے اس مثال میں پہلا "لا" "حی" کا جزء بن رہا ہے اور دوسرا "لا" عالم کا جزء بن رہا ہے، اور حی موضوع ہے اور عالم محمول ہے، لہٰذا یہ قضیہ معدولۃ الطرفین کہلائے گا۔

قضیہ سالبہ معدولۃ الموضوع: وہ قضیہ ہے جس میں دو حرف سلب ہوں ایک موضوع کا جزء بنے اور ایک نفی کا معنیٰ دے، جیسے اللاحی لیس بعالمٍ، (غیر جاندار عالم نہیں ہے) دیکھئے اس مثال میں پہلا "لا" حرف سلب موضوع یعنی "حی" کا جزء بن رہا ہے اور دوسرا حرف سلب یعنی "لیس" نفی کے معنیٰ دے رہا ہے، لہٰذا یہ قضیہ سالبہ معدولۃ الموضوع کہلائے گا۔

قضیہ سالبہ معدولۃ المحمول: وہ قضیہ سالبہ ہے جس میں دو حرف سلب ہوں، ایک نفی کا معنیٰ دے اور دوسرا محمول کا جزء بنے، جیسے العالم لیس بلا حی (عالم غیر جاندار نہیں ہے) دیکھئے اس مثال میں "لیس" سلب کے معنیٰ دے رہا ہے، اور "لا" حی کا جزء بن رہا ہے جو کہ محمول ہے لہٰذا یہ قضیہ سالبہ معدولۃ المحمول کہلائے گا۔

قضیہ سالبہ معدولۃ الطرفین: وہ قضیہ سالبہ ہے جس میں تین حرف سلب ہوں، جن میں سے ایک تو سلب کے لئے لایا گیا ہو اور ایک موضوع کا جزء بن رہا ہو، اور ایک محمول کا، جیسے اللاحی لیس بلا جماد، (غیر جاندار غیر جماد نہیں ہے) دیکھئے اس مثال میں تین حرف سلب ہیں، ایک "لیس" اور دو "لا" لیس کو تو سلب کے معنیٰ دینے کے لئے لایا گیا ہے، اور ایک "لا" حی کا جزء بن رہا ہے، جو کہ موضوع ہے اور ایک "لا" جماد کا جزء بن رہا ہے، جو کہ محمول ہے، لہٰذا یہ قضیہ سالبہ معدولۃ الطرفین کہلائے گا۔

معدولہ کی وجہ تسمیہ: ان قضایا کو معدولۃ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ معدولہ عدول سے مشتق ہے اور عدول کے معنیٰ

اور اگر حکم افراد خارجیہ اور مقدرہ دونوں کو شامل ہو، تو وہاں قضیہ خارجیہ اور حقیقیہ دونوں صادق ہوں گے، جیسے کل انسان حیوانٌ اس میں حیوانیت کا حکم انسان کے ان افراد کے لئے بھی ثابت ہے، جو اس وقت موجود ہیں، اور ان کے لئے بھی جو قیامت تک پیدا ہوں گے، یہ مادہ اجتماعیہ ہے۔

قَالَ وَ عَلٰی هٰذَا فَقِسِ الْمَحْصُوْرَاتِ الْبَاقِيَةَ **اَقُوْلُ** لَمَّا عَرَفْتَ مَفْهُوْمَ الْمُوْجِبَةِ الْكُلِّيَّةِ اَمْكَنَكَ اَنْ تَعْرِفَ مَفْهُوْمَ بَاقِي الْمَحْصُوْرَاتِ بِالْقِيَاسِ عَلَيْهِ فَاِنَّ الْحُكْمَ فِي الْمُوْجِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ عَلٰی بَعْضِ مَا عَلَيْهِ الْحُكْمُ فِي الْمُوْجِبَةِ الْكُلِّيَّةِ فَالْاُمُوْرُ الْمُعْتَبَرَةُ ثَمَّهٗ بِحَسْبِ الْكُلِّ مُعْتَبَرَةٌ هٰهُنَا بِحَسْبِ الْبَعْضِ وَ مَعْنَى السَّالِبَةِ الْكُلِّيَّةِ رَفْعُ الْاِيْجَابِ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ وَاحِدٍ وَ السَّالِبَةُ الْجُزْئِيَّةُ رَفْعُ الْاِيْجَابِ عَنْ بَعْضِ الْاٰحَادِ فَكَمَا اُعْتُبِرَتِ الْمُوْجِبَةُ الْكُلِّيَّةُ بِحَسْبِ الْحَقِيْقَةِ وَ الْخَارِجِ كَذٰلِكَ تُعْتَبَرُ الْمَحْصُوْرَاتُ الْاُخَرُ بِالْاِعْتِبَارَيْنِ وَ قَدْ تَقَدَّمَ الْفَرْقُ بَيْنَ الْكُلِّيَّتَيْنِ وَ اَمَّا الْفَرْقُ بَيْنَ الْجُزْئِيَّتَيْنِ فَهُوَ اَنَّ الْجُزْئِيَّةَ الْحَقِيْقِيَّةَ اَعَمُّ مُطْلَقًا مِنَ الْخَارِجِيَّةِ لِاَنَّ الْاِيْجَابَ عَلٰی بَعْضِ الْاَفْرَادِ الْخَارِجِيَّةِ اِيْجَابٌ عَلٰی بَعْضِ الْاَفْرَادِ الْحَقِيْقِيَّةِ مُطْلَقًا بِدُوْنِ الْعَكْسِ وَ عَلٰی هٰذَا يَكُوْنُ السَّالِبَةُ الْكُلِّيَّةُ الْخَارِجِيَّةُ اَعَمُّ مِنَ السَّالِبَةِ الْكُلِّيَّةِ الْحَقِيْقِيَّةِ لِاَنَّ نَقِيْضَ الْاَخَصِّ اَعَمُّ مِنْ نَقِيْضِ الْاَعَمِّ مُطْلَقًا وَ بَيْنَ السَّالِبَتَيْنِ الْجُزْئِيَّتَيْنِ مُبَايَنَةٌ جُزْئِيَّةٌ وَ ذٰلِكَ ظَاهِرٌ.

ترجمہ: ماتن نے کہا اور اسی پر باقی محصورات کو قیاس کر لیجئے، میں کہتا ہوں کہ جب تو نے موجبہ کلیہ کا مفہوم جان لیا تو اسی پر قیاس کر کے باقی محصورات کا مفہوم جاننا میرے لئے ممکن ہے، کیونکہ موجبہ جزئیہ میں حکم ان افراد محصورات کے بعض پر ہوتا ہے، جن پر موجبہ کلیہ میں حکم ہوتا ہے، تو جو امور وہاں بحسب الکل معتبر ہیں وہ یہاں بحسب البعض معتبر نہیں، اور سالبہ کلیہ کے معنیٰ ہر ہر واحد سے رفع ایجاب ہے، اور سالبہ جزئیہ کے معنیٰ بعض افراد سے رفع ایجاب ہے، تو جس طرح موجبہ کلیہ کا حقیقت اور خارج دونوں لحاظ سے اعتبار کیا گیا ہے، اسی طرح دیگر محصورات کا دونوں لحاظ سے اعتبار کیا جائے گا، اور دو کلیوں کے درمیان فرق تو پہلے گزر چکا، اور بہر حال دو جزئیوں کے درمیان فرق تو یہ ہے کہ جزئیہ حقیقیہ جزئیہ خارجیہ سے اعم مطلق ہے، کیونکہ بعض افراد خارجیہ پر ایجاب، بعض افراد حقیقیہ پر مطلقاً ایجاب ہے، عکس کے بغیر اور سالبہ کلیہ خارجیہ، سالبہ کلیہ حقیقیہ سے اعم ہوگا اس لئے کہ اخص کی نقیض اعم کی نقیض سے اعم مطلق ہوتی ہے، اور دو سالبہ جزئیہ کے درمیان مباینت جزئیہ ہے، اور یہ ظاہر ہے۔

تشریح- اس سے قبل موجبہ کلیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت کا بیان تھا، اب یہاں سے شارح موجبہ جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ، سالبہ کلیہ حقیقیہ اور خارجیہ، سالبہ جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت بیان کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ گزشتہ قال میں محصورات اربعہ میں سے آپ کو موجبہ کلیہ کا مفہوم معلوم ہو گیا تو اسی پر قیاس کر کے باقی محصورات یعنی موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کا مفہوم بھی آپ بھی معلوم کر سکتے ہیں، کیونکہ جن افراد پر موجبہ کلیہ میں حکم ہوتا ہے، انھیں میں سے بعض افراد پر موجبہ جزئیہ میں حکم ہوتا ہے، لہٰذا جن امور کا لحاظ موجبہ کلیہ بحسب الحقیقت والخارج میں کل افراد کے اعتبار سے ہوا ہے، انھیں امور کا لحاظ موجبہ جزئیہ بحسب الحقیقت والخارج میں بعض افراد کے اعتبار سے ہوگا۔

موجبہ جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت: ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، موجبہ جزئیہ حقیقیہ اعم مطلق ہے اور موجبہ خارجیہ اخص مطلق ہے، کیونکہ جب موجبہ جزئیہ خارجیہ کے بعض افراد پر حکم صادق ہوگا، تو وہاں جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ دونوں صادق ہوں گے، اور جب بعض افراد مقدرہ پر حکم صادق ہوگا تو وہاں صرف موجبہ جزئیہ حقیقیہ صادق ہوگا، جزئیہ خارجیہ صادق نہیں ہوگا۔

سالبہ کلیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت: جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت کے بیان سے فارغ ہوکر اب شارح ان کی نقیضین یعنی سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کے درمیان نسبت بیان کررہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ سالبہ کلیہ حقیقیہ اور سالبہ کلیہ خارجیہ کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، سالبہ کلیہ حقیقیہ اخص مطلق ہے اور سالبہ کلیہ خارجیہ اعم مطلق ہے، کیونکہ اس سے پہلے آپ کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ جن دوکلیوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، ان کی نقیضین کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے، البتہ اتنا فرق ہوتا ہے کہ اعم کی نقیض اخص اور اخص کی نقیض اعم ہوجاتی ہے، اور موجبہ جزئیہ حقیقیہ اعم مطلق ہے اس لئے ان کی نقیضین میں معاملہ اس کے برعکس ہوجائے گا، موجبہ جزئیہ خارجیہ جو کہ اخص مطلق ہے اس کی نقیض سالبہ کلیہ اعم مطلق ہوگی، اور موجبہ جزئیہ حقیقیہ جو کہ اعم مطلق ہے، اس کی نقیض سالبہ کلیہ حقیقیہ اخص مطلق ہوگی، اب عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ جس مادہ میں قضیہ حقیقیہ صادق نہیں ہوگا، اس مادہ میں قضیہ خارجیہ بھی صادق نہیں ہوگا، یہ مادہ اجتماعیہ ہوا، لیکن جہاں قضیہ خارجیہ صادق نہ ہو وہاں قضیہ حقیقیہ کا عدم صدق ضروری نہیں، بلکہ وہ صادق ہوسکتا ہے، یہ مادہ افتراقیہ ہوا۔

سالبہ جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان نسبت: شارح فرماتے ہیں کہ سالبہ جزئیہ حقیقیہ اور سالبہ جزئیہ خارجیہ کے درمیان تباین جزئی کی نسبت ہے، کیونکہ ان دونوں کی نقیضین یعنی موجبہ کلیہ حقیقیہ اور موجبہ کلیہ خارجیہ کے درمیان عموم و خصوص من وجہٍ کی نسبت ہے، اور یہ بات آپ کو معلوم ہوچکی ہے کہ عموم وخصوص من وجہٍ کی نقیض کے درمیان تباین جزئی ہوتا ہے، اور آپ کو یہ بات بھی معلوم ہوچکی ہے کہ تباین جزئی کا مطلب یہ ہے کہ کبھی ان کے درمیان تباین کلی ہوتا ہے، اور کبھی عموم وخصوص من وجہٍ، لیکن وہ بات یہاں ذہن سے نکال دیجئے، یہاں تباین جزئی صرف عموم وخصوص من وجہٍ کو شامل ہے، تباین کلی کو یہاں شامل نہیں ہے۔

اب نسبت کی وضاحت سنئے کہ بعض وہ مادہ جہاں بعض افراد مقدرہ اور خارجیہ دونوں سے حکم کی نفی کی گئی ہو تو وہاں سالبہ جزئیہ حقیقیہ اور خارجیہ دونوں صادق ہوں گے، یہ مادہ اجتماعیہ ہوا، اور اگر کوئی ایسا مادہ ہو کہ جس میں صرف بعض افراد مقدرہ سے حکم کی نفی کی گئی ہو، تو وہاں صرف سالبہ جزئیہ حقیقیہ صادق ہوگا، سالبہ جزئیہ خارجیہ صادق نہیں ہوگا، یہ ایک مادہ افتراقیہ ہوا، اور اگر کوئی ایسا مادہ ہو کہ جس میں صرف بعض افراد خارجیہ سے حکم کی نفی کی گئی ہو، تو وہاں صرف سالبہ جزئیہ خارجیہ صادق ہوگا، سالبہ جزئیہ حقیقیہ صادق نہیں ہوگا، یہ دوسرا مادہ افتراقیہ ہے۔

قَالَ اَلْبَحْثُ الثَّالِثُ فِی الْعُدُوْلِ وَ التَّحْصِیْلِ حَرْفُ السَّلْبِ اِنْ کَانَ جُزْءً ا مِنَ الْمَوْضُوْعِ کَقَوْلِنَا اللَّاحَیُّ جَمَادٌ اَوْ مِنَ الْمَحْمُوْلِ کَقَوْلِنَا الْجَمَادُ لَا عَالِمٌ اَوْ مِنْهُمَا جَمِیْعًا سُمِّیَتِ الْقَضِیَّةُ مَعْدُوْلَةً مُوْجِبَةً کَانَتْ اَوْ سَالِبَةً وَاِنْ لَمْ یَکُنْ جُزْءً لِشَیْءٍ مِنْهُمَا سُمِّیَتْ مُحَصَّلَةً اِنْ کَانَتْ مُوْجِبَةً وَ بَسِیْطَةً اِنْ کَانَتْ سَالِبَةً.

ترجمہ: ماتن نے کہا ہے کہ تیسری بحث عدول اور تحصیل (کے بیان) میں ہے، حرف سلب اگر موضوع کا جزء ہو جیسے

طرفین کا، پس بے شک ہمارا قول ''کل ما لیس بحی فھو لاعالم'' موجبہ ہے، باوجودیکہ اس کی دونوں طرفین عدمی ہیں، اور ہمارا قول ''لاشئ من المتحرک بساکن'' سالبہ ہے باوجودیکہ اس کی دونوں طرفین وجودی ہیں، میں کہتا ہوں کہ بسا اوقات وہم اس طرف جاتا ہے کہ ہر وہ قضیہ جو حرف سلب پر مشتمل ہو، وہ سالبہ ہوتا ہے، اور جب ماتن نے ذکر کیا ہے کہ قضیہ معدولہ حرف سلب پر مشتمل ہے اور اس کے باوجود وہ کبھی موجبہ ہوتا ہے اور کبھی سالبہ، تو اس نے ایجاب اور سلب کے معنیٰ ذکر کر دیئے تا کہ اشتباہ مرتفع ہو جائے۔ پس تحقیق کہ آپ جان چکے ہیں کہ ایجاب نسبت کا ایقاع ہے، اور سلب نسبت کا رفع ہے، تو قضیہ کے موجبہ اور سالبہ ہونے میں صرف نسبت کے ایقاع اور اس کے رفع کا اعتبار ہے، نہ کہ اس کی طرفین کا، لہٰذا جب نسبت واقع ہو تو قضیہ موجبہ ہوگا، اگر چہ اس کی طرفین عدمی ہوں، جیسے ہمارا قول کل مالیس بحی فھو لا عالم، کیوں کہ اس میں ''لا عالمیّت'' کے ثبوت کا حکم ہر اس فرد کے لئے ہے، جس پر ''لاحی'' ہونا صادق ہے، تو یہ موجبہ ہوگا، اگر چہ اس کی طرفین حرف سلب پر مشتمل ہیں، اور جب نسبت مرفوع ہو، تو وہ سالبہ ہوگا، اگر چہ اس کی طرفین وجودی ہوں، جیسے ہمارا قول ''لا شئ من المتحرک بساکن'' کیونکہ اس میں ہر اس فرد سے سلب ساکن کا حکم ہے، جس پر متحرک صادق ہو، تو یہ سالبہ ہوگا، اگر چہ اس کی طرفین میں سے کسی میں بھی سلب نہیں ہے، پس ایجاب اور سلب میں اطراف کی جانب کوئی توجہ نہیں، بلکہ نسبت کی جانب توجہ ہوتی ہے۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے ایک وہم کا ازالہ فرمایا ہے، چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ کسی کو یہ وہم ہو سکتا ہے کہ ہر وہ قضیہ جو حرف سلب پر مشتمل ہو، تو وہ سالبہ ہوگا، حالانکہ قضیہ معدولہ میں بھی حرف سلب ہوتا ہے، لیکن اس کے باوجود کبھی وہ موجبہ ہوتا ہے اور کبھی سالبہ، تو ماتن نے اس وہم کو دور کر دیا کہ قضیہ کے موجبہ اور سالبہ ہونے کا دارومدار موضوع اور محمول کے مفہوم کے وجودی اور عدمی ہونے پر نہیں ہے بلکہ قضیہ موجبہ اور سالبہ ہونے کا دارومدار نسبت کے ثبوتی اور سلبی ہونے پر ہے۔ چنانچہ ایک قضیہ اگر ایسا ہو کہ اس میں نسبت کا ایجاب ہے اور اس کے ثبوت کا حکم ہے، تو وہ قضیہ موجبہ ہوگا، اگر چہ قضیہ کی طرفین حرف سلب ہی پر مشتمل ہوں، جیسے کل مالیس بحی فھو لا عالمٌ (ہر وہ فرد جو لاحی ہے وہ لاعالم ہے) دیکھئے اس قضیہ میں باوجودیکہ حرف سلب ہے، لیکن اس کے باوجود یہ قضیہ موجبہ ہے، کیونکہ اس میں ''لاعالم'' کا ''لیس بحی'' کے لئے اثبات کا حکم ہے، اور اگر قضیہ میں نسبت کا سلب، رفع اور اس کا انتزاع ہو، تو وہ قضیہ سالبہ ہوگا، اگر چہ اس کی طرفین وجودی ہوں، جیسے لاشئ من المتحرک بساکنٍ (کوئی بھی حرکت کرنے والا ٹھہرا ہوا نہیں ہے) دیکھئے اس قضیہ کی دونوں طرفین وجودی ہیں، لیکن اس کے باوجود یہ قضیہ سالبہ ہے، کیونکہ اس قضیہ میں عدم سکون کا حکم متحرک کے لئے لگایا گیا ہے، اور متحرک کے ہر ہر فرد سے سکون کی نفی کی گئی ہے، لیکن متحرک اور ساکن دونوں وجودی ہیں، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قضیہ کے موجبہ اور سالبہ نام رکھنے میں نسبت کے ثبوتی اور سلبی کا اعتبار کیا جاتا ہے، نہ کہ طرفین کے وجودی اور عدمی ہونے کا، نسبت اگر ثبوتی ہو تو قضیہ کا نام موجبہ رکھا جائے گا، اور اگر سلبی ہو تو قضیہ کو سالبہ کہا جائے گا۔

قَالَ وَ السَّالِبَةُ الْبَسِيْطَةُ اَعَمُّ مِنَ الْمُوْجَبَةِ الْمَعْدُوْلَةِ لِصِدْقِ السَّلْبِ عِنْدَ عَدَمِ الْمَوْضُوْعِ دُوْنَ الْاِيْجَابِ لِاَنَّ الْاِيْجَابَ لَا يَصِحُّ اِلَّا عَلٰى مَوْجُوْدٍ مُحَقَّقٍ كَمَا فِي الْخَارِجِيَّةِ الْمَوْضُوْعِ اَوْ بِمِقْدَارٍ كَمَا فِي الْحَقِيْقِيَّةِ الْمَوْضُوْعِ اَمَّا اِذَا كَانَ الْمَوْضُوْعُ مَوْجُوْدًا فَاِنَّهُمَا مُتَلَازِمَانِ وَ الْفَرْقُ بَيْنَهُمَا فِيْ

اللَّفظِ اَمَّا فِی الثُّلاثِیَّةِ فَالْقَضِیَّةُ مُوْجِبَةٌ اِنْ قُدِّمَتِ الرَّابِطَةُ عَلٰی حَرْفِ السَّلْبِ وَ سَالِبَةٌ اِنْ اُخِّرَتْ عَنْهَا وَ اَمَّا فِی الثُّنَائِیَّةِ فَبِالنِّیَّةِ اَوْ بِالْاِصْطِلَاحِ عَلٰی تَخْصِیْصِ لَفْظِ غَیْرُ اَوْ لَا بِالْاِیْجَابِ الْمَعْدُوْلِ وَ لَفْظِ لَیْسَ بِالسَّلْبِ الْبَسِیْطِ اَوْ بِالْعَکْسِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور سالبہ بسیطہ موجبہ معدولۃ المحمول سے اعم ہے، اس لئے کہ سلب موضوع کے نہ ہونے کے وقت بھی صادق ہوتا ہے نہ کہ ایجاب، اس لئے کہ ایجاب صحیح نہیں ہے، مگر موجود محقق پر جیسے خارجیۃ الموضوع میں ہوتا ہے، یا موجود مقدر پر جیسے حقیقیہ الموضوع میں ہوتا ہے، بہر حال جبکہ موضوع موجود ہو تو دونوں متلازم ہیں، اور ان دونوں کے لفظ میں فرق یہ ہے کہ ثلاثیہ میں قضیہ موجبہ ہوگا، اگر رابطہ حرف سلب پر مقدم ہو، اور سالبہ ہوگا اگر رابطہ حرف سلب سے مؤخر ہو، اور بہر حال ثنائیہ میں تو نیت سے ہوگا، یا لفظ ''لا اور غیر'' کو موجبہ معدولہ کے ساتھ اور لفظ ''لیس'' کو سالبہ بسیطہ کے ساتھ خاص کرنے کی اصطلاح کے ذریعہ سے ہوگا یا اس کے برعکس۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولۃ المحمول میں نسبت اور ان کے درمیان لفظی اور معنوی فرق بیان کیا ہے، جس کو شارح نے تفصیل سے بیان کیا ہے، لہٰذا شارح کی عبارت کی توضیح کے تحت اس کو نوکِ قلم میں لایا جائے گا۔

اَقُوْلُ لِقَائِلٍ اَنْ یَقُوْلَ الْعُدُوْلُ کَمَا یَکُوْنُ فِیْ جَانِبِ الْمَحْمُوْلِ کَذٰلِکَ یَکُوْنُ فِیْ جَانِبِ الْمَوْضُوْعِ عَلٰی مَا بَیَّنَهٗ فَحِیْنَ مَا شَرَعَ فِی الْاَحْکَامِ فَلِمَ خَصَّصَ کَلَامَهٗ بِالْعُدُوْلِ فِی الْمَحْمُوْلِ ثُمَّ اِنَّ الْمُحَصَّلَاتِ وَ الْمَعْدُوْلَاتِ الْمَحْمُوْلَاتِ کَثِیْرَةٌ فَمَا الْوَجْهُ فِیْ تَخْصِیْصِ السَّالِبَةِ الْبَسِیْطَةِ وَ الْمُوْجِبَةِ الْمَعْدُوْلَةِ الْمَحْمُوْلِ بِالذِّکْرِ فَنَقُوْلُ اَمَّا وَجْهُ التَّخْصِیْصِ فِی الْاَوَّلِ فَهُوَ اَنَّ الْمُعْتَبَرَ فِی الْفَنِّ مِنَ الْعُدُوْلِ مَا فِیْ جَانِبِ الْمَحْمُوْلِ وَ ذٰلِکَ لِاَنَّکَ قَدْ حَقَّقْتَ اَنَّ مَنَاطَ الْحُکْمِ ذَاتُ الْمَوْضُوْعِ وَ وَصْفُ الْمَحْمُوْلِ وَّ لَا خِفَاءَ فِیْ اَنَّ الْحُکْمَ عَلَی الشَّیْءِ بِالْاُمُوْرِ الْوُجُوْدِیَّةِ یُخَالِفُ الْحُکْمَ عَلَیْهِ بِالْاُمُوْرِ الْعَدَمِیَّةِ فَاخْتِلَافُ الْقَضِیَّةِ بِالْعُدُوْلِ وَ التَّحْصِیْلِ فِی الْمَحْمُوْلِ یُؤَثِّرُ فِیْ مَفْهُوْمِهَا بِخِلَافِ الْعُدُوْلِ وَالتَّحْصِیْلِ فِیْ وَصْفِ الْمَوْضُوْعِ فَاِنَّهٗ لَا یُؤَثِّرُ فِیْ مَفْهُوْمِ الْقَضِیَّةِ لِاَنَّ الْعُدُوْلَ وَ التَّحْصِیْلَ اِنَّمَا یَکُوْنُ فِیْ مَفْهُوْمِ الْمَوْضُوْعِ وَ هُوَ غَیْرُ الْمَحْکُوْمِ عَلَیْهِ لِاَنَّ الْمَحْکُوْمَ عَلَیْهِ عِبَارَةٌ عَنْ ذَاتِ الْمَوْضُوْعِ وَ الْحُکْمُ عَلَی الشَّیْءِ لَا یَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْعِبَارَاتِ عَنْهُ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ عدول جس طرح محمول کی جانب میں ہوتا ہے، اسی طرح موضوع کی جانب میں بھی ہوتا ہے، جیسا کہ ماتن نے بیان کیا ہے، تو احکام شروع کرتے وقت دل میں عدول کے ساتھ کیوں اپنے کلام کو خاص کیا، پھر یہ کہ محصلات اور معدولات المحمول تو بہت ہیں، تو پھر سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولۃ المحمول ہی کو ذکر کے ساتھ خاص کرنے میں کیا وجہ ہے؟ تو ہم کہتے ہیں کہ پہلی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ فن میں وہی عدول معتبر ہے جو جانب محمول میں ہو، اور یہ اس لئے کہ آپ تحقیق کر چکے ہیں کہ حکم کا دارومدار ذاتِ موضوع اور وصفِ محمول ہے، اور اس میں کوئی خفا نہیں کہ کسی شئی پر امور وجودیہ سے حکم لگانا اسی شئی پر امور عدمیہ سے حکم لگانے کے مخالف ہوتا ہے، تو محمول میں عدول اور تحصیل سے قضیہ کا اختلاف اس کے مفہوم میں موثر ہوتا ہے، برخلاف وصفِ موضوع میں عدول اور تحصیل کے

ہیں، بدلنا، اعراض کرنا، ہٹ جانا، اور چوں کہ حروف سوالب یعنی "لیس، لا، اور غیر" دراصل نسبت ایجابیہ کی نفی اور رفع کے لئے وضع کیے گئے ہیں، لیکن جب یہ حروف دوسرے لفظ کے ساتھ ملکر لفظ واحد کی طرح ہوکر، ایسی حالت میں کردئے گئے کہ ان کے لئے کوئی شئ ثابت کی جائے جیسے موجبہ معدولۃ الموضوع میں، ان کے لئے محمول ثابت کیا جاتا ہے، یا وہ خود دوسری شئ کے لئے ثابت کیے جائیں جیسے موجبہ معدولۃ المحمول میں، وہ موضوع کے لئے ثابت کیے جاتے ہیں، یا ان سے کوئی شئ سلب کی جائے جیسے سالبہ معدولۃ الموضوع میں، محمول ان سے سلب کیا جاتا ہے، یا وہ خود دوسری شئ یعنی موضوع سے سلب کیے جائیں، جیسے سالبہ معدولۃ المحمول میں ہوتا ہے، تو گویا یہ حرف سلب اپنے اصل معنیٰ سے ہٹادئے گئے، لیکن یہ بات ذہن نشیں رہے کہ قضیہ کا نام معدولہ رکھنا، تسمیۃ الکل باسم الجزء، کے قبیل سے ہے، کیونکہ حقیقت میں معدول حرف سلب ہے، نہ کہ قضیہ، مگر حرف سلب کا قضیہ کے کسی جزء کا جزء ہونے کی وجہ سے پورے قضیہ کا نام معدولہ رکھنا یہی مطلب ہے تسمیۃ الکل باسم الجزء، کا یعنی جزء کے نام سے کل کا نام رکھ دیا گیا۔

وانما اورد للاُولیٰ الخ اس عبارت میں شارح نے ماتن پر ہونے والے ایک اشکال کا جواب دیا ہے، اشکال یہ ہوتا ہے کہ ماتن نے معدولہ کی تین قسمیں بیان کیں، معدولۃ المحمول، معدولۃ الموضوع، معدولۃ الطرفین، لیکن مثال صرف اول الذکر دو کی دی، معدولۃ الطرفین کی مثال نہیں دی، آخر کیا وجہ ہے؟ شارح نے اس عبارت میں جواب دیا ہے کہ تیسرے کی مثال اس واسطے نہیں دی کہ پہلی مثال سے موضوع کا معدول ہونا اور دوسری مثال سے محمول کا معدول ہونا معلوم ہوگیا، تو جب ان دونوں کو آپس میں ملایا جائے گا تو معدولۃ الطرفین کی مثال بن جائے گی۔ لہٰذا الگ سے مثال دینے کی ضرورت نہیں۔

وَ اِنْ لَمْ يَكُنْ حَرْفُ السَّلْبِ جُزْءً لِشَيْءٍ مِنَ الْمَوْضُوْعِ وَ الْمَحْمُوْلِ سُمِّيَتِ الْقَضِيَّةُ مُحَصَّلَةً سَوَاءٌ كَانَتْ مُوْجَبَةً اَوْ سَالِبَةً كَقَوْلِنَا زَيْدٌ كَاتِبٌ اَوْ لَيْسَ بِكَاتِبٍ وَ وَجْهُ التَّسْمِيَةِ اَنَّ حَرْفَ السَّلْبِ اِذَا لَمْ يَكُنْ جُزْءً مِنْ طَرَفَيْهَا فَكُلٌّ وَاحِدٍ مِنَ الطَّرَفَيْنِ وُجُوْدِيٌّ مُحَصَّلٌ وَ رُبَمَا يُخَصَّصُ اِسْمُ الْمُحَصَّلَةِ بِالْمُوْجَبَةِ وَ تُسَمَّى السَّالِبَةُ الْبَسِيْطَةَ لِاَنَّ الْبَسِيْطَ مَا لَا جُزْءَ لَهُ وَ حَرْفُ السَّلْبِ وَاِنْ كَانَ مَوْجُوْدًا فِيْهَا اِلَّا اَنَّهُ لَيْسَ جُزْءً مِنْ طَرَفَيْهَا وَاِنَّمَا لَمْ يُذْكَرْ لَهُمَا مِثَالًا لِاَنَّ جَمِيْعَ الْاَمْثِلَةِ الْمَذْكُوْرَةِ فِي الْمَبَاحِثِ السَّابِقَةِ تَصْلُحُ اَنْ يَكُوْنَ مِثَالًا لَهُمَا.

ترجمہ: اور اگر حرف سلب موضوع اور محمول میں سے کسی شئ کا جزء نہ ہو تو قضیہ کا نام "محصلہ" رکھا جاتا ہے، خواہ (قضیہ) موجبہ ہو یا سالبہ، جیسے ہمارا قول زید کاتبٌ، اور زیدٌ لیس بکاتبٍ اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب حرف سلب قضیہ کے طرفین میں سے کسی کا جزء نہیں ہے، تو ہر طرف وجودی اور محصل ہوئی، اور بسا اوقات "محصلہ" نام کی تخصیص موجبہ کے ساتھ کی جاتی ہے، اور سالبہ کا نام بسیطہ رکھا جاتا ہے، کیونکہ بسیطہ وہ ہے جس کا کوئی جزء نہ ہو، اور حرف سلب اگرچہ بسیطہ میں موجود ہے، مگر اس کی طرفین میں سے کسی کا جزء نہیں ہے، اور بلا شبہ ماتن نے بسیطہ اور محصلہ کی مثال ذکر نہیں کی اس لئے کہ سابقہ مباحث میں گزری ہوئی تمام مثالیں ان دونوں کی مثال بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

تشریح: اس عبارت میں شارحؒ نے معدولہ کی قسموں محصلہ اور بسیطہ کو بیان کیا ہے۔

غیر معدولة: وہ قضیہ ہے جس میں حرف سلب موضوع یا محمول یا دونوں کا جزء نہ بنے، جیسے ''زید لیس بعالم'' زید عالم نہیں ہے، دیکھئے اس مثال میں حرف سلب یعنی لیس اپنے معنیٰ موضوع لہ میں مستعمل ہے، جزء نہیں بنا ہے، لہٰذا یہ قضیہ غیر معدولہ ہے، اس کی دو قسمیں ہیں: ۱- محصلہ ۲- بسیطہ۔

محصله: وہ قضیہ ہے جس میں حرف سلب ہی نہ ہو، جیسے زید عالم، دیکھئے اس مثال میں حرف سلب نہیں ہے لہٰذا یہ قضیہ غیر معدولہ محصلہ ہے۔

وجه تسمیه: محصلہ کے معنیٰ ہیں، حاصل کردہ، اس قضیہ کا نام محصلہ اس وجہ سے رکھا گیا کہ جب حرف سلب قضیہ کی کسی طرف کا جزء نہیں ہوا، تو دونوں طرف (موضوع، محمول) میں سے ہر طرف وجودی اور محصل ہو گئے، جیسے الکتاب جمیلٌ، میں حرف سلب نہ ہونے کی وجہ سے الکتاب جمیل وجودی اور محصل ہیں۔

بسیطه: وہ قضیہ غیر معدولہ ہے جس میں حرف سلب تو ہو لیکن قضیہ کا جزء نہ ہو، جیسے الانسان لیس بحجرٍ، انسان پتھر نہیں ہے، دیکھئے اس مثال میں حرف سلب قضیہ کے کسی جزء کا جزء نہیں بنا ہے، لہٰذا یہ قضیہ بسیطہ ہے۔

وجه تسمیه: اس قضیہ کا نام بسیطہ اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ بسیطہ اس کو کہتے ہیں جس کا کوئی جزء نہ ہو، اور اس قضیہ میں حرف سلب اگر چہ ذکر کیا جاتا ہے، مگر وہ کسی کا جزء نہیں بنتا، جیسے ظفر لیس بقائم، دیکھئے اس مثال میں ''لیس'' حرف سلب ہے مگر وہ کسی کا جزء نہیں ہے، لہٰذا یہ قضیہ بسیطہ ہے۔ شارح فرماتے ہیں، محصلہ اور بسیطہ کی مثالیں ماتن نے ذکر نہیں کیں، اس لئے کہ سابقہ مباحث میں جو مثالیں گزر چکی ہیں، وہ ان کی مثالیں بن سکتی ہیں۔

قَالَ وَ الْاِعْتِبَارُ بِاِیْجَابِ الْقَضِیَّةِ وَ سَلْبِهَا بِالنِّسْبَةِ الثُّبُوْتِیَّةِ وَ السَّلْبِیَّةِ لَا بِطَرَفَیِ الْقَضِیَّةِ فَاِنَّ قَوْلَنَا كُلُّ مَا لَیْسَ بِحَیٍّ فَهُوَ لَا عَالِمٌ مُوْجَبَةٌ مَعَ اَنَّ طَرَفَیْهَا عَدَمِیَّانِ وَ قَوْلَنَا لَا شَیْءَ مِنَ الْمُتَحَرِّكِ بِسَاكِنٍ سَالِبَةٌ مَعَ اَنَّ طَرَفَیْهَا وَجُوْدِیَّانِ **اَقُوْلُ** رُبَمَا یَذْهَبُ الْوَهْمُ اِلٰی اَنَّ كُلَّ قَضِیَّةٍ تَشْتَمِلُ عَلٰی حَرْفِ السَّلْبِ تَكُوْنُ سَالِبَةً وَ لَمَّا ذَكَرَ اَنَّ الْقَضِیَّةَ الْمَعْدُوْلَةَ مُشْتَمِلَةٌ عَلٰی حَرْفِ السَّلْبِ وَ مَعَ ذٰلِكَ قَدْ تَكُوْنُ مُوْجَبَةً وَ قَدْ تَكُوْنُ سَالِبَةً ذَكَرَ مَعْنَی الْاِیْجَابِ وَ السَّلْبِ حَتّٰی یَرْتَفِعَ الْاِشْتِبَاهُ فَقَدْ عَرَفْتَ اَنَّ الْاِیْجَابَ هُوَ اِیْقَاعُ النِّسْبَةِ وَالسَّلْبِ هُوَ رَفْعُهَا فَالْعِبْرَةُ فِیْ كَوْنِ الْقَضِیَّةِ مُوْجَبَةً وَ سَالِبَةً بِاِیْقَاعِ النِّسْبَةِ وَ رَفْعِهَا لَا بِطَرَفَیْهَا فَمَتٰی كَانَتِ النِّسْبَةُ وَاقِعَةً كَانَتِ الْقَضِیَّةُ مُوْجَبَةً وَ اِنْ كَانَ طَرَفَاهَا عَدَمِیَّیْنِ كَقَوْلِنَا كُلُّ مَا لَیْسَ بِحَیٍّ فَهُوَ لَا عَالِمٌ فَاِنَّ الْحُكْمَ فِیْهَا بِثُبُوْتِ اللَّاعَالِمِیَّةِ لِكُلِّ مَا صَدَقَ عَلَیْهِ اَنَّهُ لَیْسَ بِحَیٍّ فَتَكُوْنُ مُوْجَبَةً وَاِنِ اشْتَمَلَ طَرَفَاهَا عَلٰی حَرْفِ السَّلْبِ وَ مَتٰی كَانَتِ النِّسْبَةُ مَرْفُوْعَةً فَهِیَ سَالِبَةٌ وَ اِنْ كَانَ طَرَفَاهَا وَجُوْدِیَّیْنِ كَقَوْلِنَا لَا شَیْءَ مِنَ الْمُتَحَرِّكِ بِسَاكِنٍ فَاِنَّ الْحُكْمَ فِیْهَا بِسَلْبِ السَّاكِنِ عَنْ كُلِّ مَا صَدَقَ عَلَیْهِ الْمُتَحَرِّكُ فَتَكُوْنُ سَالِبَةً وَاِنْ لَّمْ یَكُنْ فِیْ شَیْءٍ مِنْ طَرَفَیْهَا سَلْبٌ فَلَیْسَ الْاِلْتِفَاتُ فِی الْاِیْجَابِ وَ السَّلْبِ اِلَی الْاَطْرَافِ بَلْ اِلَی النِّسْبَةِ.

ترجمه: ماتن نے کہا اور قضیہ کے موجبہ اور سالبہ ہونے میں نسبت ثبوتی اور سلبی کا اعتبار (ہوتا) ہے، نہ کہ قضیہ کے

ہے) مذکورہ اقسام میں سے صرف سالبہ محصلہ اور موجبہ معدولۃ المحمول میں التباس ہے، مزید وضاحت کے لئے شارح فرماتے ہیں کہ مذکورہ چار قسموں سے چھ نسبتیں حاصل ہوتی ہیں، جن میں سے پانچ تو بالکل ظاہر ہیں ان میں کوئی التباس اور اشتباہ نہیں ہے، صرف ایک میں التباس ہے، ان چھ نسبتوں کو اس طرح سمجھئے۔

۱- موجبہ محصلہ اور سالبہ محصلہ کے درمیان کوئی التباس نہیں ہے، صاف ظاہر ہے کہ ان کے درمیان تباین کی نسبت ہے، کیونکہ موجبہ میں کوئی حرف سلب نہیں اور سالبہ میں ایک حرف سلب موجود ہے۔ ۲- موجبہ محصلہ اور موجبہ معدولہ میں بھی کوئی التباس اور اشتباہ نہیں، کیونکہ موجبہ میں کوئی حرف سلب نہیں اور موجبہ معدولہ میں حرف سلب موجود ہے۔ ۳- موجبہ محصلہ اور سالبہ معدولہ میں بھی کوئی التباس نہیں، کیونکہ سالبہ معدولہ میں دو حرف سلب ہیں اور موجبہ محصلہ میں کوئی حرف سلب نہیں۔ ۴- سالبہ محصلہ اور سالبہ معدولہ میں بھی کوئی اشتباہ نہیں، کیونکہ سالبہ محصلہ میں ایک حرف سلب ہے اور سالبہ معدولہ میں دو حرف سلب ہیں۔ ۵- موجبہ معدولہ اور سالبہ معدولہ میں بھی کوئی التباس نہیں، کیونکہ موجبہ معدولہ میں ایک حرف سلب ہے، اور سالبہ معدولہ میں دو حرف سلب ہیں۔ ۶- سالبہ محصلہ اور موجبہ معدولۃ المحمول کے درمیان التباس موجود ہے، کیونکہ ان دونوں میں ایک ایک حرف سلب ہوتا ہے، جیسے زید لیس بکاتب، اب اس میں یہ معلوم نہیں کہ یہ قضیہ سالبہ محصلہ یعنی بسیطہ ہے یا موجبہ معدولۃ المحمول ہے، آپ نے بخوبی اندازہ لگالیا ہوگا کہ مذکورہ تمام قضایا میں سے صرف ان دونوں کے درمیان التباس اور اشتباہ ہے، باقی میں کوئی اشتباہ نہیں ہے، اسی لئے ماتن نے خاص طور سے ان ہی دونوں کو ذکر کیا تا کہ اشتباہ اور التباس ختم ہوجائے اور ان کے درمیان لفظی اور معنوی فرق ظاہر کردیا جائے، تا کہ ان میں امتیاز ظاہر ہوجائے۔

وَ الْفَرْقُ بَيْنَهُمَا مَعْنَوِيٌّ وَ لَفْظِيٌّ اَمَّا الْمَعْنَوِيُّ فَهُوَ اَنَّ السَّالِبَةَ الْبَسِيْطَةَ اَعَمُّ مِنَ الْمُوْجَبَةِ الْمَعْدُوْلَةِ الْمَحْمُوْلِ لِاَنَّهُ مَتٰى صَدَقَتِ الْمُوْجَبَةُ الْمَعْدُوْلَةُ الْمَحْمُوْلُ صَدَقَتِ السَّالِبَةُ الْبَسِيْطَةُ وَ لَا يَنْعَكِسُ اَمَّا الْاَوَّلُ فَلِاَنَّهُ مَتٰى ثَبَتَ اللَّاَبَاءُ لِجَ يَصْدُقُ سَلْبُ الْبَاءِ عَنْهُ فَاِنَّهُ لَوْ لَمْ يَصْدُقْ سَلْبُ الْبَاءِ عَنْهُ ثَبَتَ لَهُ الْبَاءُ فَيَكُوْنُ الْبَاءُ وَ اللَّاَبَاءُ ثَابِتَيْنِ لَهُ وَ هُوَ اِجْتِمَاعُ النَّقِيْضَيْنِ وَ اَمَّا الثَّانِيْ وَهُوَ اَنَّهُ لَا يَلْزَمُ مِنْ صِدْقِ السَّالِبَةِ الْبَسِيْطَةِ صِدْقُ الْمُوْجَبَةِ الْمَعْدُوْلَةِ الْمَحْمُوْلِ فَلِاَنَّ الْاِيْجَابَ لَا يَصِحُّ عَلَى الْمَعْدُوْمِ ضَرُوْرَةَ اَنَّ اِيْجَابَ الشَّيْءِ لِغَيْرِهٖ فَرْعٌ عَلٰى وَجُوْدِ الْمُثْبَتِ لَهُ بِخِلَافِ السَّلْبِ فَاِنَّ الْاِيْجَابَ لَمَّا لَمْ يَصْدُقْ عَلَى الْمَعْدُوْمَاتِ صَحَّ السَّلْبُ عَنْهَا بِالضَّرُوْرَةِ فَيَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ الْمَوْضُوْعُ مَعْدُوْمًا وَ حِيْنَئِذٍ يَصْدُقُ السَّلْبُ الْبَسِيْطُ وَ لَا يَصْدُقُ الْاِيْجَابُ الْمَعْدُوْلُ كَمَا اَنَّهُ يَصْدُقُ قَوْلُنَا شَرِيْكُ الْبَارِيْ لَيْسَ بِبَصِيْرٍ وَ لَا يَصْدُقُ شَرِيْكُ الْبَارِيْ غَيْرُ بَصِيْرٍ لِاَنَّ مَعْنَى الْاَوَّلِ سَلْبُ الْبَصَرِ عَنْ شَرِيْكِ الْبَارِيْ وَلَمَّا كَانَ الْمَوْضُوْعُ مَعْدُوْمًا يَصْدُقُ سَلْبُ كُلِّ مَفْهُوْمٍ عَنْهُ وَ مَعْنَى الثَّانِيْ اَنَّ عَدَمَ الْبَصَرِ ثَابِتٌ لِشَرِيْكِ الْبَارِيْ فَلَا بُدَّ اَنْ يَكُوْنَ مَوْجُوْدًا فِيْ نَفْسِهٖ حَتّٰى يُمْكِنَ ثُبُوْتُ شَيْءٍ لَهُ وَ هُوَ مُمْتَنِعُ الْوَجُوْدِ.

ترجمہ: اور ان دونوں کے درمیان معنوی اور لفظی فرق ہے، بہر حال معنوی (فرق) تو وہ یہ ہے کہ سالبہ بسیطہ موجبہ معدولۃ المحمول سے اعم ہے، اس لئے کہ جب موجبہ معدولۃ المحمول صادق ہوگا تو سالبہ بسیطہ بھی صادق ہوگا اور اس کا عکس نہیں، بہر حال اول تو اس لئے کہ جب "لا باء ج" کے لئے ثابت ہو، تو اس سے "باء" کا سلب بھی ثابت ہوگا، کیونکہ

اگراس سے ”باء“ کا سلب صادق نہ ہو، تواس کے لئے باء ثابت ہوگی، پس ”باء“ اور ”لاباء“ دونوں اس کے لئے ثابت ہوں گے اور یہ اجتماع نقیضین ہے، اور بہر حال دوسرا اور وہ یہ ہے کہ سالبہ بسیطہ کے صادق آنے سے موجبہ معدلۃ المحمول کا صادق آنا ضرور نہیں، اس لئے کہ ایجاب معدوم پر صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ شیٔ کا ایجاب اس کے غیر کے لئے مثبت لہ کے وجود کی فرع ہے، بخلاف سلب کے، کیونکہ جب معدومات پر ایجاب صحیح نہیں تو سلب اس سے یقیناً صحیح ہوگا، پس جائز ہے کہ موضوع معدوم ہو، اور اس وقت سالبہ بسیطہ صادق ہوگا، اور موجبہ معدولہ صادق نہیں ہوگا، جیسا کہ ہمارا قول ”شریک الباری لیس ببصیر“ صادق ہے، اور ”شریک الباری غیر بصیر“ صادق نہیں، کیونکہ اول کے معنیٰ شریک الباری سے بصر کا سلب ہونا ہے، اور جب موضوع معدوم ہے تو اس سے ہر مفہوم کا سلب صادق ہوگا، اور ثانی کے معنیٰ ہیں کہ عدم بصر شریک الباری کے لئے ثابت ہے، پس ضروری ہے کہ وہ (یعنی شریک باری) فی نفسہٖ موجود ہو، تاکہ اس کے لئے کسی شیٔ کا ثبوت ممکن ہو، حالانکہ وہ (یعنی شریک باری) ممتنع الوجود ہے۔

تشریح: جب شارح موجبہ معدولۃ المحمول اور بسیطہ کی وجہ تخصیص بیان کرنے سے فارغ ہو گئے تو ماتن نے دونوں کے درمیان جو معنوی اور لفظی فرق بیان کیا ہے اس کی وضاحت کر رہے ہیں مذکورہ بالا عبارت میں معنوی فرق کی وضاحت کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولۃ المحمول کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، سالبہ بسیطہ اعم مطلق ہے اور موجبہ معدولۃ المحمول اخص مطلق ہے، اور عموم وخصوص مطلق میں دو مادّے ہوتے ہیں، ایک اجتماع کا اور ایک افتراق کا، ایک جگہ دونوں جمع ہو جائیں گے اور ایک جگہ جدا جدا۔ ۱- جہاں موجبہ معدولۃ المحمول صادق ہوگا وہاں سالبہ بسیطہ بھی ضرور صادق ہوگا۔ ۲- اور جہاں سالبہ بسیطہ صادق ہو، وہاں موجبہ معدولۃ المحمول کا صادق ہونا ضروری نہیں۔

مادّہ اجتماع کی وضاحت یہ ہے کہ جب کسی موضوع پر کسی مفہوم کا سلب صادق ہو، تو اس مفہوم کی نفی بھی جائز ہوگی ورنہ تو وہ مفہوم خود صادق ہوگا، جس کی وجہ سے اجتماع نقیضین لازم آئے گا۔ اور اجتماع نقیضین محال ہے، کیونکہ جب ”ج“ کے لئے ”لاباء“ ثابت ہے تو اس ”ج“ سے ”باء“ کا سلب بھی صادق ہوگا، کیونکہ اگر اس ”ج“ سے ”باء“ کی نفی صادق نہ ہو تو اس کے لئے ”باء“ ثابت ہوگی، اور آپ پہلے اس کے لئے ”لاباء“ کو ثابت کر چکے ہیں، پھر ”باء“ کو ثابت کر رہے ہیں تو ایک ہی شیٔ کے لئے ”باء“ اور ”لاباء“ دونوں ثابت ہو گئے اور اجتماع نقیضین لازم آیا، اور اجتماع نقیضین محال ہے، تو معلوم ہوا جہاں ”لاباء“ ثابت ہوگا تو وہاں ”باء“ کی نفی بھی جائز ہوگی، اور ”لاباء“ ہی معدولۃ المحمول ہے، اور ”ج“ سے ”باء“ کی نفی سالبہ بسیطہ ہے، تو معلوم ہوا کہ جہاں موجبہ معدولۃ المحمول صادق ہوگا وہاں سالبہ بسیطہ بھی صادق ہوگا، اس کو ایک آسان مثال سے سمجھئے، مثلاً **الانسان لاجماد**، یہ موجبہ معدولۃ المحمول ہے، صادق ہے، کیونکہ ”الانسان“ موضوع ہے اس پر ”لاجماد“ صادق ہے، لہٰذا ”انسان“ سے ”جماد“ کی نفی کر کے اس طرح کہا جا سکتا ہے ”الانسان لیس بجماد“ اور یہ سالبہ بسیطہ ہے۔

مادّہ افتراقیہ کی وضاحت یہ ہے کہ موجبہ معدولۃ المحمول کے صادق آنے کے لئے موضوع کا وجود ضروری ہے، کیونکہ اس میں محمول کو موضوع کے لئے ثابت کیا جاتا ہے، تو موضع مثبت لہ ہوا اور محمول مثبت، اور مثبت مثبت لہ کی فرع ہے، اور فرع اصل کے بغیر نہیں پائی جا سکتی، لہٰذا جس قضیہ کا موضوع موجود نہ ہو اس کے لئے محمول کو ثابت نہیں کیا جا سکتا، اور جس قضیہ کے لئے ثابت نہ ہو وہ موجبہ نہیں بن سکتا، پس معلوم ہوا کہ موجبہ معدولۃ المحمول کے صادق آنے کے لئے موضوع کا موجود ہونا ضروری ہے، اس کے

کیونکہ وہ قضیہ کے مفہوم میں مؤثر نہیں ہوتا ہے، اس لئے کہ عدول اور تحصیل تو موضوع کے مفہوم میں ہوگا اور وہ محکوم علیہ نہیں ہے، محکوم علیہ تو ذات موضوع کا نام ہے، اور کسی شئ پر حکم عبارت کے مختلف ہونے سے مختلف نہیں ہوتا۔

تشــــریح: شارح نے یہاں دو اشکال اور اس کے جواب بیان کیے ہیں، پہلا اشکال یہ ہے کہ ماتن نے خاص طور پر قضیہ معدولۃ المحمول کے احکام ذکر کیے ہیں، حالانکہ "عـدول" جس طرح جانب محمول میں ہوتا ہے اسی طرح جانب موضوع میں بھی ہوتا ہے، تو پھر احکام کا بیان شروع کرتے وقت صرف معدولۃ المحمول کی تخصیص کیوں کی، معدولۃ الموضوع کا اعتبار کیوں نہیں کیا؟

دوسرا اشکال یہ ہے کہ ماتن نے سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولۃ المحمول کو خاص طور پر ذکر کیا ہے اور ان ہی دونوں کے درمیان نسبت اور معنوی اور لفظی فرق بیان کیا ہے، حالانکہ محصلات اور معدولات المحمول تو اور بھی بہت ہیں، تو پھر ماتن نے محصلات میں سے سالبہ بسیطہ اور معدولات میں سے صرف موجبہ معدولۃ المحمول کو خاص طور سے کیوں ذکر کیا ہے، حالانکہ فن کی نظیر تو عام ہوتی ہے، لہٰذا تخصیص نہیں ہونی چاہیے، نیز ماتن کے بیان کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ تخصیص نہ ہو، کیونکہ موصوف نے بحث کے آغاز میں کسی معدولہ کی تخصیص نہیں کی ہے؟

اما وجه التخصيص في الاول الخ سے شارح نے پہلے اشکال کا جواب دیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ماتن نے معدولۃ المحمول کو خاص طور سے اس لئے ذکر کیا ہے کہ فن میں صرف وہ "عـدول" معتبر ہوا کرتا ہے، جو محمول کی جانب ہو، اس عدول کا اعتبار نہیں ہوتا ہے جو وصفِ موضوع میں ہو، کیونکہ یہ بات آپ کو بخوبی معلوم ہو چکی ہے کہ حکم کا دار و مدار صرف دو چیزوں پر ہوتا ہے، ایک ذاتِ موضوع اور دوسرا وصفِ محمول پر، چنانچہ وصفِ محمول کو ذاتِ موضوع کے لئے ثابت کیا جاتا ہے، وصفِ محمول کبھی وجودی ہوتا ہے اور کبھی عدمی، اسی لئے وصفِ محمول قضیہ کے مفہوم میں اپنا اثر کرتا ہے، جیسے زیـد کاتبٌ اور زیـد لا کاتبٌ ان دونوں قضیہ میں چونکہ وصف محمول مختلف ہے، اس لئے ان میں حقیقتاً اختلاف موجود ہے۔ اس کے برخلاف وصفِ موضوع کہ اس کو حکم میں کوئی دخل نہیں ہوتا، کیونکہ محکوم علیہ حقیقت میں ذاتِ موضوع ہے، نہ کہ وصفِ موضوع، اب وصف موضوع کو وجودی عنوان سے تعبیر کیا جائے جیسے الجـماد عالم، یا عدمی عنوان سے تعبیر کیا جائے جیسے اللاحی لا عالمٌ اس قضیہ کے مفہوم میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں پڑتا، صرف وصفِ موضوع کی عبارات کے مختلف ہونے سے ذاتِ موضوع میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ ان دونوں قضیہ کے مفہوم میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لئے کہ ذاتِ موضوع تو ایک ہی ہے، بہر کیف عـدول في جانب المحمول سے قضیہ کے مفہوم میں تبدیلی آتی ہے، اس لئے فن میں صرف معدولۃ المحمول ہی کا اعتبار کیا گیا ہے، اور اس کے احکام بیان کیے جاتے ہیں۔

وَاَمَّا وَجْـهُ التَّـخْـصِيْـصِ فِيْ الثَّانِيْ فَلِاَنَّ اِعْتِبَارَ الْعُدُوْلِ وَالتَّحْصِيْلِ فِيْ الْمَحْمُوْلِ يَرْجِعُ الْقِسْمَةَ لِاَنَّ حَرْفَ السَّلْبِ اِنْ كَانَ جُزْءً مِنَ الْمَحْمُوْلِ فَالْقَضِيَّةُ مَعْدُوْلَةٌ وَ اِلَّا فَمُحَصَّلَةٌ كَيْفَ مَا كَانَ الْمَوْضُوْعِ وَ اَيًّا مَا كَـانَ فَهِـيَ اِمَّـا مُـوْجِبَةٌ اَوْ سَالِبَةٌ فَهٰهُنَا اَرْبَعُ قَضَايَا مُوْجِبَةٌ مُحَصَّلَةٌ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ كَاتِبٌ وَ سَالِبَةٌ مُحَصَّلَةٌ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ لَيْسَ بِكَاتِبٍ وَ مُوْجِبَةٌ مَعْدُوْلَةٌ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ لَا كَاتِبٌ وَ سَالِبَةٌ مَعْدُوْلَةٌ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ لَيْسَ بِلَا كَـاتِبٍ وَ لَا اِلْتِبَاسَ بَيْـنَ الْـقَـضِيَّتَيْنِ مِنْ هٰذِهِ الْقَضَايَا اِلَّا بَيْنَ السَّالِبَةِ الْمُحَصَّلَةِ وَ الْمُوْجِبَةِ الْـمَعْدُوْلَةِ الْـمَـحْـمُوْلِ اَمَّـا بَيْـنَ الْمُوْجِبَةِ الْمُحَصَّلَةِ وَ السَّالِبَةِ الْمُحَصَّلَةِ فَلِعَدَمِ حَرْفِ السَّلْبِ فِيْ الْـمُوْجِبَةِ وَ وَجُـوْدِهٖ فِـيْ السَّالِبَةِ وَ اَمَّـا بَيْنَ الْمُوْجِبَةِ الْمُحَصَّلَةِ وَ الْمُوْجِبَةِ الْمَعْدُوْلَةِ فَلِوَجُوْدِ حَرْفِ

السَّلْبِ فِیْ الْمَعْدُوْلَةِ دُوْنَ الْمُوْجِبَةِ الْمُحَصَّلَةِ وَاَمَّا بَیْنَ الْمُوْجِبَةِ الْمُحَصَّلَةِ وَ السَّالِبَةِ الْمَعْدُوْلَةِ فَلِوُجُوْدِ حَرْفَیِ السَّلْبِ فِیْ السَّالِبَةِ الْمَعْدُوْلَةِ بِخِلَافِ الْمُوْجِبَةِ الْمُحَصَّلَةِ وَاَمَّا بَیْنَ السَّالِبَةِ الْمُحَصَّلَةِ وَ السَّالِبَةِ الْمَعْدُوْلَةِ فَلِوُجُوْدِ حَرْفَیِ السَّلْبِ فِیْ السَّالِبَةِ الْمَعْدُوْلَةِ وَ حَرْفٍ وَاحِدٍ فِیْ السَّالِبَةِ الْمُحَصَّلَةِ وَ اَمَّا بَیْنَ الْمُوْجِبَةِ الْمَعْدُوْلَةِ وَ السَّالِبَةِ الْمَعْدُوْلَةِ فَلِوُجُوْدِ حَرْفٍ وَاحِدٍ فِیْ الْاِیْجَابِ وَ حَرْفَیْنِ فِیْ السَّلْبِ وَ اَمَّا السَّالِبَةُ الْمُحَصَّلَةُ وَ الْمُوْجِبَةُ الْمَعْدُوْلَةُ الْمَحْمُوْلُ فَبَیْنَهُمَا اِلْتِبَاسٌ مِنْ حَیْثُ اَنَّ حَرْفَ السَّلْبِ الْمَوْجُوْدَ فِیْهِمَا وَاحِدٌ فَاِذَا قِیْلَ زَیْدٌ لَیْسَ بِکَاتِبٍ فَلَا یُعْلَمُ اَنَّهَا مُوْجِبَةٌ مَعْدُوْلَةٌ اَوْ سَالِبَةٌ بَسِیْطَةٌ فَلِهٰذَا خَصَّصَهُمَا بِالذِّکْرِ مِنْ بَیْنِ الْقَضَایَا۔

ترجمہ: اور بہر حال تخصیص ثانی کی وجہ تو اس لئے کہ محمول میں عدول اور تحصیل کا اعتبار قضیہ کی تقسیم کی طرف راجع ہے، کیونکہ حرف سلب اگر محمول کا جزء ہو، تو قضیہ معدولہ ہے ورنہ محصلہ، موضوع جو بھی ہو، اور جونسی صورت ہو وہ یا تو موجبہ ہوگا یا سالبہ، پس یہاں چار قضیے ہیں، موجبہ محصلہ جیسے ہمارا قول ''زید کاتب'' (زید کاتب ہے) اور سالبہ (محصلہ) جیسے ہمارا قول ''زید لیس بکاتب'' (زید کاتب نہیں ہے) اور موجبہ معدولہ جیسے ہمارا قول ''زید لا کاتب'' (زید غیر کاتب ہے) اور سالبہ معدولہ جیسے ہمارا قول ''زید لیس بلا کاتب'' (زید غیر کاتب نہیں ہے) اور ان قضایا میں سے دونوں قضیہ کے درمیان کوئی التباس نہیں ہے، سوائے سالبہ محصلہ اور موجبہ معدولۃ المحمول کے، بہر حال موجبہ محصلہ اور سالبہ محصلہ کے درمیان فرق تو اس لئے کہ حرف سلب موجبہ میں نہیں ہے اور بہر حال موجبہ محصلہ اور موجبہ معدولۃ کے درمیان (التباس کا نہ ہونا) تو اس لئے کہ حرف سلب معدولہ میں موجود ہے نہ کہ موجبہ محصلہ میں، اور بہر حال سالبہ محصلہ اور سالبہ معدولہ (کے درمیان التباس کا نہ ہونا) تو اس لئے کہ سالبہ معدولہ میں دو حرف سلب موجود ہوتے ہیں برخلاف موجبہ محصلہ کے، اور بہر حال سالبہ محصلہ اور سالبہ معدولہ کے درمیان (التباس کا نہ ہونا) تو اس لئے کہ سالبہ معدولہ میں دو حرف سلب موجود ہوتے ہیں، اور سالبہ محصلہ میں ایک حرف (سلب) ہوتا ہے، اور بہر حال موجبہ معدولہ اور سالبہ معدولہ کے درمیان (التباس کا نہ ہونا) تو اس لئے کہ موجبہ میں ایک حرف (سلب) ہوتا ہے، اور سلب میں دو حرف ہوتے ہیں، اور سالبہ محصلہ اور موجبہ معدولۃ المحمول تو ان کے درمیان التباس اس حیثیت سے ہے کہ ان دونوں میں ایک ایک حرف سلب موجود ہوتا ہے، پس جب کہا جائے زید لیس بکاتب تو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ موجبہ معدولہ ہے یا سالبہ بسیطہ اسی لئے ماتن نے قضایا میں سے ان دونوں کے ذکر کی تخصیص کی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے دوسرے اشکال کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ محمول حرف سلب کے محمول کا جزء ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے قضیہ کی چار قسمیں حاصل ہوتی ہیں، اور ان میں چھ نسبتیں حاصل ہوتی ہیں، قضیہ کی چار قسمیں اس طرح حاصل ہوتی ہیں، کہ حرفِ سلب محمول کا جزء ہوگا یا نہیں، اگر جزء ہوگا تو وہ معدولہ ہے ورنہ محصلہ ہے پھر ان دونوں میں سے ہر ایک یا تو موجبہ ہوگا یا سالبہ۔

۱۔ موجبہ محصلہ جیسے زید کاتب، (زید کاتب ہے)۔ ۲۔ سالبہ محصلہ یعنی بسیطہ جیسے زید لیس بکاتب (زید لا کاتب ہے)۔ ۳۔ موجبہ معدولہ جیسے زید کاتب (زید کاتب ہے)۔ ۴۔ سالبہ معدولہ جیسے زید لیس بلا کاتب (زید لا کاتب نہیں

الْمَعْدُوْلَةُ الْمَحْمُوْلُ وَالسَّالِبَةُ الْبَسِيْطَةُ مُتَلَازِمَتَانِ لِاَنَّ جَ الْمَوْجُوْدِ اِذَا سُلِبَ عَنْهُ الْبَاءُ يَثْبُتُ لَهُ اللَّابَاءُ وَ بِالْعَكْسِ هٰذَا هُوَ الْكَلَامُ فِي الْفَرْقِ الْمَعْنَوِيِّ.

ترجمہ: اور ماتن کے قول ''لان الایجاب لا یصح إلا علیٰ موجودٍ محقق کما فی الخارجیة الموضوع او مقدر کما فی الحقیقیة الموضوع ''تو اس کو فرق کے بیان میں کوئی دخل نہیں ہے، کیونکہ اس میں اتنا کافی ہے کہ'' ان الایجاب یستدعی وجود الموضوع دون السلب ''اور بہر حال یہ کہ خارج میں موضوع حقیقۃً یا تقدیراً موجود ہو تو اس کی کوئی ضرورت نہیں، تو گویا یہ قول ایک سوال کا جواب ہے کہ جو یہاں ذکر کیا جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ اگر آپ اپنے قول ''الایجاب یستدعی وجود الموضوع'' سے یہ مراد لیں کہ ایجاب خارج میں وجودِ موضوع کا تقاضا کرتا ہے، تب تو موجبہ حقیقیہ بالکل صادق نہ ہوگا، کیونکہ اس میں حکم موضوعات موجودہ فی الخارج پر منحصر نہیں ہے، اور اگر آپ اس سے یہ مراد لیں کہ ایجاب مطلق وجود کا تقاضا کرتا ہے، تو سالبہ بھی مطلق وجود کا تقاضا کرتا ہے، کیونکہ محکوم علیہ کا بوجہ ما متصور ہونا ضروری ہے، اگر چہ حکم سلب کے ساتھ ہو، پس اس سلسلے میں موجبہ اور سالبہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، تو ماتن نے جواب دیا ہے کہ ہمارا کلام قضیہ خارجیہ اور حقیقیہ کے بارے میں ہے، نہ کہ مطلق قضیہ کے بارے میں جیسا کہ اس کی طرف اشارہ گزر چکا، پس ہمارے قول ''الایجاب یستدعی وجود الموضوع'' سے مراد یہ ہے کہ موجبہ اگر خارجیہ ہو تو اس کے موضوع کا خارج میں موجود محقق ہونا ضروری ہے، اور اگر (موجبہ) حقیقیہ ہو تو اس کے موضوع کا خارج میں مقدر الوجود ہونا ضروری ہے، اور سالبہ اس تفصیل پر وجودِ موضوع کا تقاضا نہیں کرتا، پس فرق ظاہر ہو گیا اور اِشکال بھی ختم ہو گیا اور یہ ساری بات اس وقت ہے جب کہ موضوع موجود نہ ہو، اور بہر حال جب موضوع موجود ہو تو موجبہ معدولۃ المحمول اور سالبہ بسیطہ دونوں متلازم ہیں، کیونکہ موجود ''ج'' سے جب ''ب'' کا سلب ہو تو اس کے لئے ''لاباء'' ثابت ہوگا، اور اس کے عکس کے ساتھ یہ کلام فرق معنوی میں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ ماتن کا قول ''لان الایجاب لا یصح الا علی موجود محقق کما فی الخارجیة الموضوع اور مقدر کما فی الحقیقیة الموضوع'' کو فرق کے بیان میں کوئی دخل نہیں ہے، بلکہ یہ عبارت مستدرک اور زائد ہے، اس لئے کہ یہاں تو موجبہ معدولۃ المحمول اور سالبہ بسیطہ کے درمیان فرق بیان کرنا مقصود ہے، اس میں تو اتنا کہہ دینا کافی تھا کہ ''ان الایجاب یستدعی وجود الموضوع دون السلب ''اس طویل عبارت کی بظاہر کوئی ضرورت نہیں ہے، فکانہ جواب سوال الخ سے شارح نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ عبارت ایک سوال کا جواب ہے جو یہاں ذکر کیا جاتا ہے، سوال کو ذکر کرنے سے پہلے ایک بات بتا دینا مناسب سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ سوال نہ متن میں مذکور ہے اور نہ ہی ماتن نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اس لئے شارح نے اس کو ''فکانہ'' سے تعبیر فرمایا ہے، جب یہ بات سمجھ میں آ گئی تو اب سوال ذکر کرتا ہوں۔

سوال یہ ہے کہ معترض کہتا ہے کہ ماتن نے جو کہا ہے ''الایجاب یستدعی وجود الموضوع'' ایجاب وجودِ موضوع کا تقاضا کرتا ہے، ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ اس سے آپ کی کیا مراد ہے، اگر آپ یہ کہیں کہ اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ ایجاب خارج میں وجودِ موضوع کا تقاضا کرتا ہے، تو یہ مراد لینا صحیح نہیں، کیونکہ اس صورت میں قضیہ حقیقیہ اس سے خارج ہو جائے گا، اور

بالکل صادق نہیں ہوگا، دلیل یہ ہے کہ قضیہ حقیقیہ میں موضوع کے افراد خارجیہ ہی پر حکم منحصر نہیں ہوتا، بلکہ افراد مقدرۃ الوجود پر بھی حکم ہوتا ہے، اور اگر آپ کہیں کہ اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ ایجاب مطلقاً وجود موضوع کا تقاضا کرتا ہے، تو یہ بھی مراد لینا صحیح نہیں، کیونکہ اس صورت میں موجبہ اور سالبہ کے درمیان کوئی فرق نہیں رہے گا، حالانکہ ان کے درمیان فرق کا ہونا ایک بدیہی بات ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ اس صورت میں موجبہ اور سالبہ کے درمیان فرق کیوں نہیں رہے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں یہ خرابی لازم آئے گی کہ سالبہ میں بھی حکم کے لئے مسلوب عنہ کا وجود ضروری الثبوت ہو جائے گا، حالانکہ سالبہ میں مسلوب عنہ یعنی موضوع کا وجود ضروری نہیں، اور آپ کے قول کے مطابق وجود موضوع کا ضروری ہونا لازم آئے گا، کیونکہ سالبہ میں بھی موضوع کے مطلق وجود کا حکم تقاضا کرتا ہے، کیونکہ محکوم علیہ کا "بـوجـهٍ مـا" متصور ہونا ضروری ہے، اگرچہ محکوم علیہ پر سلب ہی کا حکم ہو، جب تک موضوع کا تصور نہیں ہوگا تو اس وقت تک اس پر کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا، تو اب موجبہ اور سالبہ میں اس اعتبار سے کوئی فرق نہیں رہا؟

تو ماتن نے اپنے قول "لان الایـجـاب لا یصح الخ" کے ذریعہ اس سوال کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ ہماری گفتگو مطلق قضیہ کے بارے میں نہیں ہے بلکہ قضیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے بارے میں ہماری گفتگو ہے، اور ہم نے جو یہ کہا ہے کہ "ایجاب وجود موضوع کا تقاضا کرتا ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ موجبہ اگر قضیہ خارجیہ ہو تو اس وقت اسکے موضوع کا خارج میں حقیقتاً موجود ہونا ضروری ہے، اور اگر موجبہ قضیہ حقیقیہ ہو تو اس وقت اس کے موضوع کا خارج میں تقدیراً موجود ہونا ضروری ہے، اور سالبہ اس تفصیل سے موضوع کے وجود کا تقاضا نہیں کرتا، لہٰذا موجبہ اور سالبہ کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا، اور اشکال بھی جاتا رہا۔

وذلک کله اذا لم یکن الموضوع موجوداً الخ اس عبارت سے شارح نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ہم نے جو کہا کہ "لایلزم من صدق السالبة البسیطة صدق الموجبة المعدولة المحمول" یعنی سالبہ بسیطہ کے صادق آنے سے موجبہ معدولۃ المحمول کا صادق آنا ضروری نہیں ہے، یہ اس وقت ہے جب کہ موضوع موجود نہ ہو، اور اگر موضوع موجود ہو تو پھر موجبہ معدولۃ المحمول اور سالبہ بسیطہ کے درمیان کوئی فرق نہیں رہے گا، اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کو لازم ہوگا، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے، مثلاً جب سالبہ بسیطہ کی مثال میں کہا جائے "ج لیس ب" اس میں "ج" سے "ب" کا سلب ہے، اور "ج" کے لئے یہاں "لاباء" ثابت ہے اور یہی معدولۃ المحمول ہے، اس طرح اس کا عکس سمجھ لیجئے کہ جب کہا جائے "ج لابـاء" تو دیکھئے اس میں "ج" کے لئے "لاباء" کو ثابت کیا گیا ہے، اور جب "ج" کے لئے "لاباء" ثابت ہے تو "ج" سے "ب" کا سلب بھی ہے اور یہی سالبہ بسیطہ ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ وجود موضوع کی صورت میں سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدلۃ المحمول میں سے ہر ایک دوسرے کو لازم ہوتا ہے، شارح کہتے ہیں یہ کہ کلام ان دونوں کے درمیان معنوی فرق کے بارے میں تھا۔

وَاَمَّا اللَّفْظِیُّ فَهُوَ اَنَّ الْقَضِیَّةَ اِمَّا اَنْ تَكُوْنَ ثُلَاثِیَّةً اَوْ ثُنَائِیَّةً فَاِنْ كَانَتْ ثُلَاثِیَّةً فَالرَّابِطَةُ فِیْهَا اِمَّا اَنْ تَكُوْنَ مُتَقَدِّمَةً عَلٰی حَرْفِ السَّلْبِ اَوْ مُتَاَخِّرَةً عَنْهَا فَاِنْ تَقَدَّمَتِ الرَّابِطَةُ كَقَوْلِنَا زَیْدٌ هُوَ لَیْسَ بِكَاتِبٍ تَكُوْنُ حِیْنَئِذٍ مُوْجَبَةً لِاَنَّ مِنْ شَانِ الرَّابِطَةِ اَنْ تَرْبُطَ مَا بَعْدَهَا بِمَا قَبْلَهَا فَهُنَاكَ رَبْطُ السَّلْبِ وَ رَبْطُ السَّلْبِ اِیْجَابٌ وَاِنْ تَاَخَّرَتْ مِنْ حَرْفِ السَّلْبِ كَقَوْلِنَا زَیْدٌ لَیْسَ هُوَ بِكَاتِبٍ كَانَتْ سَالِبَةً لِاَنَّ مِنْ شَانِ حَرْفِ السَّلْبِ اَنْ تَرْفَعَ مَا بَعْدَهَا عَمَّا قَبْلَهَا فَهُنَاكَ سَلْبُ الرَّبْطِ فَیَكُوْنُ الْقَضِیَّةُ سَالِبَةً وَاِنْ كَانَتْ ثُنَائِیَّةً فَالْفَرْقُ اِنَّمَا یَكُوْنُ مِنْ وَجْهَیْنِ اَحَدُهُمَا بِالنِّسْبَةِ بِاَنْ یَنْوِیَ اِمَّا رَبْطُ السَّلْبِ اَوْ سَلْبُ الرَّبْطِ وَ ثَانِیْهِمَا

برعکس سالبہ بسیطہ میں موضوع کا وجود ضروری نہیں ہے موضوع موجود ہو یا معدوم ہو دونوں صورتوں میں سالبہ صادق ہو جاتا ہے، فرق کی مزید وضاحت کے لئے شارح دونوں کی مثالیں پیش کر رہے ہیں۔

سالبہ بسیطہ کی مثال، "شریک الباری لیس ببصیر" یہ قضیہ صادق ہے، اس میں شریک باری سے بصر کی نفی کی گئی ہے، اگر چہ مسلوب عنہ یعنی شریک باری خارج میں موجود نہیں ہے، کیونکہ موضوع سے محمول کی نفی کے لئے موضوع کا خارج میں موجود ہونا ضروری نہیں، اور "شریک الباری غیر بصیر" یہ قضیہ موجبہ معدولۃ المحمول ہے اور یہ صادق نہیں ہے، کیونکہ موجبہ کے صدق کے لئے خارج میں موضوع کا موجود ہونا ضروری ہے، تب ہی اس کے لئے شیٔ یعنی محمول کو ثابت کیا جا سکتا ہے، تو یہاں اگر "غیر بصیر" کو شریک باری کے لئے ثابت کیا جائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ شریک باری خارج میں موجود ہو، حالانکہ خارج میں شریک باری کا وجود ممتنع اور محال ہے، لہٰذا یہ قضیہ بھی صادق نہیں۔

لَا يُقَالُ لَوْ صَدَقَ السَّلْبُ عِنْدَ عَدَمِ الْمَوْضُوْعِ لِمْ يَكُنْ بَيْنَ الْمُوْجَبَةِ الْكُلِّيَةِ وَ السَّالِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ تَنَاقُضٌ لِاَنَّهُمَا قَدْ تَجْتَمِعَانِ عَلَى الصِّدْقِ حِيْنَئِذٍ فَاِنَّ مِنَ الْجَائِزِ اِثْبَاتُ الْمَحْمُوْلِ لِجَمِيْعِ الْاَفْرَادِ الْمَوْجُوْدَةِ وَ سَلْبُهُ عَنْ بَعْضِ الْاَفْرَادِ الْمَعْدُوْمَةِ لِاَنَّا نَقُوْلُ الْحُكْمُ فِي السَّالِبَةِ عَلَى الْاَفْرَادِ الْمَوْجُوْدَةِ كَمَا اَنَّ الْحُكْمَ فِي الْمُوْجَبَةِ عَلَى الْاَفْرَادِ الْمَوْجُوْدَةِ اِلَّا اَنَّ صِدْقَ السَّلْبِ لَا يَتَوَقَّفُ عَلٰى وَجُوْدِ الْاَفْرَادِ وَ صِدْقُ الْاِيْجَابِ يَتَوَقَّفُ عَلَيْهِ فَاِنَّ مَعْنَى الْمُوْجَبَةِ الْكُلِّيَةِ اَنَّ جَمِيْعَ اَفْرَادِ جَ الْمَوْجُوْدَةِ يَثْبُتُ لَهُ بَ وَ لَا شَكَّ اَنَّهَا اِنَّمَا تَصْدُقُ اِذَا كَانَتْ اَفْرَادُ جَ مَوْجُوْدَةً وَ مَعْنَى السَّالِبَةِ اَنَّهُ لَيْسَ كَذٰلِكَ اَيْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الْاَفْرَادِ الْمَوْجُوْدَةِ لِجَ لَيْسَ يَثْبُتُ لَهُ بَ وَيَصْدُقُ هٰذَا الْمَعْنٰى تَارَةً بِاَنْ لَايَكُوْنَ شَيْءٌ مِنَ الْاَفْرَادِ مَوْجُوْدًا وَ اُخْرٰى بِاَنْ تَكُوْنَ مَوْجُوْدَةً وَ يَثْبُتُ اللَّابَاءُ لَهَا وَعِنْدَ ذٰلِكَ تَتَحَقَّقُ التَّنَاقُضُ جَزْمًا۔

ترجمه: نہ کہا جائے کہ اگر موضوع کے نہ ہونے کے وقت اگر سلب صادق ہو تو موجبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کے درمیان کوئی تناقض نہ ہوگا، اس لئے کہ اس وقت صدق پر دونوں جمع ہو جائیں گے، کیونکہ تمام افراد موجودہ کے لئے محمول کا اثبات اور بعض افراد معدولہ سے محمول کا سلب جائز ہے؟ کیوں کہ ہم کہیں گے کہ سالبہ میں حکم افراد موجودہ پر ہے جیسے موجبہ میں افراد موجودہ پر ہوتا ہے، مگر سلب کا صدق افراد کے وجود پر موقوف نہیں ہے، اور ایجاب کا صدق افراد کے وجود پر موقوف ہے، اس لئے کہ موجبہ کلیہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ "ج" کے تمام افراد موجودہ کے لئے "ب" ثابت ہے، اور اس میں شک نہیں کہ یہ معنیٰ اس وقت صادق ہوں گے جب کہ "ج" کے افراد موجود ہوں اور سالبہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ اس طرح نہیں ہے، یعنی "ج" کے افراد موجودہ میں سے ہر ایک کے لئے "ب" ثابت نہیں ہے، اور یہ معنیٰ کبھی تو اس طور صادق آتے ہیں کہ افراد میں سے کوئی شیٔ موجود نہ ہو، اور کبھی اس طور سے (صادق آتے ہیں) کہ افراد موجود ہوں، اور "لاباء" ان کے لئے ثابت ہو، اور اس وقت یقیناً تناقض متحقق ہوگا۔

تشریح: اس عبارت میں نقض اور اس کا جواب ذکر کیا ہے، ماسبق میں یہ کہا گیا تھا کہ سالبہ کے صادق آنے کے لئے موضوع کا وجود ضروری نہیں، موضوع کے نہ ہونے کے وقت بھی سالبہ صادق آتا ہے، اس پر معترض نقض وارد کرتا ہے کہ آپ کا یہ کہنا صحیح نہیں، کیونکہ اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو اس صورت میں موجبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کے درمیان تناقض نہیں رہتا، کیونکہ دونوں قضیے ایک ہی مادہ میں صادق ہو سکتے ہیں، یہ ممکن ہے کہ محمول موضوع کے تمام افراد موجودہ کے لئے ثابت ہو تو یہ موجبہ کلیہ ہوگا، اور محمول موضوع

کے بعض ''افراد معدولہ'' سے سلب ہوتو یہ سالبہ جزئیہ ہوگا، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے مثلاً ''کل انسان ضاحک'' یہ ایک قضیہ ہے انسان کے افراد موجودہ کے اعتبار سے صادق ہوگا اور بعض ''الانسان لیس بضاحکٍ'' انسان کے افراد معدولہ کے اعتبار سے صادق ہوگا، لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ عدم موضوع کے وقت بھی سلب صادق ہوسکتا ہے تو پھر موجبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کے درمیان کوئی تناقض نہیں رہے گا، حالانکہ ان کے درمیان تناقض نہ ہونا محال ہے؟

لانا نقول الخ سے شارح نے اس نقض کا جواب دیا ہے، حاصل جواب یہ ہے کہ سالبہ میں بھی افراد موجودہ پر حکم ہوتا ہے، جیسا کہ موجبہ میں افراد موجودہ پر حکم ہوتا ہے، لیکن دونوں کے درمیان اتنا فرق ہے کہ موجبہ میں حکم ''افراد موجودہ کے وجود'' پر موقوف ہوتا ہے اور سالبہ میں حکم ''افراد موجودہ کے وجود'' پر موقوف نہیں ہوتا، افراد موجود ہوں یا موجود نہ ہوں دونوں صورتوں میں سالبہ صادق ہوتا ہے، جیسے ظفر جالس، یہ قضیہ موجبہ ہے، اس میں جلوس کا حکم ظفر پر اس وقت صحیح ہوگا جب ظفر موجود ہو، اگر ظفر موجود نہ ہو تو اس پر جلوس کا حکم صادق نہیں ہوگا، اور ظفر لیس بقائم یہ قضیہ سالبہ ہے اس میں سلب قیام کا حکم ظفر کے وجود پر موقوف نہیں ہے، شارح مزید توضیح وتشریح کے لئے فرماتے ہیں کہ موجبہ کلیہ میں ''ج'' کے تمام افراد موجودہ کے لئے ''ب'' ثابت ہوتی ہے اور یہ اسی وقت ہوگا جب کہ ''ج'' کے افراد موجود ہوں، اور سالبہ میں ''ج'' کے تمام افراد کے لئے ''ب'' ثابت نہیں ہوتی، اب ثابت نہ ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ ۱- ''ج'' کے افراد موجود ہوں لیکن ''ب'' اس کے لئے ثابت نہ ہو۔ ۲- ''ج'' کے افراد موجود ہی نہ ہوں، الحاصل سالبہ اس وقت بھی صادق ہوتا ہے جب موضوع کے افراد موجود ہوں اور اس وقت بھی صادق ہوتا ہے جب موضوع کے افراد موجود نہ ہوں، تو معلوم ہوا کہ موجبہ کلیہ اور سالبہ کلیہ کے درمیان تناقض ہے کیونکہ دونوں میں افراد موجودہ ہی پر حکم ہوتا ہے لیکن ایجاب وجود موضوع پر موقوف ہے اور سلب وجود موضوع پر موقوف نہیں، لہٰذا عدم تناقض کا اعتراض کرنا صحیح نہیں۔

وَ اَمَّا قَوْلُهُ لِاَنَّ الْاِيْجَابَ لَا يَصِحُّ اِلَّا عَلٰى مَوْجُوْدَةٍ مُحَقَّقٍ كَمَا فِي الْخَارِجِيَّةِ الْمَوْضُوْعِ اَوْ مُقَدَّرٍ كَمَا فِي الْحَقِيْقِيَّةِ الْمَوْضُوْعِ فَلَا دَخْلَ لَهُ فِيْ بَيَانِ الْفَرْقِ اِذْ يَكْفِيْ فِيْهِ اَنَّ الْاِيْجَابَ يَسْتَدْعِيْ وَجُوْدَ الْمَوْضُوْعِ دُوْنَ السَّلْبِ وَ اَمَّا اَنَّ الْمَوْضُوْعَ مَوْجُوْدٌ فِي الْخَارِجِ مُحَقَّقًا اَوْ مُقَدَّرًا فَلَا حَاجَةَ اِلَيْهِ فَكَاَنَّهُ جَوَابُ سُوَالٍ يُذْكَرُ هٰهُنَا وَ يُقَ اِنْ عَنَيْتُمْ بِقَوْلِكُمْ الْاِيْجَابُ يَسْتَدْعِيْ وَجُوْدَ الْمَوْضُوْعِ اِنَّ الْاِيْجَابَ يَسْتَدْعِيْ وَجُوْدَ الْمَوْضُوْعِ فِي الْخَارِجِ فَلَا يَصْدُقُ الْمُوْجِبَةُ الْحَقِيْقِيَّةُ اَصْلاً لِاَنَّ الْحُكْمَ فِيْهَا لَيْسَ مَقْصُوْرًا عَلَى الْمَوْضُوْعَاتِ الْمَوْجُوْدَةِ فِي الْخَارِجِ وَاِنْ عَنَيْتُمْ بِهِ اَنَّ الْاِيْجَابَ يَسْتَدْعِيْ مُطْلَقَ الْوُجُوْدِ فَالسَّالِبَةُ اَيْضً تَسْتَدْعِيْ مُسْتَدْعِيْ مُطْلَقَ الْوُجُوْدِ لِاَنَّ الْمَحْكُوْمَ عَلَيْهِ لَا بُدَّ اَنْ يَكُوْنَ مُتَصَوَّرًا بِوَجْهٍ مَّا وَاِنْ كَانَ الْحُكْمُ بِالسَّلْبِ فَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْمُوْجِبَةِ وَالسَّالِبَةِ فِيْ ذٰلِكَ فَاَجَابَ بِاَنَّ كَلَامَنَا لَيْسَ اِلَّا فِي الْقَضِيَّةِ الْخَارِجِيَّةِ وَ الْحَقِيْقِيَّةِ لَا فِيْ مُطْلَقِ الْقَضِيَّةِ عَلٰى مَا سَبَقَتِ الْاِشَارَةُ اِلَيْهِ فَالْمُرَادُ بِقَوْلِنَا الْاِيْجَابُ يَسْتَدْعِيْ وَجُوْدَ الْمَوْضُوْعِ اَنَّ الْمُوْجِبَةَ اِنْ كَانَتْ خَارِجِيَّةً يَجِبُ اَنْ يَكُوْنَ مَوْضُوْعُهَا مَوْجُوْدًا فِي الْخَارِجِ مُحَقَّقًا وَ اِنْ كَانَتْ حَقِيْقِيَّةً يَجِبُ اَنْ يَكُوْنَ مَوْضُوْعُهَا مُقَدَّرَ الْوُجُوْدِ فِي الْخَارِجِ وَ اِلسَّالِبَةُ لَا تَسْتَدْعِيْ وَجُوْدَ الْمَوْضُوْعِ عَلٰى ذٰلِكَ التَّفْصِيْلِ فَظَهَرَ الْفَرْقُ وَ انْدَفَعَ الْاِشْكَالُ وَ ذٰلِكَ كُلُّهُ اِذَا لَمْ يَكُنِ الْمَوْضُوْعُ مَوْجُوْدًا وَاَمَّا اِذَا كَانَ مَوْجُوْدًا فَالْمُوْجِبَةُ

جب کہ حملی بسیط ہے پس چاہئے کہ ہم اس کو پہلے بیان کریں، اور ہم کہتے ہیں کہ قول لازم کو اس کے قیاس سے حاصل ہونے کے اعتبار سے نتیجہ کہا جاتا ہے، اور قیاس سے اس کے استحصال کے اعتبار سے مطلوب (کہا جاتا ہے) اور ہر قیاس حملی میں دو مقدمہ کا ہونا ضروری ہے، ان میں سے ایک مطلوب کے موضوع پر مشتمل ہوتا ہے جیسے مثال مذکورہ میں جسم اور دوسرا (مقدمہ) اس کے محمول پر (مشتمل ہوتا ہے) جیسے حادث، اور یہ دونوں حد اوسط میں مشترک ہوتے ہیں، جیسے مؤلف، پس مطلوب کے موضوع کا نام اصغر رکھا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ اکثر اخص ہوتا ہے، اور اخص کے افراد کم ہوتے ہیں لہٰذا وہ اصغر ہوگا اور اس کے محمول کا نام اکبر رکھا جاتا ہے، اس لئے کہ جب وہ اعم ہے تو اس کے افراد زائد ہوں گے اور وہ حد جو اصغر اور اکبر کے درمیان مشترک ہو اس کا نام حد اوسط رکھا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ مطلوب کے طرفین کے درمیان متوسط ہوتی ہے۔ اور وہ مقدمہ جس میں اصغر ہو (اس کا نام) صغریٰ (رکھا جاتا ہے) اس لئے کہ وہ اصغر کی ذات ہے اور وہ مقدمہ جس میں اکبر ہو (اس کا نام) کبریٰ (رکھا جاتا ہے) اس لئے کہ وہ اکبر کی ذات ہے، اور صغریٰ کے کبریٰ کے ساتھ ایجاب و سلب، کلیت و جزئیت میں ملنے کو قرینہ اور ضرب کہتے ہیں، اور وہ ہیئت جو حد اوسط کو حدین آخرین کے پاس رکھنے سے حاصل ہو اس کو ان دونوں پر محمول کرنے یا ان کے لئے موضوع یا ان میں سے ایک پر محمول اور دوسرے کے لئے موضوع ہونے کے اعتبار سے، اس کو شکل کہا جاتا ہے، اور یہ چار ہیں، اس لئے کہ حد اوسط اگر صغریٰ میں محمول ہو اور کبریٰ میں موضوع تو وہ شکل اوّل ہے، اور اگر ان دونوں میں محمول ہو تو وہ شکل ثانی ہے، اور اگر ان دونوں میں موضوع ہو تو وہ شکل ثالث ہے، اور اگر صغریٰ میں موضوع اور کبریٰ میں محمول ہو تو وہ شکل رابع ہے۔

تشریح: جب مصنفؒ قیاس کی تعریف اور تقسیم سے فارغ ہو چکے تو اب اس کے متعلق چند اصطلاحات بیان کر رہے ہیں، اور ماتن نے جتنی اصطلاحات بیان کی ہیں وہ اکثر قیاس حملی اقترانی کے اجزاء کی ہیں، لہٰذا اولاً قیاس اقترانی کی تقسیم حملی اور غیر حملی کی طرف ہونی چاہئے اسی لئے شارح ماتن پر تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قیاس اقترانی کی دو قسمیں ہیں: ۱۔حملی ۲۔شرطی۔

اقترانی حملی: وہ قیاس ہے جو صرف قضایا حملیہ سے مرکب ہو، جیسے العالم متغیر، و کل متغیر حادث، فالعالم حادث، دیکھئے اس قیاس میں دونوں قضیے حملی ہیں، کیوں کہ اس میں حرف استثنائی نہیں ہے جس کی وجہ سے یہ اقترانی ہیں، اور ان میں موضوع پر محمول کا حمل ہو رہا ہے جس کی وجہ سے یہ حملی ہیں۔

شرطی: قیاس اقترانی شرطی وہ قیاس ہے جو صرف قضایا حملیہ سے مرکب نہ ہو بلکہ یا تو صرف شرطیات سے مرکب ہو، یا شرطیہ اور حملیہ دونوں طرح کے قضیوں سے مرکب ہو، صرف قضایا شرطیہ سے مرکب ہونے کی مثال یہ ہے کلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود (صغریٰ) و كلما كان النهار موجود فالعالم مضئ (کبریٰ) كلما كانت الشمس طالعة فالعالم مضئ، دیکھئے اس مثال میں دونوں قضیے شرطیہ ہیں لہٰذا یہ قیاس اقترانی شرطی ہے، اور حملیہ و شرطیہ سے مرکب ہونے کی مثال یہ ہے كلما كان هذا الشئ إنسانًا كان حيوانًا و كل حيوان جسم، نتیجہ آئے گا، كلما كان هذا الشئ انسانًا كان جسمًا. دیکھئے اس قیاس میں پہلا مقدمہ شرطیہ ہے، اور دوسرا مقدمہ حملیہ ہے، لہٰذا یہ بھی قیاس اقترانی شرطی کی مثال ہے۔

اور اقترانی شرطی کے مقابلہ میں چونکہ اقترانی حملی بسیط ہے، یعنی شرطی کے مقابلہ میں حملی کے کم اجزاء ہیں اور حملی کی ایک

قسم ہے اور شرطی کی پانچ قسمیں ہیں، نیز حملی کثیر الاستعمال ہے، نہ کہ شرطی، اس لئے ماتن نے پہلے حملی ہی کے احکام بیان کیے ہیں، اور اس قیاس میں ذکر کردہ چند اصطلاحات کا ذکر فرمایا ہے، شارح ان اصطلاحات کو بیان کرنے سے پہلے یہ بیان کرتے ہیں کہ قیاس میں جو قول آخر لازم ہوتا ہے، اس کو اس اعتبار سے کہ قیاس سے حاصل ہوتا ہے، نتیجہ کہا جاتا ہے، اور اس اعتبار سے کہ اس کا حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے، اس کو مطلوب کہتے ہیں، اور قیاس حملی کے لئے دو مقدمہ کا ہونا ضروری ہے جن میں سے ایک مقدمہ میں نتیجہ کا موضوع ہوتا ہے، جیسے اور دوسرے میں نتیجہ کا محمول ہوتا ہے، اور دونوں مقدموں میں حد اوسط ہوتا ہے، پس نتیجہ کا موضوع جو قیاس میں مذکور ہوتا ہے اس کو اصغر کہتے ہیں، اور اس کا نام اصغر اس وجہ سے رکھا جاتا ہے کہ یہ اکثر جگہ اخص ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ جو اخص ہو اس کے افراد کم ہوتے ہیں اور افراد کا کم ہونا ہی اصغر کا مصداق ہے، اس وجہ سے اس کو اصغر کہا جاتا ہے۔ اور نتیجہ کا محمول جو قیاس میں واقع ہوا سکا نام اکبر رکھا جاتا ہے، اور اس کا نام اکبر اس وجہ سے رکھا جاتا ہے کہ یہ اکثر جگہ عام ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ جو اعم ہو اس کے افراد زائد ہوں گے، اور افراد کا زائد ہونا ہی اکبر کا مصداق ہے، اس لئے اس کا نام اکبر رکھ دیا گیا۔

نوٹ: شارح نے کہا کہ محمول کے افراد اکثر زائد ہوتے ہیں اور افراد کا کثیر ہونا محمول کے اعم ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے، تو شارح کے قول کا حاصل یہ نکلا کہ محمول کا نام اکبر اس وجہ سے رکھا کہ فی الاغلب عام ہوتا ہے، اور فی الاغلب کی قید اس وجہ سے لگائی کہ کبھی محمول موضوع کے مساوی بھی ہوتا ہے، جیسے کل انسان ناطق و کل ناطق ضاحک نتیجہ ہوگا، کل انسان ضاحک، اور کبھی موضوع محمول سے اعم ہوتا ہے، جیسے بعض الحیوان انسان و کل انسان ضاحک نتیجہ نکلا بعض الحیوان ضاحک۔

مقدمہ: وہ قضیے جن سے قیاس مرکب ہو اور جو قیاس کا جزء بنیں ان میں سے ہر ایک کو مقدمہ کہا جاتا ہے۔

وجہ تسمیہ: ان کو مقدمہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ مقدمہ کے معنیٰ ہیں آگے کیا ہوا، چونکہ یہ بھی نتیجہ پر متقدم ہوتے ہیں اسی لئے ان کو مقدمہ کہا جاتا ہے۔

صغریٰ: قیاس کا وہ مقدمہ جس میں اصغر ہو اس کو صغریٰ کہتے ہیں، کیوں کہ وہ اصغر پر مشتمل ہوتا ہے۔

کبریٰ: قیاس کا وہ مقدمہ جس میں اکبر ہو اس کو کبریٰ کہتے ہیں کیوں کہ وہ اکبر پر مشتمل ہوتا ہے۔

حد اوسط: قیاس کا وہ جزء جو صغریٰ و کبریٰ دونوں میں مکرر ہو اس کو حد اوسط کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ: جزء مکرر کو حد اوسط کہنے کی چند وجوہ ہیں ایک یہ ہے کہ اکبر کی نسبت اصغر کو ثابت کرنے کیلئے وہ جزء واسطہ فی الاثبات ہوتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ ذکر[illegible] تعقلا میں متوسط ہوتا ہے، تیسری وجہ یہ ہے کہ اصغر اور اکبر کے وسط میں حد کی طرح ہوتا ہے، چوتھی وجہ یہ ہے کہ اکثر و بیشتر اصغر سے اعم اور اکبر سے اخص ہوتا ہے، گویا کہ عموم خصوص میں متوسط ہوتا ہے، اس وجہ سے اسکو اوسط کہتے ہیں

قرینہ اور ضرب: صغریٰ کا کبریٰ کے ساتھ ایجاب و سلب، کلیت و جزئیت میں مقترن اور متصل ہونے کو قرینہ اور ضرب کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ: اقتران الصغریٰ بالکبریٰ کو قرینہ تو اس لئے کہتے ہیں کہ صغریٰ کبریٰ کے ساتھ جب اقتران ہوگا تو یہ نتیجہ پر دال ہوگا، اور دال کو قرینہ بھی کہا جاتا ہے، اس لئے اس اقتران کو قرینہ کہتے ہیں، اور ضرب تو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ضرب کے معنیٰ ہیں قسم اور نوع، چونکہ اس اقتران سے قیاس کی نوع اور قسم حاصل ہوتی ہے اس لئے اس کو ضرب کہتے ہیں۔

شکل: حد اوسط کو اصغر اور اکبر کے پاس رکھنے کی کیفیت سے جو ہیئت اور صورت حاصل ہوتی ہے اس کو شکل کہا جاتا ہے، اور رکھنے کی

کیفیت یہ ہے کہ حداوسط کا شکل اوّل میں صغریٰ میں محمول ہونا اور کبریٰ میں موضوع ہونا، شکل ثانی میں دونوں میں محمول ہونا، شکل ثالث میں دونوں میں موضوع ہونا، شکل رابع میں صغریٰ میں موضوع اور کبریٰ میں موضوع ہونا، اب اصغر، اکبر، صغریٰ کبریٰ، مقدمہ اور حداوسط میں سے ہر ایک کو مثال سے سمجھئے، مثال کے طور پر آپ نے کہا العالم متغیر و کل متغیر حادث، فالعالم حادث، دیکھئے یہاں نتیجہ العالم حادث ہے، جس کا موضوع العالم ہے جو قیاس میں مذکور ہے، لہٰذا یہ اصغر کہلائے گا اور نتیجہ کا محمول حادث ہے جو قیاس میں مذکور ہے لہٰذا یہ اکبر کہلائے گا، اور العالم متغیر و کل متغیر حادث یہ دونوں قضیے قیاس کے اجزاء ہیں لہٰذا ان میں سے ہر ایک مقدمہ کہلائے گا، اور پہلا مقدمہ یعنی العالم متغیر میں چونکہ اصغر مذکور ہے، لہٰذا وہ صغریٰ کہلائے گا، اور دوسرا مقدمہ یعنی کل متغیر حادث میں چونکہ اکبر مذکور ہے لہٰذا وہ کبریٰ کہلائے گا، اور دونوں مقدموں میں لفظ متغیر مکرر ہے لہٰذا وہ حداوسط ہے، اور چونکہ یہاں صغریٰ کا کبریٰ کے ساتھ اقتران و اتصال ہو رہا ہے، لہٰذا یہ اقتران قرینہ اور ضرب کہلائے گا۔ اور حداوسط یعنی متغیر کو اصغر یعنی العالم اور اکبر یعنی حادث کے پاس رکھنے سے ایک ہیئت اور صورت حاصل ہوئی، لہٰذا اس ہیئت کا نام شکل ہے۔

شکل کی چار قسمیں ہیں

دلیل حصر: یہ ہے کہ حداوسط یا تو صغریٰ میں محمول اور کبریٰ میں موضوع ہوگی، یا صغریٰ میں موضوع اور کبریٰ میں محمول ہوگی، اوّل ہو تو وہ شکل اوّل ہے، اور ثانی صورت شکل رابع ہے یا دونوں میں محمول ہوگی یا دونوں میں موضوع ہوگی، اوّل شکل ثانی ہے اور ثانی، شکل ثالث ہے۔

وَ اِنَّمَا وُضِعَتِ الاَشْكَالُ فِي هٰذِهِ الْمَرَاتِبِ لِاَنَّ الشَّكْلَ الاَوَّلَ عَلَى النَّظْمِ الطَّبِيْعِيِّ فَاِنَّ النَّظْمَ الطَّبِيْعِيَّ هُوَ الاِنْتِقَالُ مِنْ مَوْضُوْعِهِ المَط اِلَى الحَدِّ الاَوْسَطِ ثُمَّ مِنْهُ اِلٰى مَحْمُوْلِهٖ حَتّٰى يَلْزَمَ مِنْهُ الاِنْتِقَالُ مِنْ مَوْضُوْعِهٖ اِلٰى مَحْمُوْلِهٖ وَ هٰذَا لاَيُوْجَدُ اِلَّا فِي الاَوَّلِ فَلِهٰذَا وُضِعَ فِي الْمَرْتَبَةِ الاُوْلٰى ثُمَّ وُضِعَ الشَّكْلُ الثَّانِي لِاَنَّهٗ اَقْرَبُ الاَشْكَالِ الْبَاقِيَةِ اِلَيْهِ لِمُشَارَكَتِهٖ اِيَّاهُ فِي صُغْرَاهُ وَ هِيَ اَشْرَفُ الْمُقَدِّمَتَيْنِ لِاِشْتِمَالِهَا عَلٰى مَوْضُوْعِ المط الَّذِيْ هُوَ اَشْرَفُ مِنَ الْمَحْمُوْلِ اِذِ الْمَحْمُوْلُ اِنَّمَا يُطْلَبُ لِاَجْلِهٖ اِمَّا اِيْجَابًا اَوْ سَلْبًا ثُمَّ الشَّكْلُ الثَّالِثُ لِاَنَّ لَهٗ قُرْبًا مَا اِلَيْهِ لِمُشَارَكَتِهٖ اِيَّاهُ فِي اَخَسِّ الْمُقَدِّمَتَيْنِ ثُمَّ الرَّابِعُ اِذْ لاَ قُرْبَ لَهٗ اَصْلاً لِمُخَالَفَتِهٖ اِيَّاهُ فِي الْمُقَدِّمَتَيْنِ وَ بُعْدِهٖ عَنِ الطَّبْعِ جِدًّا.

ترجمہ: اور اشکال کو ان مرتبوں میں اس لئے رکھا گیا کہ شکل اوّل نظم طبعی پر ہے اس لئے کہ نظم طبعی یہی ہے کہ وہ اپنے موضوع مطلوب سے حداوسط کی طرف انتقال ہو پھر اس سے محمول کی طرف یہاں تک کہ اس سے اپنے موضوع مطلوب سے اپنے محمول کی طرف منتقل ہونا لازم آئے گا، اور یہ صرف پہلے ہی میں پایا جاتا ہے، اسی وجہ سے اس کو پہلی مرتبہ رکھا گیا، پھر شکل ثانی کو رکھا گیا اس لئے کہ وہ باقی اشکال سے شکل اوّل کے زیادہ قریب ہے، اس وجہ سے کہ وہ اس کے صغریٰ میں اس کا مشارک ہے، اور یہ دونوں مقدموں میں سے اشرف ہے، کیوں کہ وہ اس مطلوب کے موضوع پر مشتمل ہوتا ہے جو محمول سے اشرف ہے اس لئے کہ محمول کو ایجاباً یا سلباً موضوع ہی کی وجہ سے طلب کیا جاتا ہے، پھر شکل ثالث کو (رکھا گیا) اس لئے کہ اس کو شکل اوّل سے کچھ نہ کچھ قرب ہے کیوں کہ وہ دونوں مقدموں میں سے ادنیٰ مقدمہ

میں اس کے مشارک ہوتا ہے، پھر رابع کو اس لئے کہ اس کو بالکل قربت نہیں ہے کیوں کہ وہ مقدمتین میں شکل اوّل کے مخالف اور طبیعت سے بہت دور ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے اشکال اربعہ کے ترتیب کی وجہ بیان کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ طبیعت مستقیمہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ مقدمہ اولیٰ میں مطلوب یعنی نتیجہ کے موضوع سے حداوسط کی طرف انتقال ہو اور پھر حداوسط سے مطلوب کی طرف انتقال ہو اور چونکہ شکل اوّل کے مقدمہ اولیٰ میں حداوسط محمول ہوتی ہے، اور دوسرے مقدمہ میں موضوع ہوتی ہے، لہٰذا شکل اوّل کی ترتیب طبیعت کے مطابق ہے پس اس کو مرتبہ اوّل میں رکھ کر شکل اوّل قرار دیا، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ شکل بدیہی الانتاج ہوتی ہے اس کے علاوہ باقی شکلیں نظری الانتاج ہیں، پس یہ شکل اشرف الاشکال ہوئی، اور اشرف کا مرتبہ مقدم ہوتا ہے، اور اس کو پہلے نمبر پر رکھا جاتا ہے اس لئے اس کا نام شکل اوّل رکھا۔ اور شکل ثانی چونکہ شکل اوّل کے مقدمہ اولیٰ یعنی صغریٰ کے مشابہ ہے، کیوں کہ شکل اوّل کے صغریٰ میں حداوسط محمول ہوتی ہے اور شکل ثانی کے دونوں مقدموں میں حداوسط محمول ہوتی ہے، لہٰذا شکل ثانی شکل اوّل سے اقرب ہوئی پس اس کو مرتبہ ثانیہ میں رکھ کر اس کا نام شکل ثانی رکھا۔ اور شکل ثالث چونکہ شکل اوّل کے کبریٰ کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے کیوں کہ حداوسط شکل اوّل کے کبریٰ میں موضوع ہوتی ہے اور شکل ثالث کے دونوں مقدمہ میں حداوسط موضوع ہوتی ہے، اور کبریٰ چونکہ صغریٰ سے ارذل ہے لہٰذا اس کو ارزل مقدمہ میں مشابہت ہوئی تو ارذل مقدمہ میں مشابہت کی وجہ سے اس کو تیسرے درجہ میں رکھ کر اس کا نام شکل ثالث رکھا۔ اور شکل رابع چونکہ شکل اوّل کے کسی مقدمہ کے مشابہ نہیں ہے بلکہ شکل کے برعکس ہے لہٰذا شکل رابع شکل اوّل سے ابعد ہے اور طبیعت سے بعید ہے اور یہ شکل سب سے پھسڈی ہے اس لئے اس کو مرتبہ رابعہ میں رکھ کر شکل رابع کے نام سے موسوم کیا گیا۔

قال اَمَّا الشَّكْلُ الاَوَّلُ فَشَرْطُ اِنْتَاجِهٖ اِيْجَابُ الصُّغْرىٰ وَ اِلَّا لَمْ يَنْدَرِجِ الاَصْغَرُ فِى الاَوْسَطِ وَ كُلِّيَّةُ الكُبْرىٰ وَ اِلَّا لَاحْتَمَلَ اَنْ يَكُوْنَ البَعْضُ المَحكُوْمُ عَلَيْهِ بِالاَكْبَرِ غَيْرُ البَعْضِ المَحكُوْمِ بِهٖ عَلىٰ الاَصْغَرِ وَ ضُرُوْبُهُ النَّاتِجَةُ اَرْبَعٌ اَلاَوَّلُ مِنْ مُوْجِبَتَيْنِ كُلِّيَّتَيْنِ يُنْتِجُ مُوْجِبَةً كُلِّيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ ج ب وَ كُلُّ ب ا فَكُلُّ ج ا اَلثَّانِىْ مِنْ كُلِّيَّتَيْنِ الصُّغْرىٰ مُوْجِبَةٌ وَ الكُبْرىٰ سَالِبَةٌ يُنْتِجُ سَالِبَةً كُلِّيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ ج ب وَ لَاشَىْءَ مِنْ ب ا فَلَاشَىْءَ مِنْ ج ا اَلثَّالِثُ مِنْ مُوْجِبَتَيْنِ وَ الصُّغْرىٰ جُزْئِيَّةٌ يُنْتِجُ مُوْجِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا بَعْضُ ج ب وَ كُلُّ ب آ فَبَعْضُ ج ا اَلرَّابِعُ مِنْ مُوْجِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ صُغْرىٰ وَ سَالِبَةٍ كُلِّيَّةٍ كُبْرىٰ يُنْتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا بَعْضُ ج ب وَلَا شَىْءَ مِنْ ب ا فَبَعْضُ ج لَيْسَ ا وَ نَتَائِجُ هٰذَا الشَّكْلِ بَيِّنَةٌ بِذَاتِهَا **اقول** اِعْلَمْ اَنَّ لِاِنْتَا جِ الاَشْكَالِ الاَرْبَعَةِ شَرَائِطُ بِحَسْبِ كَيْفِيَّةِ المُقَدَّمَاتِ وَ كَمِّيَّتِهَا وَ شَرَائِطُ بِحَسْبِ جِهَةِ المُقَدَّمَاتِ اَمَّا الشَّرَائِطُ الَّتِىْ بِحَسْبِ الجِهَةِ فَسَيَاتِيْكَ بَيَانُهَا فِىْ فَصْلِ المُخْتَلِطَاتِ وَ اَمَّا الشَّرَائِطُ الَّتِى بِحَسْبِ الكَيْفِيَّةِ وَ الكَمِّيَّةِ فَفِى الشَّكْلِ الاَوَّلِ اَمْرَانِ اَحَدُهُمَا بِحَسْبِ الكَيْفِيَّةِ اِيْجَابُ الصُّغْرىٰ وَ ثَانِيْهِمَا بِحَسْبِ الكَمِّيَّةِ كُلِّيَّةُ الكُبْرىٰ اَمَّا الاَوَّلُ فَلِاَنَّ الصُّغْرىٰ لَوْ كَانَتْ سَالِبَةً لَمْ يَنْدَرِجِ الاَصْغَرُ تَحْتَ الاَوْسَطِ فَلَمْ يَحْصُلِ الاِنْتَاجُ لِاَنَّ الكُبْرىٰ تَدُلُّ عَلىٰ اَنَّ مَا يَثْبُتُ لَهُ الاَوْسَطُ فَهُوَ مَحْكُوْمٌ عَلَيْهِ بِالاَكْبَرِ وَ الصُّغْرىٰ عَلىٰ تَقْدِيْرِ كَوْنِهَا سَالِبَةً حَاكِمَةٌ بِاَنَّ الاَوْسَطَ مَسْلُوْبٌ عَنِ الاَصْغَرِ فَالاَصْغَرُ لَايَكُوْنُ دَاخِلًا فِيْمَا ثَبَتَ لَهُ الاَوْسَطُ فَالحُكْمُ عَلىٰ مَاثَبَتَ

لَہُ الاَوْسَطُ لاَیَتَعَدّٰی اِلیٰ الاَصْغَرِ فَلاَیَلْزَمُ النَّتِیْجَۃُ وَ اَمَّا الثَّانِیُ فَلِاَنَّ الْکُبْریٰ لَوْ کَانَتْ جُزْئِیَّۃً لَکَانَ مَعْنَاھَا اَنَّ بَعْضَ الاَوْسَطِ مَحْکُوْمٌ عَلَیْہِ بِالاَکْبَرِ وَ جَازَ اَنْ یَکُوْنَ الاَصْغَرُ غَیْرَ ذٰلِکَ الْبَعْضِ فَالْحُکْمُ عَلٰی بَعْضِ الاَوْسَطِ لاَیَتَعَدّٰی اِلیٰ الاَصْغَرِ وَلاَ یَلْزَمُ النَّتِیْجَۃُ مَثَلاً یَصْدُقُ کُلُّ اِنْسَانٍ حَیَوَانٌ وَ بَعْضُ الْحَیَوَانِ فَرَسٌ وَ لاَ یَصْدُقُ بَعْضُ الاِنْسَانِ فَرَسٌ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! بہرحال شکل تو اس کے نتیجہ دینے کی شرط صغریٰ کا موجبہ ہونا ہے ورنہ تو اصغر اوسط میں داخل نہ ہوگا، اور کبریٰ کا کلیہ ہونا ہے، ورنہ تو احتمال ہوگا کہ بعض وہ افراد جن پر اکبر کا حکم لگایا گیا ہے ان بعض افراد کا غیر ہوں جس کا حکم اصغر پر لگایا گیا ہے، اور اس کی نتیجہ دینے والی ضربیں چار ہیں، اوّل، دو موجبہ کلیہ سے یہ نتیجہ دے گی موجبہ کلیہ جیسے ہمارا قول کل ج ب و کل ب ا فکل ج ا، دوم: صغریٰ کا موجبہ کلیہ سے اور کبریٰ سالبہ کلیہ سے نتیجہ دے گی سالبہ کلیہ جیسے ہمارا قول کل ج ب و لاشیٔ من ب ا، (نتیجہ ہوگا) لاشیٔ من ج ا، سوم: دو موجبہ سے درانحالیکہ صغریٰ جزئیہ ہو یہ موجبہ جزئیہ نتیجہ دے گی جیسے ہمارا قول بعض ج ب و کل ب ا فبعض ج ا، چہارم: صغریٰ موجبہ جزئیہ سے اور کبریٰ سالبہ کلیہ سے یہ سالبہ جزئیہ نتیجہ دیگی جیسے ہمارا قول بعض ج ب و لاشیٔ من ب ا فبعض ج لیس ا اور اس شکل کا نتیجہ بذات خود واضح ہے، میں کہتا ہوں: جان تو کہ چاروں شکلوں کے نتیجہ دینے کے لئے کچھ شرطیں ہیں، مقدمات کی کیفیت اور کمیت کے اعتبار سے اور کچھ شرطیں ہیں مقدمات کی جہت کے اعتبار سے، بہرحال وہ شرطیں جو جہت کے اعتبار سے ہیں تو ان کا بیان آپ کے سامنے مختلطات کی فصل میں آئے گا، اور بہرحال وہ شرائط جو کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے ہیں تو شکل اوّل میں دو چیزیں ہیں، ان میں سے ایک کیفیت کے اعتبار سے صغریٰ کا موجبہ ہونا، اور ان میں سے دوسری کمیت کے اعتبار سے کبریٰ کا کلیہ ہونا ہے، بہرحال اوّل تو اس لئے کہ صغریٰ اگر سالبہ ہو تو اصغر اوسط کے تحت داخل نہ ہوگا پس انتاج حاصل نہ ہوگا، اس لئے کہ کبریٰ ہر اس چیز پر دلالت کرتا ہے جس کے لئے اوسط ثابت ہے تو وہ محکوم علیہ بالاکبر ہوگا اور صغریٰ سالبہ ہونے کی صورت پر اس کا حکم لگائے گا کہ اوسط اصغر سے مسلوب ہے پس اصغر اس چیز میں داخل نہ ہوگا، جس کے لئے اوسط ثابت ہے، لہٰذا اس چیز پر جو حکم ہے جس کے لئے اوسط ثابت ہے اصغر کی طرف متعدی نہیں ہوگا، پس نتیجہ لازم نہ ہوگا، اور بہرحال دوسری (شرط) تو اس لئے کہ کبریٰ اگر جزئیہ ہو تو اس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ بعض اوسط محکوم علیہ بالاکبر ہے، اور یہ جائز ہے کہ اصغر ان بعض افراد کا غیر ہو تو بعض اوسط پر حکم اصغر کی طرف متعدی نہ ہوگا، لہٰذا نتیجہ لازم نہ ہوگا، مثال کے طور پر کل انسان حیوان، و بعض الحیوان فرس صادق ہے اور بعض الانسان فرس صادق نہیں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں ماتن نے شکل کی شرائط انتاج بیان کیا ہے، شارح کہتے ہیں کہ قیاس کی چاروں شکلوں کے صحیح نتیجہ دینے کے لئے کچھ شرائط ہیں، جب وہ شرائط پائی جائیں گی تب وہ شکلیں صحیح نتیجہ دیں گی اور اگر شرائط مفقود ہوں گی تو شکلیں صحیح نتیجہ نہیں دیں گی، صحیح نتیجہ دینے والی شکلوں کو منتج (بچہ دینے والی) کہتے ہیں، اور صحیح نتیجہ نہ دینے والی شکلوں کو عقیم (بانجھ) کہتے ہیں، اور شرائط منتجہ میں سے کچھ شرطیں مقدمات کی کیفت اور کمیت کے لحاظ سے ہیں اور کچھ شرطیں مقدمات کی جہت کے اعتبار سے ہیں، کیفیت

ت ۔۔ یجاب اور سلب ہے اور کمیت سے مراد کلیت اور جزئیت ہے، اور جہت کے اعتبار سے جو شرائط ہیں ان کا بیان مختلطات کی فصل میں آئے گا، مختلطات سے مراد وہ قیاسات ہیں جو خلط موجہات سے حاصل ہوتے ہیں، شرائط بحسب الجہت کے مباحث چونکہ بہت زائد ہیں اس لئے ماتن نے ان کے بیان کے لئے مستقل طور پر فصل دوم قائم کی ہے۔

شکل اوّل کے نتیجہ دینے کی شرطیں: شکل اوّل کے نتیجہ دینے کے لئے دو شرطیں ہیں، ایک کیف کے اعتبار سے، دوسری کمیت کے اعتبار سے، کیفیت یعنی ایجاب وسلب کے اعتبار سے شرط یہ ہے کہ صغریٰ موجبہ ہو، کبریٰ خواہ موجبہ ہو یا سالبہ، اور کمیت یعنی کلیت و جزئیت کے اعتبار سے شرط یہ ہے کہ کبریٰ کلیہ ہو، صغریٰ خواہ کلیہ ہو یا جزئیہ۔ شارح ان کو دلیل سے ثابت کرتے ہیں کہ پہلی شرط یعنی صغریٰ کا موجبہ ہونا اس لئے ضروری ہے کہ اگر صغریٰ سالبہ ہو تو حد اوسط کے تحت اصغر داخل نہیں ہوگا، لہٰذا نتیجہ حاصل نہ ہوگا، کیوں کہ کبریٰ ان افراد کے محکوم علیہ ہونے پر دلالت کرتا ہے، جو حد اوسط کے تحت داخل ہوں اور جب صغریٰ سالبہ ہوگا تو یہ اس بات پر دلالت کرے گا کہ اصغر حد اوسط کے تحت داخل نہیں ہے تو جو حکم حد اوسط کے لئے ہے اصغر کے لئے ثابت نہ ہوگا حالانکہ شکل اول کے نتیجہ دینے کے لئے اصغر کا اوسط کے ان افراد میں داخل ہونا ضروری ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ صغریٰ کا موجبہ ہونا ضروری ہے۔

شکل اوّل کے نتیجہ دینے کے لئے دوسری شرط کبریٰ کا کلیہ ہونا اس لئے ہے کہ اگر کبریٰ کلیہ نہ ہو، بلکہ جزئیہ ہو تو اس وقت کبریٰ حد اوسط کے بعض افراد کے لئے حکم ثابت ہونے پر دلالت کرے گا تو اوسط کے بعض افراد محکوم علیہ نہیں ہوں گے پس اکبر کا حکم اصغر کی طرف متعدی نہ ہوگا، اس لئے کہ ممکن ہے کہ اصغر حد اوسط کے ان بعض افراد میں سے نہ ہو جن پر اکبر کا حکم ثابت ہے، لہٰذا اس صورت میں نتیجہ لازم نہ ہوگا جیسے کل انسان حیوانٌ وبعض الحیوان فرس، دیکھئے یہ دونوں قضیے صادق ہیں لیکن دوسرے مقدم میں چونکہ حد اوسط کے وہ بعض افراد جن پر اکبر کا حکم ہے پہلے مقدمہ میں اصغر یعنی انسان حد اوسط کے ان بعض افراد میں سے نہیں ہے اس لئے نتیجہ صادق نہ ہوگا، بلکہ کاذب ہوگا اور وہ ہے بعض الانسان فرس۔

وَضُرُوبُهُ النَّاتِجَةُ بِاِعْتِبَارِ هٰذَيْنِ الشَّرْطَيْنِ اَرْبَعَةٌ لِاَنَّ الضُّرُوبَ الْمُمْكِنَةَ الْاِنْعِقَادُ فِي كُلِّ شَكْلٍ سِتَّةَ عَشَرَ فَاِنَّكَ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ الْقَضِيَّةَ مُنْحَصِرَةٌ فِي الشَّخْصِيَّةِ وَ الْمَحْصُورَةِ وَ الْمُهْمَلَةِ لٰكِنَّ الشَّخْصِيَّةَ مَنْزِلَةٌ مَنْزِلَةَ الْكُلِّيَّةِ لِاِنْتَاجِهَا فِي كُبْرىٰ هٰذَا الشَّكْلِ فَاِذَا قُلْنَا هٰذَا زَيْدٌ وَ زَيْدٌ اِنْسَانٌ يُنْتِجُ بِالضَّرُورَةِ هٰذَا اِنْسَانٌ وَ الْمُهْمَلَةُ فِي قُوَّةِ الْجُزْئِيَّةِ فَالْقَضِيَّةُ الْمُعْتَبَرَةُ لَيْسَتْ اِلَّا الْمَحْصُورَةُ وَ هِيَ اَرْبَعَةٌ الْكُلِّيَّتَانِ وَ الْجُزْئِيَّتَانِ وَ هِيَ مُعْتَبَرَةٌ فِي الصُّغْرىٰ وَ فِي الْكُبْرىٰ فَاِذَا قَرَنْتَ اِحْدَى الصُّغْرَيَاتِ الْاَرْبَعِ بِاِحْدَى الْكُبْرَيَاتِ الْاَرْبَعِ يَحْصُلُ فِيهِ سِتَّةَ عَشَرَ ضَرْبًا لٰكِنَّ اِشْتِرَاطَ الْاَمْرِ الْاَوَّلِ اَسْقَطَ ثَمَانِيَةَ اَضْرُبٍ الصُّغْرَيَانِ السَّالِبَتَانِ مَعَ الْكُبْرَيَاتِ الْاَرْبَعِ وَ الْاَمْرِ الثَّانِي اَرْبَعَةَ اَضْرُبٍ الصُّغْرَيَانِ الْمُوْجَبَتَانِ مَعَ الْجُزْئِيَّتَيْنِ فَلَمْ يَبْقَ اِلَّا اَرْبَعَةُ اَضْرُبٍ الْاَوَّلُ مِنْ مُوْجَبَتَيْنِ كُلِّيَّتَيْنِ يُنْتِجُ مُوْجَبَةً كُلِّيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ ج ب وَ كُلُّ ب ا فَكُلُّ ج ا اَلثَّانِي مِنْ كُلِّيَّتَيْنِ وَالصُّغْرىٰ مُوْجَبَةٌ كُلِّيَّةٌ وَ الْكُبْرىٰ سَالِبَةٌ كُلِّيَّةٌ يُنْتِجُ سَالِبَةً كُلِّيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ ج ب وَلَا شَيْءَ مِنْ ب ا فَلَا شَيْءَ مِنْ ج ا اَلثَّالِثُ مِنْ مُوْجَبَتَيْنِ وَ الصُّغْرىٰ جُزْئِيَّةٌ يُنْتِجُ مُوْجَبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا بَعْضُ ج ب وَ كُلُّ ب ا فَبَعْضُ ج ا اَلرَّابِعُ مِنْ مُوْجَبَةٍ جُزْئِيَّةٍ صُغْرىٰ وَ سَالِبَةٍ كُلِّيَّةٍ كُبْرىٰ يُنْتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا بَعْضُ ج ب وَ لَا شَيْءَ مِنْ ب ا فَلَيْسَ

بَعْضُ ج أ وَ نَتَائِجُ هٰذِهِ الضُّرُوْبِ بَيِّنَةٌ بِذَاتِهَا لَا تَحْتَاجُ إِلَى بُرْهَانٍ.

ترجمہ: اوران دونوں شرطوں کے اعتبار سے نتیجہ دینے والی ضربیں چار ہیں اس لئے کہ ممکنۃ الانعقاد ضربیں ہر شکل میں سولہ ہیں، کیوں کہ تو جان چکا ہے کہ قضیۂ شخصیہ، محصورہ اور مہملہ میں منحصر ہے، لیکن شخصیہ کلیہ کے درجہ میں ہے، کیوں کہ وہ اس شکل کے کبریٰ میں نتیجہ دیتا ہے، پس جب ہم کہیں هذا زيد وزيد انسان بداہۃً نتیجہ دے گا هذا إنسان، اور مہملہ جز ئیہ کی قوت میں ہے، تو قضیہ معتبرہ صرف محصورہ ہوا، اور وہ چار ہیں، دو کلیہ، اور دو جز ئیہ، اور یہ صغریٰ اور کبریٰ میں معتبر ہیں، پس جب چاروں صغریات میں سے ایک چاروں کبریات میں سے کسی ایک کے ساتھ مقترن ہو تو اس میں سولہ ضربیں حاصل ہوں گی، لیکن امر اوّل کے شرط ہونے نے آٹھ ضربوں کو ساقط کر دیا، یعنی، دو صغریٰ سالبہ کو کبریات اربع کے ساتھ، اور امر ثانی (کے شرط ہونے نے) چار ضربوں کو (ساقط کر دیا) یعنی دو صغریٰ موجبہ کو دو جز ئیہ کے ساتھ تو صرف چار ضربیں باقی رہ گئیں، اوّل دو موجبہ کلیہ سے یہ نتیجہ موجبہ کلیہ دے گی جیسے ہمارا قول كل ج ب و كل ب أ فكل ج أ، دوم: دو کلیہ سے درانحالیکہ صغریٰ موجبہ کلیہ ہو اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہو، سالبہ کلیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول كل ج ب ولا شيء من ب أ فلا شيء من ج أ، سوم: دو موجبہ سے درانحالیکہ صغریٰ جز ئیہ ہو، موجبہ جز ئیہ نتیجہ دے گی جیسے ہمارا قول بعض ج ب و كل ب أ فبعض ج أ، چہارم: صغریٰ موجبہ جز ئیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ سے، سالبہ جز ئیہ نتیجہ دے گی جیسے بعض ج ب ولا شيء من ب أ فليس بعض ج أ اوران ضربوں کے نتائج خود واضح ہیں، یہ دلیل کے محتاج نہیں ہیں۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے شکل اوّل کے نتیجہ دینے والی اور نہ دینے والی ضربیں بیان کی ہیں، یہ بات ذہن نشیں کر لیجیے کہ ہر شکل میں صغریٰ کو کبریٰ کے ساتھ ملانے سے عقلی طور پر سولہ ضربیں نکلتی ہیں، کیوں کہ ماقبل میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ قضیہ محصورہ کی چار قسمیں ہیں: ۱- موجبہ کلیہ۔ ۲- موجبہ جز ئیہ۔ ۳- سالبہ کلیہ۔ ۴- سالبہ جز ئیہ، چنانچہ صغریٰ اور کبریٰ میں سے ہر ایک یہ چاروں محصورات ہو سکتے ہیں، پس صغریٰ کی چاروں صورتوں کو کبریٰ کی چاروں صورتوں میں ضرب دینے سے سولہ ضربیں نکلیں گی، ان سولہ ضربوں میں جب شرائط کا لحاظ کیا جائے گا تو صرف چار ضربیں ایسی نکلیں گی جن میں نتیجہ دینے کی شرطیں پائی جائیں گی، اور یہ نتیجہ دیں گی، اور بارہ ضربیں صرف احتمال کے درجہ میں ہوں گی اور نتیجہ نہیں دیں گی، اور وہ بارہ ضربیں یہ ہیں ۱- صغریٰ سالبہ کلیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ ہو۔ ۲- صغریٰ سالبہ کلیہ اور کبریٰ موجبہ جز ئیہ ہو۔ ۳- صغریٰ سالبہ کلیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ۔ ۴- صغریٰ سالبہ کلیہ اور کبریٰ سالبہ جز ئیہ۔ ۵- صغریٰ سالبہ جز ئیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ۔ ۶- صغریٰ سالبہ جز ئیہ اور کبریٰ موجبہ جز ئیہ۔ ۷- صغریٰ سالبہ جز ئیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ۔ ۸- صغریٰ سالبہ جز ئیہ اور کبریٰ سالبہ جز ئیہ۔ ۹- کبریٰ موجبہ جز ئیہ اور صغریٰ موجبہ جز ئیہ۔ ۱۰- کبریٰ موجبہ جز ئیہ اور صغریٰ موجبہ کلیہ۔ ۱۱- کبریٰ سالبہ جز ئیہ اور صغریٰ موجبہ جز ئیہ۔ ۱۲- کبریٰ سالبہ جز ئیہ اور صغریٰ موجبہ کلیہ۔ مذکورہ بارہ ضربوں میں سے اوّل الذکر آٹھ ضربوں کو شرط اوّل یعنی صغریٰ کے موجبہ ہونے نے ساقط کر دیا، اور آخر الذکر چار ضربوں کو شرط ثانی یعنی کلیت کبریٰ نے ساقط کر دیا، جب یہ بارہ ضربیں ساقط ہو گئیں تو نتیجہ دینے والی ضربیں صرف چار رہ گئیں۔

۱- صغریٰ موجبہ کلیہ ہو اور کبریٰ بھی موجبہ کلیہ ہو، یہ ضرب موجبہ کلیہ نتیجہ دے گی، جیسے كل ج ب (صغریٰ) و كل ب أ (کبریٰ) دیکھئے یہاں دونوں موجبہ کلیہ ہے لہٰذا نتیجہ موجبہ کلیہ ہوگا، یعنی كل ج أ۔ ۲- صغریٰ موجبہ کلیہ ہو اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہو، یہ

ضرب سالبہ کلیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے کل ج ب (صغریٰ) ولا شیٔ من ب أ (کبریٰ) نتیجہ ہوگا لاشیٔ من ج أ ۔۳۔صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ ہو، نتیجہ موجبہ جزئیہ آئے گا جیسے بعض ج ب و کل ب أ نتیجہ ہوگا بعض ج أ ۔۴۔ صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہو، یہ سالبہ جزئیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے بعض ج ب ولاشیٔ من ب أ نتیجہ ہوگا لیس بعض ج أ ۔شارح کہتے ہیں کہ ان ضربوں کے نتائج بدیہی اور واضح ہیں ان کو ثابت کرنے کے لئے دلیل اور غور وفکر کی قطعاً ضرورت نہیں ہوتی۔

فانک قد علمت الخ اس عبارت سے شارح نے ضروب ممکنہ کے سولہ میں منحصر ہونے کی دلیل بیان کی ہے اور دلیل کے ضمن میں ایک اعتراض کا جواب بھی دیا ہے، اعتراض یہ ہوتا ہے کہ ضروب ممکنہ سولہ ہی نہیں ہیں بلکہ اس سے زائد ہیں، اس لئے کہ صغریٰ میں قضیہ شخصیہ اور مہملہ موجبہ وسالبہ اور محصورات اربعہ آٹھ احتمالات ہیں، اور یہی آٹھ احتمال کبریٰ میں ہیں اور آٹھ کو آٹھ میں ضرب دینے سے چونسٹھ ہوتی ہیں، نہ کہ سولہ لہٰذا ضروب ممکنہ کا سولہ میں انحصار صحیح نہیں؟ شارح اس کا جواب دے رہے ہیں کہ قضیہ شخصیہ کلیہ کے حکم میں ہے، کیوں کہ شکل اوّل کا کبریٰ اگر قضیہ شخصیہ ہو تو وہ بداہۃً نتیجہ دیتا ہے، اور قضیہ مہملہ جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے، تو قضایا معتبرہ صرف محصورات اربعہ ہوئے، لہٰذا صغریٰ اور کبریٰ میں محصورات اربعہ کے اعتبار سے ضروب ممکنہ سولہ ہوں گے، نہ کہ چونسٹھ۔

نقشہ شکل اوّل

نمبر شمار	صغریٰ	کبریٰ	مثال صغریٰ	مثال کبریٰ	نتیجہ	کیفیت
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	کل انسان حیوان	کل حیوان جسم	کل انسان جسم	شرائط موجود ہیں
۲	//	// جزئیہ			عقیم	کبریٰ کلیہ نہیں اس لئے عقیم ہے
۳	//	سالبہ کلیہ	کل انسان حیوان	لاشیٔ من الحیوان بحجر	لاشیٔ من الانسان بحجر	شرائط موجود ہیں
۴	//	// جزئیہ			عقیم	کبریٰ کلیہ نہیں اس لئے عقیم ہے
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	بعض الحیوان فرس	کل فرس صھال	بعض الحیوان صھال	شرائط موجود ہیں
۶	////	// جزئیہ			عقیم	کبریٰ کلیہ نہیں ہے اس لئے عقیم ہے
۷	////	سالبہ کلیہ	بعض الحیوان ناطق	لاشیٔ من الناطق بناھق	بعض الحیوان لیس بناھق	شرائط موجود ہیں
۸	////	// جزئیہ			عقیم	کبریٰ کلیہ نہیں ہے اس لئے عقیم ہے

۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ			عقیم	صغریٰ موجبہ نہیں اس لئے عقیم ہے
۱۰	////	//جزئیہ			//	صغریٰ موجبہ نہیں کبریٰ کلیہ نہیں اسلئے عقیم ہے
۱۱	////	سالبہ کلیہ			//	صغریٰ موجبہ نہیں اس لئے عقیم ہے
۱۲	////	//جزئیہ			عقیم	صغریٰ موجبہ کبریٰ کلیہ نہیں اس لئے عقیم ہے
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ			عقیم	صغریٰ موجبہ نہیں اس لئے عقیم ہے
۱۴	////	//جزئیہ			عقیم	صغریٰ موجبہ اور کبریٰ کلیہ نہیں اسلئے عقیم ہے
۱۵	////	سالبہ کلیہ			عقیم	صغریٰ موجبہ نہیں اس لئے عقیم ہے
۱۶	////	//جزئیہ			عقیم	صغریٰ موجبہ کبریٰ کلیہ نہیں اس لئے عقیم ہے

فائدہ: یہ بات دل میں نقش کر لیجئے کہ موجبہ کلیہ نتیجہ آنا صرف شکل اوّل ہی کی خصوصیت ہے، اسی طرح قضیہ محصورہ کی چاروں قسمیں موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ نتیجہ آنا اسی شکل کی خصوصیات ہے اس کے علاوہ باقی تین شکلوں میں موجبہ کلیہ نتیجہ نہیں آتا، اسی طرح ان تین شکلوں میں محصورہ کی چاروں قسمیں نتیجہ میں نہیں آتیں بلکہ بعض آتی ہیں بعض نہیں۔

وَاعْلَمْ اَنَّ هٰهُنَا كَيْفِيَّتَيْنِ اِيْجَابٌ وَسَلْبٌ وَ اَشْرَفُهُمَا الْاِيْجَابُ لِاَنَّهٗ وَجُوْدٌ وَ السَّلْبُ عَدَمٌ وَ الْوُجُوْدُ اَشْرَفُ وَ كَمِّيَّتَيْنِ الْكُلِّيَّةِ وَ الْجُزْئِيَّةِ وَ اَشْرَفُهُمَا الْكُلِّيَّةُ لِاَنَّهٗ اَضْبَطُ وَ اَنْفَعُ فِي الْعُلُوْمِ وَ اَخَصُّ مِنَ الْجُزْئِيَّةِ وَ الْاَخَصُّ لِاِشْتِمَالِهَا عَلٰى اَمْرٍ زَائِدٍ اَشْرَفُ فَعَلٰى هٰذَا يَكُوْنُ الْمُوْجِبَةُ الْكُلِّيَّةُ اَشْرَفَ الْمَحْصُوْرَاتِ لِاِشْتِمَالِهَا عَلَى الشَّرَفَيْنِ وَ اَخَسُّهَا السَّالِبَةُ الْجُزْئِيَّةُ لِاِحْتِوَائِهَا عَلَى الْخِسَّتَيْنِ وَ السَّالِبَةُ الْكُلِّيَّةُ اَشْرَفُ مِنَ الْمُوْجِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ لِاَنَّ شَرَفَ السَّلْبِ الْكُلِّيِّ بِاعْتِبَارِ الْكُلِّيَّةِ وَ شَرَفَ الْاِيْجَابِ الْجُزْئِيِّ بِحَسْبِ الْاِيْجَابِ وَ شَرَفَ الْاِيْجَابِ مِنْ جِهَةٍ وَاحِدَةٍ وَ شَرَفَ الْكُلِّيَّةِ مِنْ جِهَاتٍ مُتَعَدِّدَةٍ وَ لَمَّا كَانَ الْمقصد مِنَ الْاَقْيِسَةِ نَتَائِجَهَا رُتِّبَتْ بِاِعْتِبَارِ تَرْتِيْبِ نَتَائِجِهَا شَرَفًا فَقُدِّمَ الْمُنْتِجُ لِلْاَشْرَفِ عَلٰى غَيْرِهٖ.

ترجمہ: اور جان تو کہ یہاں دو کیفیتیں ہیں ایجاب وسلب، اور ان دونوں میں اشرف ایجاب ہے، اس لئے کہ وہ وجود ہے اور سلب عدم ہے، اور وجود اشرف ہے، اور دو کمیت ہیں، کلیت اور جزئیت، اور ان دونوں میں اشرف کلیہ ہے، اس لئے کہ یہ اضبط ہے اور علوم میں انفع ہے اور جزئیہ سے اخص ہے، اور اخص امر زائد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اشرف ہے، لہٰذا اس بناء پر محصورات میں اشرف موجبہ کلیہ ہے کیوں کہ یہ دو شرفوں پر مشتمل ہے، اور سالبہ جزئیہ سب سے ارذل ہے، اس لئے کہ وہ دو خستوں پر مشتمل ہے، اور سالبہ کلیہ موجبہ جزئیہ سے اشرف ہے اس لئے کہ سلب کلی کا شرف کلیہ کے اعتبار سے ہے، اور ایجاب جزئی کا شرف ایجاب کے اعتبار سے ہے، اور ایجاب کا شرف ایک جہت سے ہے اور کلیت کا شرف مختلف جہات سے ہے، اور جب قیاسات سے مقصود چونکہ ان کے نتائج ہیں اس لئے نتائج کے شرف کی ترتیب کے اعتبار سے ضروب کو مرتب کیا گیا، پس اشرف کا نتیجہ دینے والی ضرب کو اس کے علاوہ پر مقدم کیا گیا۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے شکل کے ضروب کی ترتیب کی وجہ بیان کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں دو کیفیتیں ہیں: ۱- ایجاب ۲- سلب، اور ان دونوں میں اشرف اور عمدہ ایجاب ہے، اس لئے کہ ایجاب وجود ہے اور سلب عدم ہے، اور کمالات کا ترتب چونکہ وجود پر ہوتا ہے اس لئے وجود اشرف ہے، اور جب وجود اشرف ہے تو ایجاب اشرف ہوا۔ اور دو کمیتیں ہیں: ۱- کلیہ ۲- جزئیہ، اور ان دونوں میں کلیہ اشرف ہے کیوں کہ یہ اضبط ہے اور علوم میں انفع ہے اور جزئیہ سے اخص ہے، اور اخص امر زائد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اشرف ہوتا ہے، پس محصورات میں سب سے اشرف موجبہ کلیہ ہے، اس لئے کہ وجود اور اضبط دو شرفوں پر مشتمل ہے، اور سالبہ جزئیہ سب سے ارذل اور گھٹیا ہے کیوں کہ یہ عدم اور جزئیت دو خستوں پر مشتمل ہے، اور سالبہ کلیہ موجبہ جزئیہ سے اشرف ہے اس لئے کہ ایجاب جزئی میں شرف ایک جہت یعنی وجود کے اعتبار سے ہے، اور کلیت میں مختلف جہات سے شرافت ہے، کیوں کہ وہ اضبط بھی ہے اور انفع بھی ہے، اور امر زائد پر مشتمل ہے، پھر قیاسات سے مقصود چونکہ نتائج ہیں اس لئے ضروب کی ترتیب نتائج کی شرافت کی ترتیب پر مبنی ہے لہٰذا جس ضرب کا نتیجہ اشرف ہے اس کو مقدم کیا اور جس ضرب کا نتیجہ ارذل اور اخس ہے اس کو مؤخر کیا۔

اور ضروب نتیجہ میں سے چونکہ ضرب اوّل کا نتیجہ سب سے زیادہ اشرف ہے اس لئے اس کو مقدم یا اور ضرب ثانی کا نتیجہ اسی طرح ضرب ثالث کا نتیجہ چونکہ من وجہ اشرف اور من وجہ اخس ہے، ضرب ثانی کا نتیجہ سالبہ کلیہ آتا ہے تو یہ کلیت کے اعتبار سے اشرف ہے اور سلب کی وجہ سے اخس ہے اور ضرب ثالث کا نتیجہ موجبہ جزئیہ آتا ہے تو یہ ایجاب کے اعتبار سے تو اشرف ہے، لیکن چونکہ یہ جزئیت پر مشتمل ہے اس لئے اخس ہے، اور موجبہ جزئیہ کی شرافت صرف ایک وجہ سے ہے یعنی وجود کے اعتبار سے اور سالبہ کلیہ کی شرافت چند وجہوں سے ہے۔ ۱- کلیہ اضبط ہوتا ہے ۲- انفع ہوتا ہے ۳- امر زائد پر مشتمل ہوتا ہے، اسی لئے ضرب ثانی کو ضرب ثالث پر مقدم کیا گیا ہے اور ضرب رابع کا نتیجہ چونکہ کسی اعتبار سے اشرف نہیں ہے اس لئے اس کو سب کے بعد ذکر کیا گیا۔

قال وَ اَمَّا الشَّكْلُ الثَّانِي فَشَرْطُهُ اِخْتِلَافُ مُقَدَّمَتَيْهِ بِالْكَيْفِ وَ كُلِّيَّةُ الْكُبْرٰى وَ اِلَّا لَحَصَلَ الْاِخْتِلَافُ الْمُوجِبُ لِعَدَمِ الْاِنْتَاجِ وَهُوَ صِدْقُ الْقِيَاسِ مَعَ اِيْجَابِ النَّتِيْجَةِ تَارَةً وَ مَعَ سَلْبِهَا اُخْرٰى اَقُوْلُ لِاِنْتَاجِ الشَّكْلِ الثَّانِي اَيْضًا شَرْطَانِ بِحَسْبِ الْكَيْفِيَّةِ وَ الْكَمِّيَّةِ اَمَّا بِحَسْبِ الْكَيْفِيَّةِ فَاِخْتِلَافُ مُقَدَّمَتَيْهِ فِي الْكَيْفِ بِاَنْ يَكُوْنَ اِحْدٰهُمَا مُوْجِبَةً وَ الْاُخْرٰى سَالِبَةً وَ اَمَّا بِحَسْبِ الْكَمِّيَّةِ فَكُلِّيَّةُ الْكُبْرٰى وَ ذٰلِكَ لِاَنَّهُ

لَو لَمْ يَتحَقَّقْ اَحَدُ الشَّرطَيْنِ لَحصَلَ الاِخْتِلاَفُ المُوجِبُ لِعَدَمِ الاِنْتَاجِ وَ هُوَ صِدقُ القِيَاسِ تَارَةً مَعَ الاِيجَابِ وَ اُخرىٰ مَعَ السَّلبِ وَ الاِخْتِلاَفُ مُوجِبٌ لِلعَقمِ اَمَّا لُزُومُ الاِخْتِلاَفِ عَلىٰ تَقْدِيرِ اِنْتِفَاءِ الشَّرطِ الاَوَّلِ فَلِاَنَّهُ لَوِ اتَّفَقَتِ المُقَدَّمَتَانِ فِي الكَيْفِ فَاَمَّا اَنْ تَكُونَا مُوجَبَتَيْنِ اَوْ سَالِبَتَيْنِ وَ اَيًّا مَا كَانَ يَتَحَقَّقُ الاِخْتِلاَفُ اَمَّا اِذَا كَانَتَا مُوجَبَتَيْنِ فَلِاَنَّهُ يَصدُقُ كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ وَ كُلُّ نَاطِقٍ حَيَوَانٌ وَ الحَقُّ الاِيجَابُ وَ لَوْ بَدَّلْنَا الكُبرىٰ بِقَولِنَا وَ كُلُّ فَرَسٍ حَيَوَانٌ كَانَ الحَقُّ السَّلبَ وَ اَمَّا اِذَا كَانَتَا سَالِبَتَيْنِ فَلِصِدقِ قَولِنَا لاَشَيْءَ مِنَ الاِنْسَانِ بِحَجَرٍ وَ لاَشَيْءَ مِنَ الفَرَسِ بِحَجَرٍ فَالحَقُّ السَّلبُ وَ لَوْ قُلْنَا وَلاَ شَيْءَ مِنَ النَّاطِقِ بِحَجَرٍ فَالحَقُّ الاِيجَابُ وَ اَمَّا لُزُومُ الاِخْتِلاَفِ عَلىٰ تَقْدِيرِ اِنْتِفَاءِ الشَّرطِ الثَّانِي فَلِاَنَّهُ لَوْ كَانَتِ الكُبرىٰ جُزْئِيَّةً فَهِيَ اِمَّا اَنْ تَكُونَ مُوجَبَةً اَوْ سَالِبَةً وَ عَلىٰ كِلاَ التَّقْدِيرَيْنِ يَتَحَقَّقُ الاِخْتِلاَفُ اَمَّا عَلىٰ تَقْدِيرِ اِيجَابِهَا فَلِصِدقِ قَولِنَا لاَ شَيْءَ مِنَ الاِنْسَانِ بِفَرَسٍ وَ بَعضُ الحَيَوَانِ فَرَسٌ وَ الصَّادِقُ الاِيجَابُ وَ لَوْ بَدَّلْنَا الكُبرىٰ بِقَولِنَا وَ بَعضُ الصَّاهِلِ فَرَسٌ كَانَ الصَّادِقُ السَّلبُ وَ اَمَّا عَلىٰ تَقْدِيرِ سَلْبِهَا فَلِصِدقِ قَولِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ وَ بَعضُ الجِسْمِ لَيْسَ بِحَيَوَانٍ وَ الصَّادِقُ الاِيجَابُ اَوْ بَعضُ الحَجَرِ لَيْسَ بِحَيَوَانٍ وَ الحَقُّ السَّلبُ وَ اَمَّا اَنَّ الاِخْتِلاَفَ مُوجِبٌ لِعَقمِ القِيَاسِ فَلِاَنَّهُ لَمَّا صَدَقَ مَعَ الاِيجَابِ لَمْ يَكُنْ مُنْتِجاً لِلسَّلبِ وَ لَمَّا صَدَقَ مَعَ السَّلبِ لَمْ يَكُنْ مُنْتِجًا لِلاِيجَابِ لِاَنَّ المَعْنىٰ بِالاِنْتَاجِ اِسْتِلزَامُ القِيَاسِ لِاَحَدِهِمَا عَلىٰ التَّعْيِينِ

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور بہر حال شکل ثانی تو اس کی شرط اس کے دونوں مقدموں کا کیف میں مختلف ہونا اور کبریٰ کا کلیہ ہونا ہے ورنہ تو ایسا اختلاف حاصل ہوگا جو نتیجہ نہ دینے کو واجب کرے گا، اور وہ قیاس کا صادق ہونا ہے کبھی نتیجہ کے ایجاب کے ساتھ اور کبھی اس کے سلب کے ساتھ۔ میں کہتا ہوں کہ شکل ثانی کے نتیجہ دینے کے لئے بھی کیفیت اور کمیت کے اعتبار سے دو شرطیں ہیں، بہر حال کیفیت کے اعتبار سے تو اس کے دونوں مقدموں کا کیف میں مختلف ہونا ہے، بایں طور کہ ان میں سے ایک موجبہ ہو اور دوسرا سالبہ ہو، اور بہر حال کمیت کے اعتبار سے تو کبریٰ کا کلیہ ہونا ہے اور یہ اس لئے ہے کہ اگر دونوں شرطوں میں سے کوئی ایک متحقق نہ ہو تو ایسا اختلاف حاصل ہوگا جو عدم انتاج کا موجب ہے، اور وہ ایجاب کے ساتھ کبھی قیاس کا صادق ہونا ہے اور کبھی سلب کے ساتھ، اور اختلاف موجب عقم ہے، بہر حال شرط اوّل کے انتفاء کی تقدیر پر اختلاف کا لازم ہونا تو اس لئے ہے کہ اگر دونوں مقدمہ کیف میں متفق ہوں تو دونوں موجبہ ہوں گے یا سالبہ اور جونسی بھی صورت ہو اختلاف متحقق ہوگا، بہر حال جبکہ دونوں موجبہ ہوں تو اس لئے کہ کل انسان ناطق اور کل ناطق حیوان صادق ہے اور حق ایجاب ہے، اور اگر ہم کبریٰ کو اپنے قول کل فرس حیوان سے بدل دیں تو حق سلب ہوگا اور بہر حال جبکہ دونوں سالبہ ہوں تو اس لئے کہ ہمارا قول لاشیٔ من الانسان بحجر اور لاشیٔ من الفرس بحجر صادق ہے، اور حق سلب ہے اور اگر ہم کہیں ولاشیٔ من الناطق بحجر تو حق ایجاب ہے، اور بہر حال شرط ثانی کے انتفاء کی تقدیر پر اختلاف کا لزوم تو اس لئے ہے کہ اگر کبریٰ جزئیہ ہو تو وہ یا موجبہ ہوگا یا سالبہ اور ان دونوں صورت پر اختلاف متحقق ہوگا، اور بہر حال اس کے موجبہ ہونے کی تقدیر پر تو اس لئے ہے کہ ہمارا قول لاشیٔ

من الانسان بفرس اور بعض الحیوان فرس صادق ہے، اور صادق ایجاب ہے، اور اگر ہم کبریٰ کو اپنے قول وبعض الصاهل فرس سے بدل دیں تو صادق سلب ہوگا، اور بہر حال اس کے سالبہ ہونے کی تقدیر پر تو اس لئے ہے کہ ہمارا قول کل انسان حیوان اور بعض الجسم لیس بحیوان صادق ہے اور صادق ایجاب ہے، یا بعض الحجر لیس بحیوان ہو تو حق سلب ہے، اور بہر حال اختلاف قیاس کے عقم کا موجب ہونا تو اس لئے ہے کہ جب ایجاب کے ساتھ صادق ہو تو منتج سلب نہ ہوگا، اور جب سلب کے ساتھ صادق ہو تو منتج ایجاب نہ ہوگا، اس لئے کہ انتاج سے مراد قیاس کا ان میں سے کسی ایک کو بالتعیین مستلزم ہونا ہے۔

تشریح: جب مصنف شکل اوّل کے نتیجہ دینے کی شرطیں اور ان کی ضروب منتجہ وعقیمہ بیان کر چکے تو اب یہاں سے شکل ثانی کے نتیجہ دینے کی شرطیں بیان کر رہے ہیں۔

شکل ثانی کے نتیجہ دینے کی شرطیں: شکل ثانی کے نتیجہ دینے کے لئے دو شرطیں ہیں: ۱- کیفیت کے اعتبار سے دونوں مقدموں کا مختلف ہونا یعنی صغریٰ و کبریٰ کا ایجاب وسلب میں مختلف ہونا یعنی اگر صغریٰ موجبہ ہو تو کبریٰ کا سالبہ ہونا ضروری ہے، اور صغریٰ اگر سالبہ ہو تو کبریٰ کا موجبہ ہونا ضروری ہے۔ ۲- دوسری شرط یہ ہے کہ کمیت یعنی کلیت اور جزئیت کے اعتبار سے کبریٰ کا کلیہ ہونا ضروری ہے، صغریٰ خواہ کلیہ ہو یا جزئیہ۔ اب رہا یہ سوال کہ ان دونوں شرطوں کا ہونا کیوں ضروری ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں شرطیں اس لئے ضروری ہیں کہ اگر ان کا اعتبار نہ کیا جائے تو نتیجہ میں اختلاف ہوگا، یعنی ایک ہی ضرب میں قیاس تو صادق ہوگا مگر نتیجہ کبھی موجبہ ہوگا اور کبھی سالبہ ہوگا، حالانکہ ایک ضرب کا ایک خاص نتیجہ ہونا چاہئے اور اختلاف نتیجہ دلیل ہے قیاس کے منتج نہ ہونے کی۔

اس مقام پر دو دعویٰ ہیں۔ ایک دعویٰ یہ ہے کہ دو شرطوں میں سے ایک شرط بھی اگر مفقود ہوگی تو نتیجہ میں اختلاف ہو جائے گا، دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ نتیجہ میں اختلاف عدم انتاج کی دلیل ہے دونوں دعووں کو شارح بالتفصیل ثابت کر رہے ہیں کہ اگر شرط اوّل یعنی ایجاب وسلب میں مختلف ہونے کی شرط نہ پائی جائے تو اس وقت نتیجہ میں اختلاف ہوگا، یعنی نتیجہ کبھی موجبہ ہوگا اور کبھی سالبہ ہوگا، خواہ دونوں مقدمہ موجبہ ہوں یا دونوں سالبہ ہوں، دونوں کے موجبہ ہونے کی صورت میں بھی نتیجہ میں اختلاف ہوگا، جیسے جب کہا جائے کل انسان حیوان (صغریٰ) و کل ناطق حیوان (کبریٰ) دیکھئے یہ شکل ثانی کی ایک ضرب ہے جو صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ سے مرکب ہے، اور قیاس بالکل صحیح اور درست ہے، پس اس وقت نتیجہ موجبہ کلیہ ہوگا، یعنی کل انسان ناطق، پھر صغریٰ تو بعینہٖ جوں کا توں ہو اور کبریٰ بدل جائے اور دونوں موجبہ ہوں، ایجاب وسلب میں مختلف ہونے کی شرط نہ پائی جاوے تو اس وقت نتیجہ سالبہ ہوگا، جیسے کل انسان حیوان و کل فرس حیوان، دیکھئے یہ وہی ضرب ہے جو اوپر ذکر کی گئی یعنی یہ بھی صغریٰ موجبہ اور کبریٰ موجبہ سے مرکب ہے، لیکن یہاں نتیجہ سالبہ کلیہ ہوگا، یعنی لاشیٔ من الانسان بفرس، اس لئے کہ اگر نتیجہ سالبہ نہ ہو بلکہ موجبہ ہو یعنی کل انسان فرس تو یہ غلط ہوگا، کیوں کہ اس سے سارے انسان کا گھوڑا ہونا لازم آئے گا، حالانکہ انسان کے افراد میں سے کوئی بھی گھوڑا نہیں ہے، تو دیکھئے دونوں مثالوں میں ضرب ایک ہی ہے مگر پہلی مثال میں نتیجہ موجبہ کلیہ آیا اور دوسری مثال میں سالبہ حالانکہ سالبہ نتیجہ آنا غلط ہے کیوں کہ صغریٰ اور کبریٰ دونوں موجبہ ہیں اور صغریٰ و کبریٰ جب دونوں موجبہ ہوں تو نتیجہ بھی موجبہ ہوتا ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ ایجاب اور سلب میں مختلف ہونے کی شرط نہ پائی جانے کی وجہ سے نتیجہ میں اختلاف ہوتا ہے اور نتیجہ کا اختلاف اصول منطق کے پیش نظر قیاس کے نتیجہ نہ دینے کی دلیل ہے۔

اسی طرح اگر دونوں مقدمہ سالبہ ہوں تو اس صورت میں بھی نتیجہ میں اختلاف ہوگا، جیسے لاشیء من الانسان بحجر (صغریٰ) ولاشیء من الفرس بحجر (کبریٰ) نتیجہ سالبہ کلیہ ہوگا یعنی لاشیء من الانسان بفرسٍ، اور اگر کبریٰ بدل دیا جائے اور کہا جائے، لاشیء من الانسان بحجر و لا شیء من الناطق بحجرٍ تو نتیجہ موجبہ کلیہ ہوگا یعنی کل انسان ناطقٌ تو دیکھئے دونوں مثالوں میں ضرب ایک ہی ہے مگر پہلی مثال میں نتیجہ سالبہ کلیہ آیا اور دوسری مثال میں نتیجہ موجبہ کلیہ آیا، حالانکہ موجبہ کلیہ یہاں نتیجہ آنا غلط ہے، کیوں کہ دونوں مقدمہ سالبہ ہیں، اور جب دونوں سالبہ ہوں تو نتیجہ سالبہ ہوتا ہے نہ کہ موجبہ، لہٰذا معلوم ہوا کہ ایجاب وسلب میں مختلف نہ ہونے کی صورت میں نتیجہ میں اختلاف ہوتا ہے، اور نتیجہ میں اختلاف ہونا اصول منطق کے پیش نظر نتیجہ نہ دینے کی دلیل ہے۔

اور دوسری شرط یعنی کبریٰ اگر کلیہ نہ ہو تو اس صورت میں بھی نتیجہ میں اختلاف ہوگا، جیسے کل حمار ناھق (صغریٰ) وبعض الصاھل لیس بناھقٍ (کبریٰ) نتیجہ ہوگا بعض الحمار لیس بصاھل اور اگر صغریٰ جوں کا توں باقی رہے اور کبریٰ میں تبدیلی ہو جائے اور قیاس کی ترتیب اس طرح ہو، کل حمارٍ ناھق (صغریٰ) وبعض الحمار لیس بناھق (کبریٰ) تو نتیجہ موجبہ جزئیہ ہوگا، بعض الحمار حیوان، اس لئے کہ اگر نتیجہ موجبہ نہ ہو بلکہ سالبہ ہو تو اس طرح ہوگا بعض الحمار لیس بحیوانٍ اور یہ بالکل غلط ہے، تو دیکھئے ان دونوں مثالوں کی ضرب ایک ہے یعنی دونوں مثالوں میں صغریٰ موجبہ کلیہ ہے اور کبریٰ سالبہ جزئیہ ہے مگر پہلی مثال میں نتیجہ موجبہ آیا، اور دوسری مثال میں سالبہ آیا اور یہ نتیجہ کا اختلاف اس وجہ سے ہوا کہ یہاں شکل ثانی کے نتیجہ دینے کی دوسری شرط یعنی کبریٰ کا کلیہ ہونا نہیں پایا گیا، لہٰذا معلوم ہوا کہ کبریٰ کا کلیہ نہ ہونا اختلاف نتیجہ کو ثابت کرتا ہے، اور اختلاف نتیجہ نہ دینے کی دلیل ہے۔

دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ جب نتیجہ میں اختلاف ہوگا تو قیاس نتیجہ نہیں دے گا۔

شارح أما ان الاختلاف موجب لعقم القیاس الخ سے اس کی دلیل بیان کرر ہے ہیں کہ کسی قیاس کے نتیجہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ خاص نتیجہ اس قیاس کیلئے لازم اور ضروری ہے، اور اس میں کوئی تخلف نہیں ہے اور اختلاف کی صورت میں نتیجہ کبھی موجبہ ہوگا اور کبھی سالبہ ہوگا تو جب ایجاب صادق ہوگا تو سلب صادق نہ ہوگا، اور جب سلب صادق ہوگا تو ایجاب صادق نہ ہوگا پس ایجاب وسلب میں سے کوئی قیاس کو لازم نہ ہوگا، اور جب ان دونوں میں سے کوئی قیاس کو لازم نہ ہوگا تو نتیجہ بھی قیاس کو لازم نہ ہوگا حالانکہ نتیجہ لازم ہوتا ہے۔

قَالَ وَ ضُرُوْبُهُ النَّاتِجَةُ اَیضًا اَرْبَعَةٌ الاَوَّلُ مِنْ كُلِّيَّتَيْنِ وَ الصُّغرىٰ مُوجبَةٌ يُنْتِجُ سَالِبَةً كُلِّيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ جَ بَ وَ لَاشَيْءَ مِنْ اَبَ فَلاَ شَيْءَ مِنْ جَ اَ بِالْخُلْفِ وَ هُوَ ضَمُّ نَقِيْضِ النَّتِيْجَةِ اِلَى الكُبرىٰ لِيُنْتِجَ نَقِيْضَ الصُّغرىٰ وَ بِانْعِكَاسِ الكُبرىٰ لِيَرْتَدَّ اِلَى الشَّكْلِ الاَوَّلِ الثَّانِيْ مِنْ كُلِّيَّتَيْنِ وَ الكُبرىٰ كُلِّيَّةٌ مُوجبَةٌ يُنْتِجُ سَالِبَةً كُلِّيَّةً كَقَوْلِنَا لَاشَيْءَ مِنْ جَ بَ وَ كُلُّ اَ بَ فَلاَ شَيْءَ مِنْ جَ آ بِالخُلْفِ وَ بِعَكْسِ الصُّغرىٰ وَ جَعْلِهَا كُبرىٰ ثُمَّ عَكْسُ النَّتِيْجَةِ الثَّالِثُ مِنْ مُوجبَةٍ جُزْئِيَّةٍ صُغرىٰ وَ سَالِبَةٍ كُلِّيَّةٍ كُبرىٰ يُنْتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا بَعْضُ جَ بَ وَلاَ شَيْءَ مِنْ اَبَ فَلَيْسَ بعضُ جَ اَ بِالخُلْفِ وَ بِعَكْسِ الكُبرىٰ لِيَرْجِعَ اِلَى الاَوَّلِ وَ نَفْرِضُ مَوْضُوْعَ الجُزْئِيَّةِ دَ فَكُلُّ دَ بَ وَلاَ شَيْءَ مِنْ اَ بَ فَلاَ شَيْءَ مِنْ دَ اَ ثُمَّ نَقُوْلُ بَعْضُ جَ دَ وَ لاَ شَيْءَ مِنْ دَ آ فَبَعْضُ جَ لَيْسَ اَ الرَّابِعُ مِنْ سَالِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ صُغرىٰ وَ مُوجِبَةٍ

كُلِّيَّةٍ كُبرىٰ يُنْتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَولِنَا بَعْضُ جَ لَيسَ بَ وَ كُلُّ اَ بَ فَبَعْضُ جَ لَيْسَ اَ بِالخُلْفِ وَ الاِفْتِرَاضِ اِنْ كَانَتِ السَّالِبَةُ مُرَكَّبَةً.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اوراس کی ضروب منتجہ بھی چار ہیں اوّل دو کلیہ سے اور صغریٰ موجبہ ہو، یہ ضرب سالبہ کلیہ نتیجہ دے گی جیسے ہمارا قول کل ج ب و لا شيء من أ ب، فلا شيء من ج أ دلیل خلف سے اور نتیجہ کی نقیض کو کبریٰ کے ساتھ ملانا ہے تاکہ صغریٰ کی نقیض کا نتیجہ دے اور دلیل انعکاس سے تاکہ شکل اوّل کی طرف منتقل ہو جائے، دوم: دو کلیہ سے درانحالیکہ موجبہ کلیہ ہو، سالبہ کلیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول لا شيء من ج ب و کل أ ب فلا شيء من ج أ دلیل خلف سے، اور عکسِ صغریٰ سے اور اس کے کبریٰ بنانے سے پھر نتیجہ کو عکس کرنے سے، سوم: صغریٰ موجبہ جزئیہ سے اور کبریٰ سالبہ کلیہ سے، سالبہ جزئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول بعض ج ب و لا شيء من أ ب فلیس بعض ج أ دلیل خلف ۔اور عکسِ کبریٰ سے تاکہ اوّل کی طرف لوٹ جائے، اور ہم جزئیہ کے موضوع کو "د" فرض کریں گے فکل د ب و لا شيء من أ ب فلا شيء من د أ، پھر ہم کہیں گے بعض ج د و لا شيء من د أ فبعض ج لیس أ چہارم: صغریٰ سالبہ جزئیہ سے اور کبریٰ موجبہ کلیہ سے سالبہ جزئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول بعض ج لیس ب و کل أ ب فبعض ج لیس أ دلیل خلف اور افتراض سے اگر سالبہ مرکبہ ہو۔

اَقُوْلُ الضُّرُوبُ الْمُنْتِجَةُ فِي الشَّكْلِ الثَّانِيْ بِحَسْبِ مُقْتَضَى الشَّرْطَيْنِ اَيْضًا اَرْبَعَةٌ لِاَنَّهٗ تَسْقُطُ بِاعْتِبَارِ الشَّرْطِ الاَوَّلِ ثَمَانِيَةُ اَضْرُبِ السَّالِبَتَانِ وَ المُوجِبَتَانِ الكُلِّيَّتَانِ وَالجُزْئِيَّتَانِ وَ المُخْتَلِفَتَانِ وَ بِاعْتِبَارِ الشَّرْطِ الثَّانِي اَرْبَعَةٌ اُخْرىٰ الكُبْرىٰ المُوجِبَةُ الجُزْئِيَّةُ مَعَ السَّالِبَتَيْنِ وَ الجُزْئِيَّةُ السَّالِبَةُ مَعَ المُوْجِبَتَيْنِ فَبَقِيَتِ الضُّرُوبُ النَّاتِجَةُ اَرْبَعَةً اَلاَوَّلُ مِنْ كُلِّيَّتَيْنِ وَ الكُبْرىٰ سَالِبَةٌ كُلِّيَّةٌ يُنْتِجُ سَالِبَةً كُلِّيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ جَ بَ وَلاَ شَيْءَ مِنْ اَ بَ فَلاَ شَيْءَ مِنْ جَ اَ بَيَانُهٗ بِالخُلْفِ وَ العَكْسِ اِمَّا الخُلْفُ فَهُوَ فِي هٰذَا الشَّكْلِ اَنْ يُؤخَذَ نَقِيْضُ النَّتِيْجَةِ وَ يُجْعَلَ الصُّغْرىٰ لِاَنَّ نَتَائِجَ هٰذَا الشَّكْلِ سَالِبَةٌ فَنَقِيْضُهَا وَ هُوَ المُوْجِبَةُ يَصْلُحُ لِصُغْرَوِيَّةِ الشَّكْلِ الاَوَّلِ وَ يُجْعَلُ الكُبْرىٰ القِيَاسُ كُبْرىٰ لِاَنَّهَا لِكُلِّيَّتِهَا تَصْلُحُ لِكُبْرَوِيَّةِ الشَّكْلِ الاَوَّلِ فَيَنْتَظِمُ مِنْهُمَا قِيَاسٌ فِي الشَّكْلِ الاَوَّلِ يُنْتِجُ لِمَا يُنَاقِضُ الصُّغْرىٰ فَيُقَالُ لَوْ لَمْ يَصْدُقْ لاَ شَيْءَ مِنْ جَ اَ لَصَدَقَ بَعْضُ جَ اَ وَ نَضُمُّهٗ اِلَى الكُبْرىٰ هٰكَذَا بَعْضُ جَ اَ وَلاَ شَيْءَ مِنْ اَ بَ يُنْتِجُ مِنَ الشَّكْلِ الاَوَّلِ بَعْضُ جَ لَيْسَ بَ وَ قَدْ كَانَ الصُّغْرىٰ كُلُّ جَ بَ هٰذَا خُلْفٌ وَ الخُلْفُ لاَ يَلْزَمُ مِنَ الصُّوْرَةِ لِاَنَّهَا بَدِيْهِيَّةُ الاِنْتَاجِ فَيَكُوْنُ مِنَ المَادَّةِ وَلَيْسَ مِنَ الكُبْرىٰ لِاَنَّهَا مَفْرُوْضَةُ الصِّدْقِ فَتَعَيَّنَ اَنْ يَكُوْنَ مِنْ نَقِيْضِ النَّتِيْجَةِ فَيَكُوْنُ مُحَالاً فَالنَّتِيْجَةُ حَقَّةٌ وَ اَمَّا العَكْسُ فَبِاَنْ يُعْكَسَ الكُبْرىٰ لِيَرْتَدَّ اِلَى الشَّكْلِ الاَوَّلِ وَ يُنْتِجَ النَّتِيْجَةَ المَذْكُوْرَةَ فَيُقَ مَتىٰ صَدَقَتِ القَرِيْنَةُ صَدَقَتِ الصُّغْرىٰ مَعَ عَكْسِ الكُبْرىٰ وَ مَتىٰ صَدَقَتِ الصُّغْرىٰ مَعَ عَكْسِ الكُبْرىٰ صَدَقَتِ النَّتِيْجَةُ فَمَتىٰ صَدَقَتِ القَرِيْنَةُ صَدَقَتِ النَّتِيْجَةُ وَ هُوَ المطِ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ شکل ثانی میں نتیجہ دینے والی ضربیں بھی دونوں شرطوں کے مقتضی کے اعتبار سے چار ہیں، اس

لئے کہ شرط اوّل کے اعتبار سے آٹھ ضربیں ساقط ہوگئیں یعنی دو سالبہ، دو موجبہ کلیہ، دو موجبہ جزئیہ اور دو مختلفہ، اور شرط ثانی کے اعتبار سے دوسری چار ضربیں ساقط ہوگئیں یعنی کبریٰ موجبہ جزئیہ، دو سالبہ کے ساتھ، اور سالبہ جزئیہ دو موجبہ کے ساتھ، پس نتیجہ دینے والی ضربیں چار باقی رہ گئیں، اوّل دو کلیہ سے درانحالیکہ کبریٰ سالبہ کلیہ ہو، سالبہ کلیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول کل ج ب ولاشیئ من أ ب فلا شیئ من ج أ اس کا بیان خلف اور عکس (کے طریق) سے ہے، بہرحال خلف تو وہ اس شکل میں یہ ہے کہ نتیجہ نقیض لیا جائے اور اس کو صغریٰ بنا دیا جائے، اس لئے اس شکل کے نتائج سالبہ ہیں تو اس کی نقیض جو موجبہ ہے وہ شکل اوّل کا صغریٰ بننے کی صلاحیت رکھتی ہے، اور قیاس کے کبریٰ کو کبریٰ بنایا جائے، اس لئے کہ وہ کلیہ ہونے کی وجہ سے شکل اوّل کا کبریٰ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے پس ان دونوں سے شکل اوّل میں قیاس مرتب ہوگا نتیجہ ایسا دے گا جو صغریٰ کے مناقض ہوگا، پس کہا جائے گا اگر لاشیئ من ج أ صادق نہ ہو تو بعض ج أ صادق ہوگا، اور ہم اس کے کبریٰ کو اس طرح ملائیں گے بعض ج أ ولا شیئ من أ ب تو شکل اوّل نتیجہ دے گا بعض ج لیس ب، حالانکہ صغریٰ کل ج ب تھا، اور یہ خلاف مفروض ہے، اور یہ خلافِ مفروض صورت سے لازم نہیں آسکتا کیوں کہ وہ بدیہی الانتاج ہے لہٰذا مادہ سے ہوگا اور کبریٰ سے نہیں ہوسکتا اس لئے کہ وہ مفروض الصدق ہے پس نتیجہ کی نقیض سے ہونا متعین ہوگیا، لہٰذا (نقیض) محال ہوگی، اور نتیجہ حق ہوگا، اور بہرحال تو یہ ہے کہ کبریٰ کا عکس کیا جائے تاکہ یہ شکل اوّل کی طرف لوٹے اور مذکورہ نتیجہ دے پس کہا جائے گا جب قرینہ صادق ہوگا تو صغریٰ عکس کبریٰ کے ساتھ صادق ہوگا اور جب صغریٰ عکس کبریٰ کے ساتھ صادق ہوگا تو نتیجہ بھی صادق ہوگا، پس جب قرینہ صادق ہوگا تو نتیجہ صادق ہوگا اور یہی مطلوب ہے۔

تشریح: شکل اوّل کی طرح اس شکل میں بھی سولہ ضربیں نکلتی ہیں، لیکن یہاں بھی صرف چار ضربیں ہی نتیجہ دیں گی، بقیہ بارہ ضربیں شرائط مفقود ہونے کی وجہ سے عقیم ہیں، پہلی شرط یعنی اختلاف فی الکیف کی وجہ سے آٹھ ضربیں ساقط ہو جائیں گی، اس لئے کہ صغریٰ اور کبریٰ دونوں کے موجبہ ہونے کی چار ضربیں ساقط ہوں گی، اسی طرح صغریٰ اور کبریٰ دونوں کے سالبہ ہونے کی چار ضربیں ساقط ہوں گی جب یہ آٹھ ضربیں ساقط ہوگئیں تو آٹھ ضربیں باقی رہ گئیں جن میں سے چار ضربیں شرط ثانی یعنی کلیت کبریٰ کی وجہ سے ساقط ہوگئیں، اب نتیجہ دینے والی ضربیں صرف چار رہ گئیں۔

شکل ثانی کا نتیجہ: یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ شکل اوّل کی طرح اس شکل میں موجبہ نتیجہ نہیں آتا، بلکہ اس شکل میں صرف سالبہ ہی نتیجہ آتا ہے، دو جگہوں میں سالبہ کلیہ اور دو جگہوں میں سالبہ جزئیہ۔

نتیجہ دینے والی ضربیں: پہلی ضرب یہ ہے کہ صغریٰ موجبہ کلیہ ہو اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہو، نتیجہ سالبہ کلیہ ہوگا، جیسے کل انسان حیوان (صغریٰ) ولاشیئ من الحجر بحیوان (کبریٰ) اس شکل میں حیوان حد اوسط ہے جب اس کو گرادیا تو نتیجہ نکلا لاشیئ من الانسان بحجر۔

دوسری ضرب: یہ ہے کہ صغریٰ سالبہ کلیہ ہو اور کبریٰ موجبہ کلیہ ہو، اس ضرب کا نتیجہ بھی سالبہ ہوگا جیسے لاشیئ من الحجر بحیوان (صغریٰ) وکل انسان حیوان (کبریٰ) نتیجہ ہوگا لاشیئ من الحجر بانسان۔

تیسری ضرب: یہ ہے کہ صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہو، نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا، جیسے بعض الحیوان انسان

(صغریٰ) ولاشیء من الفرس بانسان (کبریٰ) اس مثال میں حداوسط انسان ہے، جب اس کو گرادیا تو نتیجہ آیا بعض الحیوان لیس بفرس۔

چوتھی ضرب: صغریٰ سالبہ جزئیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ ہو تو نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا، جیسے بعض الحیوان لیس بانسان (صغریٰ) و کل ناطق انسان (کبریٰ) نتیجہ ہوگا بعض الحیوان لیس بناطق۔

شکل ثانی کی ضربوں کے نتیجہ دینے کے دلائل: اس سے پہلے اجمالاً آپ کو یہ بتایا گیا تھا کہ شکل اوّل بدیہی الانتاج ہے، اس کا نتیجہ ثابت کرنے کے لئے غور وفکر اور دلیل دینے کی ضرورت نہیں پڑتی، اس کے علاوہ بقیہ تین شکلوں میں غور وفکر کرنی پڑتی ہے، اور وہ نتیجہ دینے میں بدیہی نہیں بلکہ نظری ہوتی ہیں، ان شکلوں کا نتیجہ ثابت کرنے کے لئے دلیل دینے کی ضرورت پڑتی ہے، شکل ثانی کے نتیجہ دینے کی چار دلیلیں ہیں: ۱-عکسِ صغریٰ ۲-عکسِ کبریٰ ۳-دلیل خلف ۴-دلیل افتراض۔ ان چاروں دلیلوں میں سے دلیل خلف اور عکسِ کبریٰ ضرب اوّل میں جاری ہوتی ہیں، اور خلف اور عکس صغریٰ ضرب ثانی میں جاری ہوتی ہیں، اور خلف، عکسِ کبریٰ اور دلیل افتراض تیسری ضرب میں جاری ہوتی ہیں، اور خلف اور افتراض چوتھی ضرب میں جاری ہوتی ہیں، مذکورہ بالا عبارت میں چونکہ صرف پہلی ضرب اور اس کے ثابت کرنے کی دلیلیں بیان کی گئی ہیں، لہٰذا یہاں ضرب اوّل ہی کے دلائل بیان کیے جارہے ہیں۔

دلیل خلف: أما الخلف الخ سے شارح بیان کرتے ہیں کہ شکل ثانی کی ضرب اوّل کے نتیجہ دینے کی ایک دلیل خلف ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی آپ سے کہے کہ میں شکل ثانی کی ضرب اوّل کا نتیجہ نہیں مانتا تو آپ اسے کہئے کہ اگر آپ شکل ثانی کی ضرب اوّل کا نتیجہ سالبہ کو نہیں مانیں گے تو اس کی نقیض آپ کو صحیح ماننی پڑے گی، حالانکہ نقیض کو صحیح ماننے سے خلاف مفروض لازم آتا ہے جو محال ہے اور جو محال کو مستلزم ہوتی ہے وہ خود محال ہوتی ہے، پس ثابت ہوا کہ نقیض باطل اور نتیجہ صحیح ہے، رہی یہ بات کہ نقیض کو صحیح ماننے سے خلاف مفروض کیسے لازم آتا ہے؟ تو شارح ان یوخذ نقیض النتیجة الخ اس کا طریقہ بیان کر رہے ہیں کہ نتیجہ کی نقیض کو لیکر صغریٰ بنایا جائے اور شکل ثانی کا نتیجہ چونکہ سالبہ ہی آتا ہے، لہٰذا اس کی نقیض موجبہ ہوگی جو شکل اوّل کا صغریٰ بن سکتی ہے، اور شکل ثانی کا کبریٰ چونکہ کلیہ ہے لہٰذا وہ شکل اوّل کا کبریٰ بن سکتا ہے، تو شکل ثانی کی ضرب اوّل کو کبریٰ بنایا جائے اور شکل اوّل ترتیب دی جائے اور جو نتیجہ آئے گا وہ اصل قیاس کے صغریٰ کی نقیض ہوگا جو خلاف مفروض ہے لہٰذا نقیض باطل ہوگی، اور نتیجہ صحیح ہوگا۔

فقال الخ سے شارح مزید وضاحت کر رہے ہیں کہ جس کو میں دوسری مثال میں بیان کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ کل انسان حیوان (صغریٰ) ولاشیء من الحجر بحیوان (کبریٰ) جب یہ دو مقدمے سچے مان لئے گئے تو اس کا نتیجہ یعنی لاشیء من الانسان بحجر بھی ضرور سچا ہوگا، اس لئے کہ اگر یہ نتیجہ صادق نہ ہوگا تو اس کی نقیض بعض الانسان حجر صادق ہوگی، حالانکہ یہ نقیض صادق نہیں ہے، کیوں کہ جب ہم اس نقیض کو صغریٰ بنائیں گے تو اور اصل قیاس کے کبریٰ کو کبریٰ بنائیں گے اور شکل اوّل ترتیب دے کر کہیں گے، بعض الانسان حجر (صغریٰ) ولا شیء من الحجر بحیوان تو نتیجہ آئے گا، بعض الانسان لیس بحیوان اور یہ نتیجہ اصل قیاس کے صغریٰ یعنی کل انسان حیوان کی نقیض ہے اور چونکہ اصل قیاس کا صغریٰ سچا مانا جا چکا ہے پس یقیناً یہ نتیجہ خلاف مفروض ہونے کی وجہ سے کاذب اور باطل ہوگا، اور نتیجہ کے کاذب ہونے کی تین صورتیں ہیں: ۱-یا تو

صغریٰ کاذب ہو۔۲-یا کبریٰ کاذب ہو۔۳-یا نتیجہ دینے کی شرطیں نہ پائی جائیں، مگر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ کبریٰ کاذب نہیں ہے کیوں کہ وہ اصل قیاس کا کبریٰ ہے جو کبریٰ ہے جو مفروض الصدق ہے، اور شرائطِ انتاج بھی مفقود نہیں ہیں کیوں کہ ایجاب صغریٰ اور کلیت کبریٰ کی شرطیں پائی جارہی ہیں۔

پس لامحالہ صغریٰ ہی کاذبہ ہوگا، اور جب صغریٰ کاذب ہوا تو نتیجہ مطلوبہ کی نقیض ہے تو نتیجہ مطلوبہ صادقہ ہوا اور یہی ہمارا مطلوب ہے، پس ثابت ہوا کہ ہمارے دعویٰ کا انکار کرنا اور شکل ثانی کی ضرب اوّل کا نتیجہ سالبہ کلیہ نہ ماننا باطل ہے اور ہمارا مدعا صحیح ہے۔

عکسِ کبریٰ: واما العکس الخ سے شارح شکل ثانی کی ضرب اوّل کے نتیجہ کو ثابت کرنے کی دوسری دلیل عکسِ کبریٰ کو بیان کررہے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ شکل ثانی کے کبریٰ کا عکس مستوی بنا کر اس عکس کو صغریٰ کے ساتھ ملا دیا جائے تو اس سے شکل اوّل بن جائے گی، اور حداوسط کو گرا کر نتیجہ نکالا جائے، اگر نتیجہ بعینہ وہی ہے جو ضرب اوّل کا نتیجہ تھا تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ ضرب اوّل کا نتیجہ صحیح تھا، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے، جیسے کل غنم حیوان (صغریٰ) ولاشیٔ من الحجر بحیوان، یہ شکل ثانی کی ضرب اوّل ہے، لہٰذا یہ سالبہ کلیہ نتیجہ دے گی، یعنی لاشیٔ من الغنم بحجرٍ، اب کبریٰ کا عکس مستوی بنایا جائے گا اور وہ ہوگا لاشیٔ من الحیوان بحجرٍ اب اس کو صغریٰ کے ساتھ ملا کر اس طرح کہا جائے کل غنم حیوان ولا شیٔ من الحیوان بحجر تو شکل اوّل بن جائے گی، اب حداوسط کو گرا دیا تو وہی نتیجہ نکلے گا جو شکل ثانی کی ضرب اوّل سے نکلا تھا، یعنی لاشیٔ من الغنم بحجرٍ پس کہا جائے گا کہ جب قرینہ یعنی شکل ثانی کی ضرب اول صادق ہے تو عکسِ کبریٰ کے ساتھ صغریٰ بھی صادق ہوگا، اور جب عکسِ کبریٰ کے ساتھ صغریٰ صادق ہوگا تو نتیجہ صادق ہوگا، لہٰذا جب قرینہ صادق ہو تو نتیجہ بھی صادق ہوگا اور یہی ہمارا مطلوب ہے۔

الثَّانِی مِنْ کُلِیَّتَیْنِ وَ الصُّغریٰ سَالِبَۃٌ کُلِیَّۃٌ یُنْتِجُ سَالِبَۃً کُلِیَّۃً کَقَوْلِنَا لَاشَیْءَ مِنْ ج ب وَ کُلُّ ا ب فَلَاشَیْءَ مِنْ ج ا بِالخُلْفِ وَ العَکْسِ اَمَّا الخُلْفُ فَبِالطَّرِیْقِ المَذْکُوْرَۃِ وَاَمَّا العَکْسُ فَلَایُمْکِنُ بِعَکْسِ الکُبریٰ لِاَنَّہَا لِاِیْجَابِہَا لَاتَنْعَکِسُ اِلَّا جُزْئِیَّۃً وَ الجُزْئِیَّۃُ لَاتُنْتِجُ فِی کُبریٰ الشَّکْلِ الاَوَّلِ بَلْ بِعَکْسِ الصُّغریٰ وَ جَعْلِہَا کُبریٰ ثُمَّ عَکْسِ النَّتِیْجَۃِ فَاِذَا عَکَسْنَا لَاشَیْءَ مِنْ جَ بَ اِلیٰ لَا شَیْءَ مِنْ ب ج وَ جَعَلْنَاہَا کُبریٰ وَ کُبریٰ القِیَاسِ الصُّغریٰ وَ قُلْنَا کُلُّ ا ب وَ لَاشَیْءَ مِنْ ب ج یُنْتِجُ مِنْ ثَانِی الشَّکْلِ الاَوَّلِ لَا شَیْءَ مِنْ ا ج وَ ھُوَ یَنْعَکِسُ اِلیٰ لَا شَیْءَ مِنْ ج ا وَ ھُوَ المط.

ترجمہ: ثانی (ضرب) دو کلیہ سے درانحالیکہ صغریٰ سالبہ کلیہ ہو، سالبہ (کلیہ) نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول لاشیٔ من ج ب وکل أب فلا شیٔ اَ بدلیل خلف اور عکس سے بہر حال خلف تو وہ طریق مذکور ہے۔ اور بہر حال عکس تو وہ عکسِ کبریٰ سے ممکن نہیں ہے اس لئے کہ وہ موجبہ ہونے کی وجہ سے صرف جزئیہ منعکس ہوتا ہے، اور جزئیہ شکل اوّل کے کبریٰ میں نتیجہ نہیں دیتا، بلکہ عکسِ صغریٰ سے اور اس کو کبریٰ بنانے سے پھر نتیجہ کے عکس سے پس جب ہم لاشیٔ من ج ب کو لاشیٔ من ج ب کریں اور اس کو کبریٰ بنا دیں اور قیاس کے کبریٰ کو صغریٰ بنا دیں اور ہم کہیں کل أ ب ولاشیٔ من ب ج تو یہ شکلِ اوّل کی (ضرب) ثانی سے نتیجہ دے گی، لاشیٔ من أ ج اور یہ منعکس ہوگا لاشیٔ من ج أ کی طرف اور یہی مطلوب ہے۔

تشریح: شارح فرماتے ہیں کہ شکل ثانی کی ضرب ثانی کا نتیجہ بھی دلیل خلف اور دلیل عکس سے ثابت ہے، دلیل خلف کی تقریر ضرب اوّل میں چونکہ گزر چکی ہے لہٰذا اس کو ذکر نہیں کیا جارہا ہے، اور دلیل عکس کا طریقہ یہاں عکس کبریٰ سے جاری نہیں ہوسکتا اس لئے کہ ضرب ثانی کا کبریٰ موجبہ کلیہ ہے اور موجبہ کلیہ کا عکس مستوی موجبہ جزئیہ ہی آتا ہے، لہٰذا ضرب ثانی کے کبریٰ کا عکس مستوی موجبہ جزئیہ ہوگا، جو شکل اوّل کا کبریٰ واقع نہیں ہوسکتا، کیوں کہ شکل اوّل کے کبریٰ کا کلیہ ہونا ضروری ہے، لہٰذا عکسِ کبریٰ سے نتیجہ صادقہ برآمد نہیں ہوگا، بلکہ یہاں شکل ثانی کے صغریٰ کا عکس مستوی بنا کر شکل رابع ترتیب دی جائے پھر شکل رابع کی ترتیب الٹ کر یعنی صغریٰ کو کبریٰ اور کبریٰ کو صغریٰ بنا کر شکل اوّل ترتیب دی جائے پھر اس کا جو نتیجہ آئے، اس کا عکس مستوی بنایا جائے، اگر وہ عکس مستوی بعینہ شکل ثانی کا نتیجہ ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ شکل ثانی کی ضرب ثانی نے صحیح نتیجہ دیا تھا۔ جیسے لاشیٔ من الحجر بحیوان (صغریٰ) وکل انسانٍ حیوان (کبریٰ) یہ شکل ثانی کی ضرب ثانی ہے یہ سالبہ کلیہ نتیجہ دیتی ہے، یعنی لاشیٔ من الحجر بانسان اور یہ صادق ہے، اس نتیجہ مطلوبہ کی دلیل عکسِ صغریٰ ہے، اس قیاس کا صغریٰ سالبہ کلیہ ہے لہٰذا اس کا عکس مستوی بھی سالبہ کلیہ آئے گا، یعنی لاشیٔ من الحیوان بحجرٍ، اب اس عکسِ صغریٰ کو کبریٰ کے ساتھ ملا کر شکل رابع بنائیں گے اور شکل رابع میں حد اوسط صغریٰ میں موضوع اور کبریٰ میں محمول ہوتی ہے، لہٰذا شکل رابع اس طرح بنائی جائے گی، لاشیٔ من الحیوان بحجرٍ و کل انسان حیوانٌ، دیکھئے مثال مذکور میں حیوان حد اوسط ہے، جو کہ صغریٰ میں موضوع اور کبریٰ میں محمول ہے لہٰذا یہ شکل رابع بن گئی، پھر اس شکل رابع کی ترتیب الٹ کر شکل اوّل بنائیں گے اور اس طرح کہیں گے، کل انسان حیوان ولاشیٔ من الحیوان بحجرٍ، شارح نے اسی کو مختصر انداز میں اس طرح کہا ہے کہ ضرب ثانی کے نتیجہ دینے کی دلیل یہ ہے کہ صغریٰ کا عکس کرکے اس عکس کو کبریٰ بنادیا جائے، جس سے شکل اوّل بنا کر نتیجہ نکال کر پھر نتیجہ کا عکس مستوی کردیا جائے جو ہمارے مطلوب کا عین ہوگا، لیکن میں نے اس کو آپ کے سامنے تفصیلاً بیان کیا ہے، بہر حال جب شکل اوّل بن گئی تو اب حد اوسط کو گرا کر نتیجہ نکالا جائے گا تو نتیجہ سالبہ کلیہ آئے گا، کیوں کہ صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہے اور شکل اوّل کی یہ ضرب سالبہ کلیہ نتیجہ دیتی ہے، لہٰذا مثال مذکور کا نتیجہ لاشیٔ من الانسان بحجر ہوگا، اور یہ نتیجہ بعینہ شکل ثانی کی ضرب ثانی کا نتیجہ ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ شکل ثانی کی ضرب ثانی کا نتیجہ سالبہ کلیہ آتا ہے، اور یہی ہمارا مطلوب ہے۔

نوٹ: یہ دلیل یعنی عکس صغریٰ پھر عکسِ ترتیب پھر عکس نتیجہ شکل ثانی کی ضرب اربعہ میں سے ہے۔ صرف ضرب ثانی ہی میں جاری ہوسکتی ہے، کیوں کہ اس ضرب میں صغریٰ کا عکسِ مستوی کلیہ ہے جو شکل اوّل کا کبریٰ بن سکتا ہے، اور کبریٰ موجبہ ہے جو شکل اوّل کا صغریٰ بن سکتا ہے، باقی تین ضربوں میں یہ دلیل جاری نہیں ہوسکتی ضرب اول اور سوم میں تو اس وجہ سے جاری نہیں ہوسکتی کہ ان دونوں ضربوں میں صغریٰ موجبہ ہے اور موجبہ خواہ کلیہ ہو یا جزئیہ اس کا عکس مستوی موجبہ جزئیہ آتا ہے، جو شکل اوّل کا کبریٰ نہیں بن سکتا، کیوں کہ شکل اوّل کے لئے کبریٰ کا کلیہ ہونا ضروری ہے، اور کبریٰ سالبہ ہے جو شکل اوّل کا صغریٰ نہیں بن سکتا، اور ضرب چہارم میں یہ دلیل تو اس لئے جاری نہیں ہوسکتی کہ اس میں صغریٰ سالبہ جزئیہ ہے جس کا عکس مستوی آتا ہی نہیں۔

الثَّالِثُ مِنْ صُغْرىٰ مُوجِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ وَ كُبْرىٰ سَالِبَةٍ كُلِّيَّةٍ يُنْتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا بَعْضُ ج ب وَ لَاشَيْءَ مِنْ ا ب فَبَعْضُ ج لَيْسَ ا بِالْخُلْفِ وَ الْعَكْسِ كَمَا مَرَّ وَ الافْتِرَاضِ وَ هُوَ اَنْ يُفْرَضَ ذَاتُ

مَوضُوعِ الصُّغریٰ دَ فَکُلُّ دَ بَ وَ کُلُّ دَ جَ ثُمَّ یُضَمُّ المُقَدَّمَةُ الاُولیٰ اِلیٰ الکُبریٰ وَ یُقَالُ کُلُّ دَ بَ وَ لَاشَیْءَ مِنْ اَ بَ لِیُنْتِجَ مِنْ اَوَّلِ هٰذَا الشَّکْلِ لَوْ لَاشَیْءَ مِنْ دَ اَ ثُمَّ تَنْعَکِسُ المُقَدَّمَةُ الثَّانِیَةُ اِلیٰ بَعضِ جَ دَ وَ تُضَمُّ مَعَ نَتِیجَةِ القِیَاسِ الاَوَّلِ هٰکَذَا بَعضُ جَ دَ وَ لَاشَیْءَ مِنْ دَ اَ لِیُنْتِجَ مِنَ الشَّکْلِ الاَوَّلِ بَعْضُ جَ لَیْسَ اَ وَهُوَ المَطْ فَالاِفْتِرَاضُ یَکُونُ اَبَدًا مِنْ قِیَاسَیْنِ اَحَدُهُمَا مِنْ ذٰلِکَ الشَّکْلِ وَ لٰکِنْ مِنْ ضَرْبٍ اَجْلیٰ وَ الاٰخَرُ مِنَ الشَّکْلِ الاَوَّلِ الرَّابِعُ مِنْ صُغریٰ سَالِبَةٍ جُزْئِیَّةٍ وَ کُبریٰ مُوجِبَةٍ کُلِّیَّةٍ یُنْتِجُ سَالِبَةً جُزْئِیَّةً کَقَولِنَا بَعْضُ جَ لَیْسَ بَ وَ کُلُّ اَ بَ فَبَعْضُ جَ لَیْسَ اَ وَلَا یُمْکِنُ بَیَانُهٗ بِالعَکْسِ لَا بِعَکْسِ الکُبریٰ لِاَنَّهَا تَنْعَکِسُ جُزْئِیَّةً وَ الجُزْئِیَّةُ لَاتَصْلُحُ لِکُبرَوِیَّةِ الشَّکْلِ الاَوَّلِ وَ لَا بِعَکْسِ الصُّغریٰ لِاَنَّهَا لَاتَقْبَلُ العَکْسَ وَ بِتَقْدِیرِ قَبُولِهَا لَاتَقَعُ فِی الکُبریٰ الشَّکْلُ الاَوَّلُ فَبَیَانُهٗ اِمَّا بِالخُلْفِ اَوْ بِالاِفْتِرَاضِ اِذَا کَانَتِ السَّالِبَةُ الجُزْئِیَّةُ مُرَکَّبَةً لِیَتَحَقَّقَ وُجُودُ المَوضُوعِ.

ترجمه: تیسری (ضرب) صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ سے، سالبہ جزئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول بعض ج ب و لاشئ من أب فبعض ج لیس أ خلف اور عکس سے جیسا کہ گزر چکا، اور افتراض سے اور وہ یہ ہے کہ صغریٰ کے موضوع کی ذات کو "د" فرض کیا جائے فکل د ب و کل د ج (کہا جائے) پھر مقدمہ اولیٰ کو کبریٰ کے ساتھ ملایا جائے اور کہا جائے کل د ب و لاشئ من أ ب اس شکل کی (ضرب) اوّل سے لاشئ من د أ کا نتیجہ دے پھر مقدمہ ثانیہ بعض ج د کی طرف منعکس کیا جائے اور قیاس اوّل کے نتیجہ کے ساتھ اس طرح ملایا جائے بعض ج د و لاشئ من د أ تا کہ شکل اوّل سے بعض ج لیس أ نتیجہ دے اور یہی مطلوب ہے، اور افتراض ہمیشہ دو قیاس سے ہوتا ہے ان میں سے ایک قیاس اسی شکل کا ہوتا ہے، لیکن اجلیٰ ضرب سے اور دوسرا (قیاس) شکل اوّل سے ہوتا ہے۔
چوتھی (ضرب) صغریٰ سالبہ جزئیہ سے اور کبریٰ موجبہ کلیہ سے، سالبہ جزئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول بعض ج لیس ب و کل أ ب فبعض ج لیس أ اور اس کا بیان عکس سے ممکن نہیں نہ عکس کبریٰ سے کیوں کہ وہ جزئیہ کی طرف منعکس ہوتا ہے، اور جزئیہ شکل اوّل کا کبریٰ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور نہ عکس صغریٰ سے اس لئے کہ جزئیہ عکس کو قبول ہی نہیں کرتا ہے، اور اس کے قبول کرنے کی صورت پر وہ شکل اوّل کے کبریٰ کے مین واقع نہیں ہوسکتا پس اس کا بیان یا تو خلف سے ہوگا یا افتراض سے جب سالبہ جزئیہ مرکبہ ہوتا کہ موضوع کا وجود متحقق ہو سکے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے شکل ثانی کی ضرب ثالث اور رابع کا نتیجہ ثابت کرنے کی دلیل بیان کی ہے، چنانچہ شارح نے بیان کیا ہے شکل ثانی کی ضرب ثالث کا نتیجہ ثابت کرنے کی تین دلیلیں ہیں: ۱- دلیلِ خلف ۲- دلیل عکس (۳) دلیل افتراض، اوّل الذکر دو کے اجراء کا طریقہ چونکہ گزر چکا ہے اس لئے ان کے طریقۂ اجراء کو بیان نہیں کیا جا رہا ہے، اور دلیل افتراض چونکہ ضرب ثالث ہی میں جاری ہوتی ہے اس لئے اس کی وضاحت کی جاتی ہے، دلیل افتراض کی صورت یہ ہے کہ صغریٰ کے موضوع کی ذات کو ایک معین شئ فرض کر کے وصفِ موضوع اور وصفِ محمول کو اس پر محمول کیا جائے گا جن کی وجہ سے دو قضیے پیدا ہوں گے اور ان کے ذریعہ مطلوب ثابت ہو جائے گا مثال کے طور پر ضرب ثالث میں صغریٰ کے موضوع کی ذات کو "د" فرض کیا جائے، تو ذاتِ موضوع پر وصفِ عنوانی چونکہ بالفعل صادق ہوتا ہے اس لئے ایک قضیہ کل د ب حاصل ہوگا، اور چونکہ صغریٰ موجبہ ہے اس لئے محمول بھی صادق

ہوگا، لہٰذا دوسرا قضیہ کل د ب حاصل ہوگا، اب دن دونوں کو اس طرح رکھیں گے کل د ب و کل د ج پھر پہلے مقدمہ کے کبریٰ کے ساتھ ملا کر اس طرح کہیں گے، کل د ب ولاشیٔ من ا ب یہ شکل ثانی کی ضرب اوّل ہے، اس کا نتیجہ لاشیٔ من د ا ہوگا، پھر دوسرے مقدمہ کا عکس مستوی نکالا جائے گا، اور وہ ہوگا، بعض ج د اور اس عکسِ مستوی کو قیاس اوّل کے نتیجہ کے ساتھ ملا کر اس طرح کہیں گے بعض ج د ولاشیٔ من د ا پس شکل اوّل سے اس کا نتیجہ بعض ج لیس ا ہوگا، اور یہی مطلوب ہے۔

فبالافتراض یکون ابدًا الخ سے شارح ایک قاعدہ کلیہ بیان کر رہے ہیں کہ دلیل افتراض ہمیشہ دو قیاسوں سے مرکب ہوتا ہے، جن میں سے ایک قیاس اسی شکل کا ہوتا ہے، جس کا نتیجہ ثابت کرنا مقصود ہے لیکن اس کی ضرب اجلی سے ہوتا ہے، تاکہ دلیل کے اس مقدمہ کے لئے دلیل کی ضرورت نہ ہو، اور دوسرا قیاس شکل اوّل سے ہوتا ہے۔

شکل ثانی کی ضرب رابع کا نتیجہ ثابت کرنے کی دلیل

شارح کہتے ہیں کہ شکل ثانی کی ضرب رابع کا نتیجہ ثابت کرنے کے لئے دلیل عکس جاری نہیں کی جاسکتی، نہ عکس سے نتیجہ ثابت کیا جاسکتا ہے، اور نہ عکس صغریٰ سے عکسِ کبریٰ سے تو اس لئے ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ ضرب رابع کا کبریٰ موجبہ کلیہ ہے جس کا موجبہ جزئیہ ہوگا جو شکل اوّل کا کبریٰ نہیں بن سکتا کیوں کہ شکل اوّل میں کبریٰ کا کلیہ ہونا ضروری ہے، اور عکسِ صغریٰ سے تو اس لئے ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ ضرب رابع کا صغریٰ سالبہ جزئیہ ہے جس کا عکس بالکل ہی نہیں آتا اور اگر اس کا عکس مستوی نکالا بھی جائے تو وہ شکل اوّل کا کبریٰ نہیں بن سکتا، کیوں کہ شکل اوّل میں کبریٰ کا کلیہ ہونا ضروری ہے، اور یہ جزئیہ ہے لہٰذا ضرب رابع کا نتیجہ ثابت کرنے کے لئے دلیل خلف جاری ہوگی، اور دلیل افتراض بھی جاری ہوسکتی ہے، لیکن یہ اس وقت ہی جاری ہوگی جب کہ اس ضرب کا صغریٰ موجبہ مرکبہ ہو جس کا جزء ثانی موجبہ ہوتا ہے، ورنہ تو دلیل افتراض بھی جاری نہیں ہوسکتی، اس لئے کہ دلیل افتراض کے لئے موجبہ ہونا ضروری ہے تاکہ ذاتِ موضوع کو ایک معین شئ فرض کرنے کے بعد اس پر موضوع صادق آنے کی وجہ سے ایک قضیہ حاصل ہو اور محمول صادق آنے کی وجہ سے دوسرا قضیہ حاصل ہو، اور محمول ذاتِ موضوع پر اس وقت صادق ہوگا جب قضیہ موجبہ ہو۔

وَ اِنَّمَا رُتِّبَتِ الضُّرُوبِ عَلیٰ ذٰلِکَ التَّرتِیبِ لِاَنَّ الضَّربَتَینِ الاَوَّلَینِ مُنتِجَانِ لِلکُلِّی فَلابُدَّ مِنْ تَقدِیمِهِمَا عَلیٰ الاَخِیرَینِ وَ قُدِّمَ الاَوَّلُ عَلیٰ الثَّانِی وَ الثَّالِثُ عَلیٰ الرَّابِعِ لِاشتِمَالِهَا عَلیٰ صُغریٰ الشَّکلِ الاَوَّلِ بِخِلَافِ الثَّانِی وَ الرَّابِعِ۔

ترجمہ: اور ضرب کو اس ترتیب پر مرتب کیا گیا اس لئے کہ پہلی دو ضربیں کلیہ نتیجہ دیتی ہیں، لہٰذا آخری دو پر ان کو مقدم کرنا ضروری ہے، اور پہلی کو دوسری پر اور تیسری کو رابع پر اس لئے مقدم کیا کہ یہ دونوں (یعنی پہلی اور تیسری) شکل اوّل کے صغریٰ پر مشتمل ہے، بخلاف دوسری اور چوتھی کے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے شکل ثانی کی ضربوں کی وجہ ترتیب بیان کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اس شکل کی ساری ضروب منتجہ کا نتیجہ سالبہ آتا ہے، دو کا سالبہ کلیہ اور دو کا سالبہ جزئیہ اور کلی چونکہ جزئی سے اشرف اور عمدہ ہے اس لئے وہ ضربیں جن کا نتیجہ کلیہ آتا ہے ان کو اس کے علاوہ ضربوں پر مقدم کرنا ضروری ہے، اور ضرب اوّل کو ثانی پر اور ثالث کو رابع پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ

یہ دونوں شکل اوّل کے صغریٰ پر مشتمل ہوتے ہیں، اس لئے کہ شکل اوّل کا صغریٰ موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ ہوتا ہے اور ان دونوں ضربوں میں سے پہلی ضرب میں بھی صغریٰ موجبہ کلیہ اور تیسری ضرب میں صغریٰ موجبہ جزئیہ ہوتا ہے۔ لیکن دوسری اور چوتھی ضرب شکل اوّل کے صغریٰ پر مشتمل نہیں ہیں، کیوں کہ دوسری ضرب میں صغریٰ سالبہ کلیہ ہوتا ہے، اور چوتھی ضرب میں صغریٰ سالبہ جزئیہ ہوتا ہے۔

نقشہ شکل ثانی

شکل ثانی کے نتیجہ دینے کے لئے مقدمتین یعنی صغریٰ و کبریٰ کا ایجاب وسلب میں مختلف ہونا اور کبریٰ کا کلیہ ہونا شرط ہے۔

نمبر شمار	صغریٰ	کبریٰ	نتیجہ	کیفیت	مثال صغریٰ	مثال کبریٰ	مثال نتیجہ
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	عقیم	یہاں ایجاب وسلب میں اختلاف نہیں ہے			
۲	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	//	یہاں ایجاب و سلب میں اختلاف نہیں اور کبریٰ کلیہ نہیں			
۳	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	شرائط موجود ہیں	کل انسان حیوان	ولاشیٔ من الحجر بحیوان	فلاشیٔ من الانسان بحجر
۴	//	سالبہ جزئیہ	عقیم	یہاں کبریٰ کلیہ نہیں ہے			
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	//	یہاں ایجاب وسلب میں اختلاف نہیں ہے			
۶	//	موجبہ جزئیہ	//	یہاں ایجاب وسلب میں اختلاف نہیں ہے نیز کبریٰ کلیہ نہیں ہے			
۷	موجبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	شرائط موجود ہیں	بعض الحیوان انسان	ولاشیٔ من الفرس بانسان	فبعض الحیوان لیس بفرس
۸	//	سالبہ جزئیہ	عقیم	یہاں کبریٰ کلیہ نہیں ہے			
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	شرائط موجود ہیں	لاشیٔ من الحجر بحیوان	وکل انسان حیوان	فلا شیٔ من الانسان بحجر
۱۰	//	موجبہ جزئیہ	عقیم	یہاں کبریٰ کلیہ نہیں ہے			
۱۱	//	سالبہ کلیہ	//	یہاں ایجاب وسلب میں اختلاف نہیں ہے			

۱۲	//	سالبہ جزئیہ	//	یہاں ایجاب وسلب میں اختلاف بھی نہیں اور کبریٰ کلیہ بھی نہیں ہے			
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	شرائط موجود ہیں	بعض الحیوان لیس بانسان	و کل ناطق انسان	فبعض الحیوان لیس بناطق
۱۴	//	موجبہ جزئیہ	عقیم	کبریٰ کلیہ نہیں ہے			
۱۵	//	سالبہ کلیہ	عقیم	یہاں ایجاب وسلب میں اختلاف نہیں ہے			
۱۶	//	سالبہ جزئیہ	عقیم	ایجاب وسلب میں اختلاف نہیں ہے اور کبریٰ کلیہ بھی نہیں ہے			

قَالَ وَ اَمَّا الشَّکْلُ الثَّالِثُ فَشَرْطُهُ اِیْجَابُ الصُّغْرٰی وَ اِلَّا لَحَصَلَ الاِخْتِلَافُ وَ کُلِّیَّةُ اِحْدٰی مُقَدَّمَتَیْهِ وَ اِلَّا لَکَانَ الْبَعْضُ الْمَحْکُومُ عَلَیْهِ بِالاَصْغَرِ غَیْرَ الْبَعْضِ الْمَحْکُومِ عَلَیْهِ بِالاَکْبَرِ فَلَمْ تَجِبِ التَّعْدِیَةُ وَ ضُرُوْبُهُ النَّاتِجَةُ سِتَّةٌ الاَوَّلُ مِنْ مُوْجِبَتَیْنِ کُلِّیَّتَیْنِ یُنْتِجُ موجبةً جُزْئِیَّةً کَقَوْلِنَا کُلُّ بَ جَ وَ کُلُّ بَ اَ فَبَعْضُ جَ اَ بِالْخُلْفِ وَ هُوَ ضَمُّ نَقِیْضِ النَّتِیْجَةِ اِلَی الصُّغْرٰی لِیُنْتِجَ نَقِیْضَ الْکُبْرٰی وَ بِالرَّدِّ اِلَی الاَوَّلِ بِعَکْسِ الصُّغْرٰی الثَّانِی مِنْ کُلِّیَّتَیْنِ وَ الْکُبْرٰی سَالِبَةٌ یُنْتِجُ سَالِبَةً جُزْئِیَّةً کَقَوْلِنَا کُلُّ جَ بَ وَ لَاشَیْءَ مِنْ بَ اَ فَبَعْضُ جَ لَیْسَ اَ بِالْخُلْفِ وَ بِعَکْسِ الصُّغْرٰی الثَّالِثُ مِنْ مُوْجِبَتَیْنِ وَ الْکُبْرٰی کُلِّیَّةٌ یُنْتِجُ مُوْجِبَةً جُزْئِیَّةً کَقَوْلِنَا بَعْضُ بَ جَ وَ کُلُّ بَ اَ فَبَعْضُ جَ اَ بِالْخُلْفِ وَ بِعَکْسِ الصُّغْرٰی وَ بِفَرْضِ مَوْضُوْعِ الْجُزْئِیَّةِ دَ فَکُلُّ دَ بَ وَ کُلُّ بَ اَ فَکُلُّ دَ اَ ثُمَّ نَقُوْلُ کُلُّ دَ جَ وَ کُلُّ دَ اَ فَبَعْضُ جَ اَ وَ هُوَ الْمَطْلُوْبُ الرَّابِعُ مِنْ مُوْجِبَةٍ جُزْئِیَّةٍ صُغْرٰی وَ سَالِبَةٍ کُلِّیَّةٍ کُبْرٰی یُنْتِجُ سَالِبَةً جُزْئِیَّةً کَقَوْلِنَا بَعْضُ بَ جَ وَ لَاشَیْءَ مِنْ بَ اَ فَبَعْضُ جَ لَیْسَ اَ بِالْخُلْفِ وَ بِعَکْسِ الصُّغْرٰی وَ الاِفْتِرَاضِ الْخَامِسُ مِنْ مُوْجِبَتَیْنِ وَ الصُّغْرٰی کُلِّیَّةٌ یُنْتِجُ مُوْجِبَةً جُزْئِیَّةً کَقَوْلِنَا کُلُّ بَ جَ وَ بَعْضُ بَ اَ فَبَعْضُ جَ اَ بِالْخُلْفِ وَ بِعَکْسِ الْکُبْرٰی وَ جَعْلِهَا صُغْرٰی ثُمَّ عَکْسُ النَّتِیْجَةِ وَ الاِفْتِرَاضِ السَّادِسُ مِنْ مُوْجِبَةٍ کُلِّیَّةٍ صُغْرٰی وَ سَالِبَةٍ جُزْئِیَّةٍ کُبْرٰی یُنْتِجُ سَالِبَةً جُزْئِیَّةً کَقَوْلِنَا کُلُّ بَ، جَ وَ بَعْضُ بَ لَیْسَ اَ فَبَعْضُ جَ لَیْسَ اَ بِالْخُلْفِ وَ الاِفْتِرَاضِ اِنْ کَانَتِ السَّالِبَةُ مُرَکَّبَةً۔

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور بہر حال شکل ثالث تو اس کی شرط صغریٰ کا موجبہ ہونا ہے ورنہ تو اختلاف حاصل ہوگا اور اس

کے دونوں مقدموں میں ایک کا کلیہ ہونا ہے ورنہ تو بعض وہ افراد جن پر اصغر کا حکم لگایا گیا ہے، ان بعض افراد کا غیر ہوں گے جن پر اکبر کا حکم لگایا گیا ہے، پس تعدیہ ضروری نہ ہوگا اور اس کی ضروب ناتجہ چھ ہیں، **اوّل**: دو موجبہ کلیہ سے، موجبہ جز ئیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے ہمارا قول کل ب ج و کل ب أ فبعض ج أ خلف سے، اور وہ نتیجہ کی نقیض کو صغریٰ کے ساتھ ملانا ہے تاکہ کبریٰ کی نقیض کا نتیجہ دے اور شکل اوّل کی طرف راجع کرنے کے طریق سے ہے عکسِ صغریٰ کے ساتھ۔

دوم: دو کلیہ سے اور کبریٰ سالبہ ہو، سالبہ جز ئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول کل ج ب و لاشئ من ب أ فبعض ج لیس أ (دلیل) خلف سے اور عکسِ صغریٰ سے، **سوم**: دو موجبہ سے اور کبریٰ کلیہ ہو، موجبہ جز ئیہ نتیجہ دے گی جیسے ہمارا قول بعض ب ج و کل ب أ فبعض ج أ خلف سے اور عکسِ صغریٰ سے اور جز ئیہ کے موضوع کو "د" فرض کرنے سے فکل د ب و کل ب أ فکل د أ پھر ہم کہیں گے کل د ج و کل د أ فبعض ج أ اور یہی مطلوب ہے،

چهارم: صغریٰ موجبہ جز ئیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ سے سالبہ جز ئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول بعض ب ج و لاشئ من ب أ فبعض ج لیس أ (دلیل) خلف سے اور عکسِ صغریٰ اور افتراض سے۔ **پنجم**: دو موجبہ سے اور صغریٰ کلیہ ہو، موجبہ جز ئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول کل ب ج و بعض ب أ فبعض ج أ، خلف سے اور عکسِ کبریٰ اور اس کو صغریٰ بنانے پھر عکس نتیجہ سے اور افتراض سے، **ششم**: صغریٰ موجبہ کلیہ سے اور کبریٰ سالبہ جز ئیہ سے سالبہ جز ئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول کل ب ج و بعض ب لیس أ فبعض ج لیس أ خلف اور افتراض سے اگر سالبہ مرکبہ ہو۔

اَقُوْلُ يُشْتَرَطُ فِي اِنْتَاجِ الشَّكْلِ الثَّالِثِ بِحَسْبِ كَيْفِيَّةِ الْمُقَدَّمَاتِ اِيْجَابُ الصُّغْرىٰ وَ بِحَسْبِ الْكَمِيَّةِ كُلِيَّةُ اَحَدِ الْمُقَدَّمَتَيْنِ اَمَّا اِيْجَابُ الصُّغْرىٰ فَلِاَنَّهَا لَوْ كَانَتْ سَالِبَةً فَالْكُبرىٰ اِمَّا اَنْ تَكُوْنَ مُوجَبَةً اَوْ سَالِبَةً وَ اَيًّا مَا كَانَ يَحْصُلُ الْاِخْتِلَافُ الْمُوجِبُ لِعَدَمِ الْاِنْتَاجِ اَمَّا اِذَا كَانَتْ مُوجَبَةً فَكَقَوْلِنَا لَاشَيْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِفَرَسٍ وَ كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ اَوْ نَاطِقٌ فَالْحَقُّ فِي الْاَوَّلِ الْاِيْجَابُ وَ فِي الثَّانِي السَّلْبُ وَ اَمَّا اِذَا كَانَتْ سَالِبَةً فَكَمَا اِذَا بَدَّلْنَا الْكُبرىٰ بِقَوْلِنَا وَ لَاشَيْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِصَهَّالٍ اَوْ حِمَارٍ وَ الصَّادِقُ فِي الْاَوَّلِ الْاِيْجَابُ وَ فِي الثَّانِي السَّلْبُ وَ اَمَّا كُلِّيَّةُ اِحْدَى الْمُقَدَّمَتَيْنِ فَلِاَنَّهُمَا لَوْ كَانَتَا جُزْئِيَّتَيْنِ اِحْتَمَلَ اَنْ يَكُوْنَ الْبَعْضُ مِنَ الْاَوْسَطِ الْمَحْكُوْمُ عَلَيْهِ بِالْاَكْبَرِ غَيْرَ الْبَعْضِ مِنَ الْاَوْسَطِ الْمَحْكُوْمِ عَلَيْهِ بِالْاَصْغَرِ فَلَمْ يَجِبْ تَعْدِيَةُ الْحُكْمِ مِنَ الْاَوْسَطِ اِلَى الْاَصْغَرِ كَقَوْلِنَا بَعْضُ الْحَيَوَانِ اِنْسَانٌ وَ بَعْضُهٗ فَرَسٌ وَ الْحُكْمُ عَلىٰ بَعْضِ الْحَيَوَانِ بِالْفَرَسِيَّةِ لَا يَتَعَدّٰى اِلَى الْبَعْضِ الْمَحْكُوْمِ عَلَيْهِ بِالْاِنْسَانِيَّةِ وَ بِاعْتِبَارِ هٰذَيْنِ الشَّرْطَيْنِ يَحْصُلُ الضُّرُوْبُ سِتَّةً لِاَنَّ اِشْتِرَاطَ اِيْجَابِ الصُّغْرىٰ حَذَفَ ثَمَانِيَةَ اَضْرُبٍ كَمَا فِي الْاَوَّلِ وَ اِشْتِرَاطَ كُلِّيَّةِ اِحْدٰهُمَا حَذَفَ ضَرْبَيْنِ اٰخَرَيْنِ وَ هُمَا الْكُبْرَيَانِ الْجُزْئِيَّتَانِ مَعَ الْمُوْجَبَةِ الْجُزْئِيَّةِ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں: شکل ثالث کے نتیجہ دینے میں مقدمات کی کیفیت کے اعتبار سے صغریٰ کا موجبہ ہونا اور کمیت کے اعتبار سے دو مقدمہ میں سے ایک کا کلیہ ہونا شرط ہے، بہر حال صغریٰ کا موجبہ ہونا تو اس لئے ہے کہ اگر وہ سالبہ ہو تو

کبریٰ یا موجبہ ہوگا یا سالبہ اور جونسی بھی صورت ہو، ایسا اختلاف حاصل ہوگا جو عدمِ انتاج کا موجب ہے بہرحال جب کہ موجبہ ہو تو جیسے ہمارا قول لاشئ من الانسان بفرس و کل انسان حیوان او ناطق تو حق پہلے میں ایجاب ہے اور دوسرے میں سلب اور بہرحال جبکہ سالبہ ہو تو جیسے ہم بدل دیں کبریٰ کو اپنے قول ولاشئ من الانسان بصھال یا حمارٍ سے اور صادق اول میں ایجاب ہے اور ثانی میں سلب، اور بہرحال دونوں مقدموں میں سے ایک کا کلیہ ہونا تو اس لئے کہ وہ دونوں اگر جزئیہ ہوں تو احتمال ہوگا کہ اس بات کا کہ اوسط کے وہ بعض افراد جن پر اکبر کا حکم ہے، اوسط کے ان بعض افراد کے علاوہ ہوں جن پر اصغر کا حکم ہے تو حکم کا اوسط سے اصغر کی طرف متعدی ہونا ضروری ہوگا جیسے ہمارا قول بعض الحیوان انسان وبعض الحیوان فرس اور حیوان کے جن بعض افراد پر فرس ہونے کا حکم ہے وہ بعض افراد کی طرف متعدی نہیں ہوگا، جن پر انسان ہونے کا حکم ہے، اور ان دو شرطوں کے اعتبار کرنے سے ضروب (منتجہ) چھ حاصل ہوتی ہیں، اس لئے کہ ایجاب صغریٰ کی شرط ہونے نے آٹھ ضربوں کو ساقط کر دیا جیسا کہ شکل میں ہوا تھا، اور ان میں ایک کلیہ ہونے کی شرط نے دو ضربیں اور حذف کر دیں اور وہ دو کبریٰ جزئیہ ہیں موجبہ جزئیہ کے ساتھ۔

تشریح: شارح فرماتے ہیں کہ شکل ثالث کے نتیجہ دینے کے لئے دو شرطیں ہیں: ۱- کیفیت کے اعتبار سے صغریٰ کا موجبہ ہونا کبریٰ خواہ موجبہ ہو یا سالبہ۔ ۲- کمیت کے اعتبار سے دونوں مقدموں یعنی صغریٰ و کبریٰ میں سے ایک کا کلیہ ہونا دوسرا خواہ کلیہ ہو یا جزئیہ ان دونوں شرطوں میں سے پہلی شرط کا ضروری ہونا تو اس لئے ہے کہ اگر صغریٰ موجبہ نہ ہو بلکہ سالبہ ہو تو کبریٰ موجبہ ہوگا یا سالبہ ان میں سے جونسی بھی صورت ہو نتیجہ میں اختلاف پایا جائے گا، اور نتیجہ میں اختلاف عدم انتاج کی دلیل ہے، اگر کبریٰ موجبہ ہو تو نتیجہ میں اختلاف اس لئے ہوگا کہ جب ہم لاشئ من الانسان بفرس اور کل انسان حیوان کہیں تو یہ دونوں صادق ہیں تو نتیجہ موجبہ جزئیہ ہوگا بعض الفرس حیوان اور یہ صادق ہے، اور اگر کبریٰ کو بدل کر کلّ انسانٍ ناطق کہیں تو اس کا نتیجہ بعض الفرس لیس بناطقٍ ہوگا اور جب کبریٰ سالبہ ہو تو اختلاف اس لئے ہوگا کہ جب ہم لاشئ منالحمار بفرس ولاشئ من الحمار بصاھل کہیں تو حق نتیجہ موجبہ جزئیہ ہوگا یعنی بعض الفرس صاھل اور جب کبریٰ کو بدل کر لاشئ من الحمار بحجر کہیں تو نتیجہ ہوگا بعض الفرس لیس بحجرٍ اور نتیجہ میں اختلاف کا ہونا اصول منطق کے پیش نظر قیاس منتج نہ ہونے کی دلیل ہے، اس لئے شکل ثالث کے نتیجہ دینے کے لئے صغریٰ کے موجبہ ہونے کی شرط ضروری ہے، اور دوسری شرط یعنی دونوں مقدموں میں سے ایک کا کلیہ ہونا، اس لئے ضروری ہے کہ اگر دونوں مقدمہ جزئیہ ہوں تو اس وقت یہ جائز ہوگا کہ حداوسط کے جن بعض افراد پر اکبر کا حکم ہے وہ حداوسط کے ان بعض افراد کے علاوہ ہوں جن پر اصغر کا حکم ہے پس اس صورت میں اکبر کا حکم حداوسط سے اصغر کی طرف نہ پہنچے گا جیسے بعض الحیوان إنسان وبعض الحیوان فرس یہ دو مقدمے ہیں اور دونوں صادق ہیں ان دونوں مقدموں میں سے دوسرے مقدمہ حداوسط یعنی حیوان کے جن بعض افراد پر اکبر کا یعنی فرس ہونے کا حکم ہے وہ حکم حداوسط کے ان بعض افراد کی طرف متعدی نہیں ہوگا جن بعض افراد پر پہلے مقدمہ میں اصغر یعنی انسان ہونے کا حکم ہے، لہٰذا جب حداوسط کو گرا کر نتیجہ نکالا جائے گا تو نتیجہ بعض الانسان فرس ہوگا، جو کاذب ہے اور جب نتیجہ بعض الانسان لیس بفرس ہوگا تو یہ نتیجہ صادق ہوگا اور کبریٰ کو بدل کر بعض الحیوان ناطق کہیں تو نتیجہ بعض الانسان ناطق صادق ہوگا، الغرض شرائط کے نہ پائے

جانے کی وجہ سے چونکہ نتیجہ میں اختلاف ہوگا اور نتیجہ میں اختلاف ہونا قیاس منتج نہ ہونے کی دلیل ہے حالانکہ قیاس کو نتیجہ لازم ہوتا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ صغریٰ کا موجبہ ہونا اور صغریٰ وکبریٰ میں سے ایک کا کلیہ ہونا ضروری ہے، شکل اول اور شکل ثانی کی طرح اس شکل کی بھی سولہ ضربیں نکلتی ہیں، لیکن مذکورہ بالا شرائط کا لحاظ کرنے کی وجہ سے شکل ثالث کی سولہ ضربوں میں سے صرف چھ ضربیں ہی نتیجہ دیں گی بقیہ دس ضربیں ایسی ہیں جس میں شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے عقیم ہوں گی، کیوں کہ ایجاب صغریٰ کی شرط سے آٹھ ضربیں ساقط ہوجائیں گی اور کسی ایک مقدمہ کے کلیہ ہونے کی وجہ سے دو اور ساقط ہوجائیں گی، پس چھ ہی ضربیں ایسی رہ جاتی ہیں جن میں شرائط موجود ہیں اور وہ نتیجہ دیتی ہیں۔

ضروب منتجہ میں سے ہر ایک کو اگلی عبارت کی تشریح میں دیکھیں۔

الاَوَّلُ مِنْ مُوْجِبَتَيْنِ كُلِّيَّتَيْنِ يُنْتِجُ مُوْجِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ بَ جَ وَ كُلُّ بَ اَ فَبَعْضُ جَ اَ بِوَجْهَيْنِ اَحَدُهُمَا الْخُلْفُ وَ طَرِيْقُهُ فِي هٰذَا الشَّكْلِ اَنْ يُجْعَلَ نَقِيْضُ النَّتِيْجَةِ الْكُلِّيَّةِ كُبْرىٰ اِذْ هٰذَا الشَّكْلُ لاَ يُنْتِجُ اِلاَّ جُزْئِيَّةً وَ صُغْرىٰ الْقِيَاسِ لِاِيْجَابِهَا صُغْرىٰ فَيَنْتَظِمُ مِنْهُمَا قِيَاسٌ فِي الشَّكْلِ الاَوَّلِ يُنْتِجُ لِمَا يُنَافِي الْكُبْرىٰ فَيُقَالُ لَوْ لَمْ يَصْدُقْ بَعْضُ جَ اَ لَصَدَقَ لاَشَيْءَ مِنْ جَ اَ وَ كُلُّ بَ جَ وَ لاَشَيْءَ مِنْ جَ اَ يُنْتِجُ لاَشَيْءَ مِنْ بَ اَ وَ كَانَ الْكُبْرىٰ كُلُّ بَ اَ هٰذَا خُلْفٌ وَ ثَانِيْهِمَا عَكْسُ الصُّغْرىٰ لِيَرْجِعَ اِلَى الشَّكْلِ الاَوَّلِ وَ يُنْتِجَ النَّتِيْجَةَ الْمَطْلُوْبَةَ بِعَيْنِهَا الثَّانِيْ مِنْ كُلِّيَّتَيْنِ وَ الْكُبْرىٰ سَالِبَةٌ يُنْتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ بَ جَ وَلاَشَيْءَ مِنْ بَ اَ فَبَعْضُ جَ لَيْسَ اَ بِالْخُلْفِ وَ بِعَكْسِ الصُّغْرىٰ كَمَا سَلَفَ فِي الضَّرْبِ الاَوَّلِ بِلاَ فَرْقٍ وَ اِنَّمَا لَمْ يُنْتِجْ هٰذَانِ الضَّرْبَانِ الْكُلِّيَّةَ لِجَوَازِ اَنْ يَكُوْنَ الاَصْغَرُ اَعَمَّ مِنَ الاَكْبَرِ وَ اِمْتِنَاعِ اِيْجَابِ الاَخَصِّ لِكُلِّ اَفْرَادِ الاَعَمِّ اَوْ سَلْبِهِ عَنْهَا كَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ وَ كُلُّ اِنْسَانٍ نَاطِقٌ اَوْ لاَ شَيْءَ مِنَ الاِنْسَانِ بِفَرَسٍ وَ اِذَا لَمْ يُنْتِجَا الْكُلِّيَ لَمْ يُنْتِجْهُ شَيْءٌ مِنَ الضُّرُوْبِ الْبَاقِيَةِ لِاَنَّ الضَّرْبَ الاَوَّلَ اَخَصُّ الضُّرُوْبِ الْمُنْتِجَةِ لِلْاِيْجَابِ وَ الضَّرْبُ الثَّانِيْ اَخَصُّ الضُّرُوْبِ الْمُنْتِجَةِ لِلسَّلْبِ وَ عَدَمُ اِنْتَاجِ الاَخَصِّ مُسْتَلْزِمٌ لِعَدَمِ اِنْتَاجِ الاَعَمِّ الثَّالِثُ مِنْ مُوْجِبَتَيْنِ وَ الْكُبْرىٰ كُلِّيَّةٌ يُنْتِجُ مُوْجِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا بَعْضُ بَ جَ وَ كُلُّ بَ اَ فَبَعْضُ جَ اَ بِالْخُلْفِ وَ بِعَكْسِ الصُّغْرىٰ وَ هُوَ ظ وَ بِالاِفْتِرَاضِ وَ هُوَ اَنْ يُفْرَضَ مَوْضُوْعُ الْجُزْئِيَّةِ دَ فَكُلُّ دَ بَ وَ كُلُّ دَ جَ فَيُضَمُّ الْمُقَدَّمَةُ الاُوْلىٰ اِلىٰ كُبْرىٰ الْقِيَاسِ لِيُنْتِجَ مِنَ الشَّكْلِ الاَوَّلِ كُلُّ دَ اَ ثُمَّ تَجْعَلُهَا كُبْرىٰ لِلْمُقَدَّمَةِ الثَّانِيَةِ لِيُنْتِجَ مِنْ اَوَّلِ هٰذَا الشَّكْلِ بَعْضُ جَ اَ وَ هُوَ الْمط.

ترجمہ: پہلی (ضرب) دو موجبہ کلیہ سے (مرکب ہے) یہ موجبہ جزئیہ نتیجہ دیگی جیسے ہمارا قول کل ب ج و کل ب أ فبعض ج أ دو دلیلوں سے، ان میں سے ایک خلف ہے اور اس کا طریقہ اس شکل میں یہ ہے کہ نتیجہ کی نقیض کو اس کے کلیہ ہونے کی وجہ سے اس شکل کا کبریٰ بنا دیا جائے تو یہ نتیجہ جزئیہ ہی دیگی، اور قیاس کے صغریٰ کو موجبہ ہونے کی وجہ سے صغریٰ بنا دیا جائے پس ان دونوں سے شکل اول میں قیاس مرتب ہوگا، جو کبریٰ کے منافی کا نتیجہ دے گا پس کہا جائے گا کہ اگر بعض ج أ صادق نہ ہو تو لاشیٔ من ج أ و کل ب ج و لاشیٔ من ج أ صادق ہوگا جو لاشیٔ من ج ب أ نتیجہ

دے گا پس کہا جائے گا کہ اگر بعض ج أ صادق نہ ہو تو لاشیء من ج أ و کل ب ج و لا شیء من ج أ صادق ہوگا جو لا شیء من ب أ نتیجہ دے گا حالانکہ کبریٰ کل ب أ تھا، یہ خلاف مفروض ہے، اور ان میں سے دوسری (دلیل) عکسِ صغریٰ ہے تاکہ یہ شکل اول کی طرف راجع ہو، اور بعینہٖ نتیجہ مطلوبہ نتیجہ دے، دوسری (ضرب یہ ہے کہ) دو کلیہ سے (مرکب ہو) اور کبریٰ سالبہ ہو یہ سالبہ جزئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول کل ب ج ولاشیء من ب أ فبعض ج لیس أ (دلیل) خلف سے اور عکسِ صغریٰ سے جیسا کہ ضرب اول میں گزر چکا بلا کسی فرق کے، اور یہ دونوں ضرب کلیہ نتیجہ نہیں دیتیں، کیوں کہ اصغر کا اکبر سے اعم ہونا اور اعم کے ہر ہر فرد کے لئے اخص ثابت ہونے یا اس سے اس کے سلب ہونے کا ممتنع ہونا ممکن ہے، جیسے ہمارا قول کل انسان حیوان و کل انسان ناطق یا ولاشیء من الانسان بفرس اور جب یہ دونوں ضرب کلیہ نتیجہ نہیں دیتیں تو باقی ضروب میں سے کوئی (بھی) کلیہ نتیجہ نہیں دے گی، اس لئے کہ ایجاب کا نتیجہ دینے والی ضربوں میں سے سب سے اخص ضرب اول ہے اور سلب کا نتیجہ دینے والی ضربوں میں سب سے اخص ضرب ثانی ہے اور اخص کا عدم انتاج اعم کے عدم انتاج کو مستلزم ہے۔ تیسری (ضرب) دو موجبہ سے (مرکب ہے) اور کبریٰ کلیہ ہو یہ ضرب موجبہ جزئیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے ہمارا قول بعض ب ج و کل ب أ فبعض ج أ خلف سے اور عکسِ صغریٰ سے اور یہ ظاہر ہے اور افتراض سے اور وہ یہ ہے کہ جزئیہ کے موضوع کو "د" فرض کیا جائے، ف کل د ب و کل د ج پھر مقدمہ اولیٰ کو قیاس کے کبریٰ کے ساتھ ملایا جائے تاکہ شکل اول سے کل د أ نتیجہ دے، پھر اس کو مقدمہ ثانیہ کا کبریٰ بنا دیا جائے تاکہ اس شکل کی ضرب اول سے بعض ج أ نتیجہ دے، اور یہی مطلوب ہے۔

تشریح: یہاں سے شارح شکل ثالث کی نتیجہ دینے والی چھ ضربوں کو بیان کر رہے ہیں۔

پہلی ضرب: یہ ہے کہ صغریٰ موجبہ کلیہ ہو اور کبریٰ بھی موجبہ کلیہ ہو، نتیجہ موجبہ جزئیہ آئے گا، جیسے کل ب ج (صغریٰ) و کل ب أ (کبریٰ) نتیجہ ہوگا بعض ج أ۔

شکل ثالث کی ضرب اول کے نتیجہ کو ثابت کرنے کی دلیل: شکل ثالث کے نتیجہ دینے کی دلیل افتراض کے علاوہ عام طور پر چار دلیلیں دی جاتی ہیں: ۱- دلیل خلف۔ ۲- عکس صغریٰ۔ ۳- عکسِ کبریٰ پھر عکس ترتیب پھر عکس نتیجہ۔ ۴- عکسِ صغریٰ و کبریٰ۔ شارح فرماتے ہیں کہ شکل ثالث کی ضرب اول کا نتیجہ دو دلیلوں سے ثابت ہے۔ ۱- دلیل خلف۔ ۲- عکسِ صغریٰ۔

دلیل خلف کی تقریر یہ ہے کہ اگر آپ سے کوئی کہے کہ میں شکل ثالث کی ضرب اول کا نتیجہ نہیں مانتا تو آپ اس سے کہئے کہ اگر آپ شکل ثالث کی ضرب اول کا نتیجہ نہیں مانتے تو آپ کو اس کی نقیض ماننی ہوگی، ورنہ ارتفاع نقیضین لازم آئے گا، جو باطل ہے، لہٰذا جو نتیجہ کو نہیں مانتا تو اس کی نقیض اس کو ماننی پڑے گی، پھر ہم نتیجہ کی نقیض کو کبریٰ بنائیں گے کیوں کہ وہ کلیہ ہے، اور اصل قیاس کے صغریٰ کو صغریٰ بنائیں گے اس لئے کہ صغریٰ موجبہ ہے پس شکل اول بن جائے گی، پھر حد اوسط کو گرا کر نتیجہ نکالیں گے اگر نتیجہ شکل ثالث کی ضرب اول کے کبریٰ کی نقیض آئے تو وہ باطل ہوگا کیوں کہ شکل ثالث کی ضرب اول کا کبریٰ مفروض الصدق ہے، اب غور کریں گے کہ یہ غلط نتیجہ یا تو شرائط انتاج کے نہ پائے جانے کی وجہ سے آیا ہوگا یا صغریٰ کی وجہ سے، یا کبریٰ کی وجہ سے، غور کرنے سے معلوم ہوا کہ

شرائط انتاج سب موجود ہیں اور صغریٰ مفروض الصدق ہے پس لامحالہ کبریٰ باطل ہوگا پس اس کی نقیض جو شکل ثالث کا نتیجہ ہے وہ صحیح ہوگی، شارح مثال سے سمجھا رہے ہیں کہ کل ب ج و کل ب ا کا نتیجہ بعض ج ا اگر صادق نہ ہو تو اس کی نقیض لاشیٔ من ج ا صادق ہوگی، حالانکہ یہ نقیض صحیح نہیں ہے، کیوں کہ جب ہم اس نقیض کو کبریٰ اور اصل قیاس کے صغریٰ کو صغریٰ بنا کر شکل اول ترتیب دیں گے اور اس طرح کہیں گے کل ب ج (صغریٰ) و لاشیٔ من ج ا (کبریٰ) تو نتیجہ برآمد ہوگا، لاشیٔ من ب ا اور یہ نتیجہ اصل قیاس کے کبریٰ کل ب ا کے خلاف اور منافی ہے، لہٰذا یہ نتیجہ باطل ہے، کیوں کہ اصل قیاس کا کبریٰ مفروض الصدق ہے، اور نتیجہ کا یہ کذب شکل اول کے کبریٰ لاشیٔ من ج ا کی وجہ سے لازم آیا ہے لہٰذا وہ باطل ٹھہرا اور اصل قیاس کا نتیجہ جو اس کی نقیض ہے یعنی بعض ج ا صادق ہوئی اور یہی ہمارا مطلوب تھا لہٰذا ثابت ہوا کہ شکل ثالث کی ضرب اول کا نتیجہ موجبہ جزئیہ آتا ہے۔

فائدہ: یہ دلیل شکل ثالث کی ضروب ستہ میں جاری ہے اس لئے کہ شکل ثالث کا نتیجہ جزئیہ آتا ہے، اور جزئیہ کی نقیض کلیہ ہوتی ہے، جو شکل اول کا کبریٰ بن سکتی ہے، اور شکل ثالث میں صغریٰ کا موجبہ ہونا شرط ہے، اس لئے شکل ثالث کا صغریٰ شکل اول کا صغریٰ بن سکتا ہے۔

عکس صغریٰ: شکل ثالث کی ضرب اول کا نتیجہ ثابت کرنے کی دوسری دلیل عکسِ صغریٰ ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ شکل ثالث کی ضرب اول کے صغریٰ کا عکس مستوی بنا کر شکل اول ترتیب دی جائے، اگر نتیجہ بعینہٖ شکل ثالث کی ضرب اول کا نتیجہ آئے تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ ضرب اول کا نتیجہ صحیح نکلا تھا، مثلاً کل انسان حیوان (صغریٰ) و کل انسان ناطق (کبریٰ) نتیجہ آئے گا بعض الحیوان ناطق، اب یہ نتیجہ صحیح ہے یا غلط؟ تو اس نتیجہ کو جانچنے کے لئے دلیل عکسِ صغریٰ ہے یعنی صغریٰ کا عکسِ مستوی بنا کر شکل اول ترتیب دے کر یوں کہا جائے گا، بعض الحیوان انسان و کل انسان ناطق حداوسط گرانے کے بعد نتیجہ آئے گا، بعض الحیوان ناطق اور یہ نتیجہ بعینہٖ نتیجہ مطلوبہ یعنی شکل ثالث کا نتیجہ ہے، پس ثابت ہوا کہ شکل ثالث کی ضرب اول کا نتیجہ موجبہ جزئیہ صحیح ہے۔

فائدہ: یہ دلیل ضرب اول، دوم، سوم، اور چہارم میں جاری ہو سکتی ہے، کیوں کہ ان چاروں ضربوں میں کبریٰ کلیہ ہے، جو شکل اول کا کبریٰ بن سکتا ہے، پانچویں اور چھٹی ضرب میں یہ دلیل جاری نہیں ہو سکتی، کیوں کہ ان دونوں ضربوں میں کبریٰ جزئیہ ہے جو شکل اول کا کبریٰ نہیں بن سکتا۔

- شکل ثالث کی دوسری ضرب یہ ہے کہ صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہو، تو نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا جیسے کل ب ج (صغریٰ) و لاشیٔ من ب ا (کبریٰ) نتیجہ ہوگا بعض ج لیس ا۔

دلیل اس ضرب کے نتیجہ کے ثابت کرنے کی بھی دو دلیلیں ہیں: ۱- دلیل خلف: ۲- عکسِ صغریٰ، ان دونوں دلیلوں کو ضرب اول میں جاری کرنے کی مانند اس ضرب میں بھی جاری کی جائے گی، لہٰذا آپ خود جاری کر لیں۔

وانما لم ینتج هذان الضربان الخ اس عبارت میں شارح نے شکل ثالث کی ضرب اول اور ثانی کے نتائج موجبہ جزئیہ آنے کی وجہ بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ضرب اول اور ثانی کے مقدمات اگرچہ کلیہ ہیں مگر دونوں کا نتیجہ جزئیہ آتا ہے کلیہ نہیں آتا، کیوں کہ بعض مادوں میں یہ ہو سکتا ہے کہ اصغر اکبر سے اعم ہو اور اخص اعم کے تمام افراد پر نہ ایجاباً صادق ہو نہ سلباً، اس لئے ضرب اول کا نتیجہ نہ موجبہ کلیہ صادق ہو سکتا ہے نہ ضرب ثانی کا نتیجہ سالبہ کلیہ بلکہ نتیجہ جزئیہ ہی صادق ہوگا، اس لئے نتیجہ کے جزئی ہونے کا حکم لگایا جائے گا تا کہ کہیں تخلف نہ ہو۔

و إذا لم ينتجا الخ سے شکل ثالث کے تمام ضروب کے نتائج کے جزئیہ آنے کی وجہ بیان کی جارہی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جن ضربوں کا نتیجہ موجبہ جزئیہ آتا ہے ان میں اخص ضرب اول ہے اور جن ضربوں کا نتیجہ سالبہ جزئیہ آتا ہے ان میں اخص ضرب ثانی ہے، اور قاعدہ ہے کہ اخص کا منتج نہ ہونا اعم کے منتج نہ ہونے کو مستلزم ہوتا ہے، اور یہاں ضرب اول اور ضرب ثانی کا نتیجہ چونکہ کلیہ نہیں آتا ہے، بلکہ جزئیہ ہی آتا ہے، اور حالانکہ دونوں ضربیں اخصا الضروب ہیں تو بقیہ ضروب جو کہ اعم ہیں ان کا نتیجہ بھی کلیہ نہیں آئے گا بلکہ جزئیہ آئے گا۔

شکل ثالث کی ضرب ثالث یہ ہے کہ صغریٰ موجبہ جزئیہ ہو اور کبریٰ موجبہ کلیہ تو نتیجہ موجبہ جزئیہ آئے گا جیسے بعض ب ج (صغریٰ) و کل ب أ (کبریٰ) نتیجہ ہوگا بعض ج أ۔

ضرب ثالث کا نتیجہ ثابت کرنے کی دلیل: اس ضرب کے نتیجہ کو تین دلیلوں سے ثابت کیا جاتا ہے: ۱- دلیل خلف۔ ۲- عکس صغریٰ۔ ۳- دلیل افتراض، اول الذکر دو کے اجراء کا طریقہ چونکہ کئی بار گزر چکا ہے اس لئے اس دلیل کا اجراء یہاں نہیں کیا جارہا ہے، البتہ دلیل افتراض کو جاری کرنے کا طریقہ ذکر کیا جارہا ہے، بغور سماعت فرمائیں، افتراض کی تقریر یہ ہے کہ جزئیہ یعنی بعض ب ج کے موضوع کو ''د'' فرض کیا جائے تو اس پر وصف موضوع بھی صادق ہوگا اور محمول بھی صادق ہوگا لہٰذا دو قضیہ حاصل ہوں گے: ۱- کل د ب۔ ۲- کل د ج، قضیہ اول کو اصل قیاس کے کبریٰ کے ساتھ ملا کر شکل اول ترتیب دیں گے اور یوں کہیں گے، کل د ب (صغریٰ) و کل ب أ (کبریٰ) تو نتیجہ کل د أ حاصل ہوگا، پھر اس نتیجہ کو دوسرے قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل ثالث ترتیب دیں گے اس طرح سے کہ نتیجہ کو کبریٰ بنائیں گے اور دوسرے قضیہ کو صغریٰ اور یوں کہیں گے کل د ج (صغریٰ) و کل د أ (کبریٰ) نتیجہ آئے گا بعض ج أ اور یہ نتیجہ بعینہ ضرب ثالث کا نتیجہ ہے جو ہمارا مطلوب ہے۔

الرَّابِعُ مِنْ مُوْجِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ صُغرىٰ وَ سَالِبَةٍ كُلِّيَّةٍ كُبرىٰ يُنتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا بَعْضُ بَ جَ وَ لَاشَيْءَ مِنْ بَ اَ فَبعضُ جَ لَيْسَ اَ بِالطُّرُقِ الثَّلٰثَةِ وَ الكُلُّ ظ الخَامِسُ مِنْ مُوْجِبَتَيْنِ وَ الصُّغرىٰ كُلِّيَّةٌ يُنتِجُ مُوجِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَولِنَا كُلُّ بَ جَ وَ بَعضُ بَ اَ فَبعضُ جَ اَ بِالخُلْفِ وَ الاِفْتِراضِ وَ هُوَ فَرْضُ مَوضُوعِ الكُبرىٰ دَ فَكُلُّ دَ ب وَ كُلُّ دَ اَ فَيُجعَلُ المُقَدَّمَةُ الاُولىٰ صُغرىٰ وَ صُغرىٰ الاَصْلِ كُبرىٰ فَكُلُّ دَ بَ وَ كُلُّ بَ جَ يُنتِجُ مِنَ الشَّكْلِ الاَوَّلِ كُلُّ دَ جَ وَ تُجعَلُهَا صُغرىٰ لِلْمُقَدَّمَةِ الثَّانِيَةِ هٰكَذَا كُلُّ دَ جَ وَ كُلُّ دَ اَ فَبَعْضُ جَ اَ وَ هُوَ المَطلُوبُ وَ بِعَكْسِ الكُبرىٰ وَ جَعْلِهَا صُغرىٰ ثُمَّ عَكْسِ النَّتِيْجَةِ لَا بِعَكْسِ الصُّغرىٰ لِاَنَّ الكُبرىٰ جُزْئِيَّةٌ وَ الجُزْئِيَّةُ لَاتَصْلُحُ لِكُبْرَوِيَّةِ الشَّكْلِ الاَوَّلِ السَّادِسُ مِنْ مُوْجِبَةٍ كُلِّيَّةٍ صُغْرىٰ وَ سَالِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ كُبرىٰ يُنتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ بَ جَ وَ بَعْضُ بَ لَيْسَ اَ فَبَعْضُ جَ لَيْسَ اَ بِالخُلْفِ وَ الاِفْتِراضِ فِي الكُبرىٰ اِنْ كَانَتِ السَّالِبَةُ مُرَكَّبَةً لِيَتَحَقَّقَ وُجُودُ المَوضُوعِ لَا بِعَكْسِ الصُّغرىٰ لِاَنَّ الجُزْئِيَّةَ لَاتَقَعُ فِي كُبرىٰ الشَّكْلِ الاَوَّلِ وَ لَا بِعَكْسِ الكُبرىٰ لِاَنَّهَا لَا تَقْبَلُ العَكْسَ وَ بِتَقْدِيْرِ اِنْعِكَاسِهَا لَاتَصْلُحُ الصُّغْرَوِيَّةُ الشَّكْلَ الاَوَّلَ وَ اِنَّمَا وُضِعَتْ هٰذِهِ الضُّرُوبُ فِي هٰذِهِ المَرَاتِبِ لِاَنَّ الاَوَّلَ اَخَصُّ الضُّرُوبِ المُنْتِجَةِ لِلْاِيْجَابِ وَ الثَّانِي اَخَصُّ الضُّرُوبِ المُنْتِجَةِ لِلسَّلْبِ وَ الاَخَصُّ اَشْرَفُ وَ قَدَّمَ الثَّالِثُ وَ الرَّابِعُ عَلىٰ الاٰخَرَيْنِ لِاشْتِمَالِهِمَا عَلىٰ كُبرىٰ الشَّكْلِ الاَوَّلِ

ترجمہ: چوتھی (ضرب) صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ سے (مرکب ہے) یہ نتیجہ دے گی سالبہ جزئیہ، جیسے ہمارا قول بعض ب ج ولاشئ من ب ا فبعض ج لیس ا طرق ثلثہ سے اور سب ظاہر ہیں، پانچویں (ضرب) دو موجبہ سے (مرکب ہے) اور صغریٰ کلیہ ہے، یہ موجبہ جزئیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے ہمارا قول کل ب ج وبعض ب ا فبعض ج ا خلف سے اور افتراض سے اور وہ کبریٰ کے موضوع کو "د" فرض کرنا ہے، فکل د ب وکل د ا (ہوگا) مقدمہ اولیٰ کو صغریٰ اور اصل صغریٰ کو کبریٰ بنادیا جائے گا تو کل د ب وکل ب ج (ہوگا) شکل اول سے نتیجہ دے گا، کل د ج اور اس کو دوسرے مقدمہ کا صغریٰ بنا کر اس طرح (کہا جائے گا) کل د ج وکل د ا فبعض ج ا اور یہی مطلوب ہے، اور کبریٰ کے عکس سے اور اس کو صغریٰ بنانے سے پھر عکس نتیجہ سے، نہ کہ عکسِ صغریٰ سے اس لئے کہ کبریٰ جزئیہ ہے اور جزئیہ شکل اول کا کبریٰ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ چھٹی (ضرب) صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ سالبہ جزئیہ سے (مرکب ہے) یہ سالبہ جزئیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے ہمارا قول کل ب ج وبعض ب لیس ا فبعض ج لیس ا، خلف سے اور کبریٰ میں افتراض سے اگر وہ سالبہ مرکبہ ہو، تاکہ وجود موضوع متحقق ہو سکے، نہ کہ عکسِ صغریٰ سے اس لئے کہ جزئیہ شکل اول کے کبریٰ میں واقع نہیں ہوسکتا، اور نہ عکسِ کبریٰ سے اس لئے کہ (سالبہ جزئیہ) عکس کو قبول نہیں کرتا، اور اس کے منعکس ہونے کی تقدیر پر وہ شکل اول کا صغریٰ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور ان ضروب کو ان مراتب میں رکھا گیا اس لئے کہ ایجاب کا نتیجہ دینے والی ضربوں میں (ضرب) اول اخص ہے، اور سلب کا نتیجہ دینے والی ضربوں میں (ضرب) ثانی اخص ہے، اور اخص اشرف (ہوتا) ہے، اور ثالث اور رابع کو آخری دو پر اس لئے مقدم کیا کہ یہ دونوں شکل اول کے کبریٰ پر مشتمل ہیں۔

تشریح: شکل ثالث کی ضرب چہارم: یہ ہے کہ صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہو، تو نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا، جیسے بعض ب ج (صغریٰ) ولاشئ من ب ا (کبریٰ) نتیجہ ہوگا بعض ج لیس ا، شارح کہتے ہیں کہ یہ نتیجہ دلیل خلف، عکسِ صغریٰ اور دلیل افتراض تینوں طریقوں سے ثابت ہے جن کا اجراء ماسبق سے بالکل واضح اور ظاہر ہے۔

شکل ثالث کی ضرب خامس یہ ہے صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ موجبہ جزئیہ ہو، تو نتیجہ موجبہ جزئیہ آئے گا جیسے کل ب ج (صغریٰ) وبعض ب ا (کبریٰ) نتیجہ ہوگا بعض ج ا۔

ضرب خامس کے نتیجہ کے اثبات کی دلیل: شکل ثالث کی ضرب خامس کا نتیجہ تین دلیلوں سے ثابت ہے: ۱۔ دلیل خلف۔ ۲۔ دلیل افتراض۔ ۳۔ عکس ترتیب، عکسِ کبریٰ، عکس نتیجہ، دلیل خلف تو شکل ثالث کی تمام ضربوں میں یکساں ہے اس لئے اس کا اجراء یہاں نہیں کیا جا رہا ہے، اور دلیل افتراض البتہ مختلف ہے اس لئے شارح اس کو بیان کرتے ہیں، کہ اس ضرب کا کبریٰ چونکہ موجبہ جزئیہ ہے، اس لئے اس کے موضوع کو "د" فرض کریں گے تو اس پر وصفِ موضوع ومحمول دونوں صادق ہوں گے جس کی وجہ سے دو قضیہ حاصل ہوں گے: ۱۔ کل د ب۔ ۲۔ کل د ا، پھر پہلے قضیہ کو صغریٰ اور اصل قیاس کے صغریٰ کو کبریٰ بنا کر شکل اول ترتیب دیکر اس طرح کہیں گے کل د ب (صغریٰ) وکل ب ج تو شکل اول سے نتیجہ موجبہ کلیہ آئے گا یعنی کل د ج، پھر اس نتیجہ کو دلیل افتراض سے حاصل شدہ دوسرے قضیہ کا صغریٰ بنائیں گے اور اس طرح کہیں گے کل د ج (صغریٰ) وکل د ا (کبریٰ) نتیجہ بعض ج ا ہوگا۔ جو بعینہ ضرب خامس کا نتیجہ مطلوبہ ہے۔

عکس کبریٰ، عکسِ ترتیب، عکسِ نتیجہ: شکل ثالث کی ضرب خامس کا نتیجہ ثابت کرنے کی دلیل عکسِ کبریٰ، عکسِ ترتیب پھر نتیجہ ہے، جس کی تقریر یہ ہے کہ شکل ثالث کی ضرب خامس کے کبریٰ کا عکس مستوی بنا کر شکل رابع بنائی جائے پھر اس کی ترتیب پلٹ کر شکل اول بنائی جائے پھر جو نتیجہ آئے گا اس کا عکس مستوی بنایا جائے اگر وہ عکسِ مستوی بعینہٖ نتیجہ مطلوبہ ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ ضرب خامس نے صحیح نتیجہ دیا تھا۔ جیسے کل انسان حیوان (صغریٰ) و کل انسان ناطق (کبریٰ) نتیجہ آئے گا بعض الحیوان ناطق، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ نتیجہ صحیح ہے یا غلط؟ تو اس کو جانچنے کے لئے عکسِ کبریٰ کا طریقہ جاری کیا جائے، یعنی کبریٰ کا عکسِ مستوی بنا کر شکل رابع بنائی جائے اور اس طرح کہا جائے، کل انسانٍ حیوانٌ (صغریٰ) و بعض الناطق إنسانٌ (کبریٰ) پھر اس کی ترتیب الٹ کر شکل اول بنا کر اس طرح کہا جائے بعض الناطق انسان و کل ناطق انسانٌ، حد اوسط کو گرانے کے بعد نتیجہ آئے گا، بعض الناطق حیوان، اور اس نتیجہ کا عکسِ مستوی ہوگا بعض الحیوان ناطق جو بعینہٖ ضرب خامس کا نتیجہ ہے پس ثابت ہوا کہ ضرب خامس نے صحیح نتیجہ دیا تھا۔

لابعکس الصغریٰ اس عبارت سے شارح یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ضرب خامس کا نتیجہ ثابت کرنے کے لئے عکسِ صغریٰ کا طریقہ جاری نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ ضرب خامس میں کبریٰ جزئیہ ہوتا ہے، اور جزئیہ شکل اول کا کبریٰ بننے کی صلاحیت نہیں رکھ سکتا، اس لئے کہ شکل اول میں کبریٰ کا کلیہ ہونا ضروری ہے۔

ضرب سادس: یہ ہے کہ صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ سالبہ جزئیہ ہو، تو نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا، جیسے کل ب ج (صغریٰ) و بعض ب لیس أ (کبریٰ) نتیجہ ہوگا بعض ج لیس أ۔

ضرب سادس کا نتیجہ ثابت کرنے کی دلیل: شارح کہتے ہیں کہ اس کا نتیجہ دلیل خلف سے ثابت ہے اور دلیل افتراض سے بھی ثابت ہے، بشرطیکہ کبریٰ سالبہ مرکبہ ہو، سالبہ بسیطہ نہ ہو کیوں کہ دلیل افتراض کے جاری کرنے کے لئے موضوع کا موجود ہونا ضروری ہے، اور سالبہ بسیطہ میں موضوع کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے اور سالبہ مرکبہ میں چونکہ دوسرے جزء سے قضیہ موجبہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے اس لئے وہاں وجودِ موضوع کا تحقق ہوگا، اور جب سالبہ مرکبہ میں موضوع وجود ہوتا ہے، تو ضرب سادس میں کبریٰ کے سالبہ مرکبہ ہونے کی صورت میں دلیل افتراض جاری کی جاسکتی ہے، اور اس کے اجراء کا طریقہ کئی بار گزر چکا لہٰذا اس کو آپ جاری کرلیں۔

لابعکس الصغریٰ الخ اس عبارت سے شارح یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ضرب سادس کا نتیجہ دلیل عکس سے ثابت نہیں کیا جاسکتا، نہ عکسِ صغریٰ سے اور نہ ہی عکس کبریٰ سے، صغریٰ کا عکس کر کے شکل اول اس لئے نہیں بنا سکتے کہ اس ضرب کا صغریٰ موجبہ کلیہ ہے اور موجبہ کلیہ کا عکسِ مستوی موجبہ جزئیہ آتا ہے، اور ترتیب بدلنے کے بعد یہ صغریٰ کبریٰ ہوگا، اور شکل اول میں کبریٰ کا کلیہ ہونا شرط ہے تو یہ شکل اول کا کبریٰ نہیں بن سکتا، لہٰذا عکسِ صغریٰ اس ضرب میں جاری نہیں کیا جاسکتا ہے، اور کبریٰ کا عکسِ مستوی کر کے شکل اول اس لئے نہیں بنا سکتے کہ اس ضرب کا کبریٰ سالبہ جزئیہ ہے جس کا عکسِ مستوی آتا ہی نہیں، اور اگر اس کا عکس مستوی آئے بھی تو وہ شکل اول کا صغریٰ نہیں بن سکتا، کیوں کہ یہ سالبہ ہے، اور شکل اول کے صغریٰ کا موجبہ ہونا شرط ہے۔

وإنما وضعت الخ اس عبارت میں شارح نے شکل ثالث کی ضروب منتجہ کے ترتیب کی وجہ بیان کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ

شکل ثالث کی چھ ضربیں نتیجہ دیتی ہیں تین کا نتیجہ موجبہ جزئیہ، آتا ہے، اور تین کا سالبہ جزئیہ، اور جن ضربوں کا نتیجہ موجبہ آتا ہے ان میں سب سے اخص ضرب اول ہے، اور جن ضربوں کا نتیجہ سالبہ آتا ہے ان میں سب سے اخص دوسری ضرب ہے، اور اخص امر زائد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اشرف ہوتا ہے تو ضرب اول اور ضرب ثانی اخص ہونے کی وجہ سے اشرف ہوئے اور ان کے علاوہ غیر اشرف ہوئے، اور اشرف کو غیر اشرف پر مقدم کیا جاتا ہے، اسی لئے ان دونوں ضربوں کو بقیہ ضربوں پر مقدم کیا گیا اور تیسری اور چوتھی کو آخری دو پر اس لئے مقدم کیا گیا کہ یہ دونوں شکل اول کے کبریٰ پر مشتمل ہوتے ہیں، شکل اول کا کبریٰ کلیہ ہوتا ہے، اور ان دونوں میں سے پہلی ضرب کا کبریٰ موجبہ کلیہ ہوتا ہے اور دوسری ضرب کا کبریٰ سالبہ کلیہ ہوتا ہے۔

اب شکل ثالث کی ضروب منتجہ اور غیر منتجہ کو نقشہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

نقشہ شکل ثالث

نمبر شمار	صغریٰ	کبریٰ	نتیجہ	کیفیت	مثال صغریٰ	مثال کبریٰ	مثال نتیجہ
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	شرائط موجود ہیں	کل انسان حیوان	کل انسان ناطق	بعض الحیوان ناطق
۲	//	// جزئیہ	//	//	کل انسان حیوان	بعض الانسان کاتب	بعض الحیوان کاتب
۳	//	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	//	کل انسان حیوان	لاشئ من الانسان بفرس	بعض الحیوان لیس بفرس
۴	//	سالبہ جزئیہ	//	//	کل انسان حیوان	بعض الانسان لیس بکاتب	بعض الحیوان لیس بکاتب
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	//	بعض الحیوان انسان	کل حیوان جسم	بعض الانسان جسم
۶	//	موجبہ جزئیہ	عقیم	کوئی مقدمہ نہیں			
۷	//	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	شرائط موجود ہیں	بعض الحیوان انسان	لاشئ من الحیوان بحجر	بعض الانسان لیس بحجر
۸	//	سالبہ جزئیہ	عقیم	کوئی مقدمہ نہیں ہے			
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	//	صغریٰ موجبہ نہیں ہے			
۱۰	//	موجبہ جزئیہ	//	//			

١١	//	سالبہ کلیہ	//	//			
١٢	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	عقیم	صغریٰ موجبہ نہیں ہے			
١٣	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	//	//			
١۴	//	// جزئیہ	//	صغریٰ موجبہ نہیں اور کوئی مقدمہ کلیہ نہیں ہے			
١۵	//	سالبہ کلیہ	//	صغریٰ موجبہ نہیں ہے			
١٦	//	سالبہ جزئیہ	//	صغریٰ موجبہ نہیں اور کوئی مقدمہ کلیہ نہیں ہے			

قَالَ وَ اَمَّا الشَّكْلُ الرَّابِعُ فَشَرْطُهُ بِحَسْبِ الْكَمِيَّةِ وَ الْكَيْفِيَّةِ اِيْجَابُ الْمُقَدَّمَتَيْنِ مَعَ كُلِّيَّةِ الصُّغْرٰى اَوْ اِخْتِلَافُهُمَا بِالْكَيْفِ مَعَ كُلِّيَّةِ اِحْدٰهُمَا وَ اِلَّا يَحْصُلُ الْاِخْتِلَافُ الْمُوْجِبُ لِعَدَمِ الْاِنْتَاجِ وَ ضُرُوْبُهُ النَّاتِجَةُ ثَمَانِيَةٌ الْاَوَّلُ مِنْ مُوْجِبَتَيْنِ كُلِّيَّتَيْنِ يُنْتِجُ مُوْجِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ بَ جَ وَ كُلُّ اَ بَ فَبَعْضُ جَ اَ بِعَكْسِ التَّرْتِيْبِ ثُمَّ عَكْسُ النَّتِيْجَةِ الثَّانِیْ مِنْ مُوْجِبَتَيْنِ وَ الْكُبْرٰى جُزْئِيَّةٌ يُنْتِجُ مُوْجِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ بَ جَ وَ بَعْضُ اَ بَ فَبَعْضُ جَ اَ لِمَامَرَّ الثَّالِثُ مِنْ كُلِّيَّتَيْنِ وَ الصُّغْرٰى سَالِبَةٌ يُنْتِجُ سَالِبَةً كُلِّيَّةً كَقَوْلِنَا لَا شَیْءَ مِنْ بَ جَ وَ كُلُّ اَ بَ فَلَا شَیْءَ مِنْ جَ اَ الرَّابِعُ مِنْ كُلِّيَّتَيْنِ وَ الصُّغْرٰى مُوْجِبَةٌ يُنْتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ بَ جَ وَ لَا شَیْءَ مِنْ اَ بَ فَبَعْضُ جَ لَيْسَ اَ بِعَكْسِ الْمُقَدَّمَتَيْنِ الْخَامِسُ مِنْ مُوْجِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ صُغْرٰى وَ سَالِبَةٍ كُلِّيَّةٍ كُبْرٰى يُنْتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا بَعْضُ بَ جَ وَ لَا شَیْءَ مِنْ اَ بَ فَبَعْضُ جَ لَيْسَ اَ لِمَامَرَّ السَّادِسُ مِنْ سَالِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ صُغْرٰى وَ مُوْجِبَةٍ كُلِّيَّةٍ كُبْرٰى يُنْتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا بَعْضُ بَ لَيْسَ جَ وَ كُلُّ اَ بَ فَبَعْضُ جَ لَيْسَ اَ بِعَكْسِ الصُّغْرٰى لِيَرْتَدَّ اِلَى الثَّانِیْ السَّابِعُ مِنْ مُوْجِبَةٍ كُلِّيَّةٍ صُغْرٰى وَ سَالِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ كُبْرٰى يُنْتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ بَ جَ وَ بَعْضُ اَ لَيْسَ بَ فَبَعْضُ جَ لَيْسَ اَ بِعَكْسِ الْكُبْرٰى لِيَرْتَدَّ اِلَى الثَّالِثِ الثَّامِنُ سَالِبَةٍ كُلِّيَّةٍ صُغْرٰى وَ مُوْجِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ كُبْرٰى يُنْتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا لَا شَیْءَ مِنْ بَ جَ وَ بَعْضُ اَ بَ فَبَعْضُ جَ لَيْسَ اَ بِعَكْسِ التَّرْتِيْبِ ثُمَّ عَكْسِ النَّتِيْجَةِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور بہر حال شکل رابع تو اس کی شرط کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے مقدمتین کا ایجاب ہے، صغریٰ کے کلیہ ہونے کے ساتھ یا ان دونوں کا مختلف ہونا ان میں سے کسی ایک کے کلیہ ہونے کے ساتھ، ورنہ تو وہ اختلاف حاصل ہوگا جو عدمِ انتاج کا موجب ہے، اور اس کی ضروب منتجہ آٹھ ہیں، اول دو موجبہ کلیہ سے یہ موجبہ جزئیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے ہمارا قول کل ب ج و کل ب ا فبعض ج ا عکسِ ترتیب پھر عکس نتیجہ سے دوم دو موجبہ سے اور کبریٰ جزئیہ ہو، نتیجہ دیتی ہے، موجبہ جزئیہ، جیسے ہمارا قول کل ب ج و بعض ا ب فبعض ج ا اس وجہ سے جو

گزر چکی، سوم: دوکلیہ سے اور صغریٰ سالبہ ہو، سالبہ کلیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے ہمارا قول لاشیء من ب ج و کل أب فلاشیء من ج أ ، چہارم: دوکلیہ سے اور صغریٰ موجبہ ہو، سالبہ جزئیہ نتیجہ دیتی ہے جیسے ہمارا قول کل ب ج و لاشیء من أب فبعض ج لیس أ مقدمتین کے عکس سے۔ پنجم: صغریٰ موجبہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ سے، سالبہ جزئیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے ہمارا قول بعض ب ج و لاشیء من أب فبعض ج لیس أ ، اس وجہ سے جو گزر چکی۔ ششم: صغریٰ سالبہ جزئیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ سے، سالبہ جزئیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے ہمارا قول بعض ب لیس ج و کل أب فبعض ج لیس أ عکس صغریٰ سے تاکہ شکل ثانی کی طرف راجع ہو۔ ہفتم: صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ سالبہ جزئیہ سے، سالبہ جزئیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے ہمارا قول کل ب ج و بعض أ لیس ب فبعض ج لیس أ عکس کبریٰ سے تاکہ (شکل) ثالث کی طرف راجع ہو۔ ہشتم: صغریٰ سالبہ کلیہ اور کبریٰ موجبہ جزئیہ سے، سالبہ جزئیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے ہمارا قول لاشیء من ب ج وبعض أ ب فبعض ج لیس أ عکس ترتیب پھر عکس نتیجہ سے۔

اَقُولُ شَرْطُ اِنْتَاجِ الشَّكْلِ الرَّابِعِ بِحَسْبِ الْكَيْفِيَّةِ وَ الْكَمِّيَّةِ اَحَدُ الْاَمْرَيْنِ وَ هُوَ اِمَّا اِيْجَابُ الْمُقَدَّمَتَيْنِ مَعَ كُلِّيَّةِ الصُّغْرٰى وَ اِخْتِلَافُهُمَا بِالْكَيْفِ مَعَ كُلِّيَّةِ اِحْدٰهُمَا وَ ذٰلِكَ لِاَنَّهُ لَوْ لَا اَحَدُهُمَا لَزِمَ اَحَدُ الْاُمُوْرِ الثَّلٰثَةِ اِمَّا سَلْبُ الْمُقَدَّمَتَيْنِ اَوْ اِيْجَابُهُمَا مَعَ جُزْئِيَّةِ الصُّغْرٰى وَ اِخْتِلَافُهُمَا بِالْكَيْفِ مَعَ جُزْئِيَّتِهِمَا وَ عَلَى التَّقَادِيْرِ يَتَحَقَّقُ الْاِخْتِلَافُ الْمُوْجِبُ لِعَدَمِ الْاِنْتَاجِ اَمَّا اِذَا كَانَتَا سَالِبَتَيْنِ فَلِصِدْقِ قَوْلِنَا لَاشَيْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِفَرَسٍ وَ لَا شَيْءَ مِنَ الْحِمَارِ بِاِنْسَانٍ وَ الْحَقُّ السَّلْبُ اَوْ لَا شَيْءَ مِنَ الصَّاهِلِ بِاِنْسَانٍ وَ الْحَقُّ الْاِيْجَابُ وَ اَمَّا اِذَا كَانَتَا مُوْجَبَتَيْنِ وَ الصُّغْرٰى جُزْئِيَّةً فَلِاَنَّهُ يَصْدُقُ قَوْلُنَا بَعْضُ الْحَيَوَانِ اِنْسَانٌ وَ كُلُّ نَاطِقٍ حَيَوَانٌ مَعَ حَقِيَّةِ الْاِيْجَابِ اَوْ كُلُّ فَرَسٍ حَيَوَانٌ مَعَ حَقِيْقَةِ السَّلْبِ وَ اَمَّا اِذَا كَانَتَا مُخْتَلِفَتَيْنِ بِالْكَيْفِ مَعَ كَوْنِهِمَا جُزْئِيَّتَيْنِ فَلِاَنَّ الْمُوْجِبَةَ اِنْ كَانَتْ صُغْرٰى صَدَقَ قَوْلُنَا بَعْضُ النَّاطِقِ اِنْسَانٌ وَ بَعْضُ الْحَيَوَانِ لَيْسَ بِنَاطِقٍ اَوْ بَعْضُ الْفَرَسِ لَيْسَ بِنَاطِقٍ وَ الصَّادِقُ فِي الْاَوَّلِ الْاِيْجَابُ وَ فِي الثَّانِيْ السَّلْبُ وَ اِنْ كَانَتْ كُبْرٰى صَدَقَ بَعْضُ الْاِنْسَانِ لَيْسَ بِفَرَسٍ وَ بَعْضُ الْحَيَوَانِ اِنْسَانٌ وَ الْحَقُّ الْاِيْجَابُ اَوْ بَعْضُ النَّاطِقِ اِنْسَانٌ وَ الْحَقُّ السَّلْبُ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ شکل رابع کے نتیجہ دینے کی شرط کیفیت اور کمیت کے اعتبار سے دوامروں میں سے ایک ہونا ہے، اور وہ یا مقدمتین کا موجبہ ہونا صغریٰ کے کلیہ ہونے کے ساتھ، یا ان دونوں کا کیف میں مختلف ہونا ان میں سے ایک کے کلیہ ہونے کے ساتھ اور یہ اس لئے ہے کہ اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو تین امور میں سے ایک لازم آئے گا، یا مقدمتین کا سالبہ ہونا یا ان دونوں کا موجبہ ہونا صغریٰ کے جزئیہ ہونے کے ساتھ یا ان دونوں کا کیف میں مختلف ہونا دونوں کے جزئیہ ہونے کے ساتھ، اور بہر تقدیر ایسا اختلاف متحقق ہوگا جو عدمِ انتاج کا موجب ہے، بہر حال جبکہ دونوں سالبہ ہوں تو اس لئے کہ ہمارا قول لاشیء من الانسان بفرسٍ ولاشیء من الحمار بانسان صادق ہے، اور حق سلب ہے یا لاشیء من الانسان بصاھل اور حق ایجاب ہے، اور بہر حال جبکہ دونوں موجبہ ہوں اور صغریٰ جزئیہ ہو تو اس لئے کہ ہمارا

قول بعض الحیوان انسان و کل ناطق حیوان ایجاب کے حق ہونے کے ساتھ صادق ہے، یا کل فرس حیوان سلب کے حق ہونے کے ساتھ اور بہر حال جب کہ دونوں مختلف ہوں کیف میں دونوں کے جزئیہ ہونے کے ساتھ تو اس لئے کہ موجبہ اگر صغریٰ ہو تو ہمارا قول بعض الناطق انسان اور بعض الحیوان لیس بناطق صادق ہوگا، یا بعض الفرس لیس بناطق اور اول میں ایجاب ہے، اور ثانی میں سلب، اور اگر وہ کبریٰ ہو، تو بعض الانسان لیس بفرس اور بعض الحیوان انسان صادق ہوگا، اور حق ایجاب ہے یا بعض الناطق انسان اور حق سلب ہے۔

تشریح: یہاں سے شکل رابع کے نتیجہ دینے کی شرط بیان کی جارہی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اس شکل کے نتیجہ دینے کی دو شرطیں ہیں مگر یہ دونوں شرطیں مانعۃ الخلو کے طور پر ہیں، مانعۃ الجمع کے طور پر نہیں، یعنی دونوں شرطوں میں سے کوئی ایک شرط پائی جانی ضروری ہے، اگر دونوں شرطیں جمع ہو جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن دونوں کا ارتفاع صحیح نہیں، بلکہ کسی ایک کا پایا جانا ضروری ہے، اگر دونوں شرطوں میں سے کوئی بھی شرط نہ پائی جائے تو پھر شکل رابع نتیجہ نہیں دے گی، بلکہ عقیم ہوگی۔

پہلی شرط: صغریٰ کلیہ ہو اور دونوں مقدمے موجبہ ہوں۔

دوسری شرط: دونوں مقدموں میں سے کوئی ایک کلیہ ہو، اور دونوں مقدمے کیف میں یعنی ایجاب و سلب میں مختلف ہوں یعنی اگر ایک موجبہ ہو تو دوسرا سالبہ ہو۔

لانہ لولا احدھما الخ اس عبارت سے شارح نے شکل رابع کے منتج ہونے کیلئے دو شرطوں میں سے کسی ایک کے ہونے کی دلیل بیان کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر دونوں شرطوں میں سے ایک بھی نہ پائی جائے تو تین صورتوں میں سے ایک صورت لازم ہوگی۔ ا-صغریٰ و کبریٰ دونوں کا سالبہ ہونا۔ ۲- دونوں کا موجبہ ہونا اور ساتھ ساتھ صغریٰ کا جزئیہ ہونا۔ ۳- کسی ایک کے کلیہ ہونے کے ساتھ ایجاب و سلب میں دونوں کا مختلف ہونا اور جونسی بھی صورت ہو نتیجہ میں اختلاف ہوگا جو قیاس کے منتج نہ ہونے کی دلیل ہے۔

وأما إذا كانتا سالبتين الخ اس عبارت سے پہلی صورت کو بیان کر رہے ہیں کہ اگر دونوں سالبہ ہوں تو اس میں چار ضربیں داخل ہیں اور ہر ایک ضرب کے نتیجہ میں اختلاف لازم آتا ہے، اور سالبتین کلیتین چونکہ چاروں میں اخص ہیں جس کے نتیجہ میں اختلاف ہونے کی وجہ سے قیاس منتج نہ ہونے کی وجہ سے چاروں میں منتج نہ ہونا ثابت ہو جاتا ہے دلیل یہ ہے کہ اخص کا منتج نہ ہونا اعم کے منتج نہ ہونے کو مستلزم ہے، اس لئے شارح نے صرف اسی ضرب میں اختلاف کو ثابت کیا ہے، چنانچہ مثال سے ثابت کر رہے ہیں کہ لاشيء من الانسان بفرس و لاشيء من الحمار بانسان دیکھو یہ شکل رابع ہے اور دونوں مقدمہ سالبہ ہیں، جس کا نتیجہ لاشيء من الفرس بحمار ہوگا اور یہ نتیجہ صادق ہے، اور اگر کبریٰ کو بدل کر یوں کہا جائے لاشيء من الانسان بفرس و لا شيء من الصاهل تو صادق نتیجہ موجبہ کلیہ ہوگا، یعنی کل فرس صاهل۔

وإما إذا كانتا موجبتين الخ سے دوسری صورت کو بیان کر رہے ہیں کہ اگر دونوں موجبہ ہوں تب بھی نتیجہ میں اختلاف ہوگا جیسے بعض الحیوان انسان و کل ناطق حیوان دیکھئے یہاں دونوں مقدمہ موجبہ ہیں اور صغریٰ جزئیہ ہے، اس کا صحیح نتیجہ موجبہ کلیہ ہوگا یعنی کل انسان ناطق، اور اگر کبریٰ کو بدل کر یوں کہا جائے بعض الحیوان انسان و کل فرس حیوان تو حق نتیجہ سالبہ کلیہ ہوگا یعنی لاشيء من الانسان بفرس۔

و أما إذا كانتا مختلفتين بالكيف الخ سے تیسری صورت کو بیان کر رہے ہیں کہ اگر دونوں مقدمے ایجاب وسلب میں مختلف ہوں اور دونوں جزئیہ ہوں تب بھی نتیجہ میں اختلاف ہوگا، اس لئے کہ موجبہ اگر صغریٰ ہو جیسے بعض الناطق انسان و بعض الحیوان لیس بناطق دیکھئے یہاں دونوں مقدمے ایجاب وسلب میں مختلف ہیں اور دونوں جزئیہ ہیں اور صغریٰ موجبہ ہے اس کا صادق نتیجہ موجبہ کلیہ ہوگا، یعنی کل انسان ناطق اور کبریٰ کو بدل کر یوں کہا جائے بعض الناطق انسان و بعض الفرس لیس بناطقٍ تو صادق نتیجہ سالبہ کلیہ ہوگا، یعنی لاشئ من الانسان بفرسٍ اور اگر کبریٰ موجبہ ہو تب بھی اختلاف نتیجہ لازم آئے گا، جیسے بعض الانسان لیس بفرس و بعض الحیوان انسان دیکھئے یہ دونوں مقدمے ایجاب وسلب میں مختلف ہیں، دونوں جزئیہ ہیں اور کبریٰ موجبہ ہے اس کا صادق نتیجہ موجبہ کلیہ ہوگا یعنی کل فرس حیوان اور اگر کبریٰ کو بدل کر یوں کہا جائے بعض الانسان لیس بفرس و بعض الناطق انسانٌ تو صادق نتیجہ سالبہ کلیہ ہوگا، یعنی لاشئ من الفرس بناطق لہٰذا صورت ثالثہ میں اختلاف ہونے کی وجہ سے عدم انتاج ثابت ہوگیا، پس معلوم ہوگیا کہ انتاج کے لئے شرائط مذکورہ ضروری ہیں۔

وَ ضُرُوبُهُ النَّاتِجَةُ بِحَسَبِ هٰذَا الاِشْتِرَاطِ ثَمَانِيَةٌ لِسُقُوطِ اَرْبَعَةِ اَضْرُبٍ بِاِعْتِبَارِ عَقْمِ السَّالِبَتَيْنِ وَ ضَرْبَيْنِ لِعَقْمِ المُوجِبَتَيْنِ مَعَ جُزْئِيَّةِ الصُّغْرىٰ وَ اٰخَرَيْنِ لِعَقْمِ المُخْتَلِفَيْنِ مِنَ الجُزْئِيَّتَيْنِ الاَوَّلُ مِنْ مُوجِبَتَيْنِ كُلِّيَتَيْنِ يُنْتِجُ مُوجِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ ب ج وَ كُلُّ ا ب فَبَعْضُ ج ا بِعَكْسِ التَّرْتِيبِ ثُمَّ عَكْسِ النَّتِيجَةِ فَاِنَّا اِذَا عَكَسْنَا التَّرْتِيبَ اِرْتَدَّ اِلَى الشَّكْلِ الاَوَّلِ هٰكَذَا كُلُّ ا ب وَ كُلُّ ب ج يُنْتِجُ كُلُّ ا ج وَ هُوَ يَنْعَكِسُ اِلىٰ بَعْضِ ج ا وَ هُوَ المَطْلُوبُ وَ لاَ يُنْتِجُ كُلِّيًّا لِجَوَازِ اَنْ يَكُوْنَ الاَصْغَرُ اَعَمَّ مِنَ الاَكْبَرِ وَ اِمْتِنَاعِ حَمْلِ الاَخَصِّ عَلىٰ كُلِّ اَفْرَادِ الاَعَمِّ كَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ وَ كُلُّ نَاطِقٍ اِنْسَانٌ مَعَ اَنَّ الحَقَّ بَعْضُ الحَيَوَانِ نَاطِقٌ الثَّانِي مِنْ مُوجِبَتَيْنِ وَ الكُبْرىٰ جُزْئِيَّةٌ يُنْتِجُ مُوجِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ ب ج وَ بَعْضُ ا ب فَبَعْضُ ج ا بِعَكْسِ التَّرْتِيبِ اَيْضًا كَمَا مَرَّ الثَّالِثُ مِنْ كُلِّيَتَيْنِ وَ الصُّغْرىٰ سَالِبَةٌ كُلِّيَّةٌ يُنْتِجُ سَالِبَةً كُلِّيَّةً كَقَوْلِنَا لاَشَيْءَ مِنْ ب ج وَ كُلُّ ا ب فَلاَ شَيْءَ مِنْ ج ا بِعَكْسِ التَّرْتِيبِ اَيْضًا كَمَا مَرَّ الرَّابِعُ مِنْ كُلِّيَتَيْنِ وَ الصُّغْرىٰ مُوجِبَةٌ يُنْتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ ب ج وَ لاَ شَيْءَ مِنْ ا ب فَبَعْضُ ج لَيْسَ ا بِعَكْسِ المُقَدَّمَتَيْنِ لِيَرْجِعَ اِلَى الشَّكْلِ الاَوَّلِ هٰكَذَا بَعْضُ ج ب وَ لاَ شَيْءَ مِنْ ب ا فَبَعْضُ ج لَيْسَ ا وَ هُوَ المَطْلُوبُ وَ لاَ يُنْتِجُ كُلِّيًّا لِاِحْتِمَالِ عُمُومِ الاَصْغَرِ كَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ وَ لاَشَيْءَ مِنَ الفَرَسِ بِاِنْسَانٍ مَعَ اَنَّ الصِّدْقَ لَيْسَ بَعْضُ الحَيَوَانِ فَرَسًا الخَامِسُ مِنْ مُوجِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ صُغْرىٰ وَ سَالِبَةٍ كُلِّيَّةٍ كُبْرىٰ يُنْتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا بَعْضُ ب ج وَ لاَشَيْءَ مِنْ ا ب فَبَعْضُ ج لَيْسَ ا بِعَكْسِ المُقَدَّمَتَيْنِ كَمَا مَرَّ السَّادِسُ مِنْ سَالِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ صُغْرىٰ وَ مُوجِبَةٍ كُلِّيَّةٍ كُبْرىٰ يُنْتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا بَعْضُ ب لَيْسَ ج وَ كُلُّ ا ب فَبَعْضُ ج لَيْسَ ا بِعَكْسِ الصُّغْرىٰ لِيَرْتَدَّ اِلَى الشَّكْلِ الثَّانِي وَ يُنْتِجُ النَّتِيجَةَ المَذْكُوْرَةَ بِعَيْنِهَا السَّابِعُ مِنْ مُوجِبَةٍ كُلِّيَّةٍ صُغْرىٰ وَ سَالِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ كُبْرىٰ يُنْتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ ب ج وَ بَعْضُ ا لَيْسَ ب فَبَعْضُ ج لَيْسَ ا بِعَكْسِ الكُبْرىٰ لِيَرْجِعَ اِلَى الشَّكْلِ ... يُنْتِجُ النَّتِيجَةَ المَطْلُوبَةَ الثَّامِنُ مِنْ سَالِبَةٍ كُلِّيَّةٍ صُغْرىٰ وَ

مُوجِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ كُبرىٰ يُنتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا لَاشَىْءَ مِنْ بَ جَ وَ بَعضُ اَ بَ فَبعضُ جَ لَيْسَ اَ بِعَكْسِ التَّرْتِيبِ لِيَرْتَدَّ اِلَى الشَّكْلِ الاَوَّلِ ثُمَّ عَكْسِ النَّتِيْجَةِ.

ترجمہ: اور اس کی ضروب منتجہ اس شرط کے اعتبار سے آٹھ ہیں چار ضربوں کے ساقط ہونے کی وجہ سے سالبتین کے عقیم ہونے کے اعتبار سے اور دو ضرب (ساقط ہونے کی وجہ سے) صغریٰ کے جزئیہ ہونے کے ساتھ موجبتین کے عقیم ہونے کی وجہ سے اور آخری دو مختلفتین جزئیتین کے عقیم ہونے کی وجہ سے۔ پہلی (ضرب) دو موجبہ کلیہ سے (مرکب ہے) موجبہ جزئیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے ہمارا قول کل ب ج و کل أ ب فبعض ج أ عکس ترتیب پھر عکس نتیجہ سے، اس لئے کہ جب ہم ترتیب کا عکس کریں تو وہ شکل اول کی طرف اس طرح راجع ہوگی، کل أب و کل ب ج نتیجہ دے گی، کل أ ج اور یہ بعض ج أ کی طرف منعکس ہوگا اور یہی مطلوب ہے، اور یہ کلیہ نہیں دیتی اس لئے کہ ممکن ہے کہ اصغر اکبر سے اعم ہو، اور اعم کے تمام افراد پر اخص کا محمول ہونا ممتنع ہو جیسے ہمارا قول کل انسان حیوان و کل ناطق انسانٌ حالانکہ حق بعض الحیوان ناطق ہے۔ دوسری (ضرب) دو موجبہ سے (مرکب ہے) اور کبریٰ جزئیہ ہو، یہ موجبہ جزئیہ نتیجہ دے گی جیسے ہمارا قول کل ب ج وبعض أ ب فبعض ج أ عکس ترتیب سے بھی، جیسا کہ گزر چکا۔ تیسری (ضرب) دو کلیہ سے (مرکب ہے) اور صغریٰ سالبہ کلیہ ہو، سالبہ کلیہ نتیجہ دیتی ہے، جیسے ہمارا قول لاشیٔ من ب ج و کل أب فلاشیٔ من ج أ عکس ترتیب سے بھی جیسا کہ گزر چکا۔ چوتھی (ضرب) دو کلیہ سے (مرکب ہے) درانحالیکہ صغریٰ موجبہ ہو، سالبہ جزئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول کل ب ج ولاشیٔ من أب فبعض لیس أ، مقدمتین کے عکس سے تاکہ شکل اول کی طرف اس طرح راجع ہو بعض ج ب ولاشیٔ من ب أ فبعض ج لیس أ، اور یہی مطلوب ہے، اور یہ کلیہ نتیجہ نہیں دیتی، اس لئے کہ اصغر کے اعم ہونے کا احتمال ہے جیسے ہمارا قول کل انسان حیوان ولاشیٔ من الفرس بانسان باوجودیکہ لیس بعض الحیوان فرسًا ہے۔ پانچویں (ضرب) صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ سے (مرکب ہے) سالبہ جزئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول بعض ب ج ولاشیٔ من أب فبعض ج لیس أ، مقدمتین کے عکس سے جیسا کہ گزر گیا۔ چھٹی (ضرب) صغریٰ سالبہ جزئیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ سے (مرکب ہے) سالبہ جزئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول بعض ب لیس ج و کل أب فبعض ج لیس أ، عکسِ صغریٰ سے تاکہ یہ شکل ثانی کی طرف راجع ہو، اور بعینہٖ مذکورہ نتیجہ دے۔ ساتویں (ضرب) صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ سالبہ جزئیہ سے (مرکب ہے) سالبہ جزئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول کل ب ج وبعض أ لیس ب فبعض ج لیس أ عکسِ کبریٰ سے تاکہ شکل ثالث کی طرف راجع ہو اور مطلوبہ نتیجہ دے۔ آٹھویں (ضرب) صغریٰ سالبہ کلیہ سے اور کبریٰ موجبہ جزئیہ سے (مرکب ہے) سالبہ جزئیہ نتیجہ دے گی، جیسے ہمارا قول لاشیٔ من ب ج وبعض أ ب فبعض ج لیس أ، عکس ترتیب سے تاکہ شکل اول کی طرف راجع ہو پھر عکسِ نتیجہ سے۔

تشریح: شکل اول وثانی وثالث کی طرح شکل رابع کی سولہ ضربیں نکلتی ہیں، لیکن شرائط کا لحاظ کرنے کی وجہ سے ان میں سے آٹھ ضربیں نتیجہ دیں گی، اور بقیہ آٹھ ضربیں نتیجہ نہیں دیں گی بلکہ عقیم ہوں گی کیوں کہ شرائط محقق نہ ہونے کی وجہ صورت میں اختلاف نتیجہ لازم آتا ہے

جس کی وجہ سے آٹھ ضربیں ساقط ہوگئیں، کیوں کہ صغریٰ اور کبریٰ دونوں کے سالبہ ہونے کی چار ضربیں اختلافِ نتائج کی وجہ سے ساقط ہوگئیں اور صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ خواہ موجبہ کلیہ ہو یا جزئیہ یہ دو ضربیں اختلاف نتیجہ کی وجہ سے ساقط ہوگئیں، اور دونوں جزئیہ ہوں، ایک سالبہ اور ایک موجبہ یہ دو ضربیں بھی ساقط ہوگئیں، سولہ میں آٹھ ضربیں جب ساقط ہوگئیں تو نتیجہ والی ضربیں آٹھ رہ گئیں۔

ضروب منتجہ اور ان کے نتائج ثابت کرنے کی دلیلیں

ضرب اول: یہ ہے کہ صغریٰ اور کبریٰ دونوں موجبہ کلیہ ہوں، تو نتیجہ موجبہ جزئیہ آئے گا، جیسے کل ب ج (صغریٰ) و کل أ ب (کبریٰ) نتیجہ ہوگا، بعض ج أ اس کو ثابت کرنے کی دلیل عکسِ ترتیب پھر عکسِ نتیجہ ہے، یعنی شکل رابع کی ترتیب الٹ کر شکل اول ترتیب دیں اور نتیجہ نکالیں پھر نتیجہ کا عکسِ مستوی بنائیں یہ عکس بعینہٖ نتیجہ مطلوبہ ہوگا، جیسے کل ب ج و کل أ ب یہ شکل رابع ہے اس کو الٹ کر شکل اس طرح بنادو، کل أ ب و کل ب ج، نتیجہ ہوگا، کل أ ج اور اس کا عکس مستوی ہوگا بعض ج أ اور یہ عکس بعینہٖ ضرب اول کا نتیجہ ہے۔

فائدہ: یہ دلیل صرف ضرب اول، ثانی اور ثالث میں جاری ہوتی ہے، اس لئے کہ ان تینوں ضربوں میں صغریٰ کلیہ ہے جو شکل اول کا کبریٰ بن سکتا ہے، اور کبریٰ موجبہ ہے جو شکل اول کا صغریٰ بن سکتا ہے، اور اول وثانی میں نتیجہ موجبہ جزئیہ ہے، اور ثالث میں سالبہ کلیہ ہے اور ان دونوں کا عکس مستوی آتا ہے، نیز یہ دلیل ضرب ثامن میں بھی جاری ہوسکتی ہے، بشرطیکہ اس کا نتیجہ (سالبہ جزئیہ) قابلِ انعکاس یعنی احد الخاصتین ہو، باقی چار ضربوں میں جاری نہیں ہوسکتی، رابع وخامس اور سابع میں تو اس لئے جاری نہیں ہوسکتی ہے کہ ان تینوں میں کبریٰ سالبہ ہے جو شکل اول کا صغریٰ نہیں ہوسکتا، خاص طور سے ضرب خامس میں صغریٰ جزئیہ ہے جو شکل اول کا کبریٰ نہیں ہوسکتا، اور ضرب سادس میں تو اس لئے جاری نہیں ہوسکتی کہ اس میں بھی صغریٰ جزئیہ ہے شکل اول کا کبریٰ نہیں بن سکتا۔

ولا ینتج کلیًا الخ اس عبارت میں شارح نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے، سوال یہ ہوتا ہے کہ شکل رابع کی ضرب اول میں جب دونوں مقدمہ کلیہ ہیں تو پھر نتیجہ کلیہ کیوں نہیں آتا؟ جواب یہ ہے کہ یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی ایسا مادہ ہو جس میں اصغر اکبر سے اعم ہو اور اخص کا چونکہ اعم کے تمام افراد پر محمول ہونا ممتنع ہے تو اس مادہ میں نتیجہ کلیہ صادق نہ ہوگا، مثال کے طور پر حیوان اور انسان میں انسان اخص ہے اور حیوان اعم ہے اور انسان کا حیوان کے تمام افراد پر محمول ہونا ممتنع ہے، تو کل حیوان انسانٌ قضیہ صادق نہ ہوگا، پس کل انسان حیوان اور کل ناطق انسان کا نتیجہ بعض الحیوان ناطق صادق ہوگا، کل حیوان ناطق صادق نہ ہوگا۔

ضرب ثانی: یہ ہے کہ صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ موجبہ جزئیہ ہو، نتیجہ موجبہ جزئیہ ہوگا جیسے کل ب ب ج و بعض أ ب، نتیجہ ہوگا بعض ج، ضرب اول کی طرح اس کا نتیجہ موجبہ جزئیہ عکسِ ترتیب سے ثابت ہے۔

ضرب ثالث: یہ ہے کہ صغریٰ سالبہ کلیہ ہو اور کبری موجبہ کلیہ، نتیجہ سالبہ کلیہ آئے گا، جیسے لاشیٔ من ب ج و کل أ ب نتیجہ ہوگا لاشیٔ من ج أ اس کا نتیجہ بھی عکسِ ترتیب سے ثابت ہے۔

ضرب رابع: صغریٰ موجبہ کلیہ ہو اور کبریٰ سالبہ کلیہ، نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا، جیسے کل ب ج (صغری) و لاشیٔ من أ ب (کبریٰ) نتیجہ ہوگا، بعض ج لیس أ اس کا نتیجہ عکسِ مقدمتین سے ثابت ہے، یعنی صغریٰ اور کبریٰ دونوں کا عکس بنا کر شکل اول

ترتیب دیں تو اس کا نتیجہ بعینہٖ مطلوبہ نتیجہ ہوگا، جیسے بعض ج ب (صغریٰ) ولاشیٔ من ب أ (کبریٰ) نتیجہ بعض ج لیس أ ہوگا، اور یہ نتیجہ بعینہٖ ضرب رابع کا نتیجہ ہے۔

ولاینتج کلیًا الخ اس عبارت میں ایک سوال کا جواب ہے کہ یہاں جب مقدمتین کلیہ ہیں تو نتیجہ کلیہ کیوں نہیں آتا؟ جواب یہ ہے ممکن ہے کہ کوئی مادہ ایسا ہو جس میں اصغر اکبر سے اعم ہو، اور اخص کا چونکہ اعم کے تمام افراد پر صادق ہونا محال ہے اس لئے وہاں نتیجہ کلیہ صادق نہ ہوگا۔

ضرب خامس: یہ ہے کہ صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہو، نتیجہ سالبہ جزئیہ ہوگا، جیسے بعض ب ج (صغریٰ) ولاشیٔ من أ ب (کبریٰ) نتیجہ ہوگا بعض ج لیس أ اس کا نتیجہ بھی عکس مقدمتین سے ثابت ہے۔

ضرب سادس: یہ ہے کہ صغریٰ سالبہ جزئیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ ہو، نتیجہ سالبہ جزئیہ ہوگا، جیسے بعض ب لیس ج (صغریٰ) و کل أ ب (کبریٰ) نتیجہ ہوگا، بعض ج لیس أ، اس کا نتیجہ عکس صغریٰ سے ثابت ہے، یعنی صغریٰ کا عکس مستوی بنا کر شکل ثانی ترتیب دیں، اس کا نتیجہ بعینہٖ نتیجہ مطلوبہ ہوگا۔

ضرب سابع: یہ ہے کہ صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ سالبہ جزئیہ ہو، نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا، جیسے کل ب ج (صغریٰ) وبعض أ لیس ب (کبریٰ) نتیجہ ہوگا بعض ج لیس أ اس کا نتیجہ عکس کبریٰ سے ثابت ہے، یعنی کبریٰ کا عکسِ مستوی بنا کر شکل ثالث ترتیب دیں اس کا نتیجہ بعینہٖ ضرب سابع کا نتیجہ ہوگا۔

ضرب ثامن: یہ ہے کہ صغریٰ سالبہ کلیہ اور کبریٰ موجبہ جزئیہ ہو، نتیجہ سالبہ جزئیہ ہوگا، جیسے لاشیٔ من ب ج (صغریٰ) وبعض أ ب (کبریٰ) نتیجہ ہوگا بعض ج لیس أ، اور اس کا نتیجہ عکس ترتیب سے پھر عکس نتیجہ سے ثابت ہے، یعنی اس شکل کی ترتیب بدل کر شکل اول ترتیب دیں پھر اس کے نتیجہ کا عکسِ مستوی بنا دیں، تو یہ عکس بعینہٖ ضرب ثامن کا نتیجہ ہوگا، چنانچہ ترتیب بدل کر یوں کہیں گے بعض أ ب ولاشیٔ من ب ج نتیجہ ہوگا، بعض أ لیس ج، پھر اس کا عکس مستوی کر دیا جائے گا اور یوں کہا جائے گا، بعض ج لیس أ، اور یہ عکس بعینہٖ نتیجہ مطلوبہ ہے۔

وَ تَرْتِيْبُ هٰذِهِ الضُّرُوْبِ لَيْسَ بِاعْتِبَارِ اِنْتَاجِهَا لِاَنَّهَا لِبُعْدِهَا عَنِ الطَّبْعِ لَمْ يُعْتَدَّ بِاِنْتَاجِهَا بَلْ بِاِعْتِبَارِ اَنْفُسِهَا فَلَابُدَّ مِنْ تَقْدِيْمِ الْاَوَّلِ لِاَنَّهٗ مِنْ مُوْجَبَتَيْنِ كُلِّيَّتَيْنِ وَ الْاِيْجَابُ الْكُلِّيُّ اَشْرَفُ الْاَرْبَعِ وَ قُدِّمَ الثَّانِيْ اَيْضًا وَ اِنْ كَانَ الثَّالِثُ وَ الرَّابِعُ مِنْ كُلِّيَّتَيْنِ وَ الْكُلِّيُّ اَشْرَفُ وَ اِنْ كَانَ سَلْبًا مِنَ الْجُزْئِيِّ وَ اِنْ كَانَ اِيْجَابًا لِمُشَارَكَتِهٖ لِلْاَوَّلِ فِيْ اِيْجَابِ الْمُقَدَّمَتَيْنِ وَ فِيْ اَحْكَامِ الْاِخْتِلَاطِ كَمَا سَتَعْرِفُهٗ ثُمَّ الثَّالِثُ لِاِرْتِدَادِهٖ اِلَى الشَّكْلِ الْاَوَّلِ بِعَكْسِ التَّرْتِيْبِ ... رَّابِعُ لِكَوْنِهٖ اَخَصَّ مِنَ الْخَامِسِ ثُمَّ الْخَامِسُ عَلَى السَّادِسِ لِاِرْتِدَادِهٖ اِلَى الشَّكْلِ الْاَوَّلِ بِعَكْسِ ... مُقَدَّمَتَيْنِ ثُمَّ السَّادِسُ وَالسَّابِعُ عَلَى الثَّامِنِ لِاِشْتِمَالِهِمَا عَلَى الْاِيْجَابِ الْكُلِّيِّ دُوْنَهٗ وَ قُدِّمَ السَّادِسُ عَلَى السَّابِعِ لِاِرْتِدَادِهٖ اِلَى الشَّكْلِ الثَّانِيْ دُوْنَ السَّابِعِ۔

ترجمہ: اور ان ضروب کی ترتیب ان کے نتیجہ دینے کے اعتبار سے نہیں ہے، اس لئے کہ ان کے بعید عن الطبع ہونے کی وجہ سے ان کے نتائج کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا، بلکہ خود ان کی ذوات کے اعتبار سے ہے، پس اول کو مقدم

کرنا ضروری ہے، اس لئے کہ وہ دو موجبہ کلیہ سے (مرکب ہے) اور ایجاب کلی چاروں (محصورات) میں اشرف ہے، اور دو ضرب کو بھی مقدم کیا گیا اگر چہ ثالث اور رابع دو کلیہ سے (مرکب ہے) اور کلی اشرف ہے اگر چہ وہ سلب ہو، جزئی سے اگر چہ (یہ) ایجاب ہو، اس کے اول کے مشارک ہونے کی وجہ سے دونوں مقدمہ کے موجبہ ہونے میں اور اختلاط کے احکام میں جیسا کہ تو عنقریب جان لے گا، پھر ثالث کو مقدم کیا گیا اس لئے کہ وہ عکسِ ترتیب سے شکل اول کی طرف راجع ہوتی ہے، پھر رابع کو اس لئے کہ وہ خامس سے اخص ہے، پھر خامس کو سادس پر اس لئے کہ وہ عکسِ مقدمتین سے شکل اول کی طرف لوٹ جاتی ہے، پھر سادس اور سابع کو ثامن پر کیوں کہ یہ دونوں موجبہ کلیہ پر مشتمل ہیں نہ کہ اس کے علاوہ (یعنی آٹھویں) اور سادس کو سابع پر اس لئے مقدم کیا گیا کہ وہ شکل ثانی کی طرف لوٹ جاتی ہے نہ کہ ساتویں۔

تشریح: اس عبارت میں شارح شکل رابع کی ضربوں کی وجہ ترتیب بیان کر رہے ہیں، یہ پہلے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ شکل اول کی ترتیب طبعی ہے اور شکل رابع شکل اول کے دونوں مقدمہ میں خلاف ہونے کی وجہ سے طبیعت سے انتہائی بعید ہے، لہٰذا اس کی ضروب کی ترتیب میں نتیجہ کا لحاظ نہیں کیا گیا، بلکہ ان کے ضروب کے لحاظ سے اس کی ترتیب رکھی گئی ہے، اور ضرب اول کا دونوں مقدمہ چونکہ موجبہ کلیہ ہیں اور موجبہ کلیہ چاروں محصورات میں سب سے اشرف ہے اس لئے ضرب اول کو تمام ضروب سے پہلے رکھا گیا۔ اور ثانی کو ثالث اور رابع پر مقدم کیا گیا باوجود یکہ ان دونوں ضربوں کا دونوں مقدمہ کلیہ ہیں، جو مقدم ہونے کا تقاضا کرتے ہیں کیوں کہ کلیہ اگر چہ سالبہ ہو لیکن وہ جزئی سے اشرف ہوتا ہے، اگر چہ جزئی موجبہ ہی کیوں نہ ہو، مگر ضرب ثانی کا دونوں مقدمہ چونکہ ضرب اول کی طرح موجبہ ہیں، نیز یہ ضرب اول کے ان احکام میں مشابہ ہے جو مختلطات کے بیان میں آئے گا اور ضرب ثالث کو بقیہ پر اس وجہ سے مقدم کیا کہ جس طرح ضرب اول اور ثانی عکس ترتیب کی وجہ سے شکل اول کی طرف لوٹ جاتی ہے اسی طرح ضرب ثالث بھی عکسِ ترتیب سے شکل اول کی طرف لوٹ جاتی ہے لہٰذا اول اور ثانی کے بعد اس کو رکھا گیا۔ ضرب رابع کو ثالث کے بعد اور خامس سے پہلے اس وجہ سے رکھا گیا کہ ضرب رابع کے دونوں مقدمات کلیہ ہونے کی وجہ سے خامس سے اخص ہیں، کیوں کہ ضرب خامس میں صرف کبریٰ کلیہ ہوتا ہے، اور اخص امر زائد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اشرف ہوتا ہے لہٰذا اس کا مرتبہ خامس سے پہلے ہے، اور ضرب خامس کو بقیہ ضروب پر اس وجہ سے مقدم کیا گیا کہ یہ ضرب رابع جس طرح دونوں مقدمہ کے عکس کرنے سے شکل اول کی طرف لوٹ جاتی ہے، اس لئے اس کو ضرب رابع کے بعد اور سادس سے پہلے ذکر کیا گیا، اور ضرب سادس اور سابع کو ضرب ثامن پر اس لئے مقدم کیا کہ یہ دونوں ضربیں موجبہ کلیہ پر مشتمل ہیں اور ثامن موجبہ جزئیہ پر مشتمل ہے، اور موجبہ کلیہ کے اندر شرافت دو اعتبار سے ہے۔ ا- موجبہ۔ ۲- کلیہ، اور موجبہ جزئیہ میں صرف ایجاب کی وجہ سے شرافت ہے اور سادس کو سابع پر اس وجہ سے مقدم کیا کہ یہ عکسِ صغریٰ سے شکل اول کی طرف لوٹ جاتی ہے، اور سابع عکس کبریٰ کی وجہ سے شکل ثالث کی طرف لوٹتی ہے، اور شکل اول چونکہ بقیہ تمام شکلوں سے اشرف ہے، اس لئے جو ضرب اس کی طرف لوٹے گا وہ ان ضروب سے اشرف ہوگی جو شکل اول کے علاوہ کی طرف لوٹتی ہے، اس لئے سادس کو سابع پر مقدم کیا گیا۔

نقشہ شکل رابع

شکل رابع کے نتیجہ دینے کے لئے دونوں مقدموں کا موجبہ ہونا اور صغریٰ کا کلیہ ہونا یا دونوں کا ایجاب وسلب میں مختلف ہونا اور کسی ایک کا کلیہ ہونا شرط ہے۔

نمبرشمار	صغریٰ	کبریٰ	نتیجہ	کیفیت	مثال صغریٰ	مثال کبریٰ	مثال نتیجہ
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	شرط اول کے پائے جانے کی وجہ سے	کل فرس حیوان	کل صاهل فرس	بعض الحیوان فرس
۲	//	موجبہ جزئیہ	//	//	کل ناهق حمار	بعض الحیوان ناهق	بعض الحمار حیوان
۳	//	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	شرط دوم کے پائے جانے کی وجہ سے	کل انسان ناطق	لاشیء من الفرس بانسان	لاشیء من الناطق بفرس
۴	//	//جزئیہ	//	شرط دوم کے پائے جانے کی وجہ سے	کل شجر جسم	لاشیء من الفرس بشجر	بعض الجسم لیس بفرس
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	عقیم	دونوں شرطیں مفقود ہونے کی وجہ سے			
۶	//	موجبہ جزئیہ	عقیم	//			
۷	//	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	شرط دوم کے پائے جانے کی وجہ سے	بعض الحیوان انسان	لاشیء من الحجر بحیوان	بعض الانسان لیس بحجر
۸	//	موجبہ جزئیہ	عقیم	دونوں شرطوں کے مفقود ہونے کی وجہ سے			
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	شرط دوم کے پائے جانے کی وجہ سے	لاشیء من الفرس بانسان	بعض الصاهل فرس	بعض الانسان لیس بصاهل
۱۰	//	موجبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	//	لاشیء من الانسان بغنم	کل ناطق انسان	بعض
۱۱	//	سالبہ کلیہ	عقیم	دونوں شرطیں مفقود ہونے کی وجہ سے			
۱۲	//	سالبہ جزئیہ	//	//			

۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	شرط دوم پائے جانے کی وجہ سے	بعض الحیوان لیس بحمار	کل فرس حیوان	بعض الحمار لیس بفرس
۱۴	//	موجبہ جزئیہ	عقیم	دونوں شرطیں نہ پائے جانے کی وجہ سے			
۱۵	//	سالبہ کلیہ	//	//			
۱۶	//	سالبہ جزئیہ	//	//			

قَالَ وَ يُمْكِنُ بَيَانُ الْخَمْسَةِ الاَوَّلِ بِالْخُلْفِ وَ هُوَ ضَمُّ نَقِيْضِ النَّتِيْجَةِ اِلٰى اِحْدَى الْمُقَدَّمَتَيْنِ لِيُنْتِجَ مَا يَنْعَكِسُ اِلٰى نَقِيْضِ الاُخْرٰى وَ الثَّانِي وَالْخَامِسُ بِالاِفْتِرَاضِ وَ لْنُبَيِّنْ ذٰلِكَ فِي الثَّانِي لِيُقَاسَ عَلَيْهِ الْخَامِسُ وَ لْيَكُنِ الْبَعْضُ الَّذِيْ هُوَ اَ دَ فَكُلُّ دَ اَ وَ هُوَ دَ بَ فَنَقُوْلُ كُلُّ بَ جَ وَ كُلُّ دَ بَ فَبعضُ جَ دَ ثُمَّ نَقُوْلُ بَعْضُ جَ دَ وَ كُلُّ دَ اَ فَبَعْضُ جَ اَ وَهُوَ الْمَطْلُوْبُ **اَقُوْلُ** يُمْكِنُ بَيَانُ اِنْتَاجِ الضُّرُوْبِ الْخَمْسَةِ الاَوَّلِ بِالْخُلْفِ وَ هُوَ اَنْ يُضَمَّ نَقِيْضُ النَّتِيْجَةِ اِلٰى اِحْدَى الْمُقَدَّمَتَيْنِ لِيُنْتِجَ مَا يَنْعَكِسُ اِلٰى نَقِيْضِ الاُخْرٰى اَمَّا فِى الضَّرْبَيْنِ الاَوَّلَيْنِ الْمُنْتِجَيْنِ لِلاِيْجَابِ فَيُجْعَلُ نَقِيْضُ النَّتِيْجَةِ لِكَوْنِهٖ كُلِّيًّا كُبْرٰى وَ صُغْرَى الْقِيَاسِ لاِيْجَابِهَا صُغْرٰى فَيَنْتَظِمَانِ عَلٰى هَيْئَةِ الشَّكْلِ الاَوَّلِ كَمَا مَرَّ فِي الْخُلْفِ الْمُسْتَعْمَلِ فِي الشَّكْلِ الثَّالِثِ وَ يَحْصُلُ نَتِيْجَةٌ تَنْعَكِسُ اِلٰى مَا يُنَافِي الْكُبْرٰى فَلَوْ لَمْ يَصْدُقْ بَعْضُ جَ اَ لَصَدَقَ لاَشَيْءَ مِنْ جَ اَ فَنَجْعَلُهَا كُبْرٰى لِصُغْرَى الْقِيَاسِ وَ هِيَ كُلُّ بَ جَ لِيُنْتِجَ لاَشَيْءَ مِنْ بَ اَ وَ تَنْعَكِسُ اِلٰى لاَشَيْءَ مِنْ اَ بَ وَ هُوَ يُضَادُّ كُبْرَى الضَّرْبِ الاَوَّلِ وَ تُنَاقِضُ كُبْرَى الضَّرْبِ الثَّانِي وَ اَمَّا فِي الضُّرُوْبِ الْمُنْتِجَةِ لِلسَّلْبِ فَيُجْعَلُ نَقِيْضُ النَّتِيْجَةِ لاِيْجَابِهٖ صُغْرٰى وَ كُبْرَى الْقِيَاسِ لِكُلِّيَّتِهَا كُبْرٰى كَمَا عَمِلْنَا فِي الضَّرْبِ الاَوَّلِ مِنَ الشَّكْلِ الثَّانِي لِيُنْتِجَا مِنَ الشَّكْلِ الاَوَّلِ نَتِيْجَةً تَنْعَكِسُ اِلٰى مَا يُنَافِي الصُّغْرٰى مَثَلاً لَوْ لَمْ يَصْدُقْ لاَشَيْءَ مِنْ جَ اَ لَصَدَقَ بَعْضُ جَ اَ نَجْعَلُهَا صُغْرٰى لِكُبْرَى الْقِيَاسِ وَ هُوَ كُلُّ اَ بَ لِيُنْتِجَ بَعْضُ جَ بَ فَبَعْضُ بَ جَ وَقَدْ كَانَ صُغْرَى الْقِيَاسِ لاَشَيْءَ مِنْ بَ جَ هٰذَا خُلْفٌ وَ كَذٰلِكَ يُمْكِنُ بَيَانُ الضَّرْبِ الثَّانِي الْخَامِسُ بِالاِفْتِرَاضِ اَمَّا بَيَانُهٗ فِي الثَّانِي فَهُوَ اَنْ يُفْرَضَ الْبَعْضُ الَّذِيْ وَ هُوَ اَ دَ فَكُلُّ دَ اَ وَ كُلُّ دَ بَ فَنَضُمُّ كُلُّ دَ بَ كُبْرٰى اِلٰى صُغْرَى الْقِيَاسِ، وَ نَقُوْلُ كُلُّ بَ جَ وَ كُلُّ دَ بَ يُنْتِجُ مِنَ اَوَّلِ هٰذَا الشَّكْلِ بَعْضُ جَ دَ وَ نَجْعَلُهَا صُغْرٰى لِكُلِّ دَ اَ لِيُنْتِجَ مِنَ الشَّكْلِ الاَوَّلِ بَعْضُ جَ اَ وَ هُوَ الْمَط وَ اَمَّا بَيَانُهٗ فِي الْخَامِسِ فَهُوَ اَنْ يُفْرَض الْبعضُ الَّذِيْ هُوَ بَ دَ فَكُلُّ دَ بَ وَ كُلُّ دَ جَ ثُمَّ نَقُوْلُ كُلُّ دَ بَ وَلاَ شَيْءَ مِنْ اَ بَ يُنْتِجُ مِنَ الشَّكْلِ الثَّانِي لاَشَيْءَ مِنْ دَ اَ نَجْعَلُهَا كُبْرٰى لِكُلِّ دَ جَ لِيُنْتِجَ مِنَ الثَّالِثِ بَعْضُ جَ لَيْسَ وَ هُوَ الْمَط .

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور پہلی پانچوں کو خلف سے بیان کرنا ممکن ہے، اور وہ نتیجہ کی نقیض کو مقدمتین میں سے کسی ایک

کے ساتھ ملانا ہے تاکہ وہ نتیجہ دے اسکا جو دوسرے مقدمہ کی نقیض کی طرف منعکس ہو، اور ثانی اور خامس کو دلیل افتراض سے، اور چاہئے کہ ہم اس کو دوسری (ضرب) میں بیان کریں تاکہ اس پر خامس کو قیاس کیا جائے، اور وہ بعض جو أ ہے "د" ہونا چاہئے **فکل د أ و کل د ب**، پھر ہم کہیں گے **کل ب ج و کل د ب فبعض ج د**، پھر ہم کہیں گے **بعض ج د و کل د أ فبعض ج أ** اور یہی مطلوب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پہلی پانچ ضربوں کے نتیجہ دینے کا بیان (دلیل) خلف سے کرنا ممکن ہے، اور وہ یہ ہے کہ نتیجہ کی نقیض کو مقدمتین میں سے کسی ایک کے ساتھ ملایا جائے تاکہ وہ نتیجہ دے جو دوسرے مقدمہ کی نقیض کی طرف منعکس ہو، بہرحال پہلی دو ضربوں میں جو ایجاب کا نتیجہ دیتی ہیں، نتیجہ کی نقیض کو اس کے کلی، ہونے کی وجہ سے کبریٰ بنایا جائے، اور قیاس کے صغریٰ کو اس کے موجبہ ہونے کی وجہ سے صغریٰ بنایا جائے پس یہ دونوں شکل اول کی ہیئت پر مرتب ہوں گے، جیسا کہ اس خلف میں گزرا ہے، جو شکل ثالث میں مستعمل ہے، اور ایسا نتیجہ حاصل ہوگا جو کبریٰ کے منافی کی طرف منعکس ہوگا، پس اگر **بعض ج أ** صادق نہ ہو تو **لاشیء من ج أ** صادق ہوگا، پھر ہم اس کو قیاس کے صغریٰ کا کبریٰ بنادیں گے اور وہ **کل ب ج** ہے تاکہ **لاشیء من ب أ** نتیجہ دے، اور یہ منعکس ہوگا **لاشیء من أ ب** کی طرف، اور یہ ضرب اول کے کبریٰ کے منافی ہے، اور ضرب ثانی کے کبریٰ کے مناقض ہے اور بہرحال سلب کا نتیجہ دینے والی ضربوں میں تو نتیجہ کی نقیض کو اس کے موجبہ ہونے کی وجہ سے صغریٰ بنایا جائے اور قیاس کے کبریٰ کو اس کے کلیہ ہونے کی وجہ سے کبریٰ بنایا جائے جیسا کہ ہم نے شکل ثانی کی ضرب اول میں عمل کیا، تاکہ یہ دونوں شکل اول سے ایسا نتیجہ دیں جو صغریٰ کے منافی کی طرف منعکس ہو، مثلاً اگر **لاشیء من ج أ** صادق نہ ہو تو **بعض ج أ** صادق ہوگا، ہم اس کو قیاس کے کبریٰ کا صغریٰ بنائیں گے اور وہ ہے **کل أ ب**، تاکہ نتیجہ دے **بعض ج ب** پس **بعض ب ج** ہوگا، حالانکہ قیاس کا صغریٰ **لاشیء من ب ج** تھا، اور یہ عکس خلاف مفروض ہے۔ اور اسی طرح ضرب ثانی اور خامس کو دلیل افتراض سے بیان کرنا ممکن ہے، بہرحال اس کا بیان (ضرب) ثانی میں تو یہ ہے کہ اس بعض کو جو "أ" ہے "د" فرض کیا جائے گا پس **کل د أ و کل د ب** (ہوگا) پھر **کل د ب** کبریٰ کو قیاس کے صغریٰ کے ساتھ ملائیں گے، اور کہیں گے **کل ب ج و کل د ب** یہ اس شکل سے **بعض ج د** نتیجہ دے گی، اور ہم اس کو **کل د أ** کا صغریٰ بنائیں گے تاکہ شکل اول سے **بعض ج أ** نتیجہ دے اور یہی مطلوب ہے، اور بہرحال اس کا بیان خامس تو یہ ہے کہ اس بعض کو جو "ب" ہے، "د" فرض کیا جائے تو **کل د ب و کل د ج** ہوگا، پھر ہم کہیں گے **کل د ب ولاشیء من أ ب** شکل ثانی سے **لاشیء من د أ** نتیجہ دے گا جس کو ہم **کل د ج** کا کبریٰ بنائیں گے تاکہ (شکل) ثالث سے نتیجہ دے **بعض ج لیس أ**، اور یہی مطلوب ہے۔

تشریح: ماسبق میں ماتن نے شکل رابع کی ضربوں کے نتائج کو دلیلِ عکس سے ثابت کیا تھا۔ چنانچہ ضرب اول، ثانی، ثالث اور [illegible]ن کا نتیجہ عکسِ ترتیب سے اور ضرب رابع و خامس کا نتیجہ عکس مقدمتین سے، ضرب سادس کا نتیجہ عکسِ صغریٰ سے اور ضرب سابع کا نتیجہ عکسِ کبریٰ سے، اب یہاں یہ کہہ رہے ہیں کہ شکل رابع کی پہلی پانچ ضربوں میں دلیلِ خلف اور دوسری اور پانچویں میں دلیل افتراض بھی جاری کی جاسکتی ہے، دلیلِ خلف کا یہاں مطلب یہ ہے کہ پہلی پانچ ضربوں میں کسی ضرب سے حاصل شدہ نتیجہ کی نقیض

نکال کر اس کو مقدمتین یعنی صغریٰ اور کبریٰ میں سے کسی کے ساتھ ملا کر شکل اول ترتیب دیں پھر اس کا نتیجہ نکال کر نتیجہ کا عکسِ مستوی بنائیں یہ نتیجہ کا عکس اصل قیاس کے صغریٰ یا کبریٰ کا منافی ہوگا۔

اما فی الضربین الاولین الخ ضرب اول اور ثانی کا نتیجہ موجبہ ہے اسکی نقیض سالبہ کلیہ ہوگی، جو شکل اول کا کبریٰ ہو سکتی ہے، اور تیسری، چوتھی اور پانچویں ضرب کا نتیجہ سالبہ ہے اس کی نقیض موجبہ ہوگی، جو شکل اول کا صغریٰ بن سکتی ہے، شارح پہلی اور دوسری ضرب میں دلیل خلف کو جاری کر رہے ہیں، کہ جو موجبہ نتیجہ دیتی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلی ضرب میں دلیل خلف جاری کرنے کی یہ صورت ہوگی جب کہا جائے کل ب ج (صغریٰ) و کل ا ب (کبریٰ) اس کا نتیجہ ہوگا بعض ج ا اگر یہ نتیجہ صادق نہ ہو تو اس کی نقیض لاشئی من ج ا صادق ہوگی پھر ہم اس کو اصل قیاس کا کبریٰ اور اصل قیاس کے صغریٰ کو صغریٰ بنا کر شکل ترتیب دیں گے اور کہیں گے کل ب ج (صغریٰ) لاشئی من ج ا نتیجہ ہوگا، لاشئی من ب ا اور اس کا عکسِ مستوی ہوگا لاشئی من ا ب اور یہ عکس اصل قیاس کے کبریٰ یعنی کل ا ب ہے اور خلاف مفروض ہے، اور شکل ثانی میں بھی اس طرح دلیل جاری کی جائے گی، لہٰذا آپ خود جاری کر لیں۔

واما فی الضروب المنتجة للسلب الخ اس عبارت میں شارح ان ضربوں میں دلیل خلف جاری کر رہے ہیں جو سالبہ نتیجہ دیتی ہیں، چنانچہ سابق میں آپ کو معلوم ہو گیا کہ تیسری، چوتھی اور پانچویں ضرب کا نتیجہ سالبہ آتا ہے، اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ سالبہ کی نقیض موجبہ ہوتی ہے، اور شکل اول کے صغریٰ کا موجبہ ہونا شرط ہے، تو ان ضروب کے نتائج کی نقیض کو شکل اول کا صغریٰ بنایا جاتا ہے، لہٰذا شارح ضرب ثالث میں دلیل خلف جاری کر رہے ہیں، کہ جب کہا جائے لاشئی من ب ج و کل ا ب تو نتیجہ ہوگا لاشئی من ج ا اگر یہ نتیجہ صادق نہ ہو تو اس کی نقیض بعض ج ا صادق ہوگی پھر ہم اس نقیض کو اصل قیاس کا صغریٰ بنائیں گے اور اصل قیاس کے کبریٰ کو کبریٰ بنائیں گے اور شکل ترتیب دیکر کہیں گے، لاشئی من ج ا و کل ا ب نتیجہ ہوگا بعض ج ب پھر اس کا عکسِ مستوی کیا جائے وہ ہوگا بعض ب ج جو اصل قیاس کے صغریٰ یعنی لاشئی من ب ج کے منافی ہونے کی وجہ سے خلاف مفروض ہے، اور خلافِ مفروض باطل ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ ضرب ثالث کا نتیجہ صحیح ہے اور اس کی نقیض باطل ہے، شکل رابع اور خامس میں بھی اسی طرح دلیل خلف جاری ہوگا، لہٰذا آپ خود جاری کر لیں۔

فائدہ: آخری تین ضربوں میں دلیل خلف جاری نہیں کی جا سکتی، اس لئے کہ چھٹی اور ساتویں ضرب میں چونکہ نتیجہ سالبہ جزئیہ آتا ہے، اور سالبہ جزئیہ کی نقیض بھی سالبہ جزئیہ ہوگی، اور ان دونوں ضربوں میں نتیجہ کا عکس اصل قیاس کے صغریٰ یا کبریٰ کا منافی یا نقیض نہیں ہے، اور آٹھویں ضرب میں اس لئے جاری نہیں ہو سکتی کہ ان کا صغریٰ اور کبریٰ شکل اول کے صغریٰ اور کبریٰ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

وکذالک یمکن الخ اس عبارت سے شارح یہ بتلا رہے ہیں کہ شکل رابع کی ضرب ثانی اور خامس میں دلیل افتراض بھی جاری ہو سکتی ہے، اور ان کے نتائج کو اس دلیل سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ ماتنؒ نے صرف ضرب ثانی میں دلیل افتراض جاری کی ہے، اور ضرب خامس کو اسی پر قیاس کرنے کے لئے چھوڑ دیا، اور شارح دونوں میں جاری کرتے ہیں، ضرب ثانی کا کبریٰ موجبہ جزئیہ ہے یعنی بعض ا ب، تو یہاں ذاتِ موضوع یعنی "ا" کو جب "د" فرض کیا جائے گا تو اس سے دو قضیے حاصل ہو جائیں گے: ۱- کل د ا۔ ۲- و کل د ب، پھر دوسرے قضیہ کو قیاس کے صغریٰ کے ساتھ ملا کر اس طرح کہا جائے گا، کل ب ج و کل د ب اور یہ شکل رابع ہے اس میں حد اوسط "ب" ہے، جب اس کو گرا دیا تو نتیجہ بعض ج د آیا، پھر ہم اس نتیجہ کو پہلے قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل اول ترتیب

دیں گے اور اس طرح کہیں گے، بعض ج د و کل د ا تو نتیجہ آئے گا، بعض ج ا اور یہ نتیجہ بعینہ ضرب ثانی کا نتیجہ ہے، اور ضرب خامس میں چونکہ صغریٰ موجبہ جزئیہ ہے لہٰذا جب اس کے موضوع کو "د" فرض کیا جائے گا تو اس سے بھی دو قضیے حاصل ہوں گے، کل دب و کل د ج پھر ہم پہلے قضیہ کو اصل کے کبریٰ کے ساتھ ملا کر شکل ترتیب دیں گے اور اس طرح کہیں گے کل دب ولاشیء من ا ب، نتیجہ ہوگا لاشیء من د ا پھر ہم اس نتیجہ کو کبریٰ بنائیں گے اور حاصل شدہ دوسرے قضیہ کو صغریٰ بنا کر شکل ثالث ترتیب دیں گے اور اس طرح کہیں گے کل د ج ولاشیء من د ا نتیجہ ہوگا، بعض ج لیس ا اور یہ نتیجہ بعینہ نتیجہ مطلوبہ ہے۔

اِعْلَمْ اَنَّ مَحْصِلَ الافْتِرَاضِ اَنْ يُوْخَذَ مُقَدِّمَةً مِنْ مُقَدِّمَتَيِ الْقِيَاسِ وَ يُحْمَلُ وَصْفَا مَوْضُوعِهَا وَمَحْمُولِهَا عَلىٰ ذَاتِ الْمَوْضُوعِ فَتَحْصُلُ مُقَدِّمَتَانِ كُلِّيَّتَانِ وَ اِنْ كَانَتْ مُقَدِّمَةُ الْقِيَاسِ جُزْئِيَّةً لِاعْتِبَارِ سَائِرِ اَفْرَادِ ذٰلِكَ الْبَعْضِ وَ تَسْمِيَتِهَا بِهٖ فَاِنْ قُلْتَ رُبَمَا لَايَتَعَدَّدُ ذَاتُ الْمَوْضُوعِ بَلْ يَكُوْنُ مُنْحَصِرًا فِي فَرْدٍ وَاحِدٍ فَلَايَحْصُلُ كُلِّيَّةٌ لِاقْتِضَاءِ الْكُلِّ تَعَدُّدَ الْاَفْرَادِ فَنَقُوْلُ ح يَحْصُلُ قَضِيَّتَانِ شَخْصِيَّتَانِ وَ قَدْ سُمِّيَتْ اَنَّ الشَّخْصِيَّاتِ فِي الْاِنْتَاجِ بِمَنْزِلَةِ الْكُلِّيَّاتِ عَلىٰ اَنَّ ذٰلِكَ لَا يَكُوْنُ اِلَّا نَادِرًا۔

ترجمہ: اور جان تو کہ دلیل افتراض کا حاصل یہ ہے کہ قیاس کے دونوں مقدموں میں سے کسی مقدمہ کو لیکر اس کے موضوع اور محمول کے وصف کو ذاتِ موضوع پر محمول کیا جائے تو دو مقدمہ کلیہ حاصل ہوں گے اگر چہ قیاس کا مقدمہ جزئیہ ہی ہو، کیوں کہ اسی بعض کے بقیہ افراد کا اعتبار کر کے اس کا نام کلیہ رکھ دیا، پس اگر تو اعتراض کرے کہ بسا اوقات ذاتِ موضوع متعدد نہیں ہوتی، بلکہ ایک فرد میں منحصر ہوتی ہے تو اس سے کلیہ حاصل نہ ہوگا، اس لئے کہ کل تعداد افراد کا تقاضا کرتا ہے، تو ہم جواب دیں گے کہ اس وقت دو قضیہ شخصیہ حاصل ہوں گے اور تم سن چکے ہو کہ شخصیات نتیجہ دینے میں کلیات کے درجہ میں ہیں، علاوہ ازیں یہ بہت ہی کم ہوتا ہے۔

تشریح: اس عبارت سے شارح دلیل افتراض کی وضاحت کر رہے ہیں کہ دلیل افتراض کی حقیقت یہ ہے کہ قیاس کے دونوں میں مقدموں میں سے کسی مقدمہ کو لیکر اس کے موضوع کی ذات پر وصف موضوع کو محمول کیا جائے، کیوں کہ وصفِ موضوع ذاتِ موضوع پر محمول ہوتا ہے، شیخ کے نزدیک بالفعل اور معلم ثانی ابوالنصر فارابی کے نزدیک تو اس سے ایک قضیہ حاصل ہوگا اور اسی ذاتِ موضوع پر وصفِ محمول کو محمول کیا جائے تو اس سے دوسرا قضیہ حاصل ہوگا۔

لاعتبار سائر افرا ذلک البعض الخ سے شارح نے ایک سوال کا جواب دیا ہے سوال یہ ہوتا ہے کہ قضیہ جزئیہ میں حکم بعض افراد پر ہوتا ہے، اور اسی بعض کو ذات "د" فرض کیا گیا ہے، پس جب اسکو موضوع بنائیں گے تو قضیہ جزئیہ حاصل ہوگا، نہ کہ کلیہ؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ اسی بعض کے تمام افراد کے اعتبار سے قضیہ کلیہ حاصل ہوگا۔

فان قلت الخ اس عبارت میں شارح نے ایک اعتراض نقل کر کے فنقول الخ سے اس کا جواب دیا ہے، معترض کہتا ہے کہ جناب آپ کا یہ کہنا کہ جب ذاتِ موضوع کو ایک معین شیٔ فرض کیا جائے تو اس سے دو قضیہ کلیہ حاصل ہوں گے صحیح نہیں کیوں کہ بسا اوقات ذاتِ موضوع متعدد نہیں ہوتی ہے بلکہ ایک فرد میں منحصر ہوتی ہے، تو اس وقت قضیہ کلیہ حاصل ہی نہیں ہوگا، کیوں کہ قضیہ کلیہ میں لفظ سور ہوتا ہے جو ذاتِ موضوع کے متعدد افراد ہونے پر دلالت کرتا ہے؟ شارح نے اس اشکال کے دو جواب دیئے ہیں، ایک

جواب یہ ہے کہ جب موضوع فرد واحد میں منحصر ہوگا اور اس کو "د" فرض کر کے وصفِ موضوع و وصف محمول کو اس پر محمول کریں گے تو اس سے دو قضیہ شخصیہ حاصل ہوں گے اور تم کو اس سے پہلے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ قیاسات کے باب میں شخصیات کلیات کے درجہ میں ہوتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ اگر قضیہ شخصیہ کو شکل اول کا کبریٰ بنایا جائے تو قضیہ شخصیہ نتیجہ دیتا ہے حالانکہ شکل اول کے کبریٰ کا کلیہ ہونا شرط ہے اور جب شخصیہ شکل اول کا کبریٰ بنتا ہے تو معلوم ہوا کہ ذاتِ موضوع کے فرد واحد میں منحصر ہونے کی صورت میں بھی قضیہ کلیہ حاصل ہوگا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ایسا قضیہ جس کا موضوع فرد واحد میں منحصر ہو، نادر ہے، اور نوادر کا قواعد اور احکام میں اعتبار نہیں ہوتا، لہٰذا نوادرات کو لیکر اعتراض کرنا صحیح نہیں۔

ثُمَّ لاشَکَّ اَنَّ اَحَدَ الوَصفَینِ هُوَ الحَدُّ الاَوسَطُ فِی القِیَاسِ فَیَکُونُ اِحدَی مُقَدَّمَتَی الافتِرَاضِ مَحمُولُهَا الحَدُّ الاَوسَطُ فَتَنتَظِمُ هٰذِهِ المُقَدَّمَةُ الافتِرَاضِیَّةُ مَعَ المُقَدَّمَةِ الاُخرىٰ القِیَاسِیَّةِ وَ تُنتِجُ نَتِیجَةً اِذَا انضَمَّت اِلَی المُقَدَّمَةِ الاُخرىٰ الافتِرَاضِیَّةِ تَحصُلُ النَّتِیجَةُ المَطلُوبَةُ فَفِی الافتِرَاضِ قِیَاسَانِ وَ زَعَمَ القَومُ اَنَّ اَحَدَهُمَا لَابُدَّ اَن یَکُونَ عَلیٰ نَظمِ الشَّکلِ الاَوَّلِ وَ الاٰخَرُ عَلیٰ نَظمِ ذٰلِکَ الشَّکلِ المَط اِنتَاجُهُ وَ هُوَ لَیسَ بِصَحِیحٍ عَلَی الاِطلَاقِ لِاَنَّ الافتِرَاضَ فِی خَامِسِ هٰذَا الشَّکلِ لَیسَ کَذٰلِکَ بَل اَحَدُ القِیَاسَینِ فِیهِ مِنَ الشَّکلِ الثَّانِی وَ الاٰخَرُ مِنَ الشَّکلِ الثَّالِثِ وَ الافتِرَاضُ فِی ثَانِیَةٍ اَیضًا لَایَجِبُ اَن یُقَرَّرَ کَمَا قَرَّرُوهُ فَاِنَّهُ یُمکِنُ اَن یُبَیِّنَ بِحَیثُ یَکُونُ القِیَاسُ الاَوَّلُ مِنَ الشَّکلِ الاَوَّلِ وَ الثَّانِی مِنَ الثَّالِثِ عَلیٰ اَنَّ الاِستِنتَاجَ مِنَ الاَوَّلِ وَ الثَّالِثِ اَظهَرُ وَ اَبیَنُ مِنَ الاِستِنتَاجِ مِنَ الرَّابِعِ وَ الاَوَّلِ ثُمَّ اِنَّکَ تَرٰهُم یَفتَرِضُونَ فِی بَابِ العُکُوسِ فِی الکُلِّیَّاتِ وَ الجُزئِیَّاتِ وَ لَا یَفتَرِضُونَ فِی بَابِ الاَقیِسَةِ اِلَّا فِی الجُزئِیَّاتِ وَ هُوَ اَیضًا لَیسَ بِمُستَقِیمٍ مُطلَقًا بَلِ الافتِرَاضُ فِی الشَّکلِ الثَّانِی وَ الثَّالِثِ لَایَتِمُّ فِی المُقَدَّمَةِ الکُلِّیَّةِ لِاَنَّ اَحَدَ قِیَاسَیهِ اَمرٌ غَیرُ مُشتَمِلٍ عَلیٰ شَرَائِطِ الاِنتَاجِ اَو مُرَتَّبٌ عَلیٰ هَیئَةِ الضَّربِ المَط اِنتَاجُهُ وَ اَمَّا الافتِرَاضُ فِی الشَّکلِ الرَّابِعِ فَقَد یَتِمُّ فِی المُقَدَّمَةِ الکُلِّیَّةِ کَمَا فِی کُبرىٰ الضَّربِ الاَوَّلِ وَ صُغرىٰ الضَّربِ الرَّابِعِ وَ عَلَیکَ الاِعتِبَارُ وَ الاِمتِحَانُ بِمَا اَعطَینَاکَ مِنَ القَانُونِ الکُلِّ.

ترجمہ: پھر اس میں شک نہیں کہ دو وصفوں میں سے ایک حد اوسط ہوتا ہے، پس افتراض دو مقدموں میں سے ایک کا محمول حد اوسط ہوگا، پس یہ افتراضیہ مقدمہ دوسرے قیاسیہ مقدمہ کے ساتھ مرتب ہوگا، اور ایسا نتیجہ دے گا کہ جب وہ (نتیجہ) دوسرے مقدمہ افتراضیہ کے ساتھ ملے گا تو نتیجہ مطلوبہ حاصل ہوگا، پس افتراض میں دو قیاس ہوتے ہیں اور قوم نے کہا ہے کہ ان میں سے ایک کا شکل اول کی ترتیب پر اور دوسرے کا اس شکل کی ترتیب پر ہونا ضروری ہے، جس کا انتاج مطلوب ہے، اور یہ علی الاطلاق صحیح نہیں، اس لئے کہ اس شکل کی (ضرب) خامس میں افتراض اس طرح نہیں ہے بلکہ اس میں دو قیاسوں میں سے ایک شکل ثانی سے ہے اور دوسرا شکل ثالث سے ہے، اور جو افتراض (اسی شکل کی) ضرب ثانی میں ہے اس کی تقریر اسی طرح کرنی ضروری نہیں ہے جس طرح قوم نے کی ہے، کیوں کہ ممکن ہے کہ اس طرح بیان کیا جائے کہ قیاس اول شکل اول سے ہے اور (قیاس) ثانی شکل ثالث سے ہے، علاوہ ازیں شکل اول اور

ثالث سے نتیجہ حاصل کرنا اظہر اور واضح ہے، شکل رابع اور اول سے نتیجہ حاصل کرنے کے مقابلہ میں پھر یہ کہ تو ان کو دیکھتا ہے کہ وہ عکوس کے باب میں کلیات اور جزئیات میں افتراض جاری کرتے ہیں، اور قیاسات کے باب میں صرف جزئیات میں افتراض جاری کرتے ہیں، اور مطلقاً (کہنا) درست نہیں، بلکہ افتراض شکل ثانی اور ثالث میں مقدمہ کلیہ میں تام نہیں ہوتا اس لئے کہ اس کے دو قیاسوں میں سے ایک ایسا امر ہے جو نتیجہ دینے کی شرطوں پر مشتمل نہیں ہے، یا صرف ایسی ضرب کی ہیئت پر مرتب ہے جس کا انتاج مطلوب ہے، اور بہر حال شکل رابع میں (دلیل) افتراض (جاری کرنا) تو وہ مقدمہ کلیہ میں بھی تام ہو جاتا ہے جیسا کہ ضرب اول کے کبریٰ اور ضرب رابع کے صغریٰ میں اور تجھ پر اعتبار اور امتحان ضروری ہے، اس کلی قانون کے ذریعہ سے جو ہم نے تم کو عطا کیا ہے۔

تشریح: وکذلک یمکن الخ سے شارح دلیل افتراض کی تقریر کر رہے تھے اور درمیان بطور جملہ معترضہ کے دلیل افتراض کی تقریر پر ہونے والے اعتراض کو بیان کر کے اس کا جواب دیا ہے، اس لئے پھر دلیل افتراض کی تقریر کی طرف رجوع کر رہے ہیں کہ ذاتِ مفروضہ پر جو وصف موضوع اور وصف محمول، محمول ہوتے ہیں ان میں سے ایک قیاس کے حد اوسط کا مفہوم ہوتا ہے، تو افتراض کے دونوں مقدموں میں سے ایک کا محمول حد اوسط ہوگا، اور یہ افتراض مقدمہ اصل قیاس کے دوسرے مقدمہ کے ساتھ ملکر ایک قیاس بن جائے گا، اور اس سے ایک نتیجہ حاصل ہوگا، پھر یہ نتیجہ دوسرے مقدمہ افتراضیہ کے ساتھ ملکر ایک دوسرا قیاس بن جائے گا، اور یہ دوسرا قیاس وہی نتیجہ دے گا جو مطلوبہ نتیجہ ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ دلیل افتراض میں دو قیاس ہوتے ہیں۔

وزعم القوم الخ اس عبارت میں شارح نے دلیلِ افتراض کے سلسلہ میں مناطقہ کا ایک خیال ذکر کر کے پھر اس کی تردید کی ہے، دلیل افتراض کے بارے میں مناطقہ نے یہ گمان کیا ہے کہ دلیل افتراض کے دو قیاسوں میں سے ایک کا شکل اول کی ترتیب پر اور دوسرے قیاس کا اسی شکل کی ترتیب پر ہونا ضروری ہے، جس شکل کا نتیجہ ثابت کرنا مطلوب ہے، مناطقہ کے اس خیال کو شارح نے تین وجہوں سے رد کیا ہے۔

وھو لیس بصحیح سے شارح فرماتے ہیں کہ ایک وجہ یہ ہے کہ مناطقہ کا یہ گمان مطلقاً صحیح نہیں کیوں کہ بعض اشکال میں اس کے خلاف بھی ہے، چنانچہ چوتھی شکل کی پانچویں ضرب میں دلیل افتراض جاری ہے لیکن اس میں افتراض کا ایک قیاس شکل ثانی ہے اور دوسرا شکل ثالث ہے۔

والافتراض فی ثانیۃ ایضا الخ اس عبارت سے شارح نے مناطقہ کے خیال کے مطلقاً صحیح نہ ہونے کی دوسری وجہ بیان کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شکل رابع کی دوسری ضرب میں مناطقہ افتراض کی جو تقریر کرتے ہیں اس کے اعتبار سے افتراض کا ایک قیاس شکل اول اور دوسرا شکل رابع ہوتا ہے، مگر اس کی یہی تقریر ضروری نہیں بلکہ اس کی تقریر دوسرے طریقہ سے بھی کی جاسکتی ہے، وہ یہ ہے کہ مقدمہ افتراضیہ کو قیاس کے صغریٰ کا صغریٰ بنایا جائے اور اس طرح کہا جائے کل د ب و کل ب ج اس کا نتیجہ کل د ج ہوگا پھر اس نتیجہ کو دوسرے مقدمہ افتراضیہ کے ساتھ ملا کر اس طرح کہا جائے کل د ج و کل د أ تو اس صورت میں مطلوبہ نتیجہ حاصل ہوگا یعنی کل ج أ اس طریقہ کے مطابق دلیل افتراض کا ایک قیاس شکل ثالث ہوگا، اور ایک شکل اول ہوگا، لہٰذا ضرب ثانی میں بھی مناطقہ کا قاعدۂ مزعومہ باقی نہیں رہا۔

علیٰ ان الاستنتاج الخ سے شارح مناطقہ کے قاعدۂ مزعومہ کے علی الاطلاق صحیح نہ ہونے کی تیسری وجہ بیان کر رہے ہیں کہ جس کا

حاصل یہ ہے کہ شکل اول اور شکل ثالث کے ذریعہ نتیجہ مطلوبہ ثابت کرنا زیادہ ظاہر اور واضح ہے، شکل اول اور رابع کے ذریعہ نتیجہ مطلوبہ ثابت کرنے سے، لہٰذا دلیل افتراض کے لئے یہ قاعدہ متعین کرنا کہ ایک قیاس اسی شکل کا ہونا ضروری ہے جس کا نتیجہ ثابت کرنا مطلوب ہے صحیح نہیں ہے، اور شکل اول وثالث سے نتیجہ مطلوبہ ثابت کے ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ شکل رابع کے مقابلہ میں شکل ثالث زیادہ بین الانتاج ہے، اور دلیل وحجت کو اجلیٰ اور زیادہ واضح ہونا چاہئے، لہٰذا شکل اول اور رابع سے نتیجہ ثابت کرنے اور شکل اول وثالث کے ذریعہ نتیجہ ثابت نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

ثم انک تراھم یفترضون الخ اس عبارت میں شارح دلیل افتراض کے سلسلہ میں مناطقہ کے ایک دوسرے نظریہ کی تردید کررہے ہیں، مناطقہ کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ وہ عکوس کے باب میں کلیات اور جزئیات دونوں میں دلیل افتراض جاری کرتے ہیں اور قیاسات کے باب میں صرف جزئیات میں دلیل افتراض جاری کرتے ہیں، چنانچہ وہ حضرات صرف مقدمہ جزئیہ کے موضوع کو ”د“ فرض کرکے دلیل افتراض جاری کرتے ہیں، یہ بھی مطلقاً درست نہیں ہے، اس لئے کہ شکل ثانی اور ثالث میں تو بلاشبہ صرف مقدمہ جزئیہ میں دلیل افتراض جاری ہوگا، مقدمۂ کلیہ میں جاری نہ ہوگا، کیوں کہ اگر مقدمہ کلیہ میں دلیل افتراض جاری کی جائے تو دو محذور میں سے ایک محذور لازم آئے گا۔ دلیل افتراض کا ایک قیاس نتیجہ دینے کی شرطوں پر مشتمل نہ ہوگا یا قیاس کی ترکیب اسی ضرب پر ہوگی جس ضرب کا نتیجہ ثابت کرنا مطلوب ہے، تو دور یا مصادرہ لازم آئے گا، مگر شکل رابع میں جس طرح مقدمہ جزئیہ میں دلیل افتراض جاری ہوتی ہے اسی طرح مقدمہ کلیہ میں دلیل افتراض جاری ہوجائے گی، اور کوئی محذور ممنوع لازم نہ آئیگا، مثلاً شکل رابع کی ضرب اول کے دونوں مقدمے موجبہ کلیہ ہوتے ہیں کل ب ج وکل اَ ب نتیجہ ہوگا بعض ج اَ اسی طرح ضرب رابع کے دونوں مقدمے کلیہ ہوتے ہیں صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہوتا ہے جیسے کل ب ج ولاشیٔ من أ ب نتیجہ ہوگا بعض ج لیس أ تو اگر ان دونوں ضربوں میں دلیل افتراض جاری کریں تو مقدمہ کلیہ میں دلیل افتراض جاری ہوگی اور کوئی محذور لازم نہ آئے گا، لہٰذا قوم کا دلیل افتراض کے سلسلہ میں مقدمہ جزئیہ ہی کو خاص کرنا باطل ہے۔

قَالَ وَ الْمُتَقَدِّمُوْنَ حَصَرُوْا الضُّرُوْبَ النَّاتِجَةَ فِي الْخَمْسَةِ الْاُوَلِ وَ ذَكَرُوْا لِعَدَمِ اِنْتَاجِ الثَّلٰثَةِ الْاَخِيْرَةِ الْاِخْتِلَافَ فِي الْقِيَاسِ مِنْ بَسِيْطَتَيْنِ وَ نَحْنُ نَشْتَرِطُ كَوْنَ السَّالِبَةِ فِيْهَا مِنْ اِحْدَى الْخَاصَّتَيْنِ فَيَسْقُطُ مَاذَكَرُوْهُ مِنَ الْاِخْتِلَافِ. **اَقُوْلُ** الْمُتَقَدِّمُوْنَ كَانُوْا يَحْصُرُوْنَ الضُّرُوْبَ الْمُنْتِجَةَ فِي هٰذَا الشَّكْلِ فِي الْخَمْسَةِ الْاُوَلِ وَ كَانَ عِنْدَهُمْ اَنَّ الضُّرُوْبَ الثَّلٰثَةَ الْاَخِيْرَةَ عَقِيْمَةٌ لِتَحَقُّقِ الْاِخْتِلَافِ فِيْهَا اَمَّا فِي الضَّرْبِ السَّادِسِ فَلِصِدْقِ قَوْلِنَا لَيْسَ بَعْضُ الْحَيَوَانِ بِاِنْسَانٍ وَ كُلُّ فَرَسٍ حَيَوَانٌ وَ الْحَقُّ السَّلْبُ اَوْكُلُّ نَاطِقٍ حَيَوَانٌ وَ الْحَقُّ الْاِيْجَابُ وَ اَمَّا فِي السَّابِعِ فَلِاَنَّهٗ يَصْدُقُ قَوْلُنَا كُلُّ اِنْسَانٍ نَاطِقٌ وَ بَعْضُ الْفَرَسِ لَيْسَ بِاِنْسَانٍ وَ الْحَقُّ السَّلْبُ اَوْ بَعْضُ الْحَيَوَانِ لَيْسَ بِاِنْسَانٍ وَ الْحَقُّ الْاِيْجَابُ وَ اَمَّا فِي الثَّامِنِ فَكَقَوْلِنَا لَاشَيْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِفَرَسٍ وَ بَعْضُ النَّاطِقِ اِنْسَانٌ اَوْ بَعْضُ الْحَيَوَانِ اِنْسَانٌ فَاَشَارَ المص اِلٰى جَوَابِهٖ بِاَنَّ بَيَانَ الْاِخْتِلَافِ فِي هٰذِهِ الضُّرُوْبِ اِنَّمَا يَتِمُّ اِذَا كَانَ الْقِيَاسُ مُرَكَّبًا مِنَ الْمُقَدَّمَاتِ الْبَسِيْطَةِ لٰكِنَّا نَشْتَرِطُ فِي اِنْتَاجِهَا اَنْ يَكُوْنَ السَّالِبَةُ الْمُسْتَعْمَلَةُ فِيْهَا مِنْ اِحْدَى الْخَاصَّتَيْنِ فَلَاتَنْتَهِضُ تِلْكَ

النُّقُوضُ عَلَيْهَا وَا ... مُ اَنَّ اِنْتَاجَهَا بِنَاءً عَلَى اِنْعِكَاسِ السَّالِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ الْخَاصَّةِ كَنَفْسِهَا لِاَنَّ السَّادِسَ وَ ... ابِعَ اِنَّمَا يَرْ ... اِلَى الثَّانِي وَ الثَّالِثِ بِعَكْ ... هَا وَ الثَّامِنُ اِنَّمَا يُنْتِجُ لَوْ كَانَ بِحَيْثُ اِذَا بُدِّلَ مُقَدَّمَتَاهُ يَحْ ... لُ مِنَ الشَّ ... لِ الْاَوَّلِ سَالِبَةٌ خَاصَّةٌ تَنْعَكِ ... سُ اِلَى النَّتِيْجَةِ الْمَطْ وَ لَمْ يَظْهَرْ لِلْمُتَقَدِّمِيْنَ اِنْعِكَاسُهَا وَ اتَّفَقَ لِبَعْضِ الْاَفَاضِلِ مِنَ الْمُتَاخِرِيْنَ اِطْ ... لَاعٌ عَلَيْهِ فَبَيَّنَ ذٰلِكَ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور متقدمین نے نتیجہ دینے والی ضربوں کو پہلی پانچ میں منحصر کیا ہے، اور آخری تین کے نتیجہ نہ دینے کی دلیل دو بسیطہ سے مرکب قیاس میں اختلاف ہونا ذکر کیا ہے، اور ہم ان میں سالبہ کے احد الخاصتین سے ہونے کی شرط لگاتے ہیں، پس انھوں نے جو اختلاف (والی دلیل) ذکر کی ہے، وہ ساقط ہو جائے گی۔ میں کہتا ہوں کہ متقدمین اس شکل میں ضروب منتجہ کو پہلی پانچ میں منحصر کرتے ہیں، اور ان کے نزدیک آخری تین ضربیں عقیم ہیں، اس میں اختلاف کے متحقق ہونے کی وجہ سے، بہرحال ضرب سادس میں تو اس لئے کہ ہمارا قول لیس بعض الحیوان بانسان و کل فرس حیوان صادق ہے اور حق سلب ہے، یا کل ناطق حیوان اور حق ایجاب ہے، اور بہرحال سابع میں تو اس لئے کہ ہمارا قول کل انسان ناطق وبعض الفرس لیس بانسان صادق ہے، اور حق سلب ہے، یابعض الحیوان لیس بانسان اور حق ایجاب ہے، اور بہرحال ثامن میں تو جیسے ہمارا قول لاشیئ من الانسان بفرس وبعض الناطق انسان یا بعض الحیوان انسانٌ تو مصنفؒ نے اس کے جواب کی طرف اشارہ کیا کہ اختلاف کا بیان ان ضروب میں اس وقت تام ہوگا جب قیاس مقدمات بسیطہ سے مرکب ہو، لیکن ہم ان کے انتاج میں شرط لگاتے ہیں کہ سالبہ جو ان میں مستعمل ہے احد الخاصتین سے ہو، پس ان پر وہ نقوض وارد نہیں ہوں گے۔ اور جان تو کہ اس کا نتیجہ دینا سالبہ جزئیہ خاصہ کے کنفسہا منعکس ہونے پر مبنی ہے، اس لئے کہ سادس اور سابع ثانی اور ثالث کی طرف عکس ہی کی وجہ سے لوٹتی ہیں، اور ثامن اس وقت نتیجہ دیتی ہے جب کہ وہ اس طرح ہو کہ جب اس کے مقدمتین کو بدل دیا جائے تو شکل اول سے سالبہ خاصہ حاصل ہو جو نتیجہ مطلوبہ کی طرف منعکس ہو، اور متقدمین پر ان کا منعکس ہونا ظاہر نہیں ہوا، لیکن بعض فضلاء متاخرین کے اس پر مطلع ہونے کا اتفاق ہوا ہے۔ لہٰذا انہوں نے یہ بیان کیا ہے۔

تشریح: ماتن میں ماتن وشارح نے شکل رابع کی ضروب منتجہ آٹھ بیان کئے ہیں، اور ہر ایک کو دلیل سے ثابت کیا ہے، یہاں سے یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ متاخرین کے نزدیک ہے اور متقدمین کے نزدیک شکل رابع کی ضروب منتجہ صرف پانچ ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ آخری تین ضربوں کے نتائج میں اختلاف پایا جاتا ہے، اور نتائج میں اختلاف اصول منطق کے پیش نظر قیاس کے منتج نہ ہونے کی دلیل ہے۔ لہٰذا آخری تین ضربیں منتج نہیں ہیں، صرف پانچ ہی منتج ہیں، چھٹی ضرب میں اختلاف نتیجہ تو اس طرح ہے کہ جب کہا جائے بعض الحیوان لیس بانسان (صغریٰ) و کل فرس حیوان (کبریٰ) تو اس کا صادق نتیجہ ہوگا لاشیئ من الانسان بفرس ہے، اور جب کبریٰ کو بدل کر یوں کہا جائے بعض الحیوان لیس بانسان و کل ناطق حیوان تو اس کا صادق نتیجہ موجبہ کلیہ ہوگا، یعنی کل انسان ناطق اور ضرب سابع میں اختلاف نتائج اس لئے ہے کہ جب ہم کہیں کل انسان ناطق وبعض الفرس لیس بانسان تو اس کا صادق نتیجہ لاشیئ من الناطق بفرس ہوگا اور جب کبریٰ کو بدل کر اس طرح کہیں گے کل انسان ناطق وبعض

الحیوان لیس بانسان تو اس کا نتیجہ صادقہ موجبہ کلیہ ہوگا، یعنی کل ناطق حیوان، اور ضرب ثامن تو اختلاف اس لئے ہے کہ جب ہم کہیں لاشیٔ من الانسان بفرس (صغریٰ) وبعض الناطق انسان (کبریٰ) تو اس کا نتیجہ صادقہ لاشیٔ من الفرس بناطق ہوگا، اور جب کبریٰ کو بدل کر اس طرح شکل مرتب کریں لاشیٔ من الانسان بفرس، بعض الحیوان لیس بانسان (کبریٰ) تو اس کا نتیجہ صادقہ موجبہ کلیہ ہوگا، یعنی کل فرس حیوان خلاصہ کلام یہ ہے کہ آخری تین ضربوں میں اختلاف نتیجہ پایا جاتا ہے، اور اختلاف نتیجہ قیاس کے نتیجہ نہ دینے کی دلیل ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ آخری تین ضربیں منتج نہیں ہیں۔

فاشار المصنف الخ شارح کہتے ہیں کہ ماتن متقدمین کے قول کو رد کرتے ہوئے نحن نشترط سے ان کی دلیل کا جواب دے رہے ہیں کہ آخری تین ضربوں میں جو آپ نے اختلاف نتیجہ ثابت کیا ہے وہ اس لئے کہ آپ نے آخری تین ضربوں کو قضایا بسیطہ سے مرکب کیا ہے، اور یہ اختلاف صرف اسی صورت ہی میں ہوسکتا ہے لیکن ہم ان ضروب کے منتج ہونے کی یہ شرط لگاتے ہیں کہ قضایا سالبہ جو ان ضروب میں مستعمل ہیں ان کا مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں سے کوئی ایک ہونا ضروری ہے، اور جب قیاس کا خاصتین میں سے کسی ایک سے مرکب ہونا ضروری ہے تو پھر آپ کا اعتراض ان پر وارد نہیں ہوسکتا۔

واعلم ان انتاجہا الخ شارح بیان کرتے ہیں کہ آپ یہ ذہن میں منقش کر لیجئے کہ ان ضروب کے منتج ہونے کی بنیاد سالبہ جزئیہ کنفسہا منعکس ہونا ہے، یعنی یہ ضروب اس وقت نتیجہ دیں گی جب کہ سالبہ جزئیہ خاصہ کا عکس مستوی سالبہ جزئیہ خاصہ ہی آئے، اور اگر اس کا عکس سالبہ جزئیہ خاصہ نہ آئے تو پھر منتج نہ ہوں گی، چنانچہ اگر سالبہ جزئیہ خاصہ منعکس ہو، اور آخری تین ضربوں میں وہی سالبہ جزئیہ خاصہ صغریٰ یا کبریٰ ہو تو ضرب سادس کو اس کے صغریٰ سالبہ جزئیہ کا عکس کر کے شکل ثانی کی طرف اور ضرب سابع کو اس کے کبریٰ سالبہ جزئیہ کا عکس کر کے شکل ثالث کی طرف لوٹائیں گے جس سے نتیجہ مطلوبہ حاصل ہوگا اس کا نتیجہ سالبہ جزئیہ خاصہ ہوگا، تو اس کے عکس سے بعینہٖ نتیجہ مطلوبہ ثابت ہوجائے گا اور ہمارا مدعا ثابت ہوجائے گا، اور اگر سالبہ جزئیہ خاصہ کا عکس نہ آئے تو ضرب ثلثہ کا انتاج ثابت نہ ہوگا۔ اور متقدمین کے نزدیک چونکہ سالبہ جزئیہ خاصہ کا عکس سالبہ جزئیہ خاصہ ثابت نہیں ہے، اس لئے انہوں نے آخری تین ضربوں کے انتاج کو تسلیم نہیں کیا اور متاخرین میں سے بعض افاضل کے نزدیک چونکہ اس کا عکس سالبہ جزئیہ خاصہ ثابت ہے اس لئے وہ آخری تین ضروب کے منتج ہونے کے قائل ہیں، اور انہوں نے شکل رابع کی ضروب منتجہ آٹھ بیان کیے ہیں، خلاصہ کلام یہ ہے کہ متقدمین اور متاخرین کے نزدیک شکل رابع کے آخری تین ضربوں کے منتج ہونے یا نہ ہونے کی بنیاد سالبہ جزئیہ کا کنفسہا منعکس نہ ہونا یا ہونا ہے، متقدمین کے نزدیک اس کا عکس ثابت نہیں ہے اس لئے وہ کہتے ہیں کہ وہ منتج نہیں ہیں، اور متاخرین کے نزدیک اس کا عکس ثابت ہے اس لئے وہ کہتے ہیں کہ وہ منتج ہیں۔

قَالَ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ فِی الْمُخْتَلِطَاتِ اَمَّا الشَّکْلُ الْاَوَّلُ فَشَرْطُهٗ بِحَسْبِ الْجِهَةِ فِعْلِیَّةُ الصُّغْرٰی
اَقُوْلُ اَلْمُخْتَلِطَاتُ هِیَ الْاَقِیْسَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ خَلْطِ الْمُوَجَّهَاتِ بَعْضُهَا مَعَ بَعْضٍ وَ عِنْدَ اعْتِبَارِ الْجِهَاتِ فِی الْمُقَدَّمَاتِ یُعْتَبَرُ لِاِنْتَاجِ الْاَشْکَالِ شَرَائِطُ اَمَّا الشَّکْلُ الْاَوَّلُ فَشَرْطُهٗ بِاِعْتِبَارِ الْجِهَةِ اَنْ یَکُوْنَ الصُّغْرٰی فِعْلِیَّةً فَاِنَّهَا لَوْ کَانَتْ مُمْکِنَةً لَمْ یَجِبْ تَعَدِّی الْحُکْمِ مِنَ الْاَوْسَطِ اِلَی الْاَصْغَرِ لِاَنَّ الْکُبْرٰی تَدُلُّ عَلٰی اَنَّ کُلَّ مَا هُوَ اَوْسَطُ بِالْفِعْلِ مَحْکُوْمٌ عَلَیْهِ بِالْاَکْبَرِ وَ الْاَصْغَرِ لَیْسَ مِمَّا هُوَا

اَوْسَطُ بِالْفِعْلِ بَلْ بِالْاِمْکَانِ فَجَازَ اَنْ یَبْقیٰ بِالْقُوَّۃِ وَ لَایَخْرُجُ مِنْھَا اِلیٰ الْفِعْلِ فَلَمْ یَتَعَدَّ الْحُکْمُ مِنَ الْاَوْسَطِ اِلَیْہِ مَثَلاً یَصْدُقُ فِی الْفَرْضِ الْمَذْکُوْرِ کُلُّ حِمَارٍ مَرْکُوْبُ زَیْدٍ بِالْاِمْکَانِ الْعَامِّ وَکُلُّ مَرْکُوْبِ زَیْدٍ بِالْفِعْلِ فَرَسٌ بِالضَّرُوْرَۃِ وَ لَایَصْدُقُ کُلُّ حِمَارٍ فَرَسٌ بِالْاِمْکَانِ الْعَامِّ لِاَنَّ مَعْنیٰ الْکُبْریٰ اَنَّ کُلَّ مَاھُوَ مَرْکُوْبُ زَیْدٍ بِالْفِعْلِ فَھُوَ فَرَسٌ بِالضَّرُوْرَۃِ وَالْحِمَارُ لَیْسَ بِمَرْکُوْبِ زَیْدٍ بِالْفِعْلِ اَصْلاً فَالْحُکْمُ عَلیٰ الْمَرْکُوْبِ بِالْفِعْلِ لَایَتَعَدّیٰ اِلَیْہِ۔

ترجمہ: ماتن نے کہا! دوسری فصل مختلطات کے بیان میں ہے، بہر حال شکل اول تو اس کی شرط جہت کے اعتبار سے صغریٰ کی فعلیت ہے، میں کہتا ہوں کہ مختلطات وہ قیاس ہیں جو موجہات میں سے بعض کے بعض کے ساتھ خلط سے حاصل ہوں، اور مقدمات میں جہات کے اعتبار کرنے کے وقت اشکال (اربعہ) کے نتیجہ دینے کے لئے چند شرائط کا اعتبار کیا جاتا ہے، بہر حال شکل اول تو اس کی شرط جہت کے اعتبار سے صغریٰ کا فعلیہ ہونا ہے اس لئے کہ اگر وہ ممکنہ ہو تو اوسط سے اصغر کیطرف حکم کا متعدی ہونا ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ کبریٰ اس پر دلالت کرتا ہے، کہ جو اوسط بالفعل ہے اس پر اکبر کا حکم ہے اور اصغر اوسط بالفعل نہیں ہے بلکہ بالامکان ہے پس جائز ہے کہ وہ بالقوہ باقی رہے، اور اس سے فعلیت کی طرف نہ نکلے تو حکم اوسط سے اس کی طرف متعدی نہ ہوگا، مثلاً فرض مذکور میں کل حمار مرکوب زید بالامکان العام و کل مرکوب زید بالفعل فرس بالضرورۃ صادق ہے اور کل حمار فرس بالامکان العام صادق نہیں ہے، اس لئے کہ کبریٰ کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہر وہ چیز جو مرکوب زید بالفعل ہے وہ ضروری طور پر فرس ہے اور بالفعل زید کا مرکوب حمار بالکل نہیں ہے، تو مرکوب پر بالفعل حکم اس کی طرف متعدی نہ ہوگا۔

تشریح: اس سے پہلے ماتنؒ ان قیاسات کو بیان کر رہے تھے جن کے مقدمتین غیر موجہات تھے اب یہاں سے ان قیاسوں کو بیان کر رہے ہیں کہ جن کے مقدمتین موجہات میں سے ہوں چنانچہ کہتے ہیں کہ دوسری فصل مختلطات کے بیان میں ہے۔

مختلطات: ان قیاسوں کو کہا جاتا ہے جن کے مقدمتین یعنی صغریٰ اور کبریٰ موجہات میں سے ہوں، شارح کہتے ہیں کہ جب مقدمات میں جہت کا اعتبار کیا جائے تو اشکال اربع کے نتیجہ دینے کے لئے چند شرائط ضروری ہیں، چنانچہ شکل اول کے نتیجہ دینے کے لئے جہت کے اعتبار سے صغریٰ کا فعلیہ ہونا ضروری ہے، یعنی صغریٰ ممکنتین میں سے نہ ہو، بلکہ ممکنہ عامہ و ممکنہ خاصہ کے علاوہ باقی گیارہ موجہات میں سے کوئی ایک ہو، یہ شرط اس لئے ضروری ہے کہ کبریٰ میں اکبر کا حکم حد اوسط پر خواہ ایجابی ہو یا سلبی شیخ کے نزدیک بالفعل ہے، اب اگر صغریٰ میں اصغر کا حکم حد اوسط پر بالامکان ہوگا تو اکبر کا حکم حد اوسط کے واسطہ سے اصغر تک متعدی نہ ہوگا، دلیل یہ ہے کہ اکبر کا حکم اوسط پر بالفعل ہے، اور اصغر کا حکم اوسط پر بالامکان ہے، اور ممکن کے لئے جائز ہے کہ وہ ہمیشہ امکان ہی کے تحت رہے، اور قوت سے فعلیت کی طرف نہ نکلے، مثال کے طور پر فرض کیجئے: زید کی سواری بالفعل گھوڑے میں منحصر ہے یعنی زید بالفعل گھوڑے پر سوار ہوتا ہے تو کل حمار مرکوب زید بالامکان العام و کل مرکوب زید بالفعل فرس بالضرورۃ دونوں صادق ہوں گے لیکن کل حمار فرس بالامکان العام صادق نہ ہوگا، کیوں کہ کبریٰ کا مفہوم یہ ہے کہ زید کی جو سواری بالفعل ہے، وہ بالضرورۃ گھوڑا ہے اور گدھا بالفعل زید کی سواری ہے ہی نہیں تو مرکوب بالفعل کا حکم گدھے تک نہ پہنچے گا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اکبر کا حکم اصغر تک پہنچنے کے لئے صغریٰ کا جہت فعلیت پر مشتمل ہونا شرط ہے۔

قَالَ وَالنَّتِيْجَةُ فِيْهِ كَالْكُبْرىٰ إِنْ كَانَتْ غَيْرَ الْمَشْرُوْطَتَيْنِ وَالْعُرْفِيَّتَيْنِ وَ إِلَّا فَكَالصُّغْرىٰ مَحْذُوْفًا عَنْهَا قَيْدَ اللَّادَوَامِ وَاللَّاضَرُوْرَةُ وَ الضَّرُوْرَةُ الْمَخْصُوْصَةُ بِالصُّغْرىٰ إِنْ كَانَتِ الْكُبْرىٰ إِحْدَى الْعَامَّتَيْنِ وَ بَعْدَ ضَمِّ اللَّادَوَامِ إِلَيْهَا إِنْ كَانَتْ إِحْدَى الْخَاصَّتَيْنِ **اَقُوْلُ** قَدْ عَرَفْتَ اَنَّ الْمُوَجَّهَاتِ الْمُعْتَبَرَةِ ثَلٰثَ عَشَرَةَ فَإِذَا اعْتَبَرْنَاهَا فِي الصُّغْرىٰ وَالْكُبْرىٰ حَصَلَ مِائَةٌ وَتسعةٌو سِتُّوْنَ إِخْتِلَاطًا وَهِيَ الْحَاصِلَةُ مِنْ ضَرْبِ ثَلٰثَةَ عَشَرَ فِيْ نَفْسِهَا لٰكِنَّ اشْتِرَاطَ فِعْلِيَّةِ الصُّغْرىٰ اَسْقَطَ مِنْ تِلْكَ الْجُمْلَةِ سِتَّةً وَعِشْرِيْنَ إِخْتِلَاطًا وَهِيَ حَاصِلَةٌ مِنْ ضَرْبِ الْمُمْكِنَتَيْنِ فِيْ ثَلٰثَةَ عَشَرَ فَبَقِيَتِ الْإِخْتِلَاطَاتُ الْمُنْتِجَةُ مِائَةٌ وَ ثَلٰثَةٌ وَ اَرْبَعِيْنَ وَالضَّابِطَةُ فِيْ نَتَائِجِهَا اَنَّ الْكُبْرىٰ إِمَّا اَنْ تَكُوْنَ إِحْدَى الْوَصْفِيَّاتِ الْاَرْبَعِ الَّتِيْ هِيَ الْمَشْرُوْطَتَانِ وَالْعُرْفِيَّتَانِ اَوْ غَيْرَهَا فَإِنْ كَانَتِ الْكُبْرىٰ غَيْرَ الْوَصْفِيَّاتِ الْاَرْبَعِ بِاَنْ تَكُوْنَ إِحْدَى التِّسْعِ الْبَاقِيَةِ فَالنَّتِيْجَةُ كَالْكُبْرىٰ وَإِنْ كَانَتِ الْكُبْرىٰ إِحْدٰهَا فَالنَّتِيْجَةُ كَالصُّغْرىٰ لٰكِنْ إِنْ كَانَ فِيْهَا قَيْدُ اللَّادَوَامِ اَوِ اللَّاضَرُوْرَةِ حَذَفْنَاهُ وَ كَذٰلِكَ إِنْ وَجَدْنَا فِيْهَا ضَرُوْرَةً مَخْصُوْصَةً بِهَا اَوْ غَيْرَ مُشْتَرَكَةٍ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْكُبْرىٰ ثُمَّ يُنْظَرُ فِي الْكُبْرىٰ إِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهَا قَيْدُ اللَّادَوَامِ كَمَا إِذَا كَانَتْ اَحَدُ الْعَامَّتَيْنِ كَانَ الْمَحْفُوْظُ بِعَيْنِهِ النَّتِيْجَةَ وَ إِنْ كَانَ فِيْهَا قَيْدُ اللَّادَوَامِ كَمَا إِذَا كَانَتْ إِحْدَى الْخَاصَّتَيْنِ ضَمَمْنَاهُ إِلَى الْمَحْفُوْظِ كَانَ الْمَجْمُوْعُ الْحَاصِلُ مِنْهُمَا جِهَةَ النَّتِيْجَةِ اَمَّا الْاَوَّلُ وَهُوَ اَنَّ الْكُبْرىٰ إِذَا كَانَتْ غَيْرَ الْوَصْفِيَّاتِ الْاَرْبَعِ كَانَتِ النَّتِيْجَةُ كَالْكُبْرىٰ فَلِلْإِنْدِرَاجِ الْبَيِّنِ فَإِنَّ الْكُبْرىٰ حِيْنَئِذٍ دَلَّتْ عَلٰى اَنَّ كُلَّ مَا ثَبَتَ لَهُ الْاَوْسَطُ بِالْفِعْلِ فَهُوَ مَحْكُوْمٌ عَلَيْهِ بِالْاَكْبَرِ بِالْجِهَةِ الْمُعْتَبَرَةِ فِي الْكُبْرىٰ لٰكِنَّ الْاَصْغَرَ مِمَّا يَثْبُتُ لَهُ الْاَوْسَطُ بِالْفِعْلِ فَيَكُوْنُ مَحْكُوْمًا عَلَيْهِ بِالْاَكْبَرِ بِتِلْكَ الْجِهَةِ الْمُعْتَبَرَةِ وَ اَمَّا الثَّانِيْ وَهُوَ اَنَّ الْكُبْرىٰ إِذَا كَانَتْ إِحْدَى الْوَصْفِيَّاتِ الْاَرْبَعِ كَانَتِ النَّتِيْجَةُ كَالصُّغْرىٰ فَإِنَّ الْكُبْرىٰ حِيْنَئِذٍ تَدُلُّ عَلٰى اَنَّ دَوَامَ الْاَكْبَرِ بِدَوَامِ الْاَوْسَطِ وَلَمَّا كَانَ الْاَوْسَطُ مُسْتَدِيْرًا لِلْاَكْبَرِ كَانَ ثُبُوْتُ الْاَكْبَرِ لِلْاَصْغَرِ بِحَسْبِ ثُبُوْتِ الْاَوْسَطِ لَهُ فَإِنْ كَانَ ثُبُوْتُ الْاَوْسَطِ لَهُ دَائِمًا كَانَ ثُبُوْتُ الْاَكْبَرِ لَهُ اَيْضًا دَائِمًا وَإِنْ كَانَ فِيْ وَقْتٍ كَانَ فِيْ وَقْتٍ وَإِنْ كَانَ الْاَوْسَطُ مُسْتَدِيْرًا لِلْاَكْبَرِ بِالضَّرُوْرَةِ كَمَا فِي الْمَشْرُوْطَتَيْنِ كَانَ ضَرُوْرَةُ ثُبُوْتِ الْاَكْبَرِ لِلْاَصْغَرِ بِحَسْبِ ضَرُوْرَةِ ثُبُوْتِ الْاَوْسَطِ لَهُ لِاَنَّ الضَّرُوْرِيَّ لِلضَّرُوْرِيِّ ضَرُوْرِيٌّ.

ترجمه: ماتن نے کہا! اور نتیجہ اس میں (یعنی شکل اول میں) کبریٰ کی مانند ہے اگر کبریٰ مشروطتین اور عرفیتین کے علاوہ ہوں ورنہ تو صغریٰ کی مانند ہے درانحالیکہ اس سے لادوام، لاضرورۃ اور اس ضرورۃ کی قید حذف کردی جائے جو صغریٰ کے ساتھ مخصوص ہے، اگر کبریٰ عامتین میں سے کوئی ایک ہو اور لادوام کو اس کے ساتھ ملانے کے بعد اگر وہ خاصتین میں سے کوئی ایک ہو۔ میں کہتا ہوں کہ آپ جان چکے ہیں کہ موجہات معتبرہ تیرہ ہیں، پس جب ہم صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں اس کا اعتبار کریں تو ایک سو انہتر مختلط ضربیں حاصل ہوں گی، اور تیرہ کو تیرہ میں ضرب دینے سے حاصل ہوں گی لیکن صغریٰ کے فعلیہ ہونے کی شرط نے ان تمام میں سے چھبیس اختلاط کو ساقط کردیا جو دونوں ممکنہ کو تیرہ میں ضرب

دینے سے حاصل ہوتی ہیں تو نتیجہ دینے والی ضروب مختلطہ کل ایک سوتینتالیس باقی رہیں۔ اوران کے نتیجہ دینے میں ضابطہ یہ ہے کہ کبریٰ یا تو وصفیات اربع یعنی مشروطتین اور عرفیتین میں سے کوئی ایک ہوگا یا ان کے علاوہ ہوگا، پس اگر کبریٰ وصفیات اربع کے علاوہ ہو بایں طور کہ باقی نو میں سے کوئی ایک ہوتو نتیجہ کبریٰ کی مانند ہوگا اور اگر کبریٰ ان میں سے کوئی ایک ہوتو نتیجہ صغریٰ کی مانند ہوگا، لیکن اگر اس میں لا دوام یا لاضرورۃ کی قید ہوگی تو اس کو حذف کردیں گے اور اس طرح اگر ہم اس میں وہ ضرورۃ پائیں جو صغریٰ کے ساتھ خاص ہو یا اس کے اور کبریٰ کے درمیان مشترک نہ ہو، پھر کبریٰ میں دیکھا جائے گا اگر اس میں لا دوام کی قید نہ ہوجیسا کہ وہ جب عامتین میں سے کوئی ایک ہوتو محفوظ بعینہ نتیجہ ہوگا اور اگر اس میں لا دوام کی قید ہوجیسا کہ وہ جب خاصتین میں سے کوئی ایک ہوتو ہم اس کو محفوظ کی طرف ملائیں گے تو وہ مجموعہ جوان دونوں سے حاصل ہوگا وہ نتیجہ کی جہت ہوگا بہرحال اول اور وہ یہ ہے کہ کبریٰ جب وصفیات اربع کے علاوہ ہوتو نتیجہ کبریٰ کی طرح ہوگا، پس یہ اندراج بین کی وجہ سے ہے کیوں کہ اس وقت کبریٰ اس پر دلالت کرے گا، کہ ہر وہ چیز جس کے لئے اوسط بالفعل ہوتو اس پر اکبر کا حکم ہے، کبریٰ میں جہت معتبرہ کی وجہ سے، لیکن اصغر چونکہ ان چیزوں میں سے ہے جس کے لئے اوسط بالفعل ثابت ہے پس وہ اکبر کا محکوم علیہ ہوگا اس جہت معتبرہ سے۔ اور بہرحال ثانی اور وہ یہ ہے کہ جب کبریٰ وصفیات اربع میں سے کوئی ایک ہوتو نتیجہ صغریٰ کے مثل ہوگا، کیوں کہ کبریٰ اس وقت پر دلالت کرے گا، کہ اکبر کا دوام اوسط کے دوام کی وجہ سے ہے، اور جب اوسط اکبر کے لئے دائمی ہوگا تو اکبر کا ثبوت اصغر کے لئے اس کے واسطے ثبوت اوسط کے لحاظ سے ہوگا پس اگر اوسط کا ثبوت دائمی ہوتو اکبر کا ثبوت بھی اس کے لئے دائمی ہوگا، اور اگر وہ کسی وقت میں ہوتو وہ بھی کسی وقت میں ہوگا اور اگر اوسط اکبر کیلئے بالضرورۃ دائمی ہوجیسا کہ مشروطتین میں ہے تو اصغر کے لئے اکبر کے ثبوت کی ضرورت اوسط کے ثبوت کی ضرورت کے لحاظ سے ہوگی اس لئے کہ ضروری کیلئے جو چیز ضروری ہو وہ ضروری ہوگی۔

تشریح: یہاں سے ماتن مختلطات کے نتیجہ کے متعلق بیان کررہے ہیں، کہ کبھی اس کا نتیجہ کبریٰ کے مثل ہوتا ہے اور کبھی صغریٰ کے مثل، شارح اس کی تشریح کرنے سے پہلے یہ کہہ رہے ہیں کہ اس سے آپ کو یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ موجہات میں سے جن کا علوم میں اعتبار ہے وہ تیرہ ہیں: ۱-ضروریہ مطلقہ۔ ۲-دائمہ مطلقہ۔ ۳-مشروطہ عامہ۔ ۴-عرفیہ عامہ۔ ۵-مطلقہ عامہ۔ ۶-ممکنہ عامہ۔ ۷-مشروطہ خاصہ۔ ۸-عرفیہ خاصہ۔ ۹-وجودیہ لاضروریہ۔ ۱۰-وجودیہ لادائمہ۔ ۱۱-وقتیہ۔ ۱۲-منتشرہ۔ ۱۳-ممکنہ خاصہ، جب ہم ان تیرہ کا اعتبار صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں کریں گے تو تیرہ صغریات کو تیرہ کبریات میں ضرب دینے سے ایک سو انہتر ضروب مختلطہ حاصل ہوجائیں گی لیکن چونکہ ضروب مختلطہ کے نتیجہ دینے کے لئے صغریٰ کا فعلیہ ہونا ضروری ہے تو ان تیرہ میں سے دو یعنی ممکنہ اور ممکنہ خاصہ کا اعتبار صغریٰ میں نہیں کرسکتے لہٰذا فعلیت صغریٰ کی شرط کی وجہ سے چھبیس ضروب مختلطہ ساقط ہوجائیں گی، جو دو ممکنہ کو تیرہ میں ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں، تو اب ایک سو تینتالیس ضروب مختلطہ باقی رہ جائیں گی۔

ضروب مختلطہ کے نتیجہ دینے کا ضابطہ: ان ایک سو تینتالیس ضروب مختلطہ کے نتیجہ دینے کے سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ ان کے کبریٰ دو حال سے خالی نہیں یا تو کبریٰ وصفیات اربع یعنی مشروطہ عامہ، مشروطہ خاصہ، عرفیہ عامہ اور عرفیہ خاصہ میں سے کوئی ایک ہوگا یا نہیں یا وصفیات اربع کے علاوہ کوئی اور ہوگا اگر وصفیات اربع کے علاوہ کوئی ایک ہوتو نتیجہ کبریٰ کے مثل ہوگا

اور اگر کبریٰ وصفیات اربع میں سے کوئی ایک ہو تو نتیجہ صغریٰ کے مثل ہوگا، لیکن اگر صغریٰ میں لا دوام یا لاضرورۃ کی قید ہو وہ قید نتیجہ میں حذف ہو جائے گی، اس طرح صغریٰ میں وہ ضرورت ذاتیہ یا وصفیہ یا وقتیہ پائی جاتی ہو جو کبریٰ میں نہیں پائی جاتی تو وہ بھی نتیجہ میں حذف ہو جائے گی، پھر اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ کبریٰ میں لا دوام کی قید ہے یا نہیں، اگر کبریٰ میں لا دوام کی قید نہ ہو مثلاً کبریٰ عرفیہ عامہ یا مشروطہ عامہ ہو تو محفوظ کر لیا جائے گا، اور یہ بعینہ نتیجہ ہوگا اور اگر کبریٰ میں لا دوام کی قید ہو مثلاً، وہ مشروطہ خاصہ یا عرفیہ خاصہ ہو تو اس قید کو محفوظ کے ساتھ ملا دی جائے گی، اور ان دونوں سے جو مجموعہ حاصل ہوگا وہ مجموعہ نتیجہ کی جہت ہوگا۔

امــا الاول سے شارح کہتے ہیں کہ پہلی صورت یعنی جب کبریٰ وصفیات اربع کے علاوہ ہو تو اس وقت نتیجہ کبریٰ کے مثل، اس لئے ہوگا کہ اصغر کا حکم اکبر میں بعینہ داخل ہے، کیوں کہ کبریٰ اس وقت اس پر دلالت کرے گا کہ ہر وہ چیز جس کے لئے اوسط بالفعل ثابت ہو تو وہ اکبر کا محکوم علیہ ہوگا اس جہت سے جو کبریٰ میں معتبر ہے، لیکن اصغر کے لئے اوسط بالفعل ثابت ہے لہٰذا وہ اکبر کا محکوم علیہ ہوگا اسی جہت سے جو معتبر ہے۔ اور دوسری صورت یعنی کبریٰ جب وصفیات اربع میں سے کوئی ایک ہو تو اس وقت نتیجہ صغریٰ کے مثل اس لئے ہوگا کہ کبریٰ کی دلالت اس صورت میں اوسط کے دائمی ہونے کی وجہ اکبر کے دائمی ہونے پر ہوگا اور جب حد اوسط اکبر کے دائمی ہوگی تو اکبر کا ثبوت اصغر کے لئے اوسط کے ثبوت کے اعتبار سے ہوگا پس حد اوسط کا ثبوت دائمی ہو تو اکبر کا ثبوت بھی دائمی ہوگا اور اگر وقتی ہو تو وقتی ہوگا، اور اگر اوسط اکبر کے لئے بالضرورۃ دائمی ہو جیسے مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ میں حد اوسط کا ثبوت اکبر کے لئے ضروری ہوتا ہے تو حد اوسط کے ثبوت کے ضروری ہونے کی وجہ سے اکبر کے ثبوت کی ضرورت اصغر کے لئے بھی ہوگی، اس لئے قاعدہ ہے کہ ضروری کے لئے جو چیز ضروری ہو وہ ضروری ہوتی ہے اور یہاں حد اوسط ضروری ہے اکبر کے لئے تو حد اوسط کے ضروری ہونے کی وجہ سے اکبر اصغر کے لئے ضروری ہوگا تو نتیجہ صغریٰ کے مثل ہوگا۔

وَ اَمَّا حَذْفُ لَادَوَامِ الصُّغْرٰی وَلَا ضَرُوْرَتِهَا فَلِاَنَّ الصُّغْرٰی لَمَّا كَانَتْ مُوْجِبَةً كَانَ اللَّادَوَامُ وَاللَّاضَرُوْرَةُ فِيْهَا سَالِبَةً وَالسَّالِبَةُ لَا مَدْخَلَ لَهَا فِيْ اِنْتَاجِ هٰذَا الشَّكْلِ وَاَمَّا حَذْفُ الضَّرُوْرَةِ الْمَخْصُوْصَةِ بِالصُّغْرٰی فَلِاَنَّ الْكُبْرٰی اِذَا لَمْ يَكُنْ فِيْهَا ضَرُوْرَةً جَازَ اِنْفِكَاكُ الْاَكْبَرِ عَنْ كُلِّ مَا ثَبَتَ لَهُ الْاَوْسَطُ لٰكِنَّ الْاَصْغَرَ مِمَّا ثَبَتَ لَهُ الْاَوْسَطُ فَيَجُوْزُ اِنْفِكَاكُ الْاَكْبَرِ عَنِ الْاَصْغَرِ فَلَمْ يَتَعَدَّ ضَرُوْرَةُ الصُّغْرٰی اِلَى النَّتِيْجَةِ وَاَمَّا ضَمُّ لَادَوَامِ الْكُبْرٰی فَلِلْاِنْدِرَاجِ الْبَيِّنِ اَيْضًا فَاِنَّ الْكُبْرٰی حِيْنَئِذٍ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّ الْاَكْبَرَ غَيْرُ دَائِمٍ لِكُلِّ مَا هُوَ اَوْسَطُ بِالْفِعْلِ وَالْاَصْغَرُ مِمَّا هُوَ اَوْسَطُ بِالْفِعْلِ فَيَكُوْنُ الْاَكْبَرُ غَيْرُ دَائِمٍ لَهُ مَثَلًا الصُّغْرَى الضَّرُوْرِيَّةُ مَعَ الْمَشْرُوْطَةِ الْعَامَّةِ تُنْتِجُ ضَرُوْرِيَّةً لِاَنَّ النَّتِيْجَةَ كَالصُّغْرٰی بِعَيْنِهَا وَ مَعَ الْمَشْرُوْطَةِ الْخَاصَّةِ تُنْتِجُ ضَرُوْرِيَّةً لَادَائِمَةً لِاِنْضِمَامِ اللَّادَوَامِ مَعَ الصُّغْرٰی لٰكِنَّ الْقِيَاسَ الصَّادِقَ الْمُقَدَّمَاتِ لَا يَتَاَلَّفُ مِنْهُمَا لِاَنَّ الْقِيَاسَ مَلْزُوْمٌ لِلنَّتِيْجَةِ فَلَوِ انْتَظَمَ الْقِيَاسُ الصَّادِقُ الْمُقَدَّمَاتُ مِنْهَا لَزِمَ صِدْقُ الْمَلْزُوْمِ بِدُوْنِ اللَّازِمِ وَاَنَّهُ مُحَالٌ وَ مَعَ الْعُرْفِيَّةِ الْعَامَّةِ يُنْتِجُ دَائِمَةً بِحَذْفِ الضَّرُوْرَةِ الَّتِيْ هِيَ الْمُخْتَصَّةُ بِالصُّغْرٰی مِنْهُمَا فَلَمْ يَبْقَ اِلَّا الدَّوَامُ وَمَعَ الْعُرْفِيَّةِ الْخَاصَّةِ دَائِمَةً لَادَائِمَةً بِحَذْفِ الضَّرُوْرَةِ وَضَمِّ اللَّادَوَامِ اِلَيْهَا وَالْقِيَاسُ الصَّادِقُ الْمُقَدَّمَاتُ

لاَیَنْتَظِمُ مِنْهُمَا اَیْضًا كَمَا عَرَفْتَ وَالصُّغْرىٰ الدَّائِمَةُ مَعَ اِحْدىٰ الْعَامَّتَیْنِ تُنْتِجُ دَائِمَةً وَمَعَ اِحْدىٰ الْخَاصَّتَیْنِ دَائِمَةً لاَ دَائِمَةً وَلاَ یَصْدُقُ مُقَدَّمَتَا الْقِیَاسِ مِنْهُمَا اَیْضًا كَمَا عَرَفْتَ.

ترجمہ: اور بہر حال صغریٰ کے لا دوام اور لاضرورۃ کا حذف کرنا تو اس لئے کہ صغریٰ جب موجبہ ہو تو لا دوام اور لاضرورۃ اس میں سالبہ ہوگا اور اس شکل کے نتیجہ دینے میں سالبہ کو کوئی دخل نہیں ہے، اور بہر حال اس ضرورۃ کا حذف کرنا جو صغریٰ کے ساتھ مخصوص ہے تو اس لئے کہ جب کبریٰ میں وہ ضرورۃ نہ ہوگی تو اکبر کا ہر اس چیز سے جدا ہونا ممکن ہوگا جس کے لئے اوسط ثابت ہو، لیکن اصغر ان اشیاء میں سے ہے جن کے لئے اوسط ثابت ہے تو اکبر کا اصغر سے جدا ہونا جائز ہوگا پس صغریٰ کی ضرورت نتیجہ تک نہ پہنچے گی، اور بہر حال کبریٰ کے لا دوام کا ملانا تو وہ اندراج بین کی وجہ سے ہے، کیوں کہ کبریٰ اس وقت اس پر دلالت کرے گا کہ اکبر دائمی نہیں ہے، ہر اس چیز کے لئے جو اوسط بالفعل ہو اور اصغران چیزوں میں سے ہے جو اوسط بالفعل ہے، لہٰذا اکبر اصغر کے لئے دائمی نہ ہوگا، مثلاً صغریٰ ضروریہ مشروطہ عامہ کے ساتھ ضروریہ نتیجہ دیتا ہے اس لئے کہ نتیجہ بعینہٖ صغریٰ کی طرح ہوتا ہے، اور مشروطہ خاصہ کے ساتھ ضروریہ لا دائمہ نتیجہ دیتا ہے کیوں کہ لا دوام صغریٰ کے ساتھ منضم ہے، لیکن صادق المقدمات قیاس ان سے مرکب نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ قیاس نتیجہ کا ملزوم ہوتا ہے، اب اگر ان سے صادق المقدمات ان دونوں سے مرتب ہو تو ملزوم کا صدق لازم کے بغیر لازم آئے گا، اور یہ محال ہے، اور عرفیہ عامہ کے ساتھ دائمہ نتیجہ دیتا ہے اس ضرورت کے حذف کے ساتھ جو صغریٰ کے ساتھ خاص ہو پس دوام ہی باقی رہا، اور عرفیہ خاصہ کے ساتھ دائمہ لا دائمہ کا نتیجہ دے گا ضرورت کے حذف کے ساتھ۔ اور لا دوام کے ملانے سے، اور صادق المقدمات قیاس ان دونوں سے بھی مرتب نہیں ہوتا جیسا کہ تو جان چکا، اور صغریٰ دائمہ عامتین میں سے کسی ایک کے ساتھ دائمہ نتیجہ دیتا ہے، اور خاصتین میں سے کسی ایک کے ساتھ دائمہ لا دائمہ نتیجہ دیتا ہے، اور قیاس کے دونوں مقدمے ان دونوں سے بھی صادق نہیں ہوتے جیسا کہ تو جان چکا۔

تشریح: اس سے پہلے ضروب مختلطات کے نتائج کے متعلق یہ ضابطہ بیان کیا گیا تھا کہ جب کبریٰ وصفیات اربع میں سے کوئی ایک ہو تو نتیجہ صغریٰ کے مثل ہوتا ہے، لیکن اگر صغریٰ میں لا دوام یا لاضرورۃ کی قید ہو تو وہ نتیجہ میں حذف کر دی جاتی ہے، شارح یہاں سے اس حذف کی علت بیان کر رہے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ صغریٰ جب موجبہ ہو تو اس میں لا دوام اور لاضرورۃ سے سالبہ کی طرف اشارہ ہوگا اور اس شکل کے نتیجہ دینے میں سالبہ کو کوئی دخل نہیں ہے۔ اور ضرورۃ مخصوصہ بالصغریٰ کو اس لئے حذف کیا جاتا ہے کہ کبریٰ میں جب وہ ضرورت نہ ہوگی تو اکبر کا ہر اس شئ سے جس کے لئے حد اوسط ثابت ہے جدا ہونا ممکن ہے اور اصغر کے لئے حد اوسط ثابت ہے لہٰذا اکبر کا اصغر سے جدا ہونا ممکن ہوگا، تو صغریٰ کی ضرورت نتیجہ تک نہ پہنچے گی، لہٰذا اس کا حذف کرنا ضرور ہے، اور بہر حال کبریٰ کے لا دوام کا ملانا تو اندراج بین کی وجہ سے ہے، کیوں کہ کبریٰ میں جب لا دوام کی قید ہے تو وہ اس وقت اس بات پر دلالت کرے گا اکبر ہر اس چیز کے لئے دائمی نہیں ہے، جس کے لئے حد اوسط بالفعل ثابت ہے اور اصغر کے لئے بھی حد اوسط بالفعل ثابت ہے، لہٰذا اکبر اصغر کے لئے بھی دائمی نہ ہوگا، اور جب اصغر کے لئے اکبر دائمی نہیں ہے تو لا دوام کی قید کا نتیجہ میں بڑھانا ضروری ہے۔

مثلاً الصغریٰ الخ شکل اول کے ضروب مختلطات کے نتیجہ دینے کا ضابطہ بیان کرنے کے بعد اب ضروب مختلطات کے نتائج کو اس عبارت سے بیان کر رہے ہیں کہ اگر صغریٰ ضروریہ اور کبریٰ مشروطہ عامہ ہو تو نتیجہ ضروریہ ہوگا، جیسے بالضرورۃ کل انسان حیوان بالفعل (صغریٰ) و کل حیوان جسم بالضرورۃ مادام حیوانًا (کبریٰ) نتیجہ ہوگا، کل انسان جسم بالضرورۃ ۔ اور اگر صغریٰ ضروریہ ہو اور کبریٰ مشروطہ خاصہ تو نتیجہ ضروریہ لا دائمہ ہوگا جیسے بالفعل کل انسان حیوان بالضرورۃ و کل حیوان حساس بالضرورۃ مادام حیوانًا لا دائمًا، نتیجہ ہوگا کل انسان حساس بالضرورۃ لا دائمًا، شارح کہتے ہیں کہ صادق المقدمات کی ترتیب ان دونوں سے نہیں ہوتی جیسا کہ مثال سے واضح ہے، اب رہی یہ بات کہ صادق المقدمات قیاس ان دونوں سے کیوں نہیں مرتب ہوتے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قیاس نتیجہ کا ملزوم ہے اور نتیجہ اس کا لازم ہے اگر صادق المقدمات قیاس مرتب ہوں تو نتیجہ برآمد نہیں ہوگا، اور جب نتیجہ برآمد نہیں ہوگا تو ملزوم کا لازم کے بغیر صادق آنا لازم آئے گا، اور ملزوم کا لازم کے بغیر صادق آنا محال ہے، معلوم ہوا کہ ان دونوں سے صادق المقدمات قیاس کی ترتیب نہیں ہوسکتی۔

اور اگر صغریٰ ضروریہ ہو اور کبریٰ عرفیہ عامہ ہو تو نتیجہ دائمہ ہوگا اور صغریٰ میں جو ضرورۃ مخصوصہ ہے اس کو حذف کر دیا جائے گا جیسے بالضرورۃ کل ناطق انسان بالفعل (صغریٰ) و کل انسان حیوان بالدوام مادام انسانًا (کبریٰ) نتیجہ ہوگا کل ناطق حیوان بالدوام۔

اور اگر صغریٰ ضروریہ اور کبریٰ عرفیہ خاصہ ہو تو نتیجہ دائمہ لا دائمہ ہوگا بحذف ضرورۃ وبضم لا دوام، جیسے بالضرورۃ کل کاتب انسان بالفعل (صغریٰ) و کل انسان ناطق بالدوام مادام انسانًا لا دائمًا (کبریٰ) نتیجہ ہوگا، بالفعل کل کاتب ناطق بالدوام لا دائمًا، اور جس وقت صغریٰ دائمہ ہو اور کبریٰ عرفیہ عامہ یا مشروطہ عامہ ہو تو نتیجہ دائمہ ہوگا، اور اگر کبریٰ عرفیہ خاصہ یا مشروطہ خاصہ ہو تو نتیجہ دائمہ لا دائمہ ہوگا، اور ان تمام صورتوں سے بھی صادق المقدمات قیاس مرتب نہیں ہوگا۔

لَایُقَالُ الْمَشْرُوْطَةُ اِنْ فُسِّرَتْ بِالضَّرُوْرَةِ مَا دَامَ الْوَصْفُ اَنْتَجَ الصُّغْریٰ الدَّائِمَةُ مِنْهَا ضَرُوْرِیَّةً کَالضَّرُوْرِیَّةِ لِاَنَّ الْحُکْمَ فِی الْکُبْریٰ بِضَرُوْرَةِ الْاَکْبَرِ لِکُلِّ مَا ثَبَتَ لَهُ الْاَوْسَطُ مَادَامَ وَصْفُ الْاَوْسَطِ وَمِمَّا یَدُوْمُ لَهُ وَصْفُ الْاَوْسَطِ هُوَ الْاَصْغَرُ فَیَکُوْنُ الْاَکْبَرُ ضَرُوْرِیُّ الثُّبُوْتِ لَهُ وَاِنْ فُسِّرَتْ بِالضَّرُوْرَةِ بِشَرْطِ الْوَصْفِ لَمْ یُنْتِجُ الصُّغْریٰ الضَّرُوْرِیَّةُ مَعَهَا ضَرُوْرِیَّةً کَالدَّائِمَةِ لِدَلَالَةِ الْکُبْریٰ عَلیٰ اَنَّ ضَرُوْرَةَ الْاَکْبَرِ بِشَرْطِ وَصْفِ الْاَوْسَطِ فَاللَّازِمُ لَیْسَ اِلَّا اَنَّ الْاَکْبَرَ ضَرُوْرِیٌّ لِلْاَصْغَرِ بِشَرْطِ وَصْفِ الْاَوْسَطِ لٰکِنَّ الْاَوْسَطَ وَاجِبُ الْحَذْفِ عَنِ النَّتِیْجَةِ فَجَازَ اَنْ لَایَبْقیٰ ضَرُوْرَةُ الْاَکْبَرِ لِاَنَّا نَقُوْلُ وَصْفُ الْاَوْسَطِ اِذَا کَانَ ضَرُوْرِیًا لِذَاتِ الْاَصْغَرِ فَکُلَّمَا تَحَقَّقَ الْاَصْغَرُ تَحَقَّقَ ذَاتُ الْاَصْغَرِ وَ وَصْفُ الْاَوْسَطِ بِالضَّرُوْرَةِ وَ کُلَّمَا تَحَقَّقَا ثَبَتَ ضَرُوْرَةُ الْاَکْبَرِ فَکُلَّمَا تَحَقَّقَ الْاَصْغَرُ ثَبَتَ ضَرُوْرَةُ الْاَکْبَرِ وَهُوَ الْمَطْلُوْبُ ثُمَّ اِنَّکَ لَوْ تَاَمَّلْتَ اَدْنیٰ تَاَمُّلٍ اَمْکَنَکَ اَنْ تَسْتَخْرِجَ نَتَائِجَ الْاِخْتِلَاطَاتِ الْبَاقِیَةِ مِنَ الضَّابِطَةِ الْمَذْکُوْرَةِ وَاِنْ اَشْکَلَ عَلَیْکَ شَیْءٌ مِنْهَا فَارْجِعْ اِلیٰ هٰذَا الْجَدْوَلِ تَقِفْ عَلَیْهَا مُفَصَّلَةً.

جَدْوَلُ الْقَضَایَا الْمُخْتَلِطَاتِ

الصغریات الکبریات الضروریة الدائمة	المشروطة العامة ضروریة دائمة	العرفیة العامة دائمة دائمة	المشروطة الخاصة ضروریة لادائمة دائمة لادائمة	العرفیة الخاصة دائمة لادائمة دائمة لادائمة
المشروطة العامة	مشروطة عامة	عرفیة عامة	مشروطة خاصة	عرفیة خاصة
العرفیة العامة	عرفیة عامة	عرفیة عامة	عرفیة خاصة	عرفیة خاصة
المطلقة العامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	وجودیة لادائمة	وجودیة لادائمة
المشروطة الخاصة	مشروطةعامة	عرفیة عامة	مشروطة خاصة	عرفیة خاصة
العرفیة الخاصة	عرفیة عامة	عرفیة عامة	عرفیة خاصة	عرفیة خاصة
الوجودیة اللادائمة	مطلقة عامة	مطلقه عامة	وجودیة لادائمة	وجودیة لادائمة
الوجودیة اللاضروریة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	وجودیة لادائمة	وجودیة لادائمة
الوقتیة	وقتیة مطلقة	مطلقة وقتیة	وقتیة مطلقة لادائمة	مطلقة وقتیة لادائمة
المنتشرة	منتشرة مطلقة	مطلقة منتشرة	منتشرة مطلقة لادائمة	مطلقة منتشرة لادائمة

ترجمہ: یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ اگر مشروطہ کی تفسیر ضرورت مادام الوصف سے کی جائے تو اس صغریٰ دائمہ اس کے ساتھ ضروریہ کی طرح ضروریہ نتیجہ دے گا، اس لئے کہ کبریٰ اکبر کی ضرورت کا ہر اس چیز کے لئے ہوتا ہے جس کے لئے اوسط ثابت ہو، جب تک وصف اوسط دائم رہے اور ان چیزوں میں سے جس کے لئے وصف اوسط دائم ہے اصغر ہے تو اکبر اصغر کے لئے ضروری الثبوت ہوگا اور اگر اس کی تفسیر ضرورت بشرط الوصف سے کی جائے تو صغریٰ اس کے ساتھ دائمہ کی طرح ضروریہ نتیجہ نہیں دے گا، کیوں کہ کبریٰ کی دلالت اس پر ہوتی ہے، کہ اکبر کی ضرورت وصف اوسط کی شرط کے ساتھ ہے، پس (اس سے) صرف یہی لازم آتا ہے کہ اکبر اصغر کے لئے وصفِ اوسط کی شرط کے ساتھ ضروری ہے، لیکن اوسط نتیجہ سے واجب الحذف ہے، پس اکبر کی ضرورت کا باقی نہ رہنا جائز ہے؟ اس لئے کہ ہم جواب دیں گے کہ وصف اوسط جب ذاتِ اصغر کے لئے ضروری ہوگا تو جب اصغر متحقق ہوگا تو ذات اصغر اور وصف اوسط یقیناً متحقق ہوں گے، اور جب یہ دونوں متحقق ہوں گے تو اکبر کی ضرورت ثابت ہوگی، لہٰذا جب اصغر متحقق ہوگا تو ضرورت اکبر ثابت ہوگی اور یہی مطلوب ہے، پھر اگر تو ذرا سا غور و تامل کرے تو تیرے لئے ضابطہ مذکورہ سے بقیہ اختلاط کے نتائج کا نکالنا ممکن ہوگا اور اگر کوئی مشکل پیش آئے تو اس نقشہ کی طرف رجوع کر تو بالتفصیل اس پر مطلع ہو جائے گا۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے ایک اشکال بیان کر کے پھر اس کا جواب دیا ہے، ماقبل میں یہ کہا گیا تھا کہ صغریٰ ضروریہ مشروطہ عامہ کے ساتھ ضروریہ نتیجہ دیتا ہے، اس پر معترض کہتا ہے کہ آپ کا یہ کہنا کہ صغریٰ ضروریہ مشروطہ عامہ کے ساتھ ضروریہ نتیجہ

دیتا ہے صحیح نہیں ہے؟ کیوں کہ صغریٰ ضروریہ مشروطہ کے ساتھ ضروریہ نتیجہ نہیں دیتا ہے بلکہ صغریٰ دائمہ بھی مشروطہ عامہ کے ساتھ ضروریہ نتیجہ دیتا ہے نیز صغریٰ ضروریہ مشروطہ عامہ کے دو معنیٰ ہیں۔ ۱-ضرورت مادام الوصف۔ ۲-ضرورت بشرط الوصف، تو مشروطہ کی تفسیر اگر ضرورۃ مادام الوصف سے کی جائے تو صغریٰ دائمہ بھی مشروطہ کے ساتھ ضروریہ کی طرح ضروریہ نتیجہ دے گا، دلیل یہ ہے کہ کبریٰ میں اس بات کا حکم ہوتا ہے اکبر کا ثبوت ہر اس چیز کے لئے ضروری ہے جس کے لئے حد اوسط ثابت ہو، جب تک کہ وصفِ اوسط پایا جائے، اور جن چیزوں کے لئے وصف اوسط کے دائمی ہونے کا حکم ہے ان میں سے اصغر بھی ہے لہٰذا اصغر کے لئے اکبر کا ثبوت ضروری ہوگا لہٰذا صغریٰ دائمہ بھی مشروطہ عامہ کے ساتھ ضروریہ نتیجہ دے گا، اور اگر مشروطہ عامہ کی تفسیر ضرورت بشرط الوصف سے کی جائے تو اس تفسیر کے مطابق صغریٰ ضروریہ مشروطہ عامہ کے ساتھ ضروریہ نتیجہ نہیں دے گا اس لئے کہ کبریٰ کی دلالت اس پر ہے کہ اکبر کے ثبوت کا ضروری ہونا وصف اوسط کی شرط کے ساتھ ہے اور حد اوسط کا چونکہ نتیجہ سے حذف کرنا ضروری ہے، اس لئے یہ بات جائز ہے کہ ضرورت اکبر باقی نہ رہے اور جب یہ باقی نہیں رہے گی تو ضروریہ مشروطہ کے ساتھ ضروریہ نتیجہ دے گا لہٰذا آپ کا یہ کہنا کہ ضروریہ مشروطہ عامہ کے ساتھ ضروریہ نتیجہ دیتا ہے صحیح نہیں ہے؟

لانا نقول الخ سے شارح اس اعتراض کا جواب دے رہے ہیں اور شق ثانی کو اختیار کرتے ہوئے اعتراض مذکور کا جواب دے رہے ہیں کہ آپ نے جو یہ کہا کہ ممکن ہے کہ ضرورت اکبر باقی نہ رہے، تو نتیجہ ضروریہ نہیں ہوگا یہ کہنا صحیح نہیں ہے، کیوں کہ ہم اکبر کی ضرورت کے اثبات کو بصورتِ شکل اول دو متصلوں سے ثابت کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ جب وصفِ اوسط ذاتِ اصغر کے لئے ضروری ہوگا تو جب اصغر کا تحقق ہوگا تو ذاتِ اصغر اور وصف کا بھی تحقق ہوگا، اور جب یہ دونوں محقق ہوں گے تو ضرورت اکبر ثابت ہوگی، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جب اصغر محقق ہوگا تو ضرورت اکبر ثابت ہوگی، اور یہی مطلوب ہے، بعض حضرات نے پہلی شق کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ صغریٰ دائمہ مشروطہ کے ساتھ جہاں ضروریہ نتیجہ دیتا ہے، وہیں اس کا نتیجہ دائمہ بھی ہوتا ہے، اس کا نتیجہ ضروریہ ہونا دائمہ نتیجہ ہونے کے منافی نہیں ہے، کیوں کہ ضرورۃ دوام کو مستلزم ہوتی ہے، مگر صغریٰ کا دائمہ مشروطہ عامہ کے ساتھ دائمہ نتیجہ دینا ضروریہ کے لئے دوام کے لازم ہونے کے واسطہ سے ہے، اور یہ واسطہ چونکہ مقدمہ غریبہ نہیں ہے یہاں تک کہ دائمہ نتیجہ دینے میں اس واسطہ کے دخل سے قیاس، قیاس باقی نہ ہے۔ اس لئے اعتراض وارد نہ ہوگا۔

ضروب مختلطات میں سے بعض کے انتاج کی صورت بیان کرنے کے بعد **ثم انک اذا تأملت الخ** سے شارح فرماتے ہیں کہ اے مخاطب اگر تم ادنیٰ تامل سے کام لوگے تو تجھے بقیہ مختلطات کے نتائج نکالنے میں قدرت حاصل ہو جائے گی، اور اگر کہیں تم کو کوئی بات مشکل نظر آئے اور نتیجہ نکال نہ سکو تو مندرجہ ذیل نقشہ کو دیکھو تو تم ضروب مختلطات کے نتائج پر بالتفصیل مطلع ہو جاؤ گے۔

قَالَ وَاَمَّا الشَّكْلُ الثَّانِيْ فَشَرْطُهُ بِحَسْبِ الْجِهَةِ اَمْرَانِ اَحَدُهُمَا صِدْقُ الدَّوَامِ عَلَى الصُّغْرىٰ اَوْ كَوْنُ الْكُبْرىٰ مِنَ الْقَضَايَا الْمُنْعَكِسَةِ السَّوَالِبُ وَالثَّانِيْ اَنْ لَا تُسْتَعْمَلَ الْمُمْكِنَةُ اِلَّا مَعَ الضَّرُوْرِيَّةِ الْمُطْلَقَةِ اَوْ مَعَ الْكُبْرَيَيْنِ الْمَشْرُوْطَتَيْنِ **اَقُوْلُ** يُشْتَرَطُ فِيْ اِنْتَاجِ الشَّكْلِ الثَّانِيْ بِحَسْبِ الْجِهَةِ اَمْرَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اَحَدُ الْاَمْرَيْنِ الْاَوَّلُ صِدْقُ الدَّوَامِ عَلَى الصُّغْرىٰ اَيْ كَوْنُهَا ضَرُوْرِيَّةً اَوْ دَائِمَةً اَوْ كَوْنُ الْكُبْرىٰ مِنَ الْقَضَايَا السِّتَّةِ الْمُنْعَكِسَةِ السَّوَالِبُ وَذٰلِكَ لِاَنَّهُ لَوِ انْتَفَيَا لَكَانَتِ الصُّغْرىٰ غَيْرَ الضَّرُوْرِيَّةِ

وَالدَّائِمَةِ وَهِيَ اِحْدٰى عَشَرَةَ وَالْكُبْرٰى مِنَ الْقَضَايَا السَّبْعِ الْغَيْرِ الْمُنْعَكِسَةِ السَّوَالِبُ وَاَخَصُّ الصُّغْرِيَّاتِ الْمَشْرُوْطَةُ الْخَاصَّةُ وَالْوَقْتِيَّةُ لِاَنَّ الْمَشْرُوْطَةَ الْخَاصَّةَ اَخَصُّ مِنَ الْمَشْرُوْطَةِ الْعَامَّةِ وَالْعُرْفِيَّتَيْنِ وَالْوَقْتِيَّةُ اَخَصُّ مِنَ السَّبْعِ الْبَاقِيَةِ وَاَخَصُّ الْكُبْرِيَّاتِ السَّبْعِ الْوَقْتِيَّةُ وَاخْتِلَاطُ الصُّغْرِيَيْنِ اَعْنِي الْمَشْرُوْطَةَ الْخَاصَّةَ وَالْوَقْتِيَّةَ مَعَ الْكُبْرٰى الْوَقْتِيَّةِ غَيْرُ مُنْتِجٍ لِلْاِخْتِلَافِ الْمُوْجِبِ لِعَدَمِ الْاِنْتَاجِ فَاِنَّهُ يَصْدُقُ قَوْلُنَا لَاشَيْءَ مِنَ الْمُنْخَسِفِ بِمُضِيْءٍ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ مُنْخَسِفًا اَوْ فِيْ وَقْتٍ مُعَيَّنٍ لَادَائِمًا وَكُلُّ قَمَرٍ مُضِيْءٌ بِالضَّرُوْرَةِ فِيْ وَقْتٍ مُعَيَّنٍ لَادَائِمًا مَعَ اِمْتِنَاعِ السَّلْبِ بِالْاِمْكَانِ الْعَامِّ لِصِدْقِ كُلُّ مُنْخَسِفٍ قَمَرٌ بِالضَّرُوْرَةِ وَلَوْ بَدَّلْنَا الْكُبْرٰى بِقَوْلِنَا كُلُّ شَمْسٍ مُضِيْئَةٌ فِيْ وَقْتٍ مُعَيَّنٍ لَادَائِمًا اِمْتَنَعَ الْاِيْجَابُ وَمَتٰى لَمْ يُنْتِجْ هٰذَانِ الْاِخْتِلَاطَانِ لَمْ يُنْتِجْ سَائِرُ الْاِخْتِلَاطَاتِ لِاِسْتِلْزَامِ عَدَمِ اِنْتَاجِ الْاَخَصِّ عَدَمَ اِنْتَاجِ الْاَعَمِّ وَالثَّانِيْ عَدَمُ اسْتِعْمَالِ الْمُمْكِنَةِ اِلَّا مَعَ الضَّرُوْرِيَّةِ الْمُطْلَقَةِ اَوْ مَعَ الْكُبْرَيَيْنِ الْمَشْرُوْطَتَيْنِ وَمُحَصَّلُهُ اَنَّ الْمُمْكِنَةَ اِنْ كَانَتْ صُغْرٰى لَمْ تُسْتَعْمَلْ اِلَّا مَعَ الضَّرُوْرِيَّةِ الْمُطْلَقَةِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور بہرحال شکل ثانی تو اس کی شرط جہت کے اعتبار سے دو امر ہیں ان میں ایک: صغریٰ پر دوام کا صادق ہونا ہے یا کبریٰ کا منعکس السوالب قضایا سے ہونا۔ اور ثانی: یہ ہے کہ ممکنہ مستعمل نہ ہو مگر ضروریہ مطلقہ کے ساتھ یا ایسے دو کبریٰ کے ساتھ کہ دونوں مشروطہ ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ شکل ثانی کے نتیجہ دینے میں جہت کے اعتبار سے دو چیزیں شرط ہیں، ان دونوں میں سے ہر ایک احد الامرین ہے اول صغریٰ پر دوام کا صادق ہونا یعنی اس کا ضروریہ یا دائمہ ہونا یا کبریٰ کا ان چھ قضایا سے ہونا جن کے سوالب منعکس ہوتے ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ اگر یہ دونوں چیزیں منتفی ہوں، تو صغریٰ ضروریہ اور دائمہ کے علاوہ ہوگا، اور وہ گیارہ ہیں، اور کبریٰ ان سات قضایا سے ہوگا جن کے سوالب منعکس نہیں ہوتے اور صغریات میں سب سے اخص مشروطہ خاصہ اور وقتیہ ہے، اس لئے کہ مشروطہ خاصہ، مشروطہ عامہ اور عرفیتین سے اخص ہے اور وقتیہ باقی سات سے اخص ہے اور سات کبریات میں اخص وقتیہ ہے اور صغریین یعنی مشروطہ خاصہ اور وقتیہ کا اختلاط کبریٰ وقتیہ کے ساتھ منتج نہیں ہے اس اختلاف کی وجہ سے جو عدم انتاج کا موجب ہے کیوں کہ ہمارا قول لاشیء من المنخسف بمضیء بالضرورة مادام منخسفا یا فی وقت معین لا دائمًا، وکل قمر مضیء بالضرورة فی وقت معین لا دائمًا صادق ہے سلب بالامکان العام ممتنع ہونے کے ساتھ، اس لئے کہ کل منخسف قمر بالضرورة صادق ہے اور اگر ہم کبریٰ اپنے قول کل شمس مضیئة فی وقت معین لا دائمًا سے بدل دیں تو ایجاب ممتنع ہوگا، اور جب یہ دو اختلاط منتج نہیں ہوئے تو بقیہ اختلاط بھی منتج نہیں ہوں گے، کیوں کہ اخص کا منتج نہ ہونا اعم کے منتج نہ ہونے کو مستلزم ہے، دوسری (شرط) ممکنہ کا استعمال نہ ہونا مگر ضروریہ مطلقہ کے ساتھ یا کبریین مشروطتین کے ساتھ، اور اس کا حاصل یہ ہے کہ ممکنہ اگر صغریٰ ہو تو مستعمل نہ ہو مگر ضروریہ مطلقہ یا مشروطتین کے ساتھ اور اگر کبریٰ ہو تو مستعمل نہ ہو مگر ضروریہ مطلقہ کے ساتھ۔

تشریح: اس سے پہلے ماتن شکل اول کے مختلطات کی شرائط انتاج اور ضرب مختلط منتجہ بیان کر رہے تھے اب یہاں سے مختلطاتِ شکل ثانی کی شرائط انتاج کو بیان کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ مختلطات شکل ثانی کے نتیجہ دینے کے لئے دو شرطیں ہیں، اور ہر ایک شرط

مرتّد ہے، پہلی شرط صغریٰ پر دوام کا صادق ہونا ہے، یعنی صغریٰ کا ضروریہ یا دائمہ ہونا ضروری ہے، یا کبریٰ کا ان چھ قضایا میں سے ہونا ضروری ہے، جن کے سوالب منعکس ہوتے ہیں، اور وہ چھ یہ ہیں :۱-ضروریہ مطلقہ۔۲- دائمہ مطلقہ۔۳-عرفیہ عامہ۔۴-مشروطہ عامہ۔۵-مشروطہ خاصہ۔۶-مشروطہ عامہ۔ اس شرط کے ضروری ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ شرط مفقود ہوتو نتیجہ میں اختلاف لازم آئے گا اور نتیجہ میں اختلاف ہونا اصول منطق کے پیش نظر قیاس کے منتج نہ ہونے کی دلیل ہے، حالانکہ قیاس کو نتیجہ لازم ہے۔

لانـه لو انتفيا الخ سے شارح نتیجہ میں اختلاف ہونے کی وجہ قیاس کے منتج نہ ہونے کی تشریح کررہے ہیں، کہ اگر ذکر کردہ دونوں امر نہ پائے جائیں تو ظاہر ہے کہ صغریٰ ضروریہ اور دائمہ کے علاوہ گیارہ قضیوں میں سے کوئی ہوگا، اور ان گیارہ میں سب سے اخص مشروطہ خاصہ اور وقتیہ ہے، اور کبریٰ ان سات قضایا میں سے ہوگا جن کے سوالب منعکس نہیں ہوتے، اور وہ یہ ہیں، وقتیہ، منتشرہ، وجودیہ لاضروریہ، وجودیہ لادائمہ، ممکنہ عامہ، ممکنہ خاصہ، اور مطلقہ عامہ، اور ان ساتوں میں سب سے اخص وقتیہ ہے، اور صغرین یعنی مشروطہ خاصہ اور وقتیہ کا اختلاط کبریٰ وقتیہ کے ساتھ پہلی دو ضربوں میں جو اخص الضروب ہیں نتیجہ میں اختلاف کا باعث ہے، اور نتیجہ میں اختلاف ہونا قیاس کے عدم انتاج کی دلیل ہے جب اختلاطات میں اخص اخص الضروب میں منتج نہیں ہوتا تو باقی اختلاطات بھی باقی ضروب میں منتج نہ ہوں گے، اس لئے کہ اخص کا منتج نہ ہونا اعم کے منتج نہ ہونے کو مستلزم ہوتا ہے۔

فـانـه يـصدق قولنا لاشئ من المنخسف الخ اس عبارت سے شارح اختلاف موجب عدم انتاج کی مثال پیش کررہے ہیں کہ لاشئ مـن الـمـنـخسف بـمـضـئ بـالـضـرورة مادام منخسفًا او فی وقت معين لادائمًا (صغریٰ) و کـل قـمر مضئ بالضرورة في وقت معين لادائمًا (کبریٰ) دونوں صادق ہیں اس کا حق نتیجہ موجبہ ہوگا یعنی کل منخسف قمر بالضرورة سالبہ نتیجہ نہیں ہوسکتا کیوں کہ سلب بالامکان العام ممتنع ہے، اور اگر کبریٰ کو بدل کر یوں کہا جائے لاشئ من المنخسف بمضئ بالضرورة مادام منخسفا لادائمًا (صغریٰ) و کل شمس مضيئة بالضرورة في وقت معين لادائمًا (کبریٰ) یہ دونوں مقدمے صادق ہیں اس کا صادق نتیجہ سالبہ ہوگا یعنی لاشئ من المنخسف بشمس بالضرورة شارح کہتے ہیں کہ دیکھو مختلطات شکل ثانی کی ضرب ثانی میں نتیجہ میں اختلاف لازم آگیا اور اختلاف نتیجہ عدم انتاج کی دلیل ہے اور جب یہ دونوں اختلاط باوجود اخص ہونے کے منتج نہیں ہوئے تو ان کے علاوہ بقیہ اختلاط بھی منتج نہ ہوں گے، کیوں کہ اخص کا عدم انتاج اعم کے عدم انتاج کو مستلزم ہوتا ہے۔

والثـانـي عـدم استعمال الممكنة الخ سے مختلطات شکل ثانی کے نتیجہ دینے کی دوسری شرط بیان کررہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر ممکنہ صغریٰ ہوتو کبریٰ ضروریہ مطلقہ ہو یا مشروطہ عامہ یا مشروطہ خاصہ ہو، اور اگر ممکنہ کبریٰ ہو تو صغریٰ ضروریہ مطلقہ ہو۔

اَمَّا الْاَوَّلُ فَلِاَنَّهُ قَدْ ظَهَرَ مِنَ الشَّرْطِ الْاَوَّلِ اَنَّ الْمُمْكِنَةَ الصُّغْرٰى لَا تُنْتِجُ مَعَ السَّبْعِ الْغَيْرِ الْمُنْعَكِسَةِ السَّوَالِبُ لِعَدَمِ صِدْقِ الدَّوَامِ عَلَى الصُّغْرٰى وَعَدَمُ كَوْنِ الْكُبْرٰى مِنَ السَّبْعَةِ الْمُنْعَكِسَةِ السَّوَالِبُ فَلَوْ اسْتَعْمَلَ الْمُمْكِنَةَ الصُّغْرٰى مَعَ غَيْرِ الضَّرُوْرِيَّاتِ الثَّلٰثِ لَكَانَ اِخْتِلَاطُهَا مَعَ الدَّوَامِ الثَّلٰثِ الَّتِيْ هِيَ الدَّائِمَةُ الْعُرْفِيَّتَانِ لٰكِنَّ اِخْتِلَاطُهَا مَعَ الدَّائِمَةِ عَقِيْمٌ لِجَوَازِ اَنْ يَكُوْنَ الثَّابِتُ لِشَيْءٍ بِالْاِمْكَانِ مَسْلُوْبًا عَنْهُ دَائِمًا كَقَوْلِنَا كُلُّ رُوْمِيٍّ فَهُوَ اَسْوَدُ بِالْاِمْكَانِ وَلَا شَيْءَ مِنَ الرُّوْمِيِّ بِاَسْوَدَ دَائِمًا مَعَ اِمْتِنَاعِ سَلْبِ الشَّيْءِ عَنْ نَفْسِهٖ وَلَوْ بَدَّلْنَا الْكُبْرٰى بِقَوْلِنَا لَا شَيْءَ مِنَ التُّرْكِيِّ بِاَسْوَدَ دَائِمًا اِمْتَنَعَ

الْإِيْجَابُ وَيَلْزَمُ مِنْ عَقْمِ هٰذَا الْإِخْتِلَاطِ عَقْمَ إِخْتِلَاطِ الْمُمْكِنَةِ الصُّغْرىٰ مَعَ الْعُرْفِيَّتَيْنِ أَمَّا مَعَ الْعُرْفِيَّةِ الْعَامَّةِ فَلِأَنَّ الدَّائِمَةَ أَخَصُّ وَعَقْمُ الْأَخَصِّ يُوْجِبُ عَقْمَ الْأَعَمِّ وَ أَمَّا مَعَ الْعُرْفِيَّةِ الْخَاصَّةِ فَلِعَدَمِ إِنْتَاجِ الْعُرْفِيَّةِ الْعَامَّةِ الْمُمْكِنَةِ وَعَدَمُ إِنْتَاجِ اللَّادَوَامِ أَيْضًا لِأَنَّ الْأَصْلَ لَمَّا كَانَ مُخَالِفًا لِلْمُمْكِنَةِ فِي الْكَيْفِ كَانَ اللَّادَوَامُ مُوَافِقًا لَهَا فِي الْكَيْفِ وَالْإِنْتَاجُ فِي هٰذَا الشَّكْلِ مِنَ الْمُتَّفِقَتَيْنِ فِي الْكَيْفِ وَمَتىٰ لَمْ تُنْتِجِ الْعُرْفِيَّةُ الْخَاصَّةُ مَعَ الْمُمْكِنَةِ بِجُزْئَيْهَا تَكُوْنُ الْعُرْفِيَّةُ الْخَاصَّةُ مَعَهَا عَقِيْمَةً إِذِ الْمَعْنىٰ بِإِنْتَاجِ الْقَضِيَّةِ الْمُرَكَّبَةِ مَعَ قَضِيَّةٍ أُخْرىٰ إِنْتَاجُ أَحَدِ جُزْئَيْهَا مَعَهَا وَلِعَدَمِ إِنْتَاجِهَا عَدَمُ إِنْتَاجِ جُزْئَيْهَا مَعَهَا وَمِنْ هٰهُنَا تَسْمَعُهُمْ يَقُوْلُوْنَ الْقِيَاسُ مِنْ بَسِيْطَتَيْنِ قِيَاسٌ وَاحِدٌ وَمِنْ مُرَكَّبَةٍ وَ بَسِيْطَةٍ قِيَاسَانِ وَمِنْ مُرَكَّبَتَيْنِ أَرْبَعَةُ أَقْيِسَةٍ فَإِنْ كَانَ الْمُنْتِجُ مِنْهَا قِيَاسًا وَاحِدًا كَانَ نَتِيْجَةُ الْقِيَاسِ بَسِيْطَةً وَإِلَّا رُكِّبَتِ النَّتَائِجُ وَجُعِلَتْ نَتِيْجَةَ الْقِيَاسِ.

ترجمہ: اور بہر حال تو اس لئے کہ شرط اول سے یہ ظاہر ہو چکا کہ ممکنہ صغریٰ سات غیر منعکس السوالب کے ساتھ نتیجہ نہیں دیتا، صغریٰ پر دوام کے صادق نہ ہونے اور کبریٰ کے سات منعکس السوالب سے نہ ہونے کی وجہ سے، پس اگر ممکنہ صغریٰ کو ضروریات ثلاثہ کے علاوہ کے ساتھ استعمال کیا جائے تو اسکا اختلاط دوائم ثلثہ یعنی دائمہ اور عرفیتین کے ساتھ ہوگا، لیکن دائمہ کے ساتھ اس کا اختلاط عقیم (غیر منتج) ہے، کیوں کہ یہ جائز ہے کہ شیٔ کے لئے جو امر بالامکان ثابت ہو وہ شیٔ سے دائمی طور پر مسلوب ہو، جیسے ہمارا قول کل رومی فھو اسود بالامکان ولاشیٔ من الرومی باسود دائما سلب الشیٔ عن نفسہ کے ممتنع ہونے کے ساتھ اور اگر ہم کبریٰ کو اپنے قول لاشیٔ من الترکی باسود دائما سے بدل دیں تو ایجاب ممتنع ہوگا اور اس اختلاط کے عقیم ہونے سے ممکنہ صغریٰ کے اختلاط مع العرفیتین کا عقیم ہونا لازم ہے، بہر حال عرفیہ عامہ تو اس لئے کہ دائمہ اخص ہے اور اخص کا عقیم ہونا اعم کے عقیم ہونے کو ثابت کرتا ہے، اور بہر حال عرفیہ خاصہ کے ساتھ تو اس لئے کہ عرفیہ عامہ ممکنہ کے ساتھ منتج نہیں ہے اور لا دوام بھی نتیجہ نہیں دیتا اس لئے کہ اصل جب کیف میں ممکنہ کے مخالف ہے تو لا دوام کیف میں اس کے موافق ہوگا، اور اس شکل میں کیف میں دونوں (مقدموں) کے متفق ہونے سے انتاج نہیں ہوتا، اور جب عرفیہ خاصہ ممکنہ کے ساتھ مع اپنے دونوں جزؤں کے منتج نہیں ہوا تو عرفیہ خاصہ اس کے ساتھ عقیم ہوگا، اس لئے کہ قضیہ مرکبہ کا دوسرے قضیہ کے ساتھ نتیجہ دینے کا مطلب اس کے جزئین میں سے کسی ایک کا نتیجہ دینا ہے، اس کے ساتھ اور اس کے عدم انتاج سے اس کے ساتھ اس کے جزئین کا منتج نہ ہونا ہے، اور یہیں سے تم مناطقہ کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہو دو بسیطہ سے قیاس قیاس واحد ہے اور مرکبہ و بسیطہ سے دو قیاس ہیں، اور مرکبتین سے چار قیاس ہیں پس اگر ان میں سے نتیجہ دینے والا قیاس واحد ہو تو قیاس کا نتیجہ بسیطہ ہوگا، ورنہ نتائج کو مرکب کیا جائے گا اور قیاس کا نتیجہ قرار دیا جائے گا۔

تشریح: اس عبارت میں شرط دوم کی دو صورتوں میں سے پہلی صورت کی وجہ بیان کر رہے ہیں، مختلطات شکل ثانی کے نتیجہ دینے کی دوسری شرط یہ ہے کہ صغریٰ اگر ممکنہ عامہ یا ممکنہ خاصہ ہو تو کبریٰ ضروریہ مطلقہ یا مشروطہ عامہ یا خاصہ ہو، (یہ پہلی صورت ہے) اور اگر کبریٰ ممکنہ ہو تو صغریٰ ضروریہ مطلقہ ہو، (یہ دوسری صورت ہے) شارح یہاں سے پہلی صورت کے ہونے کی وجہ بیان کر رہے ہیں کہ یہ اس لئے ضروری ہے کہ شرط اول سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ صغریٰ ممکنہ ان سات قضایا کے ساتھ جن کے سوالب منعکس نہیں

ہوتے یعنی دائمتین، مشروطتین اور عرفیتین کے علاوہ کے ساتھ منتج نہیں ہوتا، اب اگر صغریٰ ممکنہ کو ضروریات ثلاثہ یعنی ضروریہ مطلقہ، مشروطہ عامہ اور مشروطہ خاصہ کے علاوہ کے ساتھ استعمال کیا جائے تو اس کا اختلاط دوائم ثلاثہ یعنی دائمہ مطلقہ، عرفیہ عامہ اور عرفیہ خاصہ کے ساتھ ہوگا، اور دائمہ کے ساتھ اس کا اختلاط منتج نہیں ہوتا، کیوں کہ یہ اختلاف نتیجہ کو مستلزم ہے، کیوں کہ یہ ممکن ہے شئ کے لئے جو چیز بالامکان ثابت ہو وہ شئ سے دائماً مسلوب ہو، جیسے **کل رومی فھو اسود ولاشئ من الرومیٰ باسود** صادق ہے اور حق ایجاب ہے نہ کہ سلب، کیوں کہ سلب الشئ عن نفسہ محال ہے، اور اگر کبریٰ کو بدل کر **لاشئ من الترکی باسود دائمًا** کہا جائے تو حق سلب ہوگا اور ایجاب ممتنع ہے، اور جب صغریٰ ممکنہ کا اختلاط دائمہ کے ساتھ نتیجہ نہیں دیتا، تو عرفیہ اور عرفیہ خاصہ کے ساتھ بھی نتیجہ نہیں دے گا، عرفیہ عامہ کے ساتھ منتج نہ ہونا تو اس لئے ہے کہ دائمہ اخص ہے اور عرفیہ عامہ اعم ہے اور اخص کا منتج نہ ہونا اعم کے منتج نہ ہونے کو ثابت کرتا ہے، اور عرفیہ خاصہ کے ساتھ منتج نہ ہونا تو اس لئے ہے کہ عرفیہ عامہ ممکنہ عامہ کے ساتھ منتج نہیں ہوتا اور عرفیہ خاصہ کا دوسرا قضیہ جس کی طرف لا دوام سے اشارہ ہوتا ہے، وہ بھی ممکنہ عامہ کے ساتھ منتج نہیں ہوتا، دلیل یہ ہے کہ اصل جب کیف یعنی ایجاب وسلب میں ممکنہ کے مخالف ہو تو لا دوام کیف میں اس کے موافق ہوگا تو کیف کے اعتبار سے اس شکل کے دونوں مقدمتین ایک ہو جائیں، اور اس شکل میں اس صورت میں انتاج نہیں ہوتا، اور جب عرفیہ خاصہ کے دونوں جزء ممکنہ عامہ کے ساتھ نتیجہ نہیں دیتے تو عرفیہ خاصہ ممکنہ عامہ کے ساتھ غیر منتج ہوگا، اس لئے قضیہ مرکبہ کے دوسرے قضیہ کے ساتھ منتج ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دونوں جزؤں میں کوئی ایک دوسرے قضیہ کے ساتھ منتج ہو۔

شارح کہتے ہیں کہ اے مخاطب! آپ یہیں سے یہ بھی سنیں گے کہ دو بسیطہ سے جو قیاس مرکب ہو مناطقہ اس کو قیاس واحد کہتے ہیں اور جو مرکبہ اور بسیطہ سے مرکب ہو اس کو قیاسان، اور جو دو مرکبہ سے مرکب ہو اس کو اقیسہ اربعہ کہتے ہیں، پس اگر نتیجہ دینے والا قیاس واحد ہو تو قیاس کا نتیجہ بسیطہ ہوگا، ورنہ نتائج کو مرکب کر کے اس کو نتیجۂ قیاس بنا دیا جائے گا۔

وَاَمَّا الثَّانِیْ وُھُوَ اَنَّ الْمُمْکِنَةَ اِذَا کَانَتْ کُبْریٰ لَاتُسْتَعْمَلُ اِلَّا مَعَ الضَّرُوْرِیَّةِ الْمُطْلَقَةِ فَلِاَنَّهٗ قَدْ تَبَیَّنَ مِنَ الشَّرْطِ الْاَوَّلِ اَنَّ الْمُمْکِنَةَ الْکُبْریٰ مَعَ غَیْرِ الضَّرُوْرِیَّةِ وَالدَّائِمَةِ عَقِیْمَةٌ لِعَدَمِ صِدْقِ الدَّوَامِ عَلَی الصُّغْریٰ وَعَدَمِ کَوْنِ الْکُبْریٰ مِنَ الْقَضَایَا السِّتِّ فَلَوْ اسْتُعْمِلَتِ الْمُمْکِنَةُ الْکُبْریٰ مَعَ غَیْرِ الضَّرُوْرِیَّةِ لَکَانَ اخْتِلَاطُھَا مَعَ الدَّائِمَةِ وَھُوَ غَیْرُ مُنْتِجٍ لِجَوَازِ اَنْ یَکُوْنَ الْمَسْلُوْبُ عَنِ الشَّیْءِ بِالْاِمْکَانِ ثَابِتًا لَهٗ دَائِمًا کَقَوْلِنَا کُلُّ رُوْمِیٍّ اَبْیَضُ دَائِمًا وَ لَاشَیْءَ مِنَ الرُّوْمِیِّ بِاَبْیَضَ بِالْاِمْکَانِ مَعَ اِمْتِنَاعِ السَّلْبِ وَ لَوْ قُلْنَا بَدَلَ الْکُبْریٰ لَاشَیْءَ مِنَ الْھِنْدِیِّ بِاَبْیَضَ بِالْاِمْکَانِ اِمْتَنَعَ الْاِیْجَابُ.

ترجمہ: اور بہرحال ثانی اور وہ یہ ہے کہ ممکنہ جب کبریٰ ہو تو وہ ضروریہ مطلقہ ہی کے ساتھ مستعمل ہوگا اور شرط اول سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ ممکنہ کبریٰ ضروریہ اور دائمہ کے ساتھ عقیم ہوگا، صغریٰ پر دوام کے صادق نہ ہونے اور کبریٰ کا ان چھ قضایا سے نہ ہونے کی وجہ سے پس اگر ممکنہ کبریٰ کو ضروریہ کے علاوہ کے ساتھ استعمال کیا جائے تو اس کا اختلاط دائمہ کے ساتھ ہوگا اور وہ نتیجہ نہیں دیتا ہے، کیوں کہ یہ جائز ہے کہ جو امر شئ سے بالامکان مسلوب ہو وہ اس کے لئے دائماً ثابت ہو جیسے کل رومی ابیض بالامکان سلب کے امتناع کے ساتھ اور اگر ہم کبریٰ کو بدل کر لاشئ من الھندی بابیض بالامکان کہیں تو ایجاب ممتنع ہوگا۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے شرط ثانی کی دوسری صورت کے ہونے کی وجہ بیان کی ہے کہ اگر کبریٰ ممکنہ کو ضروریہ کے علاوہ کے ساتھ استعمال کیا جائے تو اب اس کا اختلاط دائمہ کے ساتھ ہوگا، اور کبریٰ ممکنہ کا اختلاط دائمہ کے ساتھ غیر منتج ہے کیوں کہ اس صورت میں نتیجہ میں اختلاف لازم آتا ہے اور اختلاف نتیجہ اصول مناطقہ کے پیش نظر قیاس کے منتجہ نہ ہونے کی دلیل ہے۔ اختلاف نتیجہ اس لئے لازم آئے گا کہ ممکن ہے کہ کوئی امر شیٔ سے بالامکان مسلوب ہو، اور دائماً اس کے لئے ثابت ہو جیسے کل رومی ابیض دائمًا و لاشیئ من الرومی بابیض بالامکان تو یہاں نتیجہ سلب ممتنع ہوگا، اور اگر کبریٰ کو بدل کر اس طرح کہیں کل رومی بابیض دائمًا و لاشیئ من الھندی بابیض بالامکان تو یہاں ایجاب ممتنع ہوگا۔

قَالَ وَ النَّتِيْجَةُ دَائِمَةٌ اِنْ صَدَقَ الدَّوَامُ عَلٰى اِحْدٰى مُقَدَّمَتَيْهِ وَاِلَّا فَكَا الصُّغْرٰى مَحْذُوْفًا عَنْهَا اللَّادَوَامُ وَاللَّاضَرُوْرَةُ وَالضَّرُوْرَةُ اَيَّةُ ضَرُوْرَةٍ كَانَتْ **اَقُوْلُ** اَلْاِخْتِلَاطَاتُ الْمُنْتِجَةُ فِيْ هٰذَا الشَّكْلِ بِحَسْبِ مُقْتَضِى الشَّرْطَيْنِ اَرْبَعَةٌ وَثَمَانُوْنَ لِاَنَّ الشَّرْطَ الْاَوَّلَ اَسْقَطَ سَبْعَةً وَّ سَبْعِيْنَ اِخْتِلَاطًا وَهِيَ الْحَاصِلَةُ مِنْ ضَرْبِ اِحْدٰى عَشَرَةَ صُغْرٰى فِيْ سَبْعِ كُبْرِيَاتٍ وَالشَّرْطُ الثَّانِيْ اَسْقَطَ ثَمَانِيَةً وَالْمُمْكِنَتَيْنِ وَالصُّغْرٰى مَعَ الْكُبْرَى الدَّائِمَةِ وَ الْعُرْفِيَّتَيْنِ وَالْكُبْرٰى مَعَ الدَّائِمَةِ وَالضَّابِطَةُ فِيْ اِنْتَاجِهَا اَنَّ الدَّوَامَ اِمَّا اَنْ يَصْدُقَ عَلٰى اِحْدَى الْمُقَدَّمَتَيْنِ بِاَنْ تَكُوْنَ ضَرُوْرِيَّةً اَوْ دَائِمَةً اَوْ لَايَصْدُقُ فَاِنْ صَدَقَ الدَّوَامُ عَلٰى اِحْدَى الْمُقَدَّمَتَيْنِ فَالنَّتِيْجَةُ دَائِمَةٌ وَاِلَّا فَالنَّتِيْجَةُ كَالصُّغْرٰى بِشَرْطِ حَذْفِ قَيْدَى الْوَجُوْدِ اَىِ اللَّادَوَامِ وَاللَّاضَرُوْرَةِ مِنْهَا وَ حَذْفِ الضَّرُوْرَةِ مِنْهَا سَوَاءٌ كَانَتْ وَصْفِيَّةً اَوْ وَقْتِيَّةً اَمَّا اَنَّ النَّتِيْجَةَ كَالْمُقَدَّمَةِ الدَّائِمَةِ اَوْ كَالصُّغْرٰى فَبِالْبَرَاهِيْنِ الْمَذْكُوْرَةِ فِي الْمُطْلَقَاتِ مِنَ الْخُلْفِ وَ الْعَكْسِ وَ الْاِفْتِرَاضِ مَثَلًا اِذَا صَدَقَ كُلُّ ج ب بِالْاِطْلَاقِ وَ لَاشَيْءَ مِنْ ا ب بِالضَّرُوْرَةِ اَوْ دَائِمَةً فَلَاشَيْءَ مِنْ ج ا دَائِمًا وَاِلَّا فَبَعْضُ ج ا بِالْاِطْلَاقِ وَ نَجْعَلُهُ صُغْرٰى لِكُبْرَى الْقِيَاسِ هٰكَذَا بَعْضُ ج ا بِالْاِطْلَاقِ وَلَاشَيْءَ مِنْ ا ب بِالضَّرُوْرَةِ اَوْ دَائِمًا يُنْتِجُ مِنَ الْاَوَّلِ بَعْضُ ج لَيْسَ ب بِالضَّرُوْرَةِ اَوْدَائِمًا وَقَدْ كَانَ كُلُّ ج ب بِالْاِطْلَاقِ هٰذَا خُلْفٌ اَوْ بِعَكْسِ الْكُبْرٰى اِلٰى لَاشَيْءَ مِنْ ب ا دَائِمًا لِيُنْتِجَ النَّتِيْجَةَ الْمَطْلُوْبَةَ وَمِنْ هٰهُنَا يَظْهَرُ اَنَّ السَّالِبَةَ الضَّرُوْرِيَّةَ لَوْ اِنْعَكَسَتْ كَنَفْسِهَا اَنْتَجَ الضَّرُوْرِيَّةَ فِيْ هٰذَا الشَّكْلِ ضَرُوْرِيَّةٌ فَلَمَّا لَمْ يُبَيِّنْ ذٰلِكَ اقْتَصَرَ فِي النَّتِيْجَةِ عَلَى الدَّوَامِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور نتیجہ دائمہ ہوگا اگر دوام اس کے دونوں مقدموں میں سے کسی ایک پر صادق ہو ورنہ تو صغریٰ کے مثل ہوگا درانحالیکہ اس سے لا دوام، لاضرورۃ اور ضرورۃ کو حذف کر دیا جائے گا خواہ کوئی بھی ضرورت ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اختلاطات منتجہ اس شکل میں دونوں شرطوں کے مقتضیٰ کے اعتبار سے چوراسی ہیں، اس لئے کہ شرط اول نے ستتر (۷۷) اختلاط کو ساقط کر دیا جو گیارہ صغریات کو سات کبریات کو ضرب دینے سے حاصل ہیں، اور شرط ثانی سے آٹھ (اختلاط) کو ساقط کر دیا، دو صغریٰ ممکنہ کو کبریٰ دائمہ اور عرفیتین کے ساتھ اور کبریٰ کو دائمہ کے ساتھ۔ اور ان کے نتیجہ دینے میں ضابطہ یہ ہے کہ دوام یا تو مقدمتین میں سے کسی ایک پر صادق ہوگا بایں طور کہ ضروریہ ہو یا دائمہ ہو یا صادق نہ ہوگا پس اگر دوام مقدمتین میں سے کسی ایک پر صادق ہو تو نتیجہ دائمہ ہوگا، ورنہ تو نتیجہ صغریٰ کے مانند ہوگا وجود کی دونوں قید

یعنی لا دوام اور لاضرورۃ اس سے حذف کی شرط کے ساتھ، اور اس سے ضرورۃ کے حذف کی شرط کے ساتھ خواہ ضرورت وصفیہ ہو یا وقتیہ، بہر حال یہ کہ نتیجہ مقدمہ دائمہ کے مثل یا صغریٰ کے مثل ہوگا، تو یہ ان ہی دلائل سے ہے جو مطلقات میں مذکور ہوئیں، یعنی خلف، عکس اور افتراض، مثلاً جب کل ج ب بالاطلاق ولاشیٔ من ا ب بالضرورۃ یا دائمًا صادق ہو، تو لاشیٔ من ج أ دائمًا (صادق ہوگا) ورنہ تو بعض ج أ بالاطلاق (صادق ہوگا) اور اس کو ہم قیاس کے کبریٰ کا صغریٰ اس طرح بنائیں گے بعض ج أ بالاطلاق ولاشیٔ من أ ب بالضرورۃ یا دائمًا تو یہ (شکل) اول سے بعض ج لیس ب بالضرورۃ یا دائمًا نتیجہ دے گا۔

تشریح: اس عبارت میں ماتن نے مختلطات شکل ثانی کی ضروب منتجہ اور غیر منتجہ کو بیان کیا ہے، شکل اول کی طرح اس شکل کی بھی ایک سو انہتر (۱۶۹) ضربیں نکلتی ہیں، جن میں سے چوراسی ضربیں منتج ہیں، اور پچاسی ضربیں غیر منتج ہیں، کیوں کہ چوراسی ضربوں ہی میں انتاج کی دونوں شرطیں پائی جاتی ہیں، اور ستتر ضربیں ایسی ہیں جن میں شرط اول نہیں پائی جاتی، لہٰذا شرط اول نے ستتر ضربوں کو ساقط کر دیا، اور آٹھ ضربوں میں شرط ثانی نہیں پائی جاتی، لہٰذا شرط ثانی کی وجہ سے آٹھ ضربیں ساقط ہوگئیں، اور پہلی شرط کی وجہ سے وہ ستتر ضربیں ساقط ہوگئیں جو گیارہ صغریات یعنی مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ، مطلقہ عامہ، ممکنہ عامہ، مشروطہ خاصہ، عرفیہ خاصہ، وجودیہ لاضروریہ، وجودیہ لادائمہ، وقتیہ منتشرہ اور ممکنہ کو سات کبریات یعنی مطلقہ عامہ، ممکنہ عامہ، وجودیہ لاضروریہ، وجودیہ لادائمہ، وقتیہ منتشرہ اور ممکنہ خاصہ کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں، اور دوسری شرط کی وجہ سے جو آٹھ ضربیں ساقط ہوگئیں، وہ یہ ہیں، جو دو ممکنہ صغریٰ کو کبریٰ دائمہ اور عرفیتین کے ساتھ اور کبریٰ ممکنتین کو صغریٰ دائمہ کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں۔

مختلطات شکل ثانی کی ضروب منتجہ کے انتاج کا ضابطہ

شارح کہتے ہیں کہ ان کے انتاج کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر مقدمتین میں سے کسی ایک پر دوام ذاتی صادق ہو یعنی صغریٰ یا کبریٰ ضروریہ یا دائمہ ہو تو نتیجہ دائمہ ہوگا اور مقدمتین یعنی صغریٰ و کبریٰ میں سے کسی پر دوام ذاتی صادق نہ ہو بلکہ صغریٰ ان نو قضایا میں سے ہو جو ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کے علاوہ ہیں، اور کبریٰ مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ، مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں سے ہو، یا صغریٰ ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ ہو، اور کبریٰ مشروطہ عامہ اور مشروطہ خاصہ تو نتیجہ صغریٰ کے مثل ہوگا، لیکن ایک شرط کے ساتھ وہ شرط یہ ہے کہ اگر صغریٰ میں لادوام، لاضرورۃ، اور ضرورۃ خواہ وقتیہ ہو یا وصفیہ کی قیدیں ہوں تو یہ سب قیدیں نتیجہ سے حذف ہو جائیں گی۔

مختلطاتِ شکل ثانی کی ضروب منتجہ کے نتائج کے اثبات کی دلیلیں

أما ان النتیجة کالمقدمة الخ سے شارح فرماتے ہیں کہ اس شکل میں نتیجہ دائمہ ہونا یا صغریٰ کے مثل ہونا انہیں دلائل سے ثابت ہے، جن کو مطلقات میں ذکر کیا گیا ہے، یعنی دلیل خلف، دلیل عکس، دلیل افتراض، دلیل خلف کے جاری کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب کل کل ج ب بالاطلاق (کل انسان ضاحک بالاطلاق) (صغریٰ) ولاشیٔ من ا ب بالضرورۃ یا دائمًا (لاشیٔ من الجماد بضاحک بالضرورۃ او دائمًا) (کبریٰ) صادق ہوگا تو اس کا نتیجہ لاشیٔ من ج أ دائمًا (لاشیٔ من الانسان بجماد) ضرور صادق ہوگا، اگر یہ صادق نہ ہو تو اس کی نقیض بعض ج أ بالاطلاق (بعض الانسان جماد بالاطلاق)

صادق ہوگی، پھر ہم اس نقیض کو صغریٰ بنائیں گے اور قیاس کے کبریٰ کو کبریٰ بنا کر شکل اول ترتیب دے کر یوں کہیں گے بعض ج أ بالاطلاق (بعض الانسان جماد بالاطلاق) ولاشیٔ من أب بالضرورة او دائمًا (ولاشیٔ من الجماد بضاحک بالضرورة او دائمًا) اس کا نتیجہ شکل اول کی ضرب رابع سے بعض ج لیس ب بالضرورة او دائمًا (بعض الانسان لیس بضاحک بالضرورة او دائمًا) ہوگا، حالانکہ اصل قیاس کا صغریٰ کل ج ب بالاطلاق (کل انسان ضاحک بالاطلاق) تھا، جو مفروض الصدق ہے، لہٰذا نتیجہ خلاف مفروض ہونے کی وجہ سے باطل ہے، اور اصل قیاس کا نتیجہ صادق ہے۔

وبعکس الکبری الخ سے عکسِ کبریٰ کے ذریعہ نتیجہ کو ثابت کر رہے ہیں کہ اصل قیاس کے کبریٰ لاشیٔ من أ ب بالضرورة کا عکس مستوی بنائیں گے اور وہ ہوگا لاشیٔ من ب أ بالضرورة تو نتیجہ ہوگا لاشیٔ من ج أ اور یہ نتیجہ بعینہٖ نتیجہ مطلوبہ ہے۔

ومن ھٰھنا الخ سے شارح کہتے ہیں کہ یہیں سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ سالبہ ضروریہ کا عکس مستوی اگر سالبہ ضروریہ ہوتو اس شکل میں ضروریہ، ضروریہ نتیجہ دے گا، مگر چونکہ یہ بات ثابت نہیں اس لئے ماتن نے دوام ہی پر اکتفا کیا ہے۔

لَایُقَالُ الْمُقَدَّمَتَانِ اِذَا کَانَتَا ضَرُوْرِیَّتَیْنِ لَمْ یَکُنْ بُدٌّ مِنْ صِدْقِ النَّتِیْجَةِ ضَرُوْرِیَّةً لِاَنَّ الْاَوْسَطَ اِذَا کَانَ ضَرُوْرِیُّ الثُّبُوْتِ لِاَحَدِ الطَّرَفَیْنِ وَضَرُوْرِیُّ السَّلْبِ عَنِ الْاٰخَرِ یَکُوْنُ اَحَدُ الطَّرَفَیْنِ ضَرُوْرِیُّ السَّلْبِ عَنِ الْاٰخَرِ فَکَانَ بَیْنَ الطَّرَفَیْنِ مُبَایَنَةٌ ضَرُوْرِیَّةٌ فَیَکُوْنُ نَتِیْجَةُ الطَّرَفَیْنِ ضَرُوْرِیَّةً لِاَنَّا نَقُوْلُ الْحُکْمُ فِی الْمُقَدَّمَتَیْنِ لَیْسَ اِلَّا بِاَنَّ الْاَوْسَطَ ضَرُوْرِیُّ الثُّبُوْتِ لِذَاتِ اَحَدِ الطَّرَفَیْنِ وَ ضَرُوْرِیُّ السَّلْبِ عَنْ ذَاتِ الْاٰخَرِ وَاللَّازِمُ مِنْهُ اَنَّ ذَاتَ اِحْدَی الطَّرَفَیْنِ ضَرُوْرِیُّ السَّلْبِ عَنْ ذَاتِ الْاٰخَرِ وَ ھُوَ لَیْسَ بِمَطْلُوْبٍ بَلِ الْمَطْلُوْبُ اَنَّ وَصْفَ اَحَدِ الطَّرَفَیْنِ ضَرُوْرِیُّ السَّلْبِ عَنْ ذَاتِ الْاٰخَرِ وَلَا یَلْزَمُ مِنْ ضَرُوْرَةِ سَلْبِ الذَّاتِ ضَرُوْرَةَ سَلْبِ الْوَصْفِ لِصِدْقِ قَوْلِنَا فِی الْمِثَالِ الْمَشْھُوْرِ لَاشَیْءَ مِنَ الْحِمَارِ بِفَرَسٍ بِالضَّرُوْرَةِ وَکُلُّ مَرْکُوْبِ زَیْدٍ فَرَسٌ بِالضَّرُوْرَةِ مَعَ کِذْبِ قَوْلِنَا لَاشَیْءَ مِنَ الْحِمَارِ بِمَرْکُوْبِ زَیْدٍ بِالضَّرُوْرَةِ لِاَنَّ کُلَّ حِمَارٍ مَرْکُوْبُ زَیْدٍ بِالْاِمْکَانِ.

ترجمہ: اعتراض نہ کیا جائے کہ جب دونوں مقدمے ضروری ہوں تو نتیجہ ضروریہ کے صادق ہونے سے کوئی چارہ ہی نہیں، اس لئے کہ اوسط جب طرفین میں سے ایک کے لئے ضروری الثبوت اور دوسرے سے ضروری السلب ہو تو طرفین میں سے ایک آخر سے ضروری السلب ہوگی، پس طرفین کے درمیان مباینت ضروریہ ہوگی، لہٰذا طرفین کا نتیجہ ضروریہ ہوگا۔ اس لئے کہ ہم جواب دیں گے کہ حکم دونوں مقدموں میں نہیں ہے، مگر یہ کہ اوسط ضروری ہے طرفین میں سے ایک کی ذات کے لئے اور دوسری کی ذات سے ضروری السلب ہے، اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ احد الطرفین کی ذات، ذاتِ آخر سے ضروری السلب ہے، اور یہ مطلوب نہیں ہے بلکہ مطلوب یہ ہے کہ احد الطرفین کا وصف ضروری السلب ہے ذاتِ آخر سے اور ذات کے سلب کے ضروری ہونے سے وصف کے سلب کا ضروری ہونا لازم نہیں آتا اس لئے کہ ہمارا قول مثال مشہور لاشیٔ من الحمار بفرس بالضرورة و کل مرکوب زید فرس بالضرورة صادق ہے، ہمارے قول لاشیٔ من الحمار بمرکوب زید بالضرورة کے کاذب ہونے کے ساتھ اس لئے کہ بالامکان ہر حمار مرکوب زید ہے۔

تشــــریح: اس عبارت میں شارح نے ایک اعتراض ذکر کر کے پھر اس کا جواب دیا ہے، ماتن وشارح نے شکل ثانی کے نتیجہ کے متعلق یہ بیان کیا کہ اگر مقدمتین سے کوئی ایک ضروریہ یا دائمہ ہو تو نتیجہ دائمہ ہوگا، اس پر معترض کہتا ہے کہ مقدمتین جب ضروریہ ہوں تو نتیجہ ضروریہ ہی ہوگا، اس لئے کہ حد اوسط جب احد الطرفین کے لئے ضروری الثبوت ہوگی اور طرف آخر سے ضروری السلب ہو تو ان کے درمیان مباینت ضروریہ ہوگی، لہٰذا ضروریتین کا نتیجہ ضروری ہی ہونا چاہئے، نہ کہ دائمہ؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ مقدمتین کا جو حکم ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ احد الطرفین کی ذات کے لئے حد اوسط ضروری الثبوت ہے اور دوسرے کی ذات سے ضروری السلب ہے، اور اس سے صرف ذاتِ طرفین کے درمیان منافات لازم آتی ہے جو مطلوب نہیں بلکہ مطلوب تو ذاتِ اصغر اور وصفِ اکبر کے درمیان منافات کا ہونا ہے پس جو مطلوب ہے وہ لازم نہیں آتا اور جو لازم آتا ہے وہ مطلوب نہیں، یہی وجہ ہے کہ مثال مشہور میں لاشئ من الحمار بفرس بالضرورة و کل مرکوب زید فرس بالضرورة صادق ہے، حالانکہ لاشئ من الحمار بمرکوب زید بالضرورة کاذب ہے کیوں کہ بالامکان العام ہر گدھا زید کا مرکوب ہے۔

وَ اَمَّا حَذْفُ قَيْدَيِ الْوُجُوْدِ مِنَ الصُّغْرىٰ فَلِاَنَّهَا اِنْ كَانَتْ مَعَ كُبْرىٰ بَسِيْطَةٍ كَانَ قَيْدُ وُجُوْدِهَا مُوَافِقًا لَهَا فِي الْكَيْفِ وَ اِنْ كَانَتْ مَعَ مُرَكَّبَةٍ لَمْ تُنْتِجْ مَعَ اَصْلِهَا كَمَا ذَكَرْنَا وَلَا مَعَ قَيْدِ وُجُوْدِهَا لِاَنَّ قَيْدَيِ الْوُجُوْدِ اِمَّا مُطْلَقَتَانِ اَوْ مُمْكِنَتَانِ اَوْ مُطْلَقَةٌ وَ مُمْكِنَةٌ وَ لَا اِنْتَاجَ فِي هٰذَا الشَّكْلِ مِنْهُمَا وَاَمَّا حَذْفُ الضَّرُوْرَةِ مِنَ الصُّغْرىٰ فَلِاَنَّ الْمُقَدَّرَ اَنَّ الدَّوَامَ لَا يَصْدُقُ عَلَى الصُّغْرىٰ فَلَوْ كَانَ فِيْهَا ضَرُوْرَةٌ لَكَانَتْ اِمَّا الضَّرُوْرَةُ الْمَشْرُوْطَةُ اَوِ الضَّرُوْرَةُ الْوَقْتِيَّةُ اَوِ الضَّرُوْرَةُ الْمُنْتَشِرَةُ وَاَخَصُّ الْاِخْتِلَاطَاتِ مِنْ اِحْدٰهَا وَمِنْ مُقَدَّمَةٍ اُخْرىٰ الْاِخْتِلَاطُ مِنْ مَشْرُوْطَتَيْنِ اَوْ مِنْ وَقْتِيَّةٍ وَ مَشْرُوْطَةٍ وَ الضَّرُوْرَةُ فِيْهِمَا لَمْ تَتَعَدَّ اِلَى النَّتِيْجَةِ اِمَّا فِي الْاِخْتِلَاطِ مِنَ الْمَشْرُوْطَتَيْنِ فَلِاَنَّ الْاَوْسَطَ فِيْهِمَا ضَرُوْرِيُّ الثُّبُوْتِ لِمَجْمُوْعِ ذَاتِ اَحَدِ الطَّرَفَيْنِ وَ وَصْفِهٖ وَ ضَرُوْرِيُّ السَّلْبِ عَنْ مَجْمُوْعِ ذَاتِ الطَّرَفِ الْاٰخَرِ وَ وَصْفِهٖ وَ لَا يَلْزَمُ مِنْهُ اِلَّا الْمُنَافَاةُ الضَّرُوْرِيَّةُ بَيْنَ الْمَجْمُوْعَيْنِ وَ الْمَطْلُوْبُ ضَرُوْرَةُ مُنَافَاةِ وَصْفِ اَحَدِ الطَّرَفَيْنِ لِمَجْمُوْعِ ذَاتِ الطَّرَفِ الْاٰخَرِ وَ وَصْفِهٖ وَ هُوَ غَيْرُ لَازِمٍ وَاَمَّا فِي الْاِخْتِلَاطِ مِنَ الْوَقْتِيَّةِ وَالْمَشْرُوْطَةِ فَلِاَنَّ الْاَوْسَطَ اِذَا كَانَ ضَرُوْرِيَّ الثُّبُوْتِ لِلْاَصْغَرِ فِيْ بَعْضِ اَوْقَاتِ ذَاتِهٖ وَ ضَرُوْرِيَّ السَّلْبِ عَنِ الْاَكْبَرِ بِشَرْطِ الْوَصْفِ لَمْ يَلْزَمْ مِنْهُ اِلَّا اَنَّ ذَاتَ الْاَكْبَرِ مَعَ وَصْفِهٖ ضَرُوْرِيَّ السَّلْبِ عَنِ الْاَصْغَرِ فِيْ بَعْضِ الْاَوْقَاتِ وَاَمَّا اَنَّ وَصْفَ الْاَكْبَرِ ضَرُوْرِيَّ السَّلْبِ عَنْ ذَاتِ الْاَصْغَرِ فَلَا يَلْزَمُ لِجَوَازِ اَنْ يَكُوْنَ لُزُوْمُ ضَرُوْرَةِ السَّلْبِ نَاشِئًا مِنْ اقْتِرَانِ الذَّاتِ بِالْوَصْفِ نَعَمْ لَوْ ظَهَرَ اِنْعِكَاسُ الْمَشْرُوْطَةِ كَنَفْسِهَا تَعَدَّتِ الضَّرُوْرَةُ مِنَ الصُّغْرىٰ لٰكِنَّهٗ لَمْ يَتَبَيَّنْ وَاِنْ حَاوَلْتَ تَفْصِيْلَ نَتَائِجِ هٰذَا الْقِسْمِ فَعَلَيْكَ بِتَفَحُّصِ الْجَدْوَلِ

صغریات کبریات	مشروطة عامة	مشروطة خاصة	عرفية عامة	عرفية خاصة
المشروطة العامة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية عامة
المشروطة الخاصة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية عامة

العرفية العامة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية عامة
العرفية الخاصة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية عامة
المطلقة العامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
الوجودية اللادائمة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
الوجودية اللاضرورية	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
الوقتية	وقتية مطلقة	وقتية مطلقة	وقتية مطلقة	وقتية مطلقة
المنتشرة	منتشرة مطلقة	منتشرة مطلقة	منتشرة مطلقة	منتشرة مطلقة
الممكنة العامة	ممكنة عامة	ممكنة عامة	عقيمة	عقيمة
الممكنة الخاصة	ممكنة عامة	ممكنة عامة	عقيمة	عقيمة

ترجمہ: اور بہر حال صغریٰ سے وجود کی قیود کا حذف ہونا تو اس لئے ہے کہ صغریٰ اگر کبریٰ کے ساتھ بسیطہ ہو تو اس کے وجود کی قید کیف میں اس کے موافق ہوگی اور اگر مرکبہ کے ساتھ ہو تو وہ نہ اصل کا نتیجہ دے گا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور نہ اس کے وجود کی قید کے ساتھ اس لئے کہ وجود کی دونوں قیدیں یا مطلقہ ہوں گی یا ممکنہ یا مطلقہ اور ممکنہ اور اس شکل میں ان دونوں سے انتاج نہیں ہوتا، اور بہر حال صغریٰ سے ضرورت کا حذف ہونا تو اس لئے ہے کہ فرض یہ کیا گیا ہے کہ دوام صغریٰ پر صادق نہیں، پس اگر اس میں ضرورت ہو تو یا تو ضرورۃ مشروطہ یا ضرورہ وقتیہ یا ضرورۃ منتشرہ ہوگی اور اخص الاختلاطات ان میں سے کسی ایک سے اور دوسرے مقدمہ سے وہ اختلاط ہے جو دو مشروطہ یا وقتیہ اور مشروطہ سے ہو اور ان دونوں میں ضرورت نتیجہ تک نہیں پہنچتی۔ بہر حال دو مشروطہ سے اختلاط میں تو اس لئے کہ اوسط ان دونوں میں احد الطرفین کی ذات اور وصف کے مجموعہ کے لئے ضروری الثبوت ہے، اور طرف آخر کی ذات اور اس کے وصف کے مجموعہ سے ضروری السلب ہے، اور اس سے دونوں مجموعہ کے درمیان منافات ضرور یہ لازم آتی ہے، حالانکہ طرف آخر کی ذات اور اس کے وصف کے مجموعہ کے لئے احد الطرفین کے وصف کی منافاۃ کا ضروری ہونا مطلوب ہے، اور یہ لازم نہیں ہے۔ اور بہر حال وقتیہ اور مشروطہ سے اختلاط تو اس لئے کہ اوسط جب ضروری الثبوت ہو اصغر کے لئے اس کی ذات کے بعض اوقات میں اور اکبر سے بشرط الوصف ضروری السلب ہو، تو اس لئے لازم نہیں آتا مگر یہ کہ اکبر کی ذات اپنے وصف کے ساتھ ضروری السلب ہے، اصغر سے بعض اوقات میں اور بہر حال یہ کہ اکبر کا وصف اصغر کی ذات سے ضروری السلب ہے، تو یہ لازم نہیں آتا کیوں کہ ممکن ہے کہ سلب کی ضرورۃ کا لزوم وصف کے ساتھ ذات کے ملنے سے پیدا ہوا ہو، ہاں اگر مشروطہ کا اپنی ہی طرح منعکس ہونا ظاہر ہو جائے تو ضرورت صغریٰ سے متعدی ہوسکتی ہے، لیکن یہ بات ظاہر نہیں ہوئی اور اگر تو اس قسم کے نتائج کی تفصیل چاہتا ہے تو تجھ پر نقشہ میں غور کرنا لازم ہے۔

تشریح: ماتن نے یہ بیان کیا تھا کہ اگر دوام صغریٰ پر صادق نہ ہو تو نتیجہ صغریٰ کے مثل ہوگا لیکن ایک شرط کے ساتھ اور وہ یہ ہے کہ اگر صغریٰ میں لادوام یا لاضرورۃ یا ضرورۃ وصفیہ یا وقتیہ کی قید ہو تو وہ قیدیں نتیجہ سے حذف ہو جائیں گی۔ شارح یہاں سے ان قیود

کے حذف کی وجہ بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ صغریٰ اگر کبریٰ کے ساتھ بسیطہ ہو تو اس کے وجود کی قید کیف میں اس کے موافق ہوگی اور اگر مرکبہ کے ساتھ ہو تو وہ نہ اصل کے ساتھ نتیجہ دے گا اور نہ قید وجود کے ساتھ اس لئے کہ اگر صغریٰ و کبریٰ دونوں مقید باللا دوام ہوں تو اس وقت وجود کی قید دو مطلقہ عامہ ہوں گی، اور اگر دونوں مقید باللا ضرورۃ ہو تو وجود کی قید دو ممکنہ عامہ ہوں گی، اگر صغریٰ و کبریٰ میں سے ایک میں لاضرورۃ کی قید اور دوسرے میں لا دوام کی قید ہو تو اس وقت وجود کی قیدیں مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ ہوں گی۔ اور اختلاطاتِ شکل ثانی میں ان میں سے کسی کے ذریعہ بھی انتاج نہیں ہوتا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ لا دوام اور لاضرورۃ کی قید کا حذف ہونا ضروری ہے، اور صغریٰ سے ضرورۃ کا حذف ہونا اس لئے ضروری ہے کہ یہ بات فرض کی گئی ہے کہ دوام صغریٰ پر صادق نہیں ہے تو اب اگر صغریٰ میں ضرورۃ کی قید ہوگی تو اس کی تین صورتیں ہیں یا تو ضرورۃ مشروطہ ہوگی یا ضرورۃ وقتیہ یا ضرورۃ منتشرہ، اور ان میں کسی ایک صورۃ سے اور دوسرے مقدمہ سے اختلاطات میں سے اخص اختلاط وہ ہے جب کہ صغریٰ و کبریٰ دونوں مشروطہ ہوں یا ایک مشروطہ اور دوسرا وقتیہ ہو، اور ان دونوں صورتوں میں ضرورۃ نتیجہ کی طرف متعدی نہیں ہو سکتی، جب مقدمتین کا اختلاط دو مشروطہ سے ہوگا تو اس وقت نتیجہ کی طرف ضرورۃ کا متعدی نہ ہونا اس لئے ہے کہ حد اوسط ان دونوں میں احد الطرفین کی ذات اور اس کے وصف کے مجموعہ سے ضروری السلب ہے اور طرف آخر کی ذات اور اس کے وصف کے مجموعہ سے ضروری السلب ہے اور اس سے دو مجموعہ کے درمیان صرف منافاۃ ضرور یہ لازم آتی ہے اور یہ مطلوب نہیں ہے بلکہ احد الطرفین کے وصف کی منافات طرف آخر کی ذات اور اس کے وصف کے مجموعہ کے لئے ضروری ہونا مطلوب ہے، اور یہ لازم نہیں آتا اس لئے ضرورۃ کی قید کا حذف ہونا ضروری ہے۔ اور جب صغریٰ وقتیہ ہو اور کبریٰ مشروطہ ہو تو اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ اصغر کے لئے اس کے بعض اوقات میں حد اوسط ضروری الثبوت ہے اور اکبر سے بشرط الوصف حد اوسط ضروری السلب ہے اور اس سے صرف یہ لازم آتا ہے کہ اکبر کی ذات مع اپنے وصف کے اصغر سے بعض اوقات میں ضروری السلب ہے لیکن اکبر کے وصف کا ذاتِ اصغر سے ضروری السلب ہونا لازم نہیں آتا کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ سلب کی ضرورت کا لزوم وصف کے ساتھ ذات کے ملنے سے پیدا ہوا ہو، تو اس صورت میں بھی ضرورۃ نتیجہ کی طرف متعدی نہیں ہو سکتی، ہاں اگر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ مشروطہ کا عکس مستوی مشروطہ آتا ہے تو ضرورۃ صغریٰ سے نتیجہ کی طرف متعدی ہو سکتی ہے، اور یہ بات چونکہ ظاہر نہیں اس لئے ضرورۃ نتیجہ کی طرف متعدی نہیں ہو سکتی۔ اور جب ضرورت نتیجہ کی طرف متعدی نہیں ہو سکتی تو اصغر سے ضرورۃ کا حذف ہونا ضروری ہے۔

قَالَ وَاَمَّا الشَّكْلُ الثَّالِثُ فَشَرْطُهٗ فِعْلِيَّةُ الصُّغْرىٰ وَ النَّتِيْجَةُ كَالْكُبْرىٰ اِنْ كَانَتِ الْكُبْرىٰ غَيْرَ الْاَرْبَعِ وَ اِلَّا فَكَعَكْسِ الصُّغْرىٰ مَحْذُوْفًا عَنْهَا اللَّادَوَامُ اِنْ كَانَتِ الْكُبْرىٰ اِحْدىٰ الْعَامَّتَيْنِ وَ مَضْمُوْمًا اِلَيْهَا اِنْ كَانَتْ اِحْدىٰ الْخَاصَّتَيْنِ **اَقُوْلُ** شَرْطُ اِنْتَاجِ الشَّكْلِ الثَّالِثِ بِحَسْبِ الْجِهَةِ اَنْ تَكُوْنَ الصُّغْرىٰ فِعْلِيَّةً لِاَنَّهَا لَوْ كَانَتْ مُمْكِنَةً لَمْ يَلْزَمْ تَعَدِّي الْحُكْمِ مِنَ الْاَوْسَطِ اِلَى الْاَصْغَرِ لِاَنَّ الْحُكْمَ فِي الْكُبْرىٰ عَلىٰ مَا هُوَ اَوْسَطُ بِالْفِعْلِ وَ الْاَوْسَطُ لَيْسَ بِاَصْغَرَ بِالْفِعْلِ بَلْ بِالْاِمْكَانِ فَجَازَ اَنْ لَّا يَصْدُقَ الْاَصْغَرُ بِالْفِعْلِ عَلىٰ الْاَوْسَطِ فَلَمْ يَنْدَرِجِ الْاَصْغَرُ تَحْتَهٗ فَلَا يَلْزَمُ مِنَ الْحُكْمِ بِالْاَكْبَرِ عَلىٰ الْاَوْسَطِ الْحُكْمَ بِهٖ عَلىٰ الْاَصْغَرِ كَمَا اِذَا فَرَضْنَا اَنَّ زَيْدًا يَرْكَبُ الْفَرَسَ وَلَمْ يَرْكَبِ الْحِمَارَ وَ عَمْرًوا يَرْكَبُ الْحِمَارَ دُوْنَ الْفَرَسِ يَصْدُقُ قَوْلُنَا كُلُّ مَا هُوَ مَرْكُوْبُ زَيْدٍ مَرْكُوْبُ عَمْرٍو بِالْاِمْكَانِ وَ كُلُّ مَرْكُوْبُ

زَیْدٍ فَرَسٌ بِالْفِعْلِ مَعَ كِذْبِ قَوْلِنَا بَعْضُ مَا هُوَ مَرْكُوْبُ عَمْرٍو فَرَسٌ بِالْفِعْلِ بَلْ بِالْإِمْكَانِ الْعَامِّ لِأَنَّ كُلَّ مَا هُوَ مَرْكُوْبُ عَمْرٍو حِمَارٌ بِالضَّرُوْرَةِ فَلَمَّا لَمْ يَصْدُقْ مَرْكُوْبُ عَمْرٍو بِالْفِعْلِ عَلٰى مَرْكُوْبِ زَيْدٍ لَمْ يَنْدَرِجِ الْأَصْغَرُ تَحْتَهٗ حَتّٰى يَتَعَدَّى الْحُكْمُ مِنْهُ إِلَيْهِ وَ بِاعْتِبَارِ هٰذَا الشَّرْطِ سَقَطَ مِنَ الْإِخْتِلَاطَاتِ الْمُمْكِنَةِ الْإِنْعِقَادُ سِتَّةٌ وَّ عِشْرُوْنَ إِخْتِلَاطًا وَ بَقِيَتِ الْإِخْتِلَاطَاتُ الْمُنْتِجَةُ مِائَةٌ وَّ ثَلٰثَةٌ وَ أَرْبَعِيْنَ وَ الْكُبْرٰى فِيْهَا إِمَّا أَنْ تَكُوْنَ إِحْدَى الْوَصْفِيَّاتِ الْأَرْبَعِ أَوْ لَا تَكُوْنُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِحْدَى الْوَصْفِيَّاتِ الْأَرْبَعِ بَلْ إِحْدَى التِّسْعِ الْبَاقِيَةِ كَانَتْ جِهَةُ النَّتِيْجَةِ جِهَةُ الْكُبْرٰى بِعَيْنِهَا وَإِنْ كَانَتْ إِحْدَى الْأَرْبَعِ فَالنَّتِيْجَةُ كَعَكْسِ الصُّغْرٰى مَحْذُوْفًا عَنْهُ اللَّادَوَامُ إِنْ كَانَ الْعَكْسُ مُقَيَّدًا بِهٖ وَ مَضْمُوْمًا إِلَيْهِ لَادَوَامَ الْكُبْرٰى إِنْ كَانَتْ إِحْدَى الْخَاصَّتَيْنِ أَمَّا أَنَّ النَّتِيْجَةَ كَالْكُبْرٰى أَوْ كَعَكْسِ الصُّغْرٰى فَبِالطَّرِيْقِ الْمَذْكُوْرَةِ مِنَ الْخُلْفِ وَالْعَكْسِ وَالْإِفْتِرَاضِ عَلٰى مَا سَبَقَ بَيَانُهَا وَأَمَّا حَذْفُ اللَّادَوَامِ مِنْ عَكْسِ الصُّغْرٰى فَلِأَنَّ عَكْسَ الصُّغْرٰى مُوْجَبَةٌ فَيَكُوْنُ لَادَوَامُهٗ سَالِبَةً وَ لَا مَدْخَلَ لَهَا فِيْ صُغْرٰى هٰذَا الشَّكْلِ وَأَمَّا ضَمُّ لَادَوَامِ الْكُبْرٰى إِلَيْهِ فَلِأَنَّهٗ يُنْتِجُ مَعَ الصُّغْرٰى لَادَوَامَ النَّتِيْجَةِ وَ تَفْصِيْلُ نَتَائِجِ إِخْتِلَاطَاتِ الْقِسْمِ الثَّانِيْ فِيْ هٰذَا الْجَدْوَلِ..

صغریٰت کبریات	المشروطة العامة	العرفية العامة	المشروطة الخاصة	العرفية الخاصة
الضرورية	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية لادائمة	حينية لادائمة
الدائمة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية لادائمة	حينية لادائمة
المشروطة العامة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية لادائمة	حينية لادائمة
العرفية العامة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية لادائمة	حينية لادائمة
المشروطة الخاصة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية لادائمة	حينية لادائمة
العرفية الخاصة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية لادائمة	حينية لادائمة
المطلقة العامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	وجودية لادائمة	وجودية لادائمة
الوجودية اللادائمة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	وجودية لادائمة	وجودية لادائمة
الوجودية اللاضرورية	مطلقة عامة	مطلقة عامة	وجودية لادائمة	وجودية لادائمة
الوقتية	مطلقة عامة	مطلقة عامة	وجودية لادائمة	وجودية لادائمة
المنتشرة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	وجودية لادائمة	وجودية لادائمة

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور بہرحال شکل ثالث تو اس کی شرط صغریٰ کا فعلیہ ہونا ہے اور نتیجہ کبریٰ کے مثل ہوگا اگر کبریٰ (وصفیات) اربع کے علاوہ ہو، ورنہ تو عکس صغریٰ کے مثل ہوگا، درانحالیکہ اس سے لادوام محذوف ہوگا اگر کبریٰ عامتین میں سے کوئی ایک ہو اور اس کے ساتھ (لادوام کو) ملایا جائے گا اگر خاصتین میں سے کوئی ایک ہو، میں کہتا ہوں کہ شکل ثالث کے

نتیجہ دینے کی شرط جہت کے اعتبار سے یہ ہے کہ صغریٰ فعلیہ ہو، اس لئے کہ اگر وہ ممکنہ ہو تو اوسط سے اصغر کی طرف حکم کی تعدی لازم نہ ہوگی اس لئے کہ کبریٰ میں حکم اس چیز پر ہے جو اوسط بالفعل ہو اور اوسط نہیں ہے اصغر بالفعل بلکہ بالامکان ہے، پس جائز ہے کہ اصغر بالفعل اوسط پر صادق نہ ہو، پس اصغر اس کے تحت داخل نہ ہوگا، پس اکبر پر حکم بالاوسط سے اصغر پر حکم بالاوسط لازم نہ ہوگا، جیسا کہ جب ہم فرض کریں کہ زید گھوڑے پر سوار ہوتا ہے، گدھے پر سوار نہیں ہوتا اور عمرو گدھے پر سوار ہوتا ہے گھوڑے پر سوار نہیں ہوتا تو ہمارا قول کل ماھو مرکوب زید مرکوب عمرو بالامکان اور مرکوب زید فرس صادق ہوگا باوجودیکہ ہمارا قول بعض ماھو مرکوب عمرو فرس بالفعل کاذب ہے، (صادق نہیں) بلکہ بالامکان العام (صادق ہے) اس لئے کہ عمرو کا ہر مرکوب بالضرورۃ حمار ہے، پس جب مرکوب عمرو بالفعل مرکوب زید پر صادق نہ ہو تو اصغر اس کے تحت داخل نہ ہوگا یہاں تک کہ حکم اس سے اس کی طرف متعدی ہو، اور اس شرط کے اعتبار سے ممکنۃ الانعقاد اختلاطات میں سے چھبیس اختلاط ساقط ہو گئے اور اختلاطات منتجہ ایک سو تینتالیس باقی رہ گئے اور کبریٰ اس میں یا تو وصفیات اربع میں سے کوئی ایک ہوگا یا نہیں ہوگا، پس اگر وصفیات اربع میں سے کوئی ایک نہ ہو بلکہ باقی نو میں سے کوئی ایک ہو تو نتیجہ کی جہت بعینہٖ کبریٰ کی جہت ہوگی، اور اگر (وصفیات اربع میں سے کوئی ایک ہو تو نتیجہ عکسِ صغریٰ کے مثل ہوگا، اس حال میں کہ اس سے لادوام محذوف ہوگا، اگر عکس اس کے ساتھ مقید ہو اور اس کی طرف کبریٰ کے لادوام کو ملا دیا جائے گا اگر خاصتین میں سے کوئی ایک ہو، بہر حال یہ کہ نتیجہ کبریٰ کے مثل یا عکسِ صغریٰ کے مثل ہوگا تو وہ انہیں طرق سے ہے جو مذکور ہو چکے یعنی خلف، عکس اور افتراض جس کا بیان گزر چکا اور بہر حال عکسِ صغریٰ سے لادوام کا حذف ہونا تو اس لئے ہے کہ صغریٰ کا عکس موجبہ ہے تو اس کا لادوام سالبہ ہوگا، اور اس شکل کے صغریٰ میں سالبہ کا کوئی دخل نہیں، اور بہر حال کبریٰ کے لادوام کا اس کی طرف ملانا تو اس لئے ہے کہ یہ صغریٰ کے ساتھ لادوام نتیجہ دیتا ہے، اور قسم ثانی کے اختلاطات کے نتائج کی تفصیل اسی نقشہ میں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں ماتن مختلطات شکل ثالث کو بیان کر رہے ہیں۔ شارح فرماتے ہیں کہ مختلطات شکل ثالث کے نتیجہ دینے کی شرط جہت کے اعتبار سے صغریٰ کا فعلیہ ہونا ضروری ہے اس لئے کہ اگر صغریٰ فعلیہ نہ ہو تو اس کا علاوہ ہوگا اور ان میں سے اخص الاختلاط صغریٰ کا ممکنہ ہونا اور صغریٰ ممکنہ خاصہ کا اختلاط کبریٰ ضروریہ اور مشروطہ خاصہ کے ساتھ اخص الضروب یعنی ضرب اول اور ضرب ثانی میں نتیجہ میں اختلاف کا موجب ہے، اور نتیجہ میں اختلاف ہونا قیاس کے غیر منتج ہونے کی دلیل ہے، اب رہا یہ سوال کہ صغریٰ ممکنہ ہونے کی صورت میں قیاس منتج کیوں نہیں ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر صغریٰ ممکنہ ہو تو حکم اوسط سے اصغر کی طرف متعدی نہ ہوگا اس لئے کہ کبریٰ میں جو حکم ہوتا ہے خواہ ایجابی ہو یا سلبی وہ اس شئی پر ہوتا ہے جو اوسط بالفعل ہو اور اوسط اصغر بالفعل نہیں ہے بلکہ بالامکان ہے، تو جائز ہے کہ اصغر بالفعل اوسط پر صادق نہ ہو تو اصغر اوسط کے تحت داخل نہ ہو، اور جب اصغر اوسط کے تحت داخل نہ ہوگا تو اوسط پر اکبر کا حکم ہونے سے اصغر پر اکبر کا حکم ہونا لازم نہیں آئے گا، جس کی وجہ سے اوسط بالفعل سے حکم اصغر کی طرف متعدی نہ ہوگا اور نتیجہ برآمد نہ ہوگا، مثال کے طور پر فرض کیجئے کہ زید گھوڑے پر سوار ہوتا ہے گدھے پر سوار نہیں ہوتا اور عمرو گدھے پر سوار ہوتا ہے گھوڑے پر سوار نہیں ہوتا، تو اس صورت میں کل ما ھو مرکوب زید مرکوب عمرو بالامکان، و کل مرکوب زید فرس بالفعل صادق ہوگا اور اس کا نتیجہ بعض ما ھو مرکوب عمرو فرس بالفعل صادق نہ ہوگا، اس لئے

کہ عمر کا مرکوب بالفعل تو حمار ہے، پس جب مرکوب عمرو بالفعل مرکوب زید پر صادق نہ ہوتو اصغر اس کے تحت داخل نہ ہوگا، اور جب اصغر حد اوسط کے تحت داخل نہ ہوگا تو اوسط سے اصغر کی طرف حکم متعدی نہ ہوگا، لہٰذا نتیجہ برآمد نہ ہوگا۔

وباعتبار هذا الشرط الخ اس عبارت سے شارح یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جس طرح مختلطات شکل اول وثانی کی ایک سو اناسی ضربیں نکلتی ہیں اسی طرح شکل ثالث کی بھی ایک سو اناسی ضربیں نکلتی ہیں، لیکن شرط اول یعنی فعلیت صغریٰ کی وجہ سے ان ضربوں میں سے چھبیس ضربیں ساقط ہوگئیں، پس کل مختلطات منتجہ شکل ثانی ایک سو تینتالیس باقی رہ گئے جن کے نتیجہ دینے کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر کبریٰ مشروطہ عامہ، مشروطہ خاصہ، عرفیہ عامہ اور عرفیہ خاصہ میں سے نہ ہوتو نتیجہ کبریٰ کے مثل ہوگا، اور اگر کبریٰ وصفیات اربع میں سے ہوتو نتیجہ صغریٰ کے عکس کے مثل ہوگا، یعنی جو جہت صغریٰ کے عکس میں ہوگی وہی جہت نتیجہ میں ہوگی، لیکن عکس میں اگر دوام کی قید ہوتو نتیجہ میں حذف ہوجائے گی، اور اگر کبریٰ خاصتین یعنی مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں سے ہوتو نتیجہ میں لا دوام کی قید بڑھادی جائے گی۔

أما النتيجة الخ اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ اس شکل مین نتیجہ کا کبریٰ کے مثل ہونا یا صغریٰ کے عکس کے مثل ہونا انہیں طرق سے ثابت ہے جو مطلقات میں اور بقیہ اشکال میں گزر چکے یعنی دلیل خلف، دلیل عکس اور دلیل افتراض سے۔

أما حذف اللادوام الخ سے شارح نے عکس صغریٰ سے لا دوام کے حذف کی وجہ بیان کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ عکس صغریٰ جب سالبہ ہےتو لا دوام سے سالبہ کی طرف اشارہ ہوگا، اور سالبہ کا اس شکل کے صغریٰ میں کوئی دخل نہیں، لہٰذا لا دوام کا حذف کرنا ضروری ہے، اور لا دوام کبریٰ کو عکس صغریٰ میں اس وجہ سے بڑھایا جائے گا کہ کبریٰ صغریٰ کے ساتھ نتیجہ دیتا ہے لا دوام نتیجہ۔

قال وَاَمَّا الشَّكْلُ الرَّابِعُ فَشَرْطُ اِنْتَاجِهٖ بِحَسْبِ الْجِهَةِ اُمُوْرٌ خَمْسَةٌ اَلْاَوَّلُ كَوْنُ الْقِيَاسِ فِيْهِ مِنَ الْفِعْلِيَّاتِ الثَّانِيْ اِنْعِكَاسُ السَّالِبَةِ الْمُسْتَعْمَلَةِ فِيْهِ الثَّالِثُ صِدْقُ الدَّوَامِ عَلٰى صُغْرَى الضَّرْبِ الثَّالِثِ اَوِ الْعُرْفِيِّ الْعَامِّ عَلٰى كُبْرَاهُ الرَّابِعُ كَوْنُ الْكُبْرٰى فِي السَّادِسِ مِنَ الْمُنْعَكِسَةِ السَّوَالِبِ الْخَامِسُ كَوْنُ الصُّغْرٰى فِي الثَّامِنِ مِنْ اِحْدَى الْخَاصَّتَيْنِ وَ الْكُبْرٰى مِمَّا يَصْدُقُ عَلَيْهَا الْعُرْفِيُّ الْعَامُّ **اَقُوْلُ** لِاِنْتَاجِ الشَّكْلِ الرَّابِعِ بِحَسْبِ الْجِهَةِ شَرَائِطُ خَمْسَةٌ اَلْاَوَّلُ كَوْنُ الْقِيَاسِ فِيْهِ مِنَ الْفِعْلِيَّاتِ حَتّٰى لَا تُسْتَعْمَلُ فِيْهِ الْمُمْكِنَةُ اَصْلًا لِاَنَّ الْمُمْكِنَةَ اِمَّا اَنْ تَكُوْنَ مُوْجَبَةً اَوْ سَالِبَةً وَاَيًّا مَّا كَانَ لَا يُنْتِجُ اَمَّا الْمُمْكِنَةُ السَّالِبَةُ فَلِمَا سَيَاتِيْ فِي الشَّرْطِ الثَّانِيْ مِنْ وَجُوْبِ اِنْعِكَاسِ السَّالِبَةِ فِيْهِ وَ اَمَّا الْمُمْكِنَةُ الْمُوْجَبَةُ فَلِاَنَّهَا اِمَّا اَنْ تَكُوْنَ صُغْرٰى اَوْ كُبْرٰى وَ عَلٰى كِلَا التَّقْدِيْرَيْنِ يَتَحَقَّقُ الْاِخْتِلَافُ وَ اَمَّا اِذَا كَانَتْ صُغْرٰى فَلِصِدْقِ قَوْلِنَا فِي الْفَرْضِ الْمَذْكُوْرِ كُلُّ نَاهِقٍ مَرْكُوْبُ زَيْدٍ بِالْاِمْكَانِ وَ كُلُّ حِمَارٍ نَاهِقٌ بِالضَّرُوْرَةِ مَعَ اَنَّ الْحَقَّ السَّلْبُ وَ صِدْقُ هٰذَا الْاِخْتِلَاطِ مَعَ حَقِّيَّةِ الْاِيْجَابِ كَثِيْرٌ كَقَوْلِنَا كُلُّ صَاهِلٍ مَرْكُوْبُ زَيْدٍ بِالْاِمْكَانِ وَ كُلُّ فَرَسٍ صَاهِلٌ بِالضَّرُوْرَةِ مَعَ صِدْقِ كُلُّ مَرْكُوْبِ زَيْدٍ فَرَسٌ بِالضَّرُوْرَةِ وَ اَمَّا اِذَا كَانَتْ كُبْرٰى فَكَقَوْلِنَا كُلُّ مَرْكُوْبِ زَيْدٍ فَرَسٌ بِالضَّرُوْرَةِ وَ كُلُّ حِمَارٍ مَرْكُوْبُ زَيْدٍ بِالْاِمْكَانِ الْخَاصِّ مَعَ اِمْتِنَاعِ الْاِيْجَابِ وَ لَوْ بَدَّلْنَا الْكُبْرٰى بِقَوْلِنَا كُلُّ صَاهِلٍ مَرْكُوْبُ زَيْدٍ بِالْاِمْكَانِ كَانَ الْحَقُّ الْاِيْجَابُ اَلشَّرْطُ الثَّانِيْ اَنْ تَكُوْنَ السَّالِبَةُ الْمُسْتَعْمَلَةُ فِيْهِ مُنْعَكِسَةً لِاَنَّ اَخَصَّ السَّوَالِبِ الْغَيْرِ الْمُنْعَكِسَةِ هِيَ السَّالِبَةُ الْوَقْتِيَّةُ وَهِيَ اِمَّا اَنْ تَكُوْنَ صُغْرٰى اَوْ كُبْرٰى وَ اَيًّا مَّا كَانَ لَمْ

يُنْتِجُ اَمَّا اِذَا كَانَتْ صُغْرىٰ فَلِصِدْقِ قَوْلِنَا لَاشَىْءَ مِنَ الْقَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ بِالتَّوْقِيْتِ لَادَائِمًا وَكُلُّ ذِىْ مُحَاقٍ فَهُوَ قَمَرٌ بِالضَّرُوْرَةِ وَالْحَقُّ الْاِيْجَابُ وَاَمَّا اِذَا كَانَتْ كُبْرىٰ فَلِصِدْقِ قَوْلِنَا كُلُّ مُنْخَسِفٍ فَهُوَ ذُوْ مُحَاقٍ بِالضَّرُوْرَةِ وَ لَاشَىْءَ مِنَ الْقَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ بِالتَّوْقِيْتِ لَادَائِمًا مَعَ اِمْتِنَاعِ السَّلْبِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا!اور بہرحال شکل رابع تو اس کے نتیجہ دینے کی شرط جہت کے اعتبار سے پانچ چیزیں ہیں،اول :قیاس کا اس میں فعلیات میں سے ہونا۔دوم:اس مستعمل سالبہ کا منعکس ہونا۔سوم:ضرب ثالث کے صغریٰ پر دوام کا صادق ہونا،یا اس کے کبریٰ پر عرفی عام کا صادق ہونا۔چہارم:(ضرب) سادس میں کبریٰ منعکس السوالب میں سے ہونا پنجم:صغریٰ کا (ضرب) ثامن میں خاصتین میں سے کسی ایک سے ہونا اور کبریٰ کا ان قضایا سے ہونا جن پر عرفی عام صادق ہو۔
میں کہتا ہوں کہ شکل رابع کے نتیجہ دینے کے لئے جہت کے اعتبار سے پانچ شرطیں ہیں۔اول:اس میں قیاس کا فعلیات میں سے ہونا، یہاں تک کہ اس میں ممکنہ بالکل مستعمل نہ ہوگا،اس لئے کہ ممکنہ یا موجبہ ہوگا یا سالبہ اور جو بھی ہو نتیجہ نہیں دیتا،بہرحال ممکنہ سالبہ تو اس وجہ سے جو شرط ثانی میں آرہی ہے،یعنی سالبہ کے اس میں منعکس ہونے کا ضروری ہونا،اور بہرحال ممکنہ موجبہ تو اس لئے کہ وہ یا تو صغریٰ ہوگا یا کبریٰ اور دونوں صورت پر اختلاف متحقق ہوگا،اور بہرحال جب کہ صغریٰ ہو تو اس لئے کہ فرض مذکور میں کل ناہق مرکوب زید بالامکان وکل حمار ناہق بالضرورۃ صادق ہے باوجودیکہ حق سلب ہے اور اس اختلاط کا صادق ہونا ایجاب کے حق ہونے کے ساتھ بکثرت ہے،جیسے ہمارا قول کل صاھل مرکوب زید بالامکان و کل فرس صاھل بالضرورۃ صادق ہے،کل مرکوب زید فرس بالضرورۃ کے صادق ہونے کے ساتھ۔
اور بہرحال جب کہ کبریٰ ہو تو جیسے ہمارا قول کل مرکوب زید فرس بالضرورۃ و کل حمار مرکوب زید بالامکان الخاص، ایجاب کے ممتنع ہونے کے ساتھ،اور اگر ہم کبریٰ کو اپنے قول کل صاہل مرکوب زید بالامکان سے بدل دیں تو حق ایجاب ہوگا،دوسری شرط یہ ہے کہ اس میں وہ سالبہ مستعمل ہو جو منعکس ہو اس لئے کہ غیر منعکس السوالب میں سے اخص سالبہ وقتیہ ہے اور وہ صغریٰ ہوگا یا کبریٰ اور جو بھی ہو منتج نہ ہوگا،بہرحال جب کہ صغریٰ ہو تو اس لئے کہ ہمارا قول لاشئ من القمر بمنخسف بالتوقیت لادائمًا و کل ذی محاق فھو قمر بالضرورۃ صادق ہے اور حق ایجاب ہے،اور بہرحال جب کہ کبریٰ ہو تو اس لئے کہ ہمارا قول کل منخسف فھو ذو محاق بالضرورۃ ولاشئ من القمر بمنخسف بالتوقیت لادائمًا صادق ہے سلب کے ممتنع ہونے کے ساتھ۔

تشریح: اس عبارت میں ماتن مختلطات شکل رابع کی شرائط انتاج بیان کر رہے ہیں،چنانچہ فرماتے ہیں کہ جہت کے اعتبار سے اس کے نتیجہ دینے کی پانچ شرطیں ہیں،پہلی شرط یہ ہے کہ شکل رابع میں قیاس یعنی صغریٰ اور کبریٰ فعلیات میں سے ہوں،اس میں ممکنہ بالکل مستعمل نہ ہو اس لئے کہ ممکنہ خواہ موجبہ ہو یا سالبہ وہ منتج نہیں ہے اگر ممکنہ سالبہ ہو تو اس کے منتج نہ ہونے کی وجہ شرط ثانی کے ذیل میں آرہی ہے،اور اگر ممکنہ موجبہ ہو خواہ وہ صغریٰ ہو یا کبریٰ تو دونوں صورتوں میں منتجہ میں اختلاف پایا جاتا ہے،اور نتیجہ میں اختلاف چونکہ قیاس کے منتجہ نہ ہونے کی دلیل ہے اس لئے ممکنہ ہونے کی صورت میں قیاس منتج نہ ہوگا،صغریٰ ہونے کی صورت میں تو اس لئے منتج نہیں ہوتا کہ وہ ضروب جن میں صغریٰ موجبہ ہوتا ہے،پانچ ہیں۔اول،ثانی،رابع،خامس اور سابع صغریٰ کا ممکنہ ہونا

ضرب اول میں جو ضرب ثانی سے اخص ہے اور ضرب رابع میں جو خامس سے اخص ہے، اخص الکبریات (یعنی ضروریہ جو بسائط میں سب سے اخص ہے اور مشروطہ خاصہ جو مرکبات میں سب سے اخص ہے) کے ساتھ نتیجہ نہیں دیتا، ضرب اول میں تو غیر منتج اس لئے ہے کہ مثال مشہور میں کل ناهق مركوب زيد بالامكان اور کل حمار ناهق بالضرورة صادق ہے، اور حق سلب ہے اور صاهل مركوب زيدٍ بالامكان و كل فرس صاهلٍ بالضرورة صادق ہے اور حق ایجاب ہے یعنی کل مركوب زيدٍ فرس بالضرورة اور ضرب رابع میں صغریٰ ممکنہ کا غیر منتج ہونا تو اس لئے ہے کہ اگر ہم مثال مذکور میں کبریٰ کو بدل کر و لاشیء من الفرس بناهق بالضرورة کہیں تو حق ایجاب ہوگا یعنی کل مركوب زيدٍ فرس بالضرورة اور کبریٰ ہونے کی صورت ممکنہ اس لئے منتج نہیں ہوتا کہ وہ ضروب جن میں کبریٰ موجبہ ہوتا ہے وہ بھی پانچ ہیں، اول، ثانی، ثالث، سادس، ثامن، اور کبریٰ کا ممکنہ ہونا ضرب اول میں جو ضرب ثانی سے اخص ہے، اور ضرب ثالث میں جو سادس اور ثامن سے اخص ہے، اخص الصغریات یعنی ضروریہ اور مشروطہ خاصہ کے ساتھ عقیم یعنی غیر منتج ہے، ضرب اول میں تو اس لئے غیر منتج ہے کہ کل مركوب زيد فرس بالضرورة و كل حمار مركوب زيد بالامكان صادق ہے، اور حق سلب ضروری ہے، اور اگر ہم کبریٰ کو بدل کر یوں کہیں کل صاهل مركوب زيد بالامكان تو حق ایجاب ہوگا۔

الشرط الثانی الخ اس عبارت سے شارح دوسری شرط کو بیان کررہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ سالبہ مستعملہ کا قابل انعکاس ہونا ہے، یعنی ضرب ثالث رابع اور خامس میں سالبہ کلیہ کا ضروریہ، دائمہ، مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں سے ہونا ہے یہ اس لئے ضروری ہے کہ غیر منعکس السوالب میں اخص السوالب وقتیہ ہے، اور وہ صغریٰ ہو یا کبریٰ ضروریہ کے ساتھ جو اخص البسائط ہے، نتیجہ نہیں دیتا، بہر حال جب وقتیہ صغریٰ ہو تو اس کا نتیجہ نہ دینا اس لئے ہے کہ لاشیء من القمر بمنخسف بالتوقيت لا دائمًا، و کل ذی محاق فهو قمر بالضرورة صادق ہے، اور حق ایجاب ہے، اور بہر حال جب کبریٰ ہو تو اس کا نتیجہ نہ دینا تو اس لئے ہے کہ کل منخسف فهو ذو محاق بالضرورة و لاشیء من القمر بمنخسف بالتوقيت لا دائمًا صادق ہے، اور حق ایجاب ہے۔

اَلشَّرْطُ الثَّالِثُ اَنْ يَصْدُقَ الدَّوَامُ فِي الضَّرْبِ الثَّالِثِ عَلىٰ صُغْرَاهُ بِاَنْ تَكُوْنَ ضَرُوْرِيَّةً اَوْ دَائِمَةً اَوِ الْعُرْفِيَّ الْعَامَ عَلىٰ كُبْرَاهُ بِاَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْقَضَايَا السِّتِّ الْمُنْعَكِسَةِ السَّوَالِبِ فَاِنَّهُ لَوِ انْتَفَى الْاَمْرَانِ كَانَتِ الصُّغْرىٰ اِحْدَى الْقَضَايَا الْغَيْرِ الضَّرُوْرِيَّةِ وَالدَّائِمَةِ وَهِيَ اِحْدىٰ عَشْرَةَ وَالْكُبْرىٰ اِحْدَى السَّبْعِ لٰكِنْ لَمَّا كَانَتِ الصُّغْرىٰ فِيْ هٰذَا الضَّرْبِ سَالِبَةً وَقَدْ تَبَيَّنَ اَنَّ السَّالِبَةَ الْمُسْتَعْمَلَةَ فِيْ هٰذَا الشَّكْلِ يَجِبُ اَنْ تَكُوْنَ مُنْعَكِسَةً سَقَطَ مِنْ تِلْكَ الْجُمْلَةِ اِخْتِلَاطُ صُغْرىٰ اِحْدَى السَّبْعِ مَعَ الْكُبْرِيَاتِ السَّبْعِ فَلَمْ يَبْقَ اِلَّا اِخْتِلَاطُ صُغْرىٰ اِحْدَى الْوَصْفِيَاتِ الْاَرْبَعِ مَعَ كُبْرىٰ اِحْدَى السَّبْعِ وَاَخَصُّ الصُّغْرِيَاتِ الْمَشْرُوْطَةُ الْخَاصَّةُ وَالْكُبْرِيَاتِ الْوَقْتِيَّةُ وَهِيَ لَاتُنْتِجُ مَعَهَا فَلَمْ تُنْتِجِ الْبَوَاقِيْ وَذٰلِكَ لِاَنَّهُ يَصْدُقُ لَاشَيْءَ مِنَ الْمُنْخَسِفِ بِمُضِيْءٍ بِالْاِضَاءَةِ الْقَمَرِيَّةِ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ مُنْخَسِفًا لَادَائِمًا وَكُلُّ قَمَرٍ مُنْخَسِفٌ بِالتَّوْقِيْتِ لَادَائِمًا مَعَ اِمْتِنَاعِ سَلْبِ الْقَمَرِ عَنِ الْمُضِيْءِ بِالْاِضَاءَةِ الْقَمَرِيَّةِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْبَيَانَ فِي الشَّرْطِ الثَّانِيْ وَالثَّالِثِ اِنَّمَا يَتِمُّ لَوْ بُيِّنَ فِيْهِمَا اِمْتِنَاعُ الْاِيْجَابِ حَتّٰى يَلْزَمَ الْاِخْتِلَافُ لٰكِنْ لَايُظْفَرُ بِصُوْرَةِ نَقْضٍ يَدُلُّ عَلَيْهِ الشَّرْطُ الرَّابِعُ كَوْنُ الْكُبْرىٰ فِي الضَّرْبِ السَّادِسِ مِنَ الْقَضَايَا السِّتِّ

الْمُنْعَكِسَةِ السَّوَالِبَ لِأَنَّ هٰذَا الضَّرْبَ إِنَّمَا يَتَبَيَّنُ إِنْتَاجُهُ بِعَكْسِ الصُّغْرىٰ لِيَرْتَدَّ إِلَى الشَّكْلِ الثَّانِيْ فَلَابُدَّ فِيْهِ مِنْ شَرْطَيْنِ أَحَدُهُمَا أَنْ تَكُوْنَ الصُّغْرىٰ سَالِبَةً خَاصَّةً لِتَقْبَلَ الْإِنْعِكَاسَ كَمَا عَرَفْتَ فِيْمَا سَبَقَ وَثَانِيْهِمَا أَنْ تَكُوْنَ الْكُبْرىٰ الْمُوْجَبَةُ مَعَهَا عَلَى الشَّرَائِطِ الْمُعْتَبَرَةِ بِحَسْبِ الْجِهَةِ فِي الشَّكْلِ الثَّانِيْ لِيَحْصُلَ النَّتِيْجَةُ وَشَرْطُهُ أَنَّهُ إِذَا لَمْ يَصْدُقِ الدَّوَامُ عَلٰى صُغْرَاهُ تَكُوْنُ كُبْرَاهُ مِنَ السِّتِّ الْمُنْعَكِسَةِ السَّوَالِبَ فَيَجِبُ أَنْ يَكُوْنَ كُبْرَى الضَّرْبِ السَّادِسِ كَذٰلِكَ.

ترجمہ: تیسری شرط یہ ہے کہ ضرب ثالث میں اس کے صغریٰ پر دوام صادق ہو، بایں طور کہ وہ ضروریہ یا دائمہ ہو یا عرفی عام اس کے کبریٰ پر صادق ہو، بایں طور کہ وہ چھ منعکس السوالب قضایا میں سے ہو، اس لئے کہ اگر دونوں امر منتفی ہوں تو صغریٰ ضروریہ اور دائمہ کے علاوہ گیارہ قضایا میں سے کوئی ایک ہوگا اور کبریٰ سات میں سے کوئی ایک ہوگا لیکن چونکہ اس ضرب میں صغریٰ سالبہ ہے اور یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ اس شکل میں سالبہ مستعملہ کا منعکس ہونا ضروری ہے اس لئے مجموعہ سے سات میں سے ایک کا اختلاط کبریات سبع کے ساتھ ساقط ہو گیا، پس باقی رہا وصفیات اربع میں سے ایک کے صغریٰ کا اختلاط سات میں سے ایک کبریٰ کے ساتھ اور اخص الصغریات مشروطہ خاصہ ہے اور (اخص) الکبریات وقتیہ ہے اور یہ اس کے ساتھ نتیجہ نہیں دیتا، پس باقی بھی نتیجہ نہیں دیں گے، اور یہ اس لئے کہ لاشئ من المنخسف بمضئ بالاضاءۃ القمریۃ بالضرورۃ مادام منخسفا لا دائمًا و کل قمر منخسف بالتوقیت لا دائمًا صادق ہے، مضئ بالاضاءۃ القمریۃ سے سلب قمر کے امتناع کے ساتھ اور جان تو کہ بیان مذکور شرط ثانی اور ثالث میں اس وقت تام ہوگا جب ان میں امتناع ایجاب بیان کیا گیا ہو یہاں تک کہ اختلاف لازم آ جائے، لیکن کسی ایسے نقیض کی صورت پر کامیاب نہیں ہوئے جو اس پر دلالت کرے۔ چوتھی شرط کبریٰ کا ضرب سادس میں چھ منعکس السوالب قضایا میں سے ہونا ہے، اس لئے کہ اس ضرب کا انتاج عکس صغریٰ سے ظاہر ہوتا ہے تاکہ وہ شکل ثانی کی طرف لوٹ سکے، پس اس میں دو شرطوں کا ہونا ضروری ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ صغریٰ سالبہ خاصہ ہو تاکہ انعکاس کو قبول کرے جیسا کہ ماسبق میں تو جان چکا ہے، اس میں سے دوسری (شرط) یہ ہے کہ کبریٰ موجبہ اس کے ساتھ شرائط پر ہو جو جہت کے اعتبار سے شکل ثانی میں معتبر ہیں تاکہ نتیجہ حاصل ہو سکے، اور اس کی شرط یہ ہے کہ جب اس کے صغریٰ پر دوام صادق نہ ہو تو اس کا کبریٰ چھ منعکس السوالب قضایا میں سے ہو، پس ضرب سادس کے کبریٰ کا بھی اسی طرح ہونا ضروری ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے مختلطات شکل رابع کی شرائط انتاج میں سے تیسری اور چوتھی شرطوں کو بیان کیا ہے، تیسری شرط یہ ہے کہ ضرب ثالث کے صغریٰ ضرب ثالث کے صغریٰ پر دوام ذاتی صادق ہو یعنی وہ ضروریہ یا دائمہ ہو اور اس کے کبریٰ پر عرفی عام صادق ہو یعنی کبریٰ چھ منعکس السوالب قضایا میں سے ہو اگر یہ دونوں امر نہ پائے جائیں تو صغریٰ لامحالہ ضروریہ اور دائمہ کے علاوہ گیارہ قضایا میں سے ہوگا اور کبریٰ سات غیر منعکس السوالب میں سے ہوگا، لیکن چونکہ صغریٰ اس ضرب میں سالبہ ہے اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس شکل میں سالبہ مستعملہ کا منعکسہ ہونا ضروری ہے اس لئے مجموعہ سے سات کبریات کے ساتھ سات میں سے ایک کے صغریٰ کا اختلاط ساقط ہو گیا اور گیارہ میں سے سات جب ساقط ہو گئے تو اب چار باقی بچے اور وہ چار یہ ہیں: ۱- مشروطہ عامہ ۲- مشروطہ خاصہ ۳- عرفیہ عامہ ۴- عرفیہ خاصہ، لہٰذا صغریٰ ان چار میں سے کوئی ہوگا اور کبریٰ سات غیر منعکس السوالب میں

سے ہوگا، اب ان اختلاطات میں سب سے اخص صغریٰ مشروطہ خاصہ کا اختلاط کبریٰ وقتیہ کے ساتھ ہے اور یہ غیر منتج ہے، اس لئے کہ لا شئ من المنخسف بمضئ بالاضاءة القمرية بالضرورية مادام منخسفاً لا دالائما و كل قمر منخسف بالتوقيت لا دائماً صادق ہے۔ اور مضئ بالاضاءة القمرية سے مسلب قمر ممتنع ہے اور جب سب سے اخص اختلاط غیر منتج ہو تو باقی اختلاطات بھی غیر منتج ہوں گے۔ کیوں کہ اخص کا غیر منتج ہونا اعم کے غیر منتج ہونے کو مستلزم ہوتا ہے،

واعلم أن البيان الخ اس عبارت سے شارح نے ماتن پر اعتراض کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دوسری اور تیسری شرط میں مذکورہ بیان تام نہیں ہے کیوں کہ یہ اسی وقت تام ہو سکتا ہے جب کہ ایجاب کا ممتنع ہونا ثابت ہو جائے یہاں تک موجب غیر منتج اختلاف حاصل ہو، اور امتناع ایجاب کا ثبوت اصغر سے اکبر کے بالضرورہ مسلوب ہونے پر موقوف ہے، حالانکہ اصغر سے کبریٰ کا سلب محال ہے معلوم ہوا کہ امتناع ایجاب ثابت نہیں ہوا، اور جب امتناع ایجاب ثابت نہ ہوا تو بیان مذکورہ تام بھی نہ ہوا۔

الشرط الرابع الخ اس عبارت میں شارح نے چوتھی شرط کو بیان کیا ہے جس کی تشریح ترجمہ سے واضح ہے۔

اَلشَّرْطُ الْخَامِسُ كَوْنُ صُغْرَى الضَّرْبِ الثَّامِنِ مِنْ اِحْدَى الْخَاصَّتَيْنِ وَكُبْرَاهُ مِمَّا يَصْدُقُ عَلَيْهِ الْعُرْفِيُّ الْعَامُّ لِاَنَّ اِنْتَاجَهُ اِنَّمَا يَظْهَرُ بِعَكْسِ التَّرْتِيْبِ لِيَرْجِعَ اِلَى الشَّكْلِ الْاَوَّلِ ثُمَّ عَكْسُ النَّتِيْجَةِ فَلَابُدَّ اَنْ يَكُوْنَ مُقَدَّمَتَاهُ بِحَيْثُ اِذَا بُدِّلَتْ اِحْدٰهُمَا بِالْاُخْرٰى اَنْتَجَتَا سَالِبَةً خَاصَّةً لِتَقْبَلَ الْاِنْعِكَاسَ اِلَى النَّتِيْجَةِ الْمَطْلُوْبَةِ وَالشَّكْلُ الْاَوَّلُ اِنَّمَا يُنْتِجُ سَالِبَةً خَاصَّةً لَوْ كَانَ كُبْرَاهُ اِحْدَى الْخَاصَّتَيْنِ وَ صُغْرَاهُ اِحْدَى الْقَضَايَا السِّتِّ الَّتِيْ يَصْدُقُ عَلَيْهَا الْعُرْفِيُّ الْعَامُّ اَمَّا اِذَا كَانَتْ صُغْرَاهُ اِحْدَى الْوَصْفِيَّاتِ الْاَرْبَعِ فَظَاهِرٌ وَ اَمَّا اِذَا كَانَتْ اِحْدَى الدَّائِمَتَيْنِ فَلِاَنَّ النَّتِيْجَةَ حِيْنَئِذٍ ضَرُوْرِيَّةٌ لَادَائِمَةٌ اَوْ دَائِمَةٌ لَادَائِمَةٌ وَهُمَا اَخَصُّ مِنَ الْعُرْفِيَّةِ الْخَاصَّةِ فَيَصْدُقُ عَلَى النَّتِيْجَةِ السَّالِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ الْعُرْفِيَّةِ الْخَاصَّةِ وَهِيَ تَنْعَكِسُ اِلَى النَّتِيْجَةِ الْمَطْلُوْبَةِ فَيَجِبُ اَنْ يَكُوْنَ صُغْرَى هٰذَا الضَّرْبِ اِحْدَى الْخَاصَّتَيْنِ لِاَنَّهَا كُبْرَى الشَّكْلِ الْاَوَّلِ وَكُبْرَاهُ مِنَ الْقَضَايَا السِّتِّ لِاَنَّهَا صُغْرَى الشَّكْلِ الْاَوَّلِ وَمِنْ هٰهُنَا يَظْهَرُ اَنَّ الضَّرْبَ السَّابِعَ لَمَّا كَانَ اِنْتَاجُهُ اِنَّمَا يَتَبَيَّنُ بِعَكْسِ الْكُبْرٰى لِيَرْجِعَ اِلَى الشَّكْلِ الثَّالِثِ وَجَبَ اَنْ يَكُوْنَ السَّالِبَةُ الْمُسْتَعْمَلَةُ فِيْهِ قَابِلَةً لِلْاِنْعِكَاسِ وَاَنْ تَكُوْنَ الْمُوْجَبَةُ مَعَ عَكْسِهَا عَلٰى شَرَائِطِ اِنْتَاجِ الشَّكْلِ الثَّالِثِ فَلَابُدَّ فِيْهِ اَيْضًا مِنْ شَرْطَيْنِ اَحَدُهُمَا اَنْ تَكُوْنَ السَّالِبَةُ اِحْدَى الْخَاصَّتَيْنِ وَ ثَانِيْهِمَا اَنْ يَكُوْنَ الْمُوْجَبَةُ فِعْلِيَّةً لِاَنَّ الصُّغْرَى الْمُمْكِنَةَ عَقِيْمَةٌ فِي الشَّكْلِ الثَّالِثِ وَ اِنَّمَا لَمْ يُذْكَرْ ذٰلِكَ فِي الْكِتَابِ لِاَنَّ الشَّرْطَ الْاَوَّلَ قَدْ عُلِمَ فِيْ فَصْلِ الْقِيَاسِ وَالشَّرْطُ الثَّانِيْ قَدْ عُلِمَ مِنْ اَوَّلِ الشَّرْطِ وَهُوَ عَدَمُ اسْتِعْمَالِ الْمُمْكِنَةِ فِيْ هٰذَا الشَّكْلِ.

ترجمہ: پانچویں شرط ضرب ثامن کے صغریٰ احدی الخاصتین سے اور اس کے کبریٰ کا ان قضایا سے ہونا ہے جن پر عرفی عام صادق ہو، اس لئے کہ اس کا انتاج عکسِ ترتیب سے ظاہر ہوتا ہے، تاکہ شکل اول کی طرف لوٹ جائے پھر عکسِ نتیجہ سے لہٰذا اس کے مقدمتین کا اس طرح ہونا ضروری ہے کہ جب ان میں سے ایک کو دوسرے سے بدل دیا جائے تو دونوں سالبہ خاصہ نتیجہ دیں، تاکہ یہ نتیجہ مطلوبہ کی طرف انعکاس کو قبول کرے، اور شکل اول اس وقت سالبہ خاصہ نتیجہ دیتی ہے

جب کہ اس کا کبریٰ خاصتین میں سے کوئی ایک ہو، اور اس کا صغریٰ ان چھ قضایا میں سے کوئی ایک ہو جن پر عرفی عام صادق ہو، اور بہر حال جب کہ اس کا صغریٰ وصفیات اربع میں سے کوئی ایک ہو تو ظاہر ہے اور بہر حال جب کہ دائمتین میں سے کوئی ایک ہو تو اس لئے کہ اس وقت نتیجہ ضروریہ لادائمہ یا دائمہ لادائمہ ہوگا اور یہ دونوں عرفیہ خاصہ سے اخص ہیں، پس نتیجہ پر سالبہ جزئیہ عرفیہ خاصہ صادق ہوگا اور وہ نتیجہ مطلوبہ کی طرف منعکس ہوگا، پس اس ضرب کے صغریٰ کا خاصتین میں سے کوئی ایک ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ وہ شکل اول کا کبریٰ ہے، اور اس کے کبریٰ چھ قضایا سے ہونا ضروری ہے، کیوں کہ وہ شکل اول کا صغریٰ ہے اور یہیں سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ ضرب سابع کا انتاج چونکہ عکس کبریٰ سے ظاہر ہوتا ہے، تا کہ وہ شکل ثالث کی طرف لوٹ جائے، اس لئے اس میں سالبہ مستعملہ کا قابل انعکاس ہونا اور موجبہ کا اس کے عکس کے ساتھ شکل ثالث کے انتاج کی شرائط پر ہونا ضروری ہے، پس اس میں بھی دو شرطوں کا ہونا ضروری ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ سالبہ خاصتین میں سے کوئی ایک ہو اور ان میں سے دوسری (شرط) یہ ہے کہ موجبہ فعلیہ ہو اس لئے کہ صغریٰ ممکنہ شکل ثالث میں غیر منتج ہے، اور اس کو کتاب میں ذکر نہیں کیا، اس لئے کہ شرط اول قیاس کی فصل میں معلوم ہو چکی ہے اور دوسری شرط شرط اول سے معلوم ہوگئی اور وہ ممکنہ کا استعمال نہ ہونا ہے اس شکل میں۔

تشریح: اس عبارت میں شارح مختلطات شکل رابع کی پانچویں شرط بیان کر رہے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ شکل رابع کی ضرب ثامن میں صغریٰ مشروطہ خاصہ یا عرفیہ خاصہ ہو اور کبریٰ چھ منعکس السوالب قضایا میں سے ہو اس لئے کہ اس کا انتاج شکل رابع کو الٹ کر شکل اول بنانے سے پھر عکس نتیجہ سے ظاہر ہوتا ہے، جب ایسی بات ہے تو ضرب ثامن کے صغریٰ و کبریٰ کا ایسا ہونا ضروری ہے کہ جب ان میں سے ایک کو دوسرے سے بدل دیا جائے تو وہ دونوں سالبہ خاصہ نتیجہ دے، تا کہ اس نتیجہ کا عکس مستوی بنا کر نتیجہ مطلوبہ کو معلوم کیا جا سکے، اور شکل اول اسی وقت سالبہ خاصہ نتیجہ دے سکتی ہے جب کہ اس کا کبریٰ مشروطہ خاصہ یا عرفیہ خاصہ ہو، اور صغریٰ چھ منعکس السوالب قضایا میں سے ہو، اسی لئے شکل رابع کی ضرب ثامن کے صغریٰ کا احدی الخاصتین سے اور کبریٰ کا چھ منعکس السوالب قضایا سے ہونا ضروری ہے۔

قَالَ وَ النَّتِيجَةُ فِي الضَّرْبَيْنِ الْاَوَّلَيْنِ بِعَكْسِ الصُّغْرىٰ اِنْ صَدَقَ الدَّوَامُ عَلَيْهَا اَوْ كَانَ الْقِيَاسُ مِنَ السِّتِّ الْمُنْعَكِسَةِ السَّوَالِبُ وَ اِلَّا فَمُطْلَقَةٌ عَامَّةٌ وَفِي الضَّرْبِ الثَّالِثِ دَائِمَةٌ اِنْ صَدَقَ الدَّوَامُ عَلىٰ اِحْدىٰ مُقَدِّمَتَيْهِ وَاِلَّا فَعَكْسُ الصُّغْرىٰ وَفِي الضَّرْبِ الرَّابِعِ وَ الْخَامِسَةِ دَائِمَةٌ اِنْ صَدَقَ الدَّوَامُ عَلىٰ الْكُبْرىٰ وَاِلَّا فَعَكْسُ الصُّغْرىٰ مَحْذُوفًا عَنْهَا اللَّادَوَامُ وَفِي السَّادِسِ كَمَا فِي الشَّكْلِ الثَّانِي بَعْدَ عَكْسِ الصُّغْرىٰ وَفِي السَّابِعِ كَمَا فِي الشَّكْلِ الثَّالِثِ بَعْدَ عَكْسِ الْكُبْرىٰ وَفِي الثَّامِنِ كَعَكْسِ النَّتِيجَةِ بَعْدَ عَكْسِ التَّرْتِيبِ **اَقُوْلُ** اَلْمُنْتِجُ مِنَ الْاِخْتِلَاطَاتِ بِحَسَبِ الشَّرَائِطِ الْمَذْكُوْرَةِ فِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الضَّرْبَيْنِ الْاَوَّلَيْنِ مِائَةٌ وَّ وَاحِدٌ وَ عِشْرُوْنَ وَهِيَ الْحَاصِلَةُ مِنْ ضَرْبِ الْمُوَجَّهَاتِ الْفِعْلِيَّةِ الْاِحْدىٰ عَشْرَةَ فِي نَفْسِهَا وَ فِي الضَّرْبِ الثَّالِثِ سِتَّةٌ وَّ اَرْبَعُوْنَ وَهِيَ الْحَاصِلَةُ مِنَ الصُّغْرِيَيْنِ الدَّائِمَتَيْنِ مَعَ الْفِعْلِيَاتِ الْاِحْدىٰ عَشْرَةَ وَ مِنَ الصُّغْرِيَاتِ الْمَشْرُوْطَتَيْنِ وَ الْعُرْفِيَّتَيْنِ مَعَ السِّتِّ الْمُنْعَكِسَةِ السَّوَالِبُ وَ فِي الرَّابِعِ وَالْخَامِسِ سِتَّةٌ وَ سِتُّوْنَ وَ هِيَ الَّتِي تَحْصُلُ مِنَ الصُّغْرِيَاتِ الْفِعْلِيَّةِ

اَلْاِحْدیٰ عَشْرَۃَ مَعَ السِّتِّ الْمُنْعَکِسَۃِ السَّوَالِبُ وَ فِی السَّادِسِ وَ الثَّامِنِ اِثْنَا عَشَرَ تَحْصُلُ مِنَ الصُّغْرَیَیْنِ الْخَاصَّتَیْنِ مَعَ السِّتِّ الْمُنْعَکِسَۃِ السَّوَالِبُ وَ فِی السَّابِعِ اِثْنَانِ وَ عِشْرُوْنَ تَحْصُلُ مِنَ الْکُبْرَیَیْنِ الْخَاصَّتَیْنِ مَعَ الْفِعْلِیَّاتِ الْاِحْدیٰ عَشَرَۃَ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! اور نتیجہ پہلی دوضربوں میں عکسِ صغریٰ سے ہوگا اگر دوام اس پر صادق ہو، یا قیاس چھ منعکس السوالب سے ہو، ورنہ مطلقہ عامہ ہوگا، اور تیسری ضرب میں دائمہ ہوگا اگر دوام اس کے دونوں مقدموں میں سے کسی ایک پر صادق ہو ورنہ تو عکس صغریٰ ہوگا، اور چوتھی و پانچویں ضرب میں دائمہ ہوگا اگر دوام کبریٰ پر صادق ہو ورنہ تو عکسِ صغریٰ ہوگا، اس حال میں کہ اس سے لا دوام محذوف ہوگا، اور (ضرب) سادس میں وہ ہوگا جو شکل ثانی میں ہے عکسِ صغریٰ کے بعد ہے، اور (ضرب) سابع میں وہ ہوگا جو شکل ثالث میں ہے عکسِ کبریٰ کے بعد اور (ضرب) ثامن میں عکسِ نتیجہ کی طرح ہے عکسِ ترتیب کے بعد۔ میں کہتا ہوں کہ اختلاطات میں سے نتیجہ دینے والے شرائط مذکورہ کے اعتبار سے پہلی دوضربوں میں سے ہر ایک میں ایک سو اکیس ہیں جو گیارہ موجہات فعلیہ کو انہیں میں ضرب دینے سے حاصل ہیں، اور ضرب ثالث میں چھیالیس ہیں جو دو صغریٰ دائمہ کو گیارہ فعلیات کے ساتھ اور صغریات مشروطتین اور عرفیتین چھ منعکس السوالب قضایا کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ہیں، چوتھی اور پانچویں ضرب میں چھیاسٹھ ہیں جو گیارہ صغریات فعلیہ کو چھ منعکس السوالب کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ہیں، اور چھٹی اور آٹھویں (ضرب) میں بارہ ہیں جو دو صغریٰ خاصہ کو چھ منعکس السوالب کے ساتھ (ضرب دینے) سے حاصل ہوتے ہیں، اور ساتویں (ضرب) بائیس ہیں جو دو کبریٰ خاصہ کو گیارہ فعلیات کے ساتھ (ضرب دینے) سے حاصل ہوتے ہیں۔

تشریح: اس عبارت میں ماتن نے شکل رابع کی ضروب ثمانیہ میں سے ہر ایک کی ضروب منتجہ اور ضابطۂ نتائج کو بیان کیا ہے، چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ مختلطات شکل رابع کی شرائط انتاج کے لحاظ سے ضروب ثمانیہ میں سے پہلی دو ضربوں میں سے ہر ایک میں ضروب منتجہ ایک سو اکیس ہیں، جو گیارہ موجہات فعلیہ کو گیارہ موجہات فعلیہ میں ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں، اور ضرب ثالث میں چھیالیس ضربیں ہیں جو دو صغریٰ دائمہ کو گیارہ فعلیات کے ساتھ اور چار صغریٰ یعنی مشروطہ عامہ، مشروطہ خاصہ، عرفیہ عامہ اور عرفیہ خاصہ کو چھ منعکس السوالب قضایا کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں، اور ضرب رابع و خامس میں چھیاسٹھ ضربیں ہیں جو گیارہ صغریٰ فعلیہ کو چھ منعکس السوالب قضایا کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں، اور ضرب سادس اور ثامن میں بارہ ضربیں ہیں، جو دو صغریٰ خاصہ یعنی صغریٰ مشروطہ خاصہ اور صغریٰ عرفیہ خاصہ کو چھ منعکس السوالب قضایا کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں، اور ساتویں ضرب میں ضروب منتجہ بائیس ہیں جو دو کبریٰ خاصہ گیارہ فعلیات کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں۔

وَ النَّتِیْجَۃُ فِی الضَّرْبَیْنِ الْاَوَّلَیْنِ عَکْسُ الصُّغْرٰی اِنْ کَانَتْ ضَرُوْرِیَّۃً اَوْ دَائِمَۃً اَوْ کَانَ الْقِیَاسُ مِنَ السِّتِّ الْمُنْعَکِسَۃِ السَّوَالِبُ وَ اِلَّا فَمُطْلَقَۃٌ عَامَّۃٌ وَ فِی الضَّرْبِ الثَّالِثِ دَائِمَۃٌ اِنْ کَانَتْ اِحْدَی الْمُقَدَّمَتَیْنِ ضَرُوْرِیَّۃً اَوْ دَائِمَۃً وَ اِلَّا فَعَکْسُ الصُّغْرٰی وَفِی الرَّابِعِ وَ الْخَامِسِ دَائِمَۃٌ اِنْ کَانَتِ الْکُبْرٰی ضَرُوْرِیَّۃً اَوْ دَائِمَۃً وَ اِلَّا فَعَکْسُ الصُّغْرٰی مَحْذُوْفًا عَنْہُ اللَّادَوَامُ وَبَیَانُ الْکُلِّ بِالْبَرَاهِیْنِ

الْمَذْكُوْرَةِ فِي الْمُطْلَقَاتِ وَفِي السَّادِسِ كَمَا فِي الشَّكْلِ الثَّانِي بَعْدَ عَكْسِ الصُّغْرىٰ وَفِي السَّابِعِ كَمَا فِي الشَّكْلِ الثَّالِثِ بَعْدَ عَكْسِ الْكُبْرىٰ وَفِي الثَّامِنِ كَمَا فِي الشَّكْلِ الْاَوَّلِ بِعَكْسِ النَّتِيْجَةِ بَعْدَ عَكْسِ التَّرْتِيْبِ وَ بِالْجُمْلَةِ لَمَّا كَانَتْ هٰذِهِ الضُّرُوْبُ الثَّلٰثَةُ الْاَخِيْرَةُ تَرْتَدُّ اِلَى الْاَشْكَالِ الثَّلٰثَةِ الْمَذْكُوْرَةِ لِمَا ذَكَرْنَا مِنَ الطُّرُقِ كَانَتْ نَتَائِجُهَا نَتَائِجَ تِلْكَ الْاَشْكَالِ بِعَيْنِهَا فِي السَّادِسِ وَالسَّابِعِ وَ بِعَكْسِهَا فِي الثَّامِنِ وَعَلَيْكَ بِمُطَالَعَةِ هٰذَا الْجَدْوَلِ.

ترجمہ: اور نتیجہ پہلی دو ضربوں میں عکسِ صغریٰ ہوگا اگر وہ ضروریہ یا دائمہ ہو یا قیاس چھ منعکس السوالب قضایا میں سے ہو، ورنہ تو مطلقہ عامہ ہوگا، اور ضرب ثالث میں دائمہ ہوگا اگر مقدمتین میں سے ایک ضروریہ یا دائمہ ہو ورنہ تو عکسِ صغریٰ ہوگا، اور چوتھی اور پانچویں (ضرب) میں دائمہ ہوگا اگر کبریٰ ضروریہ یا دائمہ ہو ورنہ تو عکسِ صغریٰ ہوگا اس حال میں کہ اس میں لادوام (کی قید) محذوف ہوگی، اور ان سب کا بیان انہیں دلیلوں سے ہے جو مطلقات میں مذکور ہو چکیں، اور (ضرب) سادس میں وہ ہوگا جو شکل ثانی میں عکسِ صغریٰ کے بعد (ہوتا ہے) اور (ضرب) سابع میں اس طرح ہوگا جس طرح شکل ثالث میں عکسِ کبریٰ کے بعد (ہوتا ہے) اور (ضرب) ثامن میں اس طرح ہوگا جس طرح شکل اول میں عکسِ ترتیب کے بعد عکسِ نتیجہ ہوتا ہے، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ آخری تین ضربیں چونکہ مذکورہ تین شکلوں کی طرف لوٹتی ہیں ان دلائل کی وجہ سے جو ہم نے ذکر کیں، اس لئے ان کے نتائج بعینہ ان اشکال کے نتائج ہوں گے۔ چھٹی اور ساتویں ضرب میں اور ضرب ثامن میں عکسِ نتیجہ سے ہوگا اور تجھ پر اس جدول کا مطالعہ لازم ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے مختلطات شکل رابع کی ضروب ثمانیہ کا ضابطۂ نتائج بیان کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ شکل رابع کی پہلی دو ضربوں میں اگر صغریٰ ضروریہ یا دائمہ ہو یا صغریٰ و کبریٰ میں سے کوئی چھ منعکس السوالب قضایا میں سے ہو تو نتیجہ عکسِ صغریٰ ہوگا، اور اگر صغریٰ ضروریہ یا دائمہ نہ ہو یا صغریٰ و کبریٰ میں سے کوئی چھ منعکس السوالب قضایا میں سے نہ ہو تو پھر نتیجہ مطلقہ عامہ ہوگا اور اگر صغریٰ و کبریٰ میں سے کوئی ضروریہ یا دائمہ ہو تو ضرب ثالث میں نتیجہ دائمہ ہوگا ورنہ تو عکسِ صغریٰ ہوگا، چوتھی اور پانچویں ضرب میں اگر کبریٰ ضروریہ یا دائمہ ہو تو نتیجہ دائمہ ہوگا ورنہ تو عکسِ صغریٰ ہوگا لیکن اس شرط کے ساتھ کہ صغریٰ میں اگر لادوام کی قید ہوگی تو وہ نتیجہ سے حذف ہو جائے گی، اور شکل رابع کی ان ضروب کے نتائج کی دلیلیں وہی ہیں جو مطلقات میں ذکر کی گئی ہیں، یعنی ضرب اول کا نتیجہ عکسِ ترتیب پھر عکسِ نتیجہ سے ثابت ہے اور ضرب ثانی کا نتیجہ بھی عکسِ ترتیب سے ثابت ہے، اور ضرب ثالث میں بھی اثبات نتیجہ کا یہی طریقہ ہے، اور ضرب رابع میں اثبات نتیجہ کا طریقہ یہ ہے کہ صغریٰ و کبریٰ کا عکس کر کے شکل اول ترتیب دے کر نتیجہ نکالا جائے جو نتیجہ برآمد ہوگا وہ بعینہ مطلوب ہوگا، ضرب سادس میں عکسِ صغریٰ سے نتیجہ نکالا جائے گا، یعنی صغریٰ کا عکس بنا کر شکل ثانی ترتیب دی جائے گی اور پھر نتیجہ نکالا جائے گا، اور یہ نتیجہ بعینہ نتیجہ مطلوبہ ہوگا اور ضرب سابع میں کبریٰ کا عکس بنا کر شکل ثالث ترتیب دی جائے گی، اس کا نتیجہ بعینہ نتیجہ مطلوبہ ہوگا اور ضرب ثامن میں مقدمتین کی ترتیب پلٹ کر شکل اول بنائی جائے پھر جو نتیجہ برآمد ہو اس کا عکس مستوی بنایا جائے اور یہ عکس مستوی بعینہ نتیجہ مطلوبہ ہوگا۔

جدول نتائج الضربين الاولين

الاول من موجبتين كليتين والثانى من موجبتين و الكبرى جزئية

مشروطة عامة	دائمة	ضرورية	صغريات و كبريات
حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	ضرورية
حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	دائمة
حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	مشروطة عامة
حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	عرفية عامة
حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	مشروطة خاصة
حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	عرفية خاصة
حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	وجودية لا ضرورية
مطلقة عامة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	وجودية لا دائمة
مطلقة عامة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	وقتية
مطلقة عامة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	منتشرة

بقية جدول نتائج الضربين الاولين

منتشرة	وقتية	وجودية لاضرورية	وجودية لادائمة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة

مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة

مطلقة عامة	عرفية خاصة	مشروطة خاصة	عرفية عامة	صغريات كبريات
مطلقة عامة	حينية مطلقة لا دائمة	حينية مطلقة لا دائمة	حينية مطلقة	ضرورية
مطلقة عامة	حينية مطلقة لا دائمة	حينية مطلقة لا دائمة	حينية مطلقة	دائمة
مطلقة عامة	حينية مطلقة لا دائمة	حينية مطلقة لا دائمة	حينية مطلقة	مشروطة عامة
مطلقة عامة	حينية مطلقة لا دائمة	حينية مطلقة لا دائمة	حينية مطلقة	عرفية عامة
مطلقة عامة	حينية مطلقة لا دائمة	حينية مطلقة لا دائمة	حينية مطلقة	مشروطة خاصة
مطلقة عامة	حينية مطلقة لا دائمة	حينية مطلقة لا دائمة	حينية مطلقة	عرفية خاصة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	وجودية لا ضرورية
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	وجودية لا دائمة
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	وقتية
مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	منتشرة

جدول نتائج الضرب الثالث

وهو من كليتين والصغرى سالبة

كبريات صغريات	ضرورية	دائمة	مشروطة عامه	عرفية عامة	مشروطة خاصة	عرفية خاصة
ضرورية دائمة	دائمة	دائمة	دائمة	دائمة	دائمة	دائمة
دائمة	دائمة	دائمة	دائمة	دائمة	دائمة	دائمة
مشروطة عامة	دائمة	دائمة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية لا دائمة فی البعض	عرفية لا دائمة فی البعض
عرفية عامة	دائمة	دائمة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية لا دائمة فی البعض	عرفية لا دائمة فی البعض
مشروطة خاصة	دائمة	دائمة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية لا دائمة فی البعض	عرفية لا دائمة فی البعض
عرفية خاصة	دائمة	دائمة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية لا دائمة فی البعض	عرفية لا دائمة فی البعض

مطلقة عامة	دائمة	دائمة	عقيمة	عقيمة	عقيمة	عقيمة
وجودية لا دائمة	دائمة	دائمة	عقيمة	عقيمة	عقيمة	عقيمة
وجودية لاضرورية	دائمة	دائمة	عقيمة	عقيمة	عقيمة	عقيمة
وقتية	دائمة	دائمة	عقيمة	عقيمة	عقيمة	عقيمة
منتشرة	دائمة	دائمة	عقيمة	عقيمة	عقيمة	عقيمة

جدول نتائج الضرب الرابع

وهو من كليتين والصغرى موجبة

والخامس وهو من موجبة جزئية صغرى وسالبة كلية كبرى

كبريات صغريات	ضرورية	دائمة	مشروطة عامه	عرفية عامة	مشروطة خاصة	عرفية خاصة
ضرورية دائمة	دائمة	دائمة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة
دائمة	دائمة	دائمة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة
مشروطة عامة	دائمة	دائمة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة
عرفية عامة	دائمة	دائمة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة
مشروطة خاصة	دائمة	دائمة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة
عرفية خاصة	دائمة	دائمة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة	حينية مطلقة
مطلقة عامة	دائمة	دائمة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
وجودية لا دائمة	دائمة	دائمة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
وجودية لاضرورية	دائمة	دائمة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
وقتية	دائمة	دائمة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة
منتشرة	دائمة	دائمة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة	مطلقة عامة

جدول نتائج الضرب السادس

كبريات صغريات	ضرورية	دائمة	مشروطة عامه	عرفية عامة	مشروطة خاصة	عرفية خاصة
مشروطة خاصة	دائمة	دائمة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية عامة
عرفية خاصة	دائمة	دائمة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية عامة	عرفية عامة

جدول نتائج الضرب السابع

كبريات صغريات	مشروطة خاصة	عرفية خاصة
ضرورية دائمة	حينية لادائمة	حينية لادائمة

دائمة	حينية لادائمة	حينية لادائمة
مشروطة عامة	حينية لادائمة	حينية لادائمة
عرفية عامة	حينية لادائمة	حينية لادائمة
مشروطة خاصة	حينية لادائمة	حينية لادائمة
عرفية خاصة	حينية لادائمة	حينية لادائمة
مطلقة عامة	وجودية لا دائمة	وجودية لا دائمة
وجودية لا دائمة	وجودية لا دائمة	وجودية لا دائمة
وجودية لاضرورية	وجودية لا دائمة	وجودية لا دائمة
وقتية	وجودية لا دائمة	وجودية لا دائمة
منتشرة	وجودية لا دائمة	وجودية لا دائمة

جدول نتائج الضرب الثامن

كبريات صغريات	ضرورية	دائمة	مشروطة عامه	عرفية عامة	مشروطةخاصة	عرفية خاصة
مشروطة خاصة	ضرورية لادائمة	دائمة لادائمة	عرفية خاصة	عرفية خاصة	عرفية خاصة	عرفية خاصة
عرفية خاصة	دائمة لادائمة	دائمة لادائمة	عرفية خاصة	عرفية خاصة	عرفية خاصة	عرفية خاصة

قَالَ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ فِيْ الْاِقْتِرَانِيَّاتِ الْكَائِنَةِ مِنَ الشَّرْطِيَّاتِ وَ هِيَ خَمْسَةُ اَقْسَامٍ اَلْقِسْمُ الْاَوَّلُ مَا يَتَرَكَّبُ مِنَ الْمُتَّصِلَتَيْنِ الْمَطْبُوْعِ مِنْهُ مَا كَانَتِ الشَّرِكَةُ فِيْ جُزْءٍ تَامٍّ مِنَ الْمُقَدَّمَتَيْنِ وَ يَنْعَقِدُ الْاَشْكَالُ الْاَرْبَعَةُ فِيْهِ لِاَنَّهُ اِنْ كَانَ تَالِيًا فِيْ الصُّغْرىٰ وَ مُقَدَّمًا فِيْ الْكُبْرىٰ فَهُوَ الشَّكْلُ الْاَوَّلُ وَ اِنْ كَانَ تَالِيًا فِيْهِمَا فَهُوَ الشَّكْلُ الثَّانِيْ وَ اِنْ كَانَ مُقَدَّمًا فِيْهِمَا فَهُوَ الشَّكْلُ الثَّالِثُ وَ اِنْ كَانَ مُقَدَّمًا فِيْ الصُّغْرىٰ وَ تَالِيًا فِيْ الْكُبْرىٰ فَهُوَ الشَّكْلُ الرَّابِعُ وَ شَرَائِطُ الْاِنْتَاجِ وَ عَدَدُ الضُّرُوْبِ وَ النَّتِيْجَةِ فِيْ الْكَمِّيَّةِ وَالْكَيْفِيَّةِ فِيْ كُلِّ شَكْلٍ كَمَا فِيْ الْحَمْلِيَّاتِ مِنْ غَيْرِ فَرْقٍ مِثَالُ الضَّرْبِ الْاَوَّلِ مِنَ الشَّكْلِ الْاَوَّلِ كُلَّمَا كَانَ اَ بَ فَجَ دَ وَ كُلَّمَا كَانَ جَ دَ فَهَ زَ يُنْتِجُ كُلَّمَا كَانَ اَ بَ فَهَ زَ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: تیسری فصل ان اقترانیات (کے بیان) میں ہے جو شرطیات سے مرکب ہوں، اور وہ پانچ قسم کے ہیں، پہلی قسم وہ اقترانی ہے جو دو متصلہ سے مرکب ہو، اور ان میں سے طبیعت کے قریب تر وہ ہے کہ مقدمتین کے جزء تام میں شرکت ہو، اور اس میں چاروں شکلیں منعقد ہوتی ہیں، اس لئے کہ اگر وہ (یعنی اوسط) صغریٰ میں تالی ہو اور کبریٰ میں مقدم ہو تو وہ شکل اول ہے اور اگر دونوں میں تالی ہو تو وہ شکل ثانی ہے، اور اگر دونوں میں مقدم ہو تو وہ شکل ثالث

ہے، اور اگر صغریٰ میں مقدم اور کبریٰ میں تالی ہو تو وہ شکل رابع ہے، اور نتیجہ دینے کی شرطیں اور عدد ضروب اور نتیجہ کمیت و کیفیت کے اعتبار سے ہر شکل میں ایسا ہی ہے جیسے حملیات میں، بغیر کسی فرق کے، شکل اول کی ضرب اول کی مثال: کلما کان اب فج د و کلما کان ج د فه ز ہے، یہ نتیجہ دے گی، کلما کان اب فه ز ا۔

اَقُوْلُ لَیْسَ الْمُرَادُ بِالْقِیَاسِ الشَّرْطِیِّ هُوَ الْمُرَكَّبُ مِنَ الشَّرْطِیَّاتِ بَلْ هُوَ مَا لَا یَتَرَكَّبُ مِنَ الْحَمْلِیَّاتِ الْمَحْضَةِ سَوَاءٌ یَتَرَكَّبُ مِنَ الشَّرْطِیَّاتِ الْمَحْضَةِ اَوْ مِنَ الشَّرْطِیَّاتِ وَ الْحَمْلِیَّاتِ وَ اَقْسَامُهُ خَمْسَةٌ لِاَنَّهُ اِمَّا اَنْ یَتَرَكَّبَ مِنْ مُتَّصِلَتَیْنِ اَوْ مُنْفَصِلَتَیْنِ اَوْ حَمْلِیَّةٍ وَ مُتَّصِلَةٍ اَوْ حَمْلِیَّةٍ وَ مُنْفَصِلَةٍ اَوْ مُتَّصِلَةٍ وَ مُنْفَصِلَةٍ اَلْقِسْمُ الْاَوَّلُ مَا یَتَرَكَّبُ مِنَ الْمُتَّصِلَتَیْنِ وَالشِّرْكَةُ بَیْنَهُمَا اِمَّا فِیْ جُزْءٍ تَامٍّ مِنْ كُلٍّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَهُوَ الْمُقَدَّمُ بِكَمَالِهٖ اَوِ التَّالِیْ بِكَمَالِهٖ وَ اِمَّا فِیْ جُزْءٍ غَیْرِ تَامٍّ مِنْهُمَا اَیْ جُزْءٍ مِنَ الْمُقَدَّمِ اَوِ التَّالِیْ وَ اِمَّا فِیْ جُزْءٍ تَامٍّ مِنْ اِحْدٰهُمَا غَیْرُ تَامٍّ مِنَ الْاُخْرٰی فَهٰذِهٖ ثَلٰثَةُ اَقْسَامٍ لٰكِنَّ الْقَرِیْبَ بِالطَّبْعِ مِنْهَا الْاَوَّلُ وَ هُوَ مَا یَكُوْنُ الشِّرْكَةُ فِیْ جُزْءٍ تَامٍّ مِنَ الْمُقَدَّمَتَیْنِ وَ یَنْعَقِدُ فِیْهِ الْاَشْكَالُ الْاَرْبَعَةُ لِاَنَّ الْاَوْسَطَ وَ هُوَ الْمُشْتَرَكُ بَیْنَهُمَا اِنْ كَانَ تَالِیًا فِی الصُّغْرٰی وَ مُقَدَّمًا فِی الْكُبْرٰی فَهُوَ الشَّكْلُ الْاَوَّلُ كَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَ اَبَ فَجَ دَ وَ كُلَّمَا كَانَ جَ دَ فَهَ زَ فَكُلَّمَا كَانَ اَبَ فَهَ زَ وَ اِنْ كَانَ تَالِیًا فِیْهِمَا فَهُوَ الشَّكْلُ الثَّانِیْ كَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَ اَبَ فَجَ دَ وَلَیْسَ اَلْبَتَّةَ اِذَا كَانَ هَ زَ فَجَ دَ فَلَیْسَ اَلْبَتَّةَ اِذَا كَانَ اَبَ فَهَ زَ وَاِنْ كَانَ مُقَدَّمًا فِیْهِمَا فَهُوَ الشَّكْلُ الثَّالِثُ كَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَ جَ دَ فَاَ بَ وَ كُلَّمَا كَانَ جَ دَ فَهَ زَ فَقَدْ یَكُوْنُ اِذَا كَانَ اَبَ فَهَ زَ وَاِنْ كَانَ مُقَدَّمًا فِی الصُّغْرٰی وَ تَالِیًا فِی الْكُبْرٰی فَهُوَ الشَّكْلُ الرَّابِعُ كَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَ جَ دَ فَاَ بَ وَ كُلَّمَا كَانَ هَ زَ فَجَ دَ فَقَدْ یَكُوْنُ اِذَا كَانَ اَبَ فَهَ زَ وَ شَرَائِطُ اِنْتَاجِ هٰذِهِ الْاَشْكَالِ كَمَا فِی الْحَمْلِیَّاتِ مِنْ غَیْرِ فَرْقٍ حَتّٰی یُشْتَرَطَ فِی الْاَوَّلِ اِیْجَابُ الصُّغْرٰی وَ كُلِّیَّةُ الْكُبْرٰی وَ فِی الثَّانِیْ اخْتِلَافُ مُقَدَّمَتَیْهِ فِی الْكَیْفِ وَ كُلِّیَّةُ الْكُبْرٰی اِلٰی غَیْرِ ذٰلِكَ وَ كَذٰلِكَ عَدَدُ ضُرُوْبِهَا اِلَّا فِی الشَّكْلِ الرَّابِعِ فَاِنَّ ضُرُوْبَهُ هٰهُنَا خَمْسَةٌ لِاَنَّ اِنْتَاجَ الضُّرُوْبِ الثَّلٰثَةِ الْاَخِیْرَةِ بِحَسْبِ تَرْكِیْبِ السَّالِبَةِ وَهُوَ غَیْرُ مُعْتَبَرٍ فِی الشَّرْطِیَّاتِ وَ كَذٰلِكَ حَالُ النَّتِیْجَةِ فِی الْكَمِّیَّةِ وَ الْكَیْفِیَّةِ فَتَكُوْنُ نَتِیْجَةُ الضَّرْبِ الْاَوَّلِ مِنَ الشَّكْلِ الْاَوَّلِ مُوْجَبَةً كُلِّیَّةً وَ مِنَ الشَّكْلِ الثَّانِیْ سَالِبَةً كُلِّیَّةً وَ عَلٰی هٰذَا الْقِیَاسِ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ قیاس شرطی سے مراد وہی قیاس نہیں ہے جو شرطیات سے مرکب ہو، بلکہ وہ (قیاس) مراد ہے جو صرف حملیات سے مرکب نہ ہو، خواہ صرف شرطیات سے مرکب ہو، یا شرطیات اور حملیات دونوں سے مرکب ہو، اور اس کی پانچ قسمیں ہیں، اس لئے کہ یہ یا تو دو متصلہ سے مرکب ہوگا یا دو منفصلہ سے یا ایک حملیہ اور ایک متصلہ سے یا ایک حملیہ اور ایک منفصلہ سے یا ایک متصلہ اور ایک منفصلہ سے۔

پہلی قسم وہ ہے جو دو متصلہ سے مرکب ہو، اور ان دونوں کے درمیان شرکت یا تو ان میں سے ہر ایک کے جزء تام میں ہوگی یعنی پورا مقدم ہوگا یا پورا تالی یا ان میں سے جزء غیر تام میں ہوگی، یعنی جزء مقدم یا جزء تالی ہوگا یا ان میں سے ایک

کے جزء تام میں اور دوسرے کے غیر تام میں (شرکت) ہوگی، پس یہ تین قسمیں ہیں لیکن قریب بالطبع ان میں سے پہلی (قسم) ہے اور وہ وہ ہے کہ شرکت مقدمتین کے جزء تام میں ہو، اور اس میں چاروں شکلیں منعقد ہوتی ہیں، اس لئے کہ (حد) اوسط یعنی ان دونوں میں جو مشترک ہے اگر وہ صغریٰ میں تالی اور کبریٰ میں مقدم ہو تو وہ شکل اول ہے، جیسے ہمارا قول کلما کان اب فج دو کلما کان ج د فہ ز فکلما کان أب فہ ز اور اگر دونوں میں تالی ہو، تو وہ شکل ثانی ہے جیسے ہمارا قول کلما كان أب فج د وليس البتة إذا كان ه ز فج د فليس البتة إذا كان أب فه ز اور اگر دونوں میں مقدم ہو تو وہ شکل ثالث ہے جیسے ہمارا قول كلما كان ج د فاب و كلما كان ج د فه ز، فقد يكون إذا كان أب فه ز، اور اگر صغریٰ میں مقدم اور کبریٰ میں تالی ہو تو شکل رابع ہے، جیسے ہمارا قول كلما كان ج د فا ب و كلما كان ه ز فج د، فقد يكون إذا كان أب فه ز اور ان شکلوں کے نتیجہ دینے کی شرطیں وہی ہیں جو حملیات میں ہیں، بغیر کسی فرق کے، یہاں تک کہ (شکل) اول میں صغریٰ کا موجبہ ہونا اور کبریٰ کا کلیہ ہونا اور (شکل) ثانی میں کیف میں اس کے مقدمتین کا مختلف ہونا اور کبریٰ کا کلیہ ہونا اس کے علاوہ (شرط) ہے اور اسی طرح ان کے عدد ضروب ہیں سوائے شکل رابع کے کہ اس کے ضروب یہاں پانچ ہیں اس لئے کہ آخری تین ضربوں کا نتیجہ دینا ترکیب سالبہ کے لحاظ سے ہے اور یہ شرطیات میں معتبر نہیں ہے، اسی طرح کمیت و کیفیت میں نتیجہ کا حال، پس شکل اول کی ضرب اول کا نتیجہ موجبہ کلیہ ہوگا، اور شکل ثانی کا نتیجہ سالبہ کلیہ ہوگا، اور علیٰ هٰذا القياس۔

تشریح: قیاس کی بحث کے شروع میں یہ بتلایا جا چکا ہے کہ قیاس کی ابتداءً دو قسمیں ہیں، ایک استثنائی اور دوسری اقترانی، پھر قیاس اقترانی کی دو قسمیں ہیں، ایک حملی اور دوسری شرطی، اس سے پہلے قیاس اقترانی حملی کو بیان کیا جا رہا تھا، اب یہاں سے مصنفؒ قیاس اقترانی شرطی کو بیان کر رہے ہیں۔

قیاس اقترانی شرطی: وہ قیاس ہے جو صرف قضایا حملیہ سے مرکب نہ ہو بلکہ یا تو صرف شرطیات سے مرکب ہو یا شرطیہ اور حملیہ دونوں طرح کے قضیوں سے مرکب ہو۔ یہ بات ذہن میں بٹھالیں کہ حملیات جس طرح بدیہی اور نظری ہوتے ہیں اور نظری ہونے کی صورت میں دلیل کے محتاج ہوتے ہیں، جس کے لئے اشکال اربعہ کا انعقاد کیا جاتا ہے، اسی طرح شرطیات بھی کبھی بدیہی ہوتے ہیں اس کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں پڑتی، جیسے كلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود، اور کبھی نظری ہوتے ہیں اور اس کے لئے دلیل کی ضرورت پڑتی ہے، جیسے متى وجد الممكن وجد الواجب، الغرض جب شرطیات نظری بھی ہوتے ہیں تو ان کی معرفت کے لئے بھی دلیل قائم کرنے کی ضرورت پڑے گی، جس کے لئے یہاں بھی اشکال اربعہ کا انعقاد کیا جائے گا۔

شارح فرماتے ہیں کہ یہاں قیاس شرطی سے مراد خاص طور سے وہ قیاس نہیں جو شرطیات ہی سے مرکب ہو، بلکہ وہ قیاس مراد ہے جو صرف حملیات سے مرکب نہ ہو، خواہ صرف شرطیات سے مرکب ہو یا حملیات و شرطیات دونوں سے مرکب ہو۔ نیز یہ بھی یاد رکھئے کہ قیاس اقترانی شرطی کی کل پانچ قسمیں ہیں: ۱- صغریٰ و کبریٰ دونوں متصلہ ہوں۔ ۲- دونوں منفصلہ ہوں۔ ۳- ایک متصلہ اور ایک حملیہ ہو۔ ۴- ایک منفصلہ اور ایک حملیہ ہو۔ ۵- ایک متصلہ اور ایک منفصلہ ہو۔

شارح فرماتے ہیں کہ جب قیاس اقترانی شرطی دو متصلہ سے مرکب ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں: ۱- حد اوسط دونوں

مقدموں میں پورا مقدم ہو یا پورا تالی ہو۔۲-دونوں جزء مقدم یا جزئی تالی ہو۔۳-ایک میں پورا مقدم یا پورا تالی ہو اور دوسرے میں جزء مقدم یا جزئی تالی ہو، ان تینوں قسموں میں سے قریب بالطبع اور مقبول پہلی قسم ہے، یعنی جس میں حد اوسط دونوں مقدموں میں پورا مقدم یا پورا تالی ہو۔

وینعقد فیه الاشکال الاربعة الخ اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ قیاس اقترانی شرطی کا حکم چاروں شکلوں کے منعقد ہونے میں بعینہ وہی ہے جو قیاس اقترانی حملی کا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ قضیہ شرطیہ میں اگر حد اوسط صغریٰ میں تالی کی جگہ اور کبریٰ میں مقدم کی جگہ ہو تو وہ شکل اول ہوگی، اور اگر اس کا برعکس ہو تو وہ شکل رابع کہلائے گی، اور اگر صغریٰ و کبریٰ دونوں میں تالی کی جگہ ہو تو وہ شکل ثانی ہوگی اور اگر دونوں میں مقدم کی جگہ ہو تو یہ شکل ثالث ہے، اب ان میں سے ہر ایک کی مثال ملاحظہ فرمائیں، جیسے کلما کان اَب فج د (صغریٰ متصلہ موجبہ کلیہ) وکلما کان ج دفہ ز (کبریٰ متصلہ موجبہ کلیہ) دیکھئے یہ قضیہ قیاس اقترانی شرطی کی شکل اول ہے، کیوں کہ یہاں حد اوسط ''ج د'' ہے، جو صغریٰ میں تالی اور کبریٰ میں مقدم واقع ہے، اور چونکہ یہ دونوں قضیے متصلہ موجبہ کلیہ ہیں لہٰذا یہ شکل اول کی ضرب اول ہے، اور شکل اول کی ضرب اول کا نتیجہ موجبہ کلیہ آتا ہے لہٰذا یہاں بھی حد اوسط کو گرانے کے بعد نتیجہ موجبہ کلیہ آئے گا یعنی کلما کان أ ب فه ز اس مثال کو آپ معروف ومشہور مثال میں سمجھیں، کلما کان زید انسانًا کان حیوانًا (جب جب بھی زید انسان ہوگا تو حیوان ہوگا) یہ صغریٰ متصلہ موجبہ کلیہ ہے، اور کلما کان حیوانًا کان جسمًا (جب جب بھی حیوان ہوگا تو جسم ہوگا) یہ کبریٰ متصلہ موجبہ موجبہ کلیہ ہے، دیکھئے یہ مثال قیاس اقترانی شرطی کی شکل اول ہے، کیوں کہ یہاں حد اوسط ''کان حیوانًا'' ہے، جو صغریٰ میں تالی اور کبریٰ میں مقدم واقع ہے، اور چونکہ یہ دونوں قضیے متصلہ موجبہ کلیہ ہیں لہٰذا یہ شکل اول کی ضرب اول ہے اور شکل اول کی ضرب اول کا نتیجہ موجبہ کلیہ آتا ہے، لہٰذا یہاں بھی حد اوسط کو گرانے کے بعد نتیجہ موجبہ کلیہ آئے گا یعنی کلما کان زید انسانًا کان جسمًا. اور اگر حد اوسط صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں تالی ہو تو یہ شکل ثانی ہے، جیسے کلما کان أ ب فج د (صغریٰ متصلہ موجبہ کلیہ) ولیس البتة إذا کان ہ ز فج د (کبریٰ متصلہ سالبہ کلیہ) یہ قیاس اقترانی شرطی کی شکل ثانی ہے کیوں کہ یہاں حد اوسط ''فج د'' جو صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں تالی کی جگہ واقع ہے، اور چونکہ صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہے لہٰذا یہ شکل ثانی کی ضرب اول ہے، اور شکل ثانی کی ضرب اول کا نتیجہ سالبہ کلیہ آتا ہے، لہٰذا یہاں بھی حد اوسط کو گرانے کے بعد نتیجہ سالبہ کلیہ آئے گا، یعنی لیس البتة إذا کان أب فه ز، اس مثال کو بھی ایک واضح اور ظاہر مثال میں سمجھئے، جیسے کلما کان زید انسانًا کان حیوانًا (صغریٰ متصلہ موجبہ کلیہ) ولیس البتة إذا کان حجرًا کان حیوانًا (کبریٰ متصلہ سالبہ کلیہ) اس مثال میں حد اوسط کان حیوانًا ہے جو صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں تالی کی جگہ واقع ہے، اس کو گرانے کے بعد نتیجہ آئے گا، لیس البتة إذا کان زیدٌ انسانٌ کان حجرًا، اور اگر صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں مقدم واقع ہو تو وہ شکل ثالث ہے، جیسے کلما کان ج د فا ب (صغریٰ متصلہ موجبہ کلیہ) و کلما کان ج د فه ز (کبریٰ متصلہ موجبہ کلیہ) دیکھئے مثال مذکور میں حد اوسط ''ج د'' ہے جو صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں مقدم کی جگہ واقع ہے، لہٰذا یہ قیاس اقترانی شرطی کی شکل ثالث ہے اور چونکہ صغریٰ و کبریٰ دونوں موجبہ کلیہ ہیں لہٰذا یہ شکل ثالث کی ضرب اول ہے اور شکل ثالث کا نتیجہ چونکہ موجبہ کلیہ نہیں آتا بلکہ موجبہ جزئیہ یا سالبہ جزئیہ آتا ہے لہٰذا حد اوسط کو گرانے کے بعد نتیجہ موجبہ جزئیہ آئے گا یعنی قد یکون إذا کان أ ب فه ز، اس شکل کی بھی ایک واضح مثال ملاحظہ فرمائیں

چنانچہ ذکر کی جارہی ہے، جیسے کلما کان زید انسانًا کان حیوانً (صغریٰ متصلہ موجبہ کلیہ) و کلما کان زید انسانًا کان کاتبًا دیکھئے اس مثال میں حداوسط "زید انسانًا" ہے جو صغریٰ و کبریٰ دونوں میں مقدم کی جگہ واقع ہے لہٰذا یہ قیاس اقترانی شرطی کی شکل ثالث ہے، چنانچہ حداوسط کو گرانے کے بعد نتیجہ آئے گا، قد یکونُ إذا کان زیدٌ حیوانًا کان کاتبًا، اور اگر حداوسط صغریٰ میں مقدم اور کبریٰ میں تالی ہو تو یہ شکل رابع ہے، جیسے کلما کان ج د فا ب (صغریٰ متصلہ موجبہ کلیہ) و کلما کان ہ ز فج د (کبریٰ متصلہ موجبہ کلیہ) دیکھئے مثال مذکور میں حداوسط "ج ذ" ہے جو صغریٰ میں مقدم اور کبریٰ میں تالی کی جگہ واقع ہے، اور شکل رابع میں صغریٰ اور کبریٰ جب دونوں موجبہ کلیہ ہوں تو نتیجہ موجبہ جزئیہ آتا ہے، لہٰذا نتیجہ آئے گا، قد یکون إذا کان أ ب فہ ز اس شکل کی بھی ایک واضح مثال لیجئے جیسے کلما کان النهار موجودًا فالعالم مضیٔ (صغریٰ) و کلما کان الشمس طالعة فالنهار موجودًا (کبریٰ) نتیجہ آئے گا، قد یکون إذا کان العالم مضیئًا فالشمس طالعة۔

وشرائط انتاج هٰذه الاشکال الخ اس عبارت سے شارح یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ان شکلوں کے نتیجہ دینے کی شرطیں بعینہٖ وہی ہیں جو حملیات میں ہیں، ان میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہے، چنانچہ شکل اول میں صغریٰ کا موجبہ ہونا اور کبریٰ کا کلیہ ہونا اور شکل ثانی میں دونوں مقدموں کا ایجاب وسلب میں مختلف ہونا اور کبریٰ کا کلیہ ہونا اور شکل ثالث میں صغریٰ کا موجبہ ہونا اور دونوں مقدموں میں سے کسی ایک کا کلیہ ہونا اور شکل رابع میں دونوں مقدموں کا موجبہ ہونا اور صغریٰ کے کلیہ ہونے کے ساتھ یا ان میں سے کسی ایک کے کلیہ ہونے کے ساتھ ساتھ دونوں مقدموں کا ایجاب وسلب میں مختلف ہونا شرط ہے، اور نتیجہ لزومیہ یا اتفاقیہ ہونے کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر دونوں مقدمے لزومیہ ہوں تو نتیجہ لزومیہ ہوگا اور اگر دونوں مقدمے اتفاقیہ ہوں تو نتیجہ اتفاقیہ ہوگا جیسا کہ حملیات میں اگر دونوں مقدمے ضروریہ ہوں تو نتیجہ ضروریہ ہوتا ہے اور اگر دونوں دائمہ ہوں تو نتیجہ دائمہ ہوتا ہے، اور جس طرح حملیہ کے اشکال اربعہ میں سے ہر شکل کی سولہ ضربیں نکلتی تھیں اسی طرح شرطیہ میں بھی ہر شکل کی سولہ ضربیں نکلیں گی، اور جس طرح حملیات میں ہر شکل کی سولہ ضربوں میں سے جتنی ضربیں نتیجہ دیتی ہیں شرطیہ میں بھی اتنی ہی ضربیں نتیجہ دیں گی، البتہ شکل رابع کی ضروب منتجہ حملیات میں آٹھ ہیں اور شرطیات میں صرف اول کی پانچ ضربیں نتیجہ دیں گی، آخری تین ضربیں نتیجہ نہیں دیتیں، اب رہا یہ سوال کہ شرطیات میں شکل رابع کی ضروب منتجہ صرف پانچ ہی کیوں ہیں؟ حملیات کی طرح آٹھ ضربیں منتج کیوں نہیں ہیں آخر کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شرطیات میں شکل رابع کی آخری تین ضربوں کے نتیجہ نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ شرطیہ میں اس کے انتاج کی شرط نہیں پائی جاتی ہے، اس کے نتیجہ دینے کی شرط یہ ہے کہ ان کا مقدمہ سالبہ احدی الخاصتین ہو اور اس شرط کا شرطیہ میں پایا جانا ممتنع ہے، اس لئے کہ قضیہ شرطیہ احدی الخاصتین نہیں ہوسکتا، کیوں کہ موجہات قضایا حملیہ کے اقسام میں سے ہیں، شارح کہتے ہیں کہ شرطیہ کے اشکال کا نتیجہ بھی بعینہٖ حملیہ کی طرح ہے، یعنی جس طرح قیاس اقترانی حملی کی شکل اول کی ضرب اول کا نتیجہ موجبہ کلیہ آتا ہے اسی طرح قیاس اقترانی شرطی کی شکل اول کی ضرب اول کا نتیجہ موجبہ کلیہ آئے گا، اور قیاس اقترانی حملی کی شکل ثانی کی ضرب اول کا نتیجہ جس طرح سالبہ کلیہ آتا ہے اسی طرح قیاس اقترانی شرطی کی شکل ثانی کا نتیجہ سالبہ کلیہ آئے گا، اسی طرح شکل ثالث اور شکل رابع کو سمجھ لیجئے۔

قَالَ اَلْقِسْمُ الثَّانِیُ مَا یَتَرَکَّبُ مِنَ الْمُنْفَصِلَاتِ وَ الْمَطْبُوْعِ مِنْهُ مَا کَانَتِ الشِّرْکَةُ فِیْ جُزْءٍ غَیْرِ تَامٍّ مِنَ الْمُقَدَّمَتَیْنِ کَقَوْلِنَا دَائِمًا اِمَّا کُلُّ اَ بَ اَوْ کُلُّ جَ دَ وَ دَائِمًا اِمَّا کُلُّ دَ ہَ اَوْ کُلُّ دَ زَ یُنْتِجُ دَائِمًا اِمَّا

كُلُّ اَ بَ اَوْ كُلُّ جَ هَ اَوْ كُلُّ دَ زَ لِامْتِنَاعِ خُلُوِّ الْوَاقِعِ عَنْ مُقَدَّمَتَيِ التَّالِيْفِ وَعَنْ اِحْدَى الْاُخْرَيَيْنِ فَيَنْعَقِدُ فِيْهِ الْاَشْكَالُ الْاَرْبَعَةُ وَالشَّرَائِطُ الْمُعْتَبَرَةُ بَيْنَ الْحَمْلِيَّتَيْنِ مُعْتَبَرَةٌ هٰهُنَا بَيْنَ الْمُتَشَارِكَيْنِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: دوسری قسم وہ (قیاس اقترانی شرطی) ہے جو دو منفصلہ سے مرکب ہو، اور اس کی مطبوع قسم وہ ہے کہ شرکت مقدمتین کے جزء غیر تام میں ہے، جیسے ہمارا قول دائما إما كل أب او كل جد، ودائما إما كل ده او كل دز، نتیجہ دے گی دائما إما كل أب او كل ج ه او كل دز کیوں کہ واقع کا تالیف کے دونوں مقدموں سے اور اخریین میں سے کسی ایک سے خالی ہونا ممتنع ہے پس اس میں چاروں شکلیں منعقد ہوں گی اور جو شرطیں دو حملیہ کے درمیان معتبر ہیں وہ یہاں دو متشارکین کے درمیان معتبر ہیں۔

اَقُوْلُ اَلْقِسْمُ الثَّانِيْ مِنَ الْاِقْتِرَانِيَّاتِ الشَّرْطِيَّةِ مَا يَتَرَكَّبُ مِنْ مُنْفَصِلَتَيْنِ وَهُوَ اَيْضًا يَنْقَسِمُ اِلٰى ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ لِاَنَّ الشِّرْكَةَ بَيْنَهُمَا اِمَّا فِيْ جُزْءٍ تَامٍّ مِنْهُمَا اَوْ فِيْ جُزْءٍ غَيْرِ تَامٍّ مِنْهُمَا اَوْ فِيْ جُزْءٍ تَامٍّ مِنْ اِحْدٰهُمَا غَيْرِ تَامٍّ مِنَ الْاُخْرٰى اِلَّا اَنَّ الْمَطْبُوْعَ مِنْ هٰذِهِ الْاَقْسَامِ مَا تَكُوْنُ الشِّرْكَةُ فِيْ جُزْءٍ غَيْرِ تَامٍّ مِنَ الْمُقَدَّمَتَيْنِ وَ شَرْطُ اِنْتَاجِهٖ اِيْجَابُ الْمُقَدَّمَتَيْنِ وَ كُلِّيَّةُ اِحْدٰهُمَا وَ صِدْقُ مَنْعِ الْخُلُوِّ عَلَيْهِمَا كَقَوْلِنَا دَائِمًا اِمَّا كُلُّ اَ بَ اَوْ كُلُّ جَ دَ وَ دَائِمًا اِمَّا كُلُّ دَ هَ اَوْ كُلُّ دَ زَ يُنْتِجُ دَائِمًا اِمَّا كُلُّ اَ بَ اَوْ كُلُّ جَ هَ اَوْ كُلُّ دَ زَ لِامْتِنَاعِ خُلُوِّ الْوَاقِعِ عَنْ مُقَدَّمَتَيِ التَّالِيْفِ وَهُمَا كُلُّ جَ دَ وَ كُلُّ دَهَ وَعَنْ اِحْدَى الْاُخْرَيَيْنِ اَيْ كُلُّ اَ بَ وَ كُلُّ دَ زَ فَاِنَّهٗ لَمَّا كَانَتِ الْمُقَدَّمَتَانِ مَانِعَتَيِ الْخُلُوِّ وَجَبَ اَنْ يَكُوْنَ اَحَدُ طَرَفَيْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَاقِعًا فِي الْوَاقِعِ وَ الْاٰخَرُ غَيْرُ وَاقِعٍ فَالْوَاقِعُ مِنَ الْمُنْفَصِلَةِ الْاُوْلٰى اَمَّا الطَّرَفُ الْغَيْرُ الْمُشَارِكُ اَوِ الطَّرَفُ الْمُشَارِكُ فَاِنْ كَانَ الطَّرَفُ الْغَيْرُ الْمُشَارِكُ فَهُوَ اَحَدُ اَجْزَاءِ النَّتِيْجَةِ وَاِنْ كَانَ الطَّرَفُ الْمُشَارِكُ فَالْوَاقِعُ مَعَهٗ مِنَ الْمُنْفَصِلَةِ الثَّانِيَةِ وَ اَمَّا الطَّرَفُ الْمُشَارِكُ فَيَجْتَمِعُ الطَّرَفَانِ الْمُشَارِكَانِ عَلَى الصِّدْقِ وَ يَصْدُقُ نَتِيْجَةُ التَّالِيْفِ وَهِيَ الْجُزْءُ الْاٰخَرُ مِنَ النَّتِيْجَةِ اَوِ الطَّرَفُ الْغَيْرُ الْمُشَارِكُ وَهُوَ الْجُزْءُ الثَّالِثُ مِنْهَا فَالْوَاقِعُ لَا يَخْلُوْ عَنْ نَتِيْجَةِ التَّالِيْفِ وَ عَنِ الطَّرَفَيْنِ الْغَيْرِ الْمُشَارِكَيْنِ وَ يَنْعَقِدُ الْاَشْكَالُ الْاَرْبَعَةُ فِيْ هٰذَا الْقِسْمِ اَيْضًا بِحَسْبِ الطَّرَفَيْنِ الْمُشَارِكَيْنِ وَ يُعْتَبَرُ فِيْهِمَا اَنْ يَكُوْنَا عَلٰى شَرَائِطِ الْاِنْتَاجِ الْمُعْتَبَرَةِ بَيْنَ الْحَمْلِيَّتَيْنِ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اقترانیات شرطیہ میں سے دوسری قسم وہ (قیاس اقترانی شرطی) ہے جو دو منفصلہ سے مرکب ہو اور یہ بھی تین قسموں کی طرف منقسم ہوتی ہیں، اس لئے کہ شرکت ان دونوں کے درمیان ان دونوں کے جزء تام میں ہوگی یا ان دونوں کے جزء غیر تام میں ہوگی یا ان میں سے ایک کے جزء تام میں اور دوسرے کے جزء غیر تام میں ہوگی مگر ان قسموں میں سے مطبوع و مقبول وہ (قسم) ہے کہ شرکت مقدمتین کے جزء غیر تام میں ہو، اور اس کے نتیجہ دینے کی شرط دونوں مقدموں کا موجبہ ہونا اور ان میں سے ایک کا کلیہ ہونا اور ان دونوں پر مانعۃ الخلو کا صادق ہونا ہے، جیسے ہمارا قول دائما إما كل أب او كل ج د، ودائما إما كل ده او كل دز نتیجہ دے گی، دائما إما كل أب او كل ج

ہ او کل د ز، اس لئے کہ تالیف کے دونوں مقدموں سے واقع کا خالی ہونا ممتنع ہے، اور وہ دونوں کل ج د اور کل دہ ہے، اور اُخریین میں سے کسی ایک سے یعنی کل اَب وکل دز سے (واقع کا خالی ہونا ممتنع ہے) اس لئے کہ جب دونوں مقدمے مانعۃ الخلو ہوں تو ان دونوں میں سے ہرایک کے دونوں طرفوں میں سے ایک کا واقع میں واقع ہونا اور دوسرے کا واقع نہ ہونا ضروری ہے، پس منفصلہ اولیٰ میں سے واقع یا تو وہ طرف ہوگا جو غیر مشارک ہے یا وہ طرف ہوگا جو مشارک ہے، پس اگر طرف غیر مشارک ہو تو وہ نتیجہ کے اجزاء میں سے ایک جزء ہوگا اور اگر طرف مشارک ہو تو اس کے ساتھ دوسرے منفصلہ سے یا تو طرف مشارک ہوگی تو طرفین مشارکین صدق پر جمع ہوں گے اور تالیف کا نتیجہ صادق ہوگا اور یہ نتیجہ کا دوسرا جزء ہے یا طرف غیر مشارک (واقع) ہوگی اور یہ نتیجہ کا تیسرا جزء ہے، پس واقع تالیف کے نتیجہ اور طرفین غیر مشارکین سے خالی نہ ہوگا، اور اس قسم میں بھی طرفین مشارکین کے اعتبار سے چاروں شکلیں منعقد ہوتی ہیں، اور ان دونوں میں اس انتاج کے شرائط پر ہونا دونوں کا معتبر ہے، جو دو حملیہ کے درمیان معتبر ہیں۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے اس اقترانی شرطی کو بیان کیا ہے جو صرف منفصلات سے مرکب ہو، چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ قیاس اقترانی شرطی کی دوسری قسم وہ قیاس ہے جو دو منفصلہ سے مرکب ہو، اور اس کی بھی تین قسمیں ہیں: ۱- جس میں حد اوسط پورا مقدم یا پورا تالی ہو: ۲- جس میں حد اوسط دونوں مقدموں میں جزء مقدم یا جزء تالی ہو۔ ۳- ایک میں پورا مقدم یا پورا تالی ہو اور دوسرے میں جزء مقدم یا جزء تالی ہو، ان تینوں اقسام میں سے یہاں دوسری قسم مقبول اور قریب بالطبع ہے۔ اس کے نتیجہ میں چار شرطیں ہیں: ۱- دونوں مقدموں کا موجبہ ہونا۔ ۲- ان میں سے کسی ایک کا کلیہ ہونا۔ ۳- ان کا مانعۃ الخلو یا حقیقیہ ہونا۔ ۴- جزئین متشارکین کا تالیف منتج پر استعمال ہونا، مطلب یہ ہے کہ جزئین متشارکین کی ترکیب سے قیاس کی جو شکل بنے اس میں اس شکل کے انتاج کی سب شرطیں موجود ہوں، اس قسم کا نتیجہ مانعۃ الخلو ہوتا ہے۔ اور جزئین متشارکین کو ملا کر قیاس بنانے کا کا نام تالیف ہے، اور اس قیاس سے جو نتیجہ نکلے گا اس کو نتیجۃ التالیف کہتے ہیں، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے، جیسے دائمًا إ کل أ ب او کل ج د (صغریٰ) و دائمًا إما کل دہ او کل دز (کبریٰ) اس کا نتیجہ ہوگا دائمًا إ کل أ ب او کل ج ہ او کل دز، دیکھئے یہ قیاس اقترانی شرطی کی دوسری قسم ہے اس میں حد اوسط ''د'' ہے جو صغریٰ میں تالی کا جزء ہے اور کبریٰ میں مقدم کا جزء ہے اور نتیجہ دینے کی چاروں شرطیں اس میں پائی جا رہی ہیں، پہلی تین تو ظاہر ہیں اور چوتھی شرط اس لئے کہ جزئین متشارکین یعنی کل ج د اور کل دہ کی ترکیب سے شکل اول بنی جس کے نتیجہ دینے کی دونوں شرطیں یعنی ایجاب صغریٰ اور کلیت کبریٰ موجود ہیں، لہٰذا اس کا نتیجہ ''ج ہ'' نتیجۂ تالیف ہے۔

اس قسم میں نتیجہ نکالنے کا قاعدہ اور ضابطہ یہ ہے کہ صغریٰ کے جزء مشارک کو جزء اول اور نتیجہ تالیف کو جزء ثانی اور کبریٰ کے جزء غیر مشارک کو جزء ثالث بنا کر تینوں جزؤں سے ایک موجبہ منفصلہ مانعۃ الخلو بناؤ تو یہی اس قسم کا نتیجہ ہے، اس قسم کا نتیجہ مانعۃ الخلو اس لئے ہوتا ہے کہ اس میں دونوں مقدمے مانعۃ الخلو یا حقیقیہ ہوتے ہیں، پس ہر ایک کا کوئی نہ کوئی جزء ضرور صادق ہوگا اور اگر صغریٰ کا جزء غیر مشارک صادق ہو تو وہ نتیجہ کا پہلا جزء ہوگا اور اگر جزء مشارک صادق ہو تو اسکے ساتھ اگر کبریٰ کا بھی جزء مشارک صادق ہو تو ان دونوں کا نتیجہ بھی جس کو نتیجہ تالیف کہتے ہیں ضرور صادق ہوگا، اور یہی نتیجہ تالیف نتیجہ کا دوسرا جزء بنے گا۔ اور اگر کبریٰ کا جزء غیر مشارک صادق ہو تو وہ نتیجہ کا تیسرا جزء ہوگا پس نتیجہ ان تینوں جزؤں سے خالی نہ ہوگا۔

وینعقد الاشکال الاربعة الخ اس عبارت سے شارح یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جس طرح قسم اول میں چاروں شکلیں منعقد ہوتی ہیں، اسی طرح اس قسم میں بھی جزئین مشارکین کے اعتبار سے چاروں شکلیں منعقد ہوتی ہیں، اوراس کے نتیجہ دینے کی شرطیں وہی ہیں جو حملیہ کے نتیجہ دینے کی شرطیں ہیں، یعنی جس طرح حملیہ میں شکل اول کے نتیجہ دینے کی شرط یہ ہے کہ صغریٰ موجبہ ہو، اور کبریٰ کلیہ ہو، اسی طرح شرطیہ منفصلہ کی شکل اول کے نتیجہ دینے کی شرط ہے اسی طرح شکل ثانی ثالث اور رابع کے نتیجہ دینے کی شرطیں جو حملیہ میں معتبر ہیں ان ہی شرطوں کا یہاں بھی اعتبار کیا گیا ہے، قیاس اقترانی شرطی جو دو منفصلہ سے مرکب ہو اس کی صرف شکل اول کی مثال پیش کی جارہی ہے، بقیہ اشکال کی مثالیں آپ خود بخود نکال لیں۔ شکل اول کی مثال یہ ہے دائما إما ان یکون العدد زوجا و إما ان یکون فردا (عدد ہمیشہ یا تو جفت ہوگا یا طاق ہوگا) یہ صغریٰ منفصلہ موجبہ کلیہ ہے، و دائما إما أن یکون الزوج زوج الزوج او یکون زوج الفرد، (اور جفت ہمیشہ یا تو جفت کا جفت ہوگا جیسے آٹھ کا عدد یا طاق کا جفت ہوگا جیسے دو کا عدد) یہ کبریٰ منفصلہ موجبہ کلیہ ہے، اور حد اوسط اس میں زوج ہے، اور چونکہ دونوں مقدمے موجبہ کلیہ ہیں، لہٰذا یہ شکل اول کی ضرب اول ہے اور شکل اول کی ضرب اول موجبہ کلیہ نتیجہ دیتی ہے، لہٰذا حد اوسط کو جب گرادیا تو نتیجہ موجبہ کلیہ نکلا، یعنی دائما إما ان یکون العدد زوج الزوج او یکون زوج الفرد او یکون فردا، (عدد ہمیشہ یا تو جفت ہوگا یا طاق کا جفت ہوگا یا طاق ہوگا)

قال اَلْقِسْمُ الثَّالِثُ مَا يَتَرَكَّبُ مِنَ الْحَمْلِيَّةِ وَ الْمُتَّصِلَةِ وَ الْمَطْبُوْعُ مِنْهُ مَا كَانَتِ الْحَمْلِيَّةُ كُبْرىٰ وَ الشِّرْكَةُ مَعَ تَالِي الْمُتَّصِلَةِ وَ نَتِيْجَةُ مُتَّصِلَةٍ مُقَدَّمُهَا مُقَدَّمُ الْمُتَّصِلَةِ وَ تَالِيْهَا نَتِيْجَةُ التَّالِيْفِ بَيْنَ التَّالِيْ وَ الْحَمْلِيَّةِ كَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَ اَب فَجَ دَ وَ كُلُّ دَ هَ يُنْتِجُ كُلَّمَا كَانَ اَب فَكُلُّ جَ هَ وَ يَنْعَقِدُ فِيْهِ الْاَشْكَالُ الْاَرْبَعَةُ وَ الشَّرَائِطُ الْمُعْتَبَرَةُ بَيْنَ الْحَمْلِيَّتَيْنِ مُعْتَبَرَةٌ هٰهُنَا بَيْنَ التَّالِيْ وَ الْحَمْلِيَّةِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! تیسری قسم وہ (قیاس اقترانی شرطی) ہے جو حملیہ اور متصلہ سے مرکب ہو، اوراس کی مطبوع قسم وہ ہے کہ حملیہ کبریٰ ہو اور شرکت متصلہ کی تالی کے ساتھ ہو اور نتیجہ ایسا متصلہ ہوگا جس کا مقدم متصلہ کا مقدم ہوگا، اوراس کی تالی تالی اور حملیہ کے درمیان تالیف کا نتیجہ ہوگا جیسے ہمارا قول کلما کان أب ف ج د و کل ده نتیجہ دے گی، کلما کان أب فکل ج ہ اوراس میں چاروں شکلیں منعقد ہوتی ہیں، اور جو شرائط دو حملیہ کے درمیان معتبر ہیں وہ یہاں تالی اور حملیہ کے درمیان معتبر ہیں۔

اقول اَلْقِسْمُ الثَّالِثُ مِنَ الْاَقْيِسَةِ الشَّرْطِيَّةِ مَا يَتَرَكَّبُ مِنَ الْحَمْلِيَّةِ وَ الْمُتَّصِلَةِ وَ الْحَمْلِيَّةُ فِيْهِ اِمَّا اَنْ تَكُوْنَ صُغْرىٰ اَوْ كُبْرىٰ وَ اَيًّا مَا كَانَ فَالْمُشَارِكُ لَهَا اِمَّا تَالِي الْمُتَّصِلَةِ اَوْ مُقَدَّمُهَا فَهٰذِهٖ اَرْبَعَةُ اَقْسَامٍ اِلَّا اَنَّ الْمَطْبُوْعَ مِنْهَا مَا كَانَتِ الْحَمْلِيَّةُ كُبْرىٰ وَ الشِّرْكَةُ مَعَ تَالِي الْمُتَّصِلَةِ وَ شَرْطُ اِنْتَاجِهٖ اِيْجَابُ الْمُتَّصِلَةِ وَ نَتِيْجَتُهٗ مُتَّصِلَةٌ مُقَدَّمُهَا مُقَدَّمُ الْمُتَّصِلَةِ وَ تَالِيْهَا نَتِيْجَةُ التَّالِيْفِ بَيْنَ التَّالِيْ وَ الْحَمْلِيَّةِ كَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَ اَب فَجَ دَ وَ كُلُّ دَ هَ يُنْتِجُ كُلَّمَا كَانَ اَب فَجَ هَ لِاَنَّهٗ كُلَّمَا صَدَقَ مُقَدَّمُ الْمُتَّصِلَةِ صَدَقَ التَّالِيْ مَعَ الْحَمْلِيَّةِ اَمَّا صِدْقُ التَّالِيْ فَظَاهِرٌ وَ اَمَّا صِدْقُ الْحَمْلِيَّةِ فَلِاَنَّهَا صَادِقَةٌ فِيْ نَفْسِ الْاَمْرِ فَتَكُوْنُ صَادِقَةً عَلىٰ ذٰلِكَ التَّقْدِيْرِ وَ كُلَّمَا صَدَقَ التَّالِيْ مَعَ الْحَمْلِيَّةِ صَدَقَ نَتِيْجَةُ التَّالِيْفِ فَكُلَّمَا صَدَقَ

الْمُقَدَّمُ صَدَق نَتِيجَةُ التَّالِيفِ وَ هُوَ الْمَطْلُوبُ وَ تَنعَقِدُ فِيهِ الْاَشْكَالُ الْاَرْبَعَةُ بِاعْتِبَارِ مُشَارَكَةِ التَّالِي وَ الْحَمْلِيَّةِ وَ الشَّرَائِطُ الْمُعْتَبَرَةُ بَيْنَ الْحَمْلِيَّتَيْنِ مُعْتَبَرَةٌ هٰهُنَا بَيْنَ التَّالِيْ وَالْحَمْلِيَّةِ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اقیسۂ شرطیہ میں سے تیسری قسم وہ (قیاس) ہے جو حملیہ اور متصلہ سے مرکب ہو اور حملیہ اس میں یا تو صغریٰ ہوگا یا کبریٰ اور جونسی بھی صورت ہو متصلہ کا مشارک یا تو متصلہ کا تالی ہوگا یا اس کا مقدم ہوگا، پس یہ چار قسمیں ہیں، جن میں مطبوع قسم وہ ہے کہ حملیہ کبریٰ ہو اور شرکت متصلہ کی تالی کے ساتھ ہو، اور اس کے نتیجہ دینے کی شرط متصلہ کا موجبہ ہونا اور اس کے نتیجہ کا ایسا متصلہ ہونا ہے کہ اس کا مقدم متصلہ کا مقدم ہو اور اس کی تالی تالی اور حملیہ کے درمیان تالیف کا نتیجہ ہوگی جیسے ہمارا قول کلما کان أب فج د و کل د ہ نتیجہ دے گی کلما کان أب فج ہ، اس لئے کہ جب متصلہ کا مقدم صادق ہوگا تو تالی بھی حملیہ کے ساتھ صادق ہوگی، بہرحال تالی کا صادق ہونا تو (وہ) ظاہر ہے، اور بہرحال حملیہ کا صادق ہونا تو اس لئے کہ وہ نفس الامر میں صادق ہے وہ تو اس تقدیر پر بھی صادق ہوگا اور جب تالی حملیہ کے ساتھ صادق ہوگی تو تالیف کا نتیجہ بھی صادق ہوگا، پس جب مقدم صادق ہوگا تو تالیف کا نتیجہ صادق ہوگا اور یہی مطلوب ہے، اور اس میں تالی اور حملیہ کی مشارکت کے اعتبار سے چاروں شکلیں منعقد ہوتی ہیں۔ اور جو شرطیں دو حملیہ کے درمیان معتبر ہیں وہی یہاں تالی اور حملیہ کے درمیان معتبر ہیں۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے قیاس اقترانی شرطی کی تیسری قسم کو بیان کیا ہے، چنانچہ شارح کہتے ہیں کہ تیسری قسم وہ قیاس ہے جو ایک متصلہ اور ایک حملیہ سے مرکب ہو، اور اس قسم کی چار صورتیں ہیں: ۱- حملیہ صغریٰ ہو اور اس کا مشارک متصلہ کا تالی ہو۔ ۲- حملیہ صغریٰ ہو اور اس کا مشارک متصلہ کا مقدم ہو۔ ۳- حملیہ کبریٰ ہو اور اس کا مشارک متصلہ کا تالی ہو۔ ۴- حملیہ کبریٰ ہو اور اس کا مشارک متصلہ کا مقدم ہو، ان چاروں صورتوں میں سے یہاں تیسری صورت مقبول اور قریب بالطبع ہے، اور اس قسم کے نتیجہ دینے کی شرط یہ ہے کہ متصلہ موجبہ ہو، اور اس کا نتیجہ ایسا متصلہ ہوگا کہ اس کا مقدم متصلہ کا مقدم ہوگا اور نتیجہ کی تالی، تالی اور حملیہ کے درمیان تالیف کا نتیجہ ہوگا، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے، جیسے کلما کان أ ب فج د (صغریٰ متصلہ موجبہ کلیہ) و کل د ہ (کبریٰ حملیہ موجبہ کلیہ) اس کا نتیجہ کلما کان أب فج ہ ہے دیکھئے اس قیاس کا نتیجہ ایسا متصلہ ہے کہ اس کا مقدم صغریٰ متصلہ موجبہ کلیہ کا مقدم ہے، اور اس کی تالی تالی اور حملیہ کے درمیان نتیجہ تالیف ہے۔

لانہ کلما صدق الخ — سے شارح نے اس کی دلیل پیش کی ہے کہ نتیجہ اس طرح ہونا اس لئے ضروری ہے کہ جب متصلہ کا مقدم صادق ہوگا تو حملیہ کے ساتھ تالی بھی صادق ہوگی، کیوں کہ نتیجہ میں متصلہ کا مقدم اور اس کی تالی ضرور ہوتی ہے، اور حملیہ اس لئے صادق ہوگا کہ وہ نفس الامر میں تو صادق ہے ہی اور جب متصلہ کی تالی صادق ہوگی تو حملیہ بھی ضرور صادق ہوگا، اور جب متصلہ کی تالی حملیہ کے ساتھ صادق ہوگی تو تالیف کا نتیجہ بھی صادق ہوگا، لہٰذا معلوم ہوا کہ جب مقدم صادق ہوگا تو تالیف کا نتیجہ بھی ضرور صادق ہوگا اور یہی مطلوب و مقصود ہے۔

وتنعقد فيه الاشكال الاربعة الخ اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ جس طرح اقترانی شرطی کی پہلی اور دوسری قسم میں چاروں شکلیں بنتی ہیں اسی طرح تیسری قسم میں بھی متصلہ کی تالی اور حملیہ کی مشارکت کے اعتبار سے چاروں شکلیں بنتی ہیں، اور ان

کے نتیجہ دینے کی شرطیں وہی ہیں جو دو حملیہ کے درمیان ہیں، اس تیسری قسم کی بھی شکل اول کی ایک ضرب کی مثال پیش کرتا ہوں اس پر قیاس کر کے بقیہ اشکال کی مثالیں آپ خود نکال لیں، مثال یہ ہے کلما کان هذا الشئ إنسانًا فهو حيوانٌ (کوئی بھی چیز جب انسان ہوگی تو حیوان ضرور ہوگی) یہ شرطیہ متصلہ موجبہ کلیہ ہے اور صغریٰ ہے و کل حیوانٍ جسمٌ (اور ہر حیوان جسم رکھنے والا ہے) یہ قضیہ حملیہ ہے اور کبریٰ ہے اور حد اوسط اس مثال میں حیوان ہے، جب اس کو ساقط کر دیا تو نتیجہ نکلا، کلما کان هذا الشئ انسانًا کان جسمًا (جب بھی کوئی چیز انسان ہوگی تو جسم دار ہوگی)۔

قَالَ اَلْقِسْمُ الرَّابِعُ مَا يَتَرَكَّبُ مِنَ الْحَمْلِيَّةِ وَ الْمُنْفَصِلَةِ وَ هُوَ عَلٰى قِسْمَيْنِ الْاَوَّلُ اَنْ يَكُوْنَ عَدَدُ الْحَمْلِيَّاتِ بِعَدَدِ اَجْزَاءِ الْاِنْفِصَالِ وَ يُشَارِكُ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا وَاحِدًا مِنْ اَجْزَاءِ الْاِنْفِصَالِ اِمَّا مَعَ اِتِّحَادِ التَّالِيْفِ فِي النَّتِيْجَةِ كَقَوْلِنَا كُلُّ ج اِمَّا ب وَ اِمَّا د وَ اِمَّا ہ وَ كُلُّ ب ط وَ كُلُّ د ط وَ كُلُّ لا ط يُنْتِجُ كُلُّ ج ط لِصِدْقِ وَاحِدٍ مِنْ اَجْزَاءِ الْاِنْفِصَالِ مَعَ مَا يُشَارِكُهُ مِنَ الْحَمْلِيَّةِ وَ اَمَّا مَعَ اخْتِلَافِ التَّالِيْفِ فِي النَّتِيْجَةِ كَقَوْلِنَا كُلُّ ج اِمَّا ب وَ اِمَّا د وَ اِمَّا ہ وَ كُلُّ ب ج وَ كُلُّ د ط وَ كُلُّ ہ ز يُنْتِجُ كُلُّ ج اِمَّا ج وَ اِمَّا ط وَ اِمَّا ز كَمَا مَرَّ الثَّانِيْ اَنْ يَكُوْنَ الْحَمْلِيَّاتُ اَقَلَّ مِنْ اَجْزَاءِ الْاِنْفِصَالِ وَ لْتَكُنِ الْحَمْلِيَّةُ ذَاتَ جُزْءٍ وَاحِدٍ وَالْمُنْفَصِلَةُ ذَاتَ جُزْئَيْنِ وَ الْمُشَارَكَةُ مَعَ اَحَدِهِمَا كَقَوْلِنَا اِمَّا كُلُّ ا ط اَوْ كُلُّ ج ب وَ كُلُّ ب د يُنْتِجُ اِمَّا كُلُّ آ ط اَوْ كُلُّ ج د لِامْتِنَاعِ خُلُوِّ الْوَاقِعِ عَنْ مُقَدَّمَتَيِ التَّالِيْفِ وَ عَنِ الْجُزْءِ الْغَيْرِ الْمُشَارِكِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا! چوتھی قسم وہ (قیاس اقترانی شرطی) ہے جو حملیہ اور منفصلہ سے مرکب ہو اور یہ دو قسم پر ہے، پہلی قسم یہ ہے کہ حملیات کی تعداد انفصال کے اجزاء کی تعداد کے برابر ہو، اور اجزاء انفصال میں سے ہر ایک ان دونوں میں سے ہر ایک کا مشارک ہو نتیجہ میں تالیف کے اتحاد کے ساتھ۔ جیسے ہمارا قول کل ج إما ب وإما ہ و کل ب ط و کل لا ط نتیجہ دے گی کل ج ط، اجزاء انفصال میں سے ہر ایک کے اس حملیہ کے ساتھ صادق ہونے کی وجہ سے جو اس کا مشارک ہے، یا نتیجہ میں تالیف کے اختلاف کے ساتھ جیسے ہمارا قول کل ج إما ب وإما د و إما ہ. و کل ب ج و کل دط و کل ہز، نتیجہ دے گی کل ج إماج و إما ط وإما ز، مثلاً حملیہ کا ایک جزء ہو اور منفصلہ کے دو جزء ہوں، اور ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ مشارکت ہو، جیسے ہمارا قول إما کل أ ط او کل ج ب و کل بد، نتیجہ دے گی، إما کل أ ط او کل ج د اس لئے کہ تالیف کے دونوں مقدمے سے اور جزء غیر مشارک سے واقع کا خالی ہونا ممتنع ہے۔

اَقُوْلُ رَابِعُ الْاَقْسَامِ مَا يَتَرَكَّبُ مِنَ الْحَمْلِيَّةِ وَ الْمُنْفَصِلَةِ وَ هُوَ قِسْمَانِ لِاَنَّ الْحَمْلِيَّاتِ اِمَّا اَنْ تَكُوْنَ بِعَدَدِ اَجْزَاءِ الْاِنْفِصَالِ اَوْ تَكُوْنَ اَقَلَّ مِنْهُمَا وَ هٰذِهِ الْقِسْمَةُ لَيْسَتْ بِحَاصِرَةٍ لِجَوَازِ كَوْنِهَا اَكْثَرَ عَدَدًا مِنْ اَجْزَاءِ الْاِنْفِصَالِ الْاَوَّلُ اَنْ تَكُوْنَ الْحَمْلِيَّاتُ بِعَدَدِ اَجْزَاءِ الْاِنْفِصَالِ وَلْنَفْرِضْ اَنَّ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنَ الْحَمْلِيَّاتِ يُشَارِكُ جُزْءً وَاحِدًا مِنْ اَجْزَاءِ الْاِنْفِصَالِ وَ حِيْنَئِذٍ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ التَّالِيْفَاتُ بَيْنَ الْحَمْلِيَّاتِ وَ اَجْزَاءُ الْاِنْفِصَالِ مُتَّحِدَةٌ فِي النَّتِيْجَةِ اَوْ مُخْتَلِفَةٌ فِيْهَا اَمَّا اِذَا كَانَتْ نَتَائِجُ التَّالِيْفَاتِ وَاحِدَةً فَهُوَ الْقِيَاسُ الْمُنْقَسِمُ وَ شَرْطُهُ اَنْ يَكُوْنَ الْمُنْفَصِلَةُ مُوْجَبَةً كُلِّيَّةً مَانِعَةَ الْخُلُوِّ اَوْ حَقِيْقِيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ ج اِمَّا

بَ وَ اِمَّا دَ وَ اِمَّا ہَ وَ کُلُّ بَ طَ وَ کُلُّ دَ طَ وَ کُلُّ طَ یُنْتِجُ کُلُّ جَ طَ لِاَنَّہُ لَابُدَّ مِنْ صِدْقِ اَحَدِ اَجْزَاءِ الْاِنْفِصَالِ وَ الْحَمْلِیَّاتِ صَادِقَۃٌ فِیْ نَفْسِ الْاَمْرِ فَاَیُّ جُزْءٍ یُفْرَضُ صِدْقُہٗ مِنْ اَجْزَاءِ الْمُنْفَصِلَۃِ یَصْدُقُ مَعَ مَا یُشَارِکُہٗ مِنَ الْحَمْلِیَّاتِ وَ یُنْتِجُ النَّتِیْجَۃَ الْمَطْلُوْبَۃَ وَ اَمَّا اِذَا کَانَتْ نَتَائِجُ التَّالِیْفَاتِ مُخْتَلِفَۃً وَھُوَ الْقِیَاسُ الْغَیْرُ الْمُنْقَسِمِ فَلْیَکُنْ الْمُنْفَصِلَۃُ مَانِعَۃَ الْخُلُوِّ کَقَوْلِنَا کُلُّ جَ اِمَّا بَ وَ اِمَّا دَ وَاِمَّا ہَ وَ کُلُّ بَ جَ وَ کُلُّ دَ طَ وَ کُلُّ ہَ زَ یُنْتِجُ کُلُّ جَ اِمَّا جَ وَاِمَّا طَ وَ اِمَّا زَ کَمَا مَرَّ مِنْ وَجُوْبِ صِدْقِ اَحَدِ اَجْزَاءِ الْمُنْفَصِلَۃِ مَعَ مَا یُشَارِکُہٗ مِنَ الْحَمْلِیَّاتِ وَ الثَّانِیْ اَنْ یَکُوْنَ الْحَمْلِیَّاتِ اَقَلَّ مِنْ اَجْزَاءِ الْاِنْفِصَالِ وَ لْنَفْرِضِ الْحَمْلِیَّۃَ وَاحِدَۃً وَ الْمُنْفَصِلَۃَ ذَاتَ جُزْئَیْنِ وَ مَانِعَۃَ الْخُلُوِّ وَ مُشَارِکَۃَ الْحَمْلِیَّۃِ مَعَ اَحَدِھِمَا کَقَوْلِنَا اِمَّا کُلُّ اَ طَ اَوْ کُلُّ جَ بَ وَ کُلُّ بَ دَ یُنْتِجُ اِمَّا کُلُّ اَطَ اَوْ کُلُّ جَ دَ لِاَنَّ الْمُنْفَصِلَۃَ کَمَا کَانَتْ مَانِعَۃَ الْخُلُوِّ وَجَبَ صِدْقُ اَحَدِ جُزْئَیْھَا فَالْوَاقِعُ مِنْھُمَا اِمَّا الْجُزْءُ الْغَیْرِ الْمُشَارِکِ وَھُوَ اَحَدُ جُزْئَیِ النَّتِیْجَۃِ اَوِ الْجُزْءُ الْمُشَارِکُ فَیَصْدُقُ مَعَ الْحَمْلِیَّۃِ وَ ھُمَا مُقَدَّمَتَا التَّالِیْفِ فَیَصْدُقُ نَتِیْجَۃُ التَّالِیْفِ وَھِیَ الْجُزْءُ الْاٰخِیْرُ مِنَ النَّتِیْجَۃِ فَالْوَاقِعُ لَا یَخْلُوْ عَنْ جُزْئَیْھَا

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ چوتھی قسم وہ (قیاس) ہے جو حملیہ اور منفصلہ سے مرکب ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں، اس لئے کہ حملیات یا انفصال کے اجزاء کی تعداد کے برابر ہوں گی یا ان سے کم ہوں گی، اور یہ تقسیم (ان ہی دونوں میں) منحصر نہیں ہے، کیوں کہ حملیات کی تعداد کا انفصال کے اجزاء کی تعداد سے زیادہ ہونا ممکن ہے، اول یہ ہے کہ حملیات (کی تعداد) انفصال کے اجزاء کی تعداد کے برابر ہو، اور اب ہم فرض کرتے ہیں کہ حملیات میں سے ہر ایک اجزاء انفصال میں سے ایک ایک جزء کا مشارک ہے اور اس وقت حملیات اور اجزاء انفصال میں تالیفات نتیجہ میں متحد ہوں گی، یا اس میں مختلف ہوں گی، بہرحال جب کہ تالیفات کے نتائج متحد ہوں تو یہ قیاس منقسم ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ منفصلہ موجبہ کلیہ مانعۃ الخلو یا حقیقہ ہو، جیسے ہمارا قول کل ج إما ب وإما د وإما ہ وکل ب ط وکل د ط وکل ہ ط نتیجہ دیگی کل ج ط، اس لئے کہ انفصال کے اجزاء میں سے کسی ایک کا صادق ہونا ضروری ہے، اور حملیات نفس الامر میں صادق ہیں، تو منفصلہ کے اجزاء میں سے جس کا صدق فرض کیا جائے وہ حملیات کے ساتھ صادق ہوگا جو اس کا مشارک ہے، اور نتیجہ مطلوبہ کا نتیجہ دے گا، اور بہرحال جب کہ تالیفات کے نتائج مختلف ہوں، اور یہی قیاس غیر منقسم ہے، تو منفصلہ مانعۃ الخلو ہوگا جیسے ہمارا قول کل ج إما ب وإما د وإما ہ وکل ب ج وکل دط وکل ہ ز نتیجہ دے گا، کل ج إما ج وإما ط وإما ز، جیسا کہ گزر چکا ہے کہ اجزاء منفصلہ میں سے ایک کا اس حملیہ کے ساتھ صادق ہونا ضروری ہے جو اس کا مشارک ہے۔ اور دوسری (قسم) یہ ہے کہ حملیات انفصال کے اجزاء سے کم ہوں، اور ہم فرض کرتے ہیں کہ حملیہ ایک ہے اور منفصلہ دو جزؤں والا ہے اور مانعۃ الخلو ہے اور حملیہ کی مشارکت ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ ہے جیسے ہمارا قول إما کل أ ط او کل ج ب وکل ب د نتیجہ دے گا إما کل أط او کل ج د، اس لئے کہ منفصلہ جب مانعۃ الخلو ہے تو اس کے جزئین میں سے کسی ایک کا صادق ہونا ضروری ہے، اب واقع ان میں سے یا تو جزء غیر مشارک ہوگا اور وہی نتیجہ کا ایک جزء ہے، یا جزء مشارک ہوگا تو وہ حملیہ کے ساتھ صادق ہوگا اور یہ دونوں تالیف کے دو مقدمے ہیں، پس نتیجہ تالیف بھی صادق ہوگا، اور وہی نتیجہ کا آخری جزء ہے، پس اس کے جزئین سے واقع خالی نہ ہوگا۔

تشریح: یہاں سے قیاس اقترانی شرطی کی چوتھی قسم کو بیان کیا گیا ہے، چنانچہ شارحؒ فرماتے ہیں کہ قیاس اقترانی شرطی کی چوتھی قسم وہ قیاس ہے جو حملیہ اور منفصلہ سے مرکب ہو، اس کی دو قسمیں ہیں (۱) حملیات کی تعداد انفصال کے اجزاء کی تعداد کے برابر ہو، (۲) ان سے کم ہو، اور جب اول ہو اور حملیات میں سے ہر ایک اجزاء انفصال میں سے ہر ایک کا مشارک ہو تو اس کی دو ضربیں ہیں ایک یا تو تالیفات حملیات اور اجزاء انفصال کے درمیان متحدۃ النتیجہ ہوں گی یا مختلف، اگر نتائج تالیف متحد ہوں تو اس کو قیاس منقسم کہا جاتا ہے، اور اس کے نتیجہ دینے کی دو شرطیں ہیں (۱) منفصلہ موجبہ کلیہ مانعۃ الخلو یا حقیقیہ ہو (۲) اجزاء انفصال اور حملیات تالیف منتج پر مشتمل ہوں، اس کا نتیجہ صرف ایک حملیہ ہوتا ہے، کیوں کہ اس میں منفصلہ مانعۃ الخلو یا حقیقیہ ہوگا اور اس کا کوئی نہ کوئی جزء ضرور صادق ہوگا، اور حملیات میں سے جو اس جزء کا مشارک ہے وہ بھی ضرور صادق ہوگا تو ان دونوں کا نتیجہ تالیف بھی ضرور صادق ہوگا، اس کو مثال سے سمجھئے، جیسے کل ج إما ب وإما د وإما ہ (صغریٰ منفصلہ موجبہ کلیہ) و کل ب ط و کل د ط و کل ہ ط (کبریٰ حملیہ) اس کا نتیجہ صرف ایک حملیہ کل ج ط ہوگا۔

وهذه القسمة الخ اس عبارت میں شارح نے ماتن پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ ماتن نے اس کی صرف دو ہی صورتیں بیان کی ہے حالانکہ ایک تیسری قسم بھی ہے وہ یہ ہے کہ حملیات کی تعداد انفصال کے اجزاء سے زائد ہو، لیکن ماتن نے دو ہی قسم بیان کیں جس سے معلوم ہوتا ہے یہ دو ہی قسموں پر منحصر ہے، حالانکہ یہ دو ہی پر منحصر نہیں ہے؟

وأما إذا كانت نتائج التاليفات الخ اس عبارت میں شارح نے چوتھی قسم کی پہلی قسم کی دوسری صورت کو بیان کیا ہے، وہ یہ ہے کہ حملیات میں سے ہر ایک اجزاء انفصال میں سے ہر ایک کا مشارک ہو اور اجزاء انفصال کی اور حملیات کے نتائج مختلف ہوں، تو اس کو قیاس غیر منقسم کہا جاتا ہے، اس کے نتیجہ دینے کی بھی دو شرطیں ہیں: ۱- جو منفصلہ اس میں مستعمل ہو اس کا موجبہ کلیہ مانعۃ الخلو ہونا ۲- اجزاء انفصال اور حملیات کا تالیف منتج پر مشتمل ہونا، اس کا نتیجہ منفصلہ ہوتا ہے، اس لئے کہ اس میں منفصلہ مانعۃ الخلو ہوتا ہے تو اس کا کوئی نہ کوئی جزء صادق ہوگا اور حملیات میں سے جو اس جزء کا مشارک ہو وہ بھی ضرور صادق ہوگا پس ان دونوں کا نتیجہ تالیف بھی ضرور صادق ہوگا اور یہاں چوں کہ نتائج تالیفات مختلف ہیں اس لئے اس قیاس کا نتیجہ ان نتائج تالیفات سے خالی نہ ہوگا، اس کی مثال یہ ہے کل ج إما ب وإما د وإما ہ (صغریٰ) و کل ب ج و کل د ط و کل ہ ز (کبریٰ) اس کا نتیجہ قضیہ منفصلہ کل ج إما ج وإما ط وإما ز ہوگا۔

والثانی ان یکون الحملیات الخ اس عبارت میں شارح نے چوتھی قسم کی دوسری قسم کو بیان کیا ہے، وہ یہ ہے کہ حملیات انفصال کے اجزاء سے کم ہوں مثال کے طور پر حملیہ ایک ہے اور منفصلہ دو جزء والا ہے، ایک مانعۃ الخلو دوم حملیہ کی مشارکت ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ تو اس کا منفصلہ ہوگا کیوں کہ اس میں منفصلہ مانعۃ الخلو ہوتا ہے، تو اس کے جزئین میں سے کوئی نہ کوئی ضرور صادق ہوگا، پس واقع یا تو جزء غیر مشارک ہوگا اور یہی نتیجہ کا جزء ہے یا جزء مشارک ہوگا تو وہ حملیہ کے ساتھ صادق ہوگا اور یہ دونوں تالیف کے دو مقدمے ہیں تو نتیجہ تالیف بھی ضرور صادق ہوگا، اور یہی نتیجہ کا آخری جزء ہے، تو اس قیاس کا نتیجہ اس کے جزئین سے خالی نہ ہوگا، اس کی مثال یہ ہے کل أ ط او کل ج ب (صغریٰ) و کل ج ب و کل ب د (کبریٰ) اس کا نتیجہ إما کل أ ط او کل ج د ہوگا۔

قَالَ اَلْقِسْمُ الْخَامِسُ مَا يَتَرَكَّبُ مِنَ الْمُتَّصِلَةِ وَ الْمُنْفَصِلَةِ وَ الْاِشْتِرَاكِ اِمَّا فِيْ جُزْءٍ تَامٍّ مِنَ

الْمُقَدِّمَتَيْنِ اَوْ غَيْرِ تَامٍّ مِنْهُمَا وَ كَيْفَمَا كَانَ فَالْمَطْبُوْعُ مِنْهُ مَا تَكُوْنُ الْمُتَّصِلَةُ صُغْرىٰ وَ الْمُنْفَصِلَةُ كُبْرىٰ مُوْجَبَةً مِثَالُ الْاَوَّلِ قَوْلُنَا كُلَّمَا كَانَ ا ب فَجَ دَ وَ دَائِمًا اِمَّا كُلُّ ج د ا وَ ہ ز مَانِعَةَ الْجَمْعِ يُنْتِجُ دَائِمًا اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ ا بَا وَ ہ ز مَانِعَةَ الْجَمْعِ لِاسْتِلْزَامِ امْتِنَاعِ الْاِجْتِمَاعِ مَعَ اللَّازِمِ دَائِمًا اَوْ فِي الْجُمْلَةِ امْتِنَاعُهُ مَعَ الْمَلْزُوْمِ دَائِمًا اَوْ فِي الْجُمْلَةِ وَ مَانِعَةَ الْخُلُوِّ يُنْتِجُ قَدْ يَكُوْنُ اِذَا لَمْ يَكُنْ ا ب فَہ ز لِاسْتِلْزَامِ نَقِيْضِ الْاَوْسَطِ لِلطَّرَفَيْنِ اِسْتِلْزَامًا كُلِّيًّا وَ اِسْتِلْزَامُ ذٰلِكَ الْمَطْلُوْبِ مِنَ الثَّالِثِ وَ مِثَالُ الثَّانِيْ كُلَّمَا كَانَ ا ب فَجَ دَ وَ دَائِمًا اِمَّا كُلُّ د ہ اَوْ د ز مَانِعَةَ الْخُلُوِّ يُنْتِجُ كُلَّمَا كَانَ اَب فَاِمَّا كُلُّ ج ہ اَوْ ذ ز.

ترجمہ: ماتن نے کہا: پانچویں قسم وہ (قیاس اقترانی شرطی) ہے جو متصلہ اور منفصلہ سے مرکب ہو اور اشتراک یا تو مقدمتین کے جزء تام میں ہوگا یا غیر تام میں ہوگا، جو بھی ہو اس میں مطبوع قسم وہ ہے کہ متصلہ صغریٰ ہو اور منفصلہ موجبہ کبریٰ ہو اول کی مثال ہمارا قول كلما كان أب فج د و دائمًا إما كل ج د او ہ ز مانعۃ الجمع کی صورت میں ہے نتیجہ دے گا دائمًا إما ان يكون أ ب او ہ ز مانعة الجمع کیوں کہ لازم کے ساتھ امتناع اجتماع کا استلزام دائماً یا فی الجملہ، ملزوم کے ساتھ دائماً یا فی الجملہ امتناع اجتماع کو مستلزم ہے، اور مانعۃ الخلو کا نتیجہ قد يكون إذا لم يكن أب فہ ز ہوگا، کیوں کہ طرفین کے لئے اوسط کی نقیض کا استلزام کلی ہوتا ہے، اور اس کا مطلوب کو مستلزم ہونا شکل ثالث سے ہے، اور ثانی کی مثال كلما كان أب فج د و دائمًا إما كل د ہ اور دز، مانعۃ الخلو کی صورت میں اس کا نتیجہ كلما كان أب فاما كل ج ہ او ذ ز ہوگا۔

اَقُوْلُ آخِرُ اَقْسَامِ الْاِقْتِرَانِيَّاتِ الشَّرْطِيَّةِ مَا يَتَرَكَّبُ مِنَ الْمُتَّصِلَةِ وَ الْمُنْفَصِلَةِ وَ الشَّرْكَةُ بَيْنَهُمَا اِمَّا فِيْ جُزْءٍ تَامٍّ مِنْهُمَا اَوْ فِيْ جُزْءٍ غَيْرِ تَامٍّ مِنْهُمَا اَوْ فِيْ جُزْءٍ تَامٍّ مِنْ اِحْدٰهُمَا غَيْرِ تَامٍّ مِنَ الْاُخْرىٰ فَهٰذِهٖ اَقْسَامٌ ثَلٰثَةٌ اقْتَصَرَ الْمُصَنِّفُ عَلَى الْقِسْمَيْنِ الْاَوَّلَيْنِ وَ كُلٌّ مِنْهُمَا يَنْقَسِمُ اِلىٰ قِسْمَيْنِ لِاَنَّ الْمُتَّصِلَةَ فِيْهِمَا اِمَّا اَنْ تَكُوْنَ صُغْرىٰ اَوْ كُبْرىٰ لٰكِنَّ الْمَطْبُوْعَ مِنْهُمَا مَا تَكُوْنُ الْمُتَّصِلَةُ صُغْرىٰ وَ الْمُنْفَصِلَةُ مُوْجَبَةً كُبْرىٰ اَمَّا الْاَوَّلُ وَهُوَ مَا يَكُوْنُ الشَّرْكَةُ فِيْ جُزْءٍ تَامٍّ مِنَ الْمُقَدِّمَتَيْنِ فَالْمُنْفَصِلَةُ اِمَّا مَانِعَةُ الْجَمْعِ اَوْ مَانِعَةُ الْخُلُوِّ فَاِنْ كَانَتْ مَانِعَةَ الْجَمْعِ كَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَ اَب فَجَ دَ وَ دَائِمًا اَوْ قَدْ يَكُوْنُ اِمَّا ج د اَوْ ہ ز مَانِعَةَ الْجَمْعِ يُنْتِجُ دَائِمًا اَوْ قَدْ يَكُوْنُ اِمَّا اَب اَوْ ہ ز لِاَنَّ ج د لَازِمٌ لِّا ب وَ ہ ز مُمْتَنِعُ الْاِجْتِمَاعِ مَعَ ج د كُلِّيًّا فَاِنْ كَانَ اَوْ جُزْئِيًّا فَيَكُوْنُ ہ ز مُمْتَنِعَ الْاِجْتِمَاعِ مَعَ ا ب كَذٰلِكَ لِاَنَّ امْتِنَاعَ الْاِجْتِمَاعِ مَعَ اللَّازِمِ دَائِمًا اَوْ فِي الْجُمْلَةِ يَسْتَلْزِمُ امْتِنَاعَ الْاِجْتِمَاعِ مَعَ الْمَلْزُوْمِ دَائِمًا اَوْ فِي الْجُمْلَةِ وَاِنْ كَانَتْ مَانِعَةَ الْخُلُوِّ كَمَا فِي الْمِثَالِ الْمَذْكُوْرِ يُنْتِجُ قَدْ يَكُوْنُ اِذَا لَمْ يَكُنْ اَب فَہ ز لِاَنَّ نَقِيْضَ الْاَوْسَطِ وَهُوَ نَقِيْضُ ج د يَسْتَلْزِمُ طَرَفَيِ النَّتِيْجَةِ اَعْنِيْ نَقِيْضَ ا ب وَ عَيْنَ ہ ز اَمَّا اَنَّهٗ يَسْتَلْزِمُ نَقِيْضَ اَب فَلِاَنَّ النَّقِيْضَ اللَّازِمِ يَسْتَلْزِمُ نَقِيْضَ الْمَلْزُوْمِ وَ اَمَّا اَنَّهٗ يَسْتَلْزِمُ عَيْنَ ہ ز فَلِمَنْعِ الْخُلُوِّ بَيْنَ ج د وَ ہ ز فَكُلُّ اَمْرَيْنِ بَيْنَهُمَا مَنْعُ الْخُلُوِّ يَسْتَلْزِمُ نَقِيْضُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَيْنَ الْاٰخَرِ عَلىٰ مَا مَرَّ فِيْ تَلَازُمِ الشَّرْطِيَّاتِ وَ اِذَا اسْتَلْزَمَ نَقِيْضُ الْاَوْسَطِ لِلطَّرَفَيْنِ اَنْتَجَ مِنَ الشَّكْلِ الثَّالِثِ اَنَّ نَقِيْضَ ا ب قَدْ

يَسْتَلْزِمُ عَيْنَ ه ز وَهُوَ الْمَقْصُوْدُ وَاَمَّا الثَّانِيْ وَهُوَ مَا يَكُوْنُ الشِّرْكَةُ فِيْ جُزْءٍ غَيْرِ تَامٍّ مِنَ الْمُقَدَّمَتَيْنِ وَ لْتَكُنِ الْمُنْفَصِلَةُ مَانِعَةَ الْخُلُوِّ فَكَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَ اَب فَكُلُّ ج د وَ دَائِمًا اِمَّا كُلُّ د ه اَوْ د ز يُنْتِجُ كُلَّمَا كَانَ اَب فَاِمَّا كُلُّ ج ه اَوْ د ز لِاَنَّهٗ كُلَّمَا فُرِضَ اَب كَانَ ج د فَالْوَاقِعُ حِيْنَئِذٍ مِنَ الْمُنْفَصِلَةِ اِمَّا كُلُّ د ه اَوْ د ز فَاِنْ كَانَ د ه فَالْوَاقِعُ عَلٰى تَقْدِيْرِ اَب كُلُّ ج د وَ كُلُّ د ه هُمَا يَسْتَلْزِمَانِ كُلُّ ج ه وَ اِنْ كَانَ د ز فَعَلٰى تَقْدِيْرِ اَب يَكُوْنُ الْوَاقِعُ اِمَّا كُلُّ ج ه اَوْ د ز وَهُوَ الْمَطْلُوْبُ هٰذَا كَلَامٌ اِجْمَالِيٌّ فِي الْاِقْتِرَانِيَّاتِ الشَّرْطِيَّةِ وَاَمَّا بَيَانُ تَفَاصِيْلِهَا فَهُوَ مِمَّا لَا يَلِيْقُ بِالْمُخْتَصَرَاتِ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اقترانیات شرطیہ کی آخری قسم وہ (قیاس) ہے جو متصلہ اور منفصلہ سے مرکب ہو، اور شرکت ان دونوں کے درمیان یا تو ان دونوں کے جزء تام میں ہوگی یا ان کے جزء غیر تام میں ہوگی یا ان میں سے ایک کے جزء تام میں اور دوسرے کے جزء غیر تام میں ہوگی پس یہ تین قسمیں ہیں، مصنف نے پہلی دو قسموں پر اکتفا کیا ہے، اور ان دونوں میں سے ہر ایک دو قسموں کی طرف منقسم ہوتا ہے، اس لئے کہ متصلہ ان دونوں میں یا تو صغریٰ ہوگا یا کبریٰ، لیکن ان میں سے مطبوع قسم وہ ہے کہ متصلہ صغریٰ ہو اور منفصلہ موجبہ کبریٰ ہو، اور بہر حال اول اور وہ یہ ہے کہ شرکت مقدمتین کے جزء تام میں تو منفصلہ یا تو مانعۃ الجمع ہوگا یا مانعۃ الخلو ہوگا پس اگر مانعۃ الجمع ہو جیسے ہمارا قول کلما کان أب فج د ودائمًا او قد یکون إما ج د او ہ ز مانعۃ الجمع ہے، نتیجہ دے گا دائمًا او قد یکون إما أب او ہ ز کیوں کہ ج د أب کے لئے لازم ہے، اور ہ ز ممتنع الاجتماع ہے ج د کے ساتھ کلی ہو یا جزئی، پس ہ ز (بھی) اسی طرح أ ب کے ساتھ ممتنع الاجتماع ہوگا اس لئے کہ لازم کے ساتھ دائمًا یا فی الجملہ اجتماع کا ممتنع ہونا ملزوم کے ساتھ دائمًا یا فی الجملہ اجتماع کے ممتنع ہونے کو مستلزم ہے، اور اگر مانعۃ الخلو ہو جیسا کہ مثال مذکور میں ہے، تو نتیجہ قد یکون إذا لم یکن أ ب فہ ز ہوگا، اس لئے کہ اوسط کی نقیض یعنی ج د کی نقیض نتیجہ کی دونوں طرفوں یعنی أب کی نقیض اور ہ ز کے عین کو مستلزم ہے، اور بہر حال یہ ہے کہ وہ أب کی نقیض کو مستلزم ہے تو اس لئے کہ لازم کی نقیض ملزوم کی نقیض کو مستلزم ہوتی ہے، اور بہر حال یہ کہ وہ ہ ز کے عین کو مستلزم ہے تو اس لئے کہ ج د اور ہ ز کے درمیان مانعۃ الخلو ہے پس ہر ایسے دو امر جن میں مانعۃ الخلو ہو ان میں سے ہر ایک کی نقیض آخر کے عین کو مستلزم ہوگی جیسا کہ تلازم شرطیات میں گزر چکا، اور جب اوسط کی نقیض طرفین کو مستلزم ہوئی تو نتیجہ شکل ثالث سے یہ ہوگا کہ أب کی نقیض کبھی ہ ز کے عین کو مستلزم ہوتی ہے اور یہی مطلوب ہے۔ اور بہر حال دوسری (قسم) اور وہ یہ ہے کہ شرکت مقدمتین کے جزء غیر تام میں ہو تو منفصلہ مانعۃ الخلو ہوگا جیسے ہمارا قول کلما کان أب فکل ج د اور دائمًا إما کل د ہ او د ز، نتیجہ کلما کان أب فاما کل ج ہ او د ز ہوگا، اس لئے کہ جس کو أب فرض کیا جائے وہ ج د ہوگا، تو منفصلہ کا جزء واقع اس وقت إما کل د ہ او د ز ہوگا پس اگر وہ د ہ ہو تو أب کی تقدیر پر کل ج د اور کل د ہ ہوگا، اور یہ دونوں کل ج ہ کو مستلزم ہیں، اور اگر د ز ہو تو أب کی تقدیر پر (جزء) واقع إما کل ج ہ او د ز ہوگا اور یہی مطلوب ہے، یہ اقترانیات شرطیہ کے سلسلے میں اجمالی گفتگو ہے اور بہر حال ان کے تفاصیل کو بیان کرنا تو یہ مختصر کتابوں کے مناسب نہیں ہے۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے قیاس اقترانی شرطی کی پانچویں قسم کو بیان کیا ہے، شارح کہتے ہیں کہ قیاس اقترانی شرطی کی پانچویں

قسم وہ قیاس ہے جو متصلہ اور منفصلہ سے مرکب ہو اور اس کی تین صورتیں ہیں: ۱-جس میں حد اوسط مقدمتین کے جزء تام میں شریک ہو۔ ۲-مقدمتین کے جزء غیر تام میں شریک ہو۔ ۳-ایک کے جزء تام میں شریک ہو اور دوسرے کے جزء غیر تام میں شریک ہو۔

اقتصر المص شارح یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مصنفؒ نے ان میں سے پہلی دو قسم ہی پر اکتفا کیا ہے اور ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں: ۱-ان دونوں میں متصلہ یا تو صغریٰ ہوگا۔ ۲-یا کبریٰ ہوگا لیکن یہاں ان دونوں میں سے مقبول اور مطبوع وہ قسم ہے جس میں متصلہ صغریٰ ہو اور منفصلہ موجبہ کبریٰ ہو، اور پہلی قسم یعنی جس میں شریک مقدمتین کے جزء تام میں ہو اس کی دو صورتیں ہیں: ۱-منفصلہ کا مانعۃ الجمع ہونا۔ ۲-منفصلہ کا مانعۃ الخلو ہونا، اگر منفصلہ مانعۃ الجمع ہو تو اس کا نتیجہ مانعۃ الجمع ہوگا جیسے کلما کان أ ب فج د (صغریٰ متصلہ موجبہ کلیہ ہے) و دائمًا او قد یکون إما ج د او ہ (کبریٰ منفصلہ مانعۃ الجمع ہے) اس کا نتیجہ مانعۃ الجمع ہوگا یعنی دائمًا او قد یکون إما أب او ہ ز، اس لئے کہ ج د أ ب کے لئے لازم ہے، اور ہ ز کا ج د کے ساتھ جمع ہونا ممتنع ہے، تو ہ ز کا اجتماع بھی أ ب کے ساتھ ممتنع ہے کیوں کہ لازم کے ساتھ دائمًا یا فی الجملہ اجتماع کا ممتنع ہونا ملزوم کے ساتھ دائمًا یا فی الجملہ اجتماع کے ممتنع ہونے کو مستلزم ہے، اس کی واضح اور سہل مثال ذکر کرتا ہوں غور سے دیکھئے اور وہ مثال یہ ہے کلما کانت الشمس طالعة کان النهار موجودًا (صغریٰ) و دائمًا قد یکون النهار موجودًا او البدر لامعًا (کبریٰ) اس کا نتیجہ قد یکون إما ان یکون الشمس طالعة او یکون البدر لامعًا، یہ نتیجہ اس وجہ سے ہوگا کہ طلوع شمس کے لیے وجود نہار لازم ہے اور لمعان بدر کا اجتماع وجود نہار کے ساتھ ممتنع ہے تو طلوع شمس کے ساتھ لمعان بدر کا اجتماع ممتنع ہے، اس لئے کہ لازم کے ساتھ دائمًا یا فی الجملہ اجتماع کا ممتنع ہونا ملزوم کے ساتھ دائمًا یا فی الجملہ اجتماع کے ممتنع ہونے کو مستلزم ہے، اور اگر منفصلہ مانعۃ الخلو ہو جیسے کلما کان أ ب فج د (صغریٰ متصلہ موجبہ کلیہ) و دائمًا قد یکون إما ج د او ہ ز اس میں حد اوسط ج د ہے اس کو گرانے کے بعد نتیجہ نکلا قد یکون إذا لم یکن أب فہ ز، مانعۃ الخلو کی صورت میں یہ نتیجہ اس وجہ سے آیا کہ حد اوسط یعنی ج د کی نقیض نتیجہ کی دونوں طرفوں أب کی نقیض یعنی لم یکن أب اور ہ ز کے عین کو مستلزم ہے، حد اوسط کی نقیض أ ب کی نقیض تو اس وجہ سے مستلزم ہے کہ لازم کی نقیض ملزوم کی نقیض کو مستلزم ہوتی ہے اور ہ ز کے عین کو مستلزم ہونا تو اس وجہ سے ہے کہ ج د اور ہ ز کے درمیان مانعۃ الخلو ہے، اور ہر ایسے دو امر جن کے درمیان مانعۃ الخلو ہو ان میں سے ایک کی نقیض دوسرے کے عین کو مستلزم ہوتی ہے جیسا کہ تلازم شرطیات میں اس کا بیان گزر چکا ہے، اور جب حد اوسط کی نقیض طرفین کو مستلزم ہوئی تو شکل ثالث سے نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ أ ب کی نقیض کبھی ہ ز کے عین کو مستلزم ہوتی ہے اور یہی ہمارا مطلوب و مقصود ہے، شکل ثالث اس طرح ہوگی کلما تحقق نقیض الاوسط تحقق طرف الاول من النتیجة یعنی لیس أ ب (صغریٰ) و کلما تحقق نقیض الاوسط تحقق الطرف الآخر یعنی ہ ز (کبریٰ) دیکھئے یہ شکل ثالث ہے اس لئے کہ حد اوسط میں دونوں جگہ مقدم کی جگہ ہے اور شکل ثالث کا نتیجہ کلیہ نہیں آتا ہے بلکہ جزئیہ آتا ہے، لہٰذا نتیجہ ہوگا قد یکون إذا لم یکن أب فہ ز۔

وأما الثانی الخ اس عبارت میں شارح نے قیاس اقترانی شرطی کی پانچویں قسم کی دوسری صورت کو بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حد اوسط دونوں مقدموں کے جزء غیر تام میں شریک ہو اور اس صورت میں منفصلہ مانعۃ الخلو ہوگا جیسے کلما کان أ ب فکل ج د (صغریٰ) و دائمًا إما کل دہ اور د ز (کبریٰ) دیکھئے حد اوسط اس میں "د" ہے جو صغریٰ میں تالی کا جزء ہے، اور کبریٰ میں

مقدم کا جزء ہے، جب اس کو گرا دیا تو نتیجہ نکلا کلما کان أب فاما کل ج ہ اور دز، یہ نتیجہ اس وجہ سے آیا کہ جس کو أب فرض کیا جائے تو وہ ج د بھی ہوگا، تو منفصلہ کا جزء واقع اس وقت یا تو کل د ہ ہوگا یا د ز ہوگا اور اگر منفصلہ کا جزء واقع د ہ ہو تو واقع أب کی تقدیر پر کل ج د اور کل د ہ ہوگا، اور یہ دونوں کل ج ہ کو مستلزم ہیں، اور اگر منفصلہ کا جزء واقع د ز ہو تو واقع أب کی تقدیر پر اِما کل ج ہ ہوگا یا دز اور یہی ہمارا مطلوب ہے۔

هٰذا كلام اجمالي الخ سے شارح یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اقترانی شرطی کے سلسلے میں جو کچھ یہاں بیان کیا گیا ہے یہ اجمالی گفتگو ہے اس کے سلسلے میں تفصیلی گفتگو بڑی بڑی کتاب کے مناسب ہے اور یہ بہت ہی مختصر کتاب ہے اس لئے میں نے یہاں اس کے سلسلے میں مفصلاً کلام نہیں کیا ہے بلکہ اجمالاً بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

قالَ اَلْفَصْلُ الرَّابِعُ فِی الْقِیَاسِ الْاِسْتِثْنَائِیِّ وَ هُوَ مُرَكَّبٌ مِنْ مُقَدَّمَتَیْنِ اِحْدٰهُمَا شَرْطِیَّةٌ وَالْاُخْرٰی وَضْعٌ لِاَحَدِ جُزْئَیْهَا اَوْ رَفْعُهٗ لِیَلْزَمَ وَضْعُ الْاٰخَرِ اَوْ رَفْعُهٗ وَیَجِبُ اِیْجَابُ الشَّرْطِیَّةِ وَ لُزُوْمِیَّةُ الْمُتَّصِلَةِ وَ عِنَادِیَّةُ الْمُنْفَصِلَةِ وَ كُلِّیَّتُهَا اَوْ كُلِّیَّةُ الْوَضْعِ اَوِ الرَّفْعِ اِنْ لَمْ یَكُنْ وَقْتُ الْاِتِّصَالِ وَ الْاِنْفِصَالِ هُوَ بِعَیْنِهٖ وَقْتَ الْوَضْعِ وَالرَّفْعِ **اَقُوْلُ** قَدْ مَرَّ اَنَّ الْقِیَاسَ الْاِسْتِثْنَائِیَّ مَا یَكُوْنُ عَیْنُ النَّتِیْجَةِ اَوْ نَقِیْضُهَا مَذْكُوْرًا فِیْهِ بِالْفِعْلِ فَالْمَذْكُوْرُ فِیْهِ عَیْنُ النَّتِیْجَةِ اَوْ نَقِیْضُهَا اِمَّا مُقَدَّمَةٌ مِنْ مُقَدِّمَاتِهٖ وَهُوَ مُحَالٌ وَ اِلَّا یَلْزَمُ اِثْبَاتُ الشَّیْءِ بِنَفْسِهٖ اَوْ بِنَقِیْضِهٖ اَوْ جُزْءٌ مِنْ مُقَدَّمَتَیْهِ وَ الْمُقَدَّمَةُ الَّتِیْ جُزْءُ هَا قَضِیَّةٌ تَكُوْنُ شَرْطِیَّةً وَ الْاُخْرٰی وَضْعِیَّةً فَالْقِیَاسُ الْاِسْتِثْنَائِیُّ مَا یَكُوْنُ مُرَكَّبًا مِنْ مُقَدَّمَتَیْنِ اِحْدٰهُمَا شَرْطِیَّةٌ وَ الْاُخْرٰی وَضْعِیَّةٌ اَیْ اِثْبَاتٌ لِاَحَدِ جُزْئَیْهَا اَوْ رَفْعُهٗ اَیْ نَفْیُهٗ لِیَلْزَمَ وَضْعُ الْجُزْءِ الْاٰخَرِ اَوْ رَفْعُهٗ كَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ لٰكِنَّ الشَّمْسَ طَالِعَةٌ یُنْتِجُ اَنَّ النَّهَارَ مَوْجُوْدٌ وَ لٰكِنَّ النَّهَارَ لَیْسَ بِمَوْجُوْدٍ یُنْتِجُ اَنَّ الشَّمْسَ لَیْسَتْ بِطَالِعَةٍ وَ كَقَوْلِنَا دَائِمًا اِمَّا اَیْ یَكُوْنَ هٰذَا الْعَدَدُ زَوْجًا اَوْ فَرْدًا لٰكِنْ هٰذَا الْعَدَدُ زَوْجٌ یُنْتِجُ اَنَّهٗ لَیْسَ بِفَرْدٍ وَ لٰكِنَّهٗ لَیْسَ بِزَوْجٍ یُنْتِجُ اَنَّهٗ فَرْدٌ فَفِی الْمُتَّصِلَاتِ یُنْتِجُ الْوَضْعُ الْوَضْعَ وَالرَّفْعُ الرَّفْعَ وَ فِی الْمُنْفَصِلَاتِ یُنْتِجُ الْوَضْعُ الرَّفْعَ وَ بِالْعَكْسِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: چوتھی فصل قیاس استثنائی کے بیان میں ہے اور یہ ایسے دو مقدموں سے مرکب ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک شرطیہ ہوتا ہے اور دوسرا اس کے جزئین میں سے کسی ایک کا وضع یا اس کا رفع ہوتا ہے، تا کہ جزء آخر کا وضع یا اس کا رفع لازم ہو اور شرطیہ کا موجبہ ہونا اور متصلہ کا لزومیہ ہونا اور منفصلہ کا عنادیہ ہونا اور اس کا کلیہ ہونا یا وضع یا رفع کا کلیہ ہونا ضروری ہے، اگر اتصال اور انفصال کا وقت بعینہٖ وضع اور رفع کا وقت نہ ہو۔ میں کہتا ہوں کہ تحقیق کہ گزر چکا ہے کہ قیاس استثنائی وہ (قیاس) ہے کہ نتیجہ کا عین یا اس کی نقیض اس میں بالفعل مذکور ہو، پس مذکور اس میں نتیجہ کا عین یا اس کی نقیض یا تو اس کے مقدمات میں سے کوئی مقدمہ ہوگا اور یہ محال ہے، ورنہ شیٔ کا اثبات اس کی ذات یا اس کی نقیض سے لازم آئے گا، یا اس کے مقدمتین کا جزء ہوگا اور وہ مقدمہ جس کا وہ جزء ہے قضیہ شرطیہ ہوگا اور دوسرا وضعیہ، پس قیاس استثنائی وہ (قیاس) ہے جو دو ایسے مقدموں سے مرکب ہو جن میں سے ایک شرطیہ ہو اور دوسرا وضعیہ یعنی اس کے جزئین میں سے کسی ایک کا

اثبات ہو یا اس کا رفع یعنی اس کی نفی تا کہ جزء آخر کا وضع یا اس کا رفع لازم آ جائے، جیسے ہمارا قول کلما کانت الشمس طالعة فالنهار موجود لكن الشمس طالعة نتیجہ دے گا، ان النهار موجودٌ ولكن النهار ليس بموجودٍ نتیجہ دے گا، إن الشمس ليست بطالعةٍ اور جیسے ہمارا قول دائمًا إما ان يكون هٰذا العدد زوجًا او فردًا لكن هٰذا العدد زوجٌ، نتیجہ دے گا، انه ليس بفرد ولكنه ليس بزوج نتیجہ دے گا انه فرد، پس متصلات میں وضع، وضع نتیجہ دے گا اور رفع، رفع نتیجہ دے گا، اور منفصلات میں وضع، رفع نتیجہ دے گا، اور اس کا برعکس۔

تشریح: قیاس کی بحث کے شروع میں ماتن وشارح نے یہ بتلایا تھا کہ قیاس کی دو قسمیں ہیں: ۱-اقترانی ۲-استثنائی، اب تک قیاس اقترانی کی تعریف اور اس کے اقسام واحکام سے بحث تھی اب یہاں سے ماتن وشارح قیاس استثنائی کی بحث شروع فرمار ہے ہیں، اس لئے قیاس استثنائی کی تعریف اور وجہ تسمیہ ذکر کی جاتی ہے۔

قیاس استثنائی کی تعریف: قیاس استثنائی وہ قیاس ہے جس میں نتیجہ بعینہ یا نتیجہ کی نقیض مذکور ہو، نتیجہ بعینہ مذکور ہونے کی مثال یہ ہے، إن كان زيد إنسانًا كان حيوان لكنه إنسانٌ نتیجہ نکلا فهو حيوان، دیکھئے یہاں نتیجہ ہو حیوان ہے جو قیاس میں كان حيوانًا کے ضمن میں بعینہ مذکور ہے، لہٰذا یہ مثال قیاس استثنائی کی ہے، اور نتیجہ کی نقیض مذکور ہونے کی مثال یہ ہے إن كان زيد حمارًا كان ناهقًا لكنه ليس بناهقٍ، نتیجہ نکلا انه ليس بحمارٍ دیکھئے اس مثال میں نتیجہ إنه ليس بحمارٍ ہے جو قیاس میں مذکور نہیں ہے، البتہ اس کی نقیض إن كان زيد حمارًا مذکور ہے، لہٰذا یہ مثال بھی قیاس استثنائی کی ہے۔

وجہ تسمیہ: قیاس استثنائی کو ''استثنائی'' اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں حرف استثناء یعنی لکن موجود ہوتا ہے شارح فرماتے ہیں کہ قیاس استثنائی نتیجہ کا عین یا نتیجہ کی نقیض کی دو صورتیں ہیں، یا تو وہ قیاس کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ ہوگا یا قیاس کے مقدمتین کا جزء ہوگا، پہلی صورت محال اور باطل ہے، کیوں کہ اگر نتیجہ کا عین یا نقیض قیاس کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ ہو تو اس صورت میں شئ کا اثبات اس کی ذات سے یا اس کی نقیض سے لازم آئے گا، اور شئ کا اثبات بنفسہ یا بنقیضہ محال و باطل ہے، اور جو باطل کو مستلزم ہو وہ بھی باطل ہوتا ہے، لہٰذا نتیجہ کا عین یا نتیجہ کی نقیض کا قیاس کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ ہونا باطل ہے۔ جب یہ باطل ہو گیا تو دوسری صورت متعین ہوگئی کہ نتیجہ کا عین یا اس کی نقیض قیاس کے مقدمتین کا جزء ہے، اور یہ قیاس ہمیشہ ایسے دو مقدموں سے ملکر بنتا ہے جن میں سے ایک مقدمہ شرطیہ ہوتا ہے، اور دوسرا حملیہ، اگر پہلا مقدمہ شرطیہ متصلہ ہو تو اس قیاس کا نام استثنائی اتصالی ہوگا، اور اگر پہلا مقدمہ شرطیہ منفصلہ ہو تو اس قیاس کا نام قیاس استثنائی انفصالی ہوگا، اور دوسرا مقدمہ جو حملیہ ہوتا ہے وہ یا تو بعینہ مقدم ہوگا یا بعینہ تالی ہوگا یا مقدم کی نقیض یا تالی کی نقیض ہوگا، پس ہر قیاس کے انتاج میں عقلی احتمال کے اعتبار سے چار چار صورتیں نکلیں گی۔

ففي المتصلات الخ اس عبارت سے شارح یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ قیاس استثنائی میں پہلے مقدمہ کے شرطیہ متصلہ ہونے کی صورت میں وضع یعنی اثبات وضع کا نتیجہ دے گا اور رفع یعنی رفع کا نتیجہ دے گا، جیسے كلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود (صغریٰ) لكن الشمس طالعة (کبریٰ) نتیجہ دے گا ان النهار موجود. دیکھئے اس مثال میں لكن الشمس طالعة بصورتِ اثبات ہے اس لئے نتیجہ بھی بصورتِ اثبات إن النهار موجود ہوا۔ نتیجہ کے بصورتِ نفی ہونے کی مثال ملاحظہ فرمائیں، جیسے كلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود (صغریٰ) لكن النهار ليس بموجود (کبریٰ) اس کا نتیجہ

ہوگا إن الشمس لیست بطالعةٍ دیکھئے اس مثال میں لکن النهار لیس بموجود بصورتِ نفی ہے اس لئے نتیجہ بھی بصورتِ نفی إن الشمس لیست بطالعةٍ ہوا۔

وفی المنفصلات الخ اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر پہلا مقدمہ شرطیہ منفصلہ ہوتو وضع یعنی اثبات، اثبات کا نتیجہ دے گا اور رفع یعنی نفی، نفی کا نتیجہ دے گا چنانچہ شارح نے اس کو مثال سے سمجھایا ہے، جیسے دائمًا إما ان یکون هذا العدد زوجًا او فردًا (صغریٰ) لکن هٰذا العدد زوج (کبریٰ) نتیجہ ہوگا انه لیس بفردٍ دیکھئے اس مثال میں لکن هٰذا العدد زوج بصورتِ اثبات ہے اس لیے نتیجہ بصورتِ نفی انه لیس بفرد ہوا، اور نتیجہ کے بصورتِ نفی ہونے کی مثال ملاحظہ فرمائیں، جیسے دائمًا إما ان یکون هٰذا العدد زوجًا او فردًا (صغریٰ) لکن هٰذا العدد لیس بزوجٍ (کبریٰ) نتیجہ ہوگا، انه فردٌ، دیکھئے اس قیاس میں پہلا مقدمہ شرطیہ منفصلہ ہے اور دوسرا مقدمہ لکن هٰذا العدد لیس بزوجٍ بصورتِ نفی ہے، اور نتیجہ بصورتِ اثبات انه فرد آیا ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ اگر قیاس کا پہلا مقدمہ شرطیہ منفصلہ ہو اور دوسرا مقدم بصورتِ اثبات ہوتو نتیجہ بصورتِ نفی ہوگا اور اگر دوسرا مقدمہ بصورتِ نفی ہوتو نتیجہ بصورتِ اثبات ہوگا۔

وَ یُعْتَبَرُ فِیْ اِنْتَاجِ هٰذَا الْقِیَاسِ شَرَائِطُ اَحَدُهَا اَنْ تَکُوْنَ الشَّرْطِیَّةُ مُوْجِبَةً فَاِنَّهَا اِنْ کَانَتْ سَالِبَةً لَمْ تُنْتِجْ شَیْئًا لَا الْوَضْعَ وَ لَا الرَّفْعَ فَاِنَّ مَعْنَی الشَّرْطِیَّةِ السَّالِبَةِ سَلْبُ اللُّزُوْمِ اَوِ الْعِنَادِ وَ اِذَا لَمْ یَکُنْ بَیْنَ الْاَمْرَیْنِ لُزُوْمٌ اَوْ عِنَادٌ لَمْ یَلْزَمْ مِنْ وُجُوْدِ اَحَدِهِمَا اَوْ عَدَمِهٖ وُجُوْدُ الْاٰخَرِ اَوْ عَدَمُهٗ وَ ثَانِیْهَا اَنْ تَکُوْنَ الشَّرْطِیَّةُ لُزُوْمِیَّةً اِنْ کَانَتْ مُتَّصِلَةً وَ عِنَادِیَّةً اِنْ کَانَتْ مُنْفَصِلَةً لَا اِتِّفَاقِیَّةً لِاَنَّ الْعِلْمَ بِصِدْقِ الْاِتِّفَاقِیَّةِ اَوْ کِذْبِهَا مَوْقُوْفٌ عَلَی الْعِلْمِ بِصِدْقِ اَحَدِ طَرَفَیْهَا اَوْ کِذْبِهٖ فَلَوِ اسْتُفِیْدَ الْعِلْمُ بِصِدْقِ اَحَدِ الطَّرَفَیْنِ وَ کِذْبِهٖ مِنَ الْاِتِّفَاقِیَّةِ یَلْزَمُ الدَّوْرُ وَ ثَالِثُهَا اَحَدُ الْاَمْرَیْنِ وَهُوَ اِمَّا کُلِّیَّةُ الشَّرْطِیَّةِ اَوْ کُلِّیَّةُ الْاِسْتِثْنَاءِ اَیْ کُلِّیَّةُ الْوَضْعِ اَوِ الرَّفْعِ فَاِنَّهٗ لَوِ انْتَفَی الْاَمْرَانِ اِحْتَمَلَ اَنْ یَکُوْنَ اللُّزُوْمُ اَوِ الْعِنَادُ عَلٰی بَعْضِ الْاَوْضَاعِ وَ الْاِسْتِثْنَاءُ عَلٰی وَضْعٍ اٰخَرَ فَلَا یَلْزَمُ مِنْ اِثْبَاتِ اَحَدِ جُزْئَیِ الشَّرْطِیَّةِ اَوْ نَفْیِهٖ ثُبُوْتُ الْاٰخَرِ اَوِ انْتِفَاءُهٗ اَللّٰهُمَّ اِلَّا اِذَا کَانَ وَقْتَ الْاِتِّصَالِ وَ الْاِنْفِصَالِ وَ وَضْعُهُمَا بِعَیْنِهٖ وَقْتَ الْاِسْتِثْنَاءِ وَ وَضْعُهٗ فَاِنَّهٗ یُنْتِجُ الْقِیَاسَ حِیْنَئِذٍ ضَرُوْرَةً کَقَوْلِنَا اِنْ قَدِمَ زَیْدٌ فِیْ وَقْتِ الظُّهْرِ مَعَ عَمْرٍو وَ اَکْرَمْتُهٗ لٰکِنَّهٗ قَدِمَ مَعَ عَمْرٍو فِیْ ذٰلِکَ الْوَقْتِ فَاَکْرَمْتُهٗ۔

ترجمہ: اور اس قیاس کے نتیجہ دینے میں چند شرطوں کا اعتبار کیا جاتا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ شرطیہ موجبہ ہو، اس لئے کہ اگر وہ سالبہ ہوگا تو کوئی نتیجہ نہ دے گا نہ وضع کا نہ رفع کا، اس لئے کہ شرطیہ سالبہ کے معنی سلب لزوم یا (سلب) عناد ہوں گے، اور جب دو امروں کے درمیان لزوم یا عناد نہ ہوگا تو ان میں سے ایک کے وجود یا عدم سے دوسرے کا وجود یا عدم لازم نہ ہوگا، اور ان میں سے دوسری (شرط) یہ ہے کہ شرطیہ لزومیہ ہو اگر شرطیہ متصلہ ہو، اور عنادیہ ہو اگر شرطیہ منفصلہ ہو، اتفاقیہ نہ ہو، اس لئے کہ اتفاقیہ کے صدق یا اس کے کذب کا علم اس کے طرفین میں سے کسی ایک کے صدق یا اس کے کذب کے علم پر موقوف ہے، پس اگر احد الطرفین کے صدق اور اس کے کذب کا علم اتفاقیہ سے مستفاد ہوتو دور لازم آئے گا۔ اور ان

میں سے تیسری (شرط) احدالامرین ہے یعنی شرطیہ کا کلیہ ہونا یا استثناء کا کلیہ ہونا یعنی وضع کا کلیہ ہونا یا رفع کا کلیہ ہونا، کیوں کہ اگر یہ دونوں امر مفقود ہوں تو احتمال ہوگا کہ لزوم یا عناد بعض اوضاع پر ہو اور استثناء دوسری وضع پر ہو، پس شرطیہ کے جزئین میں سے ایک کے اثبات یا اس کی نفی سے دوسرے کا ثبوت یا اس کا منتفی ہونا لازم نہ ہوگا، مگر جب کہ اتصال اور انفصال اور ان کی وضع کا وقت بعینہ استثناء اور اس کی وضع کا وقت ہو، کہ اس وقت قیاس ضرور منتج ہوگا، جیسے اگر زید ظہر کے وقت عمرو کے ساتھ آئے تو میں اس کا اکرام کروں گا لیکن وہ عمرو کے ساتھ اسی وقت آیا ہے پس میں نے اس کا اکرام کیا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے قیاس استثنائی کے نتیجہ دینے کی شرطیں بیان کی ہیں، چنانچہ فرمایا ہے کہ قیاس استثنائی کے نتیجہ دینے کی تین شرطیں ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ شرطیہ موجبہ ہو، یہ اس وجہ سے شرط ہے کہ اگر شرطیہ موجبہ نہ ہو تو شرطیہ سالبہ ہوگا، اور شرطیہ سالبہ منتج نہیں ہوتا ہے لہٰذا یہاں بھی شرطیہ سالبہ منتج نہ ہوگا نہ منتج وضع ہوگا اور نہ منتج رفع، کیوں کہ سالبہ کی صورت میں لزوم یا عناد کا سلب ہوگا، اور جب دو امروں کے درمیان لزوم یا عناد ہی نہ رہا تو کسی ایک امر کے وجود یا عدم سے امر آخر کا وجود یا عدم لازم نہ ہوگا دوسری شرط یہ ہے کہ اگر شرطیہ متصلہ ہو تو اس کا لزومیہ ہونا ضروری ہے، اور اگر منفصلہ ہو تو اس کا عنادیہ ہونا ضروری ہے، اتفاقیہ نہیں ہونا چاہئے، کیوں کہ اگر اتفاقیہ ہوگا تو دور لازم آئے گا، جو کہ باطل ہے لہٰذا اتفاقیہ ہونا باطل ہے، لزوم دور کی تشریح یہ ہے کہ متصلہ اتفاقیہ کے صدق کا علم احدالطرفین یعنی تالی کے صدق کے علم پر موقوف ہے، کیوں کہ متصلہ میں تالی کا صادق ہونا ضروری ہے، خواہ عامہ ہو یا خاصہ، اب اگر احدالطرفین یعنی تالی کے صدق کا علم متصلہ اتفاقیہ کے صدق سے حاصل کیا جائے تو متصلہ اتفاقیہ کے صدق کا علم احدالطرفین کے صدق کے علم پر اور احدالطرفین کے صدق کا علم متصلہ اتفاقیہ کے صدق کے علم پر موقوف ہوگا اور یہی دور ہے۔ اور قیاس استثنائی کے نتیجہ دینے کی تیسری شرط یہ ہے کہ دو باتوں میں سے کوئی ایک ہو یا تو شرطیہ کلیہ ہو یا استثنائی کلیہ ہو یعنی وضع یا رفع کا ہو اس لئے کہ اگر دونوں باتیں نہ پائی جائیں تو یہ احتمال ہوگا کہ شرطیہ متصلہ میں لزوم اور منفصلہ میں عناد (بعض اوضاع پر ہو استثناء دوسری وضع پر ہو، پس شرطیہ کے ایک جزء کے اثبات یا نفی سے دوسرے جزء کا ثبوت یا انتفاء لازم نہ ہوگا، واضح رہے کہ یہ شرط نت نہیں بلکہ ایک مخصوص وقت میں ہے، وہ یہ ہے کہ جب لزوم یا عناد کی وضع اور استثناء کی وفع ایک نہ ہو ورنہ کلیہ ہونا شرط نہیں ہے دونوں وضعوں کا متحد ہونا نتیجہ دینے کے لئے کافی ہے، جیسے إن قدم زید فی وقت الظهر مع عمرو اکرمته (صغریٰ) لکنه م عمرو فی ذلک الوقت فاکرمته (کبریٰ) نتیجہ ہوگا لکنی اکرمه فهو لم یقدم فی وقت الظهر مع عمرو.

وَالْمُرَادُ بِكُلِّيَّةِ الْاِسْتِثْنَاءِ لَيْسَ تَحَقُّقُهُ فِيْ جَمِيْعِ الْاَزْمِنَةِ فَقَطْ بَلْ مَعَ جَمِيْعِ الْاَوْضَاعِ الَّتِيْ لَا تُنَافِيْ وَضْعَ الْمُقَدَّمِ فَإِذَا قُلْنَا قَدْ يَكُوْنُ إِذَا كَانَ ا ب فَجَ دَ وَ كَانَ ا ب وَاقِعًا دَائِمًا لَمْ يَلْزَمْ بِمُجَرَّدِ ذٰلِكَ تَحَقُّقُ جَ دَ فِي الْجُمْلَةِ وَ اِنَّمَا يَلْزَمُ ذٰلِكَ لَوْ كَانَ ا ب كَمَا هُوَ اَوْقَعَ دَائِمًا كَانَ وَاقِعًا مَعَ جَمِيْعِ الْاَوْضَاعِ الَّتِيْ لَا تُنَافِيْ ا ب وَ لَيْسَ يَلْزَمُ مِنْ وُقُوْعِهِ دَائِمًا وُقُوْعُهُ مَعَ جَمِيْعِ الْاَوْضَاعِ الْغَيْرِ الْمُنَافِيَةِ لِجَوَازِ اَنْ يَكُوْنَ لَهُ وَضْعٌ غَيْرُ مُنَافٍ وَ لَا يَكُوْنُ لَهُ تَحَقُّقُ اَصْلًا وَ الْمَذْكُوْرُ فِيْ بَعْضِ الْكُتُبِ اَنَّ دَوَامَ الْوَضْعِ اَوِ الرَّفْعِ مُنْتِجٌ وَهُوَ اِنَّمَا يَصِحُّ لَوْ فَسَّرْنَا الشَّرْطِيَّةَ الْكُلِّيَّةَ بِمَا يَكُوْنُ اللُّزُوْمُ اَوِ الْعِنَادُ فِيْهِ مَوْجُوْدًا مُتَحَقِّقًا مَعَ الْاَوْضَاعِ الْمُتَحَقِّقَةِ فِيْ نَفْسِ الْاَمْرِ حَتّٰى يَلْزَمَ مِنْ دَوَامِ الْوَضْعِ اَوِ الرَّفْعِ

تَحَقُّقُهُ مَعَ جَمِيعِ الْاَوْضَاعِ الْمُعْتَبَرَةِ وَ لَيْسَ كَذٰلِكَ بَلْ هِيَ مُفَسَّرَةٌ بِتَحَقُّقِ اللُّزُوْمِ اَوِ الْعِنَادِ عَلَى الْاَوْضَاعِ الْغَيْرِ الْمُنَافِيَةِ لِلْمُقَدَّمِ فَيَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ اللُّزُوْمُ فِي الْجُزْئِيَّةِ لَهُ شَرْطٌ لَا يُوْجَدُ اَبَدًا مَعَ وَجُوْدِ الْمَلْزُوْمِ دَائِمًا وَ حِيْنَئِذٍ لَا يَلْزَمُ وَجُوْدُ اللَّازِمِ لِعَدَمِ تَحَقُّقِ وَضْعِ الْمَلْزُوْمِ مَعَ اللَّازِمِ وَ شَرْطُهُ لِانْتِفَاءِ هِمَا دَائِمًا كَمَا يَصْدُقُ قَوْلُنَا قَدْ يَكُوْنُ اِذَا كَانَ الْوَاجِبُ مَوْجُوْدًا كَانَ الْجُزْءُ مَوْجُوْدًا مِنَ الشَّكْلِ الثَّالِثِ وَ الْوَاجِبُ مَوْجُوْدٌ دَائِمًا وَ لَا يَلْزَمُ مِنْهُ اَنْ يَكُوْنَ الْجُزْءُ مَوْجُوْدًا فِي الْجُمْلَةِ لِاَنَّ اللُّزُوْمَ هٰهُنَا اِنَّمَا هُوَ عَلٰى وَضْعِ اجْتِمَاعِ الْوَاجِبِ وَ الْجُزْءِ فِي الْوَجُوْدِ وَ هُوَ لَيْسَ بِوَاقِعٍ اَصْلًا.

ترجمه: اور کلیتِ استثناء سے مراد صرف اس کا تمام زمانوں میں تحقق نہیں ہے، بلکہ ان تمام اوضاع کے ساتھ تحقق مراد ہے جو وضع مقدم کے منافی نہیں ہے، پس جب ہم کہیں قد یکون إذا کان أ ب فج د اور أ ب بطریق دوام واقع ہو تو اس سے صرف "ج د" کا تحقق فی الجملہ لازم نہ ہوگا، بلکہ یہ اس وقت ہوگا جب أ ب جس طرح دائماً واقع ہے اسی طرح ان تمام اوضاع کے ساتھ واقع ہو جو أ ب کے منافی نہیں ہیں، اور اس کے دائمی وقوع سے تمام غیر منافی اوضاع کے ساتھ واقع ہونا لازم نہیں آتا، کیوں کہ یہ ممکن ہے کہ اس کے لئے غیر منافی وضع ہو، اور اس کا تحقق بالکل نہ ہو، اور بعض کتابوں میں یہ مذکور ہے کہ "دوام وضع یا دوام رفع منتج ہے" اور یہ اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے جب ہم شرطیہ کلیہ کی تفسیر اس کے ساتھ کریں جس میں لزوم یا عناد ان تمام اوضاع کے ساتھ جو نفس الامر میں متحقق ہیں، موجود و متحقق ہو، یہاں تک کہ دوام وضع یا دوام رفع سے تمام اوضاع معتبرہ کے ساتھ اس کا تحقق لازم ہو، حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ وہ لزوم یا عناد کے تحقق کے ساتھ مفسَّر ہے، جو مقدم کے غیر منافی اوضاع پر ہو، پس یہ جائز ہے کہ جزئیہ میں لزوم کے لئے ایسی شرط ہو جو ملزوم کے دائماً پائے جانے کے باوجود کبھی نہ پائی جاتی ہو، اور اس صورت میں لازم کا وجود لازم نہیں آتا، لازم کے ساتھ ملزوم کی وضع اور اس کی شرط کے عدم تحقق کی بنا پر، کیوں کہ وہ دونوں دائماً منتفی ہیں جیسے ہمارا قول قد یکون إذا کان الواجب موجودًا کان الجزء موجودًا بطریق ثالث صادق ہے اور واجب دائماً موجود ہے، اور اس سے جزء کا فی الجملہ موجود ہونا لازم نہیں آتا، کیوں کہ یہاں لزوم واجب اور جزء کے اجتماع فی الوجود کی وضع پر ہے اور وہ بالکل واقع نہیں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے کلیتِ استثناء کی مراد بیان کی ہے، اس سے پہلے شارح نے بیان کیا تھا کہ قیاس استثنائی کے نتیجہ دینے کے لئے تیسری شرط یہ ہے کہ کلیتِ شرطیہ ہو یا کلیتِ استثناء ہو، یہاں یہ بیان کر رہے ہیں کہ کلیتِ استثناء سے مراد صرف تمام زمانوں میں اس کا تحقق اور موجود ہونا نہیں بلکہ ان تمام اوضاع کے ساتھ تحقق مراد ہے جو مقدم کے وضع کے منافی نہیں ہیں، چنانچہ شارح نے مثال دے کر سمجھایا ہے کہ دیکھو جب ہم کہیں قد یکون إذا کان أ ب فج د اور أ ب ہمیشہ ہمیشہ واقع ہو تو اس سے صرف ج د فی الجملہ متحقق اور موجود ہونا لازم نہ ہوگا بلکہ ج د اس وقت متحقق اور موجود ہوگا جب أ ب جس طرح دائمی طور پر واقع ہے اسی طرح ان تمام اوضاع کے ساتھ واقع ہو جو أ ب کے منافی نہیں ہیں، اور اس کے دائمی وقوع سے تمام غیر منافی اوضاع کے ساتھ واقع ہونا لازم نہیں آتا، اس لئے کہ ممکن ہے کہ أ ب کے لئے غیر منافی وضع ہو لیکن اس کا تحقق اور وجود بالکل نہ ہو۔

والمذکور فی بعض الکتب الخ اس عبارت سے شارح یہ بیان کر رہے ہیں کہ بعض کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ دوام وضع

یادوام رفع منتج ہے، لیکن یہ بات اسی وقت صحیح ہوسکتی ہے جب کہ شرطیہ کی تفسیر اس سے کی جائے جس میں لزوم یا عناد نفس الامر میں پائے جانے والے تمام اوضاع کے ساتھ موجود ہوں، یہاں تک کہ دوام وضع یادوامِ رفع سے معتبر تمام اوضاع کے ساتھ اس کا تحقق اور وجود لازم ہو، حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ وہ لزوم یا عناد کے تحقق کے ساتھ مفسر ہے جو مقدم کے غیر منافی اوضاع ہو، لہٰذا یہ ہوسکتا ہے کہ جزئیہ میں لزوم کے لئے ایسی شرط ہو جو کبھی نہ پائی جاتی ہو، ملزوم کے دائماً پائے جانے کے باوجود، جب ایسی بات ہے تو اس صورت میں لازم کا وجود ضروری نہیں ہے لازم کے ساتھ ملزوم کی وضع اور اس کی شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے، کیوں کہ ملزوم کی وضع اور اس کی شرط دائمی طور پر منتفی ہیں، مثلاً قد یکون إذا کان الواجب موجودًا کان الجزء موجودًا شکل ثالث کے طریق سے صادق ہے، اور واجب دائمی طور پر موجود ہے، لیکن اس کے دائمی طور پر موجود ہونے سے جزء کا فی الجملہ موجود ہونا لازم نہیں آتا، کیوں کہ یہاں لزوم واجب اور جزء کے اجتماع فی الوجود کی وضع پر ہے، اور وہ بالکل ہی واقع نہیں ہے۔

قَالَ وَ الشَّرْطِيَّةُ الْمَوْضُوْعَةُ فِيْهِ اِنْ كَانَتْ مُتَّصِلَةً فَاِسْتِثْنَاءُ عَيْنِ الْمُقَدَّمِ يُنْتِجُ عَيْنَ التَّالِيْ وَ اِسْتِثْنَاءُ نَقِيْضِ التَّالِيْ يُنْتِجُ نَقِيْضَ الْمُقَدَّمِ وَ اِلَّا لَبَطَلَ اللُّزُوْمُ دُوْنَ الْعَكْسِ فِيْ شَيْءٍ مِنْهُمَا لِاِحْتِمَالِ كَوْنِ التَّالِيْ اَعَمَّ مِنَ الْمُقَدَّمِ وَ اِنْ كَانَتْ مُنْفَصِلَةً فَاِنْ كَانَتْ حَقِيْقِيَّةً فَاِسْتِثْنَاءُ عَيْنِ اَيِّ جُزْءٍ كَانَ يُنْتِجُ نَقِيْضَ الْاٰخَرِ لِاسْتِحَالَةِ الْجَمْعِ وَ اِسْتِثْنَاءُ نَقِيْضِ اَيِّ جُزْءٍ كَانَ يُنْتِجُ عَيْنَ الْاٰخَرِ لِاسْتِحَالَةِ الْخُلُوِّ وَاِنْ كَانَتْ مَانِعَةَ الْجَمْعِ يُنْتِجُ الْقِسْمَ الْاَوَّلَ فَقَطْ لِامْتِنَاعِ الْاِجْتِمَاعِ دُوْنَ الْخُلُوِّ وَ اِنْ كَانَتْ مَانِعَةَ الْخُلُوِّ يُنْتِجُ الْقِسْمَ الثَّانِيَ فَقَطْ لِامْتِنَاعِ الْخُلُوِّ دُوْنَ الْجَمْعِ **اَقُوْلُ** اَلشَّرْطِيَّةُ الَّتِيْ هِيَ جُزْءُ الْقِيَاسِ الْاِسْتِثْنَائِيِّ اِمَّا مُتَّصِلَةٌ اَوْ مُنْفَصِلَةٌ اِنْ كَانَتْ مُتَّصِلَةً يُنْتِجُ اِسْتِثْنَاءَ عَيْنِ مُقَدَّمِهَا عَيْنَ التَّالِيْ وَ اِلَّا لَزِمَ اِنْفِكَاكُ اللَّازِمِ عَنِ الْمَلْزُوْمِ فَيَبْطُلُ اللُّزُوْمُ وَ اِسْتِثْنَاءُ نَقِيْضِ تَالِيْهَا نَقِيْضَ الْمُقَدَّمِ وَ اِلَّا لَزِمَ وُجُوْدُ الْمَلْزُوْمِ بِدُوْنِ اللَّازِمِ فَيَبْطُلُ اللُّزُوْمُ اَيْضًا دُوْنَ الْعَكْسِ فِيْ شَيْءٍ مِنْهُمَا اَيْ لَايُنْتِجُ اِسْتِثْنَاءُ عَيْنِ التَّالِيْ عَيْنَ الْمُقَدَّمِ وَ لَا اِسْتِثْنَاءُ نَقِيْضِ الْمُقَدَّمِ نَقِيْضَ التَّالِيْ لِجَوَازِ اَنْ يَكُوْنَ التَّالِيْ اَعَمَّ مِنَ الْمُقَدَّمِ فَلَا يَلْزَمُ مِنْ وُجُوْدِ اللَّازِمِ وُجُوْدُ الْمَلْزُوْمِ وَلَا مِنْ عَدَمِ الْمَلْزُوْمِ عَدَمِ اللَّازِمِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: اور وہ شرطیہ جو اس میں موضوع ہو اگر متصلہ ہو تو مقدم کے عین کا استثناء تالی کے عین کا نتیجہ دیتا ہے، اور تالی کی نقیض کا استثناء مقدم کی نقیض کا نتیجہ دیتا ہے، ورنہ لزوم باطل ہو جائے گا اور ان میں سے کسی میں اس کا عکس نہیں کیوں کہ احتمال ہے کہ تالی مقدم سے اعم ہو اور اگر منفصلہ ہو پس اگر حقیقیہ ہو تو جس جزء کے بھی عین کا استثناء ہو آخر کی نقیض کا نتیجہ دے گا جمع کے محال ہونے کی وجہ سے اور جس جزء کی بھی نقیض کا استثناء ہو آخر کے عین کا نتیجہ دے گا، خالی ہونے کے محال ہونے کی وجہ سے، اور اگر مانعۃ الجمع ہو تو صرف قسم اول نتیجہ دے گا اس لئے کہ خلو کے بغیر اجتماع ممتنع ہے، اور اگر مانعۃ الخلو ہو تو نتیجہ صرف قسم ثانی دے گا اس لئے کہ جمع کے بغیر خالی ہونا ممتنع ہے، میں کہتا ہوں کہ وہ شرطیہ جو قیاس استثنائی کا جزء ہو یا تو متصلہ ہوگا یا منفصلہ اگر متصلہ ہو تو اس کے مقدم کے عین کا استثناء عینِ تالی کا نتیجہ دے گا، ورنہ ملزوم سے لازم کا جدا ہونا لازم آئے گا، لہٰذا لزوم ہی باطل ہو جائے گا، اور اس کی تالی کی نقیض کا استثناء مقدمہ کی نقیض کا (نتیجہ دے گا)

ورنہ ملزوم کا وجود لازم کے بغیر لازم آئے گا لہٰذا لزوم بھی باطل ہو جائے گا ان میں سے کسی میں عکس کے بغیر، یعنی تالی کے عین کا استثناء عینِ مقدم کا نتیجہ نہ دے گا، اور مقدم کی نقیض کا استثناء تالی کی نقیض (کا نتیجہ نہ دے گا کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ تالی مقدم سے اعم ہو، پس وجود لازم سے نہ وجودِ ملزوم لازم ہوگا اور نہ عدمِ ملزوم سے عدم لازم۔

تشریح: اس قال میں ماتنؒ نے قیاس استثنائی کے نتیجہ دینے کا طریقہ بیان کیا ہے، چنانچہ شارح نے فرمایا ہے کہ وہ قضیہ شرطیہ جو قیاس استثنائی کا جزء ہے اس کی دو قسمیں ہیں: ۱- اتصالی ۲- انفصالی، اس لئے کہ قیاس استثنائی کا پہلا قضیہ یا تو شرطیہ متصلہ ہوگا یا منفصلہ اگر پہلی صورت ہو تو اس کا نام قیاس استثنائی اتصالی رکھا جاتا ہے، اور اگر دوسری صورت ہو تو اس کا نام قیاس استثنائی انفصالی رکھا جاتا ہے۔

قیاس استثنائی اتصالی کے نتیجہ دینے کا طریقہ: اس کے نتیجہ دینے کے دو طریقے ہیں، پہلا طریقہ یہ ہے کہ صغریٰ کے مقدم کا بعینہٖ استثناء کر کے اس کو کبریٰ بنالیا جائے، اور حد اوسط کو گرا دیا جائے تو نتیجہ میں بعینہٖ تالی آئے گی، ماتن کے قول فاستثناء عین المقدم ینتج عین التالی کا یہی مطلب ہے، چنانچہ اس کو مثال سے سمجھئے، مثلاً کلما کانت الشمس طالعة کان النهار موجودًا (صغریٰ) لکن الشمس طالعة (کبریٰ) نتیجہ آئے گا، فالنهار موجود، دیکھئے مثال مذکور میں کلما کانت الشمس طالعة کان النهار موجودًا قیاس استثنائی کا صغریٰ ہے اس میں الشمس طالعة مقدم ہے اور النهار موجودٌ تالی ہے، اب مقدم کا استثناء کر کے یعنی الشمس طالعة پر حرف لکن داخل کر کے اسکو کبریٰ بنالیا گیا اور حد اوسط یعنی الشمس طالعة گرا دیا گیا تو نتیجہ عین تالی آیا یعنی فالنهار موجودٌ۔

وإلا لزم انفكاك اللازم عن الملزوم الخ اس عبارت سے شارح نے طریقہ اول کے اثبات کی دلیل دی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ اگر عین مقدم استثناء عین تالی کا نتیجہ دے گا تو اس صورت میں لازم کا ملزوم سے جدا ہونا لازم آئے گا جس سے لزوم ہی باطل ہو جائے گا، اب رہا یہ سوال کہ اس صورت میں لازم کا ملزوم سے جدا ہونا کیسے لازم آتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لزومیہ مقدم ملزوم اور تالی لازم ہوتی ہے، اور یہ بات بخوبی واضح ہے کہ جب ملزوم پایا جائے گا تو لازم ضرور پایا جائے گا تو اب اگر مقدم کے عین کا استثناء عینِ تالی کا نتیجہ نہیں دے گا تو لازم کا ملزوم سے جدا ہونا لازم آئے گا، جس سے مقدم اور تالی کے درمیان لزوم ہی باطل ہو جائے گا حالانکہ شرطیہ لزومیہ میں مقدم اور تالی کے درمیان لزوم کا ہونا ضروری ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ مقدم کے عین کا استثناء عین تالی ہی کا نتیجہ دے گا۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تالی کی نقیض کا استثناء کر دیا جائے تو نتیجہ رفع مقدم (مقدم کا سلب کر دینا) ہوگا، جیسے کلما کانت الشمس طالعة کان النهار موجودًا (صغریٰ) لکن النهار لیس بموجودٍ (کبریٰ) نتیجہ ہوگا، فالشمس لیست بطالعةٍ دیکھئے مثال مذکور میں النهار موجودٌ تالی ہے اس کی نقیض النهار لیس بموجودٍ ہے الشمس طالعة مقدم ہے اور اس کا رفع الشمس لیست بطالعةٍ ہے چونکہ تالی کی نقیض بنا کر اس پر حرف استثناء داخل کر کے اس کو کبریٰ بنایا گیا ہے، لہٰذا نتیجہ مقدم کا رفع (مقدم کا سلب) آیا یعنی فالشمس لیست بطالعةٍ ماتن کے قول واستثناء نقیض التالی ینتج نقیض المقدم کا یہی مطلب ہے، شارح نے اس کو بھی دلیل سے ثابت کیا ہے، چنانچہ وإلا لزوم وجود الملزوم الخ سے اس کی دلیل دی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ بات ظاہر و واضح ہے کہ جب لازم منتفی ہوگا تو ملزوم بھی ضرور منتفی ہوگا، ورنہ لازم کا ملزوم کے

بغیر پایا جانا لازم آئے گا جس سے لزوم ہی باطل ہو جائے گا، ابھی آپ کو یہ بتلایا گیا کہ شرطیہ لزومیہ میں مقدم ملزوم ہوتا ہے اور تالی لازم ہوتی ہے تو اب اگر تالی کی نقیض کا استثناء مقدم کی نقیض کا نتیجہ نہ دے گا تو ملزوم لازم کے بغیر پایا جائے گا جس سے مقدم اور تالی کے درمیان لزوم ہی نہ رہے گا حالانکہ شرطیہ لزومیہ ہی مقدم اور تالی کے درمیان لزوم کا ہونا ضروری ہے، تو معلوم ہوا کہ تالی کی نقیض کا استثناء مقدم کی نقیض کا نتیجہ دیتا ہے۔

دون العکس الخ اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ تالی کی عین کا استثناء مقدم کی عین کا نتیجہ نہیں دیتا ہے، اسی طرح مقدم کی نقیض کا استثناء تالی کی نقیض کا نتیجہ نہیں دیتا ہے بلکہ ان دونوں صورتوں میں قیاس عقیم اور غیر منتج ہوتا ہے دلیل یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ تالی مقدم سے اعم ہو اور مقدم تالی سے اخص ہو اور اعم کے وجود سے اخص کا وجود اور اخص کے انتفاء سے اعم کا انتفاء لازم نہیں آتا پس تالی کے اعم ہونے کی صورت میں لازم کے وجود سے ملزوم کا وجود لازم نہیں آئے گا، اور ملزوم کے عدم سے لازم کا عدم لازم نہیں آئے گا، جیسے کلما کان ھذا الشئ جملا کان حیوانًا دیکھئے اس مثال میں مقدم اخص ہے اور تالی اعم ہے، پس اگر تالی کی عین کا استثناء کر کے یوں کہا جائے لکنہ حیوانٌ تو نتیجہ مقدم کا عین یعنی فھو جمل نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ حیوان کے سارے افراد جمل (اونٹ) ہی میں منحصر نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی ہیں، تو یہاں چونکہ مقدم اخص ہے اور تالی اعم ہے اور مقدم ملزوم ہوتا ہے اور تالی لازم ہوتی ہے، اور لازم کے وجود سے ملزوم کا وجود ضروری نہیں ہے، اسی طرح ملزوم کے نہ ہونے سے لازم کا نہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ان دونوں صورتوں میں قیاس استثنائی عقیم اور غیر منتج ہوگا۔

وَاِنْ كَانَتْ مُنْفَصِلَةً فَاِنْ كَانَتْ حَقِيْقِيَّةً يُنْتِجُ اِسْتِثْنَاءُ عَيْنِ اَىِّ جُزْءٍ كَانَ نَقِيْضَ الْاٰخَرِ لِامْتِنَاعِ الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا وَ اِسْتِثْنَاءُ نَقِيْضِ اَىِّ جُزْءٍ كَانَ عَيْنَ الْاٰخَرِ لِامْتِنَاعِ الْخُلُوِّ عَنْهُمَا فَيَكُوْنُ لَهَا اَرْبَعُ نَتَائِجَ اِثْنَتَانِ بِاعْتِبَارِ اِسْتِثْنَاءِ الْعَيْنِ وَ اِثْنَتَانِ بِاعْتِبَارِ اِسْتِثْنَاءِ النَّقِيْضِ كَقَوْلِنَا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ هٰذَا الْعَدَدُ زَوْجًا اَوْ فَرْدًا لٰكِنَّهٗ زَوْجٌ فَهُوَ لَيْسَ بِفَرْدٍ لٰكِنَّهٗ فَرْدٌ فَهُوَ لَيْسَ بِزَوْجٍ لٰكِنَّهٗ لَيْسَ بِزَوْجٍ فَهُوَ فَرْدٌ لٰكِنَّهٗ لَيْسَ بِفَرْدٍ فَهُوَ زَوْجٌ وَ اِنْ كَانَ مَانِعَةَ الْجَمْعِ اَنْتَجَ الْقِسْمُ الْاَوَّلُ فَقَطْ اَىْ اِسْتِثْنَاءُ عَيْنِ اَىِّ جُزْءٍ كَانَ نَقِيْضَ الْاٰخَرِ لِامْتِنَاعِ الْاِجْتِمَاعِ بَيْنَهُمَا وَ لَا يُنْتِجُ اِسْتِثْنَاءُ نَقِيْضِ شَيْءٍ مِنْ جُزْئَيْهَا عَيْنُ الْاٰخَرِ لِجَوَازِ اِرْتِفَاعِهِمَا فَيَكُوْنُ لَهَا نَتِيْجَتَانِ بِحَسْبِ اِسْتِثْنَاءِ الْعَيْنِ كَقَوْلِنَا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ هٰذَا الشَّيْءُ شَجَرًا اَوْ حَجَرًا لٰكِنَّهٗ شَجَرٌ فَهُوَ لَيْسَ بِحَجَرٍ لٰكِنَّهٗ حَجَرٌ فَهُوَ لَيْسَ بِشَجَرٍ وَ اِنْ كَانَتْ مَانِعَةَ الْخُلُوِّ يُنْتِجُ الْقِسْمَ الثَّانِىَ فَقَطْ اَىْ اِسْتِثْنَاءُ نَقِيْضِ اَىِّ جُزْءٍ كَانَ عَيْنَ الْاٰخَرِ لِامْتِنَاعِ اِرْتِفَاعِهِمَا وَ لَا يُنْتِجُ اِسْتِثْنَاءُ عَيْنِ شَيْءٍ مِنْ جُزْئَيْهَا نَقِيْضُ الْاٰخَرِ لِاِمْكَانِ اِجْتِمَاعِهَا فَيَكُوْنُ لَهَا اَيْضًا نَتِيْجَتَانِ بِحَسْبِ اِسْتِثْنَاءِ النَّقِيْضِ كَقَوْلِنَا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ هٰذَا الشَّيْءُ لَا شَجَرًا اَوْ لَا حَجَرًا لٰكِنَّهٗ شَجَرٌ فَهُوَ لَا حَجَرٌ لٰكِنَّهٗ حَجَرٌ فَهُوَ لَا شَجَرٌ.

ترجمہ: اور اگر (شرطیہ) منفصلہ ہو، پس اگر وہ حقیقیہ ہو تو جس جزء کے بھی عین کا استثناء ہو نقیض آخر کا نتیجہ دے گا ان کے درمیان جمع کے ممتنع ہونے کی وجہ سے اور جس جزء کی بھی نقیض کا استثناء ہو وہ آخر کی عین کا نتیجہ دے گا کیوں کہ ان دونوں سے خالی ہونا ممتنع ہے پس اس کے چار نتیجے ہوں گے دو عین کے استثناء کے اعتبار سے اور دو نقیض کے استثناء کے

اعتبار سے، جیسے ہماراقول إما ان یکون هٰذا العدد زوجًا اوراو فردًا لکنه زوج فهو لیس بفرد (یاتو یہ کہ یہ عدد زوج ہوگا لیکن یا فرد لیکن وہ زوج ہے، پس وہ فرد نہیں ہے، لیکن وہ فرد ہے پس وہ زوج نہیں ہے، لیکن زوج نہیں ہے پس وہ فرد ہے لیکن فرد نہیں ہے پس وہ زوج ہے، اوراگر مانعۃ الجمع ہوتو صرف پہلی قسم کا نتیجہ دے گا یعنی جس جزء کی بھی عین کا استثناء ہوآخر کی نقیض کا (نتیجہ دے گا) کیوں کہ ان دونوں کے درمیان جمع ہونا ممتنع ہے، اوراس کے جزئین میں سے کسی شیٔ کی نقیض کا استثناء آخر کی عین کا نتیجہ نہیں دے گا اس لئے کہ ان دونوں کا مرتفع ہونا جائز ہے پس اس کے دونتیجہ ہوں گے عین کے استثناء کے اعتبار سے جیسے ہماراقول إما ان یکون هٰذا الشیٔ شجرًا او حجرًا الخ یہ شیٔ یا تو درخت ہے یا پتھر لیکن وہ درخت ہے پس وہ پتھر نہیں ہے، لیکن وہ پتھر ہے پس وہ درخت نہیں ہے، اگر (منفصلہ) مانعۃ الخلو ہوتو صرف قسم ثانی کا نتیجہ دے گا یعنی جس جزء کی بھی نقیض کا استثناء ہوآخر کی عین کا (نتیجہ دے گا) کیوں کہ ان دونوں کا مرتفع ہونا ممتنع ہے، اوراس جزئین میں سے کسی شیٔ کی عین کا استثناء آخر کی نقیض کا نتیجہ نہیں دیتا ہے، کیوں کہ ان دونوں کا جمع ہونا ممکن ہے، پس اس کے لئے بھی نقیض کے استثناء کے اعتبار سے دونتیجے ہوں گے جیسے ہماراقول إما أن یکون هٰذا الشیٔ لاشجرًا او لاحجرًا الخ یعنی یہ شیٔ یا تو لاشجر ہوگی یا لاحجر لیکن وہ شجر ہے پس وہ لاحجر ہے لیکن وہ حجر ہے پس لاشجر ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے قیاس استثنائی انفصالی کے اقسام نتائج کو بیان کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ اگر قیاس استثنائی انفصالی ہوتو اس کی تین قسمیں ہیں: ۱-حقیقیہ ۔۲-مانعۃ الجمع ۔۳-مانعۃ الخلو ،منفصلہ حقیقیہ کے نتائج کی چار قسمیں ہیں :۱-مقدم کی عین کا استثناء تالی کی نقیض کا نتیجہ دیتا ہے۔۲-تالی کی عین کا استثناء مقدم کی نقیض کا نتیجہ دیتا ہے۔۳-مقدم کی نقیض کا استثناء تالی کی عین کا نتیجہ دیتا ہے۔۴-تالی کی نقیض کا استثناء مقدم کی عین کا نتیجہ دیتا ہے، چنانچہ ان میں ہرایک کومثال سے سمجھئے، جیسے إمـا ان یـکون هٰذا العدد زوجًا او فردًا (صغریٰ) لکنه زوج (کبریٰ) نتیجہ ہوگا انه لیس بفردٍ دیکھئے اس مثال میں مقدم یعنی زوج پر حرف استثناء داخل کیا گیا ہے، اس لئے تالی یعنی فرد کی نقیض انه لیس بفردٍ کا نتیجہ نکلا۔اب دوسرے کی مثال لیجئے جیسے إما ان یـکون هٰذا العدد زوجًا او فردًا (صغریٰ) لـکنه فرد (کبریٰ) نتیجہ ہوگا انـه لیس بزوج. دیکھئے اس مثال میں تالی کی عین کا استثناء کیا گیا ہے اس لئے مقدم کی نقیض کا نتیجہ آیا ہے۔اب تیسرے کی مثال لیجئے، جیسے إمـا أن یـکون هٰذا العدد زوجًا او فردًا (صغریٰ) لـکنه لیس بزوجٍ (کبریٰ) نتیجہ ہوگا انـه فردٌ۔دیکھئے اس مثال میں تالی کی عین کا استثناء کیا گیا ہے اس لئے تالی کی عین کا نتیجہ آیا ہے۔اب چوتھے کی مثال ملاحظہ ہو جیسے إمـا أن یـکون هٰذا العدد زوجًا او فردًا (صغریٰ) لـکنه لیس بفردٍ (کبریٰ) نتیجہ ہوگا فهو زوجٌ دیکھئے اس مثال میں تالی کی نقیض کا استثناء کیا گیا ہے اس لئے نتیجہ تالی کی عین آیا ہے۔

منفصلہ مانعۃ الجمع کے نتیجہ دینے کی صورتیں: شارح فرماتے ہیں کہ اگر قیاس استثنائی کا صغریٰ قضیہ شرطیہ منفصلہ مانعۃ الجمع ہوتو نتیجہ میں صرف پہلی دوصورتیں آئیں گی، جس کو شارح نے القسم الاول فقط سے بیان کیا ہے۔پہلی قسم سے مراد یہ ہے کہ مقدم اورتالی میں سے کسی ایک کے عین کا استثناء دوسرے کی نقیض کا نتیجہ دے گا چونکہ پہلی قسم میں دوصورتیں نکلتی ہیں لہٰذا اگر صغریٰ منفصلہ مانعۃ الجمع ہوتو اس کے دونتیجہ ہوں گے جس کو میں نے منفصلہ حقیقیہ میں ۱-اور۲-نمبر میں ذکر کیا ہے، یعنی

پہلی صورت یہ ہے کہ مقدم کے عین کا استثناء تالی کی نقیض نتیجہ دے گا جیسے إما أن یکون هذا الشيء شجرًا او حجرًا (صغریٰ) لکنه شجر (کبریٰ) نتیجہ ہوگا فهو لیس بحجر دیکھئے مثال مذکور میں بعینہ مقدم کا استثناء کیا گیا ہے یعنی مقدم پر حرف استثناء داخل کر کے اس کو کبریٰ بنایا گیا ہے اسی لئے تالی یعنی حجر کی نقیض "لیس بحجر" نتیجہ آیا ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ تالی کے عین کا استثناء مقدم کی نقیض نتیجہ دے گا جیسے إما أن یکون هذا الشيء شجرًا او حجرًا (صغریٰ) لکنه حجرٌ (کبریٰ) نتیجہ ہوگا فهو لیس بشجرٍ دیکھئے مثال مذکور میں بعینہ تالی کا استثناء کیا گیا ہے اس لئے نتیجہ میں مقدم کی نقیض یعنی لیس بشجرٍ آئی۔ الغرض مانعۃ الجمع عنادیہ میں صرف عین کے استثناء کے اعتبار سے نتیجہ دو ہوں گے۔ اور اس میں رفع مقدم اور تالی دونوں میں استثناء کی صورتیں عقیم ہوں گی کیوں کہ مانعۃ الجمع میں اجتماع میں منافات کا حکم ہوتا ہے، ارتفاع میں منافات کا حکم نہیں ہوتا ہے، اس لئے نتیجہ دو ہی ہوں گے۔

منفصلہ مانعۃ الخلو کے نتیجہ دینے کی صورتیں: شارح فرماتے ہیں کہ اگر قیاس استثناء کا صغریٰ منفصلہ مانعۃ الخلو ہو تو نتیجہ میں دوسری قسم آئے گی۔ دوسری قسم سے مراد یہ ہے کہ مقدم اور تالی میں سے کسی ایک کی نقیض کا استثناء کیا جائے تو نتیجہ میں دوسرے کا عین ہوگا، اس میں مقدم کی عین اور تالی کی عین کے استثناء کی دو صورتیں عقیم اور غیر منتج ہوں گی، اس لئے کہ مانعۃ الخلو میں دو چیزوں کے درمیان منافات فی الارتفاع کا حکم ہوتا ہے نہ کہ منافات فی الاجتماع کا لہٰذا اس کے بھی دو نتیجے ہوں گے، مثالیں شرح میں موجود ہیں مزید وضاحت کے لئے ذکر کرتا ہوں جیسے إما أی یکون هذا الشيء لاشجرًا او لاحجرًا (صغریٰ) لکنه شجرٌ (کبریٰ) نتیجہ ہوگا فهو لاحجرٌ۔ دیکھئے مثال مذکور میں مقدم کی نقیض کا استثناء کیا گیا ہے لہٰذا نتیجہ تالی کا عین آیا ہے۔ اب دوسری صورت کی مثال ملاحظہ ہو، جیسے إما أن یکون هذا الشيء لاشجرًا او لاحجرًا (صغریٰ) لکنه حجر (کبریٰ) نتیجہ ہوگا فهو لاشجرٌ، دیکھئے اس مثال میں تالی یعنی لاحجرٌ کی نقیض کا استثناء کیا گیا ہے اسی لئے نتیجہ مقدم کا عین فهو لا شجر آیا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قیاس استثنائی بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا صغریٰ شرطیہ ہو اور کبریٰ حملیہ ہو، اور اگر صغریٰ شرطیہ متصلہ ہو تو نتیجہ میں دو صورتیں آئیں گی: ۱- تالی کا عین ۲- مقدم کا سلب اور اگر منفصلہ حقیقیہ ہو تو نتیجہ کی چار صورتیں ہیں: ۱- مقدم کا عین ۲- تالی کا عین ۳- مقدم کی نقیض ۴- تالی کی نقیض، اور اگر منفصلہ مانعۃ الجمع ہو تو نتیجہ کی دو صورتیں ہیں: ۱- مقدم کی نقیض ۲- تالی کی نقیض، اور اگر منفصلہ مانعۃ الخلو ہو تو نتیجہ کی دو صورتیں ہیں: ۱- مقدم کا عین (۲) تالی کا عین۔

قَالَ اَلْفَصْلُ الْخَامِسُ فِیْ لَوَاحِقِ الْقِیَاسِ وَ هِیَ اَرْبَعَةٌ اَلْاَوَّلُ اَلْقِیَاسُ الْمُرَکَّبُ وَ هُوَ یَتَرَکَّبُ مِنْ مُقَدِّمَاتٍ یُنْتِجُ بَعْضُهَا نَتِیْجَةً یَلْزَمُ مِنْهَا وَ مِنْ مُقَدِّمَاتٍ اُخْرٰی نَتِیْجَةٌ وَ هَلُمَّ جَرًّا اِلٰی اَنْ یَحْصُلَ الْمَطْلُوْبُ وَهُوَ اِمَّا مَوْصُوْلُ النَّتَائِجِ کَقَوْلِنَا کُلُّ ج ب وَ کُلُّ ب د فَکُلُّ ج د ثُمَّ کُلُّ ج د وَ کُلُّ د ا فَکُلُّ ج ا ثُمَّ کُلُّ ج ا وَ کُلُّ ا ہ فَکُلُّ ج ہ وَ اِمَّا مَفْصُوْلُ النَّتَائِجِ کَقَوْلِنَا کُلُّ ج ب وَ کُلُّ ب د وَ کُلُّ د ا وَ کُلُّ ا ہ فَکُلُّ ج ہ **اَقُوْلُ** اَلْقِیَاسُ الْمُرَکَّبُ قِیَاسٌ مُرَکَّبٌ مِنْ مُقَدِّمَاتٍ یُنْتِجُ مُقَدِّمَتَانِ مِنْهَا نَتِیْجَةً وَهِیَ مَعَ الْمُقَدِّمَةِ الْاُخْرٰی تُنْتِجُ اُخْرٰی وَ هَلُمَّ جَرًّا اِلٰی اَنْ یَحْصُلَ الْمَطْلُوْبُ وَ ذٰلِکَ اِنَّمَا یَکُوْنُ اِذَا کَانَ الْقِیَاسُ الْمُنْتِجُ لِلْمَطْلُوْبِ یَحْتَاجُ مُقَدَّمَتَاهُ اَوْ اِحْدٰهُمَا اِلٰی کَسْبِ قِیَاسٍ اٰخَرَ کَذٰلِکَ اِلٰی

اَنْ یَنْتَهِیَ الْکَسْبُ اِلَی الْمَبَادِیْ الْبَدِیْهِیَّةِ فَیَکُوْنُ هُنَاکَ قِیَاسَاتٌ مُتَرَتِّبَةٌ مُحَصِّلَةٌ لِلْمَطْلُوْبِ وَ لِهٰذَا سُمِّیَ قِیَاسًا مُرَکَّبًا فَاِنْ صُرِّحَ بِنَتَائِجِ تِلْکَ الْقِیَاسَاتِ سُمِّیَ مَوْصُوْلَ النَّتَائِجِ لِوَصْلِ تِلْکَ النَّتَائِجِ بِالْمُقَدِّمَاتِ کَقَوْلِنَا کُلُّ جَ بَ وَ کُلُّ بَ دَ فَکُلُّ جَ دَ ثُمَّ کُلُّ جَ دَ وَ کُلُّ دَ اَ فَکُلُّ جَ اَ ثُمَّ کُلُّ جَ اَ وَ کُلُّ اَہ فَکُلُّ جَ ہ وَ اِنْ لَمْ یُصَرَّحْ بِهَا سُمِّیَ مَفْصُوْلَ النَّتَائِجِ لِفَصْلِهَا عَنِ الْمُقَدِّمَاتِ فِی الذِّکْرِ وَاِنْ کَانَتْ مُرَادَةً مِنْ جِهَةِ الْمَعْنٰی کَقَوْلِنَا کُلُّ جَ بَ وَ کُلُّ بَ دَ وَ کُلُّ دَ اَ وَ کُلُّ اَہ فَکُلُّ جَ ہ.

ترجمہ: ماتن نے کہا: پانچویں فصل قیاس کے لواحقات (کے بیان) میں ہے، اور وہ چار ہیں، اول قیاس مرکب ہے، اور وہ ایسے مقدمات سے مرکب ہوتا ہے کہ ان مقدمات میں سے بعض ایسا نتیجہ دیں کہ اس نتیجہ اور دوسرے بعض مقدمات سے ایک اور نتیجہ لازم آجائے، اور اسی طرح (سلسلہ) چلتا رہے یہاں تک کہ مطلوب حاصل ہو جائے اور وہ یا تو موصول النتائج ہوتا ہے جیسے ہمارا قول کل ج ب و کل ب بد فکل ج د، پھر کل ج د و کل د أ فکل ج أ پھر کل ج أ و کل أ ہ فکل ج ہ اور یا مفصول النتائج ہوتا ہے جیسے ہمارا قول کل ج ب و کل ب د و کل د أ و کل أ ہ لکل ج ہ۔ میں کہتا ہوں کہ قیاس مرکب وہ قیاس ہے جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو جن میں سے دو مقدمہ ایک نتیجہ دیں اور وہ نتیجہ دوسرے مقدمہ کے ساتھ ایک دوسرا نتیجہ دے، اور اسی طرح (سلسلہ) چلتا رہے یہاں تک کہ مطلوب حاصل ہو جائے، اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ مطلوب کا نتیجہ دینے والے قیاس کے دونوں مقدمے یا ایک مقدمہ قیاس آخر کے کسب کا محتاج ہو، اسی طرح یہاں تک کہ کسب مبادی بدیہیہ تک پہنچ جائے۔ پس یہاں قیاساتِ مرتبہ محصّلہ مطلوب ہوں گے اسی لئے اس کو قیاس مرکب کہتے ہیں، پس اگر ان قیاسات کے نتائج کی تصریح کردی جائے تو مقدمات کے ساتھ ان نتائج کے وصل کی وجہ سے اس قیاس کو موصول النتائج کہتے ہیں، جیسے ہمارا قول کل ج ب و کل ب د فکل ج د پھر کل ج د و کل د أ فکل ج أ پھر کل ج أ و کل أ ہ فکل ج ہ، اور ان کی تصریح نہ کی جائے تو ان کا نام مفصول النتائج رکھا جاتا ہے، کیوں کہ وہ ذکر میں مقدمات سے جدا ہیں، اگر چہ معنیٰ کی جہت سے مراد ہیں، جیسے کل ج ب و کل ب د و کل د أ و کل أ ہ فکل ج ہ۔

تشریح: اس عبارت میں ماتن نے لواحقاتِ قیاس کو بیان کیا ہے اور وہ چار ہیں: ۱- قیاس مرکب ۔ ۲- قیاس خلف ۔ ۳- استقراء ۔ ۴- تمثیل، یہاں قیاس مرکب کو بیان کیا گیا ہے اس لئے اسی سلسلے میں یہاں گفتگو کی جائے گی، بقیہ کے متعلق آئندہ صفحوں میں گفتگو کریں گے، لہٰذا تعریف ملاحظہ فرمائیں۔

قیاس مرکب: وہ قیاس ہے جو چند بسیط قضیوں کے مجموعہ سے مرکب ہو، اگر اس میں تین قضیے ہوں تو وہ دو بسیط قیاسوں کا اور چار ہوں تو تین بسیط قیاسوں کا مجموعہ ہوگا اسی طرح سلسلہ آخر تک چلتا رہے گا، اور قیاس بسیط سے مراد وہ مرکب ہے جو ایسے دو قضیوں سے ترتیب پایا ہوا ہو جن کے مان لینے سے لذاتہ دوسرا قول لازم آجائے، قیاس مرکب کی دو قسمیں ہیں: ۱- موصول النتائج۔ ۲- مفصول النتائج۔

موصول النتائج اس کو کہا جاتا ہے جس میں بسیط قیاسوں کے نتائج کی صراحت کردی گئی ہو، جیسے کل ج ب (صغریٰ)

وکل ب د (کبریٰ) نتیجہ ہوگا کل ج د، پھر اس نتیجہ کو دوسرے قضیہ کے ساتھ ملا کر اس طرح کہا جائے کل ج د (صغریٰ) وکل د أ (کبریٰ) نتیجہ ہوگا کل ج أ، پھر اس نتیجہ کو دوسرے قضیہ کے ساتھ ملا کر اس طرح کہا جائے کل ج أ (صغریٰ) وکل أ ہ (کبریٰ) نتیجہ ہوگا کل ج ہ، موصول النتائج کی ایک واضح مثال یہ ہے کل انسان حیوان (صغریٰ) وکل حیوان جسم (کبریٰ) نتیجہ نکلا کل انسان جسمٌ پھر اس کو دوسرے قیاس کا صغریٰ بنا کر اس طرح کہا گیا، کل انسان جسم (صغریٰ) وکل جسمٌ جوھر (کبریٰ) نتیجہ نکلا کل انسانِ جوھرٌ پھر اس کو صغریٰ بنا کر اس طرح کہا جائے، کل انسانِ جوھرٌ (صغریٰ) وکل جوھر ممکنٌ (کبریٰ) نتیجہ نکلا کل انسان ممکنٌ۔

اور مفصول النتائج اس کو کہا جاتا ہے جس میں بسیط قیاسوں کے نتائج کی صراحت نہ کی گئی ہو، جیسے کل ج ب وکل ب د وکل د أ وکل أ ہ فکل ج ہ، مفصول النتائج کی آسان مثال یہ ہے، کل انسان حیوان، وکل حیوان جسمٌ وکل جسم جوھرٌ وکل جوھر ممکنٌ فکل انسانِ ممکنٌ دیکھئے اس مثال میں چونکہ بسیط قیاسوں کے نتائج کی صراحت نہیں کی گئی ہے اس لئے یہ مفصول النتائج ہے۔

موصول النتائج کی وجہ تسمیہ: موصول بابِ ضرب سے اسم مفعول کا صیغہ ہے اس کے معنیٰ ہیں ملا ہوا۔ موصول النتائج چونکہ وہ نتائج قیاس میں دوسرے مقدمات سے ملے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے ان کو موصول النتائج کہا جاتا ہے۔

مفصول النتائج کی وجہ تسمیہ: مفصول بابِ ضرب سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، اس کے معنیٰ ہیں جدا کیا ہوا، چونکہ اس میں ذکر کے اعتبار سے نتائج مقدمات سے الگ اور جدا ہوتے ہیں اگرچہ معنیٰ کے اعتبار سے مراد ہوتے ہیں اس لئے ان کو مفصول النتائج کہا جاتا ہے۔

قَالَ اَلثَّانِیُ قِیَاسُ الْخُلْفِ وَهُوَ اِثْبَاتُ الْمَطْلُوْبِ بِاِبْطَالِ نَقِیْضِهٖ كَقَوْلِنَا لَوْ كَذَبَ لَیْسَ كُلُّ ج ب لَكَانَ كُلُّ ج ب وَكُلُّ ب ا عَلٰی اَنَّهَا مُقَدَّمَةٌ صَادِقَةٌ یُنْتِجُ لَوْ كَذَبَ لَیْسَ كُلُّ ج ب لَكَانَ كُلُّ ج ا لٰكِنْ لَیْسَ كُلُّ ج ا عَلٰی اَنَّهٗ مُحَالٌ فَیُنْتِجُ لَیْسَ كُلُّ ج ب وَ هُوَ الْمَطْلُوْبُ **اَقُوْلُ** قِیَاسُ الْخُلْفِ قِیَاسٌ یَثْبُتُ الْمَطْلُوْبُ بِاِبْطَالِ نَقِیْضِهٖ وَ اِنَّمَا سُمِّیَ خُلْفًا اَیْ بَاطِلاً لاَ لِاَنَّهٗ بَاطِلٌ فِیْ نَفْسِهٖ بَلْ لِاَنَّهٗ یُنْتِجُ الْبَاطِلَ عَلٰی تَقْدِیْرِ عَدَمِ حَقِّیَّةِ الْمَطْلُوْبِ وَهُوَ مُرَكَّبٌ مِنْ قِیَاسَیْنِ اَحَدُهُمَا اِقْتِرَانِیٌّ مِنْ مُتَّصِلَةٍ وَ حَمْلِیَّةٍ وَ الْاٰخَرُ اِسْتِثْنَائِیٌّ وَ لٰكِنَّ الْمَطْلُوْبَ لَیْسَ كُلُّ ج ب فَنَقُوْلُ لَوْ لَمْ یَصْدُقْ لَیْسَ كُلُّ ج ب لَصَدَقَ نَقِیْضُهٗ وَهُوَ كُلُّ ج ب وَ لَنَفْرُضْ اَنَّ هٰهُنَا مُقَدَّمَةٌ صَادِقَةٌ فِیْ نَفْسِ الْاَمْرِ وَهِیَ كُلُّ ب ا فَنَجْعَلُهَا كُبْرٰی لِلْمُتَّصِلَةِ وَهُوَ الْقِیَاسُ الْاِقْتِرَانِیُّ لِیُنْتِجَ لَوْ لَمْ یَصْدُقْ لَیْسَ كُلُّ ج ب لَكَانَ كُلُّ ج ا ثُمَّ نَجْعَلُ هٰذِهِ النَّتِیْجَةَ مُقَدَّمَةً لِلْقِیَاسِ الْاِسْتِثْنَائِیِّ وَ نَسْتَثْنِیْ نَقِیْضَ التَّالِیْ فَنَقُوْلُ لٰكِنْ كُلُّ ج ا عَلٰی تَقْدِیْرِ اَنَّ كُلَّ ج ا اَمْرٌ مُحَالٌ فَیُنْتِجُ لَیْسَ كُلُّ ج ب وَهُوَ الْمَطْلُوْبُ.

ترجمہ: ماتن نے کہا ہے (کہ قیاس مرکب میں سے) دوسرا (قیاس) قیاس خلف ہے، اور مطلوب کو ثابت کرنا ہے اس کی نقیض باطل کر کے، جیسے ہمارا قول اگر لیس کل ج ب کاذب ہو تو کل ج ب ہوگا، اور کل ب أ ہے اس

بناء پر کہ یہ مقدمۂ صادقہ ہے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر لیس کل ج ب کاذب ہو، تو کل ج أ ہوگا لیکن کل ج أ نہیں ہے اس بناء پر کہ وہ محال ہے، لہٰذا نتیجہ دے گا لیس کل ج ب اور یہی مطلوب ہے، میں کہتا ہوں کہ قیاس خلف وہ قیاس ہے جس سے مطلوب کی نقیض باطل کر کے مطلوب کو ثابت کیا جائے، اور اس کا نام خلف یعنی باطل رکھا جاتا ہے، نہ یہ کہ یہ فی نفسہ باطل ہے، بلکہ وہ مطلوب کے حق نہ ہونے کی تقدیر پر باطل کا نتیجہ دیتا ہے، اور یہ قیاس دو ایسے قیاسوں سے مرکب ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک اقترانی متصلہ اور حملیہ سے مرکب ہو اور دوسرا استثنائی ہوتا ہے لیکن مطلوب لیس کل ج ب ہے، پس ہم کہتے ہیں کہ اگر لیس کل ج ب صادق نہ ہو تو اس کی نقیض یعنی کل ج ب صادق ہوگی، اور ہم فرض کرتے ہیں کہ یہاں ایک مقدمہ ہے جو نفس الامر میں صادق ہے، اور وہ کل ب أ ہے پس اس کو متصلہ کا کبریٰ بناتے ہیں اور یہی قیاس اقترانی ہے تاکہ اس بات کا نتیجہ دے کہ اگر لیس کل ج ب صادق نہ ہو تو کل ج أ ہوگا، پھر ہم اس نتیجہ کو قیاس استثنائی کا مقدمہ بنائیں گے اور تالی کی نقیض کا استثنائی کریں گے پھر ہم کہیں گے لیکن لیس کل ج أ کی تقدیر پر کل ج أ امر محال ہے، پس نتیجہ دے گا لیس کل ج ب اور یہی مطلوب ہے۔

تشریح: اس عبارت میں ماتن نے قیاس خلف کو بیان کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ لواحق قیاس میں سے دوسرا قیاس، قیاس خلف ہے، خلف، خائے کے ضمہ کے ساتھ ہے، اس کے معنیٰ محال اور باطل کے ہیں۔

قیاس خلف کی تعریف: اصطلاحِ منطق میں قیاس خُلف وہ قیاس ہے جس کے ذریعہ مطلوب کی نقیض باطل کر کے مطلوب کو ثابت کیا جاتا ہے۔

وجہ تسمیہ: شارح وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قیاسِ خلف کو قیاس خلف اس وجہ سے نہیں کہتے ہیں کہ وہ فی نفسہ باطل ہوتا ہے بلکہ مطلوب کو سچ نہ ماننے کی وجہ سے اس میں محال لازم کر کے مطلوب منوایا جاتا ہے اس طرح کہ اگر مدعا اور مطلوب نہیں مانو گے تو نقیض ماننی پڑے گی، اور نقیض کو سچا مانو گے تو محال لازم آئے گا، پس مطلوب کو ماننا ضروری ہے، تاکہ محال لازم نہ آئے، اسی کا نام قیاسِ خلف ہے۔

وهو مركب من قياسين الخ اس عبارت سے شارح قیاسِ خلف بنانے کا طریقہ بتلا رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ قیاس خلف کے اجزائے ترکیبیہ دو بسیط قیاس ہیں یعنی قیاس خلف ہمیشہ دو بسیط قیاسوں سے بنتا ہے جن میں سے پہلا قیاس اقترانی شرطی ہے جو دو متصلہ سے بنتا ہے، اور دوسرا قیاس استثنائی ہے جس کا ایک مقدمہ متصلہ لزومیہ ہونا ضروری ہے، جو قیاس اول یعنی اقترانی شرطی کا نتیجہ ہوتا ہے اور دوسرا مقدمہ نتیجہ کی تالی کی نقیض کا استثناء ہوتا ہے، اس کی تفصیل اس طرح سنیے کہ جو شخص ہمارا مدعا اور مطلوب یعنی لیس کل ج ب کو نہیں مانتا اس سے کہا جائے گا **ليس كل ج ب صادق لانه لولم يصدق ليس كل ج ب لصدق نقيضه** (لیس کل ج ب صادق ہے، اس لئے کہ اگر لیس کل ج ب صادق نہ ہو تو اس کی نقیض یعنی کل ج ب صادق ہوگی) **وكلما يصدق نقيضه يصدق المحال** (کبریٰ) نتیجہ ہوگا **لولم يصدق ليس كل ج ب يصدق المحال**، دیکھئے یہ قیاس خلف کا پہلا قیاس اقترانی شرطی ہے جو دو شرطیہ متصلہ سے مرکب ہے اور اشکال اربعہ میں سے شکل اول ہے اس لئے کہ اس میں حداوسط **يصدق نقيضه** ہے، جو صغریٰ میں تالی اور کبریٰ میں مقدم کی جگہ واقع ہے، لہٰذا جب حداوسط کو گرا دیا تو نتیجہ نکلا

لولم یصدق لیس کل ج ب یصدق المحال، یہ تو قیاس خلف کا پہلا قیاس ہوا اور دوسرا قیاس اس طرح بنایا جائے گا کہ قیاس اول سے جو نتیجہ نکلا ہے اس کو صغریٰ بنا دیا جائے اور اس نتیجہ کی تالی یعنی یصدق المحال کی نقیض یعنی المحال لیس بصادق پر حرف استثناء داخل کر کے کبریٰ بنایا جائے اور اس طرح کہا جائے، لولم یصدق لیس کل ج ب یصدق المحال (صغریٰ) ولکن المحال لیس بصادق (کبریٰ) یہ قیاس خلف کا دوسرا قیاس استثنائی ہوا، اس میں حداوسط یصدق المحال ہے اس کو گرادیا تو نتیجہ نکلا یصدق لیس کل ج ب یہ نتیجہ اس وجہ سے نکلا کہ اس قیاس میں نتیجہ کی نقیض کو باطل کیا گیا ہے، اب اگر لیس کل ج ب صادق نہ ہو تو ارتفاع نقیضین لازم آئے گا جو باطل ہے، اور یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ جو باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل ہوتا ہے لہٰذا لیس کل ج ب کو صادق نہ ماننا باطل ہے، پس ثابت ہو گیا لیس کل ج ب صادق ہے۔

فائدہ: شارح نے کہا ہے کہ قیاس خلف میں پہلا قیاس، اقترانی شرطی ہے جو متصلہ اور حملیہ سے مرکب ہوتا ہے، اس سلسلے میں یہ بات یاد رکھئے کہ شارح نے یہاں اس کا اعتبار صرف طولِ مسافت کی وجہ سے کیا ہے ورنہ شرح مطالع میں اس کی تصریح کی ہے کہ قیاس خلف کے دو قیاسوں میں سے ایک اقترانی ہمیشہ دو متصلہ سے مرکب ہوتا ہے۔

تنبیہ: قطبی ۲۰۴ سطر ۹ میں فنقول لکن کل ج أ ہے جو صحیح نہیں ہے صحیح عبارت اس طرح ہے لکن لیس کل ج أ۔

قَالَ اَلثَّالِثُ اَلْاِسْتِقْرَاءُ وَهُوَ الْحُكْمُ عَلٰى كُلِّيٍّ لِوُجُوْدِهٖ فِيْ اَكْثَرِ جُزْئِيَّاتِهٖ كَقَوْلِنَا كُلُّ حَيَوَانٍ يُحَرِّكُ فَكَّهُ الْاَسْفَلَ عِنْدَ الْمَضْغِ لِاَنَّ الْاِنْسَانَ وَالْبَهَائِمَ وَ السِّبَاعَ كَذٰلِكَ وَ هُوَ لَا يُفِيْدُ الْيَقِيْنَ لِاِحْتِمَالِ اَنْ لَايَكُوْنَ الْكُلُّ بِهٰذِهِ الْمَثَابَةِ كَالتِّمْسَاحِ **اَقُوْلُ** اَلْاِسْتِقْرَاءُ هُوَ الْحُكْمُ عَلٰى كُلِّيٍّ لِوُجُوْدِهٖ فِيْ اَكْثَرِ جُزْئِيَّاتِهٖ وَاِنَّمَا قَالَ فِيْ اَكْثَرِ جُزْئِيَّاتِهٖ لِاَنَّ الْحُكْمَ لَوْ كَانَ مَوْجُوْدًا فِيْ جَمِيْعِ جُزْئِيَّاتِهٖ لَمْ يَكُنْ اِسْتِقْرَاءً بَلْ قِيَاسًا مُنْقَسِمًا وَيُسَمّٰى اِسْتِقْرَاءً لِاَنَّ مُقَدِّمَاتِهٖ لَا تَحْصُلُ اِلَّا بِتَتَبُّعِ الْجُزْئِيَّاتِ كَقَوْلِنَا كُلُّ حَيَوَانٍ يُحَرِّكُ فَكَّهُ الْاَسْفَلَ عِنْدَ الْمَضْغِ لِاَنَّ الْاِنْسَانَ وَالْبَهَائِمَ وَ السِّبَاعَ كَذٰلِكَ وَهُوَ لَا يُفِيْدُ الْيَقِيْنَ لِجَوَازِ وُجُوْدِ جُزْئِيٍّ اٰخَرَ لَمْ يُسْتَقْرَأْ وَيَكُوْنُ حُكْمُهٗ مُخَالِفًا لِمَا اسْتُقْرِئَ كَالتِّمْسَاحِ فِيْ مِثَالِنَا ذٰلِكَ۔

ترجمہ: ماتن نے کہا ہے کہ (قیاس کے لواحق میں سے) تیسرا امر استقراء ہے، اور وہ کلی پر حکم کرنا ہے اس کے اکثر جزئیات میں حکم کے پائے جانے کی وجہ سے، جیسے ہر حیوان چباتے وقت اپنے نیچے کا جبڑ اہلاتا ہے، اس لئے کہ انسان، چوپائے اور درندے اسی طرح (کرتے ہیں) اور یہ یقین کا فائدہ نہیں دیتا، کیوں کہ احتمال ہے کہ تمام جزئیات اس طرح کے نہ ہوں، جیسے گھڑیال (مگرمچھ) میں کہتا ہوں کہ استقراء حکم کرنا ہے کلی پر اس کے اکثر جزئیات میں حکم کے پائے جانے کی وجہ سے اور بلاشبہ ماتن نے "فی اکثر جزئیاته" کہا ہے، اس لئے کہ اگر حکم اس کے تمام جزئیات میں موجود ہو تو استقراء نہ ہوگا بلکہ قیاس مقسم ہوگا، اور اس کا نام استقراء اس لئے رکھا جاتا ہے کہ اس کے مقدمات حاصل نہیں ہوتے مگر جزئیات کے تتبع سے، جیسے ہمارا قول ہر حیوان چباتے وقت اپنا نچلا جبڑ اہلاتا ہے، اس لئے کہ انسان چوپائے اور درندے اسی طرح (کرتے ہیں) اور یہ یقین کا فائدہ نہیں دیتا کیوں کہ ممکن ہے کہ کوئی دوسری جزئی ایسی موجود ہو جس کا تتبع نہ ہو سکا ہو، اور اس کا حکم تتبع شدہ جزئی کے خلاف ہو، جیسے گھڑیال ہماری اس مثال میں۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے استقراء کو بیان کیا ہے، چنانچہ شارح نے فرمایا ہے کہ لواحقِ قیاس میں سے تیسرا امر استقراء ہے۔
استقراء کے لغوی معنی: استقراء باب استفعال کا مصدر ہے، اس کا مادّہ قرأ ہے، "استقرأ الامور" کے معنی ہیں حالات جاننے کے لئے تتبع وتلاش کرنا، اس سے معلوم ہوا کہ استقراء کے لغوی معنیٰ تتبع اور تلاش کے ہیں۔
استقراء کی اصطلاحی تعریف: اصطلاح مناطقہ میں استقراء کے معنیٰ یہ ہیں کہ کسی کلی کی جزئیات کا جائزہ لینا اور جزئیات کے حالات کی تفتیش کرنا اور جب ہر جزئی میں کوئی خاص بات ملے تو کلی کے تمام افراد پر اس خاص بات کا حکم لگا دینا جیسے ''دہلی کا رہنے والا'' ایک کلی ہے، اور دہلی میں رہنے والے سب لوگ اس کے جزئیات ہیں، کسی نے ان کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ہر ایک عقلمند ہے، پس اس نے کلی کا حکم لگا دیا کہ ''دہلی کے رہنے والے عقلمند ہیں'' تو یہ استقرائی حکم ہے، (آسان منطق)
استقراء کی قسمیں: استقراء کی دو قسمیں ہیں: ۱-استقراء تام ۲-استقراء غیر تام۔
استقراء تام: وہ استقراء ہے جس میں کلی کے تمام جزئیات کی تفتیش اور جائزہ لے کر حکم لگایا گیا ہو، کوئی ایک بھی جزئی تفتیش اور جائزہ سے خارج نہ ہو، جیسے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جائزہ لے کر محدثین کرام نے حکم لگایا کہ ''الصحابة کلهم عدولٌ'' (تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین روایت حدیث میں معتبر ہیں) پس ہر صحابی پر عادل ہونے کا حکم لگانا یہی استقراء تام ہے۔ اس کو قیاس مقسم بھی کہتے ہیں۔
استقراء تام کا حکم: یہ ہے کہ یہ مفید یقین ہوتا ہے، اس میں شک کی گنجائش نہیں ہوتی مگر استقراء تام کی مثالیں بہت ہی کم ہیں، کسی کلی کی تمام جزئیات کا جائزہ لینا اور تمام جزئیات کے حالات کی تفتیش کرنا بہت ہی مشکل ہے، نیز یہ بات ذہن نشیں رہے کہ استقراء تام پر استقراء کا اطلاق بہت ہی نادر ہے، کیوں کہ یہ حقیقت میں استقراء ہے ہی نہیں بلکہ قیاس کی ایک قسم ہے۔
استقراء غیر تام: وہ استقراء ہے جس میں کسی کلی کی اکثر جزئیات کا جائزہ لے کر اور جزئیات کے حالات کی تفتیش کر کے پوری کلی پر حکم لگایا گیا ہو، جیسے ہر حیوان چبانے کے وقت اپنے نچلے جبڑے کو ہلاتا ہے، دیکھئے حیوان ایک کلی ہے، جس کے افراد جزئیات انسان، گھوڑے، اونٹ، گدھے، چرند پرند، درند وغیرہ ہیں، ان جزئیات کے حالات کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ یہ سب چبانے کے وقت اپنے نچلے جبڑے کو ہلاتے ہیں، پس ان اکثر جزئیات کے حالات کا جائزہ لے کر ایک خاص وصف کا حکم پوری کلی یعنی حیوان پر لگا دینا اور یہ کہنا کہ ہر حیوان چبانے کے وقت اپنے نچلے جبڑے کو ہلاتا ہے، یہ حکم استقرائی ہے، چونکہ حکم تمام جزئیات کا جائزہ لے کر نہیں لگایا گیا بلکہ اکثر جزئیات کا جائزہ لے کر حکم لگایا گیا ہے لہٰذا یہ استقراء غیر تام ہے۔
استقراء غیر تام کا حکم: یہ ہے کہ یہ یقین کا فائدہ نہیں دیتا بلکہ اس سے ظن غالب حاصل ہوتا ہے، کیوں کہ اس میں شک کا احتمال رہتا ہے کہ ممکن ہے کہ حیوان کا کوئی فرد ایسا بھی ہو جو چبانے کے وقت اپنے نچلے جبڑے کو نہ ہلاتا ہو بلکہ اوپر کے جبڑے کو ہلاتا ہو، جیسے گھڑیال یعنی مگرمچھ، یہ بھی حیوان کا ایک فرد ہے مگر اس میں وہ حکم نہیں پایا جاتا کہ وہ نچلے جبڑے کو ہلاتا ہو، بلکہ یہ تو چبانے کے وقت اوپر کے جبڑے کو ہلاتا ہے، پس یہاں حکم میں شک باقی رہا، لہٰذا استقراء غیر تام یقین کا فائدہ نہیں بلکہ ظن کا فائدہ دے گا۔

وانما قال فی اکثر جزئیاته الخ اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ استقراء کی تعریف میں ماتن نے اکثر کا لفظ اس لئے بڑھایا ہے تا کہ تعریف دخولِ غیر سے مانع ہو جائے، کیوں کہ وہ حجت جس میں کسی کلی کی تمام جزئیات کے حکم سے کلی کے حکم پر

استدلال کیا جائے وہ استقراء نہیں بلکہ قیاس مقسم ہے، اس لئے حجت کی یہ قسم مفید یقین ہے، اور استقراء مفید یقین نہیں ہوتا جیسا کہ اکثر مناطقہ نے تصریح کی ہے۔

قَالَ الرَّابِعُ التَّمْثِيْلُ وَهُوَ اِثْبَاتُ حُكْمٍ فِيْ جُزْئِيٍّ وُجِدَ فِيْ جُزْئِيٍّ اٰخَرَ لِمَعْنًى مُشْتَرَكٍ بَيْنَهُمَا كَقَوْلِهِمُ الْعَالَمُ مُؤَلَّفٌ فَهُوَ حَادِثٌ كَالْبَيْتِ وَ اَثْبَتُوْا عِلِّيَّةَ الْمَعْنَى الْمُشْتَرَكِ بِالدَّوَرَانِ وَ بِالتَّقْسِيْمِ غَيْرِ الْمُرَدَّدِ بَيْنَ النَّفْيِ وَ الْاِثْبَاتِ كَقَوْلِهِمْ عِلَّةُ الْحُدُوْثِ اِمَّا التَّاْلِيْفُ اَوْ كَذَا اَوْ كَذَا وَ الْاَخِيْرَانِ بَاطِلَانِ بِالتَّخَلُّفِ فَتَعَيَّنَ الْاَوَّلُ وَهُوَ ضَعِيْفٌ اَمَّا الدَّوَرَانُ فَلِاَنَّ الْجُزْءَ الْاَخِيْرَ مِنَ الْعِلَّةِ وَ سَائِرَ الشَّرَائِطِ الْمُسَاوِيَةِ مَدَارٌ مَعَ اَنَّهَا لَيْسَتْ بِعِلَّةٍ وَاَمَّا التَّقْسِيْمُ فَالْحَصْرُ مَمْنُوْعٌ لِجَوَازِ عِلِّيَّةِ غَيْرِ الْمَذْكُوْرِ وَ بِتَقْدِيْرِ تَسْلِيْمِ عِلِّيَّةِ الْمُشْتَرَكِ فِي الْمَقِيْسِ عَلَيْهِ لَايَلْزَمُ عِلِّيَّتُهُ فِي الْمَقِيْسِ لِجَوَازِ اَنْ تَكُوْنَ خُصُوْصِيَّةُ الْمَقِيْسِ عَلَيْهِ شَرْطًا لِلْعِلِّيَّةِ اَوْ خُصُوْصِيَّةُ الْمَقِيْسِ مَانِعَةً عَنْهَا۔

ترجمہ: ماتن نے کہا (ہے کہ لواحقِ قیاس میں سے) چوتھا (امر) تمثیل ہے، اور وہ حکم ثابت کرنا ہے ایک جزئی میں، جو دوسری جزئی میں پایا جائے، ایسے معنیٰ کی وجہ سے جو ان دونوں میں مشترک ہے، جیسے ان کا قول کہ عالم مؤلف ہے، لہٰذا وہ حادث ہے، جیسے گھر، اور مناطقہ نے معنی مشترک کی علیت کو دوران سے اور تقسیم غیر مردّد بین النفی والاثبات سے ثابت کیا ہے، جیسے ان کا قول حدوث کی علت یا تو تالیف ہے یا یہ ہے یا یہ ہے اور آخری دونوں، باطل ہیں تخلف کی بناء پر، پس پہلا متعین ہوگیا، اور یہ ضعیف ہے، بہر حال دوران تو اس لئے (ضعیف ہے) کہ علت کا آخری جزء اور تمام شرائط مساویہ مدار ہوتے ہیں، لیکن علت نہیں ہوتے، اور بہر حال تقسیم تو اس لئے (ضعیف ہے) کہ حصر ممنوع ہے، کیوں کہ ذکر شدہ اوصاف کے علاوہ کا علت ہونا جائز ہے، اور مقیس علیہ میں مشترک کی علت تسلیم کرنے کی تقدیر پر مقیس میں اس کا علت ہونا لازم نہیں آتا، کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ مقیس علیہ کی خصوصیت علت ہونے کے لئے شرط ہو، یا مقیس کی خصوصیت اس سے مانع ہو۔

اَقُوْلُ اَلتَّمْثِيْلُ اِثْبَاتُ حُكْمٍ وَاحِدٍ فِيْ جُزْئِيٍّ لِثُبُوْتِهٖ فِيْ جُزْئِيٍّ اٰخَرَ لِمَعْنًى مُشْتَرَكٍ بَيْنَهُمَا وَ الْفُقَهَاءُ يُسَمُّوْنَهٗ قِيَاسًا وَ الْجُزْئِيُّ الْاَوَّلُ فَرْعًا وَالثَّانِيْ اَصْلًا وَ الْمُشْتَرَكُ عِلَّةً وَجَامِعًا كَمَا يُقَالُ الْعَالَمُ مُؤَلَّفٌ فَهُوَ حَادِثٌ كَالْبَيْتِ يَعْنِي الْبَيْتُ حَادِثٌ لِاَنَّهٗ مُؤَلَّفٌ وَلِهٰذِهِ الْعِلَّةِ مَوْجُوْدَةٌ فِي الْعَالَمِ فَيَكُوْنُ حَادِثًا كَالْبَيْتِ۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ تمثیل ایک جزئی ایک حکم کو ثابت کرنا ہے، دوسری جزئی میں اس حکم کے ثابت ہونے کی وجہ سے ایسے معنیٰ کی وجہ سے جو ان دونوں میں مشترک ہو، اور فقہاء اسکا نام قیاس رکھتے ہیں، اور جزئی اول کو فرع اور جزئی ثانی کو اصل، اور (معنیٰ) مشترک کو علت اور جامع کہتے ہیں، جیسے کہا جائے کہ عالم مؤلف ہے، لہٰذا وہ حادث ہے، جیسے بیت (گھر) یعنی بیت حادث ہے، اس لئے کہ وہ مؤلف ہے، اور یہ علت عالم میں موجود ہے، لہٰذا بیت کی طرح وہ بھی حادث ہوگا۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے لواحقِ قیاس میں چوتھا امر بیان کیا ہے، اور وہ تمثیل ہے،

تمثیل کے لغوی معنی: تمثیل باب تفعیل کا مصدر ہے، اس کا مادّہ "مثل" ہے، اس کے معنیٰ ہیں مثال بیان کرنا، تشبیہ دینا، مولفقت و مطابقت بتلانا، ایک جیسا ہونا، بتلانا، "مثّل الشیٔ بالشیٔ" اس وقت بولا جاتا ہے جب کہ کوئی شخص کسی چیز سے تشبیہ دے۔

تمثیل کی اصطلاحی تعریف: اصطلاح منطق میں تمثیل کہتے ہیں ایک جزئی کا حکم دوسری جزئی میں کسی مشترک علت کی وجہ سے ثابت کرنا، یعنی ایک جزئی میں کوئی حکم پایا جائے اور سوچنے سے اس حکم کی علت بھی معلوم ہو جائے، پھر وہی علت ایک دوسری چیز میں بھی پائی جائے، پس اس میں وہی حکم ثابت کرنا مناطقہ کی اصطلاح میں تمثیل ہے، جیسے "بیت" یعنی گھر ایک جزئی ہے، اس کا حکم فنا ہونا ہے، اور اس حکم کی علت تالیف ہے، یعنی یہ چند چیزوں سے مرکب ہے، اس کے بعد دیکھا گیا کہ یہی علت "عالم" میں بھی پائی جاتی ہے، یعنی وہ بھی چند چیزوں سے مرکب ہے، پس اس علت مشترک کی وجہ سے عالم کے بارے میں بھی حادث اور فانی ہونے کا حکم لگا دیا اور کہا العالم حادث لأنہ مؤل کالبیت، اصطلاح فقہاء میں اس کو قیاس کہا جاتا ہے، اور متکلمین اس کا نام استدلال بالشاھد علی الغائب رکھتے ہیں، واضح رہے کہ قیاس اور تمثیل اور استدلال بالشاھد علی الغائب ایک ہی چیز ہے صرف الفاظ کا فرق ہے۔

تمثیل میں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے: ۱-اصل اور مقیس علیہ یعنی وہ جزئی جس کا حکم دوسری جزئی کے لئے ثابت کیا گیا ہے۔ ۲-فرع اور مقیس یعنی وہ جزئی جس پر اصل اور مقیس علیہ کا حکم جاری کیا گیا ہے۔ ۳-وہ جامع معنیٰ، یعنی علت جو مقیس علیہ اور مقیس کے درمیان مشترک ہو۔ ۴-حکم، یعنی وہ بات جو اصل میں تھی اور اس کو فرع میں بھی جاری کیا گیا جیسے قرآن پاک میں یہ حکم ہے کہ شراب حرام ہے اور غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کی علت نشہ آور ہونا ہے، اب یہی علت بھنگ، افیم، چرس اور گانجے میں بھی پائی گئی تو ان میں بھی حرام ہونے کا حکم لگا دیا (آسان منطق) پس مثالِ مذکور میں شراب اصل اور مقیس علیہ ہے، اور بھنگ، افیم وغیرہ فرع اور مقیس ہے، اور نشہ آور ہونا معنیٰ مشترک اور علت ہے، اور حرام ہونا حکم ہے، ان چاروں چیزوں میں سے تین چیزیں تمثیل میں واضح اور ظاہر ہیں ان کو ثابت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، البتہ تیسری چیز یعنی معنیٰ مشترک اور علت امرِ مخفی ہے لہٰذا اس کو ثابت کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، اور اس معنیٰ مشترک اور علت کو ثابت کرنے کے مختلف طریقے ہیں جو اصولِ فقہ میں مذکور ہیں، ان میں سب سے عمدہ اور مشہور دو طریقے ہیں، پہلا طریقہ دوران اور دوسرا طریقہ سیر و تقسیم ہے، جن کو اگلی عبارت میں بیان کیا گیا ہے، لہٰذا تھوڑی دیر انتظار کیجئے۔

وَ اَثْبَتُوْا عِلِّيَّةَ الْمُشْتَرَكِ بِوَجْهَيْنِ اَحَدُهُمَا الدَّوَرَانُ وَهُوَ اِقْتِرَانُ الشَّيْءِ بِغَيْرِهٖ وُجُوْدًا وَ عَدَمًا كَمَا يُقَالُ الْحُدُوْثُ دَائِرٌ مَعَ التَّالِيْفِ وُجُوْدًا وَ عَدَمًا اَمَّا وُجُوْدًا فَفِي الْبَيْتِ وَ اَمَّا عَدَمًا فَفِي الْوَاجِبِ تَعَالىٰ وَ الدَّوَرَانُ اٰيَةُ كَوْنِ الْمَدَارِ عِلَّةً لِلدَّائِرِ فَيَكُوْنُ التَّالِيْفُ عِلَّةً لِلْحُدُوْثِ وَ ثَانِيْهِمَا السَّبْرُ وَالتَّقْسِيْمُ وَهُوَ اِيْرَادُ اَوْصَافِ الْاَصْلِ وَ اِبْطَالُ بَعْضِهَا لِيَتَعَيَّنَ الْبَاقِيْ لِلْعِلِّيَّةِ كَمَا يُقَالُ عِلَّةُ الْحُدُوْثِ فِي الْبَيْتِ اِمَّا التَّالِيْفُ اَوِ الْاِمْكَانُ وَ الثَّانِيْ بَاطِلٌ بِالتَّخَلُّفِ لِاَنَّ صِفَاتِ الْوَاجِبِ مُمْكِنَةٌ وَ لَيْسَتْ بِحَادِثَةٍ فَتَعَيَّنَ الْاَوَّلُ وَ الْوَجْهَانِ ضَعِيْفَانِ اَمَّا الدَّوَرَانُ فَلِاَنَّ الْجُزْءَ الْاَخِيْرَ مِنَ الْعِلَّةِ التَّامَّةِ وَ الشَّرْطِ الْمُسَاوِيْ مَدَارٌ لِلْمَعْلُوْلِ مَعَ اَنَّهٗ لَيْسَ بِعِلَّةٍ وَ اَمَّا السَّبْرُ وَ التَّقْسِيْمُ فَلِاَنَّ حَصْرَ الْعِلَّةِ فِي الْاَوْصَافِ

الْمَذْكُوْرَةِ مُمْ لِاَنَّ التَّقْسِيْمَ لَيْسَ مُرَدَّدًا بَيْنَ النَّفْيِ وَ الْإِثْبَاتِ فَجَازَ اَنْ تَكُوْنَ الْعِلَّةُ غَيْرَ مَا ذُكِرَتْ ثُمَّ بَعْدَ تَسْلِيْمِ صِحَّةِ الْحَصْرِ لَا نُسَلِّمُ اَنَّ الْمُشْتَرَكَ اِذَا كَانَ عِلَّةً فِي الْاَصْلِ يَلْزَمُ اَنْ يَكُوْنَ عِلَّةً فِي الْفَرْعِ لِجَوَازِ اَنْ يَكُوْنَ خُصُوْصِيَّةُ الْاَصْلِ شَرْطًا لِلْعِلِّيَّةِ اَوْ خُصُوْصِيَّةُ الْفَرْعِ مَانِعَةً عَنْهَا.

ترجمه: اور مناطقہ نے علّیتِ مشترک کو دو وجہ سے ثابت کیا ہے، ان دونوں میں سے ایک دوران ہے اور وہ شیٔ کا ملنا ہے اپنے غیر کے ساتھ وجود اور عدم کے اعتبار سے، جیسے کہا جائے کہ حدوث دائر ہے تالیف کے ساتھ وجود اور عدم کے اعتبار سے، بہرحال وجوداً تو بیت میں ہے، اور بہرحال عدماً تو وہ واجب تعالیٰ میں ہے، اور دوران، مدار کے علّتِ دائر ہونے کی علامت ہے پس تالیف حدوث کی علت ہوگی، اور ان میں سے ثانی سیر و تقسیم ہے اور وہ اصل کے اوصاف کو بیان کرنا اور اس کے بعض کو باطل کرنا ہے، تاکہ باقی (وصف) علت ہونے کے لئے متعین ہو جائے جیسے کہا جائے کہ بیت میں حدوث کی علت یا تالیف ہے یا امکان ہے، اور ثانی باطل ہے تخلف کی وجہ سے اس لئے کہ صفاتِ واجب ممکن ہیں اور حادث نہیں ہیں، پس پہلا متعین ہو گیا، اور یہ دونوں وجہیں ضعیف ہیں، بہرحال دوران تو اس لئے کہ علت تامہ کا جزء اخیر اور شرط مساوی معلول کے لئے مدار ہے باوجودیکہ علت نہیں ہے، اور بہرحال سیر و تقسیم تو اس لئے کہ علت کو اوصاف مذکورہ میں منحصر کرنا ممنوع ہے، اس لئے کہ تقسیم نفی اور اثبات کے درمیان مردد نہیں، اس لئے جائز ہے کہ علت مذکور کے علاوہ ہو، پھر حصر کی صحت کو تسلیم کر لینے کے بعد یہ تسلیم نہیں کہ جب امر مشترک علت ہو اصل میں تو فرع میں اس کا علت ہونا لازم ہے کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ اصل کی خصوصیت شرط ہو علیت کے لئے یا فرع کی خصوصیت اس سے مانع ہو۔

تشــریح: اس عبارت میں شارح نے یہ بیان کیا ہے کہ مناطقہ نے معنیٰ مشترک اور علت کو دو طریقوں سے ثابت کیا ہے، پہلا طریقہ دوران ہے اور دوسرا طریقہ سیر و تقسیم ہے۔

دوران کے معنیٰ: دوران باب نصر کا مصدر ہے، ''دار یدور دورًا و دورانًا'' جس کے معنیٰ ہیں ''گھومنا اور چکر کھانا'' (مفتاح التہذیب)

دوران کی تعریف: اصطلاح میں دوران کے معنیٰ ہیں کہ شیٔ کا اپنے غیر کے ساتھ ملنا وجود اور عدم میں، یعنی حکم کا علت کے ساتھ وجود اور عدم (پائے جانے اور نہ پائے جانے) میں دائر ہونا، یعنی جب علت پائی جائے تو وہ حکم بھی پایا جائے، اور جب علت نہ پائی جائے تو وہ حکم بھی نہ پایا جائے، پس دوران کے اندر دو چیزیں ہوئیں اول مدار یعنی وہ معنیٰ مشترک اور علیت جس کے ساتھ حکم دائر ہو، دوم: دائر یعنی وہ حکم جس کا دوران معنیٰ مشترک کے ساتھ وجود اور عدم کے اعتبار سے ہوتا ہو، نیز اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ طریقۂ دوران یہ بتلاتا ہے کہ مدار یعنی معنیٰ مشترک دائر یعنی حکم کے لئے علت ہے، جیسے گھر حادث ہے، دیکھئے مثال مذکور میں گھر کے لئے حادث ہونے کا حکم ہے اور یہ حکم تالیف اور ترکیب کی علت کے ساتھ وجود اور عدم کے اعتبار سے دائر ہے، لہٰذا جس چیز میں بھی یہ علت پائی جائے گی حادث ہونے کا حکم بھی پایا جائے گا جیسے گھر ہے اس میں تالیف اور ترکیب کی علت پائی جاتی ہے لہٰذا گھر حادث ہے، اور جس میں یہ علت نہیں پائی جائے گی اس میں حکم بھی نہیں پایا جائے گا جیسے واجب تعالیٰ میں تالیف کی علت نہیں ہے لہٰذا باری تعالیٰ حادث نہیں ہے، اور یہی طریقہ دوران ہے، اور گھر والی مثال میں مدار مختلف اجزاء سے مرکب ہونا ہے

اور دائر حادث ہونا ہے، شارح کہتے ہیں کہ طریقہ دوران بتلاتا ہے کہ مدار دائر کے لئے علت ہے، جب مدار دائر کے لئے علت ہے تو حادث ہونے کی علت مرکب ہونا ہے، اس طریقہ کو متاخرین دوران کہتے ہیں اور متقدمین اس کا نام طرد وعکس رکھتے ہیں۔

سیر و تقسیم کے معنیٰ: سیر باب نصر کا مصدر ہے، سیر یسیر سیرًا، اس کے معنیٰ ہیں آزمائش کرنا، امتحان لینا، اور تقسیم باب تفعیل کا مصدر ہے، اس کے معنیٰ ہیں الگ الگ کرنا، تفریق کرنا، جزء جزء کرنا۔

سیر و تقسیم کی تعریف: اصطلاح میں سیر و تقسیم کہتے ہیں اصل کے اوصاف کو شمار کرنا اور اس کے بعض اوصاف کو باطل کرنا تاکہ باقی علت ہونے کے لئے متعین ہو جائے، مطلب یہ ہے کہ اصل کے اوصاف کو پرکھنا کہ کون سا وصف حکم کے لئے علت بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ اصل کے اندر جتنے اوصاف کا امکان ہو ان کے ممکنہ اوصاف کو ''او'' حرف تردید کے ذریعہ شمار کیا جائے اور پھر غور کیا جائے کہ ان میں سے کس وصف کے اندر حکم کے لئے علت بننے کی صلاحیت ہے اور کس میں نہیں ہے، چنانچہ ان اوصاف میں سے جو وصف کسی دوسرے محل میں پایا جائے گا اور اس کی وجہ سے حکم بھی پایا جائے گا تو یہی وصف علت بننے کی صلاحیت رکھے گا، اور جو وصف کسی دوسرے محل میں تو ہوگا لیکن اس کی وجہ سے وہ حکم نہیں پایا جائے گا جو اس وصف کی وجہ سے کسی دوسرے محل میں حکم کا مقتضی تھا تو یہ وصف علت بننے کی صلاحیت نہیں رکھے گا، پھر جن اوصاف میں علت ہونے کی صلاحیت نہیں ان کو ساقط کر دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ وصف باقی رہ جائے جو علت ہے، مثلاً کتاب میں ذکر کردہ مثال یعنی بیت (گھر) اصل ہے اور اس کا حکم حادث ہونا ہے، اور اس کے بہت سارے اوصاف ہیں، پھر اس اصل میں حکم کو جاری کرتے ہوئے ان کے اوصاف کو اس طرح جمع کیا جائے کہ بیت حادث ہے یا تو تالیف کی وجہ سے یا ممکن ہونے کی وجہ سے، پھر غور کیا تو معلوم ہوا کہ اوصاف کا ممکن ہونا حادث ہونے کی علت نہیں کیوں کہ واجب تعالیٰ کے صفات ممکن ہیں لیکن حادث نہیں ہیں، لہٰذا معلوم ہوا کہ بیت کے متعدد اوصاف میں صرف تالیف ہی حدوث کی علت ہے، نہ کہ ممکن، اسی طریقہ کا نام سیر و تقسیم ہے، اور اس کو تردید بھی کہتے ہیں۔

والوجهان ضعيفان الخ اس عبارت سے شارح یہ کہنا چاہتے ہیں کہ علیتِ مشترک کے اثبات کے مذکورہ بالا دو طریقے اگرچہ مشہور ہیں لیکن ضعیف ہیں، دوران تو اس لئے ضعیف ہے کہ علت تامہ کا جزء اخیر اور شرط مساوی معلول کے لئے مدار تو ہوتے ہیں لیکن وہ اس کی علت نہیں ہوتے، اور طریقہ سیر و تقسیم اس لئے ضعیف ہے کہ اس میں علت کا حصر اوصاف مذکورہ میں ہوتا ہے جو ممنوع ہے، کیوں کہ ممکن ہے کہ اوصاف مذکورہ کے علاوہ کوئی اور وصف علت ہو، اور اگر حصر کو صحیح مان بھی لیا جائے بایں طور کہ وہ نفی اور اثبات کے درمیان دائر ہے، لیکن ہم یہ نہیں مانتے کہ فرع میں بھی وہی علت ہے جو اصل میں ہے، کیوں کہ جائز ہے کہ اس مشترک کی علیت میں اصل کی خصوصیت کو بھی دخل ہو یا فرع کی خصوصیت اس کے علت ہونے کے واسطے مانع ہو۔

فائدہ: تمثیل سے بھی یقین کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا اس لئے کہ مقیس علیہ میں سے جو علت نکالی گئی ہے ممکن ہے کہ وہ اس حکم کی علت نہ ہو، جیسے کسی نے قیاس چلایا کہ چور کی طرح غاصب کا بھی ہاتھ کاٹنا چاہئے کیونکہ دونوں میں علیت مشترکہ غیر کا مال بغیر رضامندی کے لینا ہے تو یہ بات اس وجہ سے صحیح نہیں ہے کہ مقیس علیہ یعنی چوری میں یہ علت یعنی فقط غیر کا مال لینا نہیں ہے بلکہ خفیہ طور پر لینا ہے اور یہ بات غصب میں نہیں پائی جاتی، اس لئے کہ غصب میں ہاتھ کاٹنے کا حکم ثابت نہ ہوگا، دوسری جو سزا مناسب ہوگی دی جائے گی۔ (آسان منطق)

قال وَ اَمَّا الْخَاتِمَةُ فَفِيْهَا بَحْثَانِ الْاَوَّلُ فِيْ مَوَادِّ الْاَقْيِسَةِ وَهِيَ يَقِيْنِيَّاتٌ وَ غَيْرُ يَقِيْنِيَّاتٍ اَمَّا الْيَقِيْنِيَّاتُ فَسِتٌّ اَوَّلِيَّاتٌ وَ هِيَ قَضَايَا تَصَوُّرُ طَرَفَيْهَا كَافٍ لِلْجَزْمِ بِالنِّسْبَةِ بَيْنَهُمَا كَقَوْلِنَا اَلْكُلُّ اَعْظَمُ مِنَ الْجُزْءِ وَ مُشَاهَدَاتٌ وَهِيَ قَضَايَا يُحْكَمُ بِهَا بِقُوًى ظَاهِرَةٍ اَوْ بَاطِنَةٍ كَالْحُكْمِ بِاَنَّ الشَّمْسَ مُضِيْئَةٌ وَ اِنَّ لَنَا جُوْعًا وَ مُجَرَّبَاتٌ وَهِيَ قَضَايَا يُحْكَمُ بِهَا لِمُشَاهَدَاتٍ مُتَكَرِّرَةٍ مُفِيْدَةٍ لِلْيَقِيْنِ كَالْحُكْمِ بِاَنَّ شُرْبَ السُّقْمُوْنِيَا مُوْجِبٌ لِلْاِسْهَالِ وَحَدْسِيَّاتٌ وَ هِيَ قَضَايَا يُحْكَمُ بِهَا لِحَدْسٍ قَوِيٍّ مِنَ النَّفْسِ مُفِيْدٍ لِلْعِلْمِ كَالْحُكْمِ بِاَنَّ نُوْرَ الْقَمَرِ مُسْتَفَادٌ مِنَ الشَّمْسِ وَ الْحَدْسُ هُوَ سُرْعَةُ الْاِنْتِقَالِ مِنَ الْمَبَادِيْ اِلَى الْمَطَالِبِ وَ مُتَوَاتِرَاتٌ وَ هِيَ قَضَايَا يُحْكَمُ بِهَا لِكَثْرَةِ الشَّهَادَاتِ بَعْدَ الْعِلْمِ بِعَدَمِ اِمْتِنَاعِهَا وَ الْاَمْنِ مِنَ التَّوَاطُؤِ عَلَيْهَا كَالْحُكْمِ بِوُجُوْدِ مَكَّةَ وَ بَغْدَادَ وَ لَايَنْحَصِرُ مَبْلَغُ الشَّهَادَاتِ فِيْ عَدَدٍ بَلِ الْيَقِيْنُ هُوَ الْقَاضِيْ بِكَمَالِ الْعَدَدِ وَ الْعِلْمُ الْحَاصِلُ مِنَ التَّجْرِبَةِ وَ الْحَدْسِ وَ التَّوَاتُرِ لَيْسَ بِحُجَّةٍ عَلَى الْغَيْرِ وَ قَضَايَا قِيَاسَاتُهَا مَعَهَا وَ هِيَ الَّتِيْ يُحْكَمُ بِهَا بِوَاسِطَةٍ لَا تَغِيْبُ عَنِ الذِّهْنِ عِنْدَ تَصَوُّرِ حُدُوْدِهَا كَالْحُكْمِ بِاَنَّ الْاَرْبَعَةَ زَوْجٌ لِانْقِسَامِهَا بِمُتَسَاوِيَيْنِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا (ہے کہ) بہرحال خاتمہ تو اس میں دو بحثیں ہیں، پہلی (بحث) قیاسوں کے مادّوں کے بیان میں ہے اور وہ (کچھ) یقینیات ہیں اور (کچھ) غیر یقینیات، بہرحال یقینیات تو (وہ) چھ ہیں: ۱- **اولیات**: اور وہ، وہ قضایا ہیں جن کی طرفین کا تصور ان کے درمیان نسبت کے یقین کے لئے کافی ہو، جیسے ہمارا قول کل جزء سے بڑا ہوتا ہے۔ ۲- **مشاھدات**: اور وہ، وہ قضایا ہیں جن میں قوی ظاہرہ یا (قوی) باطنہ کے ذریعہ حکم لگایا جائے جیسے اس بات کا حکم سورج روشن ہے، اور یہ کہ ہمیں بھوک ہے۔ ۳- **مجربات**: اور وہ، وہ قضایا ہیں جن میں چند بار کے مشاہدات کی وجہ سے حکم لگایا جائے (اور وہ) مفید یقین ہوں، جیسے اس بات کا حکم کہ سقمونیا کا پینا موجب اسہال ہے۔ ۴- **حدسیات**: اور وہ، وہ قضایا ہیں جن میں نفس کے حدس قوی مفید علم کے ذریعہ حکم لگایا جائے جیسے اس بات کا حکم کہ چاند کی روشنی سورج کی روشنی سے مستفاد ہے، اور حدس وہ مبادی سے مطالب کی طرف جلدی منتقل ہونا ہے۔ ۵- **متواترات**: اور وہ، وہ قضایا ہیں جن میں کثرت شہادت کی وجہ سے ان کا عدم امتناع معلوم ہوجانے اور جھوٹ پر اتفاق کر لینے سے امن حاصل ہوجانے کے بعد حکم لگایا گیا ہو، جیسے مکہ اور بغداد کے موجود ہونے کا حکم، اور شہادتوں کی تعداد کسی عدد میں منحصر نہیں، بلکہ کمال عدد کا فیصلہ یقین پر ہے، اور جو علم تجربہ حدس، اور تواتر سے حاصل ہو (وہ) غیر پر حجت نہیں ہوتا۔ ۶- **قضایا قیاساتھا معھا**: اور وہ وہ قضایا ہیں جن میں ایسے واسطہ سے حکم لگایا گیا ہو جو اس کے حدود کے تصور کے وقت ذہن سے غائب نہ ہو، جیسے اس بات کا حکم کہ چار کا عدد زوج ہے، اس کے دو برابر برابر منقسم ہونے کی وجہ سے۔

اقول كَمَا يَجِبُ عَلَى الْمَنْطِقِيِّ النَّظْرُ فِيْ صُوْرَةِ الْاَقْيِسَةِ كَذٰلِكَ يَجِبُ عَلَيْهِ النَّظْرُ فِيْ مَوَادِّهَا الْكُلِّيَّةِ حَتّٰى يُمْكِنَهُ الْاِحْتِرَازُ عَنِ الْخَطَاِ فِي الْفِكْرِ مِنْ جِهَتَيِ الصُّوْرَةِ وَ الْمَادَّةِ وَ مَوَادُّ الْاَقْيِسَةِ اِمَّا يَقِيْنِيَّةٌ اَوْ غَيْرُ يَقِيْنِيَّةٍ وَ الْيَقِيْنُ هُوَ اِعْتِقَادُ الشَّيْءِ بِاَنَّهُ كَذَا مَعَ اِعْتِقَادِهِ بِاَنَّهُ لَايُمْكِنُ اَنْ يَكُوْنَ اِلَّا كَذَا

اِعْتِقَادًا مُطَابِقًا لِنَفْسِ الْاَمْرِ غَيْرُ مُمْكِنِ الزَّوَالِ فَبِالْقَيْدِ الْاَوَّلِ يَخْرُجُ الظَّنُّ وَ بِالثَّانِيْ الْجَهْلُ الْمُرَكَّبُ وَ بِالثَّالِثِ اِعْتِقَادُ الْمُقَلِّدِ۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ جس طرح منطقی پر قیاسوں کی صورت میں غور وفکر کرنا ضروری ہے، اسی طرح قیاسوں کے مواد کلیہ میں بھی غور وفکر کرنا ضروری ہے، تاکہ صورت اور مادہ دونوں جہت سے خطاء فی الفکر سے بچنا ممکن ہو جائے، اور قیاسوں کے مواد یا یقینیہ ہیں یا غیر یقینیہ، اور یقین وہ کسی شیٔ کے بارے میں اس بات کا اعتقاد کرنا ہے کہ وہ اس طرح ہے اس کے اعتقاد کے ساتھ اس شیٔ کا ہونا ممکن نہیں مگر اسی طرح، ایسا اعتقاد جو نفس الامر کے مطابق ہو، ممکن الزوال نہ ہو، پس پہلی قید سے ظن اور دوسری (قید) سے جہل مرکب اور تیسری (قید) سے اعتقادِ مقلد خارج ہو گیا۔

تشریح: کتاب کے شروع میں ماتن نے کہا تھا کہ میں نے رسالۂ شمسیہ کو ایک مقدمہ تین مقالات اور ایک خاتمہ پر ترتیب دی ہے، اب تک مقدمہ اور مقالات کا تذکرہ کر رہے تھے، اب یہاں سے خاتمہ کو بیان کر رہے ہیں، ماتن نے کہا کہ خاتمہ میں دو بحثیں ہیں، پہلی بحث قیاسوں کے مادّوں کے بیان میں ہے، اور دوسری بحث اجزاء علوم کے بیان میں ہے، اس قال میں ماتن نے پہلی بحث کو بیان کیا ہے، آپ بخوبی جانتے ہیں کہ علمِ منطق کا مقصد خطائی الفکر سے ذہن کو محفوظ رکھنا ہے، جس کے لئے حجت اور قیاس کی ضرورت پڑتی ہے، اور چونکہ قیاس مرکب ہوتا ہے، اور ہر مرکب کے لئے مادّہ اور صورت کا ہونا ضروری ہے، جیسے تپائی کے لئے صورت ہوتی ہے اور مادّہ ہوتا ہے، یعنی جن اجزاء سے تپائی کو بنایا جاتا ہے وہ تپائی کے لئے مادّہ اور علتِ مادہ ہیں، اسی طرح قیاس کے لئے صورت اور مادّہ کا ہونا ضروری ہے، قیاس کی صورت وہ ہیئت ہے جو مقدمات کی ترتیب اور بعض مقدمہ کو بعض کے پاس رکھنے سے، اور صغریٰ کو کبریٰ پر مقدم کرنے سے جو حاصل ہوتی ہے، اس کو قیاس کی صورت کہتے ہیں، اور جن مقدمات سے قیاس مرکب ہوتا ہے ان کو مادۂ قیاس کہا جاتا ہے، اور ماقبل میں جو فصل فی القیاس، میں جو قیاس کی تقسیم کی گئی تھی اور جس کے اقسام قیاس اقترانی اور استثنائی ہے وہ صورت قیاس سے متعلق تھی جن پر اشکال اربعہ اور شرائطِ انتاج کی بنیاد تھی، اوان کا بیان بالتفصیل گزر چکا، اب یہاں سے مادۂ قیاس کو بیان کر رہے ہیں، چنانچہ شارح کہتے ہیں کہ منطقی کیلئے جس طرح اقیسہ کی صورتوں میں غور وفکر ضروری ہے اسی طرح ان کے مادّوں میں بھی غور وفکر ضروری ہے، تاکہ صورت اور مادہ دونوں جہت سے خطاء فی الفکر سے بچنا ممکن ہو۔

سوال: صورت کی بحثوں سے مادّہ کی بحثوں کو پہلے بیان کرنا چاہئے تھا کیوں کہ مادّہ صورت پر مقدم ہوتا ہے، اس لئے کہ مادّہ صورت کا معروض ہے، اور معروض عارض سے مقدم ہوتا ہے۔

جواب: قیاس صورت سے بالفعل ہوتا ہے، اور مادّہ سے بالقوہ لہٰذا صورت کو مادّہ پر تقدم بالشرف حاصل ہے، نیز مقدمات کو مان لینے سے قیاس نتیجہ دے دیتا ہے، جب کہ صورت صحیح ہو اگر چہ مادّہ صحیح نہ ہو، جیسے زَیْدٌ حَجَرٌ (صغریٰ) وَ کُلُّ حَجَرٍ نَاطِقٌ (کبریٰ) نتیجہ نکلا، فَزَیْدٌ نَاطِقٌ بخلاف صورت کے کہ اگر وہ فاسد ہو تو قیاس نتیجہ نہیں دیتا اگر چہ مادّہ صحیح ہو، جیسے کُلُّ اِنْسَانٍ حیوان وبعض الحیوان صاهل (وَہبی تحقیقات)

مادہ قیاس کی قسمیں: قیاس کے مادّوں کی دو قسمیں ہیں ۱- یقینیہ ۲- غیر یقینیہ

یقین کی تعریف: کسی شیٔ کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ اس طرح ہے اور عقل اس کے خلاف کو ماننے پر تیار ہی نہ ہو، اور وہ اعتقاد نفس الامر کے مطابق ہو اور اس کا زائل ہونا ممکن نہ ہو۔

اعتقاد کی قسمیں: اعتقاد کی چار قسمیں ہیں: ۱-ظن ۲-جہل مرکب ۳-تقلید ۴-یقین۔

ظن: وہ اعتقاد ہے جس میں جانب مخالف کا احتمال ہو مگر جانب مخالف مرجوح ہو۔

جهل مرکب: وہ اعتقاد ہے جو جازم ہو یعنی جس میں جانب مخالف کا ذرا بھی احتمال نہ ہو مگر واقعی نہ ہو بلکہ واقع کے خلاف ہو۔

تقلید: وہ اعتقاد ہے جو جازم وواقعی ہوتے ہوئے ممکن الزوال ہو یعنی شک ڈالنے والے کے شک میں ڈالنے سے زائل ہو جائے۔

یقین: وہ اعتقاد ہے جو جازم وواقعی ہو اور ناممکن الزوال ہو۔

فوائد قیود: یقین کی تعریف میں ذکر کردہ قیود میں سے "مع اعتقاده" کی قید سے ظن یقین سے خارج ہو گیا۔ اور "اعتقادًا مطابقًا لنفس الامر" کی قید سے جہل مرکب خارج ہو گیا، اور "غیر ممکن الزوال" کی قید سے اعتقاد مقلد خارج ہو گیا۔

اَمَّا الْيَقِيْنِيَّاتُ فَضَرُوْرِيَّاتٌ وَهِيَ مَبَادٍ اُوَلُ فِي الْاِكْتِسَابِ وَ نَظَرِيَّاتٌ اَمَّا الضَّرُوْرِيَّاتُ فَسِتَّةٌ لِاَنَّ الْحَاكِمَ بِصِدْقِ الْقَضَايَا الْيَقِيْنِيَّةِ اَمَّا الْعَقْلُ اَوِ الْحِسُّ اَوِ الْمُرَكَّبُ مِنْهُمَا لِانْحِصَارِ الْمُدْرِكِ فِي الْحِسِّ وَ الْعَقْلِ فَاِنْ كَانَ الْحَاكِمُ هُوَ الْعَقْلُ فَاِمَّا اَنْ يَكُوْنَ حُكْمُ الْعَقْلِ بِمُجَرَّدِ تَصَوُّرِ الطَّرْفَيْنِ اَوْ بِوَاسِطَةٍ فَاِنْ كَانَ الْحُكْمُ بِمُجَرَّدِ تَصَوُّرِهِمَا سُمِّيَتْ تِلْكَ الْقَضَايَا اَوَّلِيَّاتٌ كَقَوْلِنَا اَلْكُلُّ اَعْظَمُ مِنَ الْجُزْءِ وَ اِنْ لَمْ يَكُنْ حُكْمُ الْعَقْلِ بِمُجَرَّدِ تَصَوُّرِ الطَّرْفَيْنِ بَلْ بِوَاسِطَةٍ فَلَابُدَّ اَنْ لَّا تَغِيْبَ تِلْكَ الْوَسِطَةُ عَنِ الذِّهْنِ عِنْدَ تَصَوُّرِهِمَا وَ اِلَّا لَمْ يَكُنْ تِلْكَ الْقَضَايَا مَبَادِيُ اُوَلُ وَ يُسَمّٰى قَضَايَا قِيَاسَاتُهَا مَعَهَا كَقَوْلِنَا اَلْاَرْبَعَةُ زَوْجٌ فَاِنَّ مَنْ تَصَوَّرَ الْاَرْبَعَةَ وَ الزَّوْجَ تَصَوَّرَ الْاِنْقِسَامَ بِمُتَسَاوِيَيْنِ فِي الْحَالِ وَ تَرَتَّبَ فِيْ ذِهْنِهٖ اَنَّ الْاَرْبَعَةَ مُنْقَسِمَةٌ بِمُتَسَاوِيَيْنِ وَ كُلُّ مُنْقَسِمٍ بِمُتَسَاوِيَيْنِ فَهُوَ زَوْجٌ فَهِيَ قَضِيَّةٌ قِيَاسُهَا مَعَهَا فِي الذِّهْنِ وَ اِنْ كَانَ الْحُكْمُ هُوَ الْحِسُّ فَهِيَ الْمُشَاهَدَاتُ فَاِنْ كَانَ مِنَ الْحَوَاسِّ الظَّاهِرَةِ سُمِّيَتْ حِسِّيَّاتٌ كَالْحُكْمِ بِاَنَّ الشَّمْسَ مُضِيْئَةٌ وَ اِنْ كَانَ مِنَ الْحَوَاسِّ الْبَاطِنَةِ سُمِّيَتْ وِجْدَانِيَّاتٌ كَالْحُكْمِ بِاَنَّ لَنَا خَوْفًا وَ غَضَبًا وَ اِنْ كَانَ مُرَكَّبًا مِنَ الْحِسِّ وَ الْعَقْلِ فَالْحِسُّ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ حِسَّ السَّمْعِ اَوْ غَيْرَهٗ فَاِنْ كَانَ حِسَّ السَّمْعِ فَهِيَ الْمُتَوَاتِرَاتُ وَ هِيَ قَضَايَا يَحْكُمُ الْعَقْلُ بِهَا بِوَاسِطَةِ السَّمَاعِ مِنْ جَمْعٍ كَثِيْرٍ اَحَالَ الْعَقْلُ تَوَاطُؤَهُمْ عَلَى الْكِذْبِ كَالْحُكْمِ بِوُجُوْدِ مَكَّةَ وَ بَغْدَادَ وَ مَبْلَغُ الشَّهَادَاتِ غَيْرُ مُنْحَصِرَةٍ فِيْ عَدَدٍ بَلِ الْحَاكِمُ بِكَمَالِ الْعَدَدِ حُصُوْلُ الْيَقِيْنِ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ عَيَّنَ عَدَدَ الْمُتَوَاتِرَاتِ وَ لَيْسَ بِشَيْءٍ۔

ترجمہ: بہر حال یقینیات تو (کچھ) ضروریات ہیں، اور وہ اکتساب میں مبادی اولیہ ہیں، اور (کچھ) نظریات ہیں، بہر حال ضروریات تو (وہ) چھ ہیں اس لئے قضایا یقینیہ کے صدق کا حکم لگانے والی یا تو عقل ہے یا حس یا ان دونوں سے مرکب، اس لئے کہ مدرک حس اور عقل میں منحصر ہے، پس اگر حکم لگانے والی عقل ہو پس عقل کا حکم یا تو محض تصور طرفین کے ذریعہ سے ہوگا یا کسی واسطہ کے ذریعہ ہوگا۔ پس اگر حکم محض ان دونوں کے تصور کے ذریعہ ہو تو ان قضایا کا نام اولیات رکھا جاتا ہے، جیسے کل جزء سے بڑا ہے۔ اور اگر عقل کا حکم محض تصور طرفین کے ذریعہ نہ ہو بلکہ کسی واسطہ کے ذریعہ ہو تو ضروری ہے کہ یہ واسطہ تصور طرفین کے وقت ذہن سے غائب نہ ہو ورنہ وہ قضایا مبادی اولیہ نہ ہوں گے

اوران کا نام ''قضایا قیاساتہامعہا'' ہے، جیسے چار جفت ہے، کیوں کہ جو شخص اربعہ اور زوج کا تصور کرلے تو وہ انقسام بمتساویین کا فوراً تصور کرے گا، اور اس کے ذہن میں یہ ترتیب آجائے گی کہ چار منقسم بمتساویین ہے، اور جو منقسم بمتساویین ہو وہ جفت ہوتا ہے پس چار جفت ہے، پس یہ ایک ایسا قضیہ ہے جس کا قیاس ذہن میں اسی کے ساتھ ہے، اور اگر حکم کرنے والا حس ہو، تو وہ مشاہدات ہے، پس اگر یہ حواس ظاہرہ میں سے ہو تو ان کا نام حسیات رکھا جاتا ہے، جیسے اس بات کا حکم کہ سورج روشن ہے، اور اگر وہ حواس باطنہ میں سے ہو تو ان کا نام وجدانیات رکھا جاتا ہے، جیسے اس بات کا حکم کہ ہمیں خوف یا غصہ ہے، اور اگر حکم کرنے والا حس اور عقل سے مرکب ہو، تو حس یا تو حس سمع ہوگی یا اس کے علاوہ، پس اگر حس سمع ہو تو وہ متواترات ہے، اور وہ وہ قضایا ہیں جن کا حکم عقلی اتنی بڑی جماعت سے سنکر کرے جن کا کذب پر متفق ہونے کو عقل محال سمجھے جیسے وجودِ مکہ اور بغداد کا حکم اور شہادت کی تعداد کسی عدد میں منحصر نہیں ہے بلکہ کمالِ عدد کا حکم لگانے سے یقین کا حاصل ہونا ہے، اور بعض لوگوں نے متواترات کی تعداد متعین کی ہے، اور یہ (کوئی) چیز نہیں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے مقدمات یقینیہ کو بیان کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ مقدمات یقینیہ کی دو قسمیں ہیں: ۱-ضروریات یعنی بدیہیات ۲-نظریات۔

بدیہیات: وہ یقینیات ہیں جو اکتساب میں مبادی اولیہ ہوں۔

بدیہیات کی قسمیں: بدیہیات کی چھ قسمیں ہیں: ۱-اولیات ۲-حدسیات ۳-مشاہدات ۴-تجربیات ۵-متواترات ۶-قضایا قیاساتہا معہا۔

دلیل حصر: بدیہیات کے چھ میں منحصر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قضایا یقینیہ کے صدق کا حکم کرنے کی تین صورتیں ہیں۔ ۱-عقل۔ ۲-حس۔ ۳-ان دونوں سے مرکب۔ اس لئے کہ مدرک عقل اور حس ہی میں منحصر ہے، اب اگر حاکم عقل ہو تو یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو موضوع ومحمول ونسبت کا تصور کرتے ہی عقل کو یقین حاصل ہو جائے گا یا نہیں اگر اول ہے تو وہ اولیات ہے اور اگر محض تصور طرفین سے یقین حاصل نہ ہو بلکہ کسی واسطہ کی ضرورت پڑے اور وہ واسطہ ایسا ہو کہ تصور طرفین کے وقت ذہن سے غائب نہ ہو تو اس کو ''قضایا قیاساتہا معہا'' کہتے ہیں۔ اور اگر حاکم حس ہو تو وہ مشاہدات ہیں۔ اور اگر حاکم عقل اور حس دونوں سے مرکب ہو تو حس دو حال سے خالی نہیں یا تو حسِ سمع ہوگا یا نہیں، اگر حس سمع ہو تو وہ متواترات ہے، اور اگر حس، حس سمع کے علاوہ ہو تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو عقل یقین کرنے میں تکرارِ مشاہدات کی محتاج ہوگی یا نہیں اگر تکرار مشاہدات کی محتاج ہو تو یہ تجربیات ہیں، اور اگر تکرار مشاہدات کی محتاج نہ ہو تو یہ حدسیات ہیں۔ اب ان میں سے ہر ایک کی تعریف اور ان کے اقسام کو بیان کیا جارہا ہے، بغور دیکھیں۔

اولیات: وہ قضیے ہیں جن کے اطراف یعنی موضوع ومحمول اور نسبت کا تصور کرتے ہی عقل کو یقین حاصل ہو جائے کسی واسطہ اور دلیل کی بالکل ضرورت نہ پڑے، جیسے **الکل اعظم من الجزء** (کل جزء سے بڑا ہے) دیکھئے اس قضیہ میں محض موضوع ومحمول اور نسبت کا تصور کرنے سے عقل کو یقین حاصل ہو گیا کہ کل جزء سے بڑا ہوتا ہے، کسی واسطہ اور دلیل کی ضرورت نہیں پڑی، کیوں کہ اگر دلیل کی ضرورت پڑتی تو اس بچہ کو حاصل نہ ہوتا جس کے اندر دلیل قائم کرنے کی صلاحیت ہی نہیں حالانکہ وہ بچہ بھی جانتا ہے کہ کل جزء سے بڑا ہوتا ہے، تو معلوم ہوا کہ یہاں حصولِ یقین کے لئے دلیل کی یکسر ضرورت نہیں۔

قضایا قیاساتھا معھا: وہ قضیے ہیں جن کے اطراف یعنی موضوع محمول اور نسبت کے محض تصور سے یقین حاصل نہ ہو، بلکہ حصولِ یقین کے واسطہ اور دلیل کی ضرورت ہو، اور وہ واسطہ اور دلیل ایسی ہو جو ذہن سے بالکل غائب نہ ہو، بلکہ اطراف کا تصور کرتے ہی اس کا تصور ہو جائے، جیسے الاربعة زوج (چار جفت ہے) دیکھئے اس مثال میں محض موضوع اور محمول اور نسبت کے تصور سے چار کے جفت ہونے کا یقین حاصل نہیں ہوتا، بلکہ واسطہ اور دلیل کی ضرورت پڑتی ہے، اور چار کے جفت ہونے کی دلیل دو برابر حصوں میں تقسیم ہونا ہے، اور یہ دلیل ذہن سے بالکل غائب نہیں ہوتی کیوں کہ جب بھی چار اور جفت کا تصور کیا جائے گا تو دو برابر حصوں میں تقسیم ہونے کا بھی تصور ہوگا، "قضایا قیاساتھا معھا" کا دوسرا نام فطریات ہے۔

وجہ تسمیہ: "قضایا قیاساتھا معھا" یعنی وہ قضایا جن کے ساتھ اس کا قیاس موجود ہوتا ہے، کیوں کہ ان کے ساتھ ایسی دلیل موجود ہوتی ہے جو ذہن سے غائب نہیں ہوتی، اور وہی دلیل اس کے ساتھ مل کر قیاس بنتی ہے، مثلاً الاربعة زوجٌ، میں چار کے جفت ہونے کی دلیل منقسم بمتساویین ہے اور یہ دلیل "الاربعة زوج" کے ساتھ ملکر قیاس اس طرح بنے گی، الاربعة منقسم بمتساویین (صغریٰ) و کل منقسم بمتساویین زوجٌ (کبریٰ) نتیجہ ہوگا فالاربعة زوجٌ۔

مشاھدات: مشاہدات باب مفاعلت سے ہے اس کے معنیٰ ہیں معائنہ کرنا، اصطلاح منطق میں مشاہدات ان قضیوں کو کہا جاتا ہے جن میں محض تصور طرفین سے حکم نہ لگایا گیا ہو، بلکہ مشاہدہ اور حواس کے واسطہ سے حکم لگایا گیا ہو۔ آسان لفظوں میں اس طرح کہئے کہ مشاہدات وہ قضایا ہیں جو حواس خمسہ ظاہرہ یا حواس خمسہ باطنہ سے جانے گئے ہوں، جیسے سورج روشن ہے، یہ آنکھ کے ذریعہ معلوم کیا گیا ہے، اور ہمیں بھوک پیاس لگتی ہے یہ حواس باطنی کے ذریعہ حکم لگایا گیا ہے۔

مشاہدات کی دو قسمیں ہیں: ۱- حسیات ۲- وجدانیات۔

حسیات: وہ قضایا ہیں جن میں حواس ظاہرہ میں سے کسی حس کے ذریعہ حکم لگایا گیا ہو، حسیات کو محسوسات بھی کہتے ہیں، جیسے سورج روشن ہے، اس میں سورج کے روشن ہونے کا حکم قوت باصرہ کے ذریعہ لگایا گیا ہے لہٰذا یہ قضیہ محسوسات میں سے ہے۔

وجدانیات: وہ قضایا ہیں جن میں حواس باطنہ میں سے کسی حس باطن کے ذریعہ حکم لگایا گیا ہو، جیسے میں بھوکا ہوں یا پیاسا ہوں، اس میں بھوکا یا پیاسا ہونے کا حکم حس باطن یعنی وہم کے ذریعہ لگایا گیا ہے اس لئے کہ بھوک ایک باطنی شئ ہے جس کا ادراک قوت وہم سے ہوتا ہے۔

متواترات: متواترات تواتر سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنیٰ ہیں کسی چیز کا لگاتار ہونا، اصطلاح میں متواترات وہ قضایا ہیں کہ عقل جن کے یقین کا حکم سماع کے واسطہ سے ایک ایسی جماعت کے خبر دینے سے لگائے جن کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا عقلاً محال ہو۔ جیسے مکة المکرمة زادھا اللہ شرفًا وعظمةً ایک شہر ہے اور بغداد ایک شہر ہے اور قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، یہ باتیں ہم کو ایسی خبروں کے ذریعہ معلوم ہوئی ہیں کہ ہم ان کو جھوٹ نہیں کہہ سکتے ہیں۔

خبر کے متواتر ہونے کے لئے راویوں کی کوئی متعین تعداد شرط نہیں ہے

ومبلغ الشھادات غیر منحصرة فی عدد الخ اس عبارت سے شارح یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خبر کے متواتر ہونے کیلئے خبر دینے والے کی کوئی تعداد متعین نہیں ہے، بلکہ خبر کے متواتر ہونے کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر اس خبر کے ذریعہ یقین حاصل ہو جاتا ہے تو یہ اس خبر کے متواتر ہونے کی دلیل ہے، اور بعض لوگوں نے خبر متواتر کی جو تعداد بیان کی ہے یہ کوئی چیز نہیں ہے، اور یہ تعداد متعین کرنا صحیح نہیں ہے۔

وَ اِنْ كَانَ غَيْرَ حِسِّ السَّمْعِ فَاِمَّا اَنْ يَحْتَاجَ الْعَقْلُ فِي الْجَزْمِ اِلَى تَكْرَارِ الْمُشَاهَدَاتِ مَرَّةً بَعْدَ اُخْرٰى اَوْ لَا يَحْتَاجُ فَاِنِ احْتَاجَ فَهِيَ الْمُجَرَّبَاتُ كَالْحُكْمِ بِاَنَّ شُرْبَ السُّقْمُوْنِيَا مُسْهِلٌ بِوَاسِطَةِ مُشَاهَدَاتٍ مُتَكَرِّرَةٍ وَاِنْ لَمْ يَحْتَجْ اِلَى تَكْرَارِ الْمُشَاهَدَةِ فَهِيَ الْحَدْسِيَّاتُ كَالْحُكْمِ بِاَنَّ نُوْرَ الْقَمَرِ مُسْتَفَادٌ مِنْ نُوْرِ الشَّمْسِ لِاخْتِلَافِ تَشَكُّلَاتِهِ النُّوْرِيَّةِ بِحَسْبِ اخْتِلَافِ اَوْضَاعِهِ مِنَ الشَّمْسِ قُرْبًا وَ بُعْدًا وَ الْحَدْسُ وَ هُوَ سُرْعَةُ الْاِنْتِقَالِ مِنَ الْمَبَادِیْ اِلَى الْمَطَالِبِ وَ يُقَابِلُهُ الْفِكْرُ فَاِنَّهُ حَرْكَةُ الذِّهْنِ نَحْوَ الْمَبَادِیْ وَ رُجُوْعُهُ عَنْهَا اِلَى الْمَطَالِبِ فَلَابُدَّ فِيْهِ مِنْ حَرْكَتَيْنِ بِخِلَافِ الْحَدْسِ اِذْ لَا حَرْكَةَ فِيْهِ اَصْلًا وَ الْاِنْتِقَالُ فِيْهِ لَيْسَ بِحَرْكَةٍ فَاِنَّ الْحَرْكَةَ تَدْرِيْجِيَّةُ الْوُجُوْدِ وَ الْاِنْتِقَالَ فِيْهِ اٰنِی الْوُجُوْدِ وَ حَقِيْقَتُهُ اَنْ يُنْتِجَ الْمَبَادِیَ الْمُتَرَتِّبَةَ فِي الذِّهْنِ فَيَحْصُلُ الْمَطْلُوْبُ فِيْهِ وَ الْمُجَرَّبَاتُ وَ الْحَدْسِيَّاتُ لَيْسَتْ بِحُجَّةٍ عَلَى الْغَيْرِ لِجَوَازِ اَنْ لَا يَحْصُلَ لَهُ الْحَدْسُ اَوِ التَّجْرِبَةُ الْمُفِيْدَانِ لِلْعِلْمِ بِهِمَا.

ترجمہ: اور اگر حس سمع کے علاوہ ہو تو یا تو عقل حصول یقین میں یکے بعد دیگرے تکرار مشاہدات کی محتاج ہوگی یا نہ ہوگی، پس اگر وہ محتاج ہو تو وہ مجربات ہے، جیسے اس بات کا حکم کہ سقمونیا کا پینا مسہل ہے، بار بار مشاہدات کے واسطہ سے، اور اگر تکرار مشاہدہ کی محتاج نہ ہو تو وہ حدسیات ہے۔ جیسے اس بات کا حکم کہ چاند کی روشنی سورج کی روشنی سے مستفاد ہے، اس لئے کہ اس کی نورانی شکلیں آفتاب سے قریب و بعید ہونے کی وضع کے اختلاف کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں، اور حدس اور وہ مبادی سے مطالب کی طرف سرعت انتقال ہے اور اس کا مقابل فکر ہے، کیوں کہ وہ ذہن کی حرکت ہے مبادی کی طرف اور اس سے مطالب کی طرف رجوع کرنا ہے، پس اس میں دو حرکتیں ضروری ہیں، بخلاف حدس کے کہ اس میں بالکل حرکت نہیں ہوتی، اور اس میں جو انتقال ہوتا ہے وہ حرکت نہیں ہے، کیوں کہ حرکت تدریجی الوجود ہوتی ہے، اور حدس میں انتقال آنی الوجود ہے، اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ ذہن میں مبادی مترتبہ نتیجہ دیں، پھر مطلوب حاصل ہو جائے، اور مجربات اور حدسیات غیر پر حجت نہیں ہوتے، کیوں کہ ممکن ہے کہ اس کو وہ حدس یا تجربہ حاصل نہ ہو، جو مفید علم ہو۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے مجربات اور حدسیات کو بیان کیا ہے، چنانچہ دلیل حصر بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر حاکم حس سمع کے علاوہ ہو تو یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو یقین حاصل کرنے میں عقل یکے بعد دیگرے تکرار مشاہدہ کی محتاج ہوگی یا نہیں، اگر محتاج ہوگی تو وہ مجربات ہیں اور اگر محتاج نہ ہوگی تو وہ حدسیات ہیں۔

مجربات: مجرّبۃ کی جمع ہے اور مجربۃ، باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے معنیٰ ہیں آزمایا ہوا، اصطلاح منطق میں مجربات وہ قضایا ہیں جن میں عقل بار بار کے تجربہ سے یقین کا حکم لگاتی ہو، یعنی بارہا کسی چیز کا کوئی اثر دیکھا گیا کبھی بھی برخلاف نہیں ہوا، تو اس واسطہ سے عقل نے اس اثر کے متعلق یقین کا حکم لگا دیا تو یہ مجربات ہیں، جیسے سقمونیا (یہ ایک دوا کا نام ہے) کا پینا (صفراء) کے لئے مسہل ہے، صفراء ایک قسم کی بیماری ہے، جیسے پیلیا (جیونڈس) کہتے ہیں، سقمونیا کا بار بار استعمال کیا گیا تو اس سے دست آنے لگا اور دست کے ذریعہ اس نے صفراء (پتا) کو بہا دیا، تو اس بار بار مشاہدہ سے عقل نے حکم لگا دیا کہ سقمونیا کا پینا صفراء کے لئے مسہل ہے۔

حدسیات: حدس کی جمع ہے، حدس حاصل مصدر ہے اس کے معنیٰ ہیں، زیرکی، دانائی، حدسیات، عرف عام میں وہ باتیں

کہلاتی ہیں جو دانائی اور زیرکی کے ذریعہ حاصل ہوں۔ اور اصطلاح منطق میں حدسیات کہتے ہیں حرکتِ فکریہ کے بغیر مبادی کا ایک دم ظاہر ہو جانا اور مبادی سے مطلوب کی طرف ذہن کا تیزی سے منتقل ہو جانا، حدس کا مقابل فکر ہے، حدس کی مثال یہ ہے، ماہتاب کی روشنی آفتاب کی روشنی سے مستفاد ہے، دلیل یہ ہے کہ ماہتاب کی نورانی شکلیں آفتاب سے قریب و بعید ہونے کی وضع کے اختلاف کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں۔

حدس اور فکر کے درمیان فرق: یہ ہے کہ حدس میں کوئی فکری حرکت نہیں ہوتی بلکہ یہاں ذہن مطلوب سے مبادی کی طرف اور مبادی سے مطلوب کی طرف ایک دم منتقل ہو جاتا ہے، اس کے برعکس فکر میں دو حرکتیں ہوتی ہیں یعنی مطلوب سے مبادی کی طرف اور مبادی سے مطلوب کی طرف تدریجی طور پر یعنی آہستہ آہستہ ذہن منتقل ہوتا ہے، الغرض فکر میں دو حرکتوں کا ہونا ضروری ہے، اور حدس میں بالکل حرکت نہیں ہوتی ہے، اور رہی یہ بات کہ حدس میں بھی تو مبادی سے مطالب کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے کیا یہ حرکت نہیں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں انتقال حرکت نہیں ہے کیوں کہ حرکت اس کو کہتے ہیں جس کا وجود تدریجی طور پر ہو یعنی آہستہ آہستہ ہو، اور حدس میں انتقال کا وجود فوری اور جلدی ہوتا ہے لہٰذا انتقال اس میں حرکت نہیں ہے۔

وحقیقته ان ینتج الخ اس عبارت میں شارح مزید حدس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حدس میں حرکت ثانیہ کی نفی ضروری ہے خواہ حرکت اولی پائی جائے یا نہ پائی جائے، اور حدس کی حقیقت یہ ہے کہ ذہن میں جو مبادی مرتب ہوں وہ نتیجہ دیں، اور حدس میں مطلوب ومقصود حاصل ہو جائے۔

قوله لیس بحجة الخ اس عبارت میں شارح یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مجربات اور حدسیات صرف صاحب تجربہ اور صاحب حدس ہی کے حق میں یقینی ہیں، اور اس کے علاوہ کے حق میں یقینی نہیں ہیں، کیوں کہ اس بات کا امکان ہے کہ اس کے علاوہ کو مفید علم حدس اور تجربہ حاصل نہ ہوا ہو۔

قَالَ وَالْقِيَاسُ الْمُؤَلَّفُ مِنْ هٰذِهِ السِّتَّةِ يُسَمّٰى بُرْهَانًا وَ هُوَ اِمَّا لِمِّيٌّ وَهُوَ الَّذِي يَكُونُ الْحَدُّ الْاَوْسَطُ فِيْهِ عِلَّةً لِلنِّسْبَةِ فِي الذِّهْنِ وَالْعَيْنِ كَقَوْلِنَا هٰذَا مُتَعَفِّنُ الْاَخْلَاطِ وَ كُلُّ مُتَعَفِّنِ الْاَخْلَاطِ مَحْمُوْمٌ فَهٰذَا مَحْمُوْمٌ وَ اِمَّا اِنِّيٌّ وَهُوَ الَّذِي يَكُوْنُ الْحَدُّ الْاَوْسَطُ فِيْهِ عِلَّةً لِلنِّسْبَةِ فِي الذِّهْنِ فَقَطْ كَقَوْلِنَا هٰذَا مَحْمُوْمٌ وَ كُلُّ مَحْمُوْمٍ فَهُوَ مُتَعَفِّنُ الْاَخْلَاطِ فَهٰذَا مُتَعَفِّنُ الْاَخْلَاطِ. **اَقُوْلُ** فِي عِبَارَتِهٖ مُسَاهَلَةٌ بَلِ الْبُرْهَانُ هُوَ الْقِيَاسُ الْمُؤَلَّفُ مِنَ الْيَقِيْنِيَّاتِ سَوَاءٌ كَانَتْ اِبْتِدَاءً وَ هِيَ الضَّرُوْرِيَّاتُ السِّتُّ اَوْ بِوَاسِطَةٍ وَ هِيَ النَّظَرِيَّاتُ وَ الْحَدُّ الْاَوْسَطُ فِيْهِ لَابُدَّ اَنْ يَكُوْنَ عِلَّةً لِنِسْبَةِ الْاَكْبَرِ اِلَى الْاَصْغَرِ فِي الذِّهْنِ فَاِنْ كَانَ مَعَ ذٰلِكَ عِلَّةً لِوُجُوْدِ تِلْكَ النِّسْبَةِ فِي الْخَارِجِ اَيْضًا فَهُوَ بُرْهَانٌ لِمِّيٌّ لِاَنَّهٗ يُعْطِي اللِّمِّيَّةَ فِي الذِّهْنِ وَ الْخَارِجِ كَقَوْلِنَا هٰذَا مُتَعَفِّنُ الْاَخْلَاطِ وَ كُلُّ مُتَعَفِّنِ الْاَخْلَاطِ فَهُوَ مَحْمُوْمٌ فَهٰذَا مَحْمُوْمٌ فَتَعَفُّنُ الْاَخْلَاطِ كَمَا اَنَّهٗ عِلَّةٌ لِثُبُوْتِ الْحُمّٰى فِي الذِّهْنِ كَذٰلِكَ عِلَّةٌ لِثُبُوْتِ الْحُمّٰى فِي الْخَارِجِ وَ اِنْ لَمْ يَكُنْ كَذٰلِكَ بَلْ لَا يَكُوْنُ عِلَّةً لِلنِّسْبَةِ اِلَّا فِي الذِّهْنِ فَهُوَ بُرْهَانٌ اِنِّيٌّ لِاَنَّهٗ يُفِيْدُ اِنِّيَّةَ النِّسْبَةِ فِي الْخَارِجِ دُوْنَ لِمِّيَّتِهَا كَقَوْلِنَا هٰذَا مَحْمُوْمٌ وَ كُلُّ مَحْمُوْمٍ مُتَعَفِّنُ الْاَخْلَاطِ فَهٰذَا مُتَعَفِّنُ

اَلْاَخْلَاطِ فَالْحُمّٰى وَ اِنْ كَانَتْ عِلَّةً لِثُبُوْتِ تَعَفُّنِ الْاَخْلَاطِ فِي الذِّهْنِ اِلَّا اَنَّهَا لَيْسَتْ عِلَّةً لَهُ فِي الْخَارِجِ بَلِ الْاَمْرُ بِالْعَكْسِ.

ترجمہ: ماتن نے کہا ہے کہ جو قیاس ان چھ سے مرکب ہو اس کا نام برہان رکھا جاتا ہے، اور وہ یا تو لمّی ہے، اور وہ وہ ہے جس میں حد اوسط ذہن و خارج (دونوں) میں نسبت کے لئے علت ہو، جیسے ہمارا قول یہ متعفن الاخلاط ہے، اور ہر متعفن الاخلاط بخار زدہ ہے پس یہ بخار زدہ ہے، اور بہر حال إنّی اور وہ وہ ہے جس میں حد اوسط صرف ذہن میں نسبت کے لئے علت ہو، جیسے ہمارا قول یہ بخار زدہ ہے، اور ہر بخار زدہ متعفن الاخلاط ہوتا ہے، پس یہ متعفن الاخلاط ہے، میں کہتا ہوں کہ ماتن کی عبارت میں مساہلت ہے، بلکہ برہان وہ قیاس ہے جو یقینیات سے مرکب ہو خواہ ابتداءً ہو اور وہ ضروریات ستہ ہیں، یا واسطہ سے ہو اور وہ نظریات ہیں، اور اس میں حد اوسط کا ذہن میں اصغر کی طرف اکبر کی نسبت کے لئے علت ہونا ضروری ہے، پس اگر وہ اس کے ساتھ خارج میں اس نسبت کے وجود کے لئے بھی علت ہو تو وہ برہان لمّی ہے، کیوں کہ یہ ذہن اور خارج (دونوں) میں لمیت کو بتلاتا ہے، جیسے ہمارا قول یہ "متعفن الاخلاط ہے، اور ہر متعفن الاخلاط پس وہ بخار زدہ ہے، پس یہ بخار زدہ ہے، پس تعفن الاخلاط جس طرح ذہن میں بخار کے ثبوت کی علت ہے، اسی طرح خارج میں بخار کے ثبوت کی علت ہے، اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ صرف ذہن میں نسبت کے لئے علت ہو، تو وہ برہان إنّی ہے، کیوں کہ یہ خارج میں إنّیت نسبت کا فائدہ دیتا ہے، نہ کہ اس کی لمّیت کا، جیسے ہمارا قول یہ بخار زدہ ہے، اور ہر بخار زدہ متعفن الاخلاط ہے، پس یہ متعفن الاخلاط ہے، پس بخار اگر چہ ذہن میں تعفن اخلاط کے ثبوت کی علت ہے مگر وہ خارج میں اس کی علت نہیں ہے، بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے یہ کہا ہے کہ اولیات، مشاہدات، تجربیات، حدسیات، متواترات اور فطریات (جن کو قضایا قیاساتہا معہا سے بھی تعبیر کرتے ہیں) سے جو قیاس مرکب ہو اس کا نام برہان ہے، شارح کہتے ہیں کہ ماتن کی عبارت میں مساہلت ہے، مساہلت کی وضاحت یہ ہے کہ یقینیات کی دو قسمیں ہیں اول بدیہیات جن کو اصول یقینیات کہتے ہیں، دوم وہ نظریات جو بدیہیات سے بلا واسطہ یا بالواسطہ ثابت ہوں، ان کو فروع یقینیات کہتے ہیں، پھر اصول یقینیات کی چھ قسمیں ہیں: ۱- اولیات ۲- مشاہدات ۳- تجربیات ۴- حدسیات ۵- متواترات ۶- فطریات، اب ماتن کی عبارت میں مساہلت یہ ہے کہ اس نے "أما الیقینیات فست" کہہ کر مطلق یقینیات کی چھ قسمیں بیان کی ہیں، اس کے بعد کہتے ہیں کہ قیاس برہانی وہ (قیاس) ہے جو ان چھ قضیوں سے مرکب ہو، حالانکہ مذکورہ چھ قسمیں مطلق یقینیات کی نہیں بلکہ اصول یقینیات کی ہیں، اور قیاس برہانی وہ (قیاس) ہے جو یقینیات سے مرکب ہو، یعنی ان کے سارے مقدمات یقینی ہوں، خواہ ابتداءً ہو اور وہ بدیہیات ہیں یا بالواسطہ ہوں اور وہ نظریات ہیں، ماتن نے چونکہ اس عبارت میں برہان اور اس کی قسموں کو بیان کیا ہے، اس لئے شارح نے اولاً برہان کی تعریف پھر تقسیم بیان کی ہے، لہٰذا ترتیب وار تشریح ملاحظہ ہو۔

برہان کے لغوی معنی: برھان، باب فَعْلَلَةٌ کا مصدر ہے، کیوں کہ اس باب کا مصدر کبھی فُعْلَالٌ کے وزن پر آتا ہے، جیسا کہ علم الصیغہ کے حاشیہ نمبر ۳ ص ۲۵ اور فیوض عثمانی ص ۵۲ پر مرقوم ہے، برہان کے معنی مطلق دلیل کے ہیں (تحقیقات)

برھان کی اصطلاحی تعریف: اصطلاحِ منطق میں برہان وہ قیاس ہے جو مقدمات یقینیہ سے مرکب ہو خواہ وہ مقدمات یقینیہ بدیہی ہوں یا ایسے نظری ہوں جن کو بدیہی سے حاصل کیا گیا ہو۔

برھان کی وجہ تسمیه: برہان کے معنیٰ ہیں، دلیل چونکہ قیاس برہانی یقینی مقدمات سے مرکب ہوتا ہے اس لئے وہ قطعی دلیل ہوتا ہے، پس اس کا نام اِدعاءً برہانی رکھ دیا، اِدّعاءً کے معنی ہیں دعویٰ کرتے ہوئے یعنی برہان کہلانے کا حق گویا اسی کا ہے، (ماخوذ من مفتاح التہذیب صاحب القلم مولفہ الرئیس فی المعقول والمنقول استاذی مفتی سعید صاحب ادام اللہ ظلہ السابغ علینا)

برھان کی قسمیں: برہان کی دو قسمیں ہیں:۱- لِمّی ۲-اِنّی۔

برھان لمی: وہ برہان ہے جس میں حد اوسط اصغر کی طرف اکبر کی نسبت کے لئے ذہن اور خارج دونوں میں علت ہو، جیسے زید بخار زدہ ہے، اس لئے کہ اس کے اخلاط (یعنی خون، بلغم، سوداء اور صفراء) بگڑ گئے ہیں، (صغریٰ) اور ہر وہ شخص جس کے اخلاط بگڑ جائیں بخار زدہ ہوتا ہے، (کبریٰ) نتیجہ نکلا کہ زید بخار زدہ ہے۔ دیکھئے اس قیاس میں اخلاط کا بگڑا ہوا ہونا حد اوسط ہے، جو زید کے لئے بخار کے ثبوت کی ذہن کے اعتبار سے بھی علت ہے، کیوں کہ علت اس کو کہتے ہیں جو معلول پر مقدم ہو، اور ظاہر ہے کہ جب ذہن میں بخار کا تصور کیا جائے گا تو اس سے پہلے انسان کے اخلاط یعنی خون، بلغم، سوداء اور صفراء میں بگاڑ کا تصور ضرور ہوگا پس اخلاط کا بگڑا ہوا ہونا ذہن کے اعتبار سے علت ہے، اسی طرح خارج کے اعتبار سے بھی علت ہے، کیوں کہ خارج میں جب بخار پایا جاتا ہے تو اس سے پہلے اخلاط میں بگاڑ اور خرابی ضرور پیدا ہو جاتی ہے، لہٰذا یہ برہان لمی ہے۔

برھان لمّی کی دوسری تعریف: آپ اگر چاہیں تو مختصر لفظوں میں برہان لمّی کی تعریف اس طرح بھی کر سکتے ہیں کہ علت سے معلول پر استدلال کرنا برہان لمی ہے، جیسے یہاں آگ موجود ہے، (صغریٰ) اور جہاں بھی آگ موجود ہوتی ہے، وہاں دھواں ہوتا ہے، (کبریٰ) نتیجہ نکلا کہ یہاں بھی دھواں ہے، دیکھئے اس قیاس میں آگ جو دھواں کی علت ہے، اس آگ کو دیکھ کر دھواں کا ثابت کرنا علت سے معلول پر استدلال کرنا ہے، لہٰذا یہ برہان لمی ہے۔

برھان لمی کی وجه تسمیه: اس برہان کو لمی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ "لمّی" لماذا ھٰذا کا مخفف ہے، اور لماذا سبب وعلت معلوم کرنے کے لئے آتا ہے اور اس برہان میں بھی سبب وعلت معلوم ہوتا ہے۔

برھان اِنّی کی تعریف: برہان اِنّی وہ برہان ہے جس میں حد اوسط اصغر کی طرف اکبر کی نسبت کے لئے یعنی حد اوسط نتیجہ کی نسبت کے لئے صرف ذہن کے اعتبار سے علت ہو خارج کے اعتبار سے علت نہ ہو، بلکہ واقع اور خارج میں کبھی حد اوسط نتیجہ کی نسبت ایجابی وسلبی کے لئے معلول ہو جائے، جیسے زید بخار زدہ ہے، (صغریٰ) اور ہر بخار زدہ کے اخلاط بگڑ جاتے ہیں (کبریٰ) نتیجہ نکلا کہ زید کے اخلاط بگڑ گئے ہیں، دیکھئے اس قیاس میں محموم یعنی بخار زدہ ہونا حد اوسط ہے جو صرف ذہن کے اعتبار سے زید کے اخلاط بگڑے ہوئے ہونے کی علت ہے، کیوں کہ علت وہ ہوتی ہے جو معلول پر مقدم ہو، اور ظاہر ہے کہ وجود ذہنی کے اعتبار سے محموم اخلاط کے بگڑے ہوئے ہونے پر مقدم ہے، لیکن نفس الامر اور خارج کے اعتبار سے محموم یعنی بخار زدہ کے اخلاط بگڑے ہوئے ہونے کی علت نہیں، کیوں کہ علت کے لئے ضروری ہے کہ وہ معلول پر مقدم ہو، حالانکہ برعکس ہے، وجود خارجی میں کسی کا بخار زدہ ہونا اس کے اخلاط کے بگڑے ہوئے ہونے پر مقدم نہیں ہے بلکہ پہلے اخلاط بگڑتے ہیں پھر بخار ہوتا ہے، لہٰذا حمّی یعنی

بخار اخلاط کے بگڑے ہوئے ہونے کے لئے صرف ذہن کے اعتبار سے علت ہے خارج اور نفس الامر کے اعتبار سے علت نہیں بلکہ خارج کے اعتبار سے تو معاملہ الٹا ہے، یعنی اخلاط کا بگڑنا ہی بخار کے لئے علت ہے، کیوں کہ خارج میں جب بھی کسی کو بخار آتا ہے تو اس سے پہلے اس سے اخلاط یعنی خون، بلغم، سوداء اور صفراء میں ضرور خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔

برھان انی کی دوسری تعریف: برہان اِنی وہ برہان ہے کہ معلوم سے علّت پر استدلال کیا جائے جیسے وہاں دھواں موجود ہے (صغریٰ) اور جہاں بھی دھواں موجود ہوتا ہے آگ ہوتی ہے، پس وہاں آگ موجود ہے، دیکھئے مثال مذکور میں دھواں معلوم ہے اور آگ علت ہے، پس دھواں کو دیکھ کر آگ کو ثابت کرنا یہی برہان اِنی ہے۔

برھان انی کی وجہ تسمیہ: اس برہان کو اِنی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اِنی "انی اعتقد کذا" کا مخفف ہے، یعنی میرا سمجھنا ایسا ہے، خارج میں ویسا ہونا ضروری نہیں اور چونکہ اس برہان میں فہم اور ذہن کے اعتبار سے حکم کو ثابت کیا جاتا ہے نہ کہ خارج کے اعتبار سے، اس لئے اس برہان کا نام برہان اِنی رکھا گیا۔ (تحقیقات عن مفتاح التہذیب)

قَالَ وَ اَمَّا غَیْرُ الْیَقِیْنِیَّاتِ فَسِتٌّ مَشْهُوْرَاتٌ وَهِیَ قَضَایَا یُحْکَمُ بِهَا لِاعْتِرَافِ جَمِیْعِ النَّاسِ بِهَا لِمَصْلِحَةٍ عَامَّةٍ اَوْ رَأْفَةٍ اَوْ حَمِیَّةٍ اَوْ اِنْفِعَالَاتٍ مِنْ عَادَاتٍ وَ شَرَائِعَ وَ اٰدَابٍ وَ الْفَرْقُ بَیْنَهَا وَ بَیْنَ الْاَوَّلِیَّاتِ اَنَّ الْاِنْسَانَ لَوْ خَلّٰی وَ نَفْسَهٗ مَعَ قَطْعِ النَّظَرِ عَمَّا وَ رَاءَ عَقْلِهٖ یُحْکَمُ بِهَا بِخِلَافِ الْاَوَّلِیَّاتِ کَقَوْلِنَا الظُّلْمُ قَبِیْحٌ وَ الْعَدْلُ حَسَنٌ وَ کَشْفُ الْعَوْرَةِ مَذْمُوْمٌ وَ مُرَاعَاةُ الضُّعَفَاءِ مَحْمُوْدَةٌ وَ مِنْ هٰذِهٖ مَا یَکُوْنُ صَادِقًا وَ مَا یَکُوْنُ کَاذِبًا وَ لِکُلِّ قَوْمٍ مَشْهُوْرَاتٌ وَ لِکُلِّ اَهْلِ صِنَاعَةٍ بِحَسْبِهَا وَ مُسَلَّمَاتٌ وَ هِیَ قَضَایَا مُسَلَّمَةٌ بِتَسْلِیْمٍ مِنَ الْخَصْمِ فَیَبْنِیْ عَلَیْهَا الْکَلَامُ لِدَفْعِهٖ کَتَسْلِیْمِ الْفُقَهَاءِ مَسَائِلَ اُصُوْلِ الْفِقْهِ وَ الْقِیَاسُ الْمُؤَلَّفُ مِنْ هٰذَیْنِ یُسَمّٰی جَدَلًا وَ الْغَرَضُ مِنْهُ اِقْنَاعُ الْقَاصِرِ عَنْ دَرْکِ الْبُرْهَانِ وَ اِلْزَامُ الْخَصْمِ وَ مَقْبُوْلَاتٌ وَهِیَ قَضَایَا تُؤْخَذُ مِمَّنْ یُعْتَقَدُ فِیْهِ اِمَّا لِاَمْرٍ سَمَاوِیٍّ اَوْ لِمَزِیْدِ عَقْلٍ وَ دِیْنٍ کَالْمَاخُوْذَاتِ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ وَ الزُّهْدِ وَ مَظْنُوْنَاتٌ وَ هِیَ قَضَایَا یُحْکَمُ بِهَا اِتِّبَاعًا لِلظَّنِّ کَقَوْلِکَ فُلَانٌ یَطُوْفُ بِاللَّیْلِ فَهُوَ سَارِقٌ وَ الْقِیَاسُ الْمُؤَلَّفُ مِنْ هٰذَیْنِ یُسَمّٰی خَطَابَةً وَ الْغَرَضُ مِنْهُ تَرْغِیْبُ السَّامِعِ فِیْمَا یَنْفَعُهٗ مِنْ تَهْذِیْبِ الْاَخْلَاقِ وَ اَمْرِ الدِّیْنِ وَ مُخَیَّلَاتٌ وَهِیَ قَضَایَا اِذَا اُوْرِدَتْ عَلَی النَّفْسِ اَثَّرَتْ فِیْهَا تَاْثِیْرًا عَجِیْبًا مِنْ قَبْضٍ وَ بَسْطٍ کَقَوْلِهِمُ الْخَمْرُ یَاقُوْتِیَّةٌ سَیَّالَةٌ وَ الْعَسَلُ مُرَّةٌ مُهَوَّعَةٌ وَ الْقِیَاسُ الْمُؤَلَّفُ مِنْهَا یُسَمّٰی شِعْرًا وَ الْغَرَضُ مِنْهُ اِنْفِعَالُ النَّفْسِ بِالتَّرْغِیْبِ وَ التَّنْفِیْرِ وَ یُرَوِّجُهَا الْوَزْنُ وَ الصَّوْتُ الطَّیِّبُ وَ وَهْمِیَّاتٌ وَ هِیَ قَضَایَا کَاذِبَةٌ یُحْکَمُ بِهَا الْوَهْمُ فِیْ اُمُوْرٍ غَیْرِ مَحْسُوْسَةٍ کَقَوْلِنَا کُلُّ مَوْجُوْدٍ مُشَارٌ اِلَیْهِ وَ وَرَاءَ الْعَالَمِ فَضَاءٌ لَا نِهَایَةَ لَهَا وَ لَوْ لَا دَفْعُ الْعَقْلِ وَ الشَّرَائِعِ لَکَانَتْ مِنَ الْاَوَّلِیَّاتِ وَ عُرِفَ کِذْبُ الْوَهْمِ لِمُوَافَقَةِ الْعَقْلِ فِیْ مُقَدَّمَاتِ الْقِیَاسِ النَّاتِجِ لِنَقِیْضِ حُکْمِهٖ وَ اِنْکَارِهٖ وَ نَفْیِهٖ عِنْدَ الْوُصُوْلِ اِلَی النَّتِیْجَةِ وَ الْقِیَاسُ الْمُؤَلَّفُ مِنْهَا یُسَمّٰی سَفْسَطَةً وَ الْغَرَضُ مِنْهُ اِفْحَامُ الْخَصْمِ وَ تَغْلِیْطُهٗ۔

ترجمہ: ماتن نے کہا (ہے کہ) اور بہرحال غیر یقینیات تو (وہ) چھ ہیں، مشہورات اور وہ وہ قضایا ہیں جن میں حکم لگایا

جائے ان کے پوری قوم کے اتفاق کے سبب سے عام مصلحت یا دلی نرمی یا طبعی حمیت یا انفعالات خلقیہ کی وجہ سے عادات، شرائع اور آداب سے، ان کے اور اولیات کے درمیان فرق یہ ہے کہ اگر انسان کو اس کی ذات کے ساتھ چھوڑ دیا جائے ماوراء عقل سے قطع نظر کر کے تو وہ اس کا حکم نہیں لگا سکتا، بخلاف اولیات کے جیسے ظلم بری چیز ہے، اور انصاف اچھی چیز ہے، اور ستر کھولنا بری بات ہے اور کمزوروں کی رعایت کرنا پسندیدہ ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ صادق بھی ہوتے ہیں اور کاذب بھی، اور ہر قوم اور ہر پیشہ ور کے مشہورات ان کے اعتبار سے ہوتے ہیں (یعنی جدا جدا ہوتے ہیں) اور مسلمات: اور وہ وہ قضایا ہیں جو خصم کی تسلیم سے مسلم ہوں۔ پس ان پر کلام کی بنیاد رکھی جاتی ہے، اس کو دفع کرنے کے لئے، جیسے فقہاء کا اصول فقہ کے مسائل کو تسلیم کرنا، اور ان سے مرکب قیاس کا نام جدل رکھا جاتا ہے، اور اس سے غرض برہان کے ادراک سے قاصر کو مانع بنانا اور مقابل کو الزام دینا ہے، اور مقبولات: اور وہ وہ قضایا ہیں جو ماخوذ ہوں اس شخص سے جو اس کا اعتقاد رکھے یا تو امر سماوی کی وجہ سے یا زیادتیٔ عقل و دین کی وجہ سے جیسے وہ (باتیں) جو لی گئی ہوں اہل علم و زہد سے۔ اور مظنونات: اور وہ وہ قضایا ہیں جن میں اتباع ظن کی بناء پر حکم لگایا گیا ہو، جیسے تیرا قول فلاں (شخص) رات کو گھومتا ہے پس وہ چور ہے، اور ان سے مرکب قیاس کا نام خطابہ رکھا جاتا ہے، اور اس کا مقصود سامع کو اس چیز کی ترغیب دلانا ہے جو اس کے لئے نافع ہو، جیسے تہذیب اخلاق اور امر دین۔ اور مخیلات: اور وہ وہ قضایا ہیں جب وہ نفس پر وارد ہو کر ان میں قبض اور بسط عجیب اثر ڈالیں، جیسے ان کا قول جیسے شراب یاقوت جیسی ہے سیال ہے، اور شہد پیتا ہے قے آتی ہے۔ اور ان سے مرکب قیاس کا نام شعر رکھا جاتا ہے، اور اس کا مقصد رغبت دلانے اور نفرت دلانے سے نفس کا متاثر ہونا ہے، اور اس کو وزن اور اچھی آواز چار چاند لگاتی ہے۔ اور وہمیات: اور وہ وہ قضایا ہیں جو جھوٹے ہیں اور ان میں وہم غیر محسوس امور (محسوس کا) حکم لگاتا ہے، جیسے ہمارا قول ہر موجود مشار الیہ ہے، اور ماوراءِ عالم فضا ہے اس کی کوئی انتہا نہیں ہے، اور اگر عقل و شرع مدافعت نہ ہو تو وہمیات اولیات سے (ملتبس) ہو جائیں، اور وہم کا کذب (اس سے) معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ اس قیاس کے مقدمات میں جو وہم کے حکم کی نقیض کا منتج ہوتے ہیں عقل موافقت کر لیتا ہے، اور نتیجہ پر پہنچنے کے وقت اس سے رجوع کر لیتا ہے، اور جو قیاس ان سے مرکب ہو اس کا نام سفسطہ رکھا جاتا ہے، اور اس کا مقصد مقابل کو خاموش کرنا اور مغالطہ دینا ہے۔

اقول مِنْ غَيْرِ الْيَقِيْنِيَّاتِ الْمَشْهُوْرَاتُ وَهِيَ قَضَايَا يَعْتَرِفُ بِهَا جَمِيْعُ النَّاسِ وَ سَبَبُ شُهْرَتِهَا فِيْمَا بَيْنَهُمْ اِمَّا اشْتِمَالُهَا عَلٰى مَصْلَحَةٍ عَامَّةٍ كَقَوْلِنَا الْعَدْلُ حَسَنٌ وَ الظُّلْمُ قَبِيْحٌ وَ اِمَّا مَا فِيْ طِبَاعِهِمْ مِنَ الرِّقَّةِ كَقَوْلِنَا مُرَاعَاةُ الضُّعَفَاءِ مَحْمُوْدَةٌ وَ اِمَّا مَا فِيْهِمْ مِنَ الْحَمِيَّةِ كَقَوْلِنَا كَشْفُ الْعَوْرَةِ مَذْمُوْمٌ وَ اِمَّا اِنْفِعَالَاتُهُمْ مِنْ عَادَاتِهِمْ كَقُبْحِ ذَبْحِ الْحَيَوَانَاتِ عِنْ اَهْلِ الْهِنْدِ وَ عَدَمِ قُبْحِهِ عِنْدَ غَيْرِهِمْ وَ اِمَّا مِنْ شَرَائِعَ وَ آدَابٍ كَالْاُمُوْرِ الشَّرْعِيَّةِ وَ غَيْرِهَا وَ رُبَّمَا تَبْلُغُ الشُّهْرَةُ بِحَيْثُ تَلْتَبِسُ بِالْاَوَّلِيَّاتِ وَ يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا بِاَنَّ الْاِنْسَانَ لَوْ فُرِضَ نَفْسُهُ خَالِيَةً عَنْ جَمِيْعِ الْاُمُوْرِ الْمُغَايِرَةِ لِعَقْلِهِ حَكَمَ بِالْاَوَّلِيَّاتِ دُوْنَ الْمَشْهُوْرَاتِ وَ هِيَ قَدْ تَكُوْنُ صَادِقَةً وَ قَدْ تَكُوْنُ كَاذِبَةً بِخِلَافِ الْاَوَّلِيَّاتِ وَ لِكُلِّ قَوْمٍ مَشْهُوْرَاتٌ

بِحَسَبِ عَادَاتِهِمْ وَ آدَابِهِمْ وَ لِكُلِّ أَهْلِ صِنَاعَةٍ أَيْضًا مَشْهُوْرَاتٌ بِحَسَبِ صِنَاعَتِهِمْ وَ مِنْهَا الْمُسَلَّمَاتُ وَهِيَ قَضَايَا تُسَلَّمُ عَنِ الْخَصْمِ وَ يُبْنٰى عَلَيْهَا الْكَلَامُ لِدَفْعِهِ سَوَاءٌ كَانَتْ مُسَلَّمَةً فِيْمَا بَيْنَهُمَا خَاصَّةً أَوْ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ كَتَسْلِيْمِ الْفُقَهَاءِ مَسَائِلَ أُصُوْلِ الْفِقْهِ كَمَا يَسْتَدِلُّ الْفَقِيْهُ عَلٰى وُجُوْبِ الزَّكٰوةِ فِيْ حُلِيِّ الْبَالِغَةِ بِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ السَّلَامُ فِيْ الْحُلِيِّ زَكٰوةٌ فَلَوْ قَالَ الْخَصْمُ هٰذَا خَبَرٌ وَاحِدٌ فَلَا نُسَلِّمُ أَنَّهُ حُجَّةٌ فَنَقُوْلُ قَدْ ثَبَتَ هٰذَا فِيْ عِلْمِ أُصُوْلِ الْفِقْهِ وَلَابُدَّ أَنْ نَأْخُذَهُ هٰهُنَا مُسَلَّمًا وَالْقِيَاسُ الْمُؤَلَّفُ مِنَ الْمَشْهُوْرَاتِ وَ الْمُسَلَّمَاتِ يُسَمّٰى جَدَلًا وَ الْغَرَضُ مِنْهُ إِلْزَامُ الْخَصْمِ وَ إِقْنَاعُ مَنْ هُوَ قَاصِرٌ عَنْ إِدْرَاكِ مُقَدِّمَاتِ الْبُرْهَانِ وَ مِنْهَا الْمَقْبُوْلَاتُ وَهِيَ قَضَايَا تُؤْخَذُ مِمَّنْ يُعْتَقَدُ فِيْهِ إِمَّا لِأَمْرٍ سَمَاوِيٍّ مِنَ الْمُعْجِزَاتِ وَ الْكَرَامَاتِ كَالْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ وَ إِمَّا لِاخْتِصَاصِهِ بِمَزِيْدِ عَقْلٍ وَ دِيْنٍ كَأَهْلِ الْعِلْمِ وَ الزُّهْدِ وَهِيَ نَافِعَةٌ جِدًّا فِيْ تَعْظِيْمِ أَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ الشَّفْقَةِ عَلٰى خَلْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَمِنْهَا الْمَظْنُوْنَاتُ وَهِيَ قَضَايَا يُحْكَمُ بِهَا الْعَقْلُ حُكْمًا رَاجِحًا مَعَ تَجْوِيْزِ نَقِيْضِهِ كَقَوْلِنَا فُلَانٌ يَطُوْفُ بِاللَّيْلِ وَ كُلُّ مَنْ يَطُوْفُ بِاللَّيْلِ فَهُوَ سَارِقٌ فَفُلَانٌ سَارِقٌ وَ الْقِيَاسُ الْمُرَكَّبُ مِنَ الْمَقْبُوْلَاتِ وَ الْمَظْنُوْنَاتِ يُسَمّٰى خَطَابَةً وَ الْغَرَضُ مِنْهَا تَرْغِيْبُ النَّاسِ فِيْمَا يَنْفَعُهُمْ مِنْ أُمُوْرِ مَعَاشِهِمْ وَ مَعَادِهِمْ كَمَا يَفْعَلُ الْخُطَبَاءُ وَ الْوُعَّاظُ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں (کہ) غیر یقینیات میں سے (بعض) مشہورات ہیں، اور وہ وہ قضایا ہیں جن کا سب لوگ اقرار کرتے ہوں، اور لوگوں کے درمیان اس کی شہرت کا سبب یا تو ان کی مصلحت عام پر مشتمل ہونا ہے جیسے ہمارا قول عدل اچھی (چیز) ہے، اور ظلم قبیح ہے، یا ان کی طبیعت میں رقت ہے، جیسے ہمارا قول کمزوروں کی رعایت پسندیدہ ہے، یا لوگوں میں حمیت (طبعی مروت) کا ہونا ہے، جیسے ہمارا قول ستر کھولنا بری بات ہے، یا لوگوں کی انفعالی عادات ہیں، جیسے اہل ہنود کے نزدیک جانوروں کا ذبح کرنا مذموم ہونا اور غیر ہنود کے نزدیک اس کا مذموم نہ ہونا، یا شرائع و آداب ہیں، جیسے امور شرعیہ اور ان کے علاوہ، اور بسا اوقات شہرت اولیات کے ساتھ متلبس ہونے کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے، اور ان دونوں کے درمیان فرق اس طرح کیا جاتا ہے کہ اگر نفس انسانی کو اس کی عقل کے مغایر تمام امور سے خالی فرض کیا جائے، تو اولیات کا حکم لگائے گا نہ کہ مشہورات کا، اور وہ کبھی صادق ہوتے ہیں اور کبھی کاذب ہوتے ہیں، بخلاف اولیات کے، اور ہر قوم کی عادات اور آداب کے اعتبار سے کچھ مشہورات ہوتے ہیں، اسی طرح ہر اہل صناعت کے ان کی صناعت کے اعتبار سے مشہورات ہوتے ہیں، اور ان میں سے بعض مسلمات ہیں، اور وہ وہ قضایا ہیں جو مد مقابل سے تسلیم کر لئے جائیں اور اس کے دفعیہ کے لئے ان ہی پر کلام کی بنیاد رکھی جائے، خواہ خاص طور سے ان دونوں کے درمیان مسلم ہوں یا اہل علم کے درمیان جیسے اصول فقہ کے مسائل کو فقہاء کا تسلیم کرنا، جیسے فقیہ بالغہ کے زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "فی الحلی زکوٰۃ" سے استدلال کرتا ہے، پس اگر مد مقابل کہے کہ یہ خبر واحد ہے اس لئے حجت ہونا ہم تسلیم نہیں کرتے، پس ہم کہتے ہیں کہ یہ علم اصول فقہ میں ثابت ہے، اور یہاں اس کا لینا ضروری ہے، جو مسلم ہو اور وہ قیاس جو مشہورات اور مسلمات سے مرکب ہو اس کا نام جدل رکھا جاتا ہے، اور اس کا

مقصد مدمقابل کوالزام دینااور برہان کے مقدمات کے ادراک سے عاجز شخص کوقانع بنانا ہوتا ہے،اوران ہی میں سے مقبولات ہیں،اور وہ وہ قضایا ہیں جواس شخص سے لئے جائیں جواس کا معتقد ہویا تو امر سماوی یعنی معجزات وکرامات کی وجہ سے جیسے انبیاء علیہم السلام اوراولیاء کرام یااس کے عقل اور دین کی زیادتی کے ساتھ مخصوص ہونے کی وجہ سے، جیسے اہل علم اور زُہد،اور یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم میں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت کرنے میں بہت نافع ہے،اوران میں سے بعض مظنونات ہیں:اور وہ وہ قضایا ہیں جن میں عقل اس کی نقیض کے جائز قرار دینے کے ساتھ حکم راجح کا حکم لگائے، جیسے ہمارا قول فلاں (شخص) رات کو چکرلگا تا ہے،اور ہر وہ شخص جورات کو چکرلگا تا ہے پس وہ چور ہوتا ہے،اور مقبولات ومظنونات سے مرکب قیاس کا نام خطابہ رکھا جاتا ہے،اوراس کا مقصد لوگوں کواس چیز کی رغبت دلانا ہے جوان کے لئے نافع ہو جیسے ان کے معاش اور معاد کی باتیں، جیسا کہ خطباء اور واعظین کرتے ہیں۔

تشریح: اس قال میں ماتنؒ نے مقدمات غیر یقینیہ کو بیان کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ مقدمات غیر یقینیہ چھ ہیں:۱-مشہورات ۲-مسلمات ۳-مقبولات ۴-مظنونات ۵-مخیلات ۶-وہمیات، شارح کی جن عبارت کا مندرجہ بالا سطور میں ترجمہ کیا گیا ہے ان اول الذکر چار کا تذکرہ ہے اس لئے ان ہی چار کی تشریح یہاں کی جاتی ہے، باقی کی تشریح باقی عبارت کی تشریح کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

مشہورات: وہ مقدمات ہیں جن کا اعتراف واقرار تمام لوگ کرتے ہیں اور سب متفق ہوں یا توان کے عام مصلحت پر مشتمل ہونے کی وجہ سے، جیسے انصاف اچھی چیز ہے اور ظلم برا اور قبیح ہے، دیکھئے یہ ایسے مقدمات ہیں کہ ان میں عوام کا فائدہ ہے، یا تمام لوگوں کا اعتراف واتفاق رقتِ قلبی یعنی دلی نرمی کی وجہ سے ہو، جیسے کمزوروں کی رعایت کرنا پسندیدہ ہے، یا پیدائشی تاثر یا فطری اثر کی وجہ سے اتفاق رائے ہو جیسے شرمگاہ کا کھولنا فطری تقاضے اور پیدائشی تاثر کی وجہ سے برا سمجھا جاتا ہے، یا مخصوص جماعت عادی تاثر کی وجہ سے ہو، جیسے ہندوؤں کا یہ کہنا کہ جانوروں کا ذبح کرنا برا اور پاپ ہے، غیر ہنود کے نزدیک برا اور پاپ نہیں ہے یا شرائع اور آداب سے ہو جیسے امور شرعیہ وغیرہا۔

ربما تبلغ الشهرة الخ اس عبارت سے شارح یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مشہورات کی شہرت کبھی کبھی اس درجہ کو پہنچ جاتی ہے کہ مشہورات اور اولیات کے ساتھ متلبس ہو جاتے ہیں، اور دونوں ایک معلوم ہوتے ہیں حالانکہ ان کے درمیان فرق ہے کیوں کہ مشہورات تو بسا اوقات باطل اور غلط ہوتے ہیں جیسے "قتل السارق واجبٌ" یہ مشہورات میں سے ہے، حالانکہ شرعی اعتبار سے غلط ہے کیوں کہ شریعت میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنے کا وجوب ہے نہ کہ قتل کرنا، اور اولیات ہمیشہ صحیح اور حق ہوتے ہیں، پس ضرورت پیش آئی کہ ان دونوں کے درمیان فرق کرنے کا کوئی ضابطہ اور صورت ہو، اسی لئے اولیات اور مشہورات کے درمیان فرق کا ضابطہ بیان کیا جارہا ہے، اور ضابطہ یہ ہے کہ جس قضیہ میں مشہورہ یا اولیہ ہونے کا شبہ ہو اور آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ یہ اولیہ ہے یا مشہورہ تو اس کو صرف عقل سے دریافت کیجئے اور عقل کے مغایر جتنے امور ہیں سب سے ذہن کو خالی کر لیجئے تو عقل اگر اولیات کا حکم لگائے تو وہ اولیات ہیں اور اگر مشہورات کا حکم لگائے تو وہ مشہورات ہیں۔

شارح کہتے ہیں کہ ہر قوم کے یہاں کچھ مشہورات ہوتے ہیں جو صرف انہی کے لئے خاص ہوتے ہیں دوسروں کے یہاں وہ نہیں چلتے، اسی طرح ہر علم وفن والے کے بھی کچھ مشہورات ہیں، جیسے نحویوں کے یہاں مشہور ہے کہ فاعل مرفوع ہوتا ہے اور مفعول منصوب ہوتا ہے، اور مضاف الیہ مجرور ہوتا ہے اور اصول فقہ کے نزدیک مشہور ہے کہ امر وجوب کے لئے ہوتا ہے جیسے اَقِیْمُو

الصَّلٰوۃَ واٰتُو الزَّکٰوۃَ میں امر وجوب کے لئے ہے اور نماز کا قائم کرنا اور زکوٰۃ کا دینا واجب اور فرض ہے۔

مسلمات: وہ مقدمات ہیں جو ایسے قضیوں سے مرکب ہوں جن کو فریق مخالف نے مان لیا ہو، اور فریق مخالف کی بات کو رد کرنے کے لئے انہی مقدمات پر کلام کی بنیاد رکھی جائے، خواہ مقدمات فریقین کے درمیان خاص کر مسلم ہوں، یا اہل علم کے درمیان مسلم ہوں، جیسا کہ اصول کے مسائل فقہاء کرام کے مسلمات ہیں، جیسے فقیہ شخص بالغہ عورت کے زیورات میں زکوٰۃ کے واجب ہونے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ''فی الحلی زکوٰۃ'' سے استدلال کرتا ہے، اب اگر ہم سے کوئی یہ کہے کہ یہ خبر واحد ہے ہم اس کا حجت ہونا تسلیم نہیں کرتے تو ہم اس سے کہیں گے کہ یہ علم اصولِ فقہ میں ثابت ہے۔

قیاس جدلی: شارح کہتے ہیں کہ جو قیاس مقدمات مشہورہ یا مسلمہ سے مرکب ہو اس کا قیاس جدلی ہے۔

قیاس جدلی کے استعمال کا فائدہ: صناعتِ جدال میں قیاس جدلی کے استعمال کے دو فائدے ہیں: ۱- فریق مخالف پر الزام قائم کرنا مخالف کی تغلیط سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا۔ ۲- اپنی رائے کو خطاء اور غلطی سے محفوظ رکھنا۔ اور جو شخص برہان کے مقدمات کے سمجھنے سے عاجز ہو اس کا قانع بن جانا، قیاس جدلی کا استعمال کرنے والا اگر معترض ہے مجیب نہیں ہے تو اس کا مقصود اس قیاس کے استعمال سے فریق مخالف پر الزام قائم کرنا ہوتا ہے، اور برہان کے مقدمات کے نہ سمجھنے کی وجہ سے ان ہی مشہورات یا مسلمات پر قناعت کر لیتا ہے، اور اگر اس قیاس کا استعمال کرنے والا مجیب ہو تو اس کا مقصود اپنی رائے کو محفوظ رکھنا اور فریق مخالف کے الزام سے بچنے کی کوشش کرنا ہوتا ہے۔

مقبولات: وہ مقدمات ہیں جو ایسے حضرات سے منقول ہوں جن کے بارے میں حسن ظن اور حسن اعتقاد ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ فرماتے ہیں درست ہے یا تو امر سماوی کی وجہ سے ہو یعنی معجزات اور کرامات کی وجہ سے ہو جیسے انبیاء اور اولیاء۔ یا اس شخص کی زیادتی عقل اور دین کے علوم میں مہارت کی وجہ سے جیسے اہل علم اور زُہد۔ ان کے فرمودات کے بارے میں حسن ظن ہوتا ہے کہ یہ درست ہیں۔ شارح فرماتے ہیں کہ مقدمات مقبولہ، اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت کرنے میں بہت ہی نافع ہیں۔

تنبیہ: شارح نے جو مقدمات مقبولہ کی مثال میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا ہے یہ صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ یہ مقدمات قیاس خطابی کی قسم سے ہیں، اور انبیاء علیہم السلام کے اقوال و فرمودات کو خطابت سے شمار کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ وہ برہان کے قبیل سے ہیں، اور قیاس خطابی ظنی ہوتا ہے، اور انبیاء علیہم السلام سے جو باتیں منقول ہیں وہ قطعی اور یقینی ہیں کیوں کہ وہ سچی خبریں ہیں اور ایسے سچے خبر دینے والے سے منقول ہیں جن کی صداقت کو اللہ جل شانہ نے معجزوں سے ثابت کیا ہے، اور ان خبروں میں خطاء کا بالکل شائبہ نہیں اور وہم کی قطعاً گنجائش نہیں، اور جو خبریں ایسی ہوں ان سے جو قیاس مرکب ہوتا ہے وہ قیاس برہانی اور قطعی المقدمات ہوتا ہے ظنی نہیں ہوتا، لہٰذا انبیاء علیہم السلام کے فرمودات کو خطابت میں داخل کرنا غلط ہے۔

مظنونات: وہ مقدمات ہیں کہ ان میں جانب راجح کا اعتبار کرتے ہوئے اس طرح حکم لگائے کہ جانب مرجوح کا بھی احتمال باقی رہے، جیسے فلاں شخص رات کو گھومتا ہے (صغریٰ) اور جو رات کو گھومتا ہے وہ چور ہوتا ہے (کبریٰ) لہٰذا فلاں شخص چور ہے، دیکھئے مثال مذکور میں رات کو گھومنے والے شخص پر چور ہونے کا حکم محض ظنِ غالب کے طور پر ہے، لیکن یہ کوئی ضروری نہیں کہ جو رات کو گھومے وہ چور ہی ہو، بلکہ یہ بطریقِ رجحان ممکن ہے لیکن جانب مرجوح کا بھی احتمال ہے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ چور نہ ہو بلکہ بادشاہ اپنی رعایا کی خبر گیری کے لئے نکلا ہو۔ (تحقیقات)

قیاس خطابی: شارح کہتے ہیں کہ جو قیاس مقدمات مظنونہ اور مقبولہ سے مرکب ہو اس کو قیاس خطابی کہا جاتا ہے۔

قیاس خطابی کا فائدہ: قیاس خطابی سے دنیوی اور اُخروی کاموں میں بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں، لوگوں کو اس کے ذریعہ ایسے کاموں پر ابھارا جاتا ہے جس سے دنیا و آخرت دونوں جہاں میں نفع ہو اور ایسے کاموں سے روکا جاتا ہے جو دنیا و آخرت کے لحاظ سے نقصان پہنچانے والے ہوں، الغرض اس قیاس کے ذریعہ ایسے امور کی طرف رہنمائی مقصود ہوتی ہے جو معاش یا معاد میں لوگوں کے لئے نافع یا مضر ہوں تاکہ نافع کی تحصیل میں رغبت پیدا ہو اور مضر سے احتراز ہو، خطباء اور واعظین حضرات ایسا ہی کرتے ہیں۔

وَ مِنْهَا الْمُخَيَّلَاتُ وَهِيَ قَضَايَا يُخَيَّلُ بِهَا فَتَتَأَثَّرُ النَّفْسُ مِنْهَا قَبْضًا وَ بَسْطًا فَتَنْفِرُ اَوْ تَرْغَبُ كَمَا اِذَا قِيْلَ اَلْخَمْرُ يَاقُوْتِيَّةٌ سَيَّالَةٌ اِنْبَسَطَتِ النَّفْسُ وَ رَغِبَتْ فِيْ شُرْبِهَا وَ اِذَا قِيْلَ الْعَسَلُ مُرَّةٌ مُهَوَّعَةٌ اِنْقَبَضَتْ عَنْهُ وَ تَنَفَّرَتْ عَنْهُ وَ الْقِيَاسُ الْمُؤَلَّفُ مِنْهَا يُسَمّٰى شِعْرًا وَ الْغَرْضُ مِنْهُ اِنْفِعَالُ النَّفْسِ بِالتَّرْغِيْبِ وَ التَّرْهِيْبِ وَيَزِيْدُ فِيْ ذٰلِكَ اَنْ يَكُوْنَ الشِّعْرُ عَلٰى وَزْنٍ لَطِيْفٍ اَوْ يُنْشَدُ بِصَوْتٍ طَيِّبٍ وَ مِنْهَا الْوَهْمِيَّاتُ وَ هِيَ قَضَايَا كَاذِبَةٌ يُحْكَمُ بِهَا الْوَهْمُ فِيْ اُمُوْرٍ غَيْرِ مَحْسُوْسَةٍ وَ اِنَّمَا قُيِّدَ بِالْاُمُوْرِ الْغَيْرِ الْمَحْسُوْسَةِ لِاَنَّ حُكْمَ الْوَهْمِ فِي الْمَحْسُوْسَاتِ لَيْسَ بِكَاذِبٍ كَمَا اِذَا حُكِمَ بِحُسْنِ الْحَسْنَاءِ وَ قُبْحِ الشَّوْهَاءِ وَ ذٰلِكَ لِاَنَّ الْوَهْمَ قُوَّةٌ جِسْمَانِيَّةٌ لِلْاِنْسَانِ يُدْرَكُ بِهَا الْجُزْئِيَّاتُ الْمُنْتَزَعَةُ مِنَ الْمَحْسُوْسَاتِ فَهِيَ تَابِعَةٌ لِلْحِسِّ فَاِذَا حَكَمَ عَلَى الْمَحْسُوْسَاتِ كَانَ حُكْمًا صَحِيْحًا وَاِنْ حُكِمَ عَلٰى غَيْرِ الْمَحْسُوْسَاتِ بِاَحْكَامِهَا كَانَتْ كَاذِبَةً كَالْحُكْمِ بِاَنَّ كُلَّ مَوْجُوْدٍ مُشَارٌ اِلَيْهِ وَ اِنَّ وَرَاءَ الْعَالَمِ فِضَاءٌ لَا يَتَنَاهٰى فَاِنَّ الْحِسَّ وَ الْوَهْمَ سَبَقَا اِلَى النَّفْسِ فَهِيَ مُنْجَذِبَةٌ اِلَيْهِمَا مُسَخَّرَةٌ لَهُمَا حَتّٰى اَنَّ اَحْكَامَ الْوَهْمِيَّاتِ رُبَمَا لَمْ يَتَمَيَّزْ عِنْدَهَا مِنَ الْاَوَّلِيَّاتِ وَ لَوْلَا دَفْعُ الْعَقْلِ وَ الشَّرْعِ وَ تَكْذِيْبُهُمَا اَحْكَامَ الْوَهْمِ بَقِيَ اِلْتِبَاسُهُمَا بِالْاَوَّلِيَّاتِ وَ لَمْ يَكَدْ يَرْتَفِعُ اَصْلًا وَ مِمَّا يُعْرَفُ بِهٖ كِذْبُ الْوَهْمِ اَنَّهٗ يُسَاعِدُ الْعَقْلَ فِي الْمُقَدَّمَاتِ الْمُنْتِجَةِ نَقِيْضَ مَا حَكَمَ بِهَا كَمَا يَحْكُمُ الْوَهْمُ بِالْخَوْفِ عَنِ الْمَيِّتِ مَعَ اَنَّهٗ يُوَافِقُ الْعَقْلَ فِيْ اَنَّ الْمَيِّتَ جَمَادٌ وَ الْجَمَادُ لَا يُخَافُ مِنْهُ الْمُنْتِجِ كَقَوْلِنَا الْمَيِّتُ لَا يُخَافُ مِنْهُ فَاِذَا وَصَلَ الْوَهْمُ وَ الْعَقْلُ اِلَى النَّتِيْجَةِ نَكَصَ الْوَهْمُ وَ اَنْكَرَهَا وَ الْقِيَاسُ الْمُرَكَّبُ مِنْهَا يُسَمّٰى سَفْسَطَةً وَ الْغَرْضُ مِنْهُ تَغْلِيْطُ الْخَصْمِ وَ اِسْكَاتُهٗ وَاَعْظَمُ فَائِدَةٍ مَعْرِفَتُهَا الْاِحْتِرَازُ عَنْهَا.

ترجمہ: اور ان میں سے بعض مخیلات ہیں، اور وہ وہ قضایا ہیں جن کے تخیل سے نفس انقباضی یا انبساطی صورت میں متاثر ہو کر متنفر ہو یا راغب ہو جیسا کہ جب کہا جائے ''الخمر یاقوتیۃ سیالۃ'' تو نفس خوش ہوتا ہے، اور اس کے پینے کی رغبت کرتا ہے اور جب کہا جائے کہ شہد صفراء ہے قئ آور ہے تو نفس منقبض ہوتا ہے، اور اس سے نفرت کرتا ہے اور وہ قیاس جو ان سے مرکب ہو اس کا نام شعر رکھا جاتا ہے، اور اس کا مقصد ترغیب اور ترہیب سے نفس کا متاثر ہونا ہے، اور شعر کا عمدہ وزن پر ہونا یا اچھی آواز سے پڑھنا اس میں (یعنی تاثیر میں) اور اضافہ کر دیتا ہے۔ اور ان میں سے بعض وہمیات ہیں، اور وہ وہ قضایا ہیں جن میں وہم غیر محسوس امور پر حکم لگاتا ہے اور ''بالامور الغیر المحسوسۃ'' کی

قیداس لئے لگائی کہ وہم کا حکم محسوسات میں کاذب نہیں ہوتا جیسے جب حسینوں کا حسن اور بدصورتوں کی برائی کا حکم لگائے اس لئے کہ وہم انسان کی ایک جسمانی قوت ہے جس کے ذریعہ محسوسات سے منتزع ہونے والی جزئیات کا ادراک کرتا ہے، پس وہ حس کے تابع ہے، پس جب محسوسات پر حکم لگائے تو حکم صحیح ہوگا اور اگر غیر محسوسات پر اس کے احکام کا حکم لگائے تو وہ کاذب ہوں گے جیسے اس بات کا حکم کہ ''ہر موجود مشار الیہ'' ہے اور ''وراء عالم فضا ہے بے انتہا ہے'' کیوں کہ حس اور وہم سابق الی النفس ہیں، پس نفس ان کی طرف منجذب اور ان کا تابع ہے، یہاں تک کہ وہمیات کے احکام بسا اوقات نفس کے نزدیک اولیات سے ممتاز نہیں ہوتے، اور اگر عقل وشرع کی مدافعت اور ان دونوں کا احکام وہم کو کاذب قرار دینا نہ ہوتا تو وہمیات کا اولیات کے ساتھ التباس باقی رہے اور بالکل مرتفع نہ ہو سکے، اور وہم کا کذب اس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ عقل ان مقدمات میں جو وہم کے حکم کی نقیض کا نتیجہ دیتے ہیں، جیسے وہم میت سے ڈرنے کا حکم لگاتا ہے باوجودیکہ وہ اس سلسلے میں عقل کا موافق ہوتا ہے، کہ میت جماد ہے اور جماد سے ڈرا نہیں جاتا جو مثلاً ہمارے قول ''میت سے نہیں ڈرا جاتا ہے'' کہ نتیجہ دیتا ہے، پس جب وہم اور عقل نتیجہ تک پہنچتے ہیں تو وہم اس سے رجوع کر لیتا ہے اور اس کا انکار کرتا ہے، اور وہ قیاس جو ان سے مرکب ہو اس کا نام سفسطہ رکھا جاتا ہے، اور اس کا مقصد مدمقابل کی تغلیط اور اور اس کو خاموش کرنا ہے، اور اس کے جاننے کا بڑا فائدہ اس سے احتراز ہے۔

تشریح: اس سے پہلے یہ بیان کیا گیا تھا کہ غیر یقینیات کی چھ قسمیں ہیں، ان میں سے چار کو بیان کیا جاچکا، اب یہاں سے شارح بقیہ دو کو بیان کر رہے ہیں اور وہ یہ ہیں: ۱- مخیلات ۲- وہمیات۔

مخیلات: وہ مقدمات ہیں جن کے ذہن میں آنے سے نفس کو فرحت حاصل ہو کر انبساط ہو یا ان سے ٹھیس پہنچ کر انقباض ہو، مثال کے طور پر اگر یوں کہا جائے کہ شراب یاقوت جیسی سرخ اور پانی جیسی رقیق اور لطیف ہوتی ہے تو یہ سن کر نفس کو ایک قسم کا انبساط حاصل ہوتا ہے اور شراب کے پینے کی رغبت ہوتی ہے، اور اگر یوں کہا جائے کہ شہد بہت کڑوا قئے آور ہوتا ہے تو یہ سن کر ایک قسم کا انقباض ہوتا ہے اور شہد کے استعمال سے نفرت ہوجاتی ہے، اور اس سے جو قیاس مرکب ہوتا ہے اس کو شعر کہا جاتا ہے۔

قیاس شعری: وہ قیاس ہے جو ایسے قضیوں سے مرکب ہو جو نفس کے اندر رنج یا خوشی پیدا کردے خواہ وہ قضیے صادق ہوں یا کاذب، خواہ ممکن ہوں یا محال، جیسے شاعروں کا یہ کہنا کہ ''محبوبہ کی آنکھ نرگس، اس کا رخسار گلاب اور چہرہ چاند ہے''۔

قیاس شعری کا مقصد: چونکہ فن شاعری کا مقصد ترہیب اور ترغیب ہے، یعنی نفس کو کسی امر سے ڈرایا جائے یا کسی امر کی طرف رغبت دلائی جائے تاکہ وہ اس ترغیب وترہیب سے متاثر ہو اور جس چیز سے ڈرایا گیا ہے اس سے نفرت کرنے لگے اور جس بات کی رغبت دلائی گئی ہے اس کو اختیار کرنے لگے، اور اگر شعر عمدہ وزن پر ہو اور سریلی آواز سے پڑھا جائے تو نفس اس سے اور زیادہ متاثر ہوتا ہے۔

وہمیات: وہ جھوٹے اور باطل مقدمات ہیں جن میں نفس وہم کا تابع ہو کر غیر محسوس کو محسوس پر قیاس کر کے محسوس کا حکم غیر محسوس پر لگا دیتا ہے، جیسے ہر موجود مشار الیہ ہے، (صغریٰ) اور ہر مشار الیہ جسم والا ہے، (کبریٰ) نتیجہ نکلا کہ ہر موجود جسم والا ہے، دیکھئے اس قیاس کے اندر صغریٰ میں کہا گیا ہے کہ ہر موجود اشارہ کے قابل ہے، حالانکہ یہ غلط اور باطل ہے، کیوں کہ ہوا بھی موجود ہے مگر وہ اشارہ حسیہ کے قابل نہیں۔

انما قید بالامور الغیر المحسوسة الخ اس عبارت کو بڑھا کر شارح نے وہمیات کی تعریف میں "امور غیر محسوسہ" کی قید کے بڑھانے کا فائدہ بیان کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ وہمیات کی تعریف میں اس قید کا اضافہ اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ اگر حکم وہم محسوسات پر کوئی حکم لگائے تو وہ کاذب نہیں ہوگا مثلاً خوب صورتوں پر خوب صورتی کا حکم اور بدصورتوں پر بدصورتی کا حکم تو یہ حکم جھوٹا نہیں ہے، یہ جھوٹا اس وجہ سے نہیں ہوتا کہ وہم انسان کی ایک ایسی جسمانی قوت ہے جس کے ذریعہ محسوسات سے حاصل ہونے والے جزئیات کا ادراک کیا جاتا ہے، لہٰذا وہ قوت حس کے تابع ہوگی، چنانچہ جب حس محسوسات پر کوئی حکم لگائے گا تو وہ حکم صحیح ہوگا، اور جب غیر محسوسات پر کوئی حکم لگائے گا تو یہ حکم کاذب ہوگا جیسے اس بات کا حکم لگانا کے ہر موجود مشارالیہ ہے اور عالم کے سواء فضاء ہے غیر متناہی ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ جب حس غیر محسوسات پر کوئی حکم لگائے گا تو وہ حکم کاذب کیوں ہوگا اس کی کیا دلیل ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کاذب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حس اور وہم نفس کی طرف سبقت کرتے ہیں اور عقل سے پہلے نفس کی طرف پہنچتے ہیں، اس لئے نفس ان کی طرف مائل ہوتا ہے اور ان کا تابع ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہمیات کے احکام نفس کے نزدیک بعض اوقات اولیات سے جدا نہیں ہوتے، اس لئے عقل اور شرع کے ذریعہ وہم کے احکام کو رد کیا جاتا ہے، اگر عقل و شرع وہم کے حکم کو رد نہ کرتے تو اولیات اور وہمیات میں ہرگز امتیاز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ہمیشہ دونوں میں التباس واشتباہ رہتا، تو عقل و شرع کا رد کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہم کا حکم جھوٹا ہے۔

وممـا یعرف الخ اس عبارت میں شارح وہمیات کے احکام کے جھوٹ ہونے کو مزید وضاحت اور مثال سے سمجھا رہے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ نفس پر وہم کا بہت زیادہ غلبہ ہوتا ہے اور نفس وہم کا اس حد تک مطیع و تابع ہو جاتا ہے کہ وہم سچا یا جھوٹا جو بھی حکم لگائے نفس اس کو قبول کر لیتا ہے، اور اس کے دھوکہ میں آ کر اکثر غیر محسوس پر محسوس کا حکم لگا دیتا ہے، اور وہمیات اس کے نزدیک اکثر اولیات کے ساتھ ملتبس ہو جاتے ہیں حالانکہ اولیات صادق اور وہمیات کاذب ہوتے ہیں، جن کا کذب اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہم، عقل کے حکم کو مان کر اپنے حکم سے رجوع کر لیتا ہے، مثلاً جو شخص تنہا کسی کمرہ میں مردہ کے ساتھ رات گزارے تو قوت واہمہ کے تسلط سے اس کی عقل مغلوب ہو جاتی ہے اور وہ اس سے ڈرنے لگتا ہے، حالانکہ عقل و وہم دونوں کا اس پر اتفاق ہے کہ مردہ محض جماد و بے جان ہے جو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اس لئے مردہ سے خوف کرنے کے کوئی معنیٰ نہیں، چنانچہ جب وہم و عقل اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں تو وہم اپنے حکم سے رجوع کر لیتا ہے اور اپنے حکم کا انکار کرنے لگتا ہے۔

قیاس سفسطی: شارح کہتے ہیں کہ جو قیاس مقدمات وہمیہ سے مرکب ہو اس کا نام سفسطہ ہے، سفسطی، سفسطہ کی طرف منسوب ہے اور یہ لفظ معرب ہے (یعنی اس کو عربی بنالیا گیا ہے) یونانی زبان کے دو لفظوں "سوف اور اسطا" سے مرکب ہے، سُوف کے معنی علم و حکمت کے ہیں، اور اسطا کے معنیٰ مزین غلط اور فاسد کے ہیں، لہٰذا سفسطہ کے معنیٰ مزین غلط علم کے ہیں، سفسطہ کو حکمت باطلہ اور حکمت زائغہ بھی کہہ سکتے ہیں، (تحقیقات) اصطلاح منطق میں قیاس سفسطی وہ قیاس ہے جو ایسے وہمی قضیوں سے مرکب ہو جو جھوٹے ہوں اور وہم کا خود ساختہ ہوں۔

وجہ تسمیہ: سفسطہ یونانی لفظ ہے جس کے معنیٰ دھوکہ میں ڈالنے والا، قیاس سفسطی بھی چونکہ عام لوگوں کو دھوکہ میں ڈالتا ہے اس لئے اس کا نام قیاس سفسطہ رکھا گیا۔ (مفتاح التہذیب مولفہ جامع المعقول والمنقول حاوی الکمالات استاذی مفتی سعید صاحب دامت برکاتہم)

قیاس سفسطی کا فائدہ: قیاس سفسطی جو ظاہر کے اعتبار سے اچھا اور خوشنما معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت کے اعتبار سے یہ ایسا ہے جیسے کسی سڑی چیز پر چاندی یا سونے کا ورق لگا کر دھوکا دیا گیا ہو، بالذات اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، البتہ بالعرض اس سے فائدہ پہنچتا ہے کہ جس کو اس صناعت میں عبور اور مہارت ہوتی ہے وہ مدمقابل کو مغالطہ دیدیتا ہے، اور اس کو خاموش کر دیتا ہے، اور اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ وہ خود اپنے کاموں میں غلطی سے محفوظ رہتا ہے، اور دوسرے شخص کے دھوکہ میں پڑنے سے بچ جاتا ہے۔

قَالَ وَالْمُغَالَطَةُ قِيَاسٌ يَفْسُدُ صُوْرَتُهُ بِاَنْ لَا يَكُوْنَ عَلىٰ هَيْئَةٍ مُنْتِجَةٍ لِاخْتِلَالِ شَرْطٍ مُعْتَبَرٍ بِحَسْبِ الْكَمِّيَّةِ اَوِ الْكَيْفِيَّةِ اَوِ الْجِهَةِ اَوْ مَادَّتِهِ بِاَنْ يَكُوْنَ بَعْضُ الْمُقَدَّمَاتِ وَ الْمَطْلُوْبُ شَيْئًا وَاحِدًا لِكَوْنِ الْاَلْفَاظِ مُتَرَادِفَةً كَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ بَشَرٌ وَ كُلُّ بَشَرٍ ضَحَّاكٌ فَكُلُّ اِنْسَانٍ ضَحَّاكٌ اَوْ كَاذِبَةً شَبِيْهَةً بِالصَّادِقَةِ مِنْ جِهَةِ اللَّفْظِ كَقَوْلِنَا لِصُوْرَةِ الْفَرَسِ الْمَنْقُوْشَةِ عَلَى الْحَائِطِ هٰذَا فَرَسٌ وَ كُلُّ فَرَسٍ صَهَّالٌ يُنْتِجُ اَنَّ تِلْكَ الصُّوْرَةَ صَهَّالَةٌ اَوْ مِنْ جِهَةِ الْمَعْنىٰ كَعَدَمِ مُرَاعَاةِ وُجُوْدِ الْمَوْضُوْعِ فِي الْمُوْجِبَةِ كَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ وَ فَرَسٍ فَهُوَ اِنْسَانٌ وَ كُلُّ اِنْسَانٍ وَ فَرَسٍ فَهُوَ فَرَسٌ يُنْتِجُ بَعْضُ الْاِنْسَانِ فَرَسٌ وَ وَضْعُ الطَّبْعِيَّةِ مَقَامَ الْكُلِّيَّةِ كَقَوْلِنَا الْاِنْسَانُ حَيَوَانٌ وَ الْحَيَوَانُ جِنْسٌ يُنْتِجُ اَنَّ الْاِنْسَانَ جِنْسٌ وَ اَخْذُ الْاُمُوْرِ الذِّهْنِيَّةِ مَكَانَ الْعَيْنِيَّةِ وَ بِالْعَكْسِ فَعَلَيْكَ بِمُرَاعَاةِ كُلِّ ذٰلِكَ لِئَلَّا تَقَعَ فِي الْغَلَطِ وَ الْمُسْتَعْمِلُ لِلْمُغَالَطَةِ يُسَمّٰى سُوْفِسْطَائِيًّا اِنْ قَابَلَ بِهَا الْحَكِيْمَ وَ مُشَاغِبِيًّا اِنْ قَابَلَ بِهَا الْجَدَلِيَّ۔

ترجمہ: ماتن نے کہا (ہے کہ) اور مغالطہ ایسا قیاس ہے جس کی صورت فاسد ہوتی ہے بایں طور کہ وہ (یعنی قیاس) نتیجہ دینے والی ہیئت پر نہ ہو۔ کسی شرط کے اختلال کی وجہ سے جو کمیت یا کیفیت یا جہت کے اعتبار سے معتبر ہے، یا اس کا مادّہ فاسد ہو، بایں طور کہ بعض مقدمہ اور مطلوب شئ واحد ہو الفاظ کے مترادف ہونے کی وجہ سے، جیسے ہمارا قول ہر انسان بشر ہے، اور ہر بشر ہنسنے والا ہے، پس انسان ہنسنے والا ہے، یا ایسے کاذب ہونے کی وجہ سے جو لفظ کی جہت سے (الفاظ) صادقہ کے مشابہ ہو، جیسے ہمارا قول اس گھوڑے کی صورت کے متعلق جو دیوار پر منقوش ہو، یہ گھوڑا ہے، اور ہر گھوڑا ہنہنانے والا ہے، نتیجہ دے گا کہ وہ صورت ہنہنانے والی ہے، یا معنیٰ کی جہت سے، جیسے موجبہ میں موضوع کے وجود کی رعایت کا نہ ہونا، جیسے، کل انسان و فرس فھو انسان، و کل انسان و فرس فھو فرس، نتیجہ دے گا بعض الانسان فرس، اور طبعیہ کا کلیہ کی جگہ رکھنا جیسے ہمارا قول الانسان حیوان والحیوان جنس (یہ قیاس) نتیجہ دے گا ان الانسان جنس اور امور ذہنیہ کو امور خارجیہ کی جگہ میں لینا، اور اس کا برعکس، پس آپ پر ان تمام کی رعایت کرنا ضروری ہے تاکہ آپ غلطی میں واقع نہ ہوں، اور مغالطہ کے استعمال کرنے والے کا نام سوفسطائی رکھا جاتا ہے اگر وہ اس کے ذریعہ حکیم کا مقابلہ کرے، اور مشاغبی: اگر وہ اس کے ذریعہ جھگڑا کرنے والے کا مقابلہ کرے۔

اَقُوْلُ اَلْمُغَالَطَةُ قِيَاسٌ فَاسِدٌ اِمَّا مِنْ جِهَةِ الصُّوْرَةِ اَوْ مِنْ جِهَةِ الْمَادَّةِ اَمَّا مِنْ جِهَةِ الصُّوْرَةِ فَبِاَنْ لَا يَكُوْنَ عَلىٰ هَيْئَةٍ مُنْتِجَةٍ لِاخْتِلَالِ شَرْطٍ مُعْتَبَرٍ بِحَسْبِ الْكَمِّيَّةِ اَوِ الْكَيْفِيَّةِ اَوِ الْجِهَةِ كَمَا اِذَا كَانَ كُبْرَى الشَّكْلِ الْاَوَّلِ جُزْئِيَّةً اَوْ صُغْرَاهُ سَالِبَةً اَوْ مُمْكِنَةً وَ اَمَّا مِنْ جِهَةِ الْمَادَّةِ فَبِاَنْ يَكُوْنَ الْمَطْلُوْبُ

وَ بَعْضُ مُقَدِّمَاتِهٖ شَيْئًا وَاحِدًا وَهُوَ الْمُصَادَرَةُ عَلَى الْمَطْلُوْبِ كَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ بَشَرٌ وَ كُلُّ بَشَرٍ ضَحَّاكٌ فَكُلُّ اِنْسَانٍ ضَحَّاكٌ اَوْ بِاَنْ يَكُوْنَ بَعْضُ الْمُقَدِّمَاتِ كَاذِبَةً شَبِيْهَةً بِالصَّادِقَةِ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں (کہ) مغالطہ فاسد قیاس ہے یا تو صورت کی جہت سے یا مادہ کی جہت سے بہر حال صورت کی جہت سے تو بایں طور ہے کہ قیاس نتیجہ دینے والی ہیئت پر نہ ہوا یسی شرط کے اختلال کی وجہ سے جو کمیت یا کیفیت یا جہت کے اعتبار سے معتبر ہے، مثلاً جب شکل اول کا کبریٰ جزئیہ ہو یا اس کا صغریٰ سالبہ ہو یا ممکنہ ہو، اور بہر حال مادّہ کی جہت سے تو بایں طور کہ مطلوب اور اس کے بعض مقدمات ایک ہی شئ ہو اور یہی مصادرۃ علی المطلوب ہے، جیسے ہمارا قول ہر انسان بشر ہے، اور ہر بشر ہنسنے والا ہے، پس ہر انسان ہنسنے والا ہے، یا بایں طور کہ بعض مقدمات کاذب ہوں، (اور) صادقہ کے مشابہ ہوں۔

تشریح: اس قال میں ماتن نے قیاس سفسطی کے فاسد ہونے کو بیان کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ قیاس سفسطی فاسد (اور غلط) ہے، شارح وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قیاس سفسطی دو وجہ سے فاسد ہے، لیکن صاحب مرقات نے کہا ہے کہ قیاس سفسطی تین وجہوں سے فاسد ہے: ۱-صرف صورت کے اعتبار سے فاسد ہے۔ ۲-صرف مادّہ کے اعتبار سے فاسد ہے۔ ۳-صورت اور مادہ دونوں اعتبار سے فاسد ہے۔ صورت کے اعتبار سے فاسد بایں طور ہے کہ قیاس نتیجہ دینے والی ہیئت پر نہ ہو، کسی ایسی شرط کی کمی کی وجہ سے جو کمیت یا کیفیت یا جہت کے اعتبار سے معتبر ہے، جیسے الانسان حیوانٌ (صغریٰ) والحیوان جنسٌ (کبریٰ) نتیجہ نکلا الانسان جنسٌ، اور یہ نتیجہ غلط ہے، اور یہ نتیجہ غلط اس وجہ سے آیا کہ قیاس کی صورت میں غلطی ہے، کیوں کہ کبریٰ کلیہ نہیں ہے بلکہ طبعیہ ہے، حالانکہ شکل اول کے نتیجہ دینے کے لئے کبریٰ کا کلیہ ہونا اور صغریٰ کا موجبہ ہونا یا ممکنہ نہ ہونا شرط ہے۔

اور صرف مادہ کے اعتبار سے غلطی اور فساد کی صورت یہ ہے کہ مطلوب اور اس کے بعض مقدمات ایک ہی شئ ہوں جیسے کل انسانٍ بشرٌ (صغریٰ) و کل بشر ضحاک (کبریٰ) نتیجہ نکلا کل انسان ضحاک اور یہ قیاس سراسر غلط ہے، غلط اس وجہ سے ہے کیوں کہ اس مثال میں نتیجہ اور قیاس کے بعض مقدمات مترادف ہیں، شارح کہتے ہیں کہ اس کو مصادرۃ علی المطلوب کہتے ہیں۔

مصادرة علی المطلوب: مناطقہ کی اصطلاح میں مصادرۃ علی المطلوب یہ ہے کہ دلیل دعویٰ پر موقوف ہو، اور اس کی چار صورتیں ہیں: ۱-دعویٰ دلیل کا جزء ہو۔ ۲-دعویٰ بعینہٖ دلیل ہو۔ ۳-دعویٰ اس شئ کا عین ہو جس پر دلیل موقوف ہو خود بعینہٖ دلیل نہ ہو۔ ۴-دعویٰ اس شئ کا جزء ہو جس پر دلیل موقوف ہو خود دلیل کا جزء نہ ہو، یہ تمام صورتیں مستلزم دور ہونے کی وجہ سے باطل ہیں، مصادرۃ علی المطلوب کی مثال یہ ہے، زید انسانٌ لانہ بشر (صغریٰ) و کل بشرٍ انسانٌ (کبریٰ) نتیجہ نکلا فزیدٌ انسانٌ دیکھئے اس مثال میں "زید انسانٌ" دعویٰ ہے اور "لانہ بشرٌ" دلیل ہے، جو بعینہٖ دعویٰ ہے کیوں کہ جو بشر ہے وہی انسان ہے، پس دلیل بھی وہی اور دعویٰ بھی وہی، اور اسی کا نام مصادرۃ علی المطلوب ہے، جو باطل ہے۔

یا بایں طور کہ بعض مقدمات کاذب ہوں اور مقدمہ صادقہ کے مشابہ ہوں۔

غلطی کے اسباب: غلطی کے اسباب بہت زیادہ ہیں، لیکن باوجود کثیر ہونے کے صرف دو میں محدود و منحصر ہیں: ۱-غلط فہمی۔ ۲-قضایا کاذبہ کا صادقہ کے مشابہ ہو جانا، غلط فہمی کا سبب یہ ہے کہ نفس وہم کی تاریک کوٹھریوں میں بند ہو جائے اور وہم کا عقل پر غلبہ

ہو جائے، جس کے نتیجہ میں غلطیوں کے دریاؤں میں انسان کی فہم ڈوب جائے اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنا مشکل ہو جائے یہاں تک کہ انسان کا نفس جھوٹے اور سچے قضیوں کے درمیان تمیز نہ کر سکے اور جھوٹے قضیوں کے بارے میں سچا ہونے کا یقین کر لے، بلکہ ان کو بدیہی سمجھنے لگے مثال کے طور پر کسی کی سمجھ میں آیا کہ ہر نہ دکھائی دینے والی چیز جسم نہیں ہو سکتی، لہٰذا ہوا بھی جسم نہیں ہے اس لئے کہ دکھائی نہیں دیتی، حالانکہ یہ غلط ہے، کیوں کہ ہوا کے لئے جسم ہے اور وہ ہائیڈروجن، آکسیجن، حامض کربون سے مرکب ہے، (تحقیقات بحوالہ نیل الامانی) اور جھوٹے قضیوں کے سچے قضیوں کے مشابہ ہونے کی صورتیں آگے آ رہی ہیں، بعض محققین کے نزدیک غلطی کے تمام اسباب صرف ایک امر میں منحصر ہیں اور وہ یہ ہے کہ انسان شئ اور اس کے مشابہ کے درمیان تمیز نہ کر پائے۔

وَ شِبْهُ الْكَاذِبِ بِالصَّادِقِ اِمَّا مِنْ حَيْثُ الصُّوْرَةِ اَوْ مِنْ حَيْثُ الْمَعْنٰى اَمَّا مِنْ حَيْثُ الصُّوْرَةِ فَكَقَوْلِنَا لِصُوْرَةِ الْفَرَسِ الْمَنْقُوْشَةِ عَلَى الْجِدَارِ اَنَّهَا فَرَسٌ وَ كُلُّ فَرَسٍ صَهَّالٌ يُنْتِجُ اَنَّ تِلْكَ الصُّوْرَةَ صَهَّالَةٌ وَ اَمَّا مِنْ حَيْثُ الْمَعْنٰى فَلِعَدَمِ رِعَايَةِ وُجُوْدِ الْمَوْضُوْعِ فِي الْمُوْجِبَةِ كَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ وَ فَرَسٍ فَهُوَ اِنْسَانٌ وَ كُلُّ اِنْسَانٍ وَ فَرَسٍ فَهُوَ فَرَسٌ يُنْتِجُ اَنَّ بَعْضَ الْاِنْسَانِ فَرَسٌ وَ الْغَلَطُ فِيْهِ اَنَّ مَوْضُوْعَ الْمُقَدَّمَتَيْنِ لَيْسَ بِمَوْجُوْدٍ اِذْ لَيْسَ شَيْءٌ مَوْجُوْدٌ يَصْدُقُ عَلَيْهِ اَنَّهُ اِنْسَانٌ وَ فَرَسٌ وَ كَوَضْعِ الْقَضِيَّةِ الطَّبْعِيَّةِ مَقَامَ الْكُلِّيَّةِ كَقَوْلِنَا الْاِنْسَانُ حَيَوَانٌ وَ الْحَيَوَانُ جِنْسٌ يُنْتِجُ اَنَّ الْاِنْسَانَ جِنْسٌ وَ رُبَمَا تُغَيَّرُ الْعِبَارَةُ وَ يُقَالُ الْجِنْسُ ثَابِتٌ لِلْحَيَوَانِ وَ الْحَيَوَانُ ثَابِتٌ لِلْاِنْسَانِ وَ الثَّابِتُ لِلثَّابِتِ لِلشَّيْءِ ثَابِتٌ لِذٰلِكَ الشَّيْءِ فَيَكُوْنُ الْجِنْسُ ثَابِتًا لِلْاِنْسَانِ وَ وَجْهُ الْغَلَطِ اَنَّ الْكُبْرٰى لَيْسَتْ بِكُلِّيَّةٍ وَ كَاَخْذِ الذِّهْنِيَّاتِ مَكَانَ الْخَارِجِيَّاتِ كَقَوْلِنَا اَلْحُدُوْثُ حَادِثٌ وَ كُلُّ حَادِثٍ فَلَهُ حُدُوْثٌ فَالْحُدُوْثُ لَهُ حُدُوْثٌ وَ كَاَخْذِ الْخَارِجِيَّاتِ مَكَانَ الذِّهْنِيَّاتِ كَقَوْلِنَا اَلْجَوْهَرُ مَوْجُوْدٌ فِي الذِّهْنِ وَ كُلُّ مَوْجُوْدٍ فِي الذِّهْنِ قَائِمٌ بِالذِّهْنِ وَ كُلُّ قَائِمٍ بِالذِّهْنِ فَهُوَ عَرَضٌ يُنْتِجُ اَنَّ الْجَوْهَرَ عَرَضٌ فَلَابُدَّ مِنْ مُرَاعَاةِ جَمِيْعِ ذٰلِكَ لِئَلَّا يَقَعَ فِيْهِ الْغَلَطُ وَ فِيْ اَخْذِ وَضْعِ الطَّبْعِيَّةِ مَقَامَ الْكُلِّيَّةِ مِنْ بَابِ فَسَادِ الْمَادَّةِ نَظَرٌ لِاَنَّ الْفَسَادَ فِيْهِ لَيْسَ اِلَّا لِاخْتِلَالِ شَرْطِ الْاِنْتَاجِ الَّذِيْ هُوَ الْكُلِّيَّةُ فَحِيْنَئِذٍ يَكُوْنُ مِنْ بَابِ فَسَادِ الصُّوْرَةِ لَا الْمَادَّةِ وَ مَنْ يَسْتَعْمِلُ الْمُغَالَطَةَ فَاِنْ قَابَلَ بِهَا الْحَكِيْمَ فَهُوَ سُوْفَسْطَائِيٌّ وَ اِنْ قَابَلَ بِهَا الْجَدَلِيَّ فَهُوَ مُشَاغِبِيٌّ۔

ترجمہ: اور صادق کے ساتھ کاذب کا مشابہ ہونا یا تو صورت کی حیثیت سے ہے یا معنیٰ کی حیثیت سے، بہر حال صورت کی حیثیت سے تو جیسے ہمارا قول گھوڑے کی اس صورت کے متعلق جو دیوار پر منقوش ہو، کہ وہ صورت گھوڑا ہے اور ہر گھوڑ ہنہنانے والا ہے، نتیجہ دے گا کہ وہ صورت ہنہنانے والی ہے، اور بہر حال معنیٰ کی حیثیت سے تو موجبہ میں وجودِ موضوع کی رعایت نہ ہونے کی وجہ سے ہے، جیسے ہمارا قول ہر انسان اور فرس پس وہ انسان ہے، اور ہر انسان وفرس پس وہ فرس ہے، (یہ قیاس) نتیجہ دے گا کہ بعض انسان فرس ہے، اور اس میں غلطی یہ ہے کہ مقدمتین کا موضوع موجود نہیں ہے اس لئے کہ کوئی موجود شئ ایسی نہیں ہے کہ اس پر یہ صادق ہو کہ وہ انسان اور فرس ہے، اور جیسے قضیہ طبعیہ کو کلیہ کی جگہ رکھنا جیسے ہمارا قول انسان حیوان ہے اور حیوان جنس ہے نتیجہ دے گا کہ انسان جنس ہے، اور بسا اوقات عبارت بدل دی جاتی ہے، اور کہا جاتا ہے "الجنس ثابت للحیوان، والحیوان ثابت للانسان، والثابت

للثابت للشیٔ ثابت لذٰلک الشیٔ فیکون الجنس ثابتًا للانسان ''اور غلطی کی وجہ یہ ہے کہ کبریٰ کلیہ نہیں ہے، اور جیسے ذہنیات کو خارجیات کی جگہ میں لے لینا جیسے ہمارا قول الحدوث حادث، وکل حادث فله حدوث، فالحدوث له حدوث، اور جیسے خارجیہ کو ذہنیات کی جگہ میں لے لینا جیسے ہمارا قول الجوهر موجود فی الذهن، وکل قائم بالذهن فهو عرض، نتیجہ دے گا، الجوهر عرض، پس ان تمام امور کی رعایت ضروری ہے تاکہ اس میں غلطی واقع نہ ہو، اور طبعیہ کو کلیہ کی جگہ رکھنے کا فساد مادّہ کے باب سے ہونا (محلِ) نظر ہے، اس لئے کہ اس میں جو فساد ہے وہ شرط انتاج یعنی کلیت کے اختلال ہی کی وجہ سے ہے تو اس وقت یہ فسادِ صورت کے باب سے ہوگا نہ کہ (فسادِ) مادّہ (باب سے) اور جو شخص مغالطہ کا استعمال کرے، پس اگر وہ اس کے ذریعہ حکیم سے مقابلہ کرے تو وہ سوفسطائی ہے اور اگر اس کے ذریعہ جدلی (جھگڑا کرنے والے) سے مقابلہ کرے تو وہ مُشاغبی ہے۔

تشریح: شارح کہتے ہیں کہ قضایا کاذبہ کا صادقہ سے مشابہ ہونا دو طرح سے ہوتا ہے: ۱-صورت کے اعتبار سے مشابہ ہو۔ ۲-معنیٰ کے اعتبار سے مشابہ ہو۔ صورت کے اعتبار سے مشابہت سے مراد وہ ہے جو غلطی کا منشأ ہو، اور لفظ کو شئی کی صورت محسوسہ کے درجہ میں کرلیا گیا ہو، صورۃً مشابہ ہونے کی مثال جیسے دیوار وغیرہ پر گھوڑے کی تصور کے متعلق کہیں کہ وہ گھوڑا ہے (صغریٰ) اور ہر گھوڑا ہنہنانے والا ہے (کبریٰ) نتیجہ نکلا کہ وہ صورت ہنہنانے والی ہے، اور معنیٰ کے اعتبار سے مشابہ ہونا تو یہ قضیہ موجبہ میں موضوع کے وجود کی رعایت نہ ہونے کی وجہ سے ہے، جیسے کل انسان و فرس فهو انسانٌ (صغریٰ) وکل انسانٍ وفرس فهو فرس، نتیجہ دے گا اِن بعض الانسان فرس، یہ نتیجہ غلط ہے اور اس میں غلطی کا سبب مقدمتین کے موضوع کا موجود نہ ہونا ہے، کیوں کہ ایسی کوئی شئی موجود نہیں جس پر انسان اور فرس دونوں صادق ہوں، حالانکہ مثال میں عنوان انسان اور فرس کا مجموعہ ہے، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس میں موضوع کے وجود کی رعایت نہیں کی گئی ہے، اسی طرح قضیہ طبعیہ کو کلیہ کی جگہ رکھنے سے بھی غلطی واقع ہوتی ہے، جیسے انسان حیوان ہے (صغریٰ) اور حیوان جنس ہے (کبریٰ) نتیجہ نکلا کہ انسان جنس ہے، اور یہ نتیجہ غلط ہے، شارح کہتے ہیں کہ کبھی عبارت کو بدل کر اس طرح کہا جائے، جنس حیوان کے لئے ثابت ہے، اور حیوان انسان کے لئے ثابت ہے، اور جو اس چیز کے لئے ثابت ہو وہ اس شئی کے لئے ثابت ہے، پس جنس انسان کے لئے ثابت ہے، اور یہ نتیجہ غلط ہے ان میں غلطی کی وجہ یہ ہے کہ اس میں کبریٰ کلیہ نہیں ہے، اسی طرح معنیً مشابہ ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ ذہنیات کو خارجیات کی جگہ میں لے لیا جائے جیسے اس حدوث کے متعلق جو امر ذہنی ہے یہ کہیں کہ الحدوث حادث (صغریٰ) وکل حادث فله حدوث (کبریٰ) نتیجہ نکلا الحدوث له حدوث، یہ نتیجہ غلط ہے، اس میں غلطی کی وجہ یہ ہے کہ جو حدوث امر ذہنی ہے اس کو حادث کہا گیا حالانکہ وہ حادث نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ حادث شئی خارجی ہوتی ہے نہ کہ امرِ ذہنی۔ اسی طرح معنیً مشابہ ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ خارجیات کو ذہنیات کی جگہ میں لے لیا جائے جیسے الجوهر موجود فی الذهن وکل موجودٍ فی الذهن قائم بالذهن وکل قائم بالذهن فهو عرض، نتیجہ دے گا الجوهر عرض، اور یہ نتیجہ غلط ہے اس میں غلطی کی وجہ یہ ہے کہ یہاں خارجی کو ذہنی سمجھ لیا گیا ہے، یعنی جوہر کا وجود خارج میں ہوتا ہے، ذہن میں نہیں ہوتا، ذہن میں اس کی صورت موجود ہوتی ہے، شارح کہتے ہیں کہ ان تمام امور کی رعایت کرنا ضروری ہے، تاکہ اس میں غلطی واقع نہ ہو۔

وفی اخذ وضع الطبعیة الخ اس عبارت میں شارح نے ماتن پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ ماتن نے طبعیہ کو کلیہ کی جگہ میں رکھنے کو فسادِ مادّہ کے باب سے کہا ہے محل نظر ہے؟ جواب یہ ہے کہ اگر اس قضیہ کو طبعیہ مانا جائے تو فساد جہت صورت کے اعتبار سے ہوگا اور اگر اس کو کلیہ مانا جائے بایں معنیٰ کہ وہ کبریٰ واقع ہو رہا ہے تو قضیہ کاذبہ ہوگا اور فساد مادّہ کی جہت سے ہوگا تو اس میں چوں کہ ان دونوں اعتباروں کا احتمال ہے اس لئے ماتن نے یہاں اس کو فسادِ مادّہ کے باب سے مانا ہے، اور جامع الحقائق میں فساد صورت کے باب سے مانا ہے۔ (وہبی تحقیقات)

سوفسطائی: قیاس سفسطہ کا استعمال کرنے والا اگر کسی حکیم اور فلسفی سے مقابلہ کرے تو اس شخص کو سوفسطائی کہتے ہیں۔
مشاغبی: قیاس سفسطی کا استعمال کرنے والا اگر کسی جدلی (جھگڑا کرنے والے) سے مقابلہ کرے تو اس شخص کو مشاغبی کہتے ہیں۔

قال اَلْبَحْثُ الثَّانِیْ فِیْ اَجْزَاءِ الْعُلُوْمِ وَهِیَ مَوْضُوْعَاتٌ وَ قَدْ عَرَفْتَهَا وَ مَبَادٍ وَهِیَ حُدُوْدُ الْمَوْضُوْعَاتِ وَاَجْزَاءُهَا وَ اَعْرَاضُهَا الذَّاتِیَّةُ وَ الْمُقَدَّمَاتُ غَیْرُ الْبَیِّنَةِ فِیْ نَفْسِهَا الْمَاخُوْذَةِ عَلیٰ سَبِیْلِ الْوَضْعِ کَقَوْلِنَا اَنْ نَصِلَ بَیْنَ کُلِّ نُقْطَتَیْنِ بِخَطٍّ مُسْتَقِیْمٍ وَ اِنْ نَعْمَلَ بِاَیِّ بُعْدٍ وَ عَلیٰ کُلِّ نُقْطَةٍ شِئْنَا دَائِرَةً وَ الْمُقَدَّمَاتُ الْبَیِّنَةُ بِنَفْسِهَا کَقَوْلِنَا الْمَقَادِیْرُ الْمُسَاوِیَةُ لِمِقْدَارٍ وَاحِدٍ مُتَسَاوِیَةٌ وَ مَسَائِلُ وَهِیَ الْقَضَایَا الَّتِیْ یُطْلَبُ بِهَا نِسْبَةُ مَحْمُوْلَاتِهَا اِلیٰ مَوْضُوْعَاتِهَا فِیْ ذٰلِکَ الْعِلْمِ وَ مَوْضُوْعَاتُهَا قَدْ تَکُوْنُ مَوْضُوْعُ الْعِلْمِ کَقَوْلِنَا کُلُّ مِقْدَارٍ مُشَارِکٌ لِلْاٰخَرِ اَوْ مُبَایِنٌ وَ قَدْ تَکُوْنُ هُوَ مَعَ عَرَضٍ ذَاتِیٍّ کَقَوْلِنَا کُلُّ مِقْدَارٍ وَسْطٍ فِی النِّسْبَةِ فَهُوَ ضِلْعُ مَا یُحِیْطُ بِهِ الطَّرَفَانِ وَ قَدْ تَکُوْنُ نَوْعُهُ کَقَوْلِنَا کُلُّ خَطٍّ یُمْکِنُ تَنْصِیْفُهُ وَ قَدْ تَکُوْنُ نَوْعُهُ مَعَ عَرَضٍ ذَاتِیٍّ کَقَوْلِنَا کُلُّ خَطٍّ قَائِمٍ عَلیٰ خَطٍّ فَاِنَّ زَاوِیَتَیْ جَنْبَیْهِ اَمَّا قَائِمَتَانِ اَوْ مُتَسَاوِیَتَانِ لَهُمَا وَ قَدْ تَکُوْنُ عَرَضًا ذَاتِیًّا کَقَوْلِنَا کُلُّ مُثَلَّثٍ زَوَایَاهُ مِثْلُ قَائِمَتَیْنِ وَ اَمَّا مَحْمُوْلَاتُهَا فَخَارِجَةٌ عَنْ مَوْضُوْعَاتِهَا لِامْتِنَاعِ اَنْ یَکُوْنَ جُزْءُ الشَّیْءِ مَطْلُوْبًا بِثُبُوْتِهٖ لَهٗ بِالْبُرْهَانِ وَلْیَکُنْ هٰذَا اٰخِرَ الْکَلَامِ فِیْ هٰذِهِ الرِّسَالَةِ وَ الْحَمْدُ لِوَاهِبِ الْعَقْلِ وَ الْهِدَایَةِ وَ الصَّلٰوةُ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَ اٰلِهٖ مُنْجِی الْخَلَائِقِ مِنَ الْغَوَایَةِ وَ اَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ هُمْ اَهْلُ الدِّرَایَةِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا۔

ترجمہ: ماتن نے کہا (ہے کہ) دوسری بحث علوم کے اجزاء (کے بیان) میں ہے، اور وہ موضوعات ہیں اور ان کو تو جان چکا، اور مبادی ہیں اور وہ موضوعات اور اس کے اجزاء اور اعراض ذاتیہ کے حدود ہیں، اور وہ مقدمات ہیں جو فی نفسہا غیر بین ہوں، اور وضع کے طریقے پر لئے گئے ہوں جیسے ہمارا قول کہ ہم ہر دو نقطوں کا خط مستقیم سے ملا سکتے ہیں، اور عمل کر سکتے ہیں جس بُعد کے ساتھ ہو، اور ہر نقطہ پر کہ ہم چاہیں دائرہ ہے، اور بعض مقدمات بذاتِ خود بین ہوتے ہیں، جیسے ہمارا قول مقدار واحد کے مساوی مقادیر متساویہ ہیں، اور مسائل ہیں اور وہ وہ قضایا ہیں جن کے ذریعہ اس علم میں ان کے موضوعات کی طرف ان کے محمولات کی نسبت طلب کی جائے، اور اس کے موضوعات کبھی موضوع علم ہوتے ہیں جیسے ہمارا قول ہر مقدار دوسرے کا مشارک ہے یا مباین اور کبھی وہ (یعنی موضوع علم) مع عرض ذاتی ہوتے ہیں، جیسے ہمارا قول ہر مقدار وسط میں نسبت ہے پس وہ اس کی ضلع ہے جس کو طرفین محیط ہیں، اور کبھی اس کا نوع ہوتے

ہیں جیسے ہر خط کی تنصیف ممکن ہے، اور کبھی اس کا نوع مع عرض ذاتی ہوتے ہیں، جیسے ہمارا قول ہر وہ خط جو خط پر قائم ہے تو اس کے جنبین کے دونوں زاویہ قائمہ ہوں گے یا متساویہ۔ اور کبھی (صرف) عرض ذاتی ہوتے ہیں جسے ہمارا قول ہر مثلث کے دونوں زاویہ قائمتین کے مثل ہوتے ہیں۔ اور بہرحال ان کے محمولات تو وہ ان کے موضوعات سے خارج ہوتے ہیں کیوں کہ شئ کے جزء کا مطلوب بالبرہان ہونا ممتنع ہے، اور اب اس رسالہ میں یہ آخری گفتگو ہو جانی چاہئے اور تمام تعریفیں عقل اور ہدایت کے عطاء کرنے والے کے لئے ہے، اور رحمت کاملہ نازل ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر جو مخلوق کو گمراہی سے نجات دینے والے ہیں اور ان کے ان اصحاب پر جو اہل درایت ہیں اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں شروع میں اور انتہاء میں۔

اَقُوْلُ اَجْزَاءُ الْعُلُوْمِ ثَلٰثَةٌ مَوْضُوْعَاتٌ وَ مَبَادٍ وَ مَسَائِلُ اَمَّا الْمَوْضُوْعُ فَقَدْ عَرَفْتَهٗ فِیْ صَدْرِ الْكِتَابِ وَ هُوَ اِمَّا اَمْرٌ وَاحِدٌ كَالْعَدَدِ لِلْحِسَابِ وَ اَمَّا اُمُوْرٌ مُتَعَدِّدَةٌ فَلَابُدَّ مِنْ اِشْتِرَاكِهَا فِیْ اَمْرٍ وَاحِدٍ يُلَاحَظُ فِیْ سَائِرِ مَبَاحِثِ الْعِلْمِ كَمَوْضُوْعَاتِ هٰذَا الْفَنِّ فَاِنَّهَا مُشْتَرَكَةٌ فِی الْاِيْصَالِ اِلٰی مَطْلُوْبٍ مَجْهُوْلٍ وَ اِلَّا لَجَازَ اَنْ تَكُوْنَ الْعُلُوْمُ الْمُتَفَرِّقَةُ عِلْمًا وَاحِدًا وَ اَمَّا الْمَبَادِیْ فَهِیَ الَّتِیْ يَتَوَقَّفُ عَلَيْهَا مَسَائِلُ الْعِلْمِ وَ هِیَ اِمَّا تَصَوُّرَاتٌ اَوْ تَصْدِيْقَاتٌ اَمَّا التَّصَوُّرَاتُ فَهِیَ حُدُوْدُ الْمَوْضُوْعَاتِ وَ اَجْزَائِهَا وَ جُزْئِيَّاتِهَا وَ اَعْرَاضِهَا الذَّاتِيَّةِ وَ اَمَّا التَّصْدِيْقَاتُ فَاِمَّا بَيِّنَةٌ بِنَفْسِهَا وَ تُسَمّٰی عُلُوْمًا مُتَعَارِفَةً كَقَوْلِنَا فِیْ عِلْمِ الْهَنْدَسَةِ الْمَقَادِيْرُ الْمُسَاوِيَةُ لِشَیْءٍ وَاحِدٍ مُتَسَاوِيَةٌ وَ اِمَّا غَيْرُ بَيِّنَةٍ بِنَفْسِهَا فَاِنْ اَذْعَنَ الْمُتَعَلِّمُ بِهَا بِحُسْنِ ظَنٍّ سُمِّيَتْ اُصُوْلًا مَوْضُوْعَةً كَقَوْلِنَا اَنْ نَصِلَ بَيْنَ كُلِّ نُقْطَتَيْنِ بِخَطٍّ مُسْتَقِيْمٍ وَ اِنْ تَلَقَّهَا بِالْاِنْكَارِ وَ الشَّكِّ سُمِّيَتْ مُصَادَرَاتٍ كَقَوْلِنَا اَنْ نَعْمَلَ بِاَیِّ بُعْدٍ وَعَلٰی كُلِّ نُقْطَةٍ شِئْنَا دَائِرَةً وَ فِیْ كَوْنِ الْمَوْضُوْعِ جُزْءً مِنَ الْعِلْمِ عَلٰحِدَةٍ نَظَرٌ لِاَنَّهٗ اِنْ اُرِيْدَ بِهِ التَّصْدِيْقُ بِالْمَوْضُوْعِيَّةِ فَهُوَ لَيْسَ مِنْ اَجْزَاءِ الْعُلُوْمِ لِعَدَمِ تَوَقُّفِ الْعِلْمِ عَلَيْهِ بَلْ هُوَ مِنْ مُقَدِّمَاتِ الشُّرُوْعِ فِيْهِ عَلٰی مَا مَرَّ وَ اِنْ اُرِيْدَ بِهٖ تَصَوُّرُ الْمَوْضُوْعِ فَهُوَ مِنَ الْمَبَادِیْ وَ لَيْسَ جُزْءً اٰخَرَ بِالْاِسْتِقْلَالِ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اجزاء علوم تین ہیں موضوعات، مبادی، اور مسائل، بہرحال موضوع تو آپ اس کو کتاب کے شروع میں پہچان چکے ہیں، اور وہ یا تو امر واحد ہوگا جیسے حساب کا عدد یا امور متعددہ ہوں گے پس اس کا اشتراک ایسے امر واحد میں ضروری ہے جو علم کے تمام مباحث میں ملحوظ ہوں، جیسے اس فن کے موضوعات وہ مطلوب مجہول تک پہنچانے میں مشترک ہیں ورنہ تو علوم متفرقہ کا علم واحد ہونا جائز ہوگا۔ اور بہرحال مبادی تو وہ ہیں جن پر علم کے مسائل موقوف ہوں اور وہ تصورات ہیں یا تصدیقات، اور بہرحال تصورات تو وہ موضوعات، ان کے اجزاء اور جزئیات اور اعراض ذاتیہ کے حدود ہیں، اور بہرحال تصدیقات تو وہ بذاتِ خود بین ہوتے ہیں اور ان کا نام علوم متعارفہ رکھا جاتا ہے جیسے ہمارا قول علم ہندسہ میں شئ واحد کے مساوی مقادیر متساویہ ہیں، اور بہرحال غیر بین بنفسہ تو اگر متعلم ان کو حسن ظن کی وجہ سے مانے تو اس کا نام اصول موضوعہ رکھا جاتا ہے، جیسے ہمارا قول کہ ہم ہر دو خط کو خط مستقیم سے ملا سکتے ہیں، اور اگر ان میں شک وانکار کو دخل دے تو ان کا نام مصادرات رکھا جاتا ہے، جیسے ہمارا قول ہم جس بعد سے (چاہے) عمل کریں اور ہر نقطہ پر کہ ہم چاہیں

دائرہ کریں۔ اور موضوع کا مستقل علم کا جزء ہونے میں مجھے نظر ہے اس لئے کہ اگر اس سے مراد موضوعیت کی تصدیق ہے تو وہ اجزاء علوم سے نہیں ہوسکتا کیوں کہ اس پر علم موقوف نہیں بلکہ وہ شروع فی العلم کے مقدمات میں ہے جیسا کہ گزر چکا اور اگر اس سے تصورِ موضوع مراد لی جائے تو وہ مبادی سے ہے اور دوسرا کوئی مستقل جزء نہیں ہے۔

تشریح: ماتن نے کہا تھا کہ خاتمہ میں دو بحثیں ہیں، پہلی بحث قیاسوں کے مادّوں کے بیان میں اور دوسری بحث اجزاء علوم کے بیان میں ہے، اب تک پہلی بحث سے متعلق کلام تھا اب یہاں سے دوسری بحث کو شروع کر رہے ہیں، شارح کہتے ہیں کہ اجزاء علوم تین ہیں: ا۔ موضوعات۔ ۲۔ مبادیات۔ ۳۔ مسائل۔ موضوع کا ذکر شروع کتاب میں آچکا ہے، تاہم فائدہ کے پیشِ نظر یہاں بھی ذکر کیا جارہا ہے۔

موضوع: ہر علم کا موضوع وہ چیز ہوا کرتی ہے جس کے عوارض ذاتیہ سے اس علم میں بحث کی جائے جیسے علم طب کا موضوع انسان کا بدن ہے، اور علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے اور علم منطق کا موضوع معلوم تصوری اور معلوم تصدیقی ہے اور علم ہندسہ کا موضوع مقدار متصل ہے۔ عوارض کے متعلق تفصیلی گفتگو شروع کتاب میں ہوچکی ہے لہٰذا وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

شارح کہتے ہیں کہ موضوع دو حال سے خالی نہیں یا تو امر واحد ہوگا یا امور متعددہ۔ امر واحد جیسے عدد حساب کے لئے۔ پس اس کا ایسے امر واحد میں اشتراک ضروری ہے جو علوم کے تمام مباحث میں ملحوظ ہو، جیسے فن منطق کے موضوعات کہ وہ مطلوب مجہول تک پہنچانے میں مشترک ہیں، اور علوم کے تمام مباحث میں اس کا لحاظ نہ ہو تو علوم متفرقہ کا ایک علم ہونا لازم آجائے گا جو کہ صحیح نہیں ہے۔

مبادی: ان بنیادی باتوں کو کہا جاتا ہے جن پر فن کے مسائل موقوف ہوں پھر مبادی کی دو قسمیں ہیں: ا۔ مبادی تصوریہ۔ ۲۔ مبادی تصدیقیہ۔

مبادی تصوریہ: وہ باتیں ہیں جن میں کوئی حکم نہیں ہوتا یہ تین چیزیں ہیں: ا۔ موضوع کی تعریف۔ ۲۔ موضوع کے اجزاء اور اس کی جزئیات کی تعریف۔ ۳۔ موضوع کے عوارض ذاتیہ کی تعریف۔

موضوع کی تعریف کا مطلب یہ ہے کہ ہر فن کا جو موضوع ہے یا مسائل فن کے جو موضوع ہیں ان کی تعریفات بیان کی جائیں جیسے منطق کا موضوع تصور اور تصدیق ہیں اور نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہیں، اس لئے فن میں ان کی تعریف بیان کی جاتی ہے تاکہ ایک فن کے مسائل کو دوسرے فن سے امتیاز کیا جاسکے۔

موضوع کے اجزاء کی تعریف: یعنی موضوع کوئی مرکب چیز ہے تو اس کے اجزاء کی علیحدہ علیحدہ تعریف بیان کی جاتی ہے جیسے منطق کا موضوع دو چیزیں ہیں تصور اور تصدیق، اس لئے ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ تعریف بیان کی جاتی ہے، اسی طرح اصول فقہ کا موضوع ہے ادلۂ شرعیہ اور وہ چار ہیں: ا۔ کتاب اللہ۔ ۲۔ سنت رسول اللہ۔ ۳۔ اجماع اور۔ ۴۔ قیاس، اس لئے اصول فقہ میں چاروں کی الگ الگ تعریف بیان کی جاتی ہے۔

موضوع کے عوارض کی تعریف: جیسے کلمہ کے عوارض ہیں رفع، نصب، اور جر اس لئے نحو میں ہر ایک کی تعریف بیان کی جاتی ہے، اور تصور و تصدیق کے عوارض ہیں بداہت اور نظریت، اس لئے منطق میں ہر ایک کی تعریف بیان کی جاتی ہے۔

مبادی تصدیقیہ: وہ مقدمات ہیں جن میں کوئی حکم ہوتا ہے اور جن پر فن کے دلائل کا دارومدار ہوتا ہے، یا اس طرح کہو کہ مبادی تصدیقیہ ان قضایا کو کہا جاتا ہے جن سے قیاسات مرکب ہوتے ہیں، مبادی تصدیقیہ کی دو قسمیں ہیں: ا۔ بدیہیہ۔ ۲۔ غیر بدیہیہ یعنی نظریہ۔

مقدمات بدیهیه: وہ مقدمات ہیں جن کے طرفین یعنی موضوع ومحمول کا تصور ہی حکم کے لئے کافی ہو جیسے کل جزء سے بڑا ہے، اور جیسے علم ہندسہ میں شئ واحد کے مساوی مقادیر متساویہ ہیں، مقدمات بدیہیہ کو علوم متعارفہ بھی کہا جاتا ہے۔
مقدمات نظریہ مسلمہ: وہ قضایا ہیں جو بغیر دلیل کے اس لئے مان لئے جائیں کہ وہ کسی دوسرے علم میں دلیل سے ثابت ہو چکے ہیں پھر ان کی دو قسمیں ہیں: ۱-اصول موضوع ۲-مصادرات۔
اصول موضوع: ان قضائے نظریہ کو کہتے ہیں جن کو متعلم صرف اس وجہ سے مان لے کہ اس کو اپنے استاذ سے حُسنِ عقیدت ہے، جیسے ہر دو نقطوں کو خط مستقیم سے ملانا۔
مصادرات: ان قضائے نظریہ کو کہتے ہیں جن کو مان تو لیا جائے مگر اس میں شک اور انکار باقی رہے، جیسے ہمیں اختیار ہے جس بعد سے چاہیں عمل کریں اور ہر نقطہ پر کہ ہم چاہیں دائرہ کریں۔
وفی کون الموضوع الخ اس عبارت میں ایک مشہور اشکال ہے **اشکال** کی تقریر یہ ہے کہ موضوع کو اجزاء علوم میں شمار کیا گیا ہے، اب موضوع سے مراد یا تو نفسِ موضوع ہوگا یا تعریف موضوع یا وجودِ موضوع کی تصدیق یا موضوع کے موضوع ہونے کی تصدیق، اگر نفس موضوع ہو تو یہ درست نہیں، کیوں کہ یہ موضوع مسائل میں داخل ہے، اور اگر تعریف موضوع مراد ہو یعنی "ما یبحث فیه عن عوارضه الذاتیة" تو شئ کی تعریف چونکہ شئ کے مبادی سے ہوتی ہے، اس لئے موضوع علم مبادی علم میں داخل ہے، اور وہ بھی مبادی تصوریہ ہیں، اور اگر وجود موضوع کی تصدیق مراد ہو تو یہ مبادی تصدیقیہ سے ہے۔ لہٰذا یہ مبادی تصدیقیہ میں داخل ہوگی، اور چوتھی صورت بھی مراد نہیں ہوسکتی کیونکہ موضوع کے موضوع ہونے کی تصدیق شروع فی العلم کا مقدمہ ہے اور جو شئ شروع فی العلم کا مقدمہ ہو وہ علم سے خارج ہوتی ہے؟

جواب اس کا تو یہ ہے کہ ہم پہلی شق کو اختیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نفسِ موضوع اگر چہ مسائل میں داخل ہے مگر اس کو علیحدہ جزء شمار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ علم سے مقصود موضوع کے احوال سے بحث کرنا ہے اس لئے اس کا اہتمام زیادہ ہوگا اور جس کا اہتمام زیادہ ہو اس کو جداگانہ شئ شمار کرلیا جاتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نفس موضوع مسائل میں داخل نہیں کیوں کہ یہاں مسائل سے مراد موضوعات ومحمولات اور نسبت کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ صرف وہ محمولات ہیں جن کی نسبت موضوعات کی طرف کی جاتی ہے۔
اور اگر دوسری شق کو اختیار کیا جائے تو زیادتیٔ اہتمام والے جواب کے پیش نظر یہ بھی ہوسکتا ہے، اور تیسری شق کے اختیار کرنے پر یہ کہا جائے گا کہ وجود موضوع کی تصدیق کو مبادی تصدیقیہ میں شمار کرنا تسلیم نہیں، اور شیخ سے جو یہ منقول ہے کہ وجودِ موضوع کی تصدیق مبادی تصدیقیہ سے ہے یہ تسامح پر مبنی ہے، اور وجہ یہ ہے کہ مبادی تصدیقیہ ان قضایا کو کہا جاتا ہے جن سے علم کے قیاسات مرکب ہوتے ہیں اس لئے وجود موضوع کی تصدیق مبادیٔ تصدیقیہ سے نہیں ہوسکتی لہٰذا اس کو اجزائے علوم میں سے ایک مستقل جزء قرار دینا درست ہے (وہبی تصدیقات)

وَاَمَّا الْمَسَائِلُ فَهِيَ الْمَطَالِبُ الَّتِي بُرْهِنَ عَلَيْهَا فِي الْعِلْمِ اِنْ كَانَتْ كَسْبِيَّةً فَلَهَا مَوْضُوْعَاتٌ وَمَحْمُوْلَاتٌ اَمَّا مَوْضُوْعَاتُهَا فَقَدْ تَكُوْنُ مَوْضُوْعُ الْعِلْمِ كَقَوْلِنَا كُلُّ مِقْدَارٍ اَمَّا مُشَارِكٌ لِاٰخَرَ اَوْ مُبَايِنٌ لَهُ وَالْمِقْدَارُ مَوْضُوْعُ عِلْمِ الْهِنْدَسَةِ وَ قَدْ يَكُوْنُ مَوْضُوْعُ الْعِلْمِ مَعَ عَرَضٍ ذَاتِيٍّ كَقَوْلِنَا كُلُّ

مِقْدَارٍ وَسْطٌ فِی النِّسْبَةِ فَهُوَ ضِلْعٌ مَا يُحِيطُ بِهِ الطَّرَفَانِ فَالْمِقْدَارُ مَوْضُوعُ الْعِلْمِ وَ قَدْ أَخَذَ فِی الْمَسْئَلَةِ مَعَ كَوْنِهِ وَسْطًا فِی النِّسْبَةِ وَ هُوَ عَرَضٌ ذَاتِیٌّ وَ قَدْ يَكُوْنُ نَوْعُ مَوْضُوعِ الْعِلْمِ كَقَوْلِنَا كُلُّ خَطٍّ يُمْكِنُ تَنْصِيفُهُ فَإِنَّ الْخَطَّ نَوْعٌ مِنَ الْمِقْدَارِ وَ قَدْ يَكُوْنُ نَوْعُ مَوْضُوعِ الْعِلْمِ مَعَ عَرَضِیٍّ ذَاتِیٍّ كَقَوْلِنَا كُلُّ خَطٍّ قَائِمٌ عَلٰى خَطٍّ فَإِنَّ زَاوِيَتَیْ جَنْبَيْهِ اَمَّا قَائِمَتَانِ اَوْ مُتَسَاوِيَتَانِ لَهُمَا فَالْخَطُّ نَوْعٌ مِنَ الْمِقْدَارِ وَ قَدْ أُخِذَ فِی الْمَسْئَلَةِ مَعَ قِيَامِهِ عَلٰى خَطٍّ اٰخَرَ فَهُوَ عَرَضٌ ذَاتِیٌّ لِلْمِقْدَارِ وَ قَدْ يَكُوْنُ مَوْضُوعُهَا عَرَضًا ذَاتِيًّا كَقَوْلِنَا كُلُّ مُثَلَّثٍ فَإِنَّ زَوَايَاهُ الثُّلُثُ مِثْلُ قَائِمَتَيْنِ فَالْمُثَلَّثُ عَرَضٌ ذَاتِیٌّ لِلْمِقْدَارِ وَقَدْ يَكُوْنُ نَوْعُ عَرَضٍ ذَاتِیٍّ كَقَوْلِنَا كُلُّ مُثَلَّثٍ مُتَسَاوِی السَّاقَيْنِ فَإِنَّ زَاوِيَتَیْ قَاعِدَتِهِ مُتَسَاوِيَتَانِ فَهٰذِهٖ مَوْضُوعَاتُ الْمَسَائِلِ وَ بِالْجُمْلَةِ هِیَ إِمَّا مَوْضُوعَاتُ الْعِلْمِ اَوْ اَجْزَاؤُهَا اَوْ اَعْرَاضُهَا الذَّاتِيَّةُ اَوْ جُزْئِيَّاتُهَا وَاَمَّا مَحْمُوْلَاتُهَا فَهِیَ الْاَعْرَاضُ الذَّاتِيَّةُ لِمَوْضُوعِ الْعِلْمِ فَلَابُدَّ اَنْ تَكُوْنَ خَارِجَةً عَنْ مَوْضُوعَاتِهَا لِامْتِنَاعِ اَنْ يَكُوْنَ جُزْءُ الشَّیْءِ مَطْلُوْبًا بِالْبُرْهَانِ لِاَنَّ الْاَجْزَاءَ بَيِّنَةُ الثُّبُوْتِ لِلشَّیْءِ وَلٰكِنْ هٰذَا اٰخِرُ مَا اَرَدْنَا اِيْرَادَهُ فِی هٰذِهِ الْاَوْرَاقِ وَالْحَمْدُ لِوَاجِبِ الْوُجُوْدِ مُفِيْضِ الْاَرْزَاقِ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى اَفْضَلِ الْبَشَرِ عَلَى الْاِطْلَاقِ مُحَمَّدِ الْمَبْعُوْثِ لِتَتْمِيْمِ مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ مَصَابِيْحِ الدُّجٰى وَ اَصْحَابِهٖ مَفَاتِيْحِ الْحِجٰى۔

ترجمہ: اور بہر حال مسائل تو وہ مطالب ہیں جن پر علم میں دلیل قائم کی جاتی ہے، اور اگر وہ کسبی ونظری ہوں، پس ان کے موضوعات اور محمولات ہوتے ہیں، بہر حال اس کے موضوعات تو وہ کبھی موضوع علم ہوتے ہیں جیسے ہمارا قول ہر مقدار یا تو دوسرے کا مشارک ہے یا اس کے مباین ہے، اور مقدار علم ہندسہ کا موضوع ہے، اور کبھی موضوع علم مع عرض ذاتی ہوتے ہیں جیسے ہمارا قول ہر مقدار کی نسبت میں وسط ہے پس وہ اس چیز کی ضلع ہے، جس کو طرفین محیط ہوں، پس مقدار علم کا موضوع ہے اور وہ مسئلہ میں وسط فی النسبہ ہونے کے ساتھ ماخوذ ہے اور یہ عرض ذاتی ہے اور کبھی نوع موضوع علم ہوتے ہیں، جیسے ہمارا قول ہر خط کی تنصیف ممکن ہے، اس لئے کہ خط مقدار کی نوع ہے، اور کبھی نوع موضوع علم مع عرضی ہوتے ہیں، جیسے ہمارا قول ہر وہ خط جو خط پر قائم ہو تو اس کے جنبین کی دونوں زاویہ قائمہ ہوں گے یا ان کے تساوی، پس خط مقدار کی نوع ہے اور وہ مسئلہ میں خط آخر پر قائم ہونے کے ساتھ ماخوذ ہے جو مقدار کا عرض ذاتی ہے۔
اور کبھی اس کے موضوعات (صرف) عرض ذاتی ہوتے ہیں جیسے ہمارا قول ہر مثلث کے زوایا قائمتین کے مثل ہوتے ہیں، پس مثلث مقدار کا عرض ذاتی ہے، اور کبھی نوع عرض ذاتی ہوتے ہیں، جیسے ہمارا قول ہر مثلث متساوی الساقین ہے، اس کے قاعدہ کے دونوں زاویہ متساوی ہوں، پس یہ مسائل کے موضوعات ہیں، خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہ یا تو علم کے موضوعات ہوں گے یا ان کے اجزاء یا ان کے اعراض ذاتیہ یا ان کے جزئیات، اور بہر حال محمولات تو وہ موضوعات علم کے اعراض ذاتیہ ہیں، پس ان کا موضوعات سے خارج ہونا ضروری ہے کیوں کہ جزء شئ کا مطلوب بالبرہان ہونا ممتنع ہے، اس لئے کہ اجزاء شئ کے لئے بین الثبوت ہوتے ہیں، لیکن یہ آخر ہے اس چیز کا جس کو ہم نے ان اوراق میں پیش کرنے کا ارادہ کیا ہے، اور تمام تعریفیں واجب الوجود کے لئے ہے جو روزی دینے والا ہے، اور رحمت کاملہ نازل ہو اس

ذات پر جو افضل البشر ہیں علی الاطلاق، یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو مکارم اخلاق کی تمیم کے لئے مبعوث ہیں اور آپ کی آل واولاد پر جو تاریکیوں کے چراغ ہیں، اور آپ کے اصحاب پر جو عقل ودانش کی کنجیاں ہیں۔

تشریح: اس عبارت میں شارح نے اجزاء علوم میں تیسرے جز یعنی مسائل کو بیان کیا ہے۔

مسائل: ان باتوں کو کہا جاتا ہے جن پر علم وفن مشتمل ہو اور جو فن میں مقصود بالذات ہو اور جن کو اس علم میں دلائل سے ثابت کرنا مطلوب ہو جیسے قضیہ مہملہ جزئیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

مسائل کی قسمیں: مسائل کی دو قسمیں ہیں: ۱-موضوع مسائل۔۲-محمول مسائل۔

موضوع مسائل: بہت سے ہیں اس مقام پر شارح نے ان میں سے چھ ذکر کئے ہیں:

۱-عین موضوع علم۔۲-موضوع علم مع عرض ذاتی۔۳-نوع موضوع علم۔۴-نوع موضوع علم مع عرض ذاتی۔۵-صرف عرض ذاتی۔۶-نوع عرض ذاتی۔اب ہر ایک کو مثال سے سمجھئے جیسے علم ہندسہ کا مسئلہ ہے ہر مقدار یا تو دوسرے کا مشارک ہوگی یا مباین۔اس مسئلہ کا موضوع مقدار ہے جو بعینہ فن کا موضوع ہے اور ہر مقدار نسبت میں وسط ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مقدار وسط دونوں مقداروں میں سے ایک طرف وہی نسبت رکھتی ہے جو ان میں سے ایک مقدار کی اس وسط کی طرف ہے جیسے چار اور آٹھ کے درمیان چار مقدار وسط ہے، کیوں کہ چار آٹھ کا نصف ہے جیسا کہ دو چار کا نصف ہے، پس مقدار وسط اس چیز کی ضلع ہے جس کو طرفین محیط ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ مقدار وسط کو جب اس کے نفس میں ضرب دی جائے تو حاصل ضرب اتنا ہو جتنا کہ ایک طرف کو دوسری طرف میں ضرب دینے سے حاصل ضرب ہوتا ہے، جیسے چار وآٹھ کے درمیان مقدار وسط ہے جب چار کو چار میں ضرب دی جائے تو حاصل ضرب سولہ ہوتا ہے یہ حاصلِ ضرب برابر ہے اس حاصلِ ضرب کے جو کہ دو کو آٹھ میں ضرب دینے سے حاصل ہوتا ہے اور یہ چار کی دونوں طرف ہے۔(مصباح التہذیب، وہبی تحقیات) الغرض علم ہندسہ کا موضوع مقدار ہے اور اس کا نسبت میں وسط ہونا یہ عرض ذاتی ہے، مقدار اس شئ کو کہتے ہیں جو انقسام کو قبول کرے، یہ مجموعہ مرکب مسئلہ کا موضوع ہے(مصباح) اور ہر خط اس کی تنصیف ممکن ہے دیکھئے خط مقدار کی ایک نوع ہے اور مقدار علم ہندسہ کا مسئلہ ہے، اور ہر وہ خط جو دوسرے خط پر قائم ہوتا ہے اس کی جنبین کے دونوں زاویہ یا تو دو قائمہ ہوں گے یا متساویہ، تو اس مسئلہ کا موضوع خط ہے اور خط مقدار کی ایک نوع ہے، اور ایک خط کا دوسرے خط پر قائم ہونا یہ مقدار کا عرض ذاتی ہے، جس کو خط کے ساتھ اس مسئلہ میں لیا گیا ہے لہٰذا یہ نوع موضوع علم مع عرض ذاتی کی مثال ہے، اور ہر مثلث اس کے دونوں زاویہ قائمتین کے مثل ہوتے ہیں، اس مسئلہ کا موضوع صرف عرض ذاتی ہے، کیوں کہ اس مسئلہ کا موضوع مثلث ہے اور مثلث علم ہندسہ کے موضوع یعنی مقدار کا عرض ذاتی ہے، اور ہر مثلث ساقین کے متساوی ہوتا ہے، اس مسئلہ کا موضوع مثلث ہے اور جو مقدار کا عرض ذاتی ہے اور مثلث کا متساوی الساقین ہونا نوع عرض ذاتی ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ مذکورہ امور یا تو علم کے موضوعات ہیں یا ان کے اجزاء کے یا ان کے اعراض ذاتیہ یا ان کے جزئیات کے۔

مسائل کا محمول: اور بہر حال مسائل کے محمولات تو وہ باتیں ہیں جو مسائل کے موضوع کو بالذات عارض ہوتی ہیں، لیکن ان کا مسائل موضوع سے خارج ہونا ضروری ہے، کیوں کہ شئ کے اجزاء بین الثبوت ہوتے ہیں ان کو دلائل سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، جب ایسی بات ہے تو جزء شئ کا مطلوب بالبرہان ہونا ممتنع ہے اور جب جزء شئ کا مطلوب بالبرہان ہونا ممتنع

ہے تو مسائل کے محمول کا مسائل کے موضوع سے خارج ہونا ضروری ہے، اور یہ جو کچھ بیان کیا گیا یہ ان باتوں میں سے آخری بات ہے جس کو ہم نے ان اوراق میں ذکر کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

ماتن وشارح نے اللہ رب العزت کی حمد وثناء بیان کر کے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج کر اپنی کتاب کو ختم فرمایا ہے، چنانچہ فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص ہیں جو رزق عطا کرنے والے ہیں، اور رحمت کاملہ نازل ہو اس ذات پر جو علی الاطلاق افضل البشر ہے (یعنی محسن اعظم ہمارے سردار آخری نبی شہنشاہ کون ومکاں تاجدار مدینہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کو اللہ تعالیٰ نے مکارم اخلاق کو پورا کرنے کے لئے دنیا میں مبعوث فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ آل واولاد پر جو تاریکیوں کے چراغ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ اصحاب پر جو عقل ودانش کی کنجیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ہے کہ بروز جمعرات بتاریخ پندرہ شوال المکرم ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۱ جنوری ۲۰۰۱ء بوقت بارہ بجکر ۴۵ منٹ پر یہ شرح مکمل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتا ہوں کہ جس طرح اصل کتاب کو قبولیت عامہ سے نوازا ہے اس کو بھی لوگوں میں مقبول فرما کر طلبۂ عظام کو نفع کا ذریعہ بنادے اور بندہ سراپا تقصیر کو گناہوں سے بچا کر اپنی مرضیات نصیب فرمادے، اور مرتے دم تک دین حنیف کی خدمت کا شرف بخش دے اور خاتمہ بالخیر کی دولت عظمیٰ سے نوازدے، آمین یارب العالمین۔

سبحان ربک رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العلمین.

العبد الضعیف المستکفی بکفایة اللہ القوی العزیز
ظفر بن مبین بن نور محمد عفا اللہ عنهم وعن والدیه
وجمیع المسلمین والمسلمات.
ساکن نعمت پور، پوسٹ جنتائن
وایه کانکی ضلع اتردیناج پور صوبه بنگال